THE ISMAT DELHI.
ESTD 1908.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے
پاکیزہ خیالات - علمی - ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو
مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی سرپرستی میں ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے
چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپے

محصول ڈاک بذمہ خریدار

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے
بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے	گجراتی اور پنجابی کھانے
نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے
غریبوں اور امیروں کے کھانے	سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی	بوڑھوں اور بچوں کے کھانے

اردو زبان میں بہترین کتاب

35941

عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

جس کی ایک [illegible] خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلیگی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنیکے بعد لکھی گئی ہیں اسلئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست، ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی قریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور اڈیٹر عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت قیمتی ہدایات درج کی گئی ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پام پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بابیضہ مرغ	تاش کباب
کھوئے کی پڈنگ	انڈہ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کے کباب	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	بھینے پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روٹی پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے سینی کباب	سیخ کے چپٹے کباب	اروی کے کباب
انناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی قسم
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کے کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے، سوئیاں، کھیر، فرنی، سادے اور ترکاری کے سالن، مچھلی، مرغ، جیلی، بسکٹ، کیک۔ دالیں مٹھائیاں حلوے چٹنیاں، مربے، اچار، سموسے، بڑے، پوری، کچوری۔ پراٹھے۔ روٹی غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن ترکیبیں۔ یہ کتاب ہر شریف گھرانے میں ہونی چاہئے ہندوستان بھر میں اسکی دھوم مچی ہوئی ہے سینکڑوں خطوط اس کی تعریف میں آ چکے ہیں۔ قیمت صرف دو روپے عہ مجلد ۲

مذاقیہ کھانے

دولہا بھائی سے، نندوئی سے، سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنیکے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے، بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے نندوئی کا ثبوت دو لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کے لئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں عورتوں نے اس کتاب کو بہت پسند کیا ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶/

ملنے کا پتہ: مینیجر عصمت دہلی

عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصے

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے، سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں۔ بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق بھی کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو ضرور جاننی چاہئیں، عصمتی ہنڈکلیا کے مضامین بھی نئے انتہا مفید ہیں، باتصویر ٹائٹل قیمت صرف ۸/

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چا، کوکو، شربت لسی فالودہ، آئس کریم، بسکٹ، کیک، ٹوسٹ، کٹر پائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں آپ جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اسی کے مطلب کی چیز ہم ناشتہ میں پیش کرکے متحیر کرسکتے ہیں ۱۰/

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے۔ کون کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کی صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸/

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے لئے جو کھانے بیحد مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور بے حد کارآمد ہیں۔ مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں یہ کتاب ہونی ضروری ہے۔ باتصویر قیمت دس آنے ۱۰/

ملنے کا پتہ مینیجر عصمت دہلی

ہز ہائی نس مہارانی صاحبہ سکم

شہزادی جاپان

نواب رانی عصمت خانم مولابخش

جو پنجاب پبلک ہیلتھ سکول
کی سپرنٹنڈنٹ مقرر
ہوئی ہیں ۔

عصمت دہلی

جلد ۴۸ — بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء — نمبر ۱

تصاویر ۱۶

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں ۵ روپے ۸ آنے۔ رؤسا سے پچیس روپیہ۔ والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے۔ فی پرچہ آٹھ آنہ ممالک غیر سے دس شلنگ۔

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے ساڑھے تین روپے فی پرچہ ۶ر

چند باتیں

سنہ ۳۱ء ختم ہوا اور اس سال بھی ہندوستانی خواتین کی جو خدمت اس کی "عصمت" نے خاموشی کیساتھ انجام دی اس سال کے قریب قریب ہر پرچہ میں بعض مضامین نہایت اہم شائع کئے گئے جو خاص وقعت و قدر کی نظر سے دیکھے گئے۔ حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے تربیت گاہ بنات کی مصروفیات کے باوجود کافی مضامین عطا فرمائے۔ عصمت کی مخصوص قدیم مضمون نگار خواتین نے بدستور پرچہ کو یاد رکھا کئی نئی لکھنے والی ہونہار بیبیوں کا اضافہ ہوا سال کے کسی ماہ کے پرچہ کی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوئی ہر ماہ کا پرچہ ٹھیک ۳ تاریخ کو شائع ہوا مضامین کے صفحے سال گذشتہ سے زیادہ دئے گئے، اور رفتار اشاعت میں بھی اچھی خاصی ترقی ہوئی۔ غرض مجموعی حیثیت سے سنہ ۳۱ء عصمت کا کامیاب سال رہا اب نئے سال کا آغاز ہے خدا کرے عصمت اپنی ناچیز کوششوں کو اس سال اور بھی اچھی طرح انجام دے اور یہ سنہ ۳۲ء عصمتی بہنوں کو ان کے عزیزوں کی سلامتی میں مبارک ہو۔

ابھی دو مہینے ہی ہوئے کہ ڈاکخانہ فیس رجسٹری ۲ سے ۳ کردی چونکہ عصمت و بنات کا چندہ بالعموم وی پی کے ذریعہ وصول ہوتا ہے۔ لہٰذا سالانہ چھ ہزار آنوں کا خرچ بڑھ گیا۔ اب ۱۵ دسمبر سے کارڈ پر بجائے دو پیسہ کے تین پیسہ کے ٹکٹ لگتے ہیں اور لفافہ بجائے ایک آنہ کے پانچ پیسہ ایک پائی کا آتا ہے۔ کاغذ وغیرہ کے مہنگے ہونے کا ذکر نہیں صرف فیس رجسٹری اور کارڈ لفافہ کا محصول بڑھ جانے سے دفتر عصمت کے اخراجات قریباً ۱۳۰۰ روپیہ سالانہ بڑھ گئے ہیں!!

ان حالات میں اگر بہنیں مناسب سمجھیں تو اپنے پرچہ کے لئے جدید خریدار فراہم کرنے سے غافل نہ رہیں ضرورت ہے کہ اس سہ ماہی میں عصمت کی اشاعت کم سے کم ایک ہزار اور بڑھ جائے اور جب تک عصمتی بہنیں توجہ نہ فرمائینگی ۱۰۰۰ خریدار بھی نہیں بڑھ سکتے۔

عصمتی بہنیں اپنے پرچہ کی اعانت اس طرح بھی کرسکتی ہیں کہ بجائے وی پی منگانے کے منی آرڈر کے ذریعہ اپنا سالانہ چندہ بھیجیں اور جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ یا تین پیسے کے ٹکٹ روانہ فرمائیں۔

سالگرہ نمبر سنہ ۳۲ء حسب معمول سالگرہ نمبر ماہ جون میں شایع ہوگا لیکن اس میں صرف وہی مضامین درج ہوسکیں گے جو ۲۸ فروری تک موصول ہوجائیں۔ عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنیں براہ کرم سالگرہ نمبر کے لیئے مضامین ماہ فروری ہی میں بھیجدیں تاکہ اطمینان سے سالگرہ نمبر مرتب کیا جاسکے۔

نئے سال کا پیغام

ضیاء خورشید سال نو جہاں میں جلوہ افگن ہے — دل ہر پیر و برنا۔ فرحتِ کامل کا مخزن ہے
مگر غرور و تغص ریز ہوا ہے عنصرِ نسواں — گیا سال گذشتہ گیا۔ جو یوں عشرت بدامن ہے
گذاریں ساعتیں غفلت طرازی۔ خواب کوشی میں — خزاں پرور مثالِ دورِ سابق اپنا گلشن ہے
عروسِ زندگی محرومِ حسن و زیورِ علمی — چراغِ صد ترقی بزمِ نسواں میں نہ روشن ہے
نہ چھیڑے نشترِ احساس سے جذبات خودداری — نہ حق غصب کردہ کے لئے فریاد و شیون ہے
نہ سعی بہتری۔ ذوقِ عمل فکرِ ترقی ہے — نہ غم پستی و نکبت کا نہ بے علمی سے الجھن ہے
ہوا ہر کاروانِ قوم و ملت راہ پیمودہ — مگر خوابیدہ ہندی مسلمہ بے خوفِ رہزن ہے

خدارا چشمِ غفلت واکرو اے محترم بہنو
وسائل بہتری صنف کے کر دو بہم بہنو

فضا رنگینیِ علم و ہنر بردوش ہے بہنو — ہوا رعنائیِ اوج و ترقی کوش ہے بہنو
زمانہ بانگ کیفِ آگیں بیداری چکاں ہردم — شمیمِ عزم جریانِ ہر دلِ ذی ہوش ہے بہنو
ہوئیں صہبائیِ صہبائے سرجوشِ عمل قومیں — وفاقِ باہمی ہر قوم زر آغوش ہے بہنو
شبِ تاریکِ نکبت صبحِ خندانِ ترقی ہے — مبدل آج کی فرحت سے رنجِ دوش ہے بہنو
گروہِ مردمان ہے شہسوارِ عرصۂ علمی — مگر صنفِ خواتین جہل و غفلت کوش ہے بہنو
بدل دو حالتِ نسواں سعی و عزم و ہمت سے — یہ سن تنبیہ کہتا بالبِ خاموش ہے بہنو

ہے خورشید کا رقم، تا ز زندگی تیرا
ہو خدمت فرقۂ نسواں کی دراز زندگی تیرا

خورشید آرا بیگم

بہارِ سالِ نو

مژدۂ جاں بخش لائی ہے ہوائے سالِ نو
بن رہی ہے مرکزِ عشرت فضائے سالِ نو

نوجوانانِ چمن کو ہو مبارک یہ بہار
بن گیا ہے دامنِ تخئیل حسنِ لالہ زار

صبح خنداں آرہی ہے نور برساتی ہوئی
اپنی تابانی سے ضوئے خور کو شرماتی ہوئی

بوئے جنت لے کے آئی ہے نسیم جاں فزا
ہو رہا ہے دامنِ گلشن معطر آشنا

بادۂ کوثر سے ہے لبریز ہر اک جامِ گل
روح کو دیتا ہے کیفیت نئی پیغامِ گل

ہر کلی کے لب پہ ہے موجِ تبسم خندہ ریز
ہر گلِ رنگین کی چشمِ نازنیں ہے بادہ خیز

عارضِ رنگین پہ سرخی کی جھلک آئی ہوئی
ہے شفق کی لالہ گونی جس سے شرمائی ہوئی

ہے مبارکباد کا رنگین ترانہ دل نشیں
شادمانی کی نوائیں ہیں لطافت آفریں

ہے بہارِ سالِ نو شیریں ادا رنگیں نظر
روح پر برسا رہے ہیں کیف انوارِ سحر

دے رہے ہیں ایک پیغامِ طرب موجِ نسیم
لائی ہے یعنی نوید خرمی بوئے شمیم

وجہِ شادی آفتابِ نو کی ہے پہلی کرن
نورِ عشرت سے ضیا اندوز ہے صبحِ چمن

دھنوں سے اس کے وابستہ ہے امیدِ نشاط
ہے دلِ یاس آفریں محوِ خیالِ انبساط

یا خدا پیغامِ عشرت دے بہارِ سالِ نو
روح کو سامانِ راحت ہو نگارِ سالِ نو

قلبِ مردہ کی بر آئیں یعنی امیدیں تمام
ہو دلِ محزون و غمگین بھی بہارِ شادکام

ہوں وطن کی آرزوئیں بارور ربِ العلیٰ
ہر نظر سے اس کی ہو بارانِ رحمت دُرفزا

اک حیاتِ تازہ بخشے دل کی دنیا میں یہ سال
ہو کشادہ وسعتِ جدت سے دامانِ خیال

پھر جگا دے قوم کے سوتے ہوئے جذبات کو
چھیڑ دے پھر قلب کے مجروح حسیات کو

ہو جسارت، جوش، ہمت، اور اندازِ وقار
ہو خلوص و صدق و الفت کی وطن میں پھر بہار

جوش ہو سینہ میں، ہو بالیدگی پھر روح میں
رفعتیں فاتح کی آجائیں دلِ مفتوح میں

یا الٰہی عید رنگیں جلوۂ نوروز ہو
قوم پر یہ آفتابِ نو ضیا افروز ہو

رابعہ پنہاں

بیلے میں میلہ

غدر کی ماری شہزادیاں

(از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ)

گوری کی داستان ختم ہوئی تو رات فضاء آسمانی میں کروٹ بدل رہی تھی طبیعتیں گوری کے بیان سے متاثر ہو چکی تھیں اس پر چند لمحہ کی خاموشی اور وداع شب کا درد انگیز آسمان دلوں کی کیفیت عجیب تھی مشکل سے گھڑی بھر اس طرح گذری ہوگی کہ بڑی دولہن نے روتے ہوئے کہا۔

بس بی والی ختم کرو روئے تو ہمیشہ مگر اب طبیعتیں سنبھالو اور اپنے اپنے دھندے دیکھو جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔

بڑی دولہن دوسروں کو سمجھا رہی تھیں مگر انکی اپنی حالت یہ تھی کہ ہچکی بندھی ہوئی تھی آخر گوہر آرا بیگم نے انکو پانی پلا کر خاموش کیا اور فرمایا۔

"ہم ختم ہو جائیں گے مگر ہماری داستانیں ختم نہ ہوں گی جب تک دنیا ہے اس وقت تک ہمارے رونے بھی ہوتے رہیں گے۔ ہم پر جو قیامت ٹوٹی ہے یہ ایسی نہیں ہے کہ آدمی بھول جائے ہماری بپتا دوسروں کے دل دہلائے گی۔ گورے یا کالے جو کچھ بھی تھے ایسی آفت ڈھائی ہے کہ بیٹی اور بہو والے عمر بھر روئیں گے مخبروں نے جو ستم توڑا ہے اور بےگناہوں کو پھانسیاں دلوا کر جیسے جیسے گھر اجڑوائے ہیں اسکا بدلہ ہم اپنی آنکھ سے دیکھیں گے مخبروں کا خون اوپر ہی اوپر نہ جائے گا ان چاروں نامراد مخبروں میں سے ایک کالے کی کٹیا تو کٹ چکی دوسرا جوتیاں پیٹ رہا ہے باقی دونوں کا حشر بھی دیکھ لینا۔ اب میلہ اور داستانیں ختم زندگی ہے تو آگے برس پھر دیکھیں گے۔

بڑی دولہن پانی پیکر کچھ سنبھل گئی تھیں وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ ایک دفعہ اور

"پٹیں آ رہی ہیں موتیا کی"

آواز گونجی اور پھول والی بیگم نے کہا۔ مرنیوالے ایسے بدنصیب تھے کہ ان شہیدوں کو گور و کفن کچھ بھی نصیب نہ ہوا پھول اور چالیسواں تو ایک رہے ڈھونڈھیں بھی تو پتہ نہیں کہ کس کی قبر کہاں ہے یہ جنتی بندے ایسے بے وارثے تو نہ تھے کہ انکی روحیں ترستی پھرتی سدھاریں اور دو روٹیاں تک نصیب نہ ہوں میں چاہتی ہوں کہ غدر کے شہیدوں کا کل چالیسواں ہو جائے بوا اگر گوہر آرا بیگم اگر منظور کریں تو اس سے بہتر موقعہ کونسا ہوگا سارا شہر جمع ہے لیکن بس خالی خولی رونے دھونے سے کیا حاصل جو جسکو نصیب ہو اپنا اپنا کھانا لے آئے اور یہاں مل بیٹھ کر انکے نام سے کھائیں۔

پھول والی بیگم کی رائے سے سب نے اتفاق کیا اور جلسہ سے متفقہ آواز آئی کہ بہت خوب ضرور چاہئے کل ہم سب جو خدا نے دیا انشاء اللہ چاہے مغرب کے وقت لیکر حاضر ہو جائینگے

اب پو پھٹ رہی تھی ہوا اور پرند روز روشن کی آمد کا غلغلہ بلند کر رہے تھے کہ گوہر آرا بیگم نے کہا اچھا بھائی بہنوں خدا حافظ اصل خیر سے شام کو پھر جمع ہونگے اور آج اپنے مرنے والوں کا چالیسواں کرینگے۔

جلسہ برخاست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر رخصت ہوئے مگر شام سے پہلے ہی خلقت انواع و اقسام کے کھانے لیکر آ پہونچی۔

افسوس ہے مجھے آج ٹھیک یاد نہیں مگر اتنا خیال ضرور ہے کہ دیگوں کی گنتی نہ تھی چاروں طرف زردہ بریانی پھیلا ہوا تھا بلا مبالغہ سو سو اسو دیگیں ہونگی یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ کتنے اور کس کے خاندان شریک ہوئے تھے مجھے جہانتک یاد ہے شاید ہی کوئی گھر بچا ہوگا زمین آدمیوں اور کھانے سے پٹ ہی تھی کھانا شروع ہونے سے پہلے حمید مخبر اور اسکا چھوٹا بھائی جسکا نام مجھے اسوقت یاد نہیں لیکن گوہر آرا بیگم کو دکھائی دے گئے دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گئیں اور کہنے لگیں۔

ارے ہوا مرگ حمید تو نے تھوڑی مصیبت توڑی ہے کمبخت چار سو سے بچے تیری بدولت یتیم ہوئے مہینہ دو دو مہینہ کی دلہنیں تیرے ہاتھوں رانڈیں ہوئیں تو نے بھرے پرے گھر اجاڑے اور جوان شیروں کو جو ہاتھ بے آس پاس پھانسی پر لٹکوا دیا آج تو نیک بنکر کھانا کھانے اور ثواب لینے چلنے آیا ہے اسی وقت یہاں سے دور ہو اور نکل جا نہیں تو یاد رکھیو دتی جوتیاں ماروں گی کہ بھیجا پلپلا ہو جائیگا تو سوچو ہے کہا کہ بیچ کو چلی سارے شہر کو پکڑوا کر گھر گھر کہرام مچوا چکا اب چالیسویں میں شریک ہوا مرئے بے غیرت غارت ہو جائے

گوہر آرا بیگم کا غصہ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا خلقت انکے ساتھ ہوگئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ دم بھر میں حمید کی تکا بوٹی ہو جاتی کہ پھول بیگم نے آواز لگائی

"پلٹیں آ رہی ہیں مرتیا کی"

ایک صدا کے ساتھ ہی ایک قہقہہ گونجا اور خود گوہر آرا بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی، تو پھول والی بیگم نے کہا بڑی آپا جان اس ناشدنی نے جو کچھ کیا آپ بھگتیگا یہ جانے اور اسکا خدا جانے تمنے سنا نہیں مردہ دو جوانوں کو رو چکا لڑکے کی منجھلی لاش گھر سے نکلی خاصی اچھی بھلی چنگی بیٹی گھڑی بھر میں چٹ پٹ ہوگئی وہ کس بل سب نکل گیا اب تو اپنے کرتوتوں کو روتا ہے یہ جانے اور اسکا خدا آگیا ہے تو آنے دیجئے۔ ایسا ہی ہے تو اس کے کھانے پر لعنت بھیجئے اور کتوں کو کھلا دیجئے گا زمین تو اللہ کی ہے ہم کیوں نکالیں۔ پھول والی بیگم کے ساتھ ہی کچھ لوگ ہوگئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ اس کے کھانے کو کوئی ہاتھ نہ لگائے بیٹھا ہے تو بیٹھا رہنے دو۔

حمید کا نام سنتے ہی چاروں طرف سے خلقت نے اسے گھورنا شروع کیا مگر پھول والی بیگم کی رائے سے کچھ آدمی متفق بھی ہوگئے مگر ہر طرف سے ایسی لعن طعن ہوئی کہ اسکا بیٹھنا مصیبت ہوگیا اور دونوں بھائی آنکھ بچا ایسے چمپت ہوئے کہ پھر صبح تک انکی صورت نہ دکھائی دی۔

دس بجے ہونگے یا بجنے والے ہونگے کہ مولوی نور اللہ خاں نے آواز بلند فرمایا جب یہ کھانا چالیسویں کا ہے تو پہلا ثواب کے واسطے پہلے ختم ہو اس کے بعد کھانا کھایا جائے انکی رائے پسند کی گئی اور بسم اللہ انھوں ہی نے کی۔

دلی میں آج بھی بہت سے حافظ ہیں اور شاہ جہانی
رمضان المبارک میں یہ سینکڑوں مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں بادشاہ
ہی کی کوئی ایسی مسجد ہو جہاں تراویح نہ ہوتی ہو ختم بھی ہوتے ہیں
کلام مجید بھی پڑھا جاتا ہے لیکن نہ معلوم اس دور کے حافظ کیسے
تھے ان کی آواز میں کیا جادو اور دل میں کیسا درد تھا کہ مجمع پر سناٹا
چھا گیا ہزاروں آدمیوں کا مجمع مگر سانس تک کی آواز نہ تھی
شہر کے مشہور حافظ امیر اللہ خاں کو پہلی مرتبہ میں نے وہیں
سنا اور دیکھا حافظ ورزیا تھے باوجود بچپن کے مصری لہجہ میں
ایک رکوع اس طرح پڑھا کہ آنسو نکل پڑے اس کے بعد تو
مجلس کا رنگ ہی بدل گیا سب کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں
ختم کے بعد سلیمہ سلطان نے نعت پڑھی اور دو رنگے گارہے
اڑا دیے اور بیویاں بھی پڑھنے کا ارادہ کر رہی تھیں مگر
گوہر آرا بیگم نے کہا کہ بس اب پہلے کھانا کھا لیجئے گیارہ بجے
ہیں باسی ہو جائے گا۔

کھانے ہی میں خاصے ڈھائی تین گھنٹے صرف ہوئے دو بجے کے
قریب فارغ ہوئے تو امی خاں نے جو شہر کا مشہور گویا تھا
بادشاہ کی ایک غزل سنائی اس وقت کی مجلس کا یہ حال تھا کہ کلیجہ
منہ کو آ رہا تھا مجھے غزل یاد نہیں مگر قدسی کی غزل پر بادشاہ کی
تضمین تھی اس کے بعد اور لوگوں نے بادشاہ ہی کی غزلیں پڑھیں
اور یہ ابھی ختم ہوئی تو حافظ رحمت نابینا نے بلند آواز سے نعرہ لگایا

"ہمیشہ رہے نام اللہ کا"

روزہ کھول کر بیٹھے ہوئے وضو کیا اور ایسی اذان دی کہ محلہ گونج اٹھا
نماز حافظ صاحب نے پڑھائی اور اس کے بعد ایک دفعہ اور [illegible]
کی پاک روح کو ثواب پہنچایا گیا اور بادشاہ کی درازیٔ عمر کی دعائیں ہوئیں
سلامتی ہی کا نعرہ گونجتا اور دلی والے اپنے اپنے کاموں میں پھنس گئے تھے

روزہ دار بچیوں کی افطاری

مسلمانوں کی اس افراتفری اور پارہ پارگی کے دور میں کوئی
ہی ایسی صبح آتی ہوگی جب میری آنکھیں ملک کے در و دیوار
پر کسی جماعت کی طرف سے دوسری کے یا کسی فرد کی طرف سے
دوسرے کے خلاف اشتہار نہ دیکھتی ہوں اور شاید ہی کوئی ہفتہ
ایسا گذرتا ہوگا جس میں کسی نہ کسی اخبار کے ذریعہ سے مسلمانوں
کے دنگل کی صدا کان میں نہ آتی ہو میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی
بہترین خدمت یہ ہے اور صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے فرد کی اصلاح کی کوشش
کرے اور اگر اس میں کامیاب ہو جائے تو یہ مذہب مقدس کی
سب سے بڑی خدمت ہے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی جذبہ باقی
رہے تو اپنی ذات سے جو کچھ کر سکتا ہے نہایت خاموشی سے کرتا رہے
تربیت گاہ اور اس کی خدمات میری دوسری کوشش کا نتیجہ
ہیں۔ جن عصمتی لڑکیوں اور صباتی بچیوں نے کنیز فاطمہ مظفر نگر
والی لڑکی کی اصلاح پر مجھے اور میرے ہر کام کو مبارکباد دی
لکھیں اور شکریہ ادا کیا ہم خود ان کے شکر گذار ہیں لیکن
حق یہ ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی تو اس نام کے چھینٹے والے ہیں جو
عربستان کی جلتی بھلتی ریت کو گلزار بنا گیا۔ یہ سب اسی کا صدقہ اور طفیل ہے
ورنہ ہم کیا اور ہماری کوشش کیا۔

کنیز فاطمہ کے حالات میں نے کسی اخبار میں نہیں بھیجے۔ میں اس عمل
بیچارہ کو پسند کرتا ہوں عصمت و بنات میں بھی صرف اس لیے
لکھتا ہوں کہ بعض لڑکیاں اور بچیاں ان کوششوں میں ہماری شریک
ہیں اور مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ تربیت گاہ نے جو کچھ کیا اور
کر رہی ہے اس کا سہرا ان ہی لڑکیوں اور بچیوں کے سر ہے مگر یہ کس قدر
تعجب انگیز ہے کہ ان ہزارہا خواتین میں جن کے مطالعہ سے یہ پرچے

گذرتے ہیں گنتی کی چند لڑکیاں اور برلے نام مرد ایسے ہیں جنکی کمائی میں تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کا حق ہے اور جن کا دست کرم تربیت گاہ کا معاون و مددگار رہا اگر خریداران عصمت میں سے زیادہ نہیں دس فیصدی اس طرف توجہ فرمائے تو تربیت گاہ کہیں کی کہیں پہونچ جاتی اور ایک کثیر خاطر کیا نہ معلوم کتنی یتیم ولاوارث بچیاں غیر مسلم دستبرد سے محفوظ رہ کر آغوش اسلام میں آجاتیں. ممکن ہے اسکی ذمہ داری اس لحاظ سے مجھ پر ہو کہ میں عام مسلمانوں کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتا مگر میں ہرگز ہرگز ان پرستاران عیش و عشرت کے مشاغل میں خلل انداز ہونا نہیں چاہتا جن کے دل درد سے محروم ہیں اور جن کی آنکھوں میں ہادی برحق کا نام لینے والی اس مجبور و لاچار جماعت کے واسطے چند آنسو بھی نہیں ہیں مسلمانوں کے سامنے لاتعداد ضرورتیں ہیں اور کروڑوں مسلمان انکی تکمیل کیواسطے ہیں اس لئے میں صرف ان مسلمانوں سے جن کے ملاحظہ سے یہ سطریں گذریں صرف اس قدر کہتا ہوں کہ رمضان کے مقدس مہینہ میں جو برکت کے دن ہیں سحر و افطار کیوقت جب ان کے دسترخوان انواع و اقسام کی نعمتوں سے مالا مال ہوں جب خدائے بہتر و برتر کے انعام ان کے سامنے آئیں تو بچوں والی مائیں اور اولاد والے باپ ان معصوم اور بھولی بھالی صورتوں کو یاد رکھیں جو ماں کی ممتا اور باپ کی محبت سے محروم ہیں اور جنکا ان کے سوا اب کوئی وارث نہیں.

انکی ضرورتوں کو ٹھکرا دینے والے انکی آرزوؤں کو دھتکا دینے والے انکی حسرت بھری التجاؤں پر متوجہ نہونیوالے اس قدر اور سن لیں کہ یہ وہ مخلوق ہے جسکو گو وقت فقیر بنا چکا لیکن انہوں نے ان مبارک کندھوں پر اور اس مقدس گود میں جگہ پائی ہے "جس کا کہ جبرئیل ایک ادنی غلام تھا"

یہاں چند مسلمانوں کو جو یتیم سیکشن کے درد سے باخبر اور اس کی بے بسی میں شریک ہیں اذیت دینی نہیں چاہتا مگر یہ کہنے پر مجبور رہوں کہ اس سال کی آمدنی ہر سال سے کم اور خرچ بہت زیادہ ہے جس کی تکمیل کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں میں اور بیگم صاحبہ اس اذیت کو برداشت کرنے کے واسطے تیار ہیں جس کا نتیجہ محبوب رب العلمین کی پیاریوں کا آرام ہو. لیکن اس کے سوا کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی کہ ناظرین عصمت اور بنات کے کانوں میں یہ آواز پہونچا کر ان سے عرض کروں. کہ

تربیت گاہ کی یتیم و معصوم روزہ دار بچیاں جو بڑے بڑے باپ کی بیٹیاں ہیں اور جن کو قدرت نے دوسرے مسلمانوں کی آزمایش کیواسطے بے وارث کیا ہے. افطار کے وقت ترکاریوں اور پھلوں کی مستحق نہ سہی مگر پیٹ بھرنیکا حق ضرور رکھتی ہیں. یہ کسی امیر یا رئیس کے دسترخوان پر روزہ کھولنے نہ جائینگی. یہ اس کی مہمان ہیں جو خدا کا مہمان تھا. ان کی افطاری اس کے ذمہ ہے جو دونوں جہان کا مالک ہے اس لئے تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کی مدد اس کا ہاتھ بٹانا ہے جس کے پائے مقدس کی خاک ہماری آنکھ کا سرمہ ہو اور جسکا کرم ہمارا بیڑا پار کریگا. مسلمانوں کو معلوم ہو کہ تربیت گاہ کی بچیاں زکوۃ کی بہترین مستحق ہیں، اس لئے امید ہے کہ بچوں والے ماباپ افطار کیوقت بن ماباپ کی بچیوں کی روزہ دار صورتیں فراموش نہ کرینگے.

راشد الخیری
تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

بچوں کی تعلیم

ایک تجویز

ہمارے یہاں بچوں کو تعلیم دلانے کا قاعدہ ہی نرالا ہے۔ دوسرے ملکوں میں بچوں کو تعلیم اس طرح دی جاتی ہے کہ وہ اس میں دلچسپی لیں۔ انگلستان میں کنڈرگارٹن کے طریقہ تعلیم سے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی کھیلنے کی چیزیں ان کے ہاتھ میں دی جاتی ہیں۔ اور ان کے نام انھیں بتائے جاتے ہیں۔ اور لکھکر سکھائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں بچوں کو تعلیم دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ بچہ کی بسم اللہ کے بعد "قاعدہ بغدادی" سے اس کی تعلیم کی ابتدا ہوتی ہے۔ بچہ الف بے تے۔ پڑھتا ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ بچہ بھی دلچسپی محسوس کرتا ہے۔ وہ آسانی سے سب شروع کے زبر۔ زیر۔ پیش کے قواعد آسانی سے سمجھ لیتا ہے اور یاد کر لیتا ہے کہ ان قاعدوں کے پڑھنے میں اسے دلچسپی اس لئے اور ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی ترتیب کے ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی 'تختی' کے حرف یا لفظ پڑھنے میں ایک ہی قسم کی آواز منہ سے نکلتی ہے اور وہ کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس درجہ کو پہونچنے کے بعد بچوں کے "مغز سر کا آماس" شروع ہو جاتا ہے۔ نئے نئے غیر مانوس عربی کے لفظ جو 'قاعدہ بغدادی' میں ہوتے ہیں انکو پڑھائے جاتے ہیں۔ لفظ غیر مانوس ہوتے ہیں۔ اور اکثر مشکل۔ بچہ کو ان سے دلچسپی نہیں ہوتی نہ وہ انھیں جلدی یاد کرتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت میں تعلیم کی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خیال تو کیا جائے کہ جب ہم کسی بچہ کو پڑھنے کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس سے یہی کہتے ہیں۔ کہ "ننھے میاں یا ننھی بی اب تم بھی پڑھنا شروع کر دو تم بھی وہ کتابیں کہانیوں کی پڑھنے لگو گی جو بھائی جان یا بڑی آپا پڑھتی ہیں"۔ بچہ تعلیم کے نام سے خوش ہوتا ہے اور وہ خوشی خوشی پڑھنے بیٹھ جاتا ہے مگر اس کی مایوسی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی جب وہ دیکھتا ہے کہ بجائے اچھی اچھی "بھائی جان والی کتابوں" کے پڑھنے کو اسے "عاجلون اور کا ملون" عربی الفاظ پڑھنے پڑتے ہیں۔ جو نہ تو اسے یاد ہوتے ہیں۔ اور نہ جن کا مطلب اسے معلوم ہوتا ہے۔ وہ تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ تعلیم مشکل چیز ہے اور ایسے ہی بیکار (نعوذ باللہ) الفاظ کا نام پڑھنا لکھنا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بچہ جو شروع شروع میں تعلیم کی طرف دلچسپی کا اظہار کرتا تھا پڑھنے سے جی چرانے لگتا ہے۔ وہ کند ذہن۔ غبی۔ کھلنڈرا۔ بدشوق۔ اور نہ معلوم کیا کیا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صرف ہمارے طرز تعلیم کا قصور ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہوتا تو بچہ اتنی ہی ہمہ ہی سے علم حاصل کرتا جس طرح سے اس نے اس کو شروع کیا تھا۔

اسی طرز تعلیم کو جاری رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہی نہیں ہوتا کہ بچہ بد شوق ہو جاتا ہے بلکہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ یا تو بچہ دو ایک سال بعد ہی اپنے قاعدے اور سیپارے سے منہ موڑ لیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے تعلیم سے متنفر ہو جاتا ہے یا یہ کہ اگر اس کے والدین میں کچھ عقل ہوتی تو وہ لاچار اپنے طرز تعلیم کو بدل دیتے ہیں۔

ہمارے اس طرز تعلیم سے ایک نقصان اور بھی ہے۔ بچے جب عربی الفاظ پڑھتے ہیں تو اکثر ان کے منہ سے لفظ غلط نکلتے ہیں۔ بعض وقت تو یہ ہوتا ہے کہ انکی غلطیوں کو صحیح ثابت کر دیا ہے لیکن اکثر وہ غلط ہی رہنے دیے جاتے ہیں اور بچے انہیں غلط الفاظ کو بار بار دہراتے ہیں۔ بچوں کے الفاظ پڑھنے سے تمام ذمہ داری پڑھانے والے کے سر عائد ہوتی ہے جو عربی الفاظ کی توہین اور ایک گناہ سے کم نہیں۔

میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ بجائے قواعد بغدادی کے بچہ کو اردو کا قاعدہ شروع کرایا جائے۔ قاعدہ با تصویر ہوگا۔ بچہ کو پڑھنے میں دلچسپی ہوگی اور جب وہ چل نکلے گا تو روزانہ بولنے والے اردو کے الفاظ وہ پڑھیگا اور خوش ہوگا اور اس طرح وہ پڑھنے لکھنے سے گھبرائے گا نہیں۔ جب وہ اردو کی دو ایک کتابیں پڑھ چکے اور اس کی عمر بھی بہت کم نہ ہو تو اسکو قرآن شریف پڑھانا ثواب ہے۔ اس کی بے ادبی کرنا اور غلط الفاظ منہ سے نکالنا گناہ ہے۔ اب چونکہ بچہ تھوڑی بہت اردو پہلے ہی سے جانتا ہے وہ قرآن شریف سے گھبرائے گا نہیں اور تعلیم سے جی اچاٹنے کی پہلے جو صورت تھی وہ قریب قریب غائب ہو جائے گی۔

مفتاح الدین ظفر بی ایس سی (بریلی)

آنکھ اور اس کی ورزش

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تمام اعضائے انسانی میں سب سے زیادہ نفیس و نازک عضو آنکھ ہے۔ اور اس سے زیادہ قیمتی اور کار آمد عضو کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پیروں کا کام اگر منزل مقصود تک پہنچانا ہے تو اس کی رہبری کے لئے آنکھ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہاتھوں کا کام تکمیل فن کے لئے حرکت کرنا ہے تو اس نگرانی کے لئے بھی آنکھ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور بالکل اسی طرح دل و دماغ کان و زبان وغیرہ بھی آنکھوں کی ہمدردی کے محتاج ہیں۔ مگر جس خصوصیت کے ساتھ آنکھ کو ایک خاص قسم کا امتیاز حاصل ہے۔ وہ یہ کہ انسانی خوبصورتی کا بہت کچھ دارومدار آنکھوں کے ہی صحیح و سلامتی پر موقوف ہے۔

قدرت نے بھی انہیں خصوصیتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام اعضائے انسانی میں آنکھ کو سب سے زیادہ اپنی حفاظت کے سامان عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ علم طب کے ماہر آنکھ کی ساخت میں متعدد طبقے اس طرح بتاتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے رانکت نامی سفید رنگ بادامی شکل کا سخت پردہ سب سے اوپر۔ اس کے بیچ میں ایک گول دروازہ اور اس پر ایک پتلی سی چمکدار جھلی کنجنکٹوا نامی۔ اس کے اندر ایک شفاف بلا رنگ کی جھلی کا گول پردہ جسے قرنیہ کہتے ہیں۔ اس پر ایک اور گول پردہ آئرس نامی لٹکا ہوا جو کسی کا سیاہ کسی کا نیلا یا کنجی رنگ کا ہوتا ہے۔ اور اس کے بیچ میں ایک سوراخ پیوپل یعنے تل یا مردمک کہتے ہیں ہوتا ہے۔ اور اس جگہ دو خانے ہیں جن میں رطوبت بھری رہتی ہے اور اندر باہر دو راستے دونوں طرف ہوا کرتے ہیں۔ تیسرا طبقہ رکھتا یہ ایک جوف عصب نورانی کا ہے جس کے اندر ایک قسم کی منجمد رطوبت بھری رہتی ہے۔ اس میں ایک زرد نقطہ نہایت روشن ہے اور دوسرا مدھم اور پیچھے اندر ایک راستہ گیا ہے۔ اسی رٹناطبق کے پاس کرسٹلین لینز آلہ عکس ہے۔ آنکھ کو ہمیشہ تر رکھنے اور گرد و غبار سے دھو ڈالنے کے لئے ایک قسم کی رطوبت جسے ہم آنسو کہتے ہیں ہمیشہ ابرو میں سے اترتی رہتی ہے جو وہاں ایک خانہ میں اسی کام کے لئے قدرت نے جمع رکھنے کا انتظام کر دیا ہے۔ اور پھر وہ کوئے میں سے ہو کر ناک کی راہ سے خارج ہوتی رہتی ہے۔ آنکھوں کی حفاظت اور اسے ڈھکنے کے لئے بھی قدرت نے پلکیں بنا دیں جس کے ذریعہ پانی خارج ہوا کرتا ہے اور آنکھوں کو ضرب و گرمی سے محفوظ رکھنا بھی انکا کام ہے اور بہت سی رطوبتیں جو آنکھوں میں اپنی اپنی جگہ موقعہ سے بھری ہوئی ہیں ان کا بیان کرنا اور سمجھانا تو علم طب کے ماہرین کا کام ہے جو بلا نمونہ و فوٹو مشکل ہے۔ اگر اس کے مفصل حال سے آگاہی ہو تو آنکھ کے تمام امراض اور

ضعف بصارت وغیرہ کے پیدا ہونے کا حال اور اس کی وجوہ اور اسباب پر تجربی سے روشنی پڑ سکتی ہے اور علاج سے بھی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔

غرض متذکرہ صدر آنکھ کی طبی تشریحات سے ہی واضح ہوتا ہے کہ قدرت نے بصارت کے اس آلہ کی کس قدر حفاظت کیسے پردوں اور ڈھکنوں وغیرہ سے کی ہے۔ مگر نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی گھروں میں ایسے نازک۔ اہم اور کارآمد عضو کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور کی جاتی ہے تو اس وقت جب کہ کسی خطرناک مرض سے یا حادثہ سے مقابلہ ہو جائے۔ اور باتوں میں تو ہم تقلید یورپ کے شیدائی۔ مگر اس قسم کے مفید باتوں کی پیروی میں کوسوں دور۔ ہم ذرا غور سے نظر ڈالیں گے تو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ یورپین اقوام ایک منٹ کے لئے بھی آنکھ سے غافل رہنا پسند نہیں کرتیں۔ مصنوعی آنکھیں۔ بھینگے پن کا علاج اور آنکھوں کی ورزش وغیرہ سب ایجادیں یورپ کے ہی زیر بار احسان ہیں۔ چنانچہ انہیں میں سے ایک ورزش ہمارے اس مضمون کا بھی جزو اعظم ہے۔ جس کے لئے ہم ناظرین کی توجہ اپنی مایہ ناز بہن محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ کی ایک ننھی سی کتاب "تندرستی ہزار نعمت" کی طرف متوجہ کراتے ہیں جس میں مصنفہ موصوفہ نے اپنے یورپ اور امریکہ کے سیر و سیاحت سے جو مفید معلومات اور تجربات حاصل ہوئے ہیں ان میں سے چند صحت کے لیے نئے و ضروری اصول مختصر پیرایہ میں نہایت وضاحت سے لکھے ہیں۔ جس کی ہر انسان کو روزمرہ کی زندگی میں سخت ضرورت پڑتی ہے۔ اور اسکی بیقاعدگی اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں صرف آنکھوں کے متعلق ہی صفحہ ۱۳ پر "آنکھوں کا منہ سے تعلق"۔ صفحہ ۱۹ پر "آنکھیں ایک حالت میں ہمیشہ رہ سکتی ہیں" اور صفحہ ۲۲ پر "آنکھوں کی ورزش" نہایت مفید معلومات ملیں گے۔ کتاب صرف چار آنے قیمت پر دفتر عصمت سے مل سکتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد عمل پیرا ہو جانے پر ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ آنکھوں کی ورزش کا طریقہ اہل یورپ نے ایجاد کیا ہے وہ بلاشبہ نہایت مفید و قابل عمل ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ بہت سے امراض چشم کی جڑ انجماد خون ہے۔ جسکی وجہ آنکھوں کو تازہ اور عمدہ غذا نہیں ملتی اور طرح طرح کے مرض پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور خون اکثر اسی وقت منجمد ہوتا ہے جبکہ آنکھوں کو زیادہ حرکت اور دور تک یا غور سے دیکھنے کا موقعہ نہ ملتا ہو۔ اسلئے ورزش کا طریقہ ضرورت سے زیادہ مفید ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ پتنگ باز کبوتر باز وغیرہ لوگوں کا عام طور پر تیزی بصارت میں مشہور ہونا بھی اسی بات کا کافی ثبوت ہے کہ ان لوگوں کے آنکھوں کی کافی ورزش اس طریقے سے ہوا کرتی ہے۔ اور جس طرح ایک سست و کاہل آدمی سے مقابلہ میں ایک ورزش کرنیوالا شخص زیادہ مضبوط و چالاک ثابت ہوتا ہے بس اسی طرح آنکھوں کی ورزش نہ کرنیوالے کے مقابلہ میں ورزش کرنے والے کی آنکھیں خوبصورت۔ مضبوط ان تھکسا اور تیز ہوتی ہیں۔

ضعیف العمر لوگوں کی بینائی کمزور رہنے کا بھی یہی سبب ہوتا ہے کہ قدرتی طور پر انکے دوران خون میں جو کمی واقع ہوتی ہے وہ انکی آنکھوں کو مناسب غذا پہنچنے نہیں دیتی اور گویا انکی حرکتوں کو بحال نہیں رکھ سکتی۔ سردار محمدی بیگم مرحوم نواب آف ... لاہ

آ سکھی ہم ہار گوندھیں

اس وقت جبکہ نکہت پھولوں سے انگڑائیاں لیتی ہوئی نکل رہی ہے۔ ملکۂ صبح اپنے مرمریں چہرہ سے آہستہ آہستہ گھونگھٹ ہٹا رہی ہے۔ اور اس کی تجلیاں اس چمن کو رشک فردوس بریں بنا رہی ہیں۔ مست معطر نسیم جانفزا رندانہ وضع کے ساتھ نونہالان چمن سے کھیل رہی ہے۔ نیم کا مضبوط اور پرانا درخت سراپا رقص بنا ہوا ہے۔ شاہ مشرق بصد شان و دلربائی اپنا تاج زریں نمایاں کرنیوالا ہے۔ اور ملکۂ صبح ایک شرمیلی عروس نو کی طرح چھپنے والی ہے۔ آبشار کی روانی فضا کو سحرکن نغمہ موسیقی سے معمور کر رہی ہے۔

آ سکھی۔ ایسے لطیف وقت میں ہار گوندھیں۔ ان پھولوں کا جو اس جنت ارضی میں فطرت کی صناعی کا اعلیٰ نمونہ ہوں۔ وہ حسین پھول جو اسوقت زیب چمن ہیں جنسے نسیم عطر بار ہو رہی ہے اور جنکا وجود اس بہشت ارضی کیلئے لازمی ولابدی ہے۔ ہم انہیں نازک شاخوں سے جدا کریں۔ اور انکے پاک معصوم سینوں کو اپنے تیروں سے چھلنی بنائیں ——" سکھی۔ بتا! انسان کتنا ظالم ہے۔ تیری خوبصورت آنکھیں آنگوں ہوگئیں۔ کیا تو انسانوں کا یہ ظلم نہیں برداشت کر سکتی۔ آہ۔ تیرا دل بھی شاید ان پھولوں کی طرح معصوم ہے۔ فطرت انسانی مجھے مجبور کرتی ہے۔ تو نہیں جانتی۔ ہمارا معبود۔ اس ظلم کو ظلم نہیں سمجھیگا۔ اسلئے۔ آ سکھی۔ ہار گوندھیں۔ اور اس کے حضور میں پیش کریں۔ جو ہماری نظروں سے مستور ہے۔ جو ہم سے بہت دور لیکن ہمارے دلوں سے قریب ہے۔ اس داتا کے چرنوں میں ہار پیش کریں۔ جسے نہ ہم نے دیکھا ہے۔ نہ ہمارے اجداد نے۔

آ۔ ہم ہار گوندھیں۔ اور گائیں۔ کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کیسا اچھا گیت ہے۔ وہ داتا۔ جو اس سماوی فردوس میں رہتا ہے۔ جہاں گلاب کے خوبصورت پھولوں سے وادیاں لبریز رہتی ہیں۔ جہاں موتیا کے نازک پھول روشوں پر بکھرے رہتے ہیں وہ مالک۔ جسکا مسکن ایک ایسا مقام ہے۔ جہاں کے چشموں کی روانی مسحور کن موسیقیت سے لبریز ہے۔ بہت ہی حسین پریاں تیتریوں کی طرح اس باغ عدن میں اڑتی رہتی ہیں وہاں معصومیت کی مجسم دیویاں مصروف گلگشت ہوتی ہیں۔ اور پاک روحیں اپنے ترانوں سے سامعہ نوازی کرتی رہتی ہیں۔ وہ معبود۔ جسکی کبریائی ارض و سما ہر چیز پر ملکیت ہے —— سکھی۔ بتا کیسا اچھا گیت ہے۔

آ۔ ہم ہار پیش کریں اسی کے حضور میں۔ اور اسے اپنی پاک دعاؤں سے پیش کریں۔

"نہیں سکھی۔ وہ عدل کا دیوتا۔ رحم و کرم کا بادشاہ۔ ہمارا ہار نہیں قبول کریگا۔ وہ معبود رحم مجسم ہے۔ ایسا ہار نہیں قبول کر سکتا۔ کیونکہ معصوم پھولوں کا سینہ چاک کر کے بنایا جائیگا" اور یہ ظلم ہے۔" بہتر ہے۔ آ ہم اپنی پاکیزہ دعاؤں کا ایک ہار بنائیں۔ اور اسکے حضور میں بھیجیں۔ سکھی۔ جلدی۔ بتا۔ دیکھ شاہ خاور آیا ہی چاہتا ہے۔

عذرا

سیتا جی باغِ اشوک میں

(۱)
حیران و یاس و درد کی پتلی بنی ہوئی — سیتا اداس بیٹھی ہے باغِ اشوک[۱] میں
یوں عالمِ خیال میں کہتی ہے رام سے — ہے پران ناتھ[۲]! دھاک تری تین لوک[۳] میں

(۲)
چاہو تو ایک تیر سے زیر و زبر کرو — ارض و سما و شمس و قمر کے نظام کو!
ممکن نہیں کہ لا نہ سکو راہِ راست پر — اک حاکمِ جزیرہ کے سودائے خام کو!

(۳)
تاخیر کا سبب نہیں کھلتا کہ کیا ہوا — برگشتہ مجھ سے ہو گیا میرا نصیب کیوں؟
حیرت ہے مجھ کو گردشِ لیل و نہار پر — یوں مجھ سے پھر گئی ہے نگاہِ حبیب کیوں!

(۴)
کب تک ستم اٹھاؤں گی؟ کب تک آؤ گے؟ — کب تک رکھو گے دِل کو مرے اضطراب میں
راون کی دھمکیاں بھی ہیں اور دردِ فراق بھی — اِک جانِ ناتواں ہے دوگونہ عذاب میں

(۵)
جب چاندنی میں کونپلیں باغِ اشوک کی — مانندِ صد شرار چمکتی ہیں رات کو
کہتی ہوں میں یہ آگ چمن میں بھڑک اُٹھے — اور بھسم کر ہی دے مرے نخلِ حیات کو

(۶)
بڑھتی ہے تیرگی مرے بختِ سیاہ کی — آتی نہ کنجِ باغ میں اے کاش! چاندنی
رُوتی ہوں اور بھی گئے گزرے زمانہ کو — ہوتی ہے زخمِ دل پہ نمکپاش چاندنی

(۷)
پہنچائے گی ضرور تمہاری خبر مجھے — رہتی ہوں انتظار میں بادِ شمال کے!

۱؎ باغِ اشوک۔ راون کا وہ باغ جس میں سیتا کو رکھا گیا تھا ۲؎ جانِ انفاس۔ جانِ جاں۔ ۳؎ لوک۔ دنیا۔ عالم۔ (گزشتہ۔ موجود۔ آئندہ)

مسمار جو مدام انہیں کرتی ہے آکے پاس
جو قصر میں بناتی ہوں شب بھر خیال کے!

(۸)
مجھکو کبھی یقین نہیں آئے گا، پران ناتھ!
تم۔ اور چھوڑ دو مجھے دشمن کی قید میں

شاید خبر نہیں مرے حالِ تباہ کی
اے کاش! جان لو کہ ہوں راون کی قید میں

(۹)
حائل ہے راستے میں سمندر تو کیا ہوا
ہو جائے گا یہ ایک نگاہِ غضب سے خشک!

ڈرتی ہوں کیا کہوں جو اجازت لیے بغیر
کر دوں میں اسکو آہِ شرر بارِ شب سے خشک!

(۱۰)
عفریت گھیرے رہتے ہیں شام و سحر مجھے
مامور ہیں جو "لنکنیاں" وحشت آفریں

دھمکاتی ہیں، ڈراتی ہیں، پھسلاتی ہیں، مگر
ان حادثات کا مرے دل پر اثر نہیں

(۱۱)
غم ہے تو یہ کہ دور تمہارے قدم سے ہوں
اور اس سے بے خبر ہوں کہ تقدیر کب ملائے

گزرا ہے آہ و نالہ سے اب کام، دیکھئے
برگشتہ بخت راہ پر آجائے یا نہ آئے!

(۱۲)
کرنا مجھے معاف! اگر اس عذاب میں
رخصت طلب ہو تن سے یہ جانِ حزیں مری

یا آپ آئیں یا مجھے پہنچے پیامِ مرگ
اس کے بغیر اور تمنا نہیں مری

تلوک چند محروم

لے لنکا کی رہنے والیاں۔ راکشسنیاں۔ راون نے خاص طور پر مقرر کر دی تھیں۔

خوف

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کے دِل کو مختلف جذبات کا منبع بنایا ہے۔ جیسے شجاعت۔ صداقت۔ صبر۔ عفو۔ عدل۔ احسان۔ لیکن یہ تمام جذبات اخلاق کا درجہ اُسوقت حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ موقعہ و محل پر عقل کی رہنمائی کے ساتھ استعمال کئے جاویں۔ مثلاً عفو ایک جذبہ ہے۔ لیکن اگر ہر ایک موقعہ پر اِنسان عفو سے ہی کام لے۔ تو عدل فنا ہو جائے گا۔ اور بجائے اس کے کہ نتیجہ مفید نکلے باعثِ نقصان ہوگا۔

آج میں جس جذبہ پر کچھ لکھنا چاہتی ہوں وہ خوف ہے۔ جس طرح بے جا خوف اِنسان کے حق میں سم قاتل ہے۔ اسی طرح خوف حقیقی اسکو پارس بنا دیتا ہے۔ اِس دنیا میں اِنسان پر کئی قسم کے خوف ہوتے ہیں۔ مثلاً ماں باپ کا خوف۔ اُستاد کا خوف۔ حاکم کا خوف۔ بادشاہ کا خوف۔ دوستوں کا خوف۔ میاں کو بیوی کا خوف۔ بیوی کو میاں کا خوف۔ سوسائٹی کا خوف۔ جو بچہ والدین کا خوف اپنے دِل میں رکھتا ہے۔ وہ سعادت مند بیٹا کہلاتا ہے۔ جو طالبعلم اُستاد کا خوف اپنے سینہ میں رکھتا ہے۔ وہ فرمانبردار شاگرد کہلاتا ہے۔ حاکم کا خوف بھی اِنسان کے لئے ایک حد تک گناہوں سے بچنے کا باعث ہوتا ہے بادشاہ کا خوف اِنسان کو غداری سے محفوظ رکھتا ہے دوستی کا خوف اِنسان کو بے وفائی سے ہمیشہ روکتا رہتا ہے۔ سوسائٹی کا خوف انسان کو اعلیٰ اخلاق کے حصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام خوف عارضی ہوتے ہیں۔ کیونکہ عموماً بچے والدین کے منہ پر تو فرمانبرداری کرتے ہیں۔ لیکن آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی آزاد ہو جاتے ہیں۔ طالبعلم بھی جب تک اسکول کے احاطہ میں ہوتا ہے تو ماسٹروں کی فرمانبرداری کرتا ہے لیکن سکول کے باہر ہوتے ہی ماسٹروں کے خوف کو پس پشت ڈالدیتا ہے اسی طرح بادشاہ اور حاکم کا خوف بھی اسوقت تک ہوتا ہے جب تک انسان اُنکی حکومت میں رہے۔ یا غداری پر کمربستہ نہ ہو جاوے۔ دوست کا خوف بھی اسوقت تک ہوتا ہے جب تک کہ حق دوستی قایم رکھا جاوے بلکہ آجکل کی دوستی کا تو عموماً یہ رنگ نظر آتا ہے کہ منہ پر تو دوست کی خوب تعریف کی جاتی ہے اور پس پشت خوب عیب جوئی۔ ایسی دوستی کسی قدر کے قابل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ دوستی نہیں بلکہ سراسر منافقت ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض مرد اپنی عورتوں کے منہ پر تو اسنے لحاظ سے پیش آتے ہیں۔ لیکن گھر کی چار دیواری سے باہر خوب مزے اُڑاتے ہیں۔ اور حقیقت حال کو خوب احتیاط سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بعض عورتیں بھی بظاہر اپنے خاوندوں سے مرعوب رہتی ہیں۔ لیکن در پردہ اِسقدر مکر و فریب کی چالیں چلتی ہیں۔ کہ بڑے بڑے فرزانوں کو دیوانہ بنا چھوڑتی ہیں۔ سوسائٹی کا خوف ان تمام خوفوں سے بڑا مانا جاتا ہے کیونکہ انسان فطرۃً زمانہ میں معزز و محترم بننے کا خواہشمند رہتا ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے بہت حد تک محتاط رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد

ہو جاوے جو کہ مجھے دنیا کی نظروں میں بے عزت کردے چنانچہ اکثر آجکل کے نیم لائیٹ جنٹلمین تو صرف سوسائٹی کے خوف کو ہی حقیقی خوف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ انکی غلطی ہے کیونکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ بظاہر بڑے نیک و شریف انسان جو وہ ماشی بظاہر نہایت پابند صوم وصلوٰۃ ہیں وہ غاصب اور بعض نہایت خوش اخلاق ہستیاں پوشیدہ نہایت برے افعال کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ تمام قسم کے خوف جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ غیر انسانی خوف ہیں۔ اور انسان کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ ہے وہ اس کی روح کا نگران نہیں ہو سکتا۔ وہ اس کے دل کے نہاں در نہاں اور مخفی در مخفی رازوں سے واقف نہیں ہو سکتا۔ پس انسان کا خوف ایک عارضی خوف ہوتا ہے لیکن خدا کا خوف حقیقت کا وجود رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا انسان کے اندر کو بھی اسی طرح دیکھ سکتا ہے جس طرح کہ باہر کو اور اس کے باطن سے بھی اسی طرح آشنا ہوتا ہے جس طرح کہ ظاہر سے۔ جو خباثتیں ایک انسان دوسرے انسان سے اپنے سینے میں چھپا کر محفوظ رکھتا ہے وہ علیمٌ بذات الصدور ان سب کو اسی طرح دیکھ رہی ہوتی ہے جس طرح کہ ہم ہر ایک چیز کو اپنی مادی آنکھوں کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں۔ پس جب انسان کو یہ یقین پیدا ہو جاوے کہ ہر تنہائی میں میرے ساتھ ایک حاضر ہے اور ہر غائب میں میرے ساتھ ایک ناظر ہے۔ وہ کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کر سکتا اور جبکہ یہ یقین کامل پیدا ہو جاوے کہ چاہے میں کیسی ہی پوشیدگی میں انتہائی تاریکی و خلوت میں تمام انسانوں سے پوشیدہ ہو کر کوئی گناہ کیوں نہ کروں۔ وہ عالم الغیب ہستی ہر آن میری نگران اور اس راز کو فاش کرنے کو تیار ہے تو ایسے انسان سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا لہٰذا ثابت ہوگیا کہ دنیاوی تمام خوف مجازی ہیں اور حقیقی خوف اسی علیمٌ خبیر کا ہے جس کے سینے میں وہ پیدا ہو جاوے۔ خشیۃ اللہ اس پر غلبہ پا جاتی ہے۔ اور اسکا دل مثل آئینہ کے پاک و صاف ہو جاتا ہے اسکا ظاہر باطن ایک ہو جاتا ہے۔ اور گناہ کا خیال بھی اس کی روح کو لرزا دیتا ہے اور خدائے غیور خود اس کی عزت کا حامی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص ایسے انسان پر بدگمانی کرے تو وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہو کر خود ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔

پس مبارک ہیں وہ ہستیاں جو اپنے دلوں میں صرف خدائے واحد کا خوف پیدا کریں۔ اور ماسوا اللہ تمام خوف اپنے دلوں سے نکالدیں۔ خداوند کریم غریق رحمت اور اپنے نزدیک بلند سے بلند مرتبہ عطا فرمائے ہماری والدہ مرحومہ مغفورہ کو جنہوں نے بچپن ہی میں ہمارے دلوں میں خشیۃ اللہ کا بیج بویا۔ جس نے تمام عمر ہر ابتلا سے محفوظ رکھا۔ اور مبارک ہیں وہ مائیں جو بچپن ہی سے اپنے بچوں کے نرم نازک دلوں میں خدا کا خوف اور اس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین قائم کرکے اپنی عاقبت بخیر اور اپنی آئندہ نسل کو صراط مستقیم پر چلائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام حق پسند بہنوں کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فضل النساء بیگم (از جوہی علاقہ سندھ)

مکان اور جسم کی صفائی

کوئی مکان کتنا ہی عالیشان اور خوبصورت کیوں نہ ہو اگر اُسے صاف نہ رکھا جائے تو وہ کبھی بھی اچھا نہیں معلوم ہوگا۔ بلکہ اس کی خوبصورتی اور زیادہ اس کے میلے پن کو ظاہر کرے گی ایک سادی بغیر بیل بوٹوں والی دیوار پر اگر خاک پڑی ہو تو اسقدر نمایاں نہیں ہوتی جیسی بیل بوٹوں میں نظر آتی ہے اور بُری معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح جالیوں میں جالے لگے ہوئے اور منوں خاک بھری ہوئی دور ہی سے دکھائی دیتی ہے۔ اور اس طرح وہ خوشنمائی کی چیزیں سب کی سب اور زیادہ بدنمائی کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اگر زیادہ آدمی کام کرنے والے گھر میں نہوں تو ایسا مکان ہی نہ لیا جائے۔ جس کی صفائی ستھرائی مشکل ہو۔ چھتیں بھی ایسی ہوں کہ کڑیاں دور دور لگی ہوئی ہوں۔ یا لداؤ کی ہوں تو پھر تو کیا کہنا۔ مہینوں ان کی جھاڑ پونچھ کی ضرورت نہیں ہوتی اور صاف ستھری پڑی رہتی ہیں۔ سادے سلٹے محرابی در اور طاق بھی یونہیں صفائی کی وجہ سے زیادہ بھلے لگتے ہیں بہ نسبت ان کنگورے دار دروازوں اور طاقوں کے جن کا ہر کنگورہ میلا کچیلا ہو۔ گھر کی روزانہ جھاڑو کے ساتھ اگر کمرے کے کونوں کے جالے جھڑا دیئے جائیں اور کواڑوں کو بھی جھاڑو یا جھاڑن سے صاف کر لیا جائے تو پھر مدتوں تک کسی خاص اہتمام کے ساتھ صفائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میزوں الماریوں مسہریوں وغیرہ کے پیچھے اور کھونٹیوں الگنیوں کے اوپر سے ایک ایک ہاتھ مار دیا جائے اور جھاڑو کے بعد میزوں پر کی چیزیں اور کرسیاں وغیرہ جھاڑن سے پونچھ کر صاف کر دی جائیں تو کافی ہے۔

لیکن مہینے دو مہینے بعد کمروں کا فرش وغیرہ اٹھا کر اچھی طرح اُسے جھاڑ جھٹک کر صاف کرنا چاہئے۔ اور زمین کی جھاڑو دے کر اُسے کچھ دیر کھلا پڑا رہنے دینا چاہئے اتنی دیر فرش کو دھوپ میں ڈال رکھیں کہ وہ خوب سک جائے۔ پھر اس کے بعد جھاڑ کر اسے بچھا دیں اور باقی سب چیزیں جو جو جہاں جہاں رکھنے کی ہوں رکھیں۔ اگر کچھ دنوں بعد کمروں کا سامان اس طریقے سے تبدیل کرتے رہیں کہ جو سونے کا کمرہ ہو اسے بیٹھنے کا کریں اور بیٹھنے والے کو سونے کا تو ایسی تھوڑی سی تبدیلی بھی طبیعت میں شگفتگی پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بے توجہی باورچی خانے کی طرف سے برتی جاتی ہے اور جن لوگوں کے ہاں نوکر ہوتے ہیں وہ تو کبھی اتفاقاً ہی باورچی خانے کی طرف جا نکلیں تو جا نکلیں۔ ورنہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہاں کی حالت کیا ہے۔ دیواریں سیاہ بھٹ چھت میں کالے کالے جالے۔ زمین میں کیچڑ۔ اسی میں برتن وغیرہ رکھے ہوئے۔ غرض بعض جگہ تو وہ بُری گت ہوتی ہے کہ دیکھو تو کھانا کھانے کو جی نہ چاہے۔ حالانکہ اگر ذرا سی توجہ کی جائے تو باورچی خانہ کی صفائی اور سب جگہ سے آسان

ایک ہفتے میں جھاڑو باندھ رکھی اور جب نہانے کو جانے لگے۔ جالے جھاڑ کر دیواریں جھاڑیں الماریاں اور طاق صاف
کر دیے۔ نیچے کی جھاڑ دے سب چیزیں ہٹا کر صفائی سے دیدی۔ چولے کو لیپ پوت دیا اور بس۔ روزانہ اتنا خیال کیا کہ ہر جگہ
پانی نہ پھیلنے پائے۔ برتنوں کا بچا ہوا کھانا اور ترکاری کے چھلکے وغیرہ نہ پھینکے جائیں۔ ان چیزوں کے لئے صحن میں ایک طرف
جگہ مقرر کر لینی چاہئے۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ایک ڈھکنے دار ٹوکری یا پیپا اس کام کے لئے رکھا ہے۔

غسل خانے میں بھی دوسرے تیسرے دن جھاڑو ہونی چاہئے اور یہ احتیاط ضروری ہے کہ کہیں پانی نہ ٹھہرا رہے۔
میلے کپڑے غسل خانے میں نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ جب کوئی نہائے اسی وقت تھوڑی دیر دھوپ دکھا کر میلے کپڑوں کے
تھیلے یا بکس میں ڈال دینے چاہئیں۔ غسل خانے کو کتنا بھی صاف رکھا جائے وہاں ہر وقت سیل رہنے کی وجہ سے
ایک خاص قسم کی بدبو ضرور رہتی ہے۔ اس لئے آٹھویں دسویں دن فنیل سے دھلوانا چاہئے۔ اور کبھی کبھی وہاں خوب
کسکے دہکانے چاہئیں کہ سیل کم ہو جائے۔ پاخانے کی صفائی کے لئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ قدمچوں میں بے
لے ٹین کے ملے رکھے جائیں جیسے اسٹیشنوں پر ہوتے ہیں اور مہترانی اسے دونوں وقت دھو کر صاف کر دیا کرے
پاخانے کا فرش پختہ اور ڈھلواں ہونا چاہئے۔ اور روز ایک دفعہ وہ دھلوا دیا جائے۔ دوسرے تیسرے روز فنیل ڈالنی بھی
ضروری ہے۔ چھت دیواریں اور لوٹا رکھنے کی جگہ۔ سب جھڑی ہوئی اور صاف ستھری رہنی چاہئیں۔

زینہ اور ڈیوڑھی کا صاف ستھرا رہنا بھی ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا بیٹھنے کے کمرے کا۔ کیونکہ گھر میں داخل ہوتے
ہی سب سے پہلے اسی پر نظر پڑتی ہے اور گھر والی بیوی کے سلیقے کا اندازہ وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہاں ہر طرف
جالے اور کونوں میں کوڑے کی ڈھیریاں دکھائی دیں تو سارے گھر کی آرائش پر پانی پھر جاتا ہے۔ ڈیوڑھی میں تو روزانہ اور
سیڑھیوں پر دوسرے تیسرے دن جھاڑو کا ہونا ضروری ہے۔ اور جالے بھی جب اور سب جگہ کے چھٹائے جائیں تو انھیں
نہیں بھولنا چاہئے۔

بعض جگہ مکان کے دروازے کو کوڑے خانہ بنا لیا جاتا ہے۔ اس کے ادھر ادھر ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے دکھائی دیتے
ہیں مگر گھر والوں کو پروا نہیں ہوتی کہ بہتر ہے کہ ان کو اٹھوائیں صاف کرائیں۔ اگر مکان لب سڑک ہو اور دروازے پر کی
صفائی میونسپلٹی کے ذمے ہو تو چاہئے کہ مہتر کو انعام وغیرہ دیتے رہیں کہ وہ اچھی طرح کام کرے اور اگر پھر بھی وہ ٹھیک نہ ہو
تو میونسپلٹی کے دفتر میں اس کی شکایت لکھ کر بھیجنی چاہئے۔ اور اپنے دروازے کو کبھی میلا کچیلا نہیں رہنے دینا چاہئے اسی طرح
اگر نالی سڑ رہی ہو تو اس کی بھی صفائی یا تو خود کرائیں یا میونسپلٹی میں رپورٹ کریں صحن میں گڑھے وغیرہ ہوں تو انھیں اینٹ
کنکر سے بھر کر اوپر سے مٹی ڈلوا دینی چاہئے اور سارا صحن برابر کر کے اسے صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ اینٹیں وغیرہ ادھر ادھر نہ پڑی
رہیں۔ یہ علاوہ بدنمائی کے بے تمیزی بھی ہے کہ کسی کے ٹھوکر وغیرہ لگے اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ مائیں اور آنے جانے والیاں اکثر
صحن میں چھلکے تھوک کر اسکا ناس کر دیتی ہیں ایسے موقعہ پر ان کو روکنا چاہئے اسی طرح بچے فصلی پھل وغیرہ کھائیں تو انھیں تاکید کر دی

چاہئے کہ کوڑا سارے میں نہ پھیلائیں۔ کسی ٹوکری وغیرہ میں اکٹھا کریں جو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا جائے۔

اگالدان۔ سلفچے اور لوٹے وغیرہ ہمیشہ مانجھے دُھلے صاف ستھرے رہنے چاہئیں۔ صابن دانی بھی اوپر نیچے سب طرف دھو کر صاف رکھنا چاہئے کیونکہ نہاتے وقت بچے اُس پر پانی گرا دیتے ہیں اور وہ اس کے نیچے کے خانے میں بھر کر دو تین دن میں سڑ جاتا ہے جسے دیکھ کر سخت نفرت ہوتی ہے۔ بچوں کو سمجھانا چاہئے کہ تعریف کی بات یہ ہے کہ جب وقت نہا کر نکلو تو صرف تم ہی نہیں بلکہ غسل خانے کی ہر چیز نہائی ہوئی دکھائی دے اور کسی کو دیکھ کر یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ "اے ہے بھئی اسے کیا خراب کر دیا" لڑکیوں کو نہانے کے لئے جاتے وقت سر میں کنگھی ضرور کر لینی چاہئے ورنہ بال ٹوٹ ٹوٹ کر سر دھونے میں گرتے ہیں اور بہت بُرے معلوم ہوتے ہیں۔

تولیہ۔ دسترخوان۔ نہا کر اوڑھنے کا کھیس۔ باورچی خانہ کی صافیاں۔ جانماز۔ میزیں کرسیاں وغیرہ صاف کرنے کے جھاڑن۔ میزوں کی چادریں اور فرش کی چاندنی تکیوں کے غلاف غرض گھر کی تمام چیزیں ہمیشہ صاف ستھری رہنی چاہئیں لیمپ لالٹین اور روشنی کی تمام چیزوں کی صفائی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور روزمرہ کی اوپری صفائی کے علاوہ ہفتے ڈیڑھ ہفتے بعد اندر سے گرم پانی سے دھونا چاہئے۔

طاقوں اور الماریوں میں کاغذ بچھا رکھنا چاہئے اور جب میلا ہو جائے اسے بدل دیں۔ اگر ان کاغذوں پر خوبصورت سی جھالر کاٹ دی جائے تو بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ الماری کی رکھی ہوئی چیزیں کتابیں برتن شیشیاں وغیرہ بھی روزانہ ایک دفعہ جھاڑ پونچھ دینی ضروری ہیں۔

روزمرہ کی جسمانی صفائی میں صرف منہ ہاتھ پاؤں کا دھونا ہی ضروری نہیں بلکہ سر میں کنگھی بھی دونوں وقت نہیں تو کم از کم صبح ضرور کرنی چاہئے۔ دانتوں میں منجن اگر صبح وضو کرتے میں اچھی طرح نہ ہو سکے تو بعد میں دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہئے اور کھانے کے بعد دونوں وقت خوب زیادہ پانی سے کئی کئی کلیاں کر کے منہ صاف کرنا چاہئے۔ بعض لوگوں کو کھانا کھانے کے بعد منہ کھٹا کھٹا اور بدمزہ ہونے کی شکایت رہتی ہے اور جب تک پان نہ کھائیں چین نہیں آتا۔ لیکن اگر منہ میں دیر تک پانی لیکر اور خوب ہلا ہلا کر کلیاں کی جائیں تو بالکل صاف ہو جاتا ہے اور پھر اوپر سے کوئی چیز کھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ رات کو سوتے وقت بھی منہ صاف کر لینا چاہئے۔ بلکہ اگر کوئی دانتوں کی مضبوطی اور صفائی کا خاص منجن ہو تو وہ ملنا چاہئے کہ رات بھر اسکا اثر رہے۔

گرمیوں کے دنوں میں روز اور اگر روز نہ ہو سکے تو تیسرے دن اور جاڑوں میں کم از کم آٹھویں دن خوب صفائی سے نہانا ضروری ہے۔ بعض لوگ ایسی بے پروائی سے نہاتے ہیں کہ اگر مشکوں پانی سے بھی نہا کر نکلیں تو جہاں سے ملا جائے بتیاں اُترنے لگتی ہیں۔ یہ کبھی تو صابن ہوتا ہے اور کبھی میل۔ اس لئے نہاتے وقت جھانوے یا کیسے کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اس سے اچھی طرح سارے جسم کی صفائی ہو جاتی ہے۔

نہانے کے بعد کانوں میں تیل لگا کر روئی کی پھریری سے صاف کرنا چاہئے اور ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے چاہئیں۔ ان ذرا ذرا سی باتوں سے بے پروائی بعض وقت بڑی تکلیف اور شرمندگی کا سبب بن جاتی ہے۔

ان کی ایک نگاہ

انھیں احساس ہو یا نہ ہو مگر میں ان سے ناراض تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے میرے آئینۂ دل پر زبردست ٹھیس لگائی تھی۔
آج چوتھا روز ہے کہ میں نے ان سے بات تک نہ کی تھی۔ گو مجھے ان کا انتظار آج معمول سے زیادہ تھا۔
وہ باہر گئی ہوئی تھیں۔ اور میں ان کے انتظار میں صدر دروازے کے عین سامنے بیٹھی تھی۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح
معلوم تھا کہ آتے ہی سب سے پیشتر انکی نگاہیں میری ہی تلاش میں سرگرداں ہونگی۔ کیونکہ ان پر میری غیر معمولی
خاموشی کا خاص اثر تھا۔

وہ سلسلہ جنبانی کے لئے سختی سے بیقرار اور میں ..... مجھے اس ناراضگی میں حد سے زیادہ لطف محسوس ہوتا
تھا اور میرے لئے انکی صرف وہی ایک نظر جو برآمدے میں قدم رکھتے ہی میری تلاش میں پہلی بار میرے چہرے پر
پڑی کائنات سے زیادہ تھی۔ اور میں صرف اس ایک نگاہ کی صبح سے منتظر تھی۔

گڑگڑاہٹ کی آواز آئی یوں تو صبح سے ایسی سینکڑوں آوازیں فضائے آسمانی میں گونجی ہونگی۔ مگر خدا
معلوم کیوں؟ اس میں ایک خاص اثر تھا۔ اور میں جانتی تھی۔ کہ وہ ضرور آئیں۔

وہ آگئیں۔ میں نے انہیں پہلے گیٹ پر۔ پھر گیٹ سے روش پر مگر آن واحد میں اپنے بالمقابل دیکھا۔ انہوں
نے بیتابانہ مگر غلط انداز نگاہ مجھ پر ڈالی۔ گو مجھے حد سے بڑھکر ساتھ پایا۔ وہ میرے ساتھی سے چند منٹ باتوں
میں مصروف رہیں تاکہ میرے دلی جذبات کو پاسکیں۔

اب شاید انہوں نے میرے دلی جذبات کو پالیا اور اس کتاب کو (جو ظاہراً میں پڑھ رہی تھی) اٹھا
لیا اور چلی گئیں۔ شاید کہ ان کی اسی حرکت سے میں کچھ بولوں۔ مگر یہ بھی بیکار ثابت ہوا میرے لب بدستور
خاموش تھے۔

وہ دس منٹ بعد پھر واپس آئیں۔ اور مجھ سے کسی دوسری کتاب کے لئے استفسار کیا جسکا جواب
دے دیا گیا۔ مگر ان کا منشاء اب بھی پورا نہ ہوا۔ وہ کسی اور بات کی منتظر تھیں۔ وہ اس سے زیادہ کی
طلبگار تھیں۔ بالآخر انہوں نے میرے ساتھی سے چند ایسی باتیں کیں جنہوں نے میرے غیر متحرک جذبات
میں حرکت پیدا کر دی۔ مگر میں اب بھی ان کی اسی پہلی نگاہ کی متمنی ہوں۔ اس لئے اب بھی
اپنی پہلی روش پر قائم۔

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

شکست

(۱)

"اگر فیاض ریاض کے برابر کامیاب نہ ہوا تو میں زہر کھالوں گی، اس کا الزام تم پر لگے گا، اس جرم میں تم بھی پکڑے جاؤ گے!"

غیاث الدین نے کہا اس کے لئے معقول روپیہ کی ضرورت ہے کیونکہ ممتحنوں کو اچھی خاصی رقم رشوت دیئے بغیر فیاض کامیاب نہیں ہوسکتا۔

"جو کچھ ہو تمہیں جان بیچ کر کرنا پڑے گا آخر تمہارا روپیہ جائداد کس دن کے لئے ہے اپنے بچہ پر خرچ نہ کرو گے تو کیا قبر میں اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہوگا ورنہ دیکھو!"

سید غیاث صاحب نہایت شریف خاندان سے تھے آبائی معقول جائداد کے مالک تھے ذاتی لیاقت بھی اچھی خاصی تھی۔ علاوہ مشرقی السنہ کے مغربی زبانوں انگریزی اور فرانسیسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ نہایت خوش اخلاق مخیر ہمدرد قوم تھے۔ تھوڑے بہت روشن خیال بھی تھے۔ جس کی وجہ سے بزرگوں اور نوجوان دونوں طبقوں میں مقبول تھے۔ شاعری موسیقی کا مذاق بھی رکھتے تھے مگر قدرت کی ستم ظریفی سید صاحب کی بیوی کے اوصاف بالکل متضاد تھے۔ خوبی تقدیر سید صاحب بالکل بیوی کے ہاتھوں میں تھے۔ گھر کے باہر وہ فولاد تھے تو بیوی کے پاس بالکل موم۔ وہ جس طرف چاہتیں رُخ پھیر سکتی تھیں۔

ماں باپ دونوں نے فیاض کو وراثت میں اپنے اپنے اوصاف بخشے۔ باپ نے اپنی صورت دی ماں نے سیرت، یہی وجہ تھی کہ فیاض ریاض سے دو تین سال بڑا ہونے کے باوجود ابھی اسکول فائنل میں تھا۔

غیاث صاحب حج کو جانے کا ارادہ کر رہے تھے مگر اپنے بیٹے فیاض اور یتیم ریسیر بھتیجے ریاض کے نتیجہ امتحانات کے منتظر تھے۔

بیوی کے حکم سے سید صاحب نے ممتحنوں کو زر سرخ پیش کرکے ہر پرچہ کے نمبر بڑھوائے اور فیاض کا نام کامیاب طلبا کی فہرست میں نظر آنے لگا۔

(۲)

سید صاحب کے ہاں انکے دوست احباب کے علاوہ طلبا کی بھی خاصی تعداد مدعو تھی جب ریاض کی کامیابی کا ذکر آتا تو سید صاحب کا چہرہ نور مسرت سے سرخ ہو جاتا مگر فیاض کے نام کے ساتھ ایک قسم کی شرمندگی چھا جاتی کیونکہ اکثر لوگ حقیقت حال سے واقف بھی تھے۔

فیاض اور ریاض مہمانوں کی تواضع میں مصروف تھے۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے ناشتہ چائے بسکٹ برف وغیرہ پیش کر رہے تھے۔ ریاض کے چہرے سے سادگی آنکھوں سے اُولوالعزمی وضع سے انکسار پایا جاتا تھا تو فیاض کے چہرہ سے تکبر آنکھوں سے تصنع اور وضع سے اغماض۔

سید صاحب نے زنانہ میں آکر بیوی سے کہا ”لڑکوں کے امام ضامن باندھ دو ٹرین کا وقت ہو گیا۔“ انکی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا ”انہیں تو عجب خبط ہو گیا ہے کیا یہاں تعلیم نہیں ہوتی جو کوسوں پار بھیج رہے ہو۔“

سید صاحب نے کہا ”بیگم صاحبزادے کو سمجھا دو یہی تو ضد کر رہے ہیں۔ میں اس باب میں بے قصور ہوں۔“

ماں نے بیٹے کی طرف ملتجی نظروں سے دیکھا تو بیٹے نے درشت لہجہ میں کہا ”اماں جی تمہیں ان معاملات کا کیا علم۔ اگر میں علی گڈھ کالج میں داخل نہ ہوا تو میری زندگی بے کار ہے۔“

”ایں کیا کہتے ہو منحوس الفاظ زبان سے نہ نکالو“ کہتی ہوئی بیگم صاحب نے امام ضامن باندھا اور گلے لگا کر اللہ بیلی کہا ریاض کی باری آئی اُس کے بھی امام ضامن باندھا گیا مگر اُسکو بھی اُلفت مادرانہ شفقت سے سینے سے لگانے والا کوئی نہ تھا۔ اس احساس سے اُس کے آنسو چھلک آئے۔ اُس کی بہن شمیمہ دوڑی آکر اس سے لپٹ گئی اس کے بھی آنسو جاری ہو گئے۔

(۳)

چچی نے کہا ”دیکھو شمیمہ ڈاکیہ خط دے گیا ہے شاید تمہارے چچا کا ہے۔“ شمیمہ نے خط چاک کر کے دیکھنا شروع کیا ہی تھا کہ چچی نے پوچھا ”کیا لکھا ہے؟“ شمیمہ نے کہا ”ابھی دیکھ رہی ہوں ٹھیریے عرض کرتی ہوں۔“ چچی نے برہمی سے کہا ”ایسا ابھی پورا نہ ہوا یہی تمہاری لیاقت علم ہے ایک خط کے لئے ایک گھنٹہ لگے واہ بہت اچھی لیاقت پیدا کی۔ کہو بھی شمیمہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا خدا کی قسم جلد کہدو۔ تم تو کبھی کا بیر نکال رہی ہو۔“

شمیمہ کو بھی چچی کے ساتھ رہتے ہوئے انکی بے سُر تال بکواس سُننے کی عادت ہو گئی تھی۔ وہ نہایت تحمل سے ایسے موقعوں پر خاموشی اختیار کر چکی۔ آخر اس نے خط ختم کر کے کہا ”پوچھی جان مُبارک چچا جان مُلازم ہو گئے۔“

چچی نے حیران ہو کر کہا ”کیا عرب کے بادشاہ نے انہیں اپنا مُلازم بنا لیا۔ ہائے اللہ اب وہ یہاں کاہے کو آنے لگے اسی لئے تو میں نے کہا تھا مجھے بھی ساتھ لیتے چلو بغیر بیری وہ بے لگام کا گھوڑا ہو جاتے ہیں جدھر سینگ سمائے نکل چلے۔“

شمیمہ نے کہا ”چچی جان خفا نہ ہوجیے پُورا خط تو سُنئے“ چچی نے کہا ”کیا خاک پتھر سنوں کہتی تو ہوں چچا ادھر کے ہو گئے اب کیا باقی رہا۔“ شمیمہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”چچی چچا نے لکھا ہے ان کا خط آپ کو تفصیل سے سُناؤں لہذا عرض کرتی ہوں۔ چچا جان حج سے واپس ہو رہے تھے کوئی انکے دوست نواب صاحب یورپ کی سیاحت

کر جا رہے تھے چچا جان کو بھی جبراً اپنا سکریٹری بنا کر ساتھ لے گئے ہیں شاید چھ سات سال اُنکے ساتھ یورپ میں رہنا ہو گا اس کے بعد خدا کے فضل سے واپس تشریف لائیں گے۔

اں اں سات سال تک! میں قیامت کے بورئیے بیٹھے زندہ رہونگی۔ اُنھیں تو صرف بہانہ چاہیے تھا آپ تو چل دئے مجھ پر اس جنجال کو ڈال گئے اُنکے بھتیجے کو تعلیم دوں بھتیجی کو پرورش کروں یہ میرا ہی دل گردہ ہے جو جھیل رہی ہوں دوسری کوئی ہوتی تو مزہ چکھا دیتی خیر اب بھی میرا صبر ضرور ان پر پڑے گا۔

(۴)

"بیٹا! ریاض کو تو انجنیر بنا دیا گیا تمہیں کیوں وکالت کی سند نہ ملی"۔ فیاض نے کہا "اماں آن گدھوں سے کون کہے وہ صرف خوشامد پسند ہیں میری طبیعت اس قسم کی نہیں۔ ان افسروں کو تو صرف کالج کے سندوں پر بھروسہ ہے انسان کی ذاتی یاقت اس کی زبان دانی کو یہ لوگ کیا جانیں۔ مجھے کالج کے پروفیسروں نے کہا بھی دوبارہ امتحان میں بیٹھو تو میں نے انہیں جواب صاف دے دیا کہ میری ساری عمر کالج میں گھسنے کے لئے نہیں ہے نہ مجھے ملازمت کی ضرورت ہے۔ کالج میں صرف اس لئے داخل ہوا تھا کہ وہاں کی زندگی کا بھی کچھ لطف حاصل کروں۔ اب تو میرا ارادہ ہے آرام سے بیٹھے اپنے خیالات اپنی تصانیف کے ذریعہ ملک میں پھیلاؤں گا۔ میرا نام ہی ان کتابوں پر کافی ہے۔ شیمہ تم نے "افغان ہیرو" میری تصنیف نہیں دیکھی؟"

شیمہ نے نہایت نرم لہجہ میں کہا "مگر بھائی یہ تو ترجمہ ہے اور اس سے پہلے اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے"۔ فیاض نے سختی سے کہا تم غلطی کرتی ہو یہ ترجمہ ہرگز نہیں ہو سکتا تم بے غور نہیں کیا توجہ نہیں دیکھا ایک دفعہ اور پڑھو تو تمہیں اس کی اہمیت معلوم ہوگی۔ خیر اب تو ہمیں پیانو سناؤ۔ ذرا جانے کے بعد حکم دو وہاں ایک گلدستہ بھی بنا کر میز پر رکھ دو۔ کوئی بات ترجمے سے سنا کرو، دل لگا کر کام کیا کرو۔ دیکھو تمہارے چند راگ ابھی بہت ناقص ہیں آواز کو بلند کرو"

شیمہ نے کہا "بھائی صاحب بھائی جان نے ان راگوں کو بہت پسند کیا ہے۔ بہت تعریف کی ہے"۔ فیاض نے قہقہہ لگا کر کہا "بھائی ریاض کو موسیقی میں دور کا بھی لگاؤ نہیں۔ وہ تمہیں کیا اصلاح دینگے۔ وہ اپنے فن کے ماہر ہو سکتے ہیں ہر فن مولا نہیں ہو سکتے۔ سب سے بڑی بات تمہیں میری پسند کا خیال رکھنا چاہیے"۔

(۵)

"شیمہ نے کہا "چچی جان ذرا چل کر دیکھئے چچا جان کا کمرہ صاف کرا چکی ہوں"۔ چچی نے نہایت مہربانی سے فرمایا "آخر دیکھنا ہی کیا ہے وہ کوئی دولہا تھوڑے ہی ہیں۔ لو فیاض آ گئے"۔

شیمہ نے کہا "بھائی صاحب سب تیار ہو چکا آپ دیکھ لیجئے"۔ فیاض نے تمام مکان کا معاینہ کر کے کہا شیمہ اماں نے

[illegible] مکان کی آرائش کی تعلیم خوب دی شاباش" (ماں کو اس فن سے دور کا بھی لگاؤ نہیں)

شیمہ نے کہا "بھائی جان کا تار آیا ہے انہیں رخصت نہیں ملی آئندہ ہفتہ میں آئیں گے۔" فیاض نے کہا "اسی لئے تو میں اس ملازمت سے بیزار ہوں۔ ریاض کو بہت سمجھایا وہ نہ مانے اسی کی سزا پا رہے ہیں۔ اس وقت تو میرا کلب جانے کا وقت ہے اگر ہوسکے تو ابا کو لینے اسٹیشن پر جاؤں گا ورنہ گھر پر مل لیں گے۔"

شیمہ نے کہا "بھائی آج کلب نہ جایئے ابا کو لینے جایئے۔" فیاض نے درشتی سے کہا "ایک معمولی سی بات کے لئے میں اپنے دوستوں میں شرمندہ ہونا پسند نہیں کرتا۔ آپکے دوست انہیں لینے جائیں گے۔"

شیمہ نے جرأت کرکے کہا۔ "آپ اسٹیشن پر موجود نہ ہونگے تو چچا جان بہت اداس ہوجائیں گے۔" فیاض نے خفا ہوتے ہوئے کہا "میں بارہا کہہ چکا ہوں میرے معاملات میں دخل دینے کا کسی کو حق حاصل نہیں میں اپنے دل و دماغ کا اپنے وقت کا بادشاہ ہوں مجھ پر کسی کی حکومت نہیں چل سکتی جو کوئی مجھے روکے گا اس کے لئے مجھ سے برا کوئی نہیں۔ تم ان سے کہدو شب کے کھانے پر میں نہیں آسکتا ایک دوست کے ہاں مدعو ہوں۔"

بیچاری شیمہ کے آنکھوں میں گرم گرم آنسو چھلک آئے۔ گو وہ اس قسم کی گفتگو کی عادی ہوچکی تھی مگر اس وقت اپنے بستر پر پڑ گئی خوب روئی یہاں تک کہ تکیہ کا ایک حصہ تر ہوگیا۔ اف اس بن ماں کی بچی کے آنسو خشک کرنے والا کوئی نہ تھا۔

(۶)

چچا نے بھتیجی کو سینے سے لگاتے ہوئے دعائے درازی عمر دیکر دریافت کیا "لڑکے کہاں ہیں اسٹیشن پر میری آنکھیں انہیں ڈھونڈتی تھیں۔"

شیمہ نے کہا "بھائی ریاض کو رخصت نہیں ملی شاید آئندہ ہفتہ میں آئیں گے۔" "تو ہمارے صاحبزادے کہاں ملازم ہیں کیا انکو بھی چھٹی کی ضرورت تھی؟" سید صاحب نے بیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ بیوی نے ترش روئی سے کہا "ملازم نہ ہوا تو کیا ہوا اس کے ذمہ سینکڑوں کام ہیں تمہیں کیا معلوم نہیں تم برسوں گھر سے بے خبر دنیا بھر میں سیر کرکے آئے تو سمجھنے لگے تمہاری طرح وہ بھی بیکار پھر رہا ہے۔"

سید صاحب نے جواب دیا "ہاں ہاں تمہاری نظر میں میری زندگی بیکار گزری یہ کیوں نہیں کہتیں بیٹے کو فضولیات سے فرصت نہیں۔ سات سال بعد باپ وطن آئے تو صاحبزادے صاحب اسٹیشن پر بھی نہ گئے گھر سے بھی غائب ہیں۔ شاباش تمہاری تربیت پر۔"

بیوی نے نہایت غیض و غضب سے گرجتے ہوئے کہا "ہاں اب تمہیں بھی مجھ پر حکومتیں جتانی آگئی ہیں ذرا دیکھ سمجھ کر بات کرو۔ پہلے تم جو کچھ تھے اب بھی وہی ہو۔ تم دوسروں پر رعب جمانا مگر میرے سامنے الٹی سیدھی باتیں نہ کرو۔ ورنہ آگ لگ جائے گی۔ تم نام کے باپ ہو۔ بھتیجے کے لئے تو سفارش پر سفارش ہوئی بیٹے کے لئے پھوٹے

منہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ اب تمہارا بیٹے پر کیا حق ہے میرے بھتیجے جی تو تمہارا اس پر بس نہ چلے گا۔"

سید صاحب کو برسوں کے بھولے ہوئے اسباق یاد آنے لگے۔ جرأت تشریف لے گئی۔ لگے بیوی کو سمجھانے لیکن وہاں تو ٹھہرنے کا نام نہ تھا۔ دریا اُتار پر تھا۔ جب تک پورا کچھ ختم نہ ہوا خاموشی نہ ہوئی۔ گویا گرد کی بارش معہ باد و باراں کے ساتھ ہو کر تھمی۔

سید صاحب شکست خوردہ بہادر کی طرح سرِ تسلیم خم کرکے حسبِ سابق بیوی کے حکم بردار بن گئے۔ بیوی بھی اپنی اس شاندار فتحیابی پر شاداں و کامران نظر آنے لگیں۔

(۷)

وسیع کشادہ کمرہ میں نہایت قیمتی قالینوں کے فرش پر دو طرفہ بیش قیمت صوفے لگے ہوئے تھے بیچ میں خوبصورت سی نازک تپائی پر کروشیا میں نکالا ہوا اوڑھال پڑا تھا۔ جس پر چند آرائشی چیزیں پھول گلدان وغیرہ رکھے ہوئے تھے دروازے کھڑکیوں پر ولایتی کپڑوں کے ہلکے ہلکے رنگ کے کپڑے کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ ان پر بھی ہاتھ سے نکالے ہوئے لیس لگے تھے۔ کھڑکیوں میں چینی کی انگیٹھیوں میں خوبصورت پودوں کے گملے لگے تھے باہر کی طرف سے بھی ان کھڑکیوں پر نازک بیلیں چڑھی تھیں۔ کمرہ کے طاقوں پر جا بجا گلدانوں میں تازہ تازہ نازک پھول زینت دے رہے تھے۔ جن کی مشام جان کو معطر کرنے والی بھینی بھینی بو سے دل و دماغ شگفتہ ہو رہے تھے۔

سید صاحب ایک صوفے پر نیم دراز لیٹے پائپ پی رہے تھے اور بار بار سر اور ریش دراز پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ چہرہ سے تفکر پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ ان کی بیوی دوسرے صوفے پر بیٹھی پان کھا رہی تھیں۔ سید صاحب نے پائپ کا لمبا کش لیکر کہا۔ "ریاض نے لکھا ہے شمیمہ کی مرضی اس کے عقد کے متعلق لوں"

بیوی نے کہا۔ "دیکھو تمہارے بھتیجے نے اپنے ہاتھ پاؤں کتنے نکالے ہیں۔ میں پہلے ہی سے انکے چال چلن سے سمجھ چکی ہوں کون بے حجاب دیدہ دلیر لڑکی ہو گی جو اپنے منہ سے کہے گی۔ اس میں مرضی دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے فیاض میں کونسا عیب ہے۔ اس سے بہتر کونسا ملتا ہے میں بھی تو دیکھوں"

سید صاحب نے کہا "خیر تم شمیمہ کو بلاؤ میں رسمی طور پر اس سے پوچھ تو لوں۔ بیوی نے ملازمہ سے کہا "ذرا چھوٹی بیگم کو یہاں بھیجدو" شمیمہ نے چچی کی طلبی سنی تو ملازمہ سے پوچھا "وہاں کون ہیں؟" جب معلوم ہوا کہ چچا اور چچی دونوں ہیں تو اس کا دل نامعلوم خطرات سے دھڑکنے لگا۔ چہرہ زردی مائل ہونے لگا۔

شمیمہ نے جوں ہی کمرہ میں قدم رکھا چچا نے نہایت شفقت سے بلا کر پاس بٹھا لیا۔ اِدھر اُدھر کی بات چیت کے بعد کہا "بیٹی آج وہ مبارک دن خدا نے دکھایا ہے کہ ہم تمہارا نکاح فیاض سے کرتے ہیں۔ اپنی برسوں کی دلی تمنا نکالنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں عقد سے پہلے تمہارے کان میں اسکا تذکرہ پڑ جائے تو بہتر ہے۔"

غریب شیمہ کا برسوں کا تفکر مہینوں کا انتشار ہفتوں کی پریشانی اس کے جذبات کا ہیجان اب ناقابلِ برداشت تھا۔ پیمانۂ صبر و تحمل چھلک چکا تھا۔ ندی کی منڈیر ٹوٹ چکی تھی۔ پانی کا بہاؤ نشیب کی طرف آچکا تھا۔ اب اس کے ضمیر کی اُمید فضول تھی۔ لہٰذا اس کے آنسو بے اختیاری کے عالم میں اُس کے رخساروں پر بہنے لگے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ چچا نے سمجھانے کی کوشش کی چچی نے منانا چاہا۔ آخر چچا نے پوچھا بیٹی تم روتی کیوں ہو پہلے بھی یہ گھر تمہارا تھا اب بھی تمہارا ہی ہوگا۔" شیمہ چچا کے قدموں سے لپٹ گئی سسکتے ہوئے کہا "میرے چچا جان مجھے اس مصیبت سے بچائیے۔"

ان الفاظ کا سننا تھا چچی کے غیض کا پارہ حرارت آخر حد تک پہنچ گیا گرجتے ہوئے کہا "بدلحاظ بدنصیب چھوکری ہے۔ اس سے پہلے تو مر کیوں نہ گئی۔ خواہ تو انکار کر یا اقرار آج شام تیرا نکاح فیاض سے ہو جائے گا۔ تیرے چچا کی تو مجال نہیں کہ میری کسی خواہش کو روک سکے کسی بات کو رد کر سکے تو کس شمار میں ہے تیری ہستی ہی کیا ہے دیکھوں تجھے میرے قبضے سے کون چھڑا سکتا ہے۔"

دروازہ زور سے کھلا اس کے ساتھ بھاری بھاری قدم ڈالتے ہوئے کسی شخص نے کہا۔ "چچی جان خدا اپنے مظلوم بندوں کی مدد کے لیے کسی کو بھیج ہی دیتا ہے۔ ہر مستجاب کو ایک نہ ایک دن شکست کے لیے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ یہی دنیا کا قانون ہے۔"

چچا چچی بیچ کے کمرہ میں کھڑے تھے چچا کے قدموں سے لپٹی ہوئی شیمہ نیم بیہوشانہ عالم میں پڑی تھی۔ ان الفاظ کا کمرہ کی فضا میں گونجنا تھا کہ چچا کا دل ساکت ہو گیا چچی پریشانی کے عالم میں مڑیں۔ شیمہ "بھائی بھائی" کہتی ہوئی آنے والے شخص سے لپٹ کر بیہوش ہو گئی۔

(۸)

چھوٹے سے خوشنما بنگلہ کے پائیں باغ میں تین نازک نازک کالی کٹ کی بنی ہوئی کرسیاں پڑی تھیں بیچ میں میز پر پھل پھول شربت کے خوبصورت گلاس ایک طرف چائے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ شیمہ گلابی بنارسی ساری میں ملبوس نازک نازک زیورات سے آراستہ ایک کرسی پر بیٹھی گود میں رکھے ہوئے ستار کے تار درست کر رہی تھی۔ بار بار سر اُٹھا کر دروازہ کی طرف دیکھتی جاتی تھی۔ کہ دو نوجوان ہلکے خاکی رنگ کے نکر کوٹ پہنے ہاتھ میں شکار کے پرندے لیے ہوئے باغ میں داخل ہوئے جنہیں دیکھ کر شیمہ مسرت کے عالم میں کھڑی ہو گئی اور کہا "بھائی آپ لوگوں نے بڑا انتظار دکھایا میں تو سمجھ چکی تھی شاید رات کو وہیں ٹھہر جائیں گے۔"

فیاض نے کہا "ہم تمہیں تنہا چھوڑ سکتے ہیں جب کہ تمہارے بہت سے مہربان موجود ہیں!"

"بھائی خدا کا شکر ہے اسی نے آپ کے طفیل ان ناہمواریوں سے مجھے بچا لیا یہ احسان شکریہ کے
حقیر الفاظ سے بہت بالاتر ہے یہ تو فرمائیے آپ کو میری مصیبت کا علم کیسے ہوا؟"
ریاض نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" میرے عزیز دوست نسیم نے مجھے اس کی اطلاع دی کیونکہ یہ
تمہارے لئے مجھ سے درخواست کر چکے تھے میں بھی انھیں پسند کرتا تھا، میں نے انھیں وہاں آنے کی
اطلاع دی اور چچا کے ہاں کی بھی اطلاع کے لئے انہیں لکھا مگر یہ خود سیدھے سٹیشن پر مجھ سے ملے تمہاری
مصیبت کی مفصل کیفیت مجھے سنائی اسی لیے میں بغیر اطلاع دیئے چچا کے ہاں پہنچ کر تمہیں بچا سکا۔ لہٰذا
سب سے پہلے تمہیں اپنے شوہر نسیم کا شکر گذار ہونا چاہیے۔"
شمیمہ نے نسیم سے پوچھا" آپ کو ہمارے ہاں کے معاملات کا علم کیسے ہوا؟" نسیم نے ہنستے ہوئے کہا "اپنے
مہربان دوست فیاض سے، وہ گھر کی تمام باتیں یہاں تک کہ آپ کے عادات و اطوار وضع قطع آپ کے
خیالات علم و ہنر کا تذکرہ کھلے بندوں کلب کے عام ممبروں کے سامنے کرتے رہتے ہیں نیز آپ کے خیالات
فیاض صاحب کے خیالات سے بالکل متضاد ہیں۔ مگر آپ اپنی چچی کے قبضہ میں ہیں سوائے فیاض صاحب
کے آپ کا عقد کسی سے نہیں ہو سکتا صرف آپ کے بھائی صاحب کا تھوڑا بہت خوف ہے۔ یہی
حالات سن کر میں نے ہمت کر کے ریاض صاحب سے آپ کے لئے درخواست کی تھی۔ ایک دن معلوم ہوا
آپ کا نکاح زبردستی فیاض صاحب سے کیا جائے گا میں نے گھبرا کر ریاض صاحب کو بذریعہ تار اطلاع دی
اس کے بعد کے واقعات کا تو آپ کو علم ہے۔"
ریاض نے ہنس کر کہا" آپ کو معلوم نہیں چچی چچا پر بے طرح حاوی ہیں لہٰذا ہر معاملہ میں چچا پر فسخ
باقی ہیں۔"
شمیمہ نے کہا" لیکن بھائی اس دفعہ انھیں نہایت فاش شکست ہوئی چچی جیسی عورتوں کے لئے
کبھی کبھی آپ جیسے مردوں سے مقابلہ ہو جانا اس قسم کی دوسری عورتوں کے لئے معقول سبق ہے۔"
ریاض نے کہا" چچی کو اس شکست سے بڑی خفت ہوئی ہے اور بہت جل رہی ہیں سنا ہے انھوں نے
قسم کھالی ہے کہ چچا کی زبان پر ہمارا نام نہ آنے دیں گی۔

مہر النسا ہمشیرہ غلام دستگیر کڑپہ

چونا

چونا ہمارے ہندوستانی گھروں میں پان کی بدولت عام طور پر مستعمل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کے بنانے اور رکھنے کے طریقوں سے اکثر بہنیں ناواقف ہیں۔ جن گھروں میں پانوں کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے ان میں تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ سیر دو سیر چونا بازار سے منگا کر بجھایا گیا اور پھر اسکو چھان کر گھڑے میں بھر کر پانی ڈالا اور رکھ دیا اس میں یہ فائدہ تو ضرور ہے کہ چھن کر صاف ہو جاتا ہے اور کنکری وغیرہ نہیں رہنے پاتی جس سے دانت بھی کرکرے ہوں اور منہ بھی پھٹے۔ مگر یہ دقت ضرور رہتی ہے کہ گرمی کے موسم میں دوسرے تیسرے اور جاڑے برسات میں آٹھویں دسویں دن جب تک خیال سے پانی نہ ڈالا جائے چونا سوکھ کر مر جاتا ہے۔ اور پھر کسی کام کا نہیں رہتا۔ اس لیے سب سے بہتر طریقہ چونا رکھنے کا یہ ہے کہ بغیر بجھی خشک ڈلیاں کسی ٹین یا لکڑی کے ڈبے میں رکھ دی جائیں۔ دو تین روز میں وہ خود بخود کھل کر بالکل باریک میدہ سا ہو جائے گا۔ اگر کوئی ڈلی بچی ہوگی تو علیحدہ ہو جائیگی یا باریک کنکریاں کپڑے میں چھان لی جا سکتی ہیں۔ غرض وہ سوکھا ہی رکھا جائے اور ضرورت کے وقت پانی میں گھول کر کام میں لایا جائے تو اول تو اس کے چھاننے کی زحمت نہ ہوگی اور بفرضِ محال ہوئی بھی تو سوکھا چونا چھاننا گھلے ہوئے چونے کے چھاننے سے کہیں زیادہ آسان ہے پھر روز کی دیکھ بھال سے بھی نجات رہیگی اور یہ عذاب نہ ہوگا کہ پانی ڈالنا بھول گئے تو سب چونا مر کر بیکار ہوا اور کی کرائی محنت ذرا سی غفلت میں ضایع ہو گئی۔ اگر چونا تیز زیادہ ہو تو جس وقت پاندان کی کلھیا میں ڈالا جائے پانی کے ساتھ اس میں دو تین چمچہ دودھ بھی ڈالدیں اس سے اس کی تیزی کم ہو جائیگی اور منہ نہیں پھٹے گا۔

چونا اپنی ذات سے نہایت ہاضم چیز ہے۔ اسی لیئے اسکا پانی دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور انگریزی دوکانوں سے بنی بنائی بوتلیں "لائم واٹر" کے نام سے نہایت قیمتی بکتی ہیں۔ بہت سی مائیں اپنے بچوں کو ڈاکٹر کی ہدایت دیتی ہیں مگر نہیں جانتیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ حالانکہ لائم واٹر بھی چونے کا پانی ہے جو روزمرہ پان میں کھایا جاتا ہے۔ اس کے بنانے کا طریقہ بھی نہایت آسان ہے۔ تین ماشہ بغیر بجھا چونا پاؤ بھر پانی میں ڈالکر ایک شیشے کے گلاس میں رکھ دیجئے اور چھ سے چوبیس گھنٹے اسے یونہیں بغیر ہلائے جلائے پڑا رہنے دیجئے۔ چوبیس گھنٹے بعد اس کے اوپر ایک ہلکی سی باریک کرکری تہ جم جائے گی اور چونا گلاس کے پیندے میں بیٹھ جائے گا اور پانی بالکل صاف نتھرا ہوا ہوگا۔ اس وقت اس باریک پپڑی کو آہستہ آہستہ علیحدہ کر دیجئے اس طرح کہ پانی کے ہلنے سے نیچے کا چونا پانی میں نہ مل جائے پھر کسی فلالین یا جاذب کے ٹکڑے میں اس پانی کو چھان لیجئے فلالین یا جاذب میں

معمولی کپڑے کی بہ نسبت چھاننا مشکل ہے اس لئے ایک پیالے پر فلالین یا جاذب کا ٹکڑا رکھ دیجئے بیچ میں ذرا سا گڑھا کر دیجئے۔ اور جتنا پانی گڑھے میں آسکے ہلکے سے (کہ باقی پانی میں چونا نہ ملنے پائے) ڈال دیجئے جب وہ بوند بوند ہو کر ٹپک جائے تو اور پانی ڈال دیا جائے۔ جب گلاس کا سب پانی اس طرح چھن جائے تو شیشی میں بھر کر ڈاٹ لگا کر رکھ چھوڑیئے۔ چھوٹے بچے جنکو گئے کا دودھ ہضم نہیں ہوتا اور دست آنے لگتے ہیں انکے دودھ کی ہر خوراک میں عمر کے حساب سے چار بوند سے لیکر ایک چار کا چمچہ تک ملایا جائے انشاء اللہ پہلے ہی دن دست رُک جائیں گے۔ لیکن قابض بہت ہوتا ہے اس لئے دست بند ہو جانے پر اسکا استعمال فوراً ترک کر دینا چاہئے دانت نکلنے کے زمانے میں اکثر بچوں کو دست آنے لگتے ہیں ان میں خاص طور پر چونے کا پانی مفید ہے۔ شیر خوارگی کی عمر سے نکلکر بھی بعض بچوں کے معدے کمزور ہوتے ہیں اور اکثر دستوں کی شکایت رہتی ہے ایسے بچوں کو اگر تھوڑے عرصہ پابندی کے ساتھ چونے کا پانی دیا جائے تو رفتہ رفتہ معدہ قوی ہو جائے گا اور دستوں کی شکایت بالکل جاتی رہے گی۔ مگر متواتر استعمال کرنا ہو تو مقدار بہت کم رکھنی چاہئے ورنہ قبض ہو کر نقصان پہنچے گا۔ تازہ بنا ہوا پانی زیادہ فایدہ مند ہوتا ہے اس لئے ہر ہفتہ تازہ بنا لینا چاہئے۔ میں اپنے بچوں کو دکان کا بنا ہوا لایم واٹر کبھی نہیں دیتی۔ ہمیشہ اسی ترکیب سے خود بناتی ہوں اور خدا کے فضل سے بچے تندرست رہتے ہیں۔

ظفر جہاں

دُنیا کا پہلا کمسن کمانڈر انچیف اور گورنر جنرل

یُوں تو دُنیا میں بہت سے شجاع و بہادر اور کمسن دلیر و جوانمرد گذرے ہیں مگر تاریخ عالم میں کوئی ایسا کمسن بہادر نہیں ملتا جس نے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے کسی غیر ملک کو فتح کیا ہو اور پھر وہاں کا گورنر جنرل بھی مقرر ہوا ہو۔ اور پھر اس نے بہت لیاقت، قابلیت اور دانشمندی سے اس ملک پر کامیابی کے ساتھ حکومت کی ہو۔

یہ فخر صرف مسلمانوں کو حاصل ہے کہ انکی تاریخ ازمنہ میں ایک ایسا بہادر جری۔ شیر دل جوانمرد گذر چکا ہے۔ جو ۱۷ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے وہاں کا گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اور پھر نہایت انصاف و کامیابی کے ساتھ اس ملک پر حکومت کر کے نہ صرف ملک کو بلکہ اس ملک کے باشندوں کے دلوں کو بھی تسخیر و فتح کر لیا۔

اِن کارناموں نے اس کے نام کو حیات جاودانی اور شہرت غیر فانی کا بیش بہا تاج پہنا دیا۔ آج ہم اس کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں۔ مگر اپنے مشاہیر اسلاف کے کارناموں پر فخر و مباہات کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ کیونکہ انکی روحیں ہمارے اعمال و افعال سے متنفر ہونگی اور ہم جیسے نالایق جانشینوں پر انکی

روحیں شرمندہ ہونگی۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے مشاہیر اسلاف کے کارناموں سے قومی غیرت خودداری۔ ہمت و استقلال۔ استقامت اولوالعزمی، اصابت رائے جوانمردی۔ بہادری۔ تحمل برداشت عزت نفس، عشق الٰہی۔ علو ہمتی کا سبق سیکھیں۔ اور اپنی قومی عظمت وعزت اور وقار کو بڑھائیں۔

سندھ پر یوں تو محمد بن قاسم سے پہلے کئی بار حملہ ہو چکا ہے۔ مگر قابل ذکر اور حجاج بن یوسف کے بھیجے ہوئے لشکر محمد بن قاسم سے پہلے آتے اور سندھ پر حملہ کیا مگر ان کو شکست ہوئی۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک بار راجہ سراندیپ نے جو اسلام قبول کر چکا تھا۔ خلیفہ وقت کے لئے آٹھ جہازوں کا ایک بیڑا اور قیمتی چیزیں معہ بہت سے مال و اسباب کے بطور تحفہ کے روانہ کیا۔ ان جہازوں میں بہت سے تجار بھی تھے جن کے پاس اسباب تجارت کثرت سے تھا اور بہت سے مرد بچے اور عورتیں تھیں جو حج کے لئے جا رہی تھیں جن میں سے بہت سی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے تھے جنکے شوہر و باپ اس ملک میں انتقال کر گئے تھے۔ اور وہ اپنے ملک واپس جا رہی تھیں۔ اتفاقاً بحری طوفان کے باعث بیڑا ساحل سندھ پر آلگا۔ جسکو راجہ کے گورنر نے لوٹ لیا اور مسافرین کو قید کر کے جہازوں کو سندھی بیڑے میں شامل کر لیا۔ وہ ایک آدمی کسی طرح سے بچکے حجاج گورنر عراق کے پاس پہنچے اور اس سے فریاد کی تو اسنے راجہ سندھ کو لکھا کہ "تمہارے گورنر نے بیگناہ مردوں و عورتوں کو گرفتار کر جہاز کے بیڑے اور قیمتی مال و اسباب کو لوٹ لیا ہے لہذا مال اسباب اور جہاز واپس کر دو اور بیگناہ لوگوں کو قید سے نجات دیکر اپنے افسروں کو سزا دو۔"

مگر اس جائز مطالبہ کا کوئی اطمینان بخش جواب دینے کے بجائے راجہ سندھ نے لکھا کہ "جہاز لوٹنے والے ہماری دسترس سے باہر ہیں۔ تم خود آکر اپنے مال و اسباب و قیدیوں کو چھڑا لیجاؤ۔"

جب حجاج کے پاس یہ اشتعال انگیز جواب پہنچا تو اسنے مجبور ہو کر عبداللہ اسلمی کے زیر کمان ایک مختصر فوج روانہ کی مگر عبداللہ شہید ہوئے اور انکی فوج شکست کھا کر واپس آئی۔ پھر حجاج نے ۴ ہزار فوج بدیل بجلی کی ماتحتی میں روانہ کی مگر اسے بھی شکست ہوئی۔

حجاج نے اب کی بار اپنے داماد محمد بن قاسم کے زیر کمان ۲ ہزار فوج سندھ کی طرف بھیجی۔ یہ غور کا مقام ہے کہ ایسے نازک اور خطرناک مہم پر جبکہ اس سے پہلے ۲ فوجیں تباہ و برباد اور ۲ کار آزمودہ سپہ سالار شہادت کا پیالہ نوش کر چکے تھے اسنے اپنے ۱۷ سالہ کمسن داماد کو کیوں روانہ کیا۔ ضرورت تو تھی کہ وہ باقتضائے محبت اپنے داماد کو کسی پر امن صوبہ کا گورنر بنا دیتا۔ مگر اسنے محمد میں غیر معمولی بہادری ہمت۔ جرأت دلیری اور اسکے پہلو میں مذہب و ملت کے لئے ایک سچا جانباز دل محسوس کیا اور اسکے سینہ کو ایک آتشکدہ کے مثل پایا جو اپنے ملک و ملت اور مذہب کے لئے ہر وقت سوزاں رہتا تھا۔ اسکی روح کو عشق الٰہی کے نشہ سے مخمور دیکھا جس سے اسکی کامیابی کا حجاج کو پورا یقین ہو گیا۔

بہرکیف حجاج نے محمد بن قاسم کو ۱۲ ہزار کی فوج کیساتھ روانہ کیا اور اسکی مدد کے لئے حزم بن مغیرہ کی ماتحتی میں ایک بحری بیڑا بھی ساتھ کر دیا۔ محمد بن قاسم ارض سندھ میں فتح وظفر کے جھنڈے اڑاتا داخل ہوا ہر منزل اور ہر مہم پر کامیابی

اسکی خادم بنی - نصرت اسکی کنیز - فتح اسکا چاکر - اور اقبال اسکا
غلام ہوا ہر شہر اور ہر قریہ میں جہاں اسکا گذر ہوتا اسے پوری
فتح ہوتی اور پھر اسکے نیک سلوک اور اعلیٰ مراعات کے
سبب سے بہت سے شہروں نے پہلے ہی سے امان طلب
کرلی اور حاکم شہر وامرأ اور عوام معہ ہدیہ اور تحائف کے
اسلامی لشکر کے استقبال کو نکلے - پرتپاک خیر مقدم کئے اور
عزت و احترام سے شہر میں لیگئے - محمد بن قاسم نے بھی ہر شہر
والوں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا - اور کسی قسم کے ظلم وجبر
اور سختی کو روا نہ رکھا -

غرض محمد فتح و ظفر کے پھریرے اڑاتا ہوا بہروچ میں
داخل ہوا جہاں راجہ داہر والئے سندھ کے بھتیجے نے قلعہ بند ہو کر
لڑائی شروع کی مگر وہاں بھی محمد کو کامیابی ہوئی اور بہروچ کے
جاٹوں نے محمد کے عمدہ برتاؤ اور نصیحتوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا

محمد نے پھر آگے بڑھکر سیوستان کو فتح کیا اور پھر بیٹ وار
میں آکر راجہ داہر والئے سندھ سے صف آرا ہوا بڑی سخت
گھمسان کی لڑائی ہوئی - معرکہ کارزار ۳ دن گرم رہا - تیسرے دن
راجہ کی فوج کا بڑا حصہ مقتول ہوا اور بقیہ بھاگ گیا مگر خود راجہ
ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ لڑتا رہا - آخر میں محمد بن قاسم کے
ہاتھ سے قتل ہوا - اب محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا محاصرہ کیا
برہمن آباد کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ قلعہ بند
ہو کر حملوں کا جواب دیتا رہا - آخر چھ ماہ بعد یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا تو
محمد شہر الور کی طرف روانہ ہوا - اور یہ شہر بغیر لڑے محمد کے ہاتھ آگیا
اور شہر والوں نے ہتھیار ڈالدئے اور امان طلب کرلی -

محمد بن قاسم نے اب ملتان کا محاصرہ کرکے اسے بھی فتح کرلیا
اور ملتان کے قید خانہ سے تمام مسلمان حاجیوں تاجروں اور بے بس
عورتوں مردوں کو زندان بلا سے نجات دی جو راجہ داہر کے
حکم سے پکڑ کر پہلے برہمن آباد پھر الور پھر ملتان میں قید کیے گئے تھے

تمام سندھ فتح کرنے سے پہلے محمد بن قاسم ہر اہم معاملہ در ملکی
مالی اور سیاسی امور میں حجاج سے حکم حاصل کرکے عمل درآمد کرتا -

محمد بن قاسم حجاج کی ہدایات کے مطابق رعایا کے ساتھ عفو و
درگذر اور امان دہی مفتوح نوازی - رعایا پروری کے ساتھ پیش
آتا - اور انکی فلاح وبہبود کے کاموں میں دل کھولکر روپیہ خرچ کرتا -
کاریگروں سوداگروں پیشہ وروں - زمینداروں سے کچھ تعرض
نہ کرتا سرداروں کو حسب مراتب انعام واکرام سے مالا مال
کردیتا اکابر وامراجو اسکی ملاقات کو آتے انسے عزت و احترام سے
پیش آتا - اور قیمتی خلعت انعام دیتا - غرض رعایا نوازی اور نظام
مملکت میں اسنے اپنی بے مثال قابلیت ظاہر کی - جسکی وجہ سے
حجاج نے فتح سندھ کے بعد ہی فوراً محمد بن قاسم کو گورنر جنرل بنا دیا

محمد بن قاسم نے اپنے فرائض کو جس خوبی سے سرانجام دئے وہ ظاہر
من الشمس ہیں اسنے نہایت دانائی - لیاقت قابلیت سے حکومت کی
اسکے زمانہ گورنری ہی ملک کو ہر طرح سے ترقی ہوئی - ملک سرسبز و شاداب
ہوگیا - تجارت و زراعت میں ترقی ہوئی - لوگ خوشحال نظر آنے لگے علوم
وفنون کا چرچا ہونے لگا انہنے اپنے عہد حکومت میں یہ بھی کوشش کی کہ
ہندوؤں کی دلشکنی نہو انکے حقوق ذرا بھی پامال نہوں - مندروں کی معافیات
کیلئے جاگیریں دیں - برہمنوں کو اعزاز دیے بڑے بڑے عہدے - صیغہ مال
بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں کر دیا - یہ صفات و محاسن ہیں جنہوں نے محمد بن قاسم
کو شہرت عام اور بقائے دوام کا غیر فانی اور بیش بہا خلعت پہنا دیا -

کاش ہم آج بھی ان اعلیٰ اخلاق اور ستودہ صفات سے اپنے آپ کو
متصف کریں تو کچھ شک نہیں کہ ہماری پستی کی غاروں میں پڑی ہوئی قوم
پھر بام عروج پر چڑھے اور اپنی پہلی عظمت پھر حاصل کرے - لیکن [illegible]

کوئلہ کی کان

۵ کان گرجانے کا ایک دوسرا مہیب منظر

۶ کوئلہ کے میدان کی عام زمین کا منظر
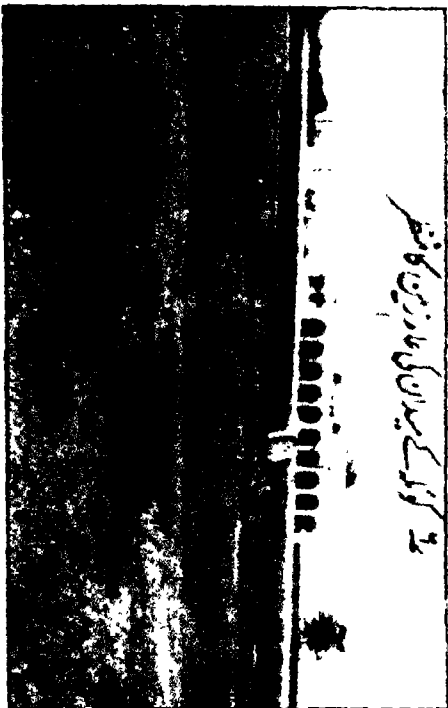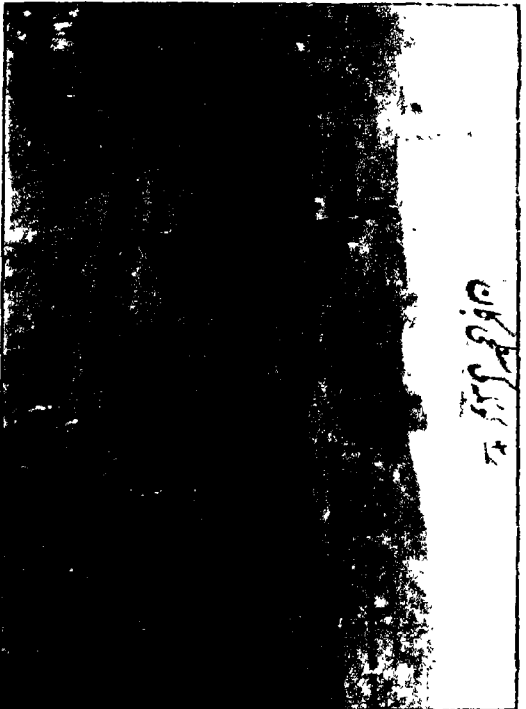
کان کی زمین دھنس جانے کا خوفناک نظارہ (جھریہ)

کوئلہ کی کان

۲ کوئلہ کی سطحی کان

دریائے دامودر جو بکارو کی کوئلہ کے میدانوں سے گذرتا ہے
کوئلہ کے میدانوں میں دریا کا ہونا عموماً ضروری ہے

تین منزلہ عمارت جو کان کے اوپر تھی، ورزمین دھنس جانے سے اندر دھنس گئی ہے
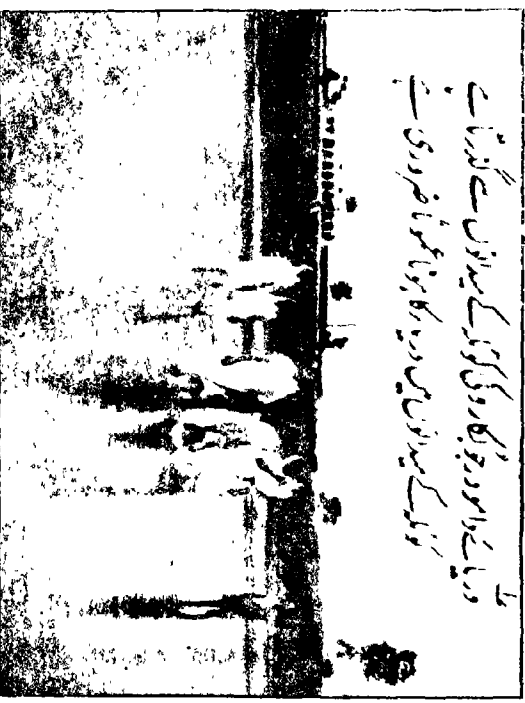
کوئلہ کی کان

کوئلہ کو آپ نے کبھی معمولی ہی نہ کیا ہوگا، مغربی ممالک کی قوت، تجارت، حیرت انگیز مشینوں اور موجودہ تہذیب کا اصل منبع یہی نہیں بلکہ انکی سب سے بڑی دولت ونعمت تصور کیا جاتا ہے۔ یورپین ممالک کی خوشحالی کا اندازہ ان کی جمادات کی فراوانی اور جمادات میں سب سے زیادہ کوئلہ کی افراط اور اس کے صحیح استعمال اور اس سے کامل فائدہ اٹھانے کی اہلیت سے کیا جاتا ہے۔ جان رابنسن ایک مشہور انگریز عالم معدنیات لکھتا ہے: "یہ مسلمہ ہے کہ برطانیہ کی خوشحالی کا ذریعہ اسکی معدنیات اور خصوصاً کوئلہ ہے۔ کوئلہ کی فراوانی اور لوہے کی افراط نے ہمیں اس قابل بنا دیا کہ ہم ایک عظیم الشان جنگی و تجارتی بحری بیڑا طیار کر سکے جس کے ذریعہ ہم ایک لامحدود بحری تجارت اور ایک پرجلال سلطنت کے مالک بن گئے۔"

اگر میں آپ کو ان لاتعداد چیزوں میں سے جو کوئلہ سے نکلتی اور بنتی ہیں چند کے بھی نام بتاؤں تو آپ کو اس درجہ حیرت ہوگی کہ شاید آپ میرے صحیح بیان کو پریوں کی کہانی سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گی، لیجئے سنئے! یہ سبز، سرخ، نیلے پیلے، کچے، پکے، خوشنما رنگ کالے کوئلہ ہی میں سے نکلتے ہیں۔ کوئلہ سے نکلا ہوا "بنزول" ہوائی جہازوں کو آسمان میں ہوا پر اڑائے پھرتا ہے۔ پٹرول کی طرح موٹر چلانے کے بھی کام آتا ہے۔ سر کے درد کو رفع کرنے کی مشہور دوا اسپرین اور بخار اتارنے کی دوائیں اور جلانے کے تیل بھی کوئلہ ہی سے نکلتے ہیں۔ فنائل اور زخموں کو دھونے اور جراثیم سے پاک، صاف کرنے والی دوائیں اور بدبو اور گندگی کو رفع کر دینے والے مرکب بھی کوئلہ ہی سے بنتے ہیں۔ کھیتوں کے لئے کیمیاوی کھاد (المونیم سلفیٹ) بھی کوئلہ ہی سے بنائی جاتی ہے۔ ہماری سڑکوں اور مکان کی چھتوں کو مضبوط ہموار بنانے کے لئے ڈامر کی شکل کی مختلف چیزیں کوئلہ ہی سے نکالی جاتی ہیں۔ مشینوں میں دینے کے بھاری و ہلکے تیل بھی کوئلہ سے نکالے جاتے ہیں۔ فولاد کی ساخت میں سب سے بڑا حصہ کوئلہ (کوک) کا ہی ہوتا ہے۔ بم کے گولے بنانے میں کوئلہ ہی کا ایک جز پکرک ایسڈ pieric Acid سب سے زیادہ کام میں آتا ہے۔ میں آپ کو کہاں تک بتاؤں، دودھ سے زیادہ سفید "نفتلین" (جس کی گولیاں گرم کپڑوں میں رکھتے ہیں) اور شہد سے زیادہ شیریں "سیکرین" جس کا ایک ماشہ دو سیر شکر کا کام دیتا ہے اور مصنوعی مشک، چنبیلی اور دار چینی کا تیل، نارنگی کا ست اور طرح طرح کے عطریات تک بھی کوئلہ ہی کے مختلف اجزاء سے تیار کئے جاتے ہیں۔ موجودہ تجارتی میدانوں میں کوئی ایسا میدان نہیں کہ جو کوئلہ کے اجزاء سے بنائی ہوئی اشیاء سے خالی ہو۔

چونکہ کوئلہ کے متعلق عام طور پر ہم ہندوستانیوں کو زیادہ واقفیت نہیں اسلئے میں نے اس موضوع پر آپ کی دلچسپی کے لئے یہ مضمون لکھنے کی جرأت کی ہے۔ میرے ایک عزیز نے اس مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ بھلا "عصمت" میں ایسے مضمون کی کیا ضرورت ہے جبکہ مردوں تک کو واقفیت نہیں تو عورتوں کیلئے ایسے مضامین یقینی بیکار ہیں۔ میرا ایسے لوگوں کے لئے صرف یہ جواب ہے کہ مردوں کی واقفیت سے ابتک کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوا اس ہی لئے تو اب ایسی باتیں عورتوں کو بتانا چاہتا ہوں تاکہ اگر انہیں ان باتوں کا کچھ خیال رہ جائے اور وہ قصہ و کہانی کی طرح اپنے بچوں سے انہیں کہیں تو وہ کمی جو ہم مردوں میں رہ گئی کہ ابتداء ہی سے پوری ہوتی جائے اور خدا کرے کہ ہماری آئندہ نسلیں عورتوں ہی کے ذریعہ سے سدھر کر دنیا کی عام باتوں سے لاعلمی کی خجالت سے بچ جائیں۔

کوئلہ کب اور کس طرح پیدا ہوا علم الارض (جیولاجی) کے ذریعہ ابتک یہ تحقیق ہوا ہے کہ ہماری زمین کی عمر پچاس کروڑ برس سے کم نہیں ہے۔ اس تمام عمر کے چار دور مانے گئے ہیں (۱) پہلا دور طفلی سمجھیے جبکہ نہ حیوانات تھے نہ نباتات وجمادات۔ اس دور میں زمین ایک آگ کا شعلہ مجسم تھی لیکن ایک عرصہ کے بعد اسکی سطح سرد ہونے لگی (۲) دوسرا دور لڑکپن کا سمجھیے جبکہ کچھ معمولی ابتدائی زندگی کے آثار شروع ہونے لگے تھے، اس دور میں بعض نباتات اور چند بہت ہی نیچی قسم کے جانور پیدا ہوئے لیکن پرندوں اور چرندوں کا اسوقت تک پتہ بھی نہ تھا (۳) تیسرا دور جوانی سمجھیے جبکہ نباتات کی کثرت تھی اور ساگ پات کی مانند سبزی بہتات سے تھی، بڑے بڑے درخت نہ تھے۔ اس دور میں سانپ کی قسم کے جانور اور حشرات الارض پیدا ہوئے اور اسی دور میں کوئلہ کے پیدا ہونے کی ابتداء مانی جاتی ہے (۴) چوتھا دور دنیا کی جوانی کا کہیئے جبکہ چرند پرند نباتات وجمادات سب پیدا ہو چکے تھے، اس دور کے آخر میں حضرت انسان عدم سے وجود میں آئے۔ گویا کوئلہ حضرت انسان سے بہت پہلے زمین میں پیدا ہو چکا تھا۔

یہ روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ زمین کی سطح ایک حالت میں قائم نہیں رہتی، یہاں نشیب تھا وہاں فراز اور جہاں فراز تھا وہاں نشیب ہوتا رہتا ہے۔ زمین کی سطح میں یہ تغیر اور تبدیل بارش، ہوا، موسم، ندیوں اور زلزلوں وغیرہ کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ اگر آپ غور سے کسی دریا کے کناروں کی حدود وغیرہ کو ایک دو سال بھی ملاحظہ فرمائیں تو یہ صاف ظاہر ہو جائیگا کہ وہ ہر برسات کے بعد کسقدر بدلتی رہتی ہیں، کہیں پانی مٹی کے ٹیلوں کو کاٹ پھینکتا ہے اور کہیں مٹی لاکر ٹیلے بنا دیتا ہے، کہیں چٹانوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور کہیں ان کو چھپا دیتا۔ زلزلہ جب آتا ہے تو وہ بھی حیرتناک تغیرات سطح زمین میں لا کر جاتا ہے مثلاً ۱۸۱۹ء میں دریائے سندھ کے میدانوں میں زلزلہ آیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ سو مربع میل سطح زمین سب کی سب تقریباً ۹ فٹ اونچی ہو گئی اور دوسری طرف دو ہزار مربع میل میدان اتنا نیچا ہو گیا کہ اس میں پانی بھر آیا اور وہ ایک جھیل اور دلدل میں تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح بعض شہر کے شہر اور ملک کے ملک زلزلوں کے ذریعہ زمین دوز یا سمندر کی نظر ہو گئے ہیں اور بعض سمندر کی زمین اسقدر اونچی ہو گئی ہے کہ پانی خشک ہو کر بڑے بڑے ملک بن گئے ہیں اب جبکہ زمین کی عمر کا تخمینہ پچاس کروڑ برس کیا جاتا ہے تو اس طویل عرصہ میں کئی بار خشکیاں سمندر اور سمندر خشک ہوتے رہے ہوں گے۔ یہ سمجھ لینے کے بعد کوئلہ کی ابتدا پر غور فرمائیے۔ دنیا کے دور سویم میں نباتات کثرت تھی وہ زمین پر گر کر دبی اور کھاد بن گئی اس کھاد سے اور نباتات پیدا ہوئی اور وہ بھی گر کر دب گئی گویا نباتات کی تہ پر تہ لگتی گئی اب زلزلے یا کسی اور سبب سے سطح زمین میں تغیر ہوا اور یہ نباتات زمین میں بہت نیچے دب گئی دوسری حالت میں یہی نباتات دریاؤں وغیرہ کے ذریعہ ریت میں ملکر بہتی ہوئی گئی تو کسی جھیل یا سمندر میں جمع ہوتی رہی اور آخرکار تہ بر تہ جمتے جمتے وہ زمین میں سینکڑوں اور ہزاروں گز نیچے دب گئی اور جب وہ جھیل یا سمندر کسی تغیر کی وجہ سے خشکی بن گیا تو یہ نباتات اس خشکی کے نیچے دبی ہوئی رہی، یہ پھر حرارت زمین سے اس طرح جلی کہ کوئلہ ہو گئی اور اس میں معدنیات اور پتھر کا جز ملنے اور دباؤ پڑنے سے پتھر کا کوئلہ بن کر رہ گئی۔ اس بیان سے ظاہر ہو جائیگا کہ لکڑی اور پتھر کے کوئلہ میں کوئی خاص پیدائشی فرق نہیں جس طرح لکڑی کے جلانے اور اسکو خاک ہونے سے بچا لینے سے لکڑی کا کوئلہ طیار ہوتا ہے اسی طرح نباتاتی مادہ کے زمین میں دب جانے اور وہاں زمین کی حرارت کے ذریعہ ایک حد تک جلنے سے پتھر کا کوئلہ بن جاتا ہے اور چونکہ یہ زمین میں دبا ہوتا ہے اسلئے اس میں دیگر معدنی اجزا و پتھر وغیرہ بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

کوئلہ کہاں کہاں اور کس مقدار میں پیدا ہوتا ہے؟ انگلستان، فرانس، جرمنی، امریکہ، ہندوستان، چین میں سب ممالک سے زیادہ کوئلہ پیدا ہوتا ہے لیکن قسم کے لحاظ سے سب سے اچھا اور سب سے زیادہ کوئلہ انگلستان میں ہوتا ہے گو جرمنی کوئلہ سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے انگلستان میں تقریباً چھ سو کروڑ من (۶ ارب من) اور ہندوستان میں ساڑھے باسٹھ کروڑ من کوئلہ سالانہ پیدا ہوتا ہے گویا ہندوستان میں انگلستان سے آٹھ گنا کم کوئلہ کی پیداوار ہے۔ ہندوستان میں بنگال (رانی گنج) بہار و اڑیسہ (جھریا و بکارو) اور آسام اور صوبہ متوسط میں کوئلہ کی کانیں ہیں، اس میں سے جھریا اور بکارو کی کانیں کل ہندوستان کی نوے فیصدی کوئلہ کی پیداوار کی ذمہ دار ہیں ممالک مغربی و مشرقی کا اگر مقابلہ کیا جائے تو یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مغربی ممالک کی دولت و ترقی کا دارومدار کوئلہ پر ہے اور مشرقی ممالک کا کاشتکاری پر۔

کوئلہ کے خزینوں کا کس طرح پتہ لگاتے ہیں۔ ماہرین علم طبقات الارض (جیولاجسٹ) اس کام کو انجام دیتے ہیں۔ یہ فطرت کا مقررہ قاعدہ ہے کہ زمین میں جہاں بھی کسی ایک قسم کی چٹانیں ہوتی ہیں تو انکی ترتیب ہزاروں گز کی گہرائی سے زمین کی سطح تک یکساں ہوتی ہے مثلاً جہاں بھی کوئلہ ہوا اسکے اوپر اور نیچے کی چٹانیں ہمیشہ ایک ہی قسم کی ہونگی اور اسکے مختلف طبقات کی ترکیب وہ ہوگی کہ جو نقشہ سے ظاہر ہے۔ یہ ترکیب کبھی بھی نہیں بدلتی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ چند یا سب طبقات اوپر کے نہ ہوں۔ تمام دنیا کے کوئلہ کے میدانات میں سے شاید چند ہی ایسے ہوں کہ جہاں کوئی نہ کوئی دریا نہ بہتا ہو۔ ہر دریا اپنے کنارہ میں تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے کہیں چٹانوں کو کاٹ کر انکے طبقات کو کھول دیتا ہے اور کہیں اونچی جگہ کی مٹی وغیرہ کو کاٹ کر خود چٹانوں کی ترتیب کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ایک "جیولاجسٹ" کوئلہ کی تلاش میں دریا کے کنارہ کنارہ چٹانوں کے طبقات کو دیکھتا ہوا میلوں چلا جاتا ہے اور جہاں بھی کہیں مندرجہ بالا طبقات میں سے ایک بھی طبقہ نظر آجائے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ اسکے نیچے ضرور کوئلہ ہوگا جہاں دریا نہ ہوں وہاں زمین میں سوراخ کر کے مختلف چٹانوں کے طبقات کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ اگر وہ چٹانیں جو کوئلہ کے خزینہ کے اوپر ہوتی ہیں ملجائیں تو گہرائی میں کوئلہ کا ہونا یقینی مان لیا جاتا ہے ہندوستان کے مشہور کوئلہ کے میدانوں (جھریا و بکارو) میں دریائے "دامودر" بہتا ہے۔ ہم اس دریا اور اسکے اطراف

(۱) ریت
(۲) بھربھرا پتھر
(۳) سخت کیچڑ
(۴) کیچڑ کا پتھر
(۵) سلیٹ
(۶) چونہ کا پتھر
(۷) کوئلہ
(۸) آتش فشاں
(۹) چٹانیں

کی ایک تصویر دے رہے ہیں اس کے کنارے کنارے اگر آپ میل بھی چلے جائیں تو آپ کو کوئلہ کی اوپر کے قریب قریب کے تمام طبقات جابجا نظر پڑ سکتے ہیں اور بعض جگہ صاف کوئلہ کا طبقہ ہی سامنے دکھائی دیگا۔

کوئلہ کی کانوں کی گہرائی ان مختلف طبقوں کی دریافت اور ان کی گہرائی معلوم کرنے سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کوئلہ کتنی گہرائی پر ملیگا۔ مثلاً بکارو میں ذرا سی مٹی ہٹانے کے بعد چونے کے پتھر کا طبقہ نکل آتا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بہت ہی کم کھودنے کے بعد کوئلہ نکل آئیگا اور ایسا ہی ہے۔ ہمارے بنگلہ کے چاروں طرف جیسا کہ دریا والی تصویر سے ظاہر ہوگا مندرجہ بالا طبقات میں سے کوئی طبقہ بھی نہیں سطح زمین ہی کوئلہ مل جاتا ہے۔ اس زمین پر چلنے ہی سے پاؤں کالے ہو جاتے ہیں سفید کرمچ کا جوتا پہننا مشکل ہے۔ اس کے برخلاف ولایت میں بڑی گہرائی میں کوئلہ ملتا ہے مثلاً دنیا کی سب سے زیادہ عمیق کوئلہ کی کان "دنکاسٹر" انگلستان میں ہے جس کی گہرائی ایک ہزار گز یعنی نصف میل سے کچھ زیادہ ہے، انسان بجلی کے جھولوں کے ذریعہ اسقدر نیچے اتر کر کام کرتے اور کوئلہ نکالتے ہیں۔ کوئلہ کی کان کی گہرائی کا اس مثال سے آپ کو خوب اندازہ ہو جائیگا کہ "کمبر لینڈ" میں ایک کوئلہ کی کان تین میل تک سمندر کے نیچے نیچے چلی گئی ہے گویا سمندر کے پیندے کے نیچے وہاں روزانہ لوگ کام کرتے اور کوئلہ نکالتے ہیں۔ ہمیں بچپن میں یہ بتایا جاتا تھا کہ سمندر کے نیچے زمین ہوتی ہی نہیں اور اب ہمارا ایک انگریز دوست یہاں بکارو میں موجود ہے جو وہاں سمندر کے نیچے کوئلہ کی کان میں مدت کام کر آیا ہے۔

کوئلہ کس طرح نکالتے ہیں کوئلہ تین طرح کی کانوں کے ذریعہ نکالا جاتا ہے (۱) **سطحی کان یا کوآری** Quarry جہاں کوئلہ سطح زمین سے زیادہ گہرائی پر نہ ہو وہاں اوپر کی مٹی ہٹاکر اور پتھروں کو توڑ پھوڑ کر پانچ سات سو گز زمین کو کھود لیتے ہیں تو کوئلہ نکل آتا ہے اس کوئلہ کو دو دو تین تین سو گز نیچے تک گہرا کھودتے چلے جاتے ہیں، ہم "سطحی کان" کی ایک تصویر دے رہے ہیں جس میں مٹی، پتھر اور کوئلہ کے طبقات اور کان کی گہرائی معہ مزدوروں اور اُن چھوٹی گاڑیوں کے جن کا ذکر آگے آئیگا صاف نظر آرہے ہیں۔ (۲) **ڈھلواں کان** Incline اس کی ترکیب یہ ہے کہ ایک جگہ سے دس پانچ گز مٹی ہٹاکر ایک راستہ کے مانند سرنگ سی بنا لیتے ہیں اور جب کوئلہ نکل آئے تو اُس کو ڈھال دیکر نیچے کی طرف کھودتے چلے جاتے ہیں یہانتک کہ کئی سو فیٹ کی گہرائی میں چلے جاتے ہیں۔ اس میں راستہ کے ذریعہ پیدل مزدور آجا سکتے ہیں (۳) **اصل کان یا پٹ** Pit اس کا طریقہ یہ ہے کہ مشینوں سے ایک کنویں کی مانند کھودتے گئے اور جبتک کوئلہ نہ ملے گہرا کرتے جاتے ہیں آپ فرمائیں گی کہ پانی نکل آتا ہوگا، بیشک پانی نکل آتا ہے لیکن اُس کو بجلی کے پمپ کے ذریعہ نکال دیتے ہیں اور پانی آنے کے راستہ بند کر دیتے ہیں، ایک سطح پر اگر پانی نکل آئے تو یہ ضروری نہیں کہ اُس سے گہرے جانے پر بھی اور پانی نکلے۔ یہ کنویں یا "پٹ" بہت ہی گہرے ہو جاتے ہیں ولایت میں آدھے میل سے زیادہ تک ہیں اور ہمارے یہاں بکارو کے قریب جارنڈیہہ میں بھی ایک ہزار فیٹ گہرا تو موجود ہے یعنی قطب صاحب کی لاٹ آپ نے دیکھی ہے تو اُس سے تین چار گنا زیادہ۔ جب پٹ کو کھودتے کھودتے کوئلہ کے طبقہ تک پہنچ جاتے ہیں تو وہاں چاروں طرف کوئلہ کھودنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح "پٹ" کے ہر طرف راستے بنتے چلے جاتے ہیں، ایسے ہی ان راستوں کا ذکر کر چکا ہوں کہ کمبر لینڈ میں سمندر کے نیچے تین میل تک چلے گئے ہیں۔ ہماری بکارو کی پٹ کا ایک راستہ پانچسو فیٹ کی گہرائی میں ہمارے بنگلہ کے نیچے سے نکلکر دریا کے نیچے تک چلا گیا ہے۔ دریا والی تصویر میں جو بنگلہ نظر آتا ہے گویا اُس کے نیچے کان موجود ہے۔ ہندوستان کی کانیں اسقدر فراخ ہوتی ہیں کہ آدمی مزے سے اندر بھاگ دوڑ سکتا ہے لیکن ولایت میں یہ اسقدر تنگ ہوتی ہیں کہ بعض جگہ بیٹھ کر اور کہیں کہیں لیٹ کر بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ ان راستوں میں بجلی کی روشنی ہوتی ہے اور ہزار ہا مزدور مرد و عورتیں کوئلہ کاٹنے، توڑنے اور گاڑیوں میں لادنے میں دن رات ان زمین دوز شہروں میں مشغول رہتے ہیں، ہر مزدور "لفٹ" (بجلی یا بھاپ سے چلنے والے جھولے) کے ذریعہ نیچے جاتے ہیں اور ان ہی جھولوں

کے ذریعہ کوئلہ اوپر آتا ہے پہلے زمانہ میں بعض مزدور کئی کئی دن تک اندر کام کیا کرتے تھے، وہیں کھاتے پیتے، سوتے اور پھر کام کرنے لگ جاتے تھے لیکن اب آٹھ گھنٹے سے زیادہ کوئی کان میں کام نہیں کر سکتا اسی طرح ۱۴ برس سے کم عمر کو بھی پٹ میں اترنے کی اجازت نہیں ہے اور اب ان بے پناہ کانوں میں عورتوں کو بھی کام کرنے کی قانوناً ممانعت ہو گئی ہے

کوئلہ کھودنے، جمع کرنے اور روانہ کرنے کے طریقے کوئلہ ہندوستان میں آہنی اوزاروں کے ذریعہ زیادہ تر ہاتھ سے کھودا جاتا ہو لیکن کوئلہ کھودنے اور کاٹنے کی مشینیں بھی موجود ہیں اب ہماری کانوں میں بھی استعمال کیجانے لگی ہیں کوئلہ کی چٹانوں میں سے پہلے بڑے بڑے ٹکڑے کھود کر کاٹ لئے جاتے ہیں پھر ان کو توڑ کر چھوٹے ٹکڑے بنا لیتے ہیں اور اسکے بعد چھوٹی گاڑیوں میں جن کو "ٹب" کہتے ہیں لاد دیا جاتا ہے، ایک ٹب بھر دینے پر مزدور کو ہندوستان میں چھ آنے سے آٹھ آنے تک ملتے ہیں۔ ہر کوئلہ کی کانوں کے میدان میں ایک کارخانہ ہوتا ہے جہاں اسٹیم (بھاپ) یا بجلی سے انجن چلتا رہتا ہے اس میں سے تار یا فولاد کا اسی چھوٹی ریل کی لائن کے ساتھ ساتھ کئی کئی میل ہر کوئلہ کی کان میں چلی جاتی ہے۔ اس لائن پر دس دس بارہ بارہ ٹب ریل گاڑیوں کی طرح علیحدہ علیحدہ کھڑے رہتے ہیں اور یہ لائن کان کے ہر ہر گوشہ میں پہنچی ہوتی ہو جب کوئلہ سے دس بارہ ٹب کی ایک ٹرین بھر گئی تو اسکو چھوڑ دیا جاتا ہے، وہ خود ہی کارخانہ پہنچ جاتی ہو اور جب کارخانہ میں خالی ہو گئی تو دوسرے راستہ سے پھر کان میں واپس چلی آتی ہے۔ جہاں کارخانہ اور کانوں کے درمیان زمین بہت ہی ناہموار ہو تو وہاں ٹیلیگراف کے تاروں کی طرح لوہے کے موٹے تار ایک ستون سے دوسرے ستون تک کھنچے رہتے ہیں اور ان کے ذریعہ یہ ٹب کان سے کارخانہ اور وہاں سے پھر کان تک ہوا میں معلق اڑن کھٹولوں کی طرح سے اڑتے پھرتے ہیں۔ کوئلہ کی کانوں میں ان اڑن کھٹولوں کا کم رواج ہے لیکن برما میں جہاں مٹی کے تیل کے کنویں ہیں میں نے یہ طریقہ بہت عام دیکھا ہے۔ جب ایک ٹب کارخانہ میں بھرا ہوا آتا ہے تو یہ سیدھا ایک مشین میں چلا جاتا ہو جو اسکو پکڑ کر اوندھا کر دیتی ہے اور کوئلہ گر جانے کے بعد خالی ٹب کو سیدھا کر کے چلتا کرتی ہے یہ کوئلہ ایسی مشین پر گرتا ہے کہ جو بہت بڑی لوہے کی حرکت کرتی ہوئی چادروں سے بنی ہوتی ہے، یہ مشین کوئلہ کے چھوٹے بڑے ٹکڑے اور چورے کو خود علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف راستوں سے آگے بڑھا دیتی ہے، ہر راستہ کے نیچے مال گاڑی کا ایک ایک ڈبہ لگا رہتا ہو، اب یہاں ایک مشین کوئلہ کو ڈبہ میں ڈالتی ہو اور اس تیزی سے کام کرتی ہے کہ بڑی لائن کا ایک ڈبہ پانچ منٹ کے اندر پورا کوئلہ سے بھر کر آگے روانہ ہو جاتا ہے اور جب ساٹھ ستر گاڑیاں اس طرح بھر جاتی ہیں تو ریل کا انجن اس ٹرین میں لگا کر جن مقامات میں ضرورت ہو کوئلہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔

کوئلہ کس کام آتا ہے کوئلہ جس جس کام آتا ہے اور اس سے جو جو نیا اور نکلتا ہے اسکی تفصیل اس مضمون میں ناممکن ہے لیکن ہم آپ کو اسکے چند ضروری کام اور بہت مشہور اشیاء جو اس سے بنتی ہیں بتائے دیتی ہیں (۱) سب سے پہلا کام تو اسکا اسٹیم (بھاپ) بنانا ہے، پانی کو اس سے ابالکر اسٹیم بناتے ہیں اور اسٹیم سے ریل کے انجن، کارخانوں کی مشینیں مثلاً کپڑوں کے کارخانہ وغیرہ چلتے ہیں۔ اسٹیم سے بجلی بنانیکی مشین بھی چلتی ہو جس سے بجلی بنکر ہمارے گھروں کو روشن اور دیگر ہزاروں کام کرتی ہو (۲) کوئلہ سے گیس بناتے ہیں جو بجلی کی طرح شہروں کو روشن کرنے اور کھانا پکانے اور دیگر کاموں میں لیا جاتا ہے (۳) کوئلہ کو بڑی بڑی بھٹیوں میں ایک خاص مقدار ہوا کیساتھ گلایا جاتا ہے۔ اس میں سے جو سیال حصہ نکلتا ہو وہ کولتار کہلاتا ہو اور اس سے ہزارہا مختلف چیزیں بنتی ہیں اور گیس وغیرہ (امونیا وغیرہ) نکلتے ہیں اسکو علیحدہ جمع کر لیا جاتا ہے اور اس سے بھی عجیب عجیب چیزیں نکالی جاتی ہیں اور جو کچھ باقی بچ جاتا ہے وہ بھی بہت کام آتا ہو۔ یورپین ممالک اور خصوصاً جرمنی اپنی تجارت کی پچھتر فیصدی اشیاء کوئلہ ہی کے اجزا سے طیار کرتے ہیں مگر ہم کوئلہ سے جتنی چیزیں یورپ بناتا ہو بنانا سیکھ جائیں اور بنانے بھی لگیں تو ہمیں دوسرے ممالک سے کسی چیز کو درآمد کی ضرورت نہ رہے۔ ہم ان چند تجارتی اشیاء کا جو کوئلہ سے بنتی ہیں ایک نقشہ دئے دیتے ہیں۔

کوئلہ کی کان کے خطرات آپ ضرور سوچیں گی کہ کوئلہ جلنے والی چیز ہے اسلئے کبھی نہ کبھی کانوں میں آگ لگ جاتی ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئلہ کی کانوں میں گیس پیدا ہوتی رہتی ہیں جو عام صحت کے لئے بھی مضر ہیں اور اگر ان کے قریب آگ پہنچ جائے تو جلکر بھک سے اُڑ جاتے ہیں اس سے ایک ہولناک دھما کا ہوتا ہے اور کوئلہ کے ذرات جو کان کی ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں سلگ کر جلنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح تمام کان میں آگ لگ جاتی ہے جو کبھی کبھی برسوں لگی رہتی ہے لیکن عموماً سائنٹفک طریقہ سے بجھا دی جاتی ہے۔ جو لوگ اندر کام کرتے ہوتے ہیں ان میں سے چند ہی بھاگ نکلتے ہیں باقی جلکر مر جاتے ہیں۔ اس خطرہ سے بچنے کے لئے کان میں جانے سے پیشتر ہر شخص کی تلاشی لے لیجاتی ہے کہ کہیں دیا سلائی وغیرہ پاس نہ ہو اور جو مزدوروں کو لالٹینیں دی جاتی ہیں وہ خاص قسم کی بنی ہوتی ہیں کہ جن کا شعلہ باہر آکر گیسوں کو جلا نہیں سکتا یہ لالٹین باہر سے ایک ذمہ دار شخص جلاکر مزدوروں کو دیدیتا ہے مزدور خود ان لالٹینوں کو کھول ہی نہیں سکتے۔ (۲) یہ بھی آپ کو خیال ہوگا کہ جب زمین کو نیچے ہی نیچے کوسوں کھودتے چلے جاتے ہیں تو اوپر کی زمین کبھی بیٹھ تو نہیں جاتی، اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔ ایک سال کا عرصہ ہوا کہ ہمارے قریب کی ایک ہزار فیٹ گہری کان میں آگ لگ گئی تھی تو مجھے چار بجے صبح موقعہ پر جانا پڑا، عجیب ہیبتناک منظر تھا اور ایسی خطرناک جگہ پر سے گذرنا پڑا کہ جس کے ہر دم اُڑ جانے کا خوف تھا، اس کے بعد ہی تھوڑے دنوں میں ایک کان کے اوپر کی زمین مع عمارات و باغ وغیرہ بیٹھ گئی اور تمام اوپر کی

چیزیں زمین دھنس گئیں میں موقع پر پہونچا اور چند فوٹو میں نے اس جگہ کے لئے وہ اسلئے قیمتی ہیں کہ رات کو زمین بیٹھی اور صبح جبکہ ابھی اندر زمین دھنس جانے کا خطرہ باقی تھا میں نے یہ فوٹو عین اس مقام پر پہنچکر کھینچے اور وہ بھی خاص "عصمت" کے لئے۔ ایسے حادثات غلط طریقہ سے کان کھودنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہاں ایک عبرتناک واقعہ سنا دینے کو جی چاہتا ہے۔ جھریا کی گرنے والی کان کے متعلق پیشتر ہی سے خبر تھا۔ ایک روز دس بجے رات کو کان میں کام کرنے والے خطرے کے نشانات پاکر تیزی سے باہر نکل آئے، ان کی شور و پکار سے اوپر کے رہنے والے لوگ اپنے مکانات چھوڑ چھوڑ کر سرپر رکھ کر بھاگ گئے لیکن ایک موزے و بنیان کی فیکٹری کا مالک (ہندوستانی) جو فن صنعت و حرفت میں کامل مانا جاتا تھا اپنے سہ منزلہ مکان کی تیسری منزل پر بیٹھا یہ تماشہ دیکھتا رہا، نوکروں نے جب خطرہ کی اطلاع دی تو وہ ہنس کر بولا کہ میں نے پہلے ہی انجینیروں سے دریافت کر لیا ہے کوئی خطرہ نہیں ہے تم ڈرتے ہو تو گھر میں سے بھی عورتوں وغیرہ کو لے جاؤ اور بھاگ جاؤ۔ بہار و اڑیسہ کے گورنر صاحب دھن باد آئے ہوئے تھے اور ناچ (ڈانس) ہو رہا تھا کہ رات کو ایک بجے سے کچھ پیشتر ایک قیامت خیز آواز کے ساتھ ہی عمارتوں کے گرنے کی آوازوں سے تمام جھریا گونج گیا اور اس شخص کی سہ منزلہ کوٹھی بھی اتنی زمین میں دھنس گئی کہ اس کی چھت سطح زمین سے کہیں نیچے نظر آتی ہے جیسا کہ آپ تصویر میں ملاحظہ فرمائیں گی۔ صبح اس شخص کی لاش کا بھی نہ پتہ لگ سکا۔ خدا کے کام عجیب ہیں جس کو بچانا چاہتا ہے بچاتا ہے اور جس کو مارنا چاہتا ہے مارتا ہے!

(۳) ان بڑے خطرات کے علاوہ معمولی حادثات تو روزانہ ہی ہوتے رہتے کسی کے سر یا کمر پر پانچ سات من کوئلے کی سل آپڑی، کوئی بیس پچیس فیٹ کی اونچائی سے کوئلہ کاٹتے کاٹتے نیچے آرہا تو کوئی "لفٹ" کے ہٹجانے سے ہزار پانسو فٹ نیچے "پٹ" میں گر کر چورا ہوگیا تو کوئی کسی چٹان کے پھٹ جانے سے ریزہ ریزہ ہوگیا۔ غرض اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ ہزار ٹن کوئلہ نکلنے پر ایک جان ضائع ہونے کا اوسط ہے۔

کوئلہ کی تجارت میں ہندوستانی عورت کا حصہ۔ ہندوستان کی کوئلہ کی کانیں ایک لاکھ پینسٹھ ہزار ہندوستانیوں کی روزی و مزدوری کا ذریعہ ہیں، ان میں بیالیس ہزار عورتیں ہیں اور باقی مرد، ان عورتوں میں سے بائیس ہزار گہری گہری کانوں میں دن و رات کام کرکے اپنے خاوندوں اور باپ بھائیوں کے دوش بدوش محنت و مزدوری کرتی اور پھر اپنی سادہ خانہ داری کو بھی سنبھالتی ہیں، یہ عورتیں اپنے رفیق حیات کی سچی رفیق و ساتھی ہیں۔ گھر سے باہر اس کے ساتھ محنت و مشقت میں بڑا حصہ لیتی ہیں اور گھر کے اندر اسی کو عیش و آرام بہم پہنچاتی ہیں اور اس کی اولاد کی مائیں بھی بنتی ہیں۔ گو یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ صرف جھریا کی کانوں کے ۵۵ ہزار مزدور مرد و عورت دس لاکھ روپے سالانہ کی شراب اور دوسری نشئی چیزیں پی جاتے ہیں ان کی زندگی ایسی ہے کہ جو مشاہدہ ہی نہیں ایک دقیق نظری چاہتی ہے، میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے ان مزدور عورتوں کی اصلی زندگی سے بہت کچھ واقف ہوگیا ہوں اور انشاء اللہ آپ کی دلچسپی کے لئے بشرطِ موقع و وقت ایک باتصویر مضمون "مزدور عورت" لکھنے کی کوشش کروں گا جو آپ کو یہ بتا سکیگا کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ ہر ملک کی "مزدور عورت" کی گذشتہ تمدنی تاریخی حالت اور موجودہ کیفیتِ زندگی کیا ہے؟

کیپٹن نصیر الدین احمد

جاپانی ملاقات کے طریقے

جاپانی نہایت خلیق اور ملنسار ہوتے ہیں۔ اور تکلفات کے پابند۔ جس طرح اور رسم و رواج اس ملک کے ہندوستانیوں سے مختلف ہیں اسی طرح میل ملاقات مہمان نوازی اور میزبانی کے طریقے بھی الگ ہیں جب کوئی مرد یا عورت کسی سے ملنے کے لئے اس کے گھر جاتا ہے۔ تو یہاں کے دستور کے بموجب ضرور کچھ تحفہ لے کر جاتا ہے۔ یہ تحفہ یا تو پھول ہوتے ہیں یا پھل مٹھائی وغیرہ ہوتی ہے۔

جب گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص ملنے کے لئے آتا ہے اُس کے استقبال کے لئے صاحب خانہ یا کوئی نوکر آکر دروازہ کھولتا ہے۔ آنے والا سلام کرتا ہے اور ساتھ ہی گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر اپنا سر خوب جھکاتا ہے اور گھر والا بھی ایسا ہی کرتا ہے۔ یہ فرشی سلام کم از کم تین بار ہوتا ہے۔ اور بعض وقت اس سے بھی زیادہ اس کے بعد آنے والے کو بیٹھنے کے کمرہ میں لیجاتے ہیں اور آنے والا اپنے آنے کی معذرت چاہتا ہے۔ مگر گھر والا یا گھر والی اُس کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ بعد ازاں گذشتہ عنایات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور اس موقع پر پھر مہمان و میزبان کھڑے ہو کر فرشی سلام کرتے ہیں کھڑے ہونے کی ضرورت صرف اُن گھروں میں پیش آتی ہے۔ جہاں کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ مگر ٹھیٹھ جاپانی گھروں میں جہاں نشست زمین ہی پر ہوتی ہے بیٹھے بیٹھے ہی ایک دوسرے کے لئے سر جھکا لیتے ہیں۔ اس کے بعد جاپانی چائے پیش کیجاتی ہے۔ مگر گھر والی خود اس فرض میزبانی کو نہایت خوبصورتی اور سلیقہ کے ساتھ بجالاتی ہے۔ کیونکہ بچپن سے اس کو خاص طور سے چائے پیش کرنے کے مراسم سکھائے جاتے ہیں۔ ہر شریف لڑکی کے لئے شادی سے قبل چائے پیش کرنا، پھولوں کو ترتیب دینا، ستار بجانا، کپڑے سینا، کھانا پکانا ان فنون میں مہارت پیدا کرنا لازمی ہے۔

جب دو چار عورتیں مل کر بیٹھتی ہیں تو اُن میں کس قسم کی گفتگو ہوتی ہے؟ اس لحاظ سے شاید تمام مشرقی ممالک کی حالت یکساں ہے۔ وہی ہندوستان کی سی کیفیت یہاں بھی ہے اکثر معاملات خانہ داری۔ یا رشتہ داروں اور دوستوں کے حالات پر گفتگو ہوتی ہے جو بعض اوقات غیبت اور عیب جوئی تک پہنچتی ہے۔ زیور پہننے کا رواج نہیں البتہ زیور کی قسم سے انگوٹھیاں پہنی جاتی ہیں۔ سر میں لگانے کے پن اور ایک قسم کا بھوتا ہوتا ہے کمر کی پیٹی پر آگے کی طرف لگاتے ہیں۔

چونکہ پردہ کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے کبھی کبھی کسی سیر کے حالات بھی بیان ہوتے ہیں۔ ہم عمروں میں ہنسی مذاق

چھیڑ چھاڑ کی باتیں بھی ہوتی ہیں

جاپان میں جبری تعلیم ہونے کی وجہ سے کوئی عورت بالکل جاہل نہیں رہتی اور شرفا میں اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین بھی بکثرت ہیں۔ مگر میں نے کبھی ان کو کسی یا معاشرتی معاملات پر بحث کرتے نہیں سنا۔ مذہب کا ذکر بالکل نہیں ہوتا۔ جب تک مہمان رہتا ہے میزبان کا فرض ہے کہ کچھ نہ کچھ کھانے پینے کے لئے پیش کرتا ہے اکثر چاول کی شراب بھی پیتے پلاتے ہیں۔

رخصت ہونے کے وقت مہمان پھر معذرت چاہتا ہے۔ اور بہت سے رسمی جملے مہمان و میزبان ادا کرتے ہیں۔

میزبان مہمان کو دروازہ تک پہنچاتا ہے اور مہمان کے سامنے پھر سجدہ کرتا ہے۔ اور مہمان بھی بہت جھک کر سلام کرتا ہے۔ اور رخصت ہوتا ہے۔

راستہ میں بھی جب مرد عورتیں ملتی ہیں تو اسی طرح فرشی سلام کئی کئی بار ہوتے ہیں۔ بعض مہمان اسقدر دیر تک بیٹھتا ہے کہ میزبان اکتا جاتا ہے۔ اس حالت میں دو ٹوٹکے کئے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا خیال ہے کہ ان ٹوٹکوں کا اثر فی الفور ہوتا ہے اور مہمان فوراً رخصت چاہتا ہے۔

اول ڈیوڑھی میں جھاڑو الٹی کھڑی کر دیتے ہیں اگر یہ تدابیر کارگر نہیں ہوتی تو پھر مہمان کی کھڑاؤں کو جو ڈیوڑھی ہی میں چھوڑ جاتا ہے۔ الٹ کر اس پر جھاڑو کی ایک سینک جلا دیتے ہیں۔ فوراً مہمان کے تلووں میں کھجلی اٹھتی ہے اور وہ روانہ ہو جاتا ہے۔
اگرچہ یہ تدابیر ٹوٹکے سمجھ کر کی جاتی ہیں اور مہمان سے چھپا کر ایسا کرتے ہیں لیکن جاپانیوں کی یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ جب کسی کے یہاں سے رخصت ہونے لگتے ہیں تو کھڑاؤں کو الٹ کر ضرور دیکھ لیتے ہیں۔ یہ عادت غالباً اسی وجہ سے پڑ جاتی ہے کہ ہر شخص کو یہ خوف رہتا ہوگا کہ مبادا اس پر یہ ٹوٹکا نہ کیا گیا ہو۔

ایک اور رسم تحائف کے متعلق نہایت عجیب یہ ہے کہ جب مٹھائی پھل وغیرہ تحفہ لاتے ہیں۔ یا نوکر کے ہاتھ بھیجتے ہیں۔ تو جس رکابی میں وہ تحفہ ہوتا ہے۔ اس کو خالی واپس دینا معیوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس پر ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا یا ایک دیا سلائی کی ڈبیہ رکھ دیتے ہیں۔

مسز فضلی۔ (جاپان)

چند دن بیت المقدس میں

از مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب بی اے حیدرآباد دکن

حرم شریف

۸ مئی کو صبح کے وقت ہمارے ترجمان صاحب وقت مقررہ پر آ گئے۔ سب سے پہلا حرم شریف میں حاضر ہوئے۔ یہ ایک وسیع احاطہ ہے جس میں متعدد متبرک آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے اہم دو عمارتیں ہیں قبۃ الصخرا اور مسجد اقصیٰ۔ عام طور پر داخلہ جس دروازہ سے ہوتا ہے اس کو باب القطانین کہتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ بعض ناواقف لوگ قبۃ الصخرا کو مسجد عمرؓ سے موسوم کرتے ہیں۔ دراصل یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اس گنبد کو کس نے بنایا۔ زمانۂ قدیم میں اس جگہ یہودیوں کی بہت بڑی عبادت گاہ تھی جس کی ابتدا حضرت داؤد کے زمانہ میں ہوئی لیکن حضرت سلیمان نے اسکو مکمل کیا۔ اس عمارت کا اب نام ونشان باقی نہیں ہے لیکن اس مقام پر مسلمانوں نے یہ گنبد تعمیر کیا۔ یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جو عبادت گاہ حضرت سلیمان نے اس جگہ بنائی تھی اس کا احترام مسلمان بھی کرتے تھے۔ چنانچہ شروع زمانہ میں کچھ عرصہ تک پیغمبر اعظم بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کیا کرو (ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ رکوع (۱۴۲)۔

قبۃ الصخرا

عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان عبد الملک بن مروان نے اس گنبد کو تعمیر کیا تھا۔ اور اسی پر غلبہ آرا ہے۔ لیکن گنبد کے اندر ایک کتبہ بخط کوفی یہ خبر دیتا ہے کہ ۷۲ھ ہجری مطابق ۶۹۱ء میں گنبد کی تعمیر ہوئی گر مشکل تو یہ ہے اس کتبے میں بانی کا نام عبد اللہ الامام المامون دیا ہوا ہے جن کا زمانہ حکومت ۸۱۳ء میں شروع ہوا از روئے تاریخ کے اس اختلاف کی وجہ سے کتبے کی صحت پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ ماسوا اس کے کتبے کے پتھر کا رنگ بھی عمارت کے دوسرے پتھروں کے رنگ سے مطابق نہیں ہوتا پس ہر طرح قیاس سلطان عبد الملک کے حق میں قایم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس گنبد کی تعمیر کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خاندان بنی امیہ کا داخلہ کعبہ شریف میں ممنوع ہو گیا تھا۔ سلطان عبد الملک کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے حدود ارضی میں ایک عبادت گاہ اس رتبہ کی قایم کریں کہ مرجع خلایق عام ہو جائے۔ دروازہ کی بالائی چوکھٹ پر جو کتبہ ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہارون الرشید کے زمانہ میں گنبد کی مرمت ہوئی تھی قبۃ الصخرا کی پوری عمارت ایک وسیع چبوترہ پر ہے۔ جو سطح زمین سے ۱۰ یا ۱۲ فٹ بلند ہے۔ چبوترے کے کنارے۔ سیڑھیوں کی ختم پر خوبصورت اور عالی شان کمانیں بنی ہوئی ہیں جنکو عربی میں موازین کہتے ہیں اور عقیدہ یہ ہے کہ قیامت کے دن میزان عدل انہی کمانوں میں لٹکائی جائے گی۔ گنبد ہشت پہل

ہے۔ جسکا ہر پہلو (۶۶) فٹ بلند ہے دیوار کے نیچے حصہ میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ لیکن کھڑکیوں سے اوپر رنگین چینی کی اینٹیں خوش اسلوبی کے ساتھ پیوستہ کی گئی ہیں۔ گنبد کے چاروں طرف دیواروں پر قرآن شریف کی آیات خط طغرا میں بہت خوبی کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں اس عمارت میں چار دروازے اور متعدد کھڑکیاں ہیں۔ شمالی دروازہ کو باب الجنت مغربی کو باب الغرب جنوبی کو باب القبلہ اور مشرقی کو باب داؤد یا باب سلسلہ کہتے ہیں ہمارا ترجمان عیسائی ہونے کی وجہ سے گنبد کے اندر نہ جاسکا ایک عرب شیخ قدیم وضع کے لباس میں ہمارے ساتھ ہو گئے انہوں نے اندر سے چاروں سب کچھ دکھایا گنبد وسیع اور آراستہ ہے۔ قطر اس کا (۶۰) گز کے قریب ہے۔ قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ دیواروں پر اعلیٰ درجہ کی پچی کاری ہے۔ اور قرآن شریف کی آیات بخط کوفی سنہری حروف میں لکھی ہوئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ آرائش بہت دل آویز ہے ستونوں کی دو قطاروں نے گنبد کو تین درجوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ سنا ہے کہ اس عمارت کی آرائش میں سلطان صلاح الدین نے بھی بہت کچھ حصہ لیا ہے گنبد کے بیچ میں مقدس چٹان ہے۔ جس کے اطراف ایک رنگین چوبی دیوار ہے۔ چٹان کا طول (۵۶) فٹ اور عرض (۴۴) فٹ ہے۔ بلندی (۶½) فٹ ہوگی یہ چٹان اندر سے کھوکھلی ہے۔ روایت ہے کہ اس مقام سے آنحضرت صلعم کو معراج حاصل ہوئی اور اس جگہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسحٰق کو قربانی میں دینا چاہا مگر عیسائی لوگ اس مقام کی نشان دہی اپنے گرجا میں کرتے ہیں مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت اسماعیل مکہ معظمہ کے قریب مقام مینا پر قربانی میں دیے گئے چٹان کے اندر پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت داؤد علیہ السلام۔ حضرت سلیمانؑ و حضرت ابراہیمؑ عبادت کیا کرتے تھے گنبد کے ایک جانب کچھ تبرکات محفوظ ہیں مثلاً موئے مبارک وغیرہ۔

باب السلسلہ کے سامنے ایک مختصر لیکن خوبصورت گنبد ہے۔ جسکو قبۃ السلسلہ کہتے ہیں سنا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہاں ایک زنجیر لٹکی رہتی تھی۔ جس کی تاثیر یہ تھی کہ اگر کوئی جھوٹا گواہ اسکو پکڑتا تو ایک کڑی ٹوٹ کر گر جاتی۔ قبۃ الصخرا کے متصل شمال و مغرب میں قبۃ المعراج ہے۔ خانہ کعبہ سے بیت المقدس پیغمبر اسلام صلعم ایک رات میں پہونچے اس سفر کی یادگار میں یہ گنبد تعمیر ہوا۔ قرآن شریف میں بھی اس سفر کا حوالہ موجود ہے (سورۃ بنی اسرائیل رکوع پہلا آیت پہلی)

قریب میں اور بھی چند چھوٹے چھوٹے گنبد اور ہیں مگر سب کے حالات لکھنا خالی از طوالت نہیں البتہ جنوب میں ایک خوبصورت حوض لائق تذکرہ ہے۔ اسکو ملک الاشرف ابو نصر قائتبائی نے بنوایا تھا۔ چنانچہ اس حوض کو سبیل قائتبائی کہتے ہیں جنوب مشرق میں ایک منبر ہے۔ جسکو قاضی برہان الدین نے بنوایا تھا۔ اس کے خوبصورت ستون اور کمانیں عربی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔

مسجد اقصےٰ۔ یہاں سے فارغ ہو کر مسجد اقصیٰ میں گئے جو بالکل مقابل میں ہے اسکو اقصےٰ کہتے ہیں کہ

[illegible] کہ معظمہ سے بعید ترین مسجد یہی تھی۔ عمارت وسیع اور شاندار ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ ایک قدیم عبادت گاہ
یہودیوں کی تھی جس کا سنگ بنیاد قیام کعبہ سے صرف چالیس سال بعد رکھا گیا تھا۔ اسکو مسلمانوں نے مسجد کر لیا۔ سلطان
عبدالملک نے مسجد کے دروازوں پر سونے چاندی کے پتر چڑھوائے جنکا جواب نہیں ہے۔ سلطان ابو جعفر
المنصور کے زمانہ میں زلزلہ سے پہلی دفعہ جب اس مسجد کو نقصان پہونچا تو اس کی مرمت کے واسطے وہ قیمتی دھات
جو آرایش کی غرض سے اس میں لگے ہوئے تھے سکہ کی شکل میں تبدیل کر لیے گئے۔ دوسرے زلزلہ نے پھر کچھ حصہ
منہدم کر دیا جس کی مرمت سلطان المہدی نے کسی قدر تغیر کے ساتھ کر دی۔ مگر امتداد زمانہ اور زلزلہ کے جھٹکوں نے
عمارت کی بنیادوں کو کمزور کر دیا۔ اندر کے چوبی کھمبے اور شہتیر بھی بوسیدہ ہو گئے تھے سنہ ۱۹۲۲ء میں ایک مجلس انتظامی
قایم ہوئی۔ اسلامی طریقہ تعمیر کے ماہر فن جمع ہوئے اور تصفیہ یہ ہوا کہ اصل عمارت کو قایم رکھکر اس کی بنیادوں کو
مضبوط کر دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور بھی کام مسجد کے اندرونی حصہ میں تکمیل طلب تھے اس مجلس نے ممالک اسلام میں
چندہ کے لئے وفد روانہ کئے۔ بہت کچھ کامیابی ہوئی خود ہمارے آقائے ولی نعمت اعلیحضرت حضور نظام نے گراں بہا
چندہ عنایت فرمایا۔ مرمت کا کام ابھی تک جاری ہے۔ مسجد کے اندرونی آرایش نے ہمکو محو حیرت کر دیا۔ پہلو کے
حصوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو اصل مسجد (۸۸) گز لمبی اور (۶۰) گز چوڑی ہے۔ گنبد کی سنہری زمین پر نفیس پچی کاری
نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے۔ یہ کام سلطان صلاح الدین کے زمانہ کا ہے۔ اسی وقت کی بنی ہوئی ایک محراب
جانب جنوب سنگ مرمر کے خوبصورت ستونوں پر قایم ہے۔ خط کوفی میں قرآن شریف کی آیات اور رنگین بیل
بوٹوں کی حسین عمارت کی شان کو دوبالا کرتی ہیں۔ مسجد کے شمالی حصہ میں دروازہ کے قریب حضرت موسیٰ کے بھتیجوں کی
قبریں ہیں۔ جنوب میں محراب کے قریب نہایت خوبصورت چوبی منبر ہے۔ جس پر ہاتھی دانت اور سیپی کا کام عرب
دستکاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے یہ منبر سلطان نورالدین نے بنوایا تھا۔ جنوب مغربی گوشہ میں ایک حصہ عمارت کو
مسجد عمر کہتے ہیں۔ حرم شریف کی مشرقی دیوار پر سے وادی النار اور جبل الزیتون کا منظر دیکھنے کے لایق ہے کہتے
ہیں کہ قیامت کے روز اس مقام پر عدل کیا جائے گا پیغمبر اسلام جبل الزیتون پر اور حضرت عیسیٰ حرم الشریف
کی دیوار پر بیٹھیں گے۔ درمیان میں ایک باریک تار باندھا جائے گا جو گنہگار ہیں وہ وادی النار میں گر جائیں گے اور جو اچھے
ہیں وہ اس تار پر سے تیزی سے گزر جائیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بیت الحرم کی دونوں عمارتیں اچھی حالت میں رکھی گئی ہیں۔ دیکھکر دل خوش ہوتا ہے عیسائیوں کے مقامات
کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ احاطہ کے ایک گوشے میں مجلس انتظامیہ کا دفتر ہے بیت الحرم کی پوری نگرانی اس مجلس سے متعلق
ہے۔ یہاں کچھ دیر ہم بیٹھے۔ قہوہ سے ہماری تواضع کی گئی۔

حمام الشفا۔ حرم شریف کی زیارت سے فارغ ہو کر اس کے شمالی مشرقی دروازے۔ باب الناظر سے

ہم باہر نکلے کچھ دور ہو جانے کے بعد ایک بازار میں پہونچے جسکو ہم سوق القطانین کہتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد
چشمہ گنبد کے اندر ہے۔ جسکو حمام الشفاء کہتے ہیں اعتقاد ہے کہ اس چشمہ کا پانی اکثر امراض کے واسطے مفید
ہے۔ داخلہ کے دروازے کے قریب دیواروں پر دنیا کی ہر زبان میں اس چشمہ کے متعلق ایک روایت لکھ کر تختے
میں آویزاں کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اردو، انگلش اور مرہٹی وغیرہ میں بھی کیفیت لکھی ہوئی ہے خلاصہ اس روایت کا یہ ہے
کہ قدیم زمانہ میں اس چشمہ کے اطراف سیکڑوں بیمار اور معذور لوگ پڑے رہا کرتے تھے۔ ایک مقررہ وقت پر
آسمان سے فرشتہ اتر کر پانی کو ہلا دیا کرتا تھا۔ اس عمل کے بعد ہی سب سے پہلے جو آدمی اس چشمہ میں نہاتا
اس کی شکایت دور ہو جاتی۔ ایک دن حضرت عیسیٰؑ کا گذر اس جانب ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک لنگڑا آدمی
یہاں پڑا ہوا ہے جو اڑتیس ۳۸ سال سے اس شکایت میں مبتلا ہے اس سے حضرت نے دریافت کیا کہ تو
چشمہ میں کیوں نہیں نہاتا۔ اس نے جواب دیا کہ مجبور ہوں کہ ہر شخص اپنی فکر میں رہتا ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو
ٹھیک وقت پر مجھ کو چشمہ تک پہونچا سکے حضرت کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ فرمایا کہ اپنا بستر اٹھالے اور اپنے پاؤں سے
چلتا ہوا جا لنگڑا جو اٹھا تو پاؤں بالکل اچھے تھے۔ خوش خوش چلا گیا۔

جبل الزیتون

شام کو تین بجے کے قریب ہماری موٹر شہر کے باہر ایک پہاڑی پر گئی جس کو جبل الزیتون
کہتے ہیں۔ سطح سمندر سے یہ پہاڑی تقریباً ڈھائی ہزار فیٹ بلند ہے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی
کے آخری زمانہ سے متعلق اکثر روایات اس پہاڑی سے منسوب کی جاتی ہیں بیت المقدس کا منظر اس
پہاڑی سے قابل دید ہے پہاڑی کے ڈھلاؤ پر انجیر اور خوبانی کے درخت جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ جبل الطور کے
نیچے دامن کوہ میں بی بی مریم کا مزار ہے۔ قریب ہی میں ایک باغ ہے۔ جس میں زیتون کے آٹھ درخت دیکھنے
کے لائق ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے چلے آتے ہیں۔ ان درختوں سے جو روغن نکالا جاتا
ہے وہ تبرکاً گراں قیمت پر فروخت ہوتا ہے اور ان کے پھلوں کی گٹھلیوں سے تسبیح کے دانے بنائے جاتے ہیں
اسی نواح میں حضرت داؤدؑ کا مزار ہے۔ گنبد معمولی ہے۔ جس میں کوئی خاص بات نہیں۔ سر مغرب شہر کی طرف
واپس ہوگئے۔

عیسائیوں کا مشہور گرجا

شہر کے اندر عیسائیوں کا ایک بڑا مشہور گرجا ہے جس کو انگریزی میں Church of the Holy Sepulchre کہتے ہیں
عربی میں اس کا نام کنیسۃ القیامۃ ہے اگرچہ ابتداء اس کی زمانہ قدیم میں ہوئی تھی مگر کئی دفعہ یہ منہدم ہوا اور بنتا
رہا۔ قدیم عمارت کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ یہ عبادت گاہ بہت بڑی ہے اور اس کے اندر متعدد مقامات
دکھائے جاتے ہیں۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے [illegible] موم بتیاں [illegible] لیکر جانا پڑتا ہے ایک عجیب بات

بیت المقدس کے دروازے کی کنجی ایک مسلمان دربان کے پاس رہتی ہے یہ رسم قدیم سے چلی آتی ہے۔ مسلم دربان دروازہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ گرجا کی نگرانی کے متعلق عیسائیوں کے متعدد فرقے آپس میں اختلاف رکھتے ہیں رفع فساد کی خاطر دربان مسلمان رکھا گیا۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ اسی مقام پر حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی اور جو تک یہاں دفن رہنے کے بعد آسمان پر گئے۔ ایک تنگ و تاریک حجرے میں قبر کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ دروازہ اس قدر چھوٹا ہے کہ کھڑے ہو کر اندر جاتے ہیں۔ گرجا کے ایک حصہ میں حضرت مریم کی ایک بڑی مورت کانچ کے فریم میں محفوظ ہے۔ مورت پر بیش بہا زیورات زائرین کے چڑھائے ہوئے موجود ہیں۔ عمارت کا اکثر حصہ خراب حالت میں ہے۔ عیسائیوں کے فرقہ وارانہ اختلاف کی وجہ سے مرمت کی نوبت نہیں آتی۔

دیوار گریہ بیت المقدس کی ایک دیوار کی پشت کے کچھ حصہ کو دیوار گریہ کہتے ہیں یہ دیوار (۵۲) گز طویل اور ساٹھ (۶۰) فیٹ اونچی ہے۔ بعض پتھر اس میں بہت بڑے ہیں خاص خاص اوقات میں یہاں یہودیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ بالخصوص جمعہ کے دن کثرت سے آتے ہیں مرد اور عورت یکساں طور پر اس دیوار کو بوسہ دیتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں۔ بعض یہاں بیٹھ کر اپنی مذہبی کتابیں پڑھتے ہیں اور گزشتہ شان و شوکت یاد کر کے اسکا ماتم کرتے ہیں۔

جدائی میں

زمرد کی ایک بھیگی ہوئی چاندنی رات زمین پر نور کے موتی برسا رہی تھی چاروں طرف ایک ہولناک خاموشی، ایک ہیبتناک سکون ــــ مست ہوائیں محوِ خواب تھیں۔ جنگلوں میں شور کرنے والے گیدڑ اور بستی میں غل مچانے والے کتوں کی آوازیں خاموش تھیں، کائنات اور کائنات کا ہر ذرہ قیامت کی نیند سو رہا تھا۔ چاندنی رات اور چاندنی رات کا ایک ایک منظر کسی گہری خاموشی میں غرق تھا ــــ یکایک ..... ایسے موقع پر مجھے یادِ رفتگاں آئی ..... دل کانپ گیا ..... جسم لرز گیا! .....

آہ! غمگین آواز اور دلخراش صدا دل سے درد کی طرح نکلی، اور موجودات کو بہرا کرتی بناتی ہوئی، چمکدار آسمان کی طرف پرواز کر گئی ..... اِدھر اُدھر کی گھاٹیاں فطرت غم سے لبریز ہو گئیں۔ اور آس پاس کی پہاڑیاں بے اختیار گونج اٹھیں ..... کہ آج پھر ایک نہ معلوم غم پرست لڑکی اپنی درد بھری آواز سے کائنات کے ہر ذرے کو تڑپا کر، نکہت برباد کرکے، مٹا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔

ایک دلفریب سہانی صبح جبکہ میں کھڑکی پاس بیٹھی باغ کا روح پرور منظر دیکھ رہی تھی ..... بلبل باغ میں اب بھی گا رہی ہے گلابی پھول ہر روز نئی بہار کے ساتھ کھلتے ہیں۔ طیورِ صبح خواں گلستان میں حمد باری تعالیٰ میں مشغول تھے۔ ہوا اُس شوخ رفتاری سے چل رہی تھی۔ ابابیلیں پھل سے بھرے ہوئے درخت پر رقص کر رہی تھیں۔ شبنم کے موتی بدستور بکھرے ہوئے تھے۔ عطر میں ڈوبی ہوئی ہوائیں جس وقت چلتی ہیں ــــ میرے غم کے شعلے اِن ہواؤں سے بھڑک اُٹھتے ہیں۔ میرے لئے اِس روح پرور مناظر میں کچھ بھی دلچسپی نہیں ــــ میرے کانوں میں اُس کی نرم و شیریں آواز گونج رہی ہے۔ اور دِل اُس کی جدائی میں وقفِ حزن و ملال آہ! تیرے جانے کے بعد میری مسرت بھی رخصت ہو گئی ــــ اور میرے تصور میں اب کوئی تصویر کوئی یاد باقی نہیں رہی ہے

جانے کب تک آخر رکھ سکے گا یوں جدا ہمکو ۔۔ بتا رکھے گا کب تک تختۂ مشقِ جفا ہمکو

رہا ہو جائیں گی ایک دن یہ روحیں قیدِ ہستی سے ۔۔ نہیں ہے پاس ہے مہر تو دنیا میں سدا ہمکو

ہمیشہ کے لئے اپنی وہاں مل جائیں گی روحیں ۔۔ نہ ہرگز کر سکے گا بھی کوئی پھر جدا ہمکو

ہمشیرہ عبدالمالک ــــ سرینگر

تعلیم نِسواں کا مذہبی رُخ

(از حضرت امامؔ اکبرآبادی)

علاوہ ہندوؤں کے مختلف اقوام کی امثال بھی عورتوں پر مہربان نہیں ہے۔ یونانی عموماً عورت کو ادنےٰ درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے جنکا مصرف صرف خانہ داری اور ترقیٔ نسل تھا۔ یہ لوگ یعنی یونانی اپنے اعلےٰ سے اعلےٰ تمدن کے زمانہ میں بھی بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بجز طوائف کے دیگر عورتوں میں کسی قسم کی تعلیم ومذہبیت نہ تھی۔ اسپارٹا میں اس بدنصیب عورت کو جس سے کسی قوی سپاہی کے پیدا ہونے کی اُمید نہ ہوتی تھی مار ڈالتے تھے۔ مسٹر سیو تراپ لانگ لکھتے ہیں کہ "جس وقت کسی عورت کے بچہ ہو چکتا تھا تو فوائد ملک کی غرض سے اسے دوسرے شخص کی نسل لینے کے لئے اُس کے خاوند سے مانگ لیتے تھے"

زمانۂ قدیم کے کل مقننوں نے اپنی مستورات کے ساتھ ایسی ہی غلطی کی ہے۔ ہندوؤں کا قانون کہتا ہے کہ تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر، اور زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں ہے جتنی عورت" کتاب مقدس بھی کچھ اس سے کم سخت نہیں ہے، لکھا ہے کہ "عورت موت سے زیادہ تلخ ہے" عہد قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے "جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے تئیں عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں میں نے خدا کا پیارا ایک پایا ہے، لیکن تمام عالم میں کسی ایک عورت کو بھی خدا کی پیاری نہیں پائی" چینیوں میں مثل مشہور ہے "اپنی بیوی کی بات تو سُننی چاہئے لیکن اس پر یقین ہرگز نہیں کرنا چاہیئے" روسی مثل ہے کہ دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے" اطالیوں کا قول ہے "گھوڑا اچھا ہو یا بُرا اسے مہمیز کی ضرورت ہے۔ عورت اچھی ہو یا بُری اسے مار کی ضرورت ہے" اسپینی کہتے ہیں کہ "بُری عورت سے بچنا چاہیئے مگر اچھی صورت پر بھی کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے" روم میں مرد اپنی عورت پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور اس کی ایک لونڈی سے زیادہ حیثیت نہ تھی، حتیٰ کہ معاشرت میں اسکا کوئی حصہ ہی نہ تھا۔ اسلام سے قبل اگر کسی عرب کے گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو اسے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ شارلمین کے عہد میں عورتوں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کیا جاتا تھا۔ خود شارلمین ایک دن اپنی بہن کے ساتھ مباحثہ میں اسقدر غضبناک ہوا کہ اس پر حملہ کر کے اس کے تین دانت توڑ دئے، اور اس کے بال پکڑ کر خوب مارا۔ غرضکہ اس نورانی کیفیت کو اس درخشندہ شعاع

کر، اس اعجاز فطرت کے نمونہ کو، اس روح افزا پیکر کو۔ اس عورت کو جس سے بہتر تحفہ فطرت نے نوع انسان کے درمیان نہیں پیدا کیا۔ اقوام عالم کے فرقہ ذکور نے اسے بڑی طرح ٹھکرایا ہے، بلکہ جگہ جگہ اس پر طعن تشنیع زوائد و اباطیل کے ساتھ بہت بہیمیت کا برتاؤ کیا ہے۔ ناگنوں اور سانپوں سے بدتر سمجھا گیا ہے، موت، جہنم، زہر، زہریلی چیزوں سے اسے تعبیر کیا گیا ہے۔

لیکن ایک اسلام اور صرف اسلام تھا جس نے اسے اپنے آغوش میں پناہ دی، جس نے اسے قعر ذلت سے نکال کر بام عروج پر پہونچایا، اور جس نے اس کے حقوق کو سمجھا اور جانا۔ اس کی عزت و عصمت کے موقع پر اسلام نے اپنے فرزندوں کا خون بہایا ہے۔ عرب کی زمین، افریقہ کے صحرا، اور اندلس کے فلات گواہی دے سکتے ؛ مسلم عورت کی شجاعت و بہادری کے۔ چین و ترکستان کے پہاڑ، ایران، ہندوستان کے دریا و دشت و دیار شاہد ہیں کس کے ؛ مسلمان عورت کی ذکاوت و ذہانت کے۔ بحر عرب کی موجیں، خلیج فارس کی لہریں، اور بحر ہند کا سمندری طوفان گیت گا سکتا ہے کس کا ؛ اسلام کی وفا شعار بیٹیوں کا۔ اور سارا جہان گواہ ہے کہ مسلم مستورات نے اپنے رفیق زندگی کا اور اپنی قوم کا ہمیشہ ہر وقت، اور ہر جگہ ساتھ دیا ہے۔ پھر اسلام نے اس کے ساتھ کیا کیا ؛ یہ کہ اسکو پورے حقوق دئے۔ صحیح آزادی کا سبق پڑھایا، اور اسکو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا، حتی کہ یہ اعلان کردیا کہ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائی سے روکتے ہیں۔ سورۂ نساء اسکا بین ثبوت ہے کہ مطلقہ عورت کے نان و نفقہ بھی انتظام کیا جائے۔ مال میں اسکا حق، جائداد میں اسکا حصہ، طلاق کے مقابلہ میں خلع کا اسکو اختیار، پھر ضروری اوقات میں مثل مردوں کے اسکو ذمہ دار بنایا۔

ہر چند کہ میں نے اپنی گذشتہ نمبروں میں بہت سی عورتوں کے نام گنا دئے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش رہ کر کام کئے ہیں، اور جن کی شرافت علمی آج کے مسلمانوں سے بہر حال بہتر تھی، وہ حکمراں بھی تھے، اسلام کے بانی بھی تھے، اور قرآن و حدیث کے عالم ہی نہیں بلکہ مجتہد، اجتہاد کے اور محقق تھے، تاہم آج کی صحبت میں مسلم مستورات کی ذکاوت و ذہانت کے معاملہ میں چند نام اور گنا دیتا ہوں، تاکہ آپ مقابلتہً اپنی عورت کی ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ کر سکیں۔

ایک روز رسول اکرم ایک لڑکی کو زانوں پر بٹھا کر کھلا رہے تھے۔ قیس بن عاصم نے پوچھا کہ کس جانور کا بچہ ہے؟" آنحضرت نے فرمایا کہ "یہ میری بچی ہے" قیس نے کہا "یا اللہ العظیم میرے بہت سی لڑکیاں ہوئیں لیکن میں نے ان سب کو زندہ دفن کر دیا اور کسی کو بھی نہ پالا۔ حضور نے فرمایا

اسے پھر کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں کسی قسم کی محبت انسانی پیدا نہیں کی تو ایک نعمت عظمیٰ سے جو احسان کر دی گئی محروم ہے۔" یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضور نے عورت کو نعمت عظمیٰ فرمایا ہے پھر اگر اسے ہم ایک صنف نازک، جنس اشرف، اور لطیف سلطنت کہیں تو کیا بیجا ہے؟

تمدن عرب کے زمانۂ عروج میں عورتوں کا اعزاز اس سے بھی ثابت ہے کہ ان میں بکثرت پڑھی لکھی عورتیں تھیں ایسی کہ جن کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ مشرق میں عہد عباسیہ کے زمانہ میں، اور اندلس میں عہد امیہ میں اکثر و بیشتر عورتوں نے بہت بڑی شہرت حاصل کی تھی۔

ولادہ اس خلیفہ کی بیٹی جو سنہ ۔ میں حاکم تھا قرطبہ میں ویسی ہی مشہور شاعرہ تھی جیسی کہ یونان میں سیافو ریا ہوا اس قدر مشہور اور قابل شاعرہ تھی کہ اس نے اپنی ایک نئی بحر ایجاد کی تھی جو اسی کے نام سے منسوب ہے۔ کاتب جو اندلس کا مشہور عالم تھا لکھتا ہے کہ عبد الرحمٰن سوم کے زمانہ کی عرب عورتوں کی قابلیت قابلِ رشک تھی۔ یعنی

"یہ خلیفہ مدینۃ الزاہرا کے سامان عیش و نشاط میں بیٹھا ہوا اپنی لونڈی مزنہ اور عائشہ قرطبہ کی شہزادی جسے ابن حیان لکھتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی نہایت حسین عالم اور عاقل عورت تھی، اور صفیہ کے کلام کو جو عائشہ کی طرح خوبصورت اور لائق تھی سنا کرتا تھا۔"

الحاکم دوم کے زمانہ کے مورخ لکھتے ہیں۔

"اس زمانہ میں علم و شاعری کی قدر اندلس میں اس درجہ تھی کہ عورتیں بھی محنت و مشقت کر کے علم حاصل کرتی تھیں اور اکثر ان میں سے شاعری اور علمی معلومات میں یکتا تھیں۔ خلیفہ کے قصر لبنا میں ایک لڑکی نہایت حسین تھی جو صرف و نحو، شاعری و حساب و ہندسہ اور دیگر علوم میں کامل تھی۔ اسکا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور خلیفہ کے راز کی تحریریں بھی وہی لکھتی تھی۔ کسی کا کلام اس لڑکی کے کلام کی بندش اور لطافت کو نہیں پہونچتا تھا۔ اس لڑکی کا نام فاطمہ تھا اور علماء اس کے کلام کی داد دیتے تھے۔ یہ لڑکی خلیفہ کے لئے کتابیں بھی نقل کرتی تھی، اور اس کے پاس علمی و صنعتی کتابوں کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا۔"

"دوسری لڑکی خدیجہ اچھی شاعرہ تھی اور فن موسیقی میں کمال رکھتی تھی۔ مریم ایک اور لڑکی تھی جو علم و شاعری کی تعلیم اشبیلیہ کے خاندانی لڑکیوں کو دیا کرتی تھی۔ اس کی طرز تعلیم نے بڑی شہرت پائی تھی۔ اور اس کے مدرسہ سے بہترین و قابل ہو کر لڑکیاں نکلتی تھیں۔ رضیہ کہ جسکا نام نجم السعید تھا اور جسے خلیفہ عبد الرحمٰن نے آزاد کر کے اپنے بیٹے الحاکم کو دیدیا تھا، یہ عورت بھی شعر و سخن میں شہرۂ آفاق

تھی خلیفہ کے مرنے کے بعد اس نے تمام مشرق میں سفر کیا اور جگہ جگہ علما نے اس کی بڑی قدر کی"

"مسٹر مارتھا الیس بینٹ ہولسنے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ "اسلام نے عورتوں کی حالت کی بہت زیادہ اصلاح کی ہے۔ اور یہی ایک مذہب ہے جو عورت کی حقیقی قدر کرتا ہے۔ بہت آسانی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ کل دیگر مذاہب میں اور کل دیگر اقوام میں جو عربوں سے پہلے تھیں عورتوں کی حالت بہت بد تھی"

یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے کہ فی الواقع مسلمان عورتیں بمقابل یورپ کی عورتوں کے جن میں اعلیٰ تعلیم عام ہے اور اکثر بیبیاں اور لڑکیاں ایسی موجود ہیں جو عربی، فرانسیسی، انگریزی، اور ترکی زبانیں لکھ پڑھ سکتی ہیں۔ اکثر اوقات حرم کے اندر جب اعلیٰ طبقات کی مسلمان مستورات جمع ہوجاتی ہیں تو گفتگو فرانسیسی میں شروع کرتی ہیں۔ میرے علم میں تو پیرس کی بہت کم بیبیاں ایسی ہیں جو صحت کے ساتھ یا باصحت سکے یہی چار زبانیں لکھ اور بول سکیں ہم کسی پیرس کی عورت کی تعلیم کا اندازہ انکی ماما کی لیاقت سے کرسکتے ہیں"

یہ تھا اسلام اور یہ ہے اسلام، اب ذرا اپنے گریبان میں مُنہ ڈالکر سوچیے، غور کیجئے کہ آپ نے اپنی عورت کو، اُس عورت کو جس کے لئے اسلام میں کہا گیا ہے کہ "مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر علم کا جاننا فرض ہے" بامِ عروج کے کس زینہ سے قعر ذلّت کے کس غار میں ڈال دیا؟ وہ مذاہب اور وہ قومیں جنھوں نے اپنی عورت کو ذلیل ترین سمجھا تھا، آج انکی عورت مسلمان عورت پر تعلیمی حالت میں کیوں سبقت لیگئی۔ اور مسلمان عورت کیوں پیچھے رہ گئی؟ اسکا جواب آپکو میری یہ تحریر دے گی یا آپ کا دل!

اس پر جب آپ سے کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی عورت کو قید سے رہا کرو اور تعلیم کے اسٹیج پر لاؤ تو آپ "قالَ قال" کہنے والوں کی بے معنی باتیں پیش کرنے لگتے ہیں۔ اسکا کیا حشر ہوگا؟ یہ کہ خدا نہ کرے کہ مسلمان سوسائٹی صفحۂ ہند سے مٹ جائے۔

آج ہر ہر صوبہ میں ابتدائی تعلیم جبریہ ہورہی ہے، اکثر و بیشتر نسوانی مکاتب بھی قائم ہیں ان میں ہزارہا مسلمان بچیاں بھی تعلیم پاتی ہیں، لیکن آگے متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مسلمان معلمات نہیں ملتیں۔ اکثر مدارس میں کیا تمام نسوانی مدارس میں عیسائی یا ہندو عورتیں تعلیم دیتی ہیں، اسکا کیا حشر ہوگا؟ یہ کہ مسلمان لڑکیوں میں سے اکثر ہندو ہوجائینگی اور اکثر عیسائی۔ پھر اگر آپ سر پکڑکر ماتم بھی کرینگے تو کچھ نہ ہوگا۔

میں اُن لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں جو عورتوں کی حمایت میں کالم کے کالم سیاہ کرتے ہیں۔ نہ اُن میں سے ہوں جن کی نوک زبان پر عورت کی شکایت ہوتی ہے کہ اِنکی عملی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے اور اِنکی چیخ و پکار کو اگر خیال کیا جائے تو اِنکے سینے کھوکھلے اور اِنکی فریادیں بے معنی ہونگی۔ میں نے اپنے بعض احباب کی امداد سے آج سے پندرہ سال قبل مستورات کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا، اور ایسی جگہ جاری کیا جہاں کی کرتی

لڑکی ختم ہوجانے کے بعد پڑھی لکھی نہ تھی۔ مگر آج بفضلہٖ تعالیٰ اسی مدرسے سے بہت سی لڑکیاں لکھ پڑھ کر نکل چکی ہیں جو قرآن، اُردو، انگریزی اور حساب وغیرہ سے بہرہ اندوز ہیں اور جس میں آج بھی تقریباً سَو لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ انکی دقیانوسی زندگی، انسانیت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ انکے تخیلات میں نمایاں فرق ہے۔ ان کے دماغ تعلیم سے روشن ہیں، اور انکی آنکھیں جو پہلے کور تھیں اب روشنی میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ اور انکا مستقبل بھی دس سال کے اندر روشن نظر آئے گا۔

میں علامہ جدید خلافی کے پردے کی دھجیاں بھی اُڑا چکا ہوں۔ اور اسلامی پردہ کا قائل بھی ہوں اور میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے مجھ پر پردہ کے مسئلہ کو اس قدر روشن کر دیا ہے، اور میں اس معاملہ سے اس قدر واقف ہو چکا ہوں ایک "زاہد مولوی" بھی اتنا واقف نہ ہوگا۔ میرے اس خیال میں غرور کا شائبہ تک نہیں، بلکہ تحقیق اور ذاتی جد و جہد کے بعد عاجزانہ اظہار کیا گیا ہے۔ اگر خدا مجھے اس قابل کر دے کہ میں اس نسوانی مدرسے کو گرلز ہائی اسکول یا زنانہ اسلامیہ کالج بنا سکوں تو میں سمجھتا ہوں، سمجھتا ہی نہیں بلکہ میرا یقین ہے کہ میں نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت کی، ایسی کہ اپنی عمر میں کبھی نہ کی ہوگی۔

میں نے قرآن سے، عربی تواریخ سے، اور احادیث سے، نیز دیگر تواریخ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور کے زمانہ میں اس کے بعد صحابہ کرام کے زمانہ میں، پھر خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے زمانہ میں، پھر شاہان مغلیہ کے دوران حکومت میں غرضکہ مسلمانوں کے ہر ہر دور حکومت میں مسلمان عورت نے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی ہے اور مردوں کے دوش بدوش رہ کر ضروری اوقات میں نمایاں کام بھی کئے ہیں۔

میں اُس عورت سے جو بلا وجہ مردوں کی سوسائٹی میں شریک ہو کر شیک ہینڈ کرتی ہے، اور اس عورت سے جو پردہ کے اندر قید ہے، ہزار درجہ بہتر سمجھتا ہوں اُس عورت کو، اُس مسلمان عورت کو جو پنجاب کے مسلمانوں کے لئے اور مسلمانانِ ہند کے لئے مایۂ ناز ہے، جس نے گول میز کانفرنس لندن میں اپنے حقوق طلب کرنے کی جراءت کی۔ اور جس نے ثابت کر دیا کہ اس گرتے ہوئے زمانہ میں بھی مسلمان عورت اگر چاہے تو مسلمان مردوں کے دوش بدوش رہ کر کام کر سکتی ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے سامنے اور کیا ثبوت پیش کئے جائیں جنکو پڑھکر آپ اعلیٰ تعلیم نسواں کے موافق اور رسمی پردہ کے خلاف ہونگے؟ میں اگر چاہوں تو اسی موضوع پر سال بھر تک لکھے جاؤں۔ لیکن خوف ہے کہ کہیں میرے مکرم "ایڈیٹر عصمت" مجھے اپنے پرچہ میں جگہ نہ دیں۔ اس لئے خاموش رہنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں، اُن احباب سے جو میرے ہم خیال ہوں کہ خدارا وہ عملی زندگی کا ثبوت دیں، کہ اب کاغذی زندگی کا دور نہیں۔

بے وقت مہمانوں کی آمد

ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب اپنی حیثیت کے مطابق مہمان نوازی کرتا ہے لیکن تین صورتوں میں مہمان نوازی ہو سکتی ہے۔ یا تو میزبان نے کسی تقریب میں مدعو کیا ہو یا پہلے سے کسی کو ملنے کی غرض سے بلایا ہو یا مہمان خود اطلاع کر کے آیا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں مہمان نوازی کی شرائط پوری ہو سکتی ہیں اور جن کے گھر مہمانوں کی آمد کا کوئی وقت ہی مقرر نہ ہو روز مرہ بے وقت مہمانوں کا تانتا لگا رہتا ہو ایسی صورت میں مہمان کی خاطر تواضع میزبان کس طرح پورے طور سے کر سکتا ہے اور بالخصوص جبکہ ایک ہی وقت میں تین چار مہمان آ موجود ہوں۔ بجائے مہمان کی آمد کی خوشی کے میزبان کو پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ رات کے وقت ایسی صورت بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر پان حقہ بستر وغیرہ ہی پر اکتفا کیا جائے تو بھی بہتر ہے لیکن بے وقت کھانے کا سوال تو ایسا بُرا معلوم ہوتا ہے گویا مصیبت کا ملنا ہے ایسی حالت میں جبکہ دوکانیں وغیرہ بند ہو گئی ہوں اور ملازم بھی چھٹی پا کر اپنے اپنے گھر رخصت ہو چکے ہوں لیکن معقول شخص کو جلتا ورده نہ اگلتے ہی بنتا ہے نہ نگلتے ہی۔ نہ تو یہی گوارا ہو سکتا ہے کہ مہمان کی کھانے وغیرہ کی خبر نہ لی جائے اور نہ آسانی سے انتظام ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ قہر درویش بر جان درویش۔ جس طرح سے بھی ممکن ہوتا ہے۔ کھانا پکایا ہی جاتا ہے شاید ہی کسی کے یہاں خواہ کتنے ہی آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا ہو اتنا کھانا بچتا ہو جو کہ چار پانچ آدمیوں میں کفایت کر سکے۔ اگر کوئی شخص بلا مدعو شدہ کسی کے یہاں مہمان ہو کر جائے تو وقت وغیرہ کا لحاظ ضرور ہونا چاہئے۔ اکثر اوقات ایسے مہمانان کی آمد سے کوفت ہوتی ہے۔ ایک واقعہ لکھتی ہوں جس سے بہنوں کو معلوم ہوگا کہ بے وقت اور بلا اطلاع مہمانوں کی آمد کسقدر تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ ایک روز کا واقعہ ہے میرے والد صاحب زیادتی کام کی وجہ سے دفتر سے بدیر واپس آئے اور شام کا کھانا کھا کر اپنے آرام کے کمرہ میں تشریف لے گئے فوراً ہی باہر سے دو صاحبان کی آمد کی اطلاع ہوئی باوجود اس کے کہ تھکے ماندے تھے اور کھانا کھا کر لیٹنے کے عادی لیکن فوراً ہی مہمانان کو کھانا وغیرہ کھلایا اور ان کے آرام و آسائش کے ضروری انتظامات کئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس دوڑ دھوپ میں تکان زیادہ ہوئی اور حسب عادت بعد کھانے کے آرام نہ ملا لہذا طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور درد سر و حرارت کی شکایت ہو گئی مہمانان کو اسکا ذرا بھی احساس نہ ہوا باوجود اس کے دوران گفتگو میں انھوں نے اپنی دفتر سے بے وقت واپسی و تکان و آرام نہ لے سکنے کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ خدا بچائے بے وقت مہمانوں کی آمد سے

بنت محمد یوسف شاہجہانپور

چپ کا روزہ

تھوڑی سی بحث کے بعد قرار پایا کہ ہم بہت خاموشی سے "چپ کا روزہ" رکھیں۔ بحث کیا تھی؟ بھابی جان کہتی تھیں تم سے یہ کام نہیں ہو سکیگا۔ تم بکواسی ہو۔ میں کہتا تھا "میں بکواسی ہوں تو کیا ہوا ـــــ ہیں بھی تو بھیا اور جب روزے نہیں رکھ لیتا ہوں تو کیا ۲۴ گھنٹے چپ نہ رہ سکوں گا۔"

بھابی جان کہتی تھیں "تم نہیں رہ سکو گے۔"

میں کہتا تھا "رہ سکونگا۔"

بھابی جان نے گردن ہلا کر زور دیکر کہا "تم سے یہ روزہ نہیں رکھا جائیگا۔"

میں نے مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا "ہم رکھ کر دکھا دینگے۔"

۸ بجکر انیس دقیقہ اور ساٹھ ثانیہ سے ہمارا روزہ شروع ہو گیا گویا اب دوسرے دن ۸½ بجے ہم کلام کر سکتے تھے۔ ۹½ بجے صبح تک تو ہم لحاف کے اندر ہی رہے۔ گو اس دن سردی زیادہ نہیں تھی مگر وقت گزارنے کی یہ ترکیب ہم کالج سے سیکھ کر نکلے تھے۔

بھابی جان ہر چند کہ فریق مخالف کی حیثیت رکھتی تھیں مگر انھوں نے اس لڑائی میں کمال ظرف کا ثبوت دیا۔ مثلاً ہمارے بغیر کہے خود ناشتہ لیکر آگئیں۔

"میاں گاندھی صاحب یہ ناشتہ نوش کرو ـــــ ایک گھنٹہ میں صورت بدل گئی ہے۔ جیسے کوئی کوسوں سے سفر کرکے آئے ہو ـــــ پیٹ پہ [illegible] اڑ رہی ہیں۔ بھابیاں"

انکا پہلا فقرہ بہت شاق گزرا مگر مجبوراً صبر کیا اور صبر سے ناشتہ کیا۔ جتنی دیر ناشتہ میں لگی اتنی دیر ہم "گاندھی صاحب" کے طنز آمیز جملے کا جواب سوچتے رہے۔ مثلاً دل میں یہ سودا پک رہا تھا "کل اس وقت اسکا جواب دونگا۔ بڑی سخت غلطی کی جو ایسا روزہ رکھا یہ بھابی جان تو دن بھر میں میرا خون پی لیں گی۔ میں گاندھی ہوں؟ تو ان کو مسز اینی بسنٹ کہونگا۔ وہ بڑھیا لیڈر عورت کو سب سے زیادہ جلن اس بات کی ہوتی ہے کہ اس کو بڑھیا کیوں کہا؟ میں بھی ان کو بڑھیا کہکر خوب جلاؤں گا۔"

جب رحیمن بوا ناشتے کے برتن لیجانے لگیں تو بھابی جان نے ان سے کہا "بوا یہ بھی سنا تم نے؟ آج یہ دن بھر کسی سے بات نہیں کرینگے۔"

بوا رحیمن: "آپ سے بھی نہیں؟"

بھابی جان: "نہ"

بوا رحیمن: "اپنی چچی اماں سے بھی نہیں؟"

"نہیں۔"

بوا رحیمن: "وئی! اور مجھ سے؟ ـــــ اے میاں مجھ سے بات نہیں کروگے تو کھاؤ گے پیو گے کہاں سے؟"

میرے حلق تک آیا کہ کہوں "چل چل" مگر ضبط کر گیا۔ تیوری پر بل ڈال کر ادھر آنکھیں دکھا کر رہ گیا۔ جی چاہتا تھا اسے اچھی طرح جھاڑوں۔ کم بخت کون ہے جو ایسی

وسکی بجھ کردیتی ہے۔ کیا یہ خدائی فوجدار ہے؟ کیا سب گھر کا رزق اس کے ہاتھوں ہم لوگوں کو پہنچتا ہے؟ ایک مودی خانہ کی انچارج ہی تو ہے یہ۔ اسکا کام صرف اتنا ہی تو ہے کہ آٹا تول دینا، گھی دے دینا، برتن سنبھال کر رکھنا، کھانے کے وقت موجود رہنا — بس۔ اس میں یہ قانونی نکتہ بتائیے کس پہلو سے نکلتا ہے کہ ہمارا کھانا پینا بند کردے۔

خدا خدا کرکے بارہ بج گئے۔ بندو لڑکے نے اطلاع دی "کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" ہم اس طرح اس کے پیچھے ہوگئے جس طرح اونٹ، اونٹ والے کے۔ کھانا کھاتے وقت چچی اماں نے دو تین سوال کیے۔ جسکا جواب گردن کے اشاروں سے "ہاں" یا "نہ" کے معنوں میں دے دیا گیا۔ چچی اماں کو ابتک ہمارے روزہ کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔

سہ پہر کو مسٹر زبیر آئے۔ لیکن اُن کے آنے سے پیشتر ہم نے ایک دو باتیں روزہ کے متعلق بہت ضروری طے کر لی تھیں۔ مثلاً یہ کہ ایک موٹے کاغذ پر خوشخط یہ عبارت لکھ کر جیب میں رکھ لی تھی۔

> "آج میں نے چُپ کا روزہ رکھا ہے۔ دِن بھر کسی سے بات نہیں کرونگا۔"

یہ عبارت اس لیے لکھی تھی کہ جو پڑھا لکھا سوال کریگا اُس کے سامنے یہ پُرزہ پیش کر دیا جائیگا۔ تاکہ وہ ہماری خاموشی کو "دیوانہ پن" سے نہ تعبیر کرے۔ دوسرا کام یہ کیا گیا کہ ایک عدد فاؤنٹین پین اور ایک خط لکھنے کا کاغذ جو چوہری تہہ کا ایسے اپنی جیب میں رکھ لیا تاکہ وقتِ ضرورت جواب دیا جا سکے۔ اس پروگرام کا عمل زبیر صاحب سے شروع ہوا۔ وہ آئے۔ ہم نے اسوقت ہی دو سطری عبارت کا پرچہ اُن کو دکھا دیا گیا اور وہ کاسائین بورڈ تھا۔

پہلے تو وہ خوب ہنسے، عجیب عجیب طرح ہنسے کبھی منہ پھاڑ کر ہنسے کبھی منہ بند کرکے ہنسے کبھی آنکھیں سکیڑ کر اور کبھی ناک سکیڑ کر ہنسے۔ کبھی انگلی دانتوں میں دبا کر ہنسے اور کبھی منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسے، مگر جب اس سب کے جواب میں ہمارا جواب خاموشی ملتا رہا تو بولے "یہ روزہ کب کھلیگا" ہم نے جیب سے قلم نکالا کاغذ نکالا اور اس پر جواب لکھا "کل آٹھ بجے کے بعد۔" زبیر صاحب نے اسقدر واقفیت کے بعد فوراً اپنے آنے کا مدعا بیان کر دیا۔ "مجھکو نیلی سیاہی کی ضرورت ہے۔ تمہارے پاس ہے؟" ہماری گردن نے اقرار کیا۔

زبیر "دے سکتے ہو؟" ہماری گردن نے اس سوال کا جواب انکار میں دیا۔ زبیر انکار پر بہت جلے۔ مگر انکا جلنا کیا کر سکتا تھا۔

زبیر کی اُن دنوں میں شادی ہونے والی تھی اسی اسلئے زیادہ جلنے کا خیال ترک کرکے اُنہوں نے مصالحت کر لی اور مصالحت کرنیکے فوراً بعد قلم اور کاغذ مانگا۔ ہم نے اشارہ سے پوچھا کیوں؟ تو انہوں نے کہا "میں کچھ لکھ کر سوال کرونگا۔" ہر چند کہ کاغذ بہت کم تھا مگر اس بار ہم نے اُن کو جلانا نہ چاہا۔ قلم اور کاغذ جیب سے نکال کر انکے حوالے کیا انہوں نے لکھا "تم نے اپنی بیوی کو سب سے پہلے کس چیز

[illegible]

ہم نے لکھا: ”عجیب آدمی تم ایسے سوال کرنے کا کیا حق رکھتے ہو؟“

انھوں نے لکھا: ”بتاؤ بھی۔ تم کرنا ہوگا۔“

ہم نے لکھا: ”میں نہیں بتاتا۔ تم اپنا مطلب کہو۔“

انھوں نے لکھا: ”میں اپنی بیوی کو کیا تحفہ دوں؟“

ہم نے لکھا: ”پہلے اس کو آنے تو دو۔“

انھوں نے لکھا: ”تین چار دن بعد وہ آجائے گی۔“

ہم نے لکھا: ”اس وقت کی اس وقت دیکھی جائے گی۔“

انھوں نے لکھا: ”منڈی کہیں کے۔ بتاؤ نا کیا تحفہ خریدوں۔“

میں نے لکھا: ”وہ خود تم سے اشارۃً کنایۃً درخواست کرے گی۔ وہ پوری کرنا۔“

انھوں نے لکھا: ”گھڑی کیسی رہے گی؟“

میں نے لکھا: ”بہت عمدہ رہے گی۔ لیکن اگر اس نے کان کے بندوں کی خواہش کی۔ تو؟“

انھوں نے لکھا: ”وہ بھی لا دیں گے۔“

شمانے لکھا: ”شروع دن سے ایسے لاڈ چونچلے کرو گے تو پچھتاؤ گے۔“

اس فقرہ پر زبیر صاحب بپھر گئے اس طرح اس ”تحریری مکالمہ“ کا خاتمہ ہوا، لیکن یہ خاتمہ بالخیر ہی ہوا کیونکہ اگر اور تھوڑی دیر تحریری بحث چلتی رہتی تو کاغذ ختم ہو جاتا۔ نصف کے قریب کاغذ پر ہو گیا تھا۔ زبیر صاحب کی ہوشیاری ملاحظہ ہو کہ اس ”تحریری گفتگو“ کو ہم سے لے کر اپنے پاس رکھ لیا تاکہ دوسرا شخص نہ پڑھ سکے۔ لیکن ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ کل صبح اس روزے کے کھلنے کے بعد ہی جو دوست ہمارا ملے گا وہ یہ بحث تمام و کمال سُن لے گا۔

چنانچہ ایسا ہوا۔ دوسرے دن زبیر صاحب کے تحفہ کا تذکرہ قصبے میں اتنا عام تھا جتنا اُن کے بیاہ کا تذکرہ۔ ہم نے ممتاز سے کہا، ممتاز نے اپنی بیوی اور والدہ سے کہا۔ ان کی والدہ نے ...... ٹھیریے صاحب۔ کیوں نہ آپ کو اس خبر کا ”نقشہ“ یا ”شجرہ“ بنا کر سمجھا دیں۔ واقعی یہ ترکیب زیادہ موزوں ہوگی۔

زبیر کے تحفہ کی خبر کا شجرہ۔ (یہ نقشہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے)

ہم

ممتاز

چچی — والدہ

خالہ — قاسم — بڑا بھائی

اپنی ماں — اپنی سات سہیلیوں کو — اپنے نواسوں کو

گئے میں — اپنے شوہر سے

مزدوروں کی جماعت کام کر رہی تھی — چھوٹے خاں

بھائی ستھول — عبدالصمد

صرف اپنی ساس سے — ان کی بھابی نے بالائی تھی

محمد قاسمیان

آپ یقین کیجے یہ نقشہ بعد دقت اور محنت بنایا گیا ہے جہاں نشان ٭ لگا ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قصبہ میں جہاں خبر نہ پہنچی تھی وہاں اِن ذرائع سے پہنچ گئی۔

زبیر صاحب کے جاتے ہی ایک اور صاحب آگئے جب ان کو وہ رقعہ (" آج میں نے چُپ کا روزہ رکھا ہے") دکھایا گیا تو بولے " اس سے مطلب "؟

ہم مہمل طور پر گردن ہلا کر رہ گئے۔

مہمل طور پر گردن ہلانے کا مطلب یہ تھا کہ " آپ کو کیا غرض"۔ یا " آپ کو میں کیا بتاؤں" یا " بس جانے دیجئے"۔ لیکن وہ ان مضمون کو نہ سمجھے۔ اور اپنی " کم سمجھی" کے تصور پر۔ مجھے گھسیٹ کر بھائی مقبول کی دوکان پر لے گئے۔ وہاں شطرنج بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ کھیلنے والے اگرچہ دو کھلاڑی تھے مگر انکے مددگار کئی شاطر گردنیں جھکائے مصروف تھے۔

" لیجے صاحب یہ آئے ہیں۔ کہتے ہیں میں آج کسی سے بولونگا نہیں۔ روزہ رکھا ہے"۔ اس پر کسی نے کہا " گھوڑے کو پلٹو۔ . . . وزیر پر ڈالیے کیوں نہیں ؟"

دوسری آواز انسانی جھرمٹ سے یہ کہتی سنائی دی۔" دیکھو گھوڑا ہٹتے ہی تم پر " شہ" آئے گی"۔

بھائی مقبول بولے " تو شہ کیا گالی ہے۔ فیل اعراب میں ڈالدینا"۔ " بھئی خوب کہی۔ زور دار فیل بند پڑ جائیگا"۔

میرے ساتھی نے زور سے کہا " میاں یہ آئے . . . . گاندھی جی کے چیلے"۔

بھائی مقبول نے اونچی گردن سے میری طرف دیکھا۔ اسی جھرمٹ میں سے بھائی حیدر نے [illegible] نے شطرنج کی بساط پر انگلی رکھکے [illegible] نظر ڈالی۔

بھائی بتول بولے:" میاں کیا خبط ہے"۔ بھائی حیدر نے کہا:" کم از کم الکلام اخباروں میں چھپ جائیگا اگر انہوں نے اس روزے کی اطلاع دے دی تو"

چچا اخلاق حسین نے مسکرا کر کہا:" یہ وہ فعل تو نہیں کہ یہی کر جو بولے سو گھی کو جائے"۔ یہ کہکر چچا نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا کہ کس طرح یہ واقعہ کہاوت بنا ہے۔ بھائی حبیب نے کہا " دیکھنا حیدر کرامات ہو رہی ہے کوئی چال نکالو"۔ اس دعوت کو باوجود کوشش کے رد نہ کر سکا اس جھرمٹ میں کسی کو کھسکا کر ہوا، اُس ایلی کچلی دری پر میں بھی بیٹھ گیا۔ بھائی حیدر کی بازی اچھی ہونے کے باوجود مات کھانے والی تھی۔ اب میں نے اشاروں سے چال بتانے کا ارادہ کیا۔ دیر تک گونگوں کی طرح شطرنج بتاتا رہا۔ ایک بازی ہوئی، دوسری ہوئی، تیسری بازی ہوئی حیدر جیت گئے، چوتھی جیت گئے. . . . . . دسویں بازی پیدلی مات ہوئی — فریق ثانی کو۔ سب شاطر بولا کئے۔ بولتے رہے۔ بعض چیخے بھی۔ بھائی مقبول لڑنے کو آمادہ ہوتے پر نہ بولا تو میں۔ نہ چیخا تو میں اور نہ لڑا تو میں۔

شام ہوگئی۔ بھابی جان نے کھانا کھلا دیا۔ چچی اماں کو نہ معلوم کن ذرائع سے خاموشی خبر ہوگئی۔ بولیں " بیٹا آج کیا کسی جل پڑے رہے ہو"

جواب گردن سے دیا گیا۔ سوال ہوا " پھر کب بولو گے ؟"

انکھوں سے جواب دیا گیا۔

"آٹھ بجے! ــ رات کے؟ . . . مگر دن سے انکار دیکھ کر) وہی ظلم۔ کل صبح آٹھ بجے؟ شاباش ہے بیٹا تکوے۔ مجھ سے آدھ منٹ بھی خاموش نہ رہا جائے"

معاملہ طول کھینچتا اگر میں وہاں اور ٹھہرتا۔ اپنے کمرہ میں آگیا۔ لیمپ روشن تھا۔ بھابی جان آج ضرورت سے زیادہ مہربان تھیں۔ کس قدر صاف لیمپ کی چمنی تھی اور کیسی باقاعدہ بتی کٹی ہوئی۔

مسکراہٹ چھپاتی بھابی جان آئیں "کیسے مزاج ہیں" قلم کاغذ اور دوات سامنے تھے۔ جواب لکھا

انھو بھئی

بھابی جان:- "زبیری بارات جا رہی ہے۔ میرا مطلب ہے عورتیں سوار ہو رہی ہیں"

میں نے لکھ کر دریافت کیا "کیا آپ لوگ نہیں جائیں گے"

بھابی جان:- "اُن کی طرف سے بُلاوا ہی نہیں آیا۔ عجیب بے ڈھنگے لوگ ہیں"

اس پر میری اور بھابی جان کی بحث چھڑ گئی۔ میں لکھتا تھا بلاوا آیا ہوگا وہ کہتی تھیں کہ نہیں آیا . . . .

آدھ گھنٹے کی بحث کے بعد میرے کاغذ کا حلیہ اس طرح دکھائی دیتا تھا۔

(ناظرین بھابی جان کا جواب خود سمجھ لیں):-

کیا وجہ آپ کو کیوں نہیں بلایا؟

نہیں صاحب ضرور بلایا ہوگا۔

اُدھر تو یہ ان کا آنا گیا ایسا ضروری ہے۔ آپ خود دریافت کروا لیتیں۔

لاحول ولا اس میں شرم کی کیا بات ہے۔

نہیں صاحب غلط ہے

بلاوا آیا ہوگا اور آیا ہوگا

ممکن ہے

میں نہیں مان سکتا

تجربہ سے ثابت ہوا کہ دو صورتوں سے یہ روزہ بھی بہت ہے۔ اول یہ کہ دن بھر فرصت ہوتی ہے۔ خوب لکھو خوب پڑھو ــــــ (شطرنج کھیلنی آیندہ سے جائز نہیں۔ یہ کھیل دل و دماغ پر بڑا اثر ڈالتا ہے۔ لڑنے کو آمادہ کرتا ہے)

کم بولنے سے آدمی کو آرام بہر حال ملتا ہے اور روزہ رکھنے سے تو کامل آرام۔

مجکو اس کا سب سے بڑا فایدہ یہ ہوا کہ ایک تو بھابی جان کو ہرا دیا ــــ اور ایسا ہرایا کہ اپنے تابع کر لیا دوسرے بڑا رحیمن کا یہ دعوے کہ آن سے باتیں کیجے

بغیر کھانا نہیں لے گا۔ رد ہو گیا۔

بھابی جان اور بڑا ریحین پر فتح پانا ایسا ہے جیسا سردار شاہ ولی خاں کا کابل فتح کرنا۔ بھا ریحین بھی سقے کی اولاد ہیں اور امان اللہ بچے سلطان بچہ سقہ بھی . . . . . . تھا۔ بھابی جان کا اقتدار ہمارے گھر میں ایسا ہی ہے جیسا کسی زمانے میں شاہ امان اللہ خاں کا تھا . . . . اور جناب بندہ اپنے گھر کا (بہ لحاظ عمر) سب سے بڑا بھائی نہیں ہے جس طرح سردار شاہ ولی خاں نہیں ہیں۔

سید ابو تمیم فرید آبادی

بیلہ میں میلہ کتابی صورت میں

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کا معرکتہ الآرا مسلسل افسانہ بیلہ میں میلہ سینکڑوں خواتین کے اصرار پر اب کتابی صورت میں شایع کیا گیا ہے اور چونکہ اس کا بہت سا حصہ عصمت میں شایع ہو چکا ہے اسلئے ۳۱ جنوری تک عصمتی بہنوں سے اسکی قیمت بجائے ۱۲ کے صرف ۸ لی جائیگی بیلہ میں میلہ با

غدر کی ماری شہزادیاں

نہایت دردناک اور عبرت انگیز کتاب ہے اسمیں سہ رنگی اور دو ایک رنگ کی تصاویر بھی ہیں۔ منیجر عصمت دہلی

دسمبر کے ایک مضمون پر میری رائے

دسمبر کے پرچہ میں محترمہ شہر بانو صاحبہ کا مضمون "ہندوستانی مستورات کا سیاسی جہاد" ایک بہت ہی مفید اور اعلیٰ پایہ کا مضمون ہے۔ آخری سطور میں تحریر فرماتی ہیں کہ "اگر میرا یہ مضمون پسند کیا گیا . . ." وغیرہ اسکے متعلق مجھے ایک حقیقت کا اظہار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ گو ہمیں اسبات کا پورا احساس ہے کہ "عصمت" کی تحقیق کے مطابق ہماری ناظرات عصمت کا ایک بڑا حصہ عصمت کے دلکش افسانوں اور مفید مضامین کی وجہ سے اس رسالہ کو منگاتا اور پڑھتا ہے، لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے کہ جو "عصمت" کو زر و دے کر لینے اور سمجھنے والے طبقہ نسواں کی سیاسی ترقی کا حامی و مؤید ہی نہیں بلکہ ایک بڑا آلہ تسلیم کرتا ہے یہ طبقہ گو ابتک عورتوں کے حقوق حاصل کرنے میں منہمک ہے لیکن اس طبقہ کی آواز اسی وقت سنی جا سکتی ہے جبکہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان حقوق کی طلب و ضرورت کا عام خواتین کو احساس ہو چکا ہے اور اسکے ثبوت کا بہترین ذریعہ مستند زنانہ رسائل کے وقتاً فوقتاً یا متواتر شایع ہونے والے مضامین کا مدار رہتا ہے، لہٰذا ایسے مضامین جو آگے بڑھنے والی مستورات کے حقوق سیاسی سے تعلق رکھتے ہوں خواہ عام طور پر وہ پسند کیے جائیں یا نہیں "عصمت" جیسے اعلیٰ پایہ اور حامی ترقی نسواں رسالہ میں اور خصوصاً جبکہ یہ حضرت قبلہ علامہ راشد الخیری جیسا طالب حقوق نسواں کی سرپرستی کا فخر رکھتا ہو ضرور شایع ہونے چاہئیں۔ میں محترمہ شہر بانو صاحبہ کو ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس خاص طبقہ کی طرف سے جسکا ذکر میں اوپر کر آیا ہوں عرض کرتا ہوں کہ وہ آیندہ متواتر اس موضوع پر مضامین لکھتی جائیں اس مخصوص خدمت قومی کیلئے آیندہ نسلیں محترمہ کی شکرگزار رہینگی۔ میں نے خود اس موضوع پر لکھنا شروع کیا ہے اور "تعلیم نسواں کا سیاسی رخ" شایع بھی ہو چکا ہے لیکن عورتوں کی کہانی عورتوں ہی کی زبانی کچھ زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے، اسلئے میری خواہش ہے کہ اس موضوع پر خود عورتیں قلم اٹھا کر اپنی زندگی کا ثبوت دیں۔ (کیپٹن) نصیر الدین احمد

گنڈے تعویذ

رسالہ عصمت کے اکتوبر نمبر میں محترمہ بہن جلیلہ خاتون صاحبہ کا مضمون مذکورہ بالا عنوان کے تحت میں نظر سے گذرا۔ مجھے بھی ایک سچا واقعہ دوہرانے کا خیال ہوا۔ شاید کسی بہن کے لئے مفید ثابت ہو۔

گنڈے تعویذوں کے مرض میں زیادہ تر دیہاتی مسلم عورتیں مبتلا ہیں جو کہ صرف برائے نام مسلم کہلاتی ہیں۔ اسلام اور ایمان سے کوسوں دور ہیں۔ مرد چونکہ عورتوں کی نسبت عقلمند ہوتے ہیں۔ اس لئے گنڈے تعویذوں کے شوق سے مبرا ہیں۔ اس بیہودہ اور تکلیف دہ مرض سے خدا ہر ایک کو بچائے آمین۔

ان کمبخت تعویذوں کی بدولت بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ اور کتنے ہی گھر برباد ہوئے۔ مگر مسلم عورتوں نے اس کے بائیکاٹ کا نام پھر بھی نہ لیا۔

چند سال ہوئے پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک شریف حوالدار رہتا تھا۔ گو عہدہ چھوٹا تھا۔ مگر ایمانداری اور شرافت کی وجہ سے لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔ وہ بیچارا خود تو اللہ کا نیک تھا۔ مگر بیوی نہایت ہی چالاک اور جاہل تھی۔ اور گنڈے تعویذ میں پوری پوری دسترس رکھتی تھی۔ حوالدار اپنی بیوی کی عادتوں سے بخوبی واقف تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ اسکو اس لغویت سے بچائے۔ مگر اس کی بدمزاجی کی وجہ سے دم نہ مار سکتا تھا۔ تنخواہ آدھی سے زیادہ ملاجی اور میاں جی کی نذر ہو جاتی۔ اپنی ذاتی زمین سے کچھ غلہ وغیرہ آجاتا جس سے گزارہ اچھی طرح ہو جاتا۔ اور بیوی صاحبہ آنکھیں بند کرکے اپنے کام میں مصروف رہتیں۔ پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا کل چھ بچے تھے مگر سب کے سب نہایت بداطوار انسانیت کی کوئی بات ان میں نہ پائی جاتی تھی۔

مسرت ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے۔ فلک کجرفتار نے پلٹا کھایا۔ حوالدار تین چار دن بیمار رہنے کے بعد راہی ملک عدم ہوئے۔ دوا دارو تو خیر گنڈے تعویذوں سے بھی فائدہ نہ کیا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی۔ کہ حوالدار بذات خود تعویذوں کے معتقد نہ تھے اس لئے افاقہ نہ ہوا۔

لڑکیاں پانچوں جوان تھیں۔ قریبی لوگ ان کی بدمزاجی اور بداطواریوں سے واقف ہونے کی وجہ سے رشتہ کا نام نہ لیتے تھے۔ گنڈے تعویذوں کا عمل بدستور جاری تھا۔ آخرکار عرصے کے بعد دور دور شہروں میں لڑکیوں کی بات ٹھہر گئی۔ بیگم صاحبہ نے جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ کرکے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ جب تک گھر والے لڑکیوں کی عادتوں سے ناآشنا رہے۔ گزارہ اچھا ہوتا رہا۔ مگر آخر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی نہایت برا برتاؤ ہونے لگا۔ ادھر لڑکیاں بلا کی تندمزاج ایک ایک کی اٹھارہ اٹھارہ بتائیں منہ چلانے والے

بہت پریشان ہوئے۔ اور یکے بعد دیگرے لڑکیوں کو ماں کے پاس چھوڑ گئے۔

اوّل اوّل تو خوب لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مگر جب اس طرح بھی مقصد حاصل نہ ہوا۔ تو پھر سیدھی طرح ان کے گنڈوں پر بھروسہ کرکے بیٹھ رہیں۔ حسن اتفاق سے ایک دو کو سسرال والے لے گئے۔ اب کیا تھا۔ بیوی صاحبہ دل و جان سے ملاجی اور ان کے گنڈوں پر نثار ہوتی تھیں۔ اور جہاں ذرا بھی کسی لڑکی کے ساتھ بسلوکی ہوئی۔ فوراً گنڈے تعویذ کیے اور سمدھیانے میں لڑکی کے پاس بھیج دیے۔ اس کو یہ کرنا! اور اس کو وہ کرنا! خوب تاکید ہوئی۔ گھر جو جمع پونجی تھی اسی طرح برباد کر ڈالی۔ یہاں تک کہ مکان اور زمین بھی گروی رکھ دی گئی اور ماں بیٹیاں ٹکڑوں کو محتاج ہو بیٹھیں۔ وہی بیوی جو کبھی بیگم بنی ہوئی تھی۔ اب پیٹ کی خاطر ماگیری کرتی تھی چکی چرخہ کا جو کام مل جاتا لیتی اور محنت کرتی مگر تعویذوں سے اب بھی باز نہ آتی تھیں۔

ماں تو کاموں میں مشغول تھی اور باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ اس کی تعلیم و تربیت کا فکر کسے ہوتا۔ جاہل اور ناعاقبت اندیش ماں کی بدولت زمانے بھر کے عیب لڑکے میں جڑ پکڑ گئے اور وہی لڑکا جس کا باپ شرافت اور عزت میں قابل رشک تھا۔ بری عادتوں کے سبب کوئی بھی اسکو پاس نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ آخر وہ ایک ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہوا۔ کہ اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا۔ اب ماں مر چکی ہے۔ اور نہیں معلوم وہ بدنصیب کہاں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

یہ ہے ایک گنڈے تعویذوں کی معتقد عورت کی غم بھری سچی داستان دیکھو کس طرح اس نے گنڈے تعویذوں کے پیچھے اپنا مال و دولت اور عزت اور ایک نہیں بلکہ کئی نسلیں برباد کیں۔ کیونکہ بیٹیاں بھی ماں کے نقش قدم پر چل رہی تھیں۔ اور اس سے زیادہ تعویذوں کی شیدا تھیں۔ خدا کا کلام ضرور بابرکت ہے۔ اور زبردست طاقت رکھتا ہے۔ مگر اس فضول طریقے سے نہیں۔ تعلیم یافتہ بہنوں کا فرض ہے کہ وہ جاہل عورتوں کو جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ اس فضول خیال سے بچائیں یہ مشرکوں کا کام ہے۔ کیونکہ باایمان آدمی ہمیشہ اپنی قسمت پر صابر و شاکر رہتا ہے۔ اور دعا سے کام لیتا ہے۔ خدا کرے یہ قبیح اور لغو خیالات بہت جلد ہماری قوم سے بالکل مٹ جائیں۔ آمین

آنسیہ چودھری مبارک علی ننور کوٹ

پھولوں کی کاشت

گلاب

گلاب کا پھول کسی تعارف و تشریح کا محتاج نہیں۔ اس کے بغیر گلشن کی زینت ناممکن ہے! اسکا حسن اُسکی رنگت و بو لاجواب ہے۔ گلاب صانع قدرت کا نادر عطیہ ہے۔ ملکۂ گل کے معزز خطاب سے اِسے مخاطب کیا جاتا ہے۔ درحقیقت اسے اپنی خوبصورتی سے دنیا بھر کے پھولوں پر فوقیت حاصل ہے۔ تمام مہذب قومیں گلاب کی کاشت میں دلچسپی لیتی ہیں۔ انگریز خواتین اپنے باغیچوں میں قسم قسم کے خوشنما پھول تیار کرتی ہیں۔ شیراز میں تو گلاب کے پودے گھر گھر پائے جاتے ہیں۔ ایرانی گلاب کی کاشت میں بہت محنت کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے پھولوں پر ایک دل آویز جوبن نظر آتا ہے۔

میں نے جو کچھ معلومات اس حسین پھول کی کاشت کے بارے میں بہم پہنچائی ہیں۔ تحریر کرتی ہوں۔ اور اُمید کرتی ہوں۔ کہ پیاری عصمتی بہنیں اپنے اپنے ذاتی تجربات سے ناواقف بہنوں کو مستفید فرماتی رہینگی۔

اگر گلاب کے پودے زمین میں لگائے جائیں۔ تو زیادہ پھلتے پھولتے ہیں۔ خوب بڑے بڑے اور بکثرت پھول دیتے ہیں۔ لیکن بوجہ قلتِ زمین گملوں میں بھی لگانے پڑتے ہیں۔ البتہ یہ گملے عام گملوں سے قدرے بڑے ہوتے ہیں۔ کیاری کی مٹی ایک فٹ گہری کھود کر پھینک دیں۔ اور اس میں ساحلِ دریا کی مٹی پھیلا دیں۔ کھیتوں کی زرخیز مٹی بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ لیکن بعض حالات میں اس طرح کی مٹی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو ایک حصہ بالو ریت ایک حصہ کھاد اور دو حصہ عمدہ مٹی خوب اچھی طرح ملالیں۔ اور پھر یہی مٹی کیاری میں بچھادیں۔

گملوں میں مٹی ڈالنے کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے ان کے سوراخ پر ایک ٹھیکری اس طرح رکھ دی جائے۔ کہ فالتو پانی باہر نکل سکے۔ پھر مذکورہ بالا طریقہ سے تیار کردہ مٹی ان میں پھیلادیں۔

گلاب کی دابیں اور قلمیں ویسے تو سال بھر لگ سکتی ہیں۔ لیکن عموماً ماہ نومبر اور ماہ فروری میں لگائی جاتی ہیں۔ نومبر میں لگائی ہوئی دابیں آخر مارچ تک ہری ہو جاتی ہیں۔ اور فروری میں لگائی ہوئی دابوں میں اوائل برسات تک پتے اور شاخیں پھوٹ آتی ہیں۔ جب داب لگائی جائے۔ تو اُسے صبح شام دو وقت پانی دینا چاہیئے۔ لیکن واٹرکین سے آہستہ آہستہ پانی ڈالنا چاہیئے۔ تاکہ داب کے اردگرد سے مٹی نہ ہٹ جائے۔ جگ سے پانی ڈالنا مضر ہے۔ کیونکہ اس طرح پانی زور سے گرتا ہے۔

گلاب کے بیجوں سے بھی پودا اُگ سکتا ہے۔ بیج برسات کے دنوں میں بوئے جاتے ہیں۔ اور ماہ اکتوبر یا نومبر تک اُگ آتے ہیں۔ بیج بونے سے پہلے انکا بیرونی قدرتی غلاف چیر کر پھینک دینا چاہیئے۔ اندر سے جو بیج نکلیں۔ وہ ایک ہی گملے میں بو دیں۔ جب کچھ بڑے ہو جائیں۔ تو ان پودوں کو الگ الگ گملوں میں لگا دیں۔ چند ہی مہینوں میں پھول دینے لگیں گے۔ لیکن میرا ذاتی تجربہ یہ ہے۔ کہ ان سے بڑے بڑے پھول پیدا نہیں ہوتے۔ خواہ بیج بہت ہی عمدہ قسم کے ہوں۔ اسی لئے اغلباً گلاب کی کاشت بذریعہ بیج بہت کم عمل میں آتی ہے۔

موسم سرما میں گلاب کے پودے کو صرف ایک دفعہ پانی دینا چاہیئے۔ اور موسم گرما میں دو وقت۔ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد۔ دھوپ میں پودے کو پانی از حد مضر ہے۔ پانی سارے پودے پر چھڑک دینا چاہیئے۔ تاکہ گرد و غبار دھو جائے۔ گلاب کے پودے کو خوب دھوپ لگنی چاہیئے۔ تاکہ پودا طاقتور رہے۔ البتہ گرمیوں میں اسے سخت دھوپ اور لو سے بچانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ پودے کی زمین کھود کر نرم کرنی لازم ہے۔ لیکن احتیاط مقدم ہے۔ تاکہ اس کی جڑوں کو ضرب نہ پہنچے۔ اس کے بعد پودے کو چند گھنٹے پانی نہیں دینا چاہیئے۔ تاکہ سورج کی شعاعیں اچھی طرح طاقت دے سکیں۔

گلاب کی شاخوں کو اکتوبر یا نومبر میں تراش دینا چاہیئے۔ اس طرح پودا دیدہ زیب نظر آتا ہے۔ اور پھول بھی خوب دیتا ہے۔ اگر پودا چھانٹا نہ جائے۔ تو وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پھول نہیں دیتا۔ کھاد بھی وقتاً فوقتاً پودے میں ڈالتے رہنا چاہیئے۔ گلاب کی مٹی ہمیشہ برسات کے دنوں میں تبدیل کرنی چاہیئے۔ ورنہ پودا مرجھا جاتا ہے۔

موسم گرما کے چند خوبصورت پھولوں کی نسبت جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ انشاءاللہ بشرطِ زندگی پھر کبھی لکھوں گی۔ یوں تو ہمارے ہاں سب کو پھولوں سے محبت ہے۔ لیکن میرے بھائی مشتاق احمد ایم اے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کو تو پھولوں کی کاشت میں انتہا درجے کی دلچسپی ہے۔ اور انکی معلومات اس فن میں بہت ہی وسیع ہیں۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ وہ محترمی بھائی رازق صاحب کی فرمایش پر پھولوں کی کاشت کے بارے میں کچھ نہ کچھ بروقت فرصت عصمت میں ضرور تحریر کرینگے۔

سرور جہاں بنت خان بہادر چودھری نبی احمد

اَب پوسٹ کارڈ پر تین پیسے اور لفافہ پر پانچ پیسے کے ٹکٹ لگتے ہیں۔
اگر پوسٹ کارڈ پر وہی دو پیسہ کا ٹکٹ آپنے لگایا تو ڈاکخانہ پوسٹ کارڈ پر پھاڑ کر پھینک دیگا
اور اگر لفافہ پر ایک آنہ کا ٹکٹ ہوا تو بیرنگ کر دیا جائیگا۔ منیجر عصمت دہلی

حج بیت اللہ کے متعلق چند ضروری ہدایات

سفر حج بیت اللہ کے متعلق سالگرہ نمبر میں میں نے یہ تین بڑی تجویزیں کی تھیں۔

(۱) کامران میں صرف جہاز ہی پر معائنہ کر لیا جائے اور اگر کوئی خرابی نہ پائی جائے تو تمام مسافروں کو قرنطینہ کی بیجا زحمت نہ دی جائے۔

(۲) بمبئی میں ٹیکہ وغیرہ کی آفت کو اس طرح کم کیا جائے کہ جو لوگ اپنے گھر سے اس قسم کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ لیکر بمبئی پہنچیں کہ انہوں نے اپنے ہی ضلع میں کالرا اور چیچک کے محفوظ رہنے کا ٹیکہ لگوایا ہے تو انکو بمبئی میں مزید زحمت سے بچا دیا جائے۔

(۳) عازمین حج بیت اللہ اپنے شہر سے چلنے سے پیشتر ہیضہ و چیچک کا ٹیکہ اپنے مقامی ہسپتال یا ڈاکٹر سے لگوا کر سرٹیفکٹ حاصل کر لیں تاکہ ٹیکہ وغیرہ سے کبھی کبھی جو بخار وغیرہ یا دیگر تکلیفیں ہوتی ہیں وہ گھر ہی پر تمام ہو جائیں اور سفر میں بمبئی جیسی بے پناہ جگہ میں یہ مصیبتیں نہ پڑیں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ تمام مشکلیں مٹ گئیں اور مندرجہ بالا تجویزیں پاس ہو گئیں ہیں لہذا اب ناظرین و ناظرات عصمت آیندہ حج کے لیے گھر سے طیار ہو کر جائیں۔ یعنی

(۱) بمبئی یا کراچی یا کلکتہ روانہ ہونے سے دس پندرہ روز پیشتر اپنے ضلع یا شہر ہی میں ہیضہ (کالرا) اور چیچک کے ٹیکے لگوالیں اور سول سرجن یا دیگر مستند ڈاکٹر سے سرٹیفکٹ بھی ضرور لے لیں کہ یہ ٹیکے فلاں ابن فلاں کو فلاں فلاں تاریخ کو لگا دیے گئے ہیں۔

(۲) یہ سرٹیفکٹ جہاز پر سوار ہونے سے پیشتر ٹکٹ لیتے وقت پیش کر دینے سے بمبئی میں ٹیکہ وغیرہ نہیں لگایا جائے گا اور کم از کم مستورات کے لیے یہ ایک بہت بڑی سہولیت ہوگی۔

(۳) ان سرٹیفکٹ کے ہوتے ہوئے کامران پہنچکر وہاں بھی قرنطینہ کی زحمتوں سے نجات ملجائے گی کیونکہ جن کے پاس یہ سرٹیفکٹ ہونگے وہ جہاز سے کامران میں نہیں اتارے جائیں گے جب تک کہ خدانخواستہ کوئی خاص وبا جہاز میں نہ پھیلی ہو۔

(۴) جو لوگ کسی وجہ سے اپنے ہی شہر سے سرٹیفکٹ لیکر نہ جا سکے ہوں ان کو بمبئی پہنچتے ہی ہیضہ و چیچک کا ٹیکہ جو مفت وہاں لگایا جاتا ہے ضرور لگوا کر سرٹیفکٹ حاصل کر لینا چاہیے تاکہ کم از کم کامران کی قرنطینہ کی مصیبت سے نجات مل سکے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کامران کی زحمت کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔

کیپٹن ڈاکٹر نصیر الدین احمد

کیا دُعا دی جائے

سعیدہ۔ بی بی خدا تمہاری عمر ہزار سال کی کرے تم پھولو پھلو صاحب اولاد ہو۔ تم نے میرا دل خوش کیا خدا تمہارا ہمیشہ خوش رکھے۔ تم نے میری مراد پوری کر دی خدا تمہاری مرادیں برلائے۔ دوست خوش، دشمن پامال ہوں۔

حسینہ۔ یا اللہ! ہزاروں دُعائیں آخر کیوں دی جا رہی ہیں۔ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا جو یہ دُعاؤں کی بارش میرے سر پر برسائی جا رہی ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی مجھ پر پتھر برسا رہا یا تیر چلا رہا ہے آج تک یہ نہیں سُنا تھا کہ ہزار سال کی عمر ہوتی ہے شاید شاہ نامہ میں تم نے دیکھا ہو گا کہ ہزار ڈیڑھ ہزار سال کی عمر ہوتی ہے خدا نہ کرے کہ میری عمر بڑی ہو۔

سعیدہ۔ نوج دور پار آپ کے دشمنوں پر پتھر پڑ جائیں دشمن برباد ہوں خدا نہ کرے تم پر میں پتھر کیوں برساتی اور یہ تو کہو میری دعا تمکو تیر کیوں معلوم ہوتی تم نے میری لڑکی کی شادی کر دی۔ مجھے بے فکر کیا۔ میری آرزو پوری کر دی۔ اس لیے میں دل سے دُعا دیتی ہوں اور ہمیشہ دیا کرونگی۔

حسینہ۔ خدا کے لئے مجھے ایسی دُعائیں نہ دو۔ یہ نہ کہو میرے دشمن برباد ہوں بلکہ یوں کہو کہ میرے دشمن میرے دوست ہو جائیں۔ میری عمر بڑی ہونے کی دُعا نہ کرو بلکہ یوں دُعا مانگو خدا میری زندگی و عزت و آرام کے ساتھ گذار دے مجھے اولاد کی تمنا نہیں یہ کہو کہ میرے ہاتھ سے خدا کوئی کام ایسا کروا دے جس کے ذریعہ خدا کے بندوں کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے اور میرا نام ہمیشہ نیکی کے ساتھ زندہ رہے۔ ہاں تم نے ایک دعا تو اچھی دی کہ میں خوش رہوں۔ اور یہ دُعا دو کہ مجھ میں خدا وہ قوت دے کہ میں لوگوں کے دلوں پر حکومت کروں۔ لوگ سلطنت کرتے ہیں لیکن اصل حکومت و سلطنت اس کی ہوتی ہے جو کہ دلوں پر حکومت کرے

سعیدہ۔ اچھا اب معلوم ہوا کہ دعا کا طریقہ بھی نیا ایجاد ہوا ہے آجتک یہی دعا دیجاتی تھی کہ دشمن پامال ہوں مرادیں بر آئیں اب نیا طریقہ آپنے ایجاد کیا ہے اچھا اسطرح دُعا کیا کرونگی۔

حسینہ۔ مجھے بہت بُرا معلوم ہوتا ہے جب کوئی یہ دُعا دیتا ہے کہ تمہارے دشمن برباد ہوں بھلا دشمن برباد کیوں ہوں اور مریں کیوں۔ ایک روز ہمکو بھی مرنا ہے البتہ یہ کہنا چاہیے کہ ہمارے دشمن بھی ہمارے دوست ہو جائیں اور عمر بڑی ہونے سے کیا حاصل عمر کم ہو یا زیادہ جو اللہ کو منظور ہو گی وہ ہو گی لیکن دعا یہ دو کہ عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر ہو۔ خدا کرے کہ میری حکومت لوگوں کے دلوں پر ہو جائے اگر دلوں کی حکومت میں نے حاصل کر لی تو گویا دنیا و آخرت کی سلطنت حاصل کر لی۔

سعیدہ۔ خدا کرے تمہاری حکومت لوگوں کے دلوں پر ہو جائے اور دشمن تمہارے دوست ہو جائیں کہو اب تو خوش ہو۔

صغرا ہمایوں مرزا

نائب صدر امریکہ کی ہمشیرہ جو مجلسی دعوتوں کے موقعوں پر
سفر کرنی کے بجائے مہمانداری کے فرائض انجام دیں گی ۔

مہارانی بی ر لی صاحبہ آف سانگلی
جنکو بنی نوع انسان کی خدمات کے
صلہ میں قیصر ہند کا تمغہ
عطا ہوا ہے ۔

مصطفی کمال پاشا کا مجسمہ

جو وی آنا (آسٹریا) میں تیار ہوا ہے جو عنقریب سمسون (ترکی) میں نصب ہوگا

مس اینی کلب جو نارتھ لنڈن میں لوہار کی دوکان کرتی ہیں

پگڑی سر سے اتر گئی

پگڑی سر سے اتر رہی ہے اور اس کی رفتار کی سرعت اُس سے بھی بڑھی ہوئی ہے جس سے ہمالیہ کی چوٹی کو چین جنگ پر چڑھنے والی جرمن مہم بوجہ برف باری اتر آئی۔ اور اللہ کیا زمانہ تھا جب یہ شاندار اور طرحدار سر پوش ــــــــ مشرق کے لاکھوں اور کروڑوں سروں پر شان شاہنشاہی سے داد حکومت دیتی تھی۔ آج اس کے زوال کا یہ عالم ہے کہیں عجائب خانوں میں بند کی جا رہی ہے اور کہیں بار سر ہو کر پادستے دگرے دست بدست دگرے کی مصداق ہو رہی ہے۔ سر میں نہ بنگالی بابو کا قصور ہے اور نہ کسی دوسرے کا۔ بنگالی بابو تو خیر سے ہمیشہ اس کو وحشت و حیرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور کبھی پاس پھٹکنے پہ بھی آمادہ نہ ہوئے۔ راجہ موہن رائے کے سر پر ایک سایہ دار پگڑی تصویروں میں ابھی تک دیکھی جا رہی ہے لیکن وہ تو مصلحت کی بنا پر تھی کیونکہ وہ راجہ تھے اور درباروں کا دستور یہی تھا۔ اب پگڑی کی ساری اُمیدوں کا مرکز پنجابی بابو کا سر ہے۔ لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی سوراج کے شور و غل کے صدقہ میں گاندھی ٹوپی نے بھی ہندوستانی سروں پر پنجابی نظریں ڈالنی شروع کی ہیں اور آپ خود دیکھ سکتی ہیں اس مردم شماری کے وقت تک گاندھی کیپ کا کنبہ یا اس کی برادری کثرت حاصل کر چکی ہے۔ لیکن ذرا گاندھی جی کے سر کو تو دیکھئے گا کہ وہاں پورا سوراج ہے اور گاندھی کیپ نے اسے کامل آزادی یا ڈومینین اسٹیٹس کچھ نہ کچھ ضرور دیدیا ہے۔ اصل حقیقت کو سر تیج بہادر سپرو یا چنتا منی اور دوسرے ماہرین دستور ہی بتا سکتے ہیں۔

ہر عروجے را زوالے ایک مشہور مثل ہے اور اس کی صداقت بے پناہ ہے۔ پگڑی کا عروج بھی اس مثل کی صداقت پر قربان ہو گیا۔ سینکڑوں ہزاروں برس تک ایک دنیا نے پگڑی کی حکومت کے سامنے سر اطاعت خم کیا ہے اور اس کے بار اقتدار کی وجہ سے کوئی سر نہ اُٹھا سکا ہے۔ بادشاہ ہو یا گدا شریف ہو یا ڈاکو کوئی اس کی حکومت سے باہر نہ جا سکا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں پگڑی اور اس کی حکایت داستان پارینہ ہو رہی ہے۔

اور آخر ہر چیز پرسن کا بھی تو اثر ہوتا ہے۔ جو چیز سینکڑوں ہزاروں برس کا زمانہ دیکھ چکی اُسے تو جینے کی تمنا ہوتی ہی نہیں چاہئے اور اگر ہے تو یہ ہوس ہے۔ مزید برآں دنیا کی تمام قومیں اور ساری حکومتیں موجودہ اقتصادی زوال اور کساد بازاری کی وجہ سے پریشان و تباہ ہو رہی ہیں تو اس کے کیا معنی کہ پگڑی کی قوم جس میں مولوی کا عمامہ، سپاہی کی پگڑی، زمیندار کا صافہ اور کسان کا پھٹکا وغیرہ وغیرہ شامل ہیں اور پگڑی کی حکومت یعنی مشرقی اور بالخصوص ہندوستانی انسانوں کے سر اس وبا کے اثر سے بچ جائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو علماء اقتصادیات کے خیالات کی بنیاد ہی کھوکھلی ہو جاتی کیونکہ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ یہ وبا عالمگیر ہے اور پھر سمجھنے کی بات ہے کہ موجودہ اقتصادی زوال کی سب سے بڑی وجہ عالمگیر جنگ کی تباہ کاریاں ہیں۔ مشرقی قوموں کی شرکت

جنگ کے ساتھ پگڑی کو بھی جنگ میں شامل ہونا پڑا تھا اور اسی سلسلہ میں نہ معلوم کتنی پگڑیوں کو سر سے اترنا پڑا ہوگا۔ مال کی کمی نے بھی لوگوں کو مجبور کیا کہ پگڑی سے رشتہ توڑ کر گاندھی کیپ سے ناتہ جوڑیں یا اگر خیال ہو نیا بنگالی بابو کا ساتھ دینے کے لئے آنا دہو جائیں یا کم سے کم اس کی فکر تو کریں۔ یہ تو بھلا ہو ہماری سرکار کا اس نے ابھی تک پگڑی کا ساتھ دے رکھا ہے اسی لئے فوج اور پولیس کے نوجوان کا سرپوش پگڑی ہی ہے۔ اور گورنمنٹ گاندھی کیپ پہننے والوں کو اپنوں میں نہیں سمجھتی۔ بڑی خیریت گذری کہ "کلہاڑی کمیٹی" Axe Committee والوں نے شملہ کی بلندی پر بھی ٹھیک اس کو نہ دیکھا کہ سپاہیوں کی پگڑی اتار کر اگر انہیں بی۔ این۔ ڈبلو ریلوے کے ملازمین کو بھی ٹوپی پہنائی جاتی تو بڑی کفایت ہو سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ چوک گئے۔ ورنہ وہ تو اپنی بے پناہ تیشہ زنی سے پگڑی بچاری کی کرم خوردہ جڑ کاٹ ڈالا کرتے۔

پگڑی کی عظمت و جلال کے نمونے اب بھی ہندوستانی تھیٹروں میں نظر آتے ہیں اور بادشاہ کے دربار کے لئے پگڑیوں کی فوج لازمی ہے۔ گو بائسکوپ والے اب ہمت کو مقابلہ پر لا رہے ہیں۔ اور اس جنگ میں بھی شکست پگڑی ہی کی نظر آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بابر نے بھی پگڑی ہی استعمال کی اور اکبر اعظم نے پگڑی فارس سے تیار کرا کے منگائی تھی۔ سوچنے کی بات ہے کہ اتنے بڑے بڑے بادشاہ جنہوں نے تاریخ میں انقلابات پیدا کر دئے اور بڑی بڑی حکومتوں کو زیر و زبر کر دیا خود اپنے سر کی خبر نہ لی اور پگڑی کی حکومت نے انہی لوگوں کے سروں پر عروج کی منزلیں طے کیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پگڑی کی برکات ایسی نہ تھیں جن پر لوگوں کی نظر نہ پڑتی۔ پگڑی کہیں چادر کا کام دیتی۔ اور لوگوں کو موسم کے حملوں سے بچاتی۔ زندگی کی ساتھی تھی اور ناکامیوں کے موقع اور بالخصوص محبت کی ناکامیوں کے موقع پر مونس تنہائی ہوتی اور زندگی سے نجات حاصل کرنے میں پھانسی کا پھندا بن کر بڑی مدد کرتی تھی۔ تعجب ہے کہ فرہاد کے تیشہ کی طرح پگڑی مشہور نہ ہوئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ دو محبت بھرے دلوں کے ملانے میں بھی اس کی خدمات قابل قدر ہوتی ہیں اور رات کی تنہائی میں اس نے کتنوں کو دیوار پر چڑھنے میں مدد کی ہوگی۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسکی برکتیں بھلے برے سب کے لئے یکساں ہیں۔ سرحد کے آزاد پٹھان آج بھی انگریزی قلعوں میں اسی کی مدد سے اتر آتے ہیں اور میموں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ اخبار میں اسی قسم کے واقعات آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

جہانتک میری سمجھ میں آتا ہے پگڑی کے اقتدار کی صرف یہی وجہ نہ تھی بلکہ ایک دوسری وجہ اس سے قوی تر تھی۔ مشرقی انسان اور بالخصوص ہندوستانی آج بھی اس بات کے لئے مشہور ہیں کہ وہ باپ دادا کی میراث کی بڑی قدر کرتے ہیں اور یہی پہلے بھی تھا۔ پگڑی اس میراث کی ایک بہت اہم چیز ہوا کرتی تھی اور باپ کی پگڑی اور تلوار پر ہندوستانی خاندانوں میں، بھائیوں میں اسی شدومد کے ساتھ اکثر جنگ ہوتی رہی جو شاہجہاں کے بیٹوں کے جنگ کی خصوصیت تھی۔ اکثر خاندانوں میں ایسی بوسیدہ پگڑیاں ملیں گی جن پر کیڑوں نے سات پشت کی تاریخ لکھ ڈالی ہے۔ یہ وہی پگڑیاں ہیں جو بطور میراث ہاتھ بدلتی گئی ہیں۔

موجودہ گول میز کانفرنس کا بھی اثر پگڑی پر پڑنا لازمی ہے کیونکہ جہانتک اُمید ہے کانگرس کی قرارد ہی کانفرنس عملی
وقت ہجانات کے بعد منظور کریگی اور اس صورت میں گاندھی کیپ پہننا حکومت کی نظر میں قابل اعتراض نہ ہوگا اور اسی
کی رکاوٹ جو گاندھی کیپ کی راہ میں ہے اگر ہٹ گئی تو پگڑی قبل آنکھ بند ہونے ہی کے غائب ہو جائیگی۔
مجھے تو یہ ڈر اسی وقت پیدا ہوا تھا جب گاندھی جی کی گمر اوں تے وائسر یگل لاج کی سیڑھیوں پر التوائے جنگ کا
طبل بجایا تھا اب دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ یہ قسمت ہی ہے جو پگڑی ابھی تک بچی چلی جا رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شوکت علی
کا اس کا خیال ہے کیونکہ اسلامی ممالک میں پہنچ کر اس کی مدد سے وہ بڑے کام بناتے ہیں۔ سُنا ہے کہ گاندھی جی پر کپڑے
کے کارخانے والوں کا بڑا اثر ہے۔ ممکن ہے وہ پگڑی کی اس آڑے وقت میں مدد کریں کیونکہ اس کی تجارت کو فروغ دینے میں
پگڑی کی مدد بھی ایک بڑی حد تک شامل ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ پگڑی اپنی خصوصیات کے باعث ضرور اس قابل
ہے کہ ہیٹ اور گاندھی کیپ کے ساتھ اس کا بھی خیال کیا جائے
حقیقت یہ ہے کہ میری رائے اس معاملہ میں صحیح ہونی چاہیئے کیونکہ میں دوسری ہندوستانی خواتین کی طرح دوپٹے
اوڑھنے کی عادی ہوں اور پگڑی اور "گیر عمر پوشوں" کی بحث میں غیر جانبدار حیثیت رکھتی ہوں۔
لیکن پگڑی بعض موقعوں پر اس طرح رفاہ عام کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اسکے باندھنے والوں کے
مخالفوں کو نہایت کارگر دلیل اس کے خلاف مل جاتی ہے۔ درحقیقت اس کا علاج انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو پگڑی کے طرفدار
ہیں اور انہیں اس مسلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔
جن لوگوں کو تھرڈ کلاس میں سفر کرنے کا موقع ہوا ہوگا انہیں اس بات کا پورا اندازہ ہوگا کہ پگڑی اس موقع پر کتنی تکلیف دہ
ہوتی ہے جب گاڑی میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہو۔ انسان بیٹھنے کی جگہ کو ترستا ہو۔ گاڑی میں ہوا کا گذر نہ ہو لیکن پگڑی ہے سر طل
پر بیٹھی گاڑی میں بیٹھنے والوں کا دم بند کئے دیتی ہے اور اس پر مزید اضافہ یہ ہے کہ پگڑیوں میں ایک ہاتھ سے زیادہ دم لٹک
رہی ہے اور اس میں سے ایسی بدبو آرہی ہے جو شاید جہنم کے کسی طبقہ سے مخصوص ہے۔

مہر بانو

گورستان

از

فانی گلیانوی

سچ بتا اے تربت خاموش اپنا مدعا
تیری تاریکی میں پوشیدہ ہیں کتنے کارواں
موت کی آغوش میں شاہ و گدا جب سو گئے
اسلئے تیرے مکینوں کو ہے تنہائی پسند
تیری راحت گاہ میں ہے محو راحت اک جہاں
میں بھی ہو جاتا شریک کاروانِ عدم

کیا تو ہی ہوگی حیات جاوداں کی رہنما
تیری مٹی میں ملے ہوں گے ہزاروں کے نشاں
فرق کیا باقی رہا؟ دونوں برابر ہو گئے
کُنج خلوت کو پہنچ سکتا نہیں کوئی گزند
تیری خاموشی میں ہے آسودگی کیسی نہاں
محفل ہستی سے لیکن اُٹھ نہیں سکتا قدم

اب پوسٹ کارڈ پر تین پیسے اور لفافہ پر پانچ پیسہ کا ٹکٹ لگتا ہے۔ (مینیجر)

آج کل کے عالم

مجھے بڑا رنج ہوتا ہے جب میں دیکھتی ہوں کہ ہمارے بعض مذہبی رہنما جو بڑے عالم کہلاتے ہیں نفس امارہ کے بری طرح سے مغلوب ہوگئے ہیں۔ دونوں جہان میں قابل ستائش وہ شخص ہے جس نے اپنے علم کی برکت سے اپنی اصلاح کی ورنہ اسکی ہستی بیکار ہے اسکا علم حاصل کرنا مضحکہ عالم بن جاتا ہے علم سے بہرہ ور ہونا خود شناسی کے زینہ پر قدم رکھنا ہے رفتہ رفتہ یہ قوت حق شناسی کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں وہی جستجو رہتی ہے اور زیادہ سمجھنے کا مادہ پیدا ہوتا جاتا ہے ایسے عالموں کو دنیا کی دلچسپیاں لغزش سے روکتی ہیں اور اسی لئے راہ طریقت ہمیشہ انکے پیش نظر رہتی ہے۔ علم سے مطلب یہ ہی ہے کہ اسکے حاصل کرنے کے بعد تمام مادی چیزوں کو انسان فانی سمجھے اور روحانی ترقی مدنظر رہے۔ وہ عالم کام کا جو تمام دنیاوی دلفریبیوں میں پھنسکر حرام حلال میں تمیز نہ کرے وہ دنیا کو دہوکا دیتا ہے اور علوم باطنی سے قطعی بے تعلق ہے

کسی نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے ہمارے صوبہ میں ایک بہت بڑا عالم فاضل موجود ہے جو حیرت خیز خیالات نظم و نثر میں ظاہر کرتا ہے۔ میں نے بڑے شوق سے ان خیالات کو پڑھا لیکن جب غور سے پڑھا تو بعض باتیں ادہوری معلوم ہوئیں اور جب اُن کی زندگی کی روش کو سنا تو سخت افسوس ہوا ایک دوسرے بڑے مشہور عالم کا حال دریافت ہوا جنکے ماننے والے سینکڑوں کی تعداد میں ہیں لیکن ان کے مشاغل کیا ہیں۔

تبرا نجدی۔ ہاشمی ہجا۔ انکی رفیقہ حیات ایک نہیں چار بیریاں ہیں

[illegible]

بر تنخواہی عزیزہ عابدہ بیگم عنا

ہے بارش انبساط و عشرت۔ بہار پر رونق باغ اقبال
ہے رخصت لیل یاس و حسرت۔ اور صبح امید جلوہ پیرا
ہے سلک زریں کتخدائی خوشا۔ امین طریقت و رعنا
ہوئے ہیں وابستہ حسن و الفت بہار و رعنائی گلستاں
ہیں گرچہ سامان فرح و بہجت مگر ہے بے تابیاں نمایاں
جگر خلش زار خار فرقت ہیں آنکھیں آئینہ دار طوفاں
وہ خواہر دلنواز و ہمدم شریک ایام رنج و راحت
وہ غمگسار حسین فطرت۔ مٹائے جس نے نقوش حرماں
بہ زیر آئین دنیوی اب۔ جدا عزیزوں سے ہو رہی ہے
فراق پرور ہے وست بہجت ہے نیش در جام نوش پنہاں
دعا ہے مقصود دل ہو حاصل ہو کامیاب حیات رنگین
ہو عصر نو دادہ مسرت۔ ہو مرکز مہر لطف یزداں
یہ جس سے وابستہ ہے وہ ڈالی ہری رہے گلشن جہاں میں
بلندیوں پہ ہو نجم قسمت۔ ہو بخت و اقبال زیر فرماں
ہو دامن زیست مایہ دار۔ دُر امید و گل تمنا
ہوں قلب معمورہ محبت۔ ہمیشہ کیف و سرور ساماں
ہے نواریز و نغمہ پرور۔ بہشت شعر و سخن میں دائم
ہو محو بہبود قوم و ملت وجود رعنا ہو فخر نسواں
دعائے خورشید زار و خستہ قبول یارب ہو بہر احمد
عزیز شوہر ہو ذی مروت۔ رہے جہاں میں مدام شاداں

خورشید آرا بیگم

تربیت گاہ بنات دہلی

میر سید حسین صاحب گورنمنٹ پریس شملہ کی صاحبزادی صغرا بیگم صاحبہ کے داخلہ کی خبر کسی پچھلے پرچہ میں شائع ہو چکی ہے اپنے نانا صاحب کے غیر معمولی اصرار اور ماں کے دفعۃً بیمار ہو جانے پر چند روز کے واسطے وطن گئی ہے گھر پہونچنے کے بعد جو خط میر صاحب نے مجھے لکھا ہے درج کرتا ہوں۔

راشد الخیری

آج مدرسہ بنات مسلمانان ہند کی عدم توجہی کے باوجود ایک قابل رشک شعبہ ہے۔ میری بچی جس کی عمر چھ سال کی ہے ماہ اکتوبر میں داخل ہوئی اور جس کی تعلیمی حالت ہم سب پر ظاہر تھی مگر اس تھوڑی بات میں جب میں بچی کو واپس لایا اور امتحان لیا تو ہر شخص اس حیرت انگیز ترقی پر متعجب نظر آیا۔ اس عرصہ میں مذہبی سپرٹ کا اس ننھی سی بچی کے دل میں پیدا ہونا اور دنیوی واقعات سے باخبر ہو جانا سونے پر سہاگا تھا ہر قسم کا انتظام کافی و شافی تھا۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ بچی کے نانا صاحب کی انتہائی محبت اور تقاضے اور اس کی والدہ کی علالت نے مجھے مجبور کیا کہ میں بچی کو لاؤں ورنہ میری اور میرے گھر کی مستورات کی یہی دلی تمنا تھی کہ صغرا بیگم مدرسہ کا مکمل کورس ختم کرے۔ انشاء اللہ العزیز میں کوشش کروں گا کہ جسقدر جلد ممکن ہو میں صغرا بیگم کو مع دیگر بچی کے تربیت گاہ میں داخل کراؤں۔ نیز ان حضرات سے درخواست کرتا ہوں جو تعلیم نسواں کے خواہاں ہیں اور اپنی بچیوں کو داخل کرانا چاہتے ہیں۔ تربیت گاہ بنات سے بہتر تعلیمی شعبہ مسلمانوں میں کہیں نہ ملے گا۔ بالخصوص اسلئے کہ مفلس اور امیر لڑکیاں مستفید ہو سکتی ہیں

دیگر میں حامیان تعلیم نسواں و جناب علامہ موصوف کی خدمت میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موجودہ مکان مدرسہ کے شایان شان نہیں میں درخواست کروں گا کہ بذریعہ رسالہ بنات و عصمت فوراً بلڈنگ فنڈ کی تحریک کی جائے اور جلد کسی موزوں مقام پر بلڈنگ بنائی جائے۔ آخر میں میں جملہ کارکنان شعبہ و خصوصاً علامہ موصوف و بیگم صاحبہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری بچی کے لئے ہر طرح سے آسائش کا سامان پہنچایا۔

سید حسن ملتانی
گورنمنٹ پریس
شملہ

رسالہ عصمت ستمبر نمبر میں تربیت گاہ بنات دہلی کے متعلق ایک دردمند بہن کا خط میری نظر سے گذرا جس کو پڑھ کر واقعی افسوس ہوا کہ مسلمانوں کی معصوم بچیاں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مشن اسکولوں میں جاتی ہیں یہ حالت صرف دہلی ہی میں نہیں بلکہ ہر شہر میں ہے افسوس کہ مسلمان اپنی بچیوں کو غیر مذاہب والوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور ان سے ان معصوموں کی ابتدائی تعلیم کا بھی انتظام نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم اس اشد ضرورت کو پورا کر سکیں اور آپ جیسے بزرگ کو جنکی تمام عمر قوم کی بچیوں کی خدمت کرتے گذری ہے زندہ اور تندرست رکھے آمین اور آپ کے مقاصد میں کامیابی عطا کرے آمین۔ دردمند بہن کی تجاویز واقعی قابل عمل ہیں لیکن تجاویز (۲) و (۳) سے مجھ کو اختلاف ہے۔ بعض خریدار کسی نہ کسی وجہ سے معذور ہیں کہ جو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں یا لے سکتی ہوں وہ اس میں شریک ہوں ہر خریدار بہن دس روپے نہیں دے سکتی ان چھ سات ہزار بہنوں میں بعض ایسی بھی ہیں جو یہ چندہ بڑی مشکل سے دے سکتی ہیں۔ ہندوستانی عورتوں کی اور خاصکر مسلم خواتین کی اپنی آمدنی کچھ بھی نہیں اسلئے میری رائے ناقص یہ ہے کہ سب خریدار بہنوں سے دریافت کر لیا جائے کہ وہ کتنا چندہ دے سکتی ہیں۔ یا کوئی تاریخ مقرر فرما کر ان کی خوشی پر چھوڑ دیجئے۔

جن شہروں میں اس قسم کی انجمنیں قائم نہیں ہیں وہاں کی عصمتی بہنوں سے درخواست کی جائے کہ وہ بہت جلد انجمن قائم کریں اور اپنے شہر میں اس انجمن کی ماتحت ایک زنانہ اسکول فوراً جاری کر دیں اور ایک رقم پس انداز کر کے تربیت گاہ بنات کیلئے بھیجا کریں۔ اس طرح ایک مستقل ماہواری رقم تربیت گاہ بنات کو ملجایا کریگی۔

ہر ایک عصمتی بہن کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے شہر کی یتیم بچیوں کی مدد کرے اور انہیں عیسائیوں مشنریوں کے پنجے سے بچائے۔ اگر وہ اسکا انتظام نہ کریں تو فوراً آپ کی سپردگی میں دیدیں۔

ہمشیرہ محمد عرفان اسحق قدوسی ساہیور

میں عزیز بچی ہمشیرہ محمد عرفان صاحب کی اس عنایت کا شکر گذار ہوں حق یہ ہے کہ تربیت گاہ کی کامیابی کا سہرا ان ہی جیسی محترم خواتین کے سر بندھا ہوا ہے جو کسی حال میں اپنی بیکس بہنوں کو فراموش نہیں کرتیں اور ان کی فلاح و بہبود کی تجویزیں سوچتی رہتی ہیں لیکن موجودہ حالت میں کہ میں نے تربیت گاہ کی اعانت صرف عصمتی بہنوں تک محدود کر دی مسلمانوں کی ذہنیت کا پتہ محمد ناظم خاں صاحب کے بیان سے جو پچھلے پرچوں میں شائع ہوا ہے اور کنیز محمد بیگم صاحبہ کے گرامی نامہ سے

جو دسمبر کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ بآسانی چل سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب جب کہ تربیت گاہ اعانت کی تکلیف چندے کی امداد کر دے ہوری ہے ہر طرف سے اعتراض ہو رہے ہیں اگر میں عام چندہ کردوں تو شاید مسلمان مجھکو زندہ بھی نہ چھوڑیں۔

جن محترم خواتین اور حضرات کو تربیت گاہ یا اسکے یتیم سیکشن سے کوئی واسطہ نہیں ان کا تو ذکر ہی نہیں ہاں جن عزیز بہنوں کا دست کرم خدا کے بہتر و برتر کی لاچار مخلوق کا پیٹ پال اور بدن ڈہانک رہا ہے۔ وہ یقین کرلیں کہ تربیت گاہ کی یتیم بچیاں وہی پہنیں گی اور وہی کھائیں گی جو میں اور بیگم راشد الخیری کھا پہن رہے ہیں۔

میری عزیز بچیاں میرے واسطے دعا کریں کہ میری کمزوری رفع ہو اور مجھ کو اپنے خدا کی ذات پر پورا بھروسہ ہو جائے جس روز یہ نعمت مجھکو میسر ہوگی اسی روز بیڑا پار ہے یہی لوگ جو آج بچیوں کو آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھتے ان ہی کی اعانت عمارت کا سبب ہوگی اور ان ہی کی بدولت شہنشاہ دو جہاں کا کلمہ پڑہنے والی معصوم بچیاں کھنڈر سے نکلکر سنگین مکان میں پہونچ جائیں گی۔

"درود و سلام ہے اُس پر جو طیبہ کی خاک میں آرام فرما رہا ہے"

راشد الخیری

ایک ضروری گذارش

بعض خواتین اور حضرات تربیت گاہ کی بچیوں کی امداد کا روپیہ بھی "ایڈیٹر عصمت دہلی" یا "رازق الخیری دفتر عصمت دہلی" یا "منیجر بنات دہلی" کے پتوں پر روانہ فرماتی ہیں۔ حالانکہ مدرسہ کے روپیہ کا دفتر عصمت کی ڈاک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس قسم کی غلطی ڈاکخانہ والے بھی کرتے ہیں کہ مدرسہ کا روپیہ عصمت کے روپیہ میں شامل کر دیتے ہیں۔ ہم نے ڈاکخانہ کو بھی ہدایت کردی ہے اور عصمتی بہنوں اور بھائیوں سے بھی درخواست ہے کہ جب مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجیں تو یا **حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ** کے نام بھیجیں یا صرف یہ پتہ لکھیں "**تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی**" میرے نام یا دفتر عصمت کے پتہ پر مدرسہ کا روپیہ نہیں آنا چاہیے۔ منی آرڈر کرتے وقت اپنا پورا پتہ ضرور لکھدیا کریں تاکہ انہیں فوراً رسید بھیجی جاسکے۔ رازق الخیری

تربیت گاہ کا جشن معراج

خدا کے فضل و کرم عصمتی لڑکیوں اور رسالی بہنوں کی توجہ سے تربیت گاہ کا یہ تیسرا جشن معراج بھی ہر دسمبر ۱۹۳۴ء کو دھوم دھام سے منایا گیا۔ منتظمین نے صبح ہی سے تیاری شروع کردی تھی اور دوپہر تک مدرسہ کا چپہ چپہ پھول پتیوں سے آراستہ ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں مظفر نگر والی کنیز فاطمہ نے جو ارتداد کے قریب قریب پہنچ چکی تھیں جس عقیدت سے کام کیا ہے وہ قابل رشک ہے۔ مولوی صاحب نے اس پانچ مہینے کے عرصہ میں کنیز فاطمہ کو صرف یہی بتایا کہ شہنشاہ دو جہاں کا وجود مسلمانوں کے واسطے کیسی نعمت تھا اور حضور اکرم کے احسانات دنیا پر کیا ہیں

مغرب کے بعد سے معزز مہمانوں کی تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلہ میں خان صاحب حاجی غلام حسین خاں صاحب پشاوری میاں صاحب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب پٹنہ والے حاجی محمد سلیم صاحب کپتان خان بہادر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سی آئی ای مولوی نعمت اللہ زبیری تحصیلدار بھوپال کے خاندان میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی بہت سی بیبیوں نے اپنا نام اور پتہ ظاہر نہ فرمایا۔ مگر میں ان سب کی شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی شرکت سے ان بچیوں کی خوشی دوبالا کی اور جلسہ کی رونق بڑہائی۔

کھانے سے فراغت پانے کے بعد ۹ ½ بجے جلسہ شروع ہوا یتیم سیکشن کی چار بچیوں نے سب سے پہلے کلام اللہ کے رکوع پڑہے اسکے بعد چودہ بچیوں نے تین تین کی قطار میں شب معراج کی نظم پڑہی جب یتیم سیکشن کی بلقیس جو سب سے چھوٹی قریباً چھ سال کی ہے اپنی توتلی زبان میں پڑہ رہی تھی ؎

حبیبِ خدا اشرفِ انبیا ۔۔۔ مبارک ہو معراج پانا ہے آج

تو سننے والوں پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو رہی تھی ساڑہے دس بجے حاجیہ ناہید بیگم صاحبہ نے روضہ اقدس کے حالات بیان فرمائے اور معراج پر ایک مفصل تقریر کی اس کے بعد کنیز فاطمہ صاحبہ نے ایسی خوش الحانی سے نظم پڑہی کہ سب کے آنسو نکل پڑے ساڑہے ۱۰ بجے واجدہ بیگم صاحبہ نے سلام پڑھا اور روضہ اقدس کی خاک پاک اور غلاف مقدس کا ٹکڑا باہر رکھا گیا جس کو تمام بیبیوں نے آنکھوں سے لگایا پروگرام کے مطابق دوسری بیبیوں نے تقریریں فرمائیں اور تین بجے جلسہ ختم ہوا۔ وہ تمام بہنیں جنہوں نے اس موقعہ پر ہمارا ہاتھ بٹایا اور شرکت فرمائی میرے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔

بیگم راشد الخیری

مخملی گل و برگ

ساری دوپٹوں کے کنارے کے لئے کرتے قمیص۔ فراک کے دامن کے لئے یہ خاکہ مناسب ہوگا۔ سادگی کی دلدادہ بہنیں اسکو ریشم سے چکن کاڑھ سکتی ہیں۔ نوجوان بہنیں سلمہ ستارے ٹنے۔ موتی۔ ربن وغیرہ سے۔ میری دانست میں خاکہ مخملی پھول پتیوں کے لئے بیحد موزوں ہوگا۔ اسکے کاڑھنے کے لئے حسب ذیل اشیا کی ضرورت ہوگی۔

مخملی مختلف رنگ کے پھول ۱۰۰ عدد۔ سلمہ سنہری چمکدار ۲ تولہ۔ مخملی پتیاں ۱۰۰ عدد شنکولیسی ستارے ایک تولہ۔ سنہری تاگے کی ریل نمبر ۵۰ ایک عدد۔ موتی سرخ سبز۔ زرد۔ بچھی ۳ عدد۔ سوئی نمبر ۱۲ - ۱۰ عدد۔ فیتہ ساٹن کا کوئی ہلکا رنگ ۴ گز۔ کلابتون بٹی ہوئی ایک تولہ۔ منقش خاکا تو ملنا محال ہے۔ ہاں خاص طور پر لکڑی کا نقشہ بنائیں۔ مگر سہل اور بلا خرچ طریقہ تو یہ ہے کاربن سے آتاریں۔ کریب یا جرجٹ ہو تو اس پر نقشہ کشی بہت آسان ہوگی۔ نیچے سیاہی سے کیا ہوا خاکا رکھ کر آتاریں پہلے دونوں طرف کی گول کمانیوں پر بنی ہوئی کلابتون تار کی طرح ٹانک لیں۔ جہاں گول گول ستارے ہیں وہاں ایک ایک سرخ موتی ٹانک کر کلابتون کا ٹانکتے وقت صرف بل دے لیں۔ پھولوں پر ایک ایک پھول ستارہ موتی سے ٹانک دیں۔ لیکن اطراف میں بھی ٹانکے لگا لیں ورنہ پھول مڑ کر خراب ہو جائیگا۔ اسیطرح پتیوں پر پتیاں ٹانک لیں۔

دقت ۔ پتیاں مختلف رنگ کی کم ملتی ہیں۔ . . . . اگر سبز پتیاں ہی خریدنا چاہیں تو دوکاندار موقعہ پاکر دو گنے دام لے لیتے ہیں۔ سبز پھول۔ گلابی پتیاں ناموزوں ہوگا۔ ڈنڈیوں پر سنہری سلمہ اور خار دار ڈالی بھی سنہری سلمہ کی سر پر ایک ایک سبز موتی۔ لیجئے اب بیل بالکل طیار ہوگئی

(خدیجہ بائی ، ویسار روڈ ۔ اندھیری)

سلمہ ستارہ کی بیل

میں یہ لیس عصمتی بہنوں کے واسطے پیش کرتی ہوں امید کرتی ہوں کہ بہنیں اسکو پسند فرمائیں گی۔ یہ لیس ساڑی اور بچوں کی ٹوپیوں کے واسطے بہت

خوبصورت ہے یہ دو قسم سے بنتی ہے صفائی کی خاص ضرورت ہے نمبر ۱ چھوٹا پتہ سادہ سلمہ سے بنے گا
جس طرح کہ اس میں نشان بنتے ہیں اسی کے بار سلمہ کاٹ لیجئے اور پتے کی برابر آڑے آڑے ٹانکتی جائیے بڑا پتہ آدھا آدھا بنیگا جیسا کہ
نشان سے ظاہر ہوتا ہے بڑا پتہ اور پھول چکنا سلمہ سے بنیگا جہاں گول گول نشان ہیں وہاں ستارے رکھے جاویں گے
ڈنڈیوں میں سادہ سلمہ استعمال ہوگا۔ نمبر ۲ چھوٹا پتہ سادے سلمہ سے بنیگا
سبز مخمل کے بڑے پتے کاٹ کر پتوں کے نشان پر رکھ کر کسی لیجئے اور اسکے چاروں طرف
چکنا سلمہ ٹانک دیجئے بیچ میں سے مخمل کھلی رہنی جائے جیسا کہ اس میں بتایا گیا ہے اسی طرح
پھول سرخ مخمل کا بنیگا کاٹتے وقت خیال رکھئے کہ پتہ پھول چھوٹا بڑا نہ ہونے پائے
اے بی بنت عنایت حسین
پرنسپل رنگون
سامان ضروری
چکنا ہوا سلمہ ایک تولہ
سادہ سلمہ " "
ستارے " "
مخمل سبز ۱/۴ گز
" سرخ " "
نمبر ۲
نمبر ۱
خوبصورت پھول
یہ پھول میز پوش کے کونوں پر کاڑھا جائے
خوبصورت معلوم ہوگا - سلمہ بیگم
بنت آنریبل جسٹس شاہ سلیمان الہ آباد

مستقل عنوان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

خانہ داری

جس میں سنگھار

اور آرائش بھی شامل ہے

پٹھوں کی خوبصورتی۔ ذیل کی ورزشیں علی الصبح خواہ بستر ہی کی جائیں یا فرش پر سینہ کندھوں اور بانہوں کے پٹھوں کو لچکدار اور باقاعدہ رکھتی ہیں۔

سیدھی اوندھے منہ لیٹ جاؤ۔ سینہ کے دونوں طرف برابر سے ہتھیلیاں میز یا فرش پر رکھدو۔ بدن اور ٹانگوں کو سیدھا اور اکڑے ہوئے رکھو اور اوپر کو اُٹھو حتےٰ کہ بانہیں بالکل سیدھی ہو جائیں۔ اس مشق کو دس مرتبہ خوبصورتی سے دوہراؤ۔ بانہیں مضبوط ہو جائینگی۔ اس سے سینہ اور بازو بھی ٹھیک ہو جائیں گے اور سینہ پر کی ہڈیوں کی نوکیں غایب ہو جائیں گی۔ اس سے گردن بھی خوشنما ہو جائے گی۔

دوسری مشق کے لئے چٹائی پر چت لیٹ جاؤ۔ کولھوں کے برابر ہاتھ اس طرح رکھو کہ ہتھیلیاں نیچے کی طرف رہیں۔ اب ٹانگیں اُٹھا کے جسم کے اوپر اس طرح اُٹھاؤ گویا تم اپنے سر کے پیچھے کے فرش کو پاؤں سے چھونا چاہتی ہو۔ اس سے چوتڑ اُٹھ جائیں گے اور بدن کا سارا وزن کندھوں پر آجائے گا۔ اب ہاتھوں کو اس طرح اُٹھاؤ کہ کہنیاں مضبوطی سے چٹائی سے لگی رہیں اور انگوٹھے باہر کی طرف ہوں تاکہ ہاتھوں سے کمر کو سہارا اور ٹانگوں کو پیچھے سے اس طرح آگے کو سر کے اوپر سے دباؤ کہ ترچھی ہو جاؤ۔

ایسے کھیل جیسے ٹینس کھیلنا اور تیرنا جن سے زور زور سے سانس لینا پڑے تندرست پھیپھڑوں کے لیے ضروری ہیں لیکن ان پٹھوں کو پھیلانے کے لئے جو پسلیاں اُبھار کے پھیپھڑوں کو چوڑا اور سینہ کو کشادہ کرتے ہیں کافی نہیں۔ یہ ورزشیں کرو گردن پیچھے کو سیدھی رکھو تاکہ کندھوں کا بوجھ پسلیوں پر نہ رہے اور سانس لینے میں آسانی ہو۔

جلد کو چھٹی۔ روزمرہ پوڈر اور کریم کا لگانا مفید نہیں پڑتا۔ ایک سنگھار خانہ کی ماہرہ نے کہا کہ بہت سی عورتیں اپنی جلد کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑ جاتی ہیں۔ کاش وہ اپنے چہرہ کو کبھی کبھی آرام لینے کا وقت دیا کریں تو انکی رعنائی جلد رخصت ہونے پائے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ اتنا وقت خالی رکھنا چاہئے جب کوئی کریم جلد پر نہ لگائی جائے۔ معمولی سا پوڈر چھڑک لینے میں کچھ مضائقہ نہیں تاکہ مساموں کو کریم کے فضلے خارج کرنے کا موقع ملے جو روزمرہ لگائے جانے کی وجہ سے جمع ہو جاتے ہیں۔ جلد کو چھٹی ملنی چاہئے تاکہ وہ قدرتی حالت میں رہ کے فائدہ حاصل کرے۔ اسوقت کوئی چیز اس پر نہ لگائی جائے۔

اگر بارش میں کچھ دیر گشت لگایا جائے تو یہ جلد کے لئے بڑا ہی مفید ہے۔ اس وقت کوئی چھتری استعمال نہ کی جائے۔ جلد پر کوئی کریم یا پوڈر نہ لگا ہو۔ سر پر کوئی چھجہ دار ٹوپی نہ ہو۔ کوئی کپڑا سر پر لپیٹ لیا جائے تو کچھ حرج نہیں بارش کی ہلکی پھوار رخساروں پر پڑنی چاہئے۔

جو عورتیں کبھی کبھی گھر میں ایک روز کے لئے آرام کرنے پلنگ پر لیٹ جاتی ہیں اور کوئی پوڈر نہیں لگاتیں بڑی عقلمندی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں دن کے وقت کوئی سنگھار کی چیز استعمال نہیں کرتی۔ شام کو یہ لوازمات لگاتی ہیں آدھے دن کی چھٹی بھی مفید پڑتی ہے۔

چہرہ پر شکنیں۔ گھبراہٹ چڑچڑاہٹ اور افکار اپنی نشانیاں چہرہ پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دیتے ہیں۔ عورتیں ان کو دیکھ کے صبر کر لیتی ہیں لیکن کیوں ؟ کوشش کرو۔ یہ شکنیں ضرور باقی رہینگی۔ جلد خشک یا تر ہوا کرتی ہے۔ تر جلد پر کریم زیادہ دیر تک لگی نہ رہنے دی جائے۔ خشک کھال پر لگی رہ جائے تو مضائقہ نہیں۔ کریم ٹھیک کے لگائی جائے اور اسے جذب ہونے دو۔ پھر اور تھپکو اور تمام رات لگی رہنے دو۔

جب چہرہ پتلا ہو تو طاقت بخش کریم چہرہ اور گردن پر آہستہ آہستہ لگائی جائے۔ رگڑیں یا ملیں نہیں ورنہ کھال خشک ہو جائے گی اور پٹھے پھوسے پھوسے معلوم ہونے لگیں گے۔

حرکات کا رخ چہرہ پر اوپر کی طرف رکھیں اور آنکھوں اور منہ کے گرد ہلکی ہلکی دائرہ نما حرکات کریں۔ پہلی اور دوسری انگلی اس طرح کہ ایک نیچے رہے اور دوسری ابروؤں پر آنکھوں کے گرد پھرائیں۔

اگر باچھوں کے پاس شکنیں پڑ گئی ہیں تو کلوں کو پھلائیں اور طاقت بخش کریم لگائیں۔ اس طریقہ سے شکنیں جاتی رہینگی۔ ایک دن میں نہیں۔ نہ ہفتہ بھر میں۔ یہ شکنوں کی مدت پر منحصر ہے۔ جتنی دیر سے وہ قائم ہیں اتنی ہی دیر انکے دور کرنے میں لگے گی۔

غلط کفایت شعاری۔ گھر گھر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ نازک ہے۔ کفایت شعاری کرنی چاہئے لیکن دیکھنا ہے کہ یہ نصیحت کچھ حقیقت بھی رکھتی ہے یا یہ محض ایک بہانہ ہے اور محض ریاکاری ہے۔

مثلاً تم اپنے پہننے کے کپڑوں کے ذخیرہ کو اتنا کم نہ ہو جانے دو کہ جب تمہیں اچانک ضرورت پڑے تو تم دوڑی ہوئی بازار جاؤ یا ملازم کو دوڑاؤ کہ ذخیرہ کی کمی کی تلافی ہو جائے اور اس وقت جلدی میں سوچ بچار کا موقع نہ ملے کہ کہاں نقصان ہے اور کہاں فائدہ۔ اور کونسی دکان پر سودا مہنگا پڑے گا اور کہاں سستا۔

تم دکانوں کے ان خاص رعایتی اعلانوں کی طرف سے آنکھیں بند مت کر لیا کرو جو سال بھر کا نے کے لئے اپنا سالانہ ذخیرہ کم قیمت پر خالی کیا کرتی ہیں۔ اپنے ذخیرہ کو سلیقہ اور ہوشیاری سے بھرا ہوا رکھو۔ اس میں کوئی فضول خرچی نہیں بلکہ یہ کفایت شعاری ہے۔ البتہ یہ فضول خرچی ہے کہ ضرورت پڑنے پر اسی چیز کے بدلے میں زیادہ دام دیئے جائیں۔

کسی پرانی چیزیں اس خیال سے مت استعمال کرو کہ تم اس سے کفایت شعاری کر رہی ہو۔ ایک بہت پرانا برقی انڈا برقی رو زیادہ صرف کرتا ہے۔ جس برتن کا پیندا بہت گھس گیا ہے اس کی مرمت میں زیادہ دام لگتے ممکن ہیں پرانے کپڑوں سے تمہاری مجلس میں وقعت گھٹ جائے گی۔ ایسی حالتوں میں چیزوں پر خرچ کر دینا فضول خرچی نہیں ہے اپنے

کھانے میں سے طاقت بخشنے والی غذائیں حذف نہ کرو۔ البتہ مرغن کھانے کم کرو لیکن اس کی احتیاط رکھو کہ دوپیہ کی بچت کے خیال سے کہیں ایسی ہلکی غذا نہ کھانے لگو جس سے طاقت کم ہوتے ہوتے تم ایسی بیماریوں کا شکار بن جاؤ جن سے تمہیں ڈاکٹر یا حکیم کرنا پڑے۔ اسوقت نہ صرف اسکی فیس خوب دینی پڑے گی بلکہ دوائیاں بھی خریدنی پڑیں گی۔

اپنے دستور العمل سے تفریح کو خارج نہ کرو۔ اگر تم میں اس کی گنجائش نہیں تو اپنے کسی ملنے والی کو: عورت شیراز دیا کرو۔

کھانے کے سنہری اصول۔ (۱) بالطف غذا سے اپنے معدہ کو نہ بھرو (۲) لہسن پیاز بے حقیقت ضرور ہیں لیکن تم انہیں بے حقیقت نہ سمجھو (۳) معمولی گوشت سے نفرت نہ کرو۔ اگر اسے سادہ طور سے لیکن اگر اچھا پکایا جائے تو یہ دو پیازہ اور قورمہ سے بہت اچھا ہے (۴) جب ترکاری کی افراط ہو تو ہمیشہ تازہ خریدا کرو (۵) ہر روز ہر بچہ کے لئے پاؤ بھر اور بالغ کے لئے تین پاؤ دودھ پینا ضروری ہے (۶) نئی غذائیں طیار کرنے سے مت کتراؤ (۷) سادہ اور کھانا پکایا کرو (۸) زیادہ میٹھی چیزیں نہ کھایا کرو (۹) روزانہ پانی کے چند گلاس پی لیا کرو (۱۰) کھانا اچھی طرح پکایا کرو۔ عین وقت پر کچا پکا کھانا صحت برباد کر دیتا ہے۔

نمک کی خوبیاں۔ قہوہ میں ذائقہ پیدا کرنے کے لئے ایک چٹکی نمک ڈال دیں۔ جب قہوہ پک رہا ہو نمک اسوقت ڈالنا چاہئے۔ زہریلی کھمبوں سے بے ضرر کھمبی شناخت کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اسکی ٹوپی کے اندر نمک ڈال دیں اگر سیاہ ہو جائے تو اچھی ہے اور اگر زرد ہو جائے تو زہریلی ہے۔ یہ ایک صحیح جانچ ہے۔ اگر نئی جھاڑو ایسے ٹھنڈے پانی میں جس میں خوب نمک گھول دیا گیا ہو گھنٹہ بھر ڈوبی رہنے دیں تو بہت دنوں تک چلے گی۔ انڈے کے چھلکوں پر زرد دھبے پڑ جائیں تو تھوڑا سا نمک پانی میں بھگو کے لگائیں دھبے دور ہو جائیں گے۔

روزانہ صفائی۔ اگر رات کو غسل کریں تو پہلے چہرہ اور گردن پر خوب کریم لگائیں۔ اگر جلد کو سفید کرنیوالی کریم لگانے کی ضرورت ہے تو میل صاف کرنیوالی کریم لگاؤ جو ہر دوا فروش سے مل سکتی ہے۔ جب غسل خانہ میں جاؤ تو اسے ذرا دیر لگی رہنے دو تاکہ پانی کی بھاپ مساموں کے منہ کھول دے اور کریم رس کر پھیلا دے۔ پھر اسے خوب اچھی طرح پونچھ ڈالیں اور چہرہ نہایت احتیاط سے اچھی طرح دھو ڈالیں کیونکہ ذرا بھی میل اور کریم چہرہ پر رہ گئی تو وہ جلد کو نقصان پہنچائے گی۔ اس کے لئے صابن یا اس کا قائم مقام لوشن استعمال کریں کیونکہ خالی پانی کریم کو دور نہ کر سکے گا۔ نیم گرم پانی سے خوب دھوئیں اور بعد میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیں۔

صبح کے وقت نیم گرم پانی سے چہرہ دھو ڈالیں۔ اگر جلد خشک ہے یا پانی بھاری ہے تو کوئی جلدی روغن استعمال کریں تھپکی سے لگا کے خوب مالش کریں۔ پانچ منٹ کے بعد پھر چہرہ خوب پانی سے دھو ڈالیں لیکن اس دفعہ ٹھنڈا پانی استعمال کریں تاکہ مساموں کے منہ بند ہو جائیں۔ دن میں پانی کا استعمال کرنا اسوقت اچھا ہے جب کہ اس کے بعد کوئی جلدی روغن

لگانے کے لئے وقت کافی ہو۔

سرکہ کے فوائد۔ سرکہ گھر میں بہت کام آتا ہے۔ جس پانی میں مچھلی آلو یا انڈا توڑ کے پکایا جا رہا ہو اس میں سرکہ کی ایک چمچہ ڈالنے سے یہ چیزیں سفید رہیں گی اور ٹوٹنے اور پھٹنے نہ پائے گی۔

گوشت گلتا نہ ہو تو ایک بڑا چمچہ اس پر ڈال دیں۔ گوشت ملائم ہو جائے گا۔

کپڑا سرکہ میں بھگو کے نچوڑ لیا جائے۔ اس میں پنیر لپیٹ دیا جائے۔ یہ خشک نہ ہوگا۔ نہ اس پر پھپھوندی آئیگی۔

سرکہ سے برتن بھی خوب صاف ہوتے ہیں۔ دھات کے برتن پر اگر سرکہ ملا جائے تو فوراً چمک آجاتی ہے۔ اگر نمک سرکہ یا گرم سرکہ پیتل کے برتن پر ملا جائے تو ان میں چمک آجاتی ہے۔ اگر سنگ مرمر کو صاف کرنا منظور ہو تو اس کے پالش میں یا سیسہ میں سرکہ ملالیں تو چمک آجائے گی۔ اگر روغن زیتون میں سرکہ ملا کے اسباب پر ملیں تو خوب صیقل ہو جاتا ہے۔

برتنوں کو دھوتے وقت اگر سرکہ ملیں تو مچھلی ترکاری یا پیاز کی بو جاتی رہیگی اور چکنے برتن آسانی سے دھل جاتے ہیں۔

گرم سرکہ کھڑکیوں سے یا روغن لگانے والے برشوں سے جما ہوا روغن اتار دینا چاہیئے۔ زنگ دار پیچ اور سریے کے ڈاٹ سرکہ لگانے سے ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

خانگی ٹوٹکے۔ اگر بچوں کے گر کے چوٹ لگ جائے تو ایک کپڑا پھینٹے ہوئے کچے انڈے میں ڈبو کے چوٹ پر لپیٹ دیں تکلیف فوراً دور ہو جائے گی۔ چاقو وغیرہ کے زخم کو بھی اسی طرح فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

پکے ٹماٹر سفید کپڑوں پر سے سیاہی وغیرہ کے دھبے دور کر دیتا ہے۔ نکل پلیٹ کے برتن ایسے کپڑے سے رگڑیں جسے لیمو نیا لگا لیا جائے۔ بعد میں ایک ملائم جھاڑن سے چلا دیدیں۔ اگر کسی ضرورت کے لیے صرف آدھا لیموں کا ہو تو باقی آدھا رکابی میں رکھ کے گلاس اس پر اوندھا دھر دو۔ ہوا اس تک نہیں پہنچ پاتی۔ وہ خشک نہیں ہوتا اور نہ اس میں پھپھوندی آتی ہے۔ اگر کسی مخمل کپڑے پر چکنائی کا داغ پڑ جائے تو صاف قالین کا ٹکڑا پانی میں بھگو کے لگائیں۔ دھبے جاتے رہیں گے۔

اگر ٹماٹر پلپلے ہوں تو انہیں ٹھنڈے پانی میں ڈبو دیں۔ جب بالکل خشک کر کے انہیں پکایا جائے گا تو وہ سخت ہو جائیں گے۔ گوشت سخت ہو تو اسے آدھ گھنٹے تک سلاد آئل ۲ چمچے اور سرکہ ایک چمچہ کے مرکب میں ڈبوئے رکھیں اور اس کے پہلو باری باری بدلتے رہیں۔ گوشت ملائم ہو جائے گا۔

زیتون کا تیل معدہ کے لیے بہت مفید ہے کیونکہ یہ تلیین کرتا ہے۔ دن میں تین مرتبہ ایک ایک چمچہ پی سکتے ہیں۔

سر میں سخت درد ہو تو ملائم روئی کی چھوٹی چھوٹی گدیاں گرم پانی میں بھگو کے کان کے پیچھے لگائیں۔ ایک گلاس بھرے پانی میں ایک چٹکی نمک ڈال کے عین اسوقت پینا جب درد سر شروع ہو اکثر درد کو بڑھنے نہیں دیتا جبھی درد سر کو دور کر کے گرم اور تیز چائے ایسی نگی دو تاشیں نچوڑ کے پینا مفید ہے۔ صفراوی درد ہو تو لیموں کے رس کی ایک چمچہ سیاہ قہوہ میں ڈال کے پینا چاہیئے۔ مفید نقش

سیرِ زمین

خراٹے پر طلاق۔ لندن میں ایک بیوی نے اپنے شوہر پر محض اس وجہ سے طلاق کا دعوےٰ کر دیا ہے کہ وہ سوتے ہوئے زور زور سے خراٹے لیتا ہے۔ عدالت بھی یہ دعوےٰ پڑھ کے ہنس پڑی کہ محض خراٹے لینے پر طلاق لینا عجب مضحکہ انگیز بات ہے۔ اس نے مقدمہ کو ایک مہینہ کے لیے ملتوی کر دیا کہ میاں بیوی اس طرح تصفیہ کیوں نہیں کر لیتے کہ دونوں الگ الگ کمرے میں سوئیں۔

شوہر کے وکیل نے کہا کہ مشکل یہ آپڑی ہے کہ میرا موکل خراٹے لیتا ہے اور اسکی بیوی اور بیوی کے والدین نے اسے تما بھلا کہا ہے۔ بیوی کے وکیل نے کہا یہ معمولی خراٹے نہیں ہوتے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی تری تیغ رہی ہے۔ گھر بھر میں ہی انکی آواز محدود نہیں ہوتی بلکہ سارے پڑوس میں انکا شور و غل سنائی دیتا ہے۔ وہ اور اسکا بچہ کسی طرح سو نہیں سکتے۔

جہاز بنانے والی عورتیں۔ فرانسیسی عورتوں کو انتخاب کے موقع پر رائے دینے کا حق نہیں ملا ہے۔ البتہ انہوں نے ایک صیغہ پر حملہ کر دیا ہے جس میں پہلے صرف مرد ہی کام کیا کرتے تھے۔ جہاز بنانے کے مقام پر اسوقت ۱۴۰ عورتیں کام کر رہی ہیں۔ وہ زیادہ اُن مردوں کی بیویاں بیٹیاں اور بہنیں ہیں جو وہاں پہلے سے کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوہا گرم کرکے ٹھوک پیٹ کے میخیں اور پیچ بنانے کے کام پر لگی ہوئی ہیں۔ یہ کام خون پسینہ ایک کر دینے والا ہے۔ عورتیں یہاں کی تنخواہ سے خوش ہیں۔ وہ زرعی کاموں کی مزدوری سے زیادہ ہے اور یہاں خرد کچھ آزاد بھی ہیں۔ ٹھیکہ دار ان کے کام سے بہت خوش ہیں۔

ہوائی ملاح عورتیں۔ اب تک عورتوں اور مردوں کی ہوائی جہاز چلانے کی قابلیت پر اختلاف رائے ہے۔ ہوائی معلم کہتے ہیں کہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں جلد یہ فن سیکھ جاتی ہیں لیکن انہیں مردوں کا سا کمال حاصل نہیں ہوتا اب تک کسی عورت نے مردوں کے سے قابل تعریف لمبے لمبے ہوائی سفر نہیں کیے۔ اکا دکا کا ذکر نہیں۔ لیکن چند سال انتظار کرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ مرد و عورت میں زیادہ قابل ملاحی کا کام کون کرتا ہے۔

اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے ہوائی جہاز رانی کا شوق ہوا ہے ہوائی جہازوں کی ملاحی کے ۲۴۲ لائسنس عورتوں کو دئے جا چکے ہیں۔ ان میں سے بعض ختم ہو چکے ہیں۔ ۱۱۳ عورتیں معمولی اُڑنے کا لائسنس حاصل کرکے ہوائی جہاز چلاتی ہیں۔ یہ "اے" لائسنس ہوتا ہے۔ یہ زیادہ ماہر عورتوں کو دیا جاتا ہے۔ پانچ عورتوں کو بی لائسنس ملا ہوا ہے۔ یہ لائسنس صرف انکو دیا جاتا ہے جنکو جہاز رانی کا کافی تجربہ ہو گیا ہو اور جنکو جہاز کے پرزوں وغیرہ سے کافی واقفیت ہو۔

موجد عورتیں۔ ۱۸۰۹ء میں ایک عورت موجد نے اپنی ایجاد پیٹنٹ (مخصوص) کرائی تھی یہ پہلی عورت تھی۔ اس کے بعد سے اب تک ایسی عورتوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے گو انکی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ چند سال گزرے اس کے متعلق اعداد و شمار جمع کیے گئے تو معلوم ہوا کہ پانچ سو عورتیں ہر سال حق ایجاد کی درخواستیں بھیجتی رہی ہیں۔ بعد کے سالوں کا کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکا گو کہا جاتا ہے کہ انکی تعداد بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ عورتیں کثرت سے صنعت و حرفت میں حصہ لے رہی ہیں۔ چند سال پیشتر جو اندازہ کیا گیا تھا تو عورتوں کی ایجادیں خانگی امور کے متعلق پائی گئیں اور بہت سی اعلیٰ ترین حرفتی و دیگر مشکل و پیچیدہ فنون کے متعلق بھی تھیں۔

۵۲ سال کے بعد طلاق۔ شادی شدہ لوگوں کے لئے یہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے مغرب سے ایک عجیب مقدمہ کی خبر آئی ہے کہ میاں بیوی ۵۲ سال تک ایک دوسرے کی طبیعت و مزاج برداشت کرتے رہے۔ اچانک اب انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب یہ گلے پڑا ڈھول زیادہ عرصہ نہیں بجایا جا سکتا۔ عدالت میں طلاق کی کارروائی کی گئی۔ عدالت نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے دونوں کو طلاق کی ڈگری دیدی۔ معلوم ہوا کہ ۵۲ برس کی یکجا زندگی کے بعد بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مشاہانہ زندگی قابل اعتبار ہے۔ ایک اور مقدمہ کی روئداد سنیئے۔ ایک بیوی نے اپنے شوہر کو کاروبار شروع کرنے کے لئے پچاس پونڈ دیئے۔ کچھ عرصہ بعد اس نے طلاق لے لی۔ اس نے اپنا روپیہ واپس لینے کے لئے شوہر پر مقدمہ دائر کر دیا چنانچہ وہ جیت گئی۔ گویا وہاں کے حالات کا اخلاقی نتیجہ یہ ہے کہ عورت اپنا روپیہ شوہر کو بطور قرض دیتی ہے اور شوہر اپنی بیوی کو جو کچھ دیتا ہے وہ بخشش ہوتی ہے۔

باپ کی فضیلت۔ انگلستان میں ایک باپ اپنی ۱۷ سالہ لڑکی کو رات کے ساڑھے دس بجے تک واپس آجانے کا حکم دیتا رہتا تھا۔ لیکن بیٹی بھی ایسی ضدن تھی کہ اس نے اپنے باپ کے اس فرمان کو مان کے ہی نہ دیا۔ ایک دفعہ باپ نے غصہ میں آکے لڑکی کو اپنے گھٹنے پر ڈال کے دو چار چپت رسید کر دیئے۔ لڑکی کا منگیتر بھی موجود تھا۔ اس نے لڑکی کی یہ درگت ہوتے دیکھ کے باپ کی آنکھ پر ٹوک رسید کیا۔ مقدمہ عدالت کے سامنے پیش ہوا۔ عدالت نے باپ کے فعل کو جائز قرار دیا کہ باپ کو ہر طرح اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی سترہ سالہ بیٹی سے تابعداری کی توقع کرے۔

ایک اور مقدمہ سنیئے۔ ایک وز استاد نے اسیکس کے ایک مدرسہ میں ایک لڑکے کو بیدردی سے مارا۔ باپ کو جب یہ معلوم ہوا اسے سخت غصہ آیا کہ مارنے کا فن تو باپ کا ہے۔ معلم نے کیوں اس پر دست درازی کی۔ وہ مدرسہ گیا۔ بیٹا پاس کھڑا ہوا کہنے لگا کہ ابا اسے جان سے مار ڈالو۔ باپ نے استاد کا کالر پکڑا۔ اس کے منہ پر دو چار گھونسے مارے۔ آنکھیں سوج آئیں اور کالر پھٹ گیا۔ عدالت نے باپ کو قید خانہ بھیجدیا کہ وہ اپنے حق سے تجاوز کر گیا ہے۔

روس میں عورت سردار - دنیا میں ایک ہی عورت چانسلر ہے۔ روس کے ۱۰ کروڑ ہستیوں کی جانیں اس کی مٹھی میں ہیں۔ اس کا نام بار برا کیر یوا ہے۔ وہ ایک چھاپہ خانہ کے مالک کی بیٹی ہے۔ وہ ماسکو میں پیدا ہوئی۔ ابھی وہ مدرسہ کی ایک طالبہ علم ہی تھی کہ وہ ۱۹۰۵ء میں ایک بالشویک جماعت کے ساتھ اپنے باپ سمیت شریک ہو گئی۔ اس وقت سے اب تک وہ ان کی ہمراہی۔ وہ ماسکو کی یونیورسٹی میں داخل ہو گئی جہاں وہ مطالعۂ قدرت کا مضمون پڑھتی رہی۔ اس عرصہ میں وہ بالشویک جماعت کی سرگرم کارکن رہی۔ تین مرتبہ اسکو جلاوطنی کی سزا ملی۔ دو مرتبہ تو دور دراز علاقہ میں اور تیسری مرتبہ سائبیریا میں۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں انقلاب ہوا۔ اس میں اس نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس نے خانہ جنگی کے ایام میں رسد کا اچھا انتظام رکھا۔ قحط کے ایام میں اس کی کوششوں سے بہت سے بھوک کے مرنے سے بچ گئے۔ وہ سائبیریا بھی ایک کمیشن کے ساتھ وہاں کی حکومت کی جانچ پڑتال کے سلسلہ میں گئی۔ ۱۹۲۱ء میں وہ ماسکو واپس آ گئی اور اگلے سال وہ صیغۂ تعلیم کی اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئی۔ ۱۹۲۹ء میں اُسے موجودہ عہدہ دیا گیا۔

تصویر پر نالش - مس جینٹ ہیکڈا لٹشے نے پیرس میں ایک مصور سے اپنی تصویر کھنچوائی لیکن جب اس نے اپنی تصویر ایک اخبار میں دیکھی تو اس نے دیکھا کہ اس کی تصویر میں کچھ اصلاح کی گئی ہے۔ مصور نے دھوپ چھاؤں کی کچھ باریکیوں میں اضافہ کیا تھا اور گلے کے سایہ میں کچھ اصلاح کی تھی تاکہ تصویر زیادہ خوشنما ہو جائے۔ لیکن مس مذکور نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اس مصور پر اصلی تصویر میں فرق ڈالنے کے لئے مقدمہ چلائے گی۔

جواہرات کی چوری - چرائی ہوئی چیز کو نگل جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں لیکن یورپ میں اس پر سخت حیرت ظاہر کی جا رہی ہے۔ جنوبی افریقہ کی جواہرات کی کانوں سے جواہرات کی کثیر تعداد غائب ہوتی رہتی ہے اور مسروقہ جواہرات کی تجارت ترقی پر ہے۔ کان کھودنے والوں کو خاص وردی پہنائی جاتی ہے جس میں جیبیں نہیں ہوتیں۔ کان میں داخل ہونے اور وہاں سے واپس ہونے کے وقت بخوبی تلاشی لی جاتی ہے۔ ہوائی جہازوں سے چاروں طرف دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ موٹر کاروں نے ایک مشتبہ سوداگر کا بھی تعاقب کیا لیکن اس سے کچھ دستیاب نہ ہوا۔ بیلوں تک تار کھینچ کے احاطہ بنا دیا گیا ہے اور قدم قدم پر چوکیدار مقرر ہیں لیکن یہ کم بخت چور ہاتھ صاف کر ہی جاتے ہیں اور یہ چوری برابر ترقی پر ہے۔

آخر تنگ آ کے ہر مشتبہ آدمی کا عکس ریز شعاعوں سے معاینہ کیا گیا۔ اب راز طشت از بام ہو گیا۔ ہیروں کے چھوٹے شتر مرغ بنگئے ہیں۔ ان کے پیٹ میں چمکدار جواہرات کی ایک قطار کی قطار لگی رہتی ہے اور انہیں کوئی جسمانی تکلیف یا نقصان تک نہیں ہوتا۔

ایک چوٹا پکڑا گیا۔ اس کے پیٹ میں چار ہزار پونڈ قیمت کے ہیرے اور دوسرے کے پیٹ سے چھ ہزار پونڈ کے جواہرات نکلے۔ مؤخر الذکر شخص کان سے گھر جاتا ہوا جس مقام پر پکڑا گیا ایک مہینہ کے سفر کا راستہ ہے۔ گویا یہ

دین کا مجسم غار ایک مہینہ برابر اپنی دولت سمیت حرکت کرتا رہا۔ یہ جواہرات عمل جراحی سے باہر نکالے گئے
ملزم خود کیوں نکالے گئے تھے!

ٹکٹ پر قتل۔ علاقہ رود ہیرو میں ایک کنبہ کا کنبہ ڈاک خانہ کے ایک ٹکٹ کے لیے جو نایاب سمجھا جاتا تھا قتل کر دیا گیا۔ یہ شخص انجینیر تھا۔ ہر مقتول علیحدہ علیحدہ کمرہ میں پایا گیا۔ مقتول میاں بیوی اور بیوی کی ماں ہیں۔ جس حالت میں لاشیں پائی گئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کچھ بھی مقابلہ نہیں کیا اور قاتل ضرور کنبہ کا واقف کار تھا۔ اس نے اچانک حملہ کیا۔ اس کی بے تکلفی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ پہلے دو قتل کر چکنے کے بعد پولس کے قیاس کے مطابق ساس اسے دروازہ پر ملی۔ اس نے اس کے دروازہ کھولا اور وہ باورچی خانہ میں گئی اور سیب چھیلنے لگی کہ پیچھے سے ایک سونٹا اس کے سر پر قاتل نے رسید کیا۔ جب وہ گر گئی تو اس نے برچھی سے اس کے جسم میں کئی زخم لگائے۔ سب کے ساتھ یہی طریقہ برتا گیا۔ لاشوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے مرنے کے بعد بھی قاتل پاگلوں کی طرح سے خنجر کی ضربات لگاتا رہا۔ کہیں انگلیوں کے نشان نہیں ملے۔ وہ صرف خون آلودہ دستانے چھوڑ گیا۔ کوئی چیز بظاہر چرائی نہیں گئی حالانکہ دراز میں روپیہ پیسہ جوں کا توں رہا۔ پولس سراغ سے مایوس ہو گئی تھی کہ ایک سراغ رساں نے میز پر ڈاک خانہ کے ٹکٹوں کی البم کھلی دیکھی۔ وہ فوراً بھانپ گیا کہ یہ البم نہایت نایاب ٹکٹوں کا مجموعہ ہے۔ مقتول کے دوست کو خود بھی ٹکٹ جمع کرنے کا شوق تھا بلایا گیا۔ وہ یہ البم اپنی زندگی میں کئی دفعہ پہلے دیکھ چکا تھا۔ اس نے چند ہی منٹ البم کی ورق گردانی کی ہوگی کہ وہ یک لخت گھبرا کے چیخ اٹھا کہ ادھر! غائب! اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ مسروقہ ٹکٹ نہایت قیمتی اور نایاب تھا۔ اب پولس نایاب ٹکٹ رکھنے والوں کے گروہ میں قاتل کی تلاش میں مصروف ہے۔

پھلجھڑیاں۔ سرخ بال والی عورتیں دنیا میں بہت کم ہیں لیکن سرخ بال والے مرد ان سے بھی زیادہ کم ہیں۔
۲۵ ایسی عورتوں کے مقابلہ میں صرف دس مرد نظر آئیں گے۔

ایک بچہ نے گیند کا دھاتی چھلا نگل لیا جو اس کے پھیپھڑے میں جا گرا۔ اسے نمونیہ ہو گیا۔ بچہ کی کمزوری کی وجہ سے کوئی بیہوشی سنگھائی نہ جا سکنے کی وجہ سے اس پر عمل جراحی نہ ہو سکا۔ ایک ڈاکٹر نے ایک خاص برقی مقناطیس کا کانٹا ایک نلکی میں لگا کے اس بچہ کے حلق کے ذریعہ پھیپھڑے تک پہنچایا۔ بڑی مشکل سے وہ چھلا اس کی سینہ میں آیا۔ پھر وہ نکل کے کھٹ سے اس کانٹے میں آ لگا۔ باہر نکال لیا گیا۔ اب بچہ بالکل تندرست ہے اور موت کے منہ سے نکل آیا ہے۔

مونٹ ریل کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو ساڑھے تین سو پونڈ دیئے۔ اس نے بنک میں جمع کرنے کی بجائے منچوریا میں کام کرنے والے مشن کو یہ رقم خیرات میں دیدی۔ اس نے بیوی پر نالش کی۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ عورت کو اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر رقم خرچ کرنے کا مطلق اختیار نہیں یہ رقم شوہر کو واپس کر دے۔

محمد ظفر

دوربین

گول میز کانفرنس کانفرنس کا دوسرا دور ختم ہوگیا اور اس کا تیسرا دور کچھ دنوں بعد شروع ہوگا نمایندے اپنے اپنے گھروں کو آ گئے ہیں۔ انہیں وزیر اعظم نے اس بات کا موقع دیا ہے کہ ہندوستان جا کے فرقہ واری مسائل ٹھنڈے دل سے قابل اطمینان طریقہ سے طے کرلیں کیونکہ یہی مسئلہ ترقی میں سدراہ ہے۔ اگر یہ پھر بھی حل نہ ہو سکا تو خود انگریزی حکومت کانفرنس کا تیسرے جلسہ میں اس کے متعلق عارضی انتظامات کریگی۔ وائسرائے اعظم نے حکومت کی پالیسی کے متعلق کانفرنس میں ایک معرکۃ الآرا اعلان کیا کہ صوبوں کو خود مختاری دی جائیگی اور ان کے معاملات میں مرکزی حکومت مداخلت نہیں کریگی حفاظت ملک قرضے بیرونی تعلقات اور ملک کے امن و امان کا ذمہ دار وائسرائے ہوگا نہ کہ انجمن واضع قوانین وہ ہندی حکومت کو ان معاملات کا جوابدہ نہ ہوگا۔ سرحدی صوبہ پر گورنر مقرر کیا جائیگا اور اسکا درجہ دوسرے صوبوں کے برابر ہوگا اگر مالی حالات نے اجازت دی تو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائیگا۔ انگریزی وزارت کے چند قائم مقام ہندوستان میں آرہے ہیں تاکہ گول میز کانفرنس کا کام یہاں جاری کریں۔

حکومت کا جرائم سے مقابلہ۔ پچھلے مہینہ میں یہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ حکومت ہندوستان میں سیاسی جرائم کا قلع قمع کرنے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہوگئی ہے۔ گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مسٹر گاندھی نے دھمکی بھی دی کہ گو میرا دل تو نہیں چاہتا لیکن اگر حکومت نے حقوق نہ دیئے تو میں ہندوستان پہنچتے ہی سیاسی نافرمانی شروع کر دونگا۔ جواب تو انہیں وہیں مل گیا کہ گو ہمارا منشا ضرور ہے ہندوستان کی سیاسی ترقی میں مددگار رہنے کا ہے لیکن ہم اپنے فوائد نہیں چھوڑ سکتے خواہ کچھ ہی ہو جائے اور قانون کی خلاف ورزی کا مقابلہ سختی سے کیا جائیگا۔ چنانچہ بنگال میں ایک نہایت سخت قانون نافذ ہوگیا ہے۔ اسکی رو سے جس پر بھی شبہ ہوگا ۲۴ گھنٹے کے لئے گرفتار کیا جائیگا اور اس عرصہ میں اسکے حالات کی تفتیش کی جائیگی مقدمات کی سماعت فوری ہوگی۔ خاص عدالتیں قائم ہو جائیں گی۔ اور اسکے احکام کا اپیل نہ ہوگا۔ بلکہ ان پر فوراً عمل درآمد کیا جائیگا۔ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ خواہ کسی کی ہو ضرورۃً قبضہ کیا جا سکیگا۔ البتہ مالک کو اسکا معاوضہ دیدیا جائیگا۔ سڑک وغیرہ پر آمد و رفت روکی جا سکیگی اور گاڑیاں وغیرہ سرکاری کام میں فوراً لی جا سکیں گی۔ مجسٹریٹ ضلع ہر زمیندار یا ملازم یا ممبر لوکل کمیٹی، یا کالج و سکول کے مدرس سے قیام امن کیلئے مدد کا طالب ہو سکیگا۔ اس قانون کی بدولت حکام ضلع فوجی قوت سے مدد لے سکتے ہیں۔

اس قانون کے ماتحت گرفتاریاں شروع ہوگئی ہیں۔ صوبجات متحدہ میں بھی اسی طرز کا ایک قانون نافذ ہوگیا ہے جسکی رو سے مالگذاری یا لگان ادا نہ کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اعانت کرنے پر لوگوں کو اکسانے والے اشخاص اور اخبار بھی مجرم قرار دیئے گئے ہیں۔

عورتوں کے حقوق۔ پنجاب میں کاروا سٹیٹ بل منظور ہوگیا جسکی اکثر مسلمان ممبروں نے اس بنا پر مخالفت کی کہ وہ شرع کے خلاف ہے اور چھوٹے بھائیوں اور بیواؤں اور لڑکیوں کے حقوق کے منافی ہے۔ اسکا منشا یہ ہے کہ اس جائداد کا وارث بڑا بیٹا ہوا کرے۔

پنجاب میں ایک مسودہ قانون عنقریب مسلمان پیش کریں گے جس کی رو سے

مسلمان عورتوں کو حق خلع حاصل ہوگا کیونکہ اس کے شرعی طور پر مستحق ہونے کے باوجود مسلمان عورتوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی سے تنگ آکے وہ مرتد ہو جاتی ہیں۔ اصغری بیگم ایک مسلمان عورت کا یہی قصہ ہوا تھا کہ وہ آریہ ہو گئی تھی اور ملک میں بڑی تبلیغ پھیلی تھی۔ اب کہا جاتا ہے کہ وہ پھر مسلمان ہو گئی ہے۔

گول میز کانفرنس کے ایام میں انگلستان میں ایک ہندو خاتون نمائندہ نے ایک یادداشت کے ذریعہ اس کا مطالبہ کیا ہے کہ ہندوستانی مجالس واضع قانون میں عورتوں کو منتخب ہونے کا حق دیا جائے۔ مغربی ممالک میں عورتوں کو آزادی حاصل ہونے کے باوجود ایسے انتخابات میں مردوں کے مقابلہ میں بہت کم کامیابی ہوتی ہے اور ہندوستان میں تو عورتیں بہت ہی پست حالت میں ہیں اگر انہیں حق انتخاب مل بھی جائے تو اس کی اُمید نہیں کہ وہ رائیں حاصل کر کے کامیاب ہو سکیں۔ خیالی باتوں کے مقابلہ میں انکی مردوں کے ساتھ کونسلوں میں شرکت ان کے فسادات کے معاملہ کو بخوبی قائم کریگی۔ انکی شرکت تمدنی اُمور کے تصفیہ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ عدالت میں بھی ذمہ داری اور انتظام کی قابلیت پیدا ہوگی بصورت دیگر ان کے حقوق بدستور پامال ہوتے رہیں گے۔ بعض زنانہ حلقوں میں کہا گیا ہے کہ چونکہ عورتوں نے سیاسی ہیجان میں کافی حصہ لیا اسلئے مردوں سے جداگانہ حق نیابت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن عملی تدبیر یہ ہے کہ منتخب ممبروں کی تعداد کا پانچ فیصدی حصہ زنانہ ممبروں کا ہونا چاہئیے اور مردانہ انتخاب کے بعد ان کا انتخاب ہوا کرے اور اس میں ہر مذہب کی تعداد کے مطابق عورتیں ہونی چاہئیں۔

بے ماں کے بچہ پر سختی

نینی تال میں ایک فوجی افسر کے بیرو نے اپنے گیارہ سالہ لڑکے کو اس غصہ میں کہ اُس نے اس روز بھی سبق یاد نہیں کیا تھا پہلے تو مارا اور پھر گرم چمٹہ سے منہ ہاتھ اور ٹانگوں پر بارہ جگہ داغ لگائے۔ لڑکے کی سوتیلی ماں اور ماں کا بھائی اس دردناک نظارہ کو دیکھتے رہے اور ذرا ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بچہ ہائے توبہ مچاتا ہوا کسی طرح باہر نکل بھاگا اور ایک شخص کے گھر میں گھس گیا جس نے رحم کھا کے ناریل کا تیل اسکے زخموں پر لگایا اور سونے کو بستر دیا۔

عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ باپ نے کہا کہ لڑکا جلتی انگیٹھی پر خود ہی گر پڑا جس سے اسکے جسم پر داغ پڑ گئے۔ ڈاکٹر نے اسکی تردید کی اور صاف طور سے کہا کہ یہ داغ انگیٹھی پر گرنے سے نہیں پڑ سکتے۔ باپ نے پوچھنے پر یہ کہا کہ میں بچہ کو ڈاکٹر کے پاس نہیں لے گیا کیونکہ مجھے فرصت نہ تھی عدالت نے باپ کے ظالمانہ سلوک پر اظہار نفرت کرتے ہوئے بچہ کو تو ایک یتیم خانہ میں بھیج دیا کہ سوتیلی ماں اور ایسے شیطان باپ کے پاس اسکا رکھنا بچہ پر ظلم کرنا ہے۔ اور باپ کو گیارہ سال قید سخت کی سزا دی جس میں تین مہینے کی قید تنہائی بھی شامل تھی۔

شادی پر قتل

عراق میں دستور ہے کہ لڑکی سے شادی کرنے کا مقدم حق چچازاد بھائی کو حاصل ہے۔ اگر وہ خود شادی پر رضامند نہ ہو تو وہ اپنی خوشی سے جہاں چاہے اس کی شادی کر دے۔ عموماً اس طریقہ سے روپیہ کما لیا جاتا ہے ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ وہ اسے شادی نہیں کرنے دیتا ممکن ہے کہ وہ خود بعد میں اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ ہم تو ہندوستان کے مسلمانوں کی خلاف شرع رسوم کو روتے تھے۔ یہ بلا تو عراق میں بھی موجود ہے۔ عبدالمحسن بیگ عراق کے سابق وزیر نے خود اپنے خاندان سے باہر ایک ترکی عورت سے شادی کر کے اپنی آزاد خیالی کا ثبوت دیا تھا۔ دو سال ہوئے اُس نے گولی مار کے خودکشی کر لی لیکن اسکا موجودہ واقعہ سے کچھ تعلق نہیں جب اسکی لڑکی کی شادی کی تجویز عبدالمنعم پاشا سے ہوئی تو لڑکی کے چچازاد بھائی فاتح بیگ سعدون نے مخالفت کی۔ گو عبداللہ بیگ وزارت داخلہ کا ڈائرکٹر خیال کیا جاتا تھا اور اسکا باپ حاکم بصرہ تھا لیکن اس بنا پر کہ اسکا خاندان سعدون کے خاندان سے

عورت میں گم ہے شادی کی مخالفت کی گئی یا نیز لڑکی کی شادی ٹل گئی۔ عبدالمجید بیگ اپنے سرکاری دفتر میں قہوہ پی رہا تھا کہ فاتح بیگ اسکی بیوی کا چچازاد بھائی دفتر میں داخل ہوا اور اُسے گولی سے مار ڈالا قاتل گرفتار کر لیا گیا تھا۔ دولہن بیچاری کی طبیعت باپ کی خودکشی کے صدمے سے ابھی بحال ہوئی تھی اب اسکا شوہر قتل کر دیا گیا۔

ہتھکڑی میں شادی

ایک ۱۶ سالہ عیسائی لڑکی چھ ماہ ہوئے یکایک گھر سے غائب ہو گئی۔ ماں نے پولیس میں اطلاع کی۔ دو ہفتہ بعد لڑکی گھر آگئی اور اُس نے ایک عیسائی ودری کا نام لیا کہ وہ اسکے ساتھ چلی گئی تھی۔ ماں کو یہ سخت ناگوار گزرا کہ اُن دونوں کی شادی ہو۔ آخر لڑکا لڑکی دونوں کو پولیس کے حوالہ کر دیا۔ استغاثے کے مقدمہ میں ماں اُن کی شادی پر رضامند ہو گئی۔ ملزم نے عدالت میں درخواست کی کہ ایک سپاہی میرے ساتھ گرجا تک کر دیا جائے تاکہ میری شادی اس مذکورہ سے کر دی جائے۔ ماں کا ارادہ ہے کہ شادی ہوتے ہی مقدمہ واپس لے لے عدالت نے ملزم کو پچاس روپیہ کی ضمانت پر رہا ہونیکا حکم دیا ہے۔ شادی ہوتے ہی اُس پر سے مقدمہ ہٹا لیا جائیگا

دو قاتل عورتیں

دو بنگالی عورتوں نے کمیلے کے انگریز ڈپٹی کمشنر (کلکٹر) کو گولیوں سے مار ڈالا، دونوں آٹھویں جماعت میں پڑھتی تھیں ایک کا مرحوم باپ وہاں کے کالج کا پروفیسر تھا۔ دونوں کلکٹر سے اسکی کوٹھی پر ملیں اور اسے درخواست دی کہ تیراکی کے مقابلہ کا انتظام کیا جائے۔ اس نے عرضی واپس دی کہ اپنی ہیڈ مسٹرس کو دو۔ عین اسیوقت دونوں نے اسکے سینہ پر گولی چلائی اور اُسے مار ڈالا۔ اردلی نے بچانا چاہا سو وہ بھی زخمی ہوا۔ دونوں عورتیں گرفتار کر لی گئیں۔ بنگال میں ناجائز اسلحہ برآمد ہو رہے ہیں۔ جگہ جگہ تلاشیاں لی جا رہی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ باہر سے ہتھیار ملک میں دہشت پھیلانیوالوں کو دینے کے لیے ناجائز طور سے لائے جا رہے ہیں۔ کلکٹر کی ماں نے اسکی موت کی خبر سنکر کہا کہ کاش وہ میرے اکلوتے بچے کو نہ مارتے۔ مجھے تو اس بری خبر کے سننے کا ہمیشہ سے ڈر تھا

عورت بری

پچھلے دنوں کلکتہ میں ایک موٹر کے ذریعہ ڈاکہ ڈالنے کے جرم میں چار بنگالیوں کے ساتھ ایک عورت مسماۃ بنرجی بھی پکڑی گئی تھی کہ وہ موٹر کے ذریعہ اس ڈکیتی میں مدد دے رہی تھی۔ اُسنے جرم سے انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں ادھر سے جا رہی تھی کہ ملزمان زبردستی موٹر میں سوار ہو گئے۔ عدالت نے اُسے شبہ کا فائدہ دے کے بری کر دیا لیکن اسکے ساتھ ملنے والے کو پانچ سال قید سخت کی سزا دی۔ دیگر ملزمان کو بھی سزا دی گئی تھا۔ یہ کہ جج نے حکم سنائے جانے سے پہلے ایک پڑیہ سپاہی کو دی کہ اس میں نسوار ہے اور اسے اسکے بھائی کو دیدیا جائے۔ لیکن شبہ ہونے پہ کھولا گیا تو اس میں اتنی رقم ملی جو ایک آدمی کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی تھی۔ عورت کا بیان لے کر چھوڑ دیا گیا۔

عورت کو نوبل پرائز

۱۹۳۱ء کا نوبل پرائز دنیا کا سب سے بڑا قابلیت کا انعام، دو امریکنوں کو ملا ہے جن میں سے ایک مس جین ایڈمس ہے جو نسوانی بین الاقوامی مجلس امن و حریت کی ۱۵ سال سے صدر ہے اسکی عمر ۷۱ سال ہے۔ اس نے ۱۸۸۱ء میں بی اے کیا۔ اس نے مختلف اصلاحی و اقتصادی تحریکوں میں ہمیشہ حصہ لیا۔ اس نے تمدنی امور پر مشہور کتابیں بھی لکھی ہیں۔

ناچ کا مقابلہ

پہلے برسلز میں ناچ کا مقابلہ ہوا تھا اس میں شریک ہونے والے متواتر ۳۰۰ گھنٹے ناچتے رہے تھے۔ اب ایک نیا مقابلہ جس ڈالالیہ میں ہو رہا ہے اس میں ۴ جوڑے اور ایک اکیلا بچیا شریک ہیں۔ یہ ساری دنیا کا مقابلہ ہے ہفتہ بھر سے برابر ناچ ہو رہا ہے اور ابتک برابر قائم ہے ہر گھنٹہ کے بعد ۱۵ منٹ کا آرام دیا جاتا ہے۔ اب وہ اسقدر تھک گئے ہیں کہ جب وہ اونچے چبوترے کے گرد اپنی اکڑی ہوئی ٹانگوں سے گھومتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کے کندھوں پر سر رکھ کر سو جاتے ہیں۔ اب تک وہ پانچ سو گھنٹے ناچ چکے ہیں۔ ایک ہزار گھنٹے ناچ کر وہ پہلے مقابلہ سے بازی لیجانا چاہتے ہیں۔ انعام ڈھائی سو پونڈ مقرر ہے۔

چین و جاپان میں کشمکش

چین میں طالبعلموں نے جلوس نکالے اور حکومت

سے مطالبات کئے کہ سنجوریا کے موجودہ گورنر کو پھانسی دی جائے اور جاپان جو علاقہ دبالیا ہے اُسے لینے کیلئے اعلان جنگ کیا جائے۔ حکومت نے مارشل لا کا اعلان کر دیا۔ ملک میں بےچینی بڑھ رہی ہے۔ صدر جمہوریت کا استعفا دینا پڑا۔ طلبا نے دفتر خارجہ کو برباد کر دیا۔ جمعیتہ اقوام کی کوششوں سے جاپان مقبوضہ علاقہ سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر رضامند ہو گیا ہے۔ ایک تحقیقاتی کمیشن وہاں کے حالات کی تفتیش کریگا۔ لیکن چین نے اپنی فوجوں سے جاپانیوں پر حملہ شروع کر دیا ہے۔

اونچی ذات کے ہندوؤں کی زبردستی بڑودہ میں اچھوت پن کو دور کرنے کی کوشش کی۔ دوران میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں اور اچھوتوں میں ٹکر ہو گئی۔ ابتدائی مدارس اچھوتوں کے لئے کھول دئے جانے سے ایک گاؤں میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے اپنے بچے مدارس سے اُٹھا لئے۔ دوسرے گاؤں میں انہوں نے اچھوتوں کی فصلیں برباد کر دیں اور اُنکے کھیتوں میں مٹی کا تیل ڈال دیا۔ راستے اچھوتوں پر بند کر دئے گئے اور گاؤں والوں کا یہ اصرار ہے کہ اچھوت یہ لکھ کے دیدیں کہ وہ اپنے بچے اونچی ذات کے ہندوؤں کے مدرسہ میں بھیجنے پر راضی نہیں۔ اچھوت سدھار کا کام کرنیوالا ایک شخص گاؤں والوں کو سمجھانے گیا لیکن لڑکوں نے اس پر پتھر پھینکے۔

نابالغوں کی شادی کلکتہ میں ۱۵ سالہ لڑکے اور ۱۱ سالہ لڑکی کی شادی ہوئی۔ دونوں کے والدین پر مقدمہ چلا۔ صفائی میں کہا گیا کہ لڑکے کی دادی بہت بیمار تھی۔ اسکی خواہش کے مطابق شادی کی گئی۔ وہ بیچاری شادی کے بعد چند دن کے اندر اندر مر گئی۔ شادی ہو جانے کے بعد لڑکے کی رخصت نہیں کی گئی۔ عدالت نے دونوں کو ۵ دن قید محض اور دو دو سو روپے جرمانہ کی سزا دی۔ ہائیکورٹ کلکتہ نے قرار دیا کہ نابالغوں کی شادی کا قانون کسی کو کتنا ہی ناگوار ہو لیکن یہ قانون ہے اور اس پر عمل ضرور ہونا چاہئے۔ ایسے مقدمات میں جرمانہ کی سزا ناکافی ہے ورنہ لوگ جرمانہ دیدے کے ہنسی سے بچ جایا کریں گے۔ انہیں ضرور قید کی سزا دی جانی چاہئے۔ انہوں نے قید کی سزا محض ایک دن کی رکھی۔

تازہ واقعات کا جھرمٹ مس مے اونگ کو برہما کی گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کیلئے عورتوں کے خاص نمایندے کے طور پر منتخب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر دوسو سا الیف آر سی ایس دی پی ایچ پہلی خاتون ہیں جو رنگون کی میونسپل کارپوریشن کی ممبر مقرر کی گئی ہیں۔ اس سے پہلے ایک یورپی خاتون ایک مرتبہ ممبر منتخب ہوئی تھیں لیکن سال گذشتہ وہ انتخاب میں ناکام رہیں۔ مسز کا بجوده پور ریلوے اسسٹنٹ انجنیر کی بیوی ریل کی پٹری پر ٹھیلہ میں بیٹھی اپنے بنگلہ کو جا رہی تھی کہ سامنے سے ایک انجن آ گیا۔ اسوقت اُس نے اپنے بچے جن میں ایک ۵ مہینے کا تھا سڑک سے پرے پھینک دئے اتنے میں انجن آ کے ٹکر اگیا اور وہ بُری طرح زخمی ہو گئی۔ اُسے شفاخانے لے گئے جہاں وہ مر گئی۔ البتہ بچے بچ گئے۔ نیا مسودہ قانون مالیات اسمبلی نے نامنظور کر دیا تھا۔ وائسرائے ہند نے اسے اپنے خاص اختیارات سے سفارش کر کے کونسل آف سٹیٹ میں منظوری کیلئے بھیجدیا۔ وہاں چند ممبروں نے باہر سے آنیوالی کلوں پر محصول لگانے کارڈ لفافہ کی قیمت بڑھانے اور ایک ہزار روپے سالانہ کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کی مخالفت کی لیکن ان بیچاروں کی ایک نہ چلی اور بل منظور ہو گیا چنانچہ ۵ اکتوبر سے کارڈ تین پیسہ اور لفافہ پانچ پیسہ کا ہو گیا۔ کرسچن کالج کے ۱۲ بی اے اور الیف اے ۴ روپیہ سرکس میں مزدوری کے طور پر کام کرنیکے لئے گئے۔ انہوں نے قلیوں کا لباس پہنا تھا اور ٹوکریاں اور کدال اُٹھائے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت خندقیں کھودنے اور اینٹیں ڈھونے گئے اور مزدور زندہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔ فرخ آباد کے ایک چوکیدار نے اپنی بیوی کو قتل کر کے اس شان سے اپنے آپ کو پولیس کے حوالہ کیا کہ اسکے ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے میں بیوی کا سر۔ اسے کالے پانی کی سزا دی گئی جو ہائیکورٹ نے بحال رکھی۔ ایک ترکی عورت ناظمہ ایک دیہاتی کی بیوی کو اس روپیہ کی خاطر جو اُسے اسکے شوہر نے دیا تھا کلہاڑی سے قتل کر ڈالا۔ اُسے پھانسی کی سزا دی گئی یہ پہلی عورت ہے جسے ترکی میں عوام کے سامنے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اسکے شوہر سے شادی کرنا چاہتی تھی وہ قرآنی آیات پڑھتی ہوئی دلیری سے پھانسی کے تختہ پر خود چڑھ گئی اور اپنے ہاتھ سے اپنے گلے میں پھندا ڈال لیا۔ کلکتہ پولیس کی عدالتوں میں وکالت کرنے کیلئے مسز اشکنزی کو لائسنس مل گیا ہے یہ پہلی وکیل عورت ہے۔ ڈاک گاڑی میں جو بمبئی سے آ رہی تھی زنانہ درجہ میں ایک عورت بہت سا زیور پہنے اکیلی سفر کر رہی تھی کسی نے اُسے مار ڈالا اور زیور لیکے چلتا بنا۔ ہسپانیہ کے ایک گاؤں میں ایک عورت ۱۰۰ سال کی عمر میں ابھی مری ہے وہ مرنے سے تین سال پہلے تک کھیتوں میں

دستِ کرم

جن صد مستورات حضرات نے تربیت گاہ بنات کے لئے بذریعہ منی آرڈر مدد بیمعانہ فرمایا ہے۔ ان کے نام شکریہ کیا تھ شائع کئے جاتے ہیں۔ دس روپے سے کم کی رقمیں بنات میں شائع ہونگی۔

مادر ہاپلیسی صاحبہ عہ۔ بیگم ڈاکٹر جعفر حسین ڈمکا عہ مسز کیپٹن ماس ایم صدیقی صاحب عہ۔ محمد سلیمان صاحب ساترا عہ۔ اہلیہ عبدالعزیز خاں صاحب وکیل الہ آباد عہ مسز محمد ناظم خانصاحب کنزاسگنڈہ عہ ابوالفتح محمد عثمان صاحب بہار شریف عہ۔ مسز الٰہی [illegible] خاں صاحب جمشید پور عہ مسز محمود اکبر صاحب سہارنپور عہ۔ حامد علی خاں صاحب چھنڈوارہ عہ مسز میر سید حسن صاحب شملہ عہ۔ بیگم شیخ محمد سعید صاحب جیل گوجرانوالہ عہ بیگم سید صفی احمد صاحب مونگیر عہ۔ ام بانو زوجہ نظام الدین احمد صاحب حیدرآباد دکن عہ۔ مسز عبدالعزیز صاحب کلو موتی شاہ بازار سعیدہ بیگم صاحبہ اورنگ آباد دکن عہ۔ حفیظ اللہ صاحب مجسٹریٹ حیدرآباد دکن عہ۔ میر سعید حسن صاحب امرتسر عہ بیگم سید اصغر حسین صاحب وکیل لکھنؤ عہ۔ محمد حفیظ اللہ صاحب اور سیر گوجرانوالہ پنجاب عہ محمد عبداللہ شریف صاحب عیدگاہ میسور عہ محمد شریف صاحب جیکب آباد سندھ عہ مسز فقیر احمد صاحب چیف کلرک پشاور عہ معرفت حاجی غلام مہدی خانصاحب راولپنڈی عہ مسز فضل الدین صاحب وکیل گوجرانوالہ عہ بیگم نذیر احمد صاحب عباسی ڈی سی گورکھپور عہ بیگم ایس سراج الدین صاحب کلکتہ عہ بنت مولوی محمد یونس خاں صاحب بیگم پور علیگڑھ عہ عبدالصمد خاں صاحب پھولپور عہ مولوی عبدالحمید صاحب اندور عہ۔ مسز عطاء الرحمن صاحب اکسائز سپرنٹنڈنٹ عہ ایس بی جیلانی صاحب بورڈ کلیکٹر عہ۔ سید قدرت اللہ صاحب کوئٹہ بلوچستان عہ چودھری فتح محمد صاحب لاہور عہ۔ مسز میر یعقوب شاہ صاحب رزبلڈ سٹیٹ کراچی عہ

راشد الخیری

بزمِ عصمت

میں یوں تو ہر سال جشن معراج میں شرکت کی عزت حاصل کرتی ہوں مگر اس سال محترم بہن کنیز فاطمہ کی زیارت کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ دن کاٹنے مشکل ہو گئے۔ خدا خدا کرکے پہنچی اور ملاقات کی جس عزیز خاتون کے میں نے یہ حالات پڑھے تھے کہ وہ غیر مسلموں کے نرغہ میں گھر چکی ہے اسلامی نکاح کو قید سمجھتی ہے اب اس کی کیفیت یہ دیکھ کر کہ ہمارے حضرت کا نام بھی لینا بے ادبی سمجھتی ہوں میرے دل سے مولانا مدظلہ کے واسطے ہزاروں دعائیں نکلیں وہ جس وقت نظم پڑھ رہی تھی اور حضور اکرم کے نام کے ساتھ جھکتی تھی تو خدا کی قدرت دیکھتی تھی کہ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو اس طرح تانبا کندن ہو جاتا ہے میرے ساتھ جتنی بیبیاں تھیں سب کے آنسو نکل رہے تھے۔ اور ہم سوچ رہے تھے کہ علامہ محترم کے اس احسان کا معاوضہ کچھ نہیں، اس لڑکی کے ساتھ تربیت گاہ نے جو سلوک کیا ہے مسلمان مستورات اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتیں وہ مولانا ممدوح اور بیگم صاحبہ کی تعریف کا گیت گا رہی تھی خدا دونوں ہستیوں کو ہم گنہگاروں کے سر پر زندہ سلامت رکھے۔

بیگم الیف خاں اولی آئی

مجھے انتہا درجہ کی خوشی ہوئی کہ حضرت قبلہ علامہ راشد الخیری مدظلہ نے کنیز فاطمہ کو ارتداد سے بچا لیا۔ خداوند کریم ان کا سایہ قوم پر ہمیشہ رکھے۔ میں اس خوشی میں تین خریدار پیش کرتا ہوں امید ہے کہ قبول فرمائیں گے ان کے نام پرچہ فوراً بذریعہ وی پی بھیجدیجئے۔

ڈاکٹر محمد حسین ہاشمی بنبکی فتحپور

میں عصمت کی ایک خریدار ہوں اس لئے اس پرچہ سے مجھے خاص محبت ہے اور برابر اس کے واسطے خریدار پیدا کرنے کی کوشش میں رہتی ہوں۔ چنانچہ اس وقت ایک خریدار کا پتہ لکھتی ہوں

خریدار نمبر ۴۸۰۲

عہ تربیت گاہ بنات کا ماہوار چندہ مد زکوٰۃ ارسال ہیں عصمت کے لئے بھی ایک خریدار پیش کرتی ہوں۔

مسز عطاء الرحمن مظفرپور

خریدار نمبر ۱۰۵۲ رنگون کو واضح ہو کہ یہ ہر ایک بڑے شہر سے دستیاب ہو سکتی ہے اور درجہ بدرجہ دو، ڈھائی، تین، ساڑھے تین اور چار روپے فی گز کے حساب سے مل سکتی ہے۔

محترمہ مسز محمد یعقوب صاحبہ کو معلوم ہو کہ مثنوی مولانا روم ج جو ۸۰۰ صفحات کی ضخامت پر طبع ہوئی ہے۔ پتہ ذیل سے طلب فرما دیں۔ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز پبلشرز فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور، قیمت کل سٹ درجہ اوّل چکنے کاغذ پر ۱۲ فی حصہ ۳ درجہ دوم دیسی کاغذ پر ۸ فی حصہ ۲

بہن عصمت النساء صاحبہ مطلع فرما دیں کہ "دل" کیا چیز ہوتی ہے اور حقہ پیسوں میں کتنے تولہ ملائی جائے۔ مفصل جواب کی طلبگار ہوں۔ ایم چوہدری مبارک علی شورکوٹ

محترمہ مسز عبدالصمد خاں صاحب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ وہ اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو خورشید لقا اُبٹن منگا کر لگائیں۔ انشاء اللہ چیچک کے داغ بالکل جاتے رہیں گے نہایت آزمودہ اور مجرب ہے۔ قیمت دو روپیہ چودہ آنہ اور ڈاک خرچ ۸ر

پتہ یہ ہے: چشمۂ شفا بھیرہ ضلع شاہ پور پنجاب۔

خریدار نمبر ۶۷۲۴

بہن مسز عبدالصمد خاں صاحب نے چیچک کے نشانات کی دوا دریافت کی ہے بہن موصوفہ سے التماس ہے کہ عرق گلاب سے چہرہ دھلائیں، دوسرے مکھن چہرے پر لگا کر بیسن صابن سے منہ دھلائیں اور ڈاکٹر بیرمن کے ہاں کا حسن افزا عرف سنبارن کا استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ داغ بہت جلد دور ہو جائیں گے۔

مسز احمد حسین عرف مدا دولوی

قطعہ تاریخ وفات مرزا محمد علی نازی ساکن سنگاپور

پڑھی میں نے عصمت میں جب یہ خبر | قضا مرزا صاحب نے دنیا سے کی
کوئی کہہ دے تاریخ مرگ پدر | یہ ہے اُن کی بیٹی کی خواہش دلی
پدر کون؟ جو تھا شفیق عزیز | امیر و معزز مکرم جری
خدا ترس و ہمدردِ خلقِ خدا | سخی عابد و زاہد و متقی
تھی گو عمر ان کی اَز ستر برس | مگر ان کے اعضا ابھی تھے قوی
رہے تھے وہ بیمار بس ڈیڑھ دن | کہ یک بارگی دل کی حرکت رُکی
اڑا طائر روح سوئے بہشت | عزیزوں میں ماتم کی صف بچھ گئی
یہ سنکر ہوا مجھ کو صدمہ کمال | لگی قلب پر میرے ایک چوٹ سی
کہوں میں بھی اس درد سے آشنا | قضا کر گئے ہیں میرے باپ بھی
بہن آپ بھی صبر سے کام لیں | ہوا وہ جو تھی مرضی ایزدی
کرے فکر ہجری میں سال وفات | یہ دستور کو فکر جس دم ہوئی

ندا داد ہاتف بجنت رسید

خراسندہ مرزا محمد علی

سنہ ۱۳۵۰ھ

ایم بی مسعود محمود آباد

براہ کرم کوئی بہن یا بھائی ایسی دوکان کے پتہ سے مطلع فرمائیں، جہاں کہ میز پوش اور تکیہ کے غلاف اور خوان پوش فروخت ہوتے ہوں۔ ہمارے پاس ایک عورت رہتی ہے جو کہ غلاف میز پوش بناتی ہے اور فروخت کرتی ہے اس بات کا ثواب کوئی بہن یا بھائی لیں۔ نیز بہن صاحبہ نور جہاں ناز سے گذارش ہے کہ وہ بمبئی کی کسی دکان کے پتہ سے مطلع فرمائیں ممنون ہوں گی۔ خریدار نمبر ۲۰۱۹

عرصہ ۴ سال سے میرے چہرے پر مہاسے نکلنا شروع ہوئے تھے اور نہایت کثرت سے نکلتے رہے جس کی وجہ سے چہرہ کی جلد کی ملائمت جاتی رہی اور رنگت بھی تبدیل ہو گئی۔ مگر اب ۲-۳ ماہ سے ایک نئی قسم کے مہاسے نکلنا شروع ہوتے ہیں یعنی پہلے مہاسہ نکلتا ہے پھر اندر ہی اندر بیٹھ جاتا ہے اور پھیلنا شروع ہوتا ہے بڑھتے بڑھتے ایک بڑا گول چکر سا ہو جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ مہاسہ جب نکلا تو درد وغیرہ کچھ نہ تھا اور جب ڈاکٹر نے خطرناک بتا کر اپریشن کیا تو اس میں سے نیلے رنگ کا پانی اور خون نکلا۔ مگر اب جو نکلتے ہیں ان میں پھوڑے کی طرح کی ٹیسیں اور سوزش ہوتی ہے اور معمولی مواد وغیرہ نکلتا ہے۔ دو مرتبہ اپریشن ہوا اور دو مرتبہ از خود پھوٹ کر بہہ گئے۔ اب تک چار نکل چکے ہیں، بہتیرا علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اس نئی قسم کی بیماری سے سخت تکلیف ہے اگر کسی معزز بہن یا بھائی کو کوئی نسخہ معلوم ہو کہ ان مہاسوں کا تدارک ہو سکے تو براہ کرم بذریعہ عصمت مطلع فرما کر اس تکلیف سے نجات دلائیں تازیست ممنون ہوں گی۔

راقمہ یو ایس بنت حکیم نا لمق صاحب

مجھے ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں درخت لگانے کی ترکیب ہو کوئی بہن مہربانی فرما کر اس کتاب کی قیمت اور پتہ سے بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔ مس الیاس ابراہیم کلکتہ

میری والدہ صاحبہ کے پیر میں عرصہ ڈیڑھ سال سے سوجنے کی

شکایت ہے اگر دیسے مشین پر کپڑا سیتی ہوں تو پیر میں اور زیادہ ورم ہو جاتا ہے اور چلنے پھرنے سے بھی زیادہ ورم ہو جاتا ہے اور اپنے پیر میں زیادہ ورم ہے۔ سکنجبین لگانے سے کچھ کم ہو جاتا ہے اگر نہ لگایا جائے تو پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے اگر کوئی بہن بھائی اس مرض کو جانتے ہوں تو براہ مہربانی مجھ کو بذریعہ عصمت بہت جلد مطلع کریں۔

بلقیس جہاں بیگم اٹاوہ

کوئی عصمتی بہن یا بھائی صاحب وجود واقف ہوں مہربانی فرماکر بذریعہ عصمت ایسی کتابوں کے پتہ اور نام و قیمت سے مطلع فرمائیں۔ (کتاب اردو میں ہو یا انگریزی میں) جن سے ستار اور وائلین (بیلا) کا بجانا اور گانا اچھی طرح آجائے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ نیز کسی بہن نے چہرہ بدلنے کی مشین (جس کا اشتہار عصمت میں چھپ چکا ہے) منگائی ہو تو تحریر فرمائیں کہ کیسی ہے؟ مجھکو اون سے اور سوت سے سلائیوں کی طرح بننے کی مشین مطلوب ہے۔ مہربانی فرماکر کوئی صاحب تحریر فرمائیں کس قیمت پر اور کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ کس سائز کی بہت ممنون ہوں گی۔

حشمت جہاں بنت حشمت فضل علی صاحب پٹنہ

میرے بال بہت چھوٹے چھوٹے اور موٹے ہیں بیسیوں تیل اور سرد ہونے کی ادویات استعمال کی ہیں اور اب بھی چھ سات سال سے کاسمینا آئل ناریل کے تیل میں ملاکر استعمال کر رہی ہوں مگر بال بالکل نہیں گھیرتے بلکہ یہ نقصان ہوا ہے کہ چار چھ بال سفید ہو گئے ہیں۔ ازراہ مہربانی کوئی بہن صاحبہ جن کو میری طرح ناامیدی میں افاقہ کسی چیز نے کیا ہو اور بال گھیرے ہوں، سرد ہونے اور بڑھانے کے واسطے کوئی آزمودہ تیل تحریر فرمائیں تو میں تمام عمر احسانمند رہوں گی

الف۔ ب شیرازبند ہمشیرہ محمود علی خانصاحب تحصیلدار بولندشہر

کسی عصمتی بہن نے عصمت میں بال کی جڑ مضبوط کرنے کے لئے کھوپرے کے تیل میں دارچینی رتن جوت ترانبیر کے بیج ڈال کر طیار کرنے کو لکھا تھا۔ ترانبیر کے بیج کہیں دستیاب نہیں ہوئے ان بہن صاحبہ کی خدمت میں براہ راست بھی خط لکھا مگر شاید اب ان کی جائے قیام تبدیل ہو گئی ہے اب ازراہ مہربانی وہ بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ ترانبیر کے بیج کا کوئی اور بھی نام ہے کہاں ملیں گے کیا وہ بہن مہربانی فرماکر خود بھی خرید کر براہ راست مجھکو ارسال کر سکتی ہیں۔ بیج کے بغیر نسخہ ادھورا

پڑا ہے۔ یہاں تو حکیم صاحب کے ذریعہ عطاروں کے ہاں، بھوپال شہر میں تلاش بے سود ثابت ہوئی۔

زبیدہ خاتون بنگلہ لیس ڈی اور۔ رائے سین (بھوپال ریاست)

عصمت بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء میں بہن عصمت النساء بیگم سفید بالوں کے بڑھنے اور باریک ہونے نیز سیاہ ہونے کی دوا تحریر فرمائی ہے لیکن صاف نہیں لکھا یعنی محترمہ تحریر کرتی ہیں۔ ۱۰ تولہ لیموں کے عرق میں پیس کر آنکھیں ان تک ملیں،، براہ کرم وہ بذریعہ عصمت لکھیں کہ کیا چیز لیموں کے عرق میں پیسیں۔ نیز روزانہ کس قدر دوا ملی جائے اور کس وقت۔

رابعہ بیگم آگرہ

میری ایک ۹ سال کی بچی ہے اس کے ایک سال سے سر کے درد کا عارضہ ہو گیا ہے درد تالو میں ہوتا ہے اور سخت تکلیف ہوتی ہے بعض مرتبہ لگاتار دو دو تین تین یوم ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ ایک ہی مرتبہ ہو کر ختم ہو جاتا ہے اگر کسی بہن کو اس کی مجرب دوا معلوم ہو تو برائے مہربانی مجھے بذریعہ عصمت اطلاع فرمادیں۔ مشکور رہوں گی۔

خریدار نمبر ۳۷۴

بحوالہ سالگرہ نمبر ۱۹۳۱ء بہن م۔ ج۔ بیگم کراچی نے جو دوا اپنی ڈھائی سالہ بہن شیبا بانو استعمال کرائی تھی مہربانی فرماکر عصمت میں درج کرادیں تو کار خیر ہوگا اور کتنی ہی عصمتی بہنوں کو فیض حاصل ہوگا۔

ع۔ا۔ بیگم کلکتہ

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری منجھلی بہن افضل آرا صاحبہ کی شادی بروز اتوار ۸ نومبر ۱۹۳۱ء بخیر و خوبی سرانجام پائی ہے۔ کسی قسم کی فضول رسم عمل میں نہیں آئی۔ برات گجرات پنجاب سے آئی۔ دولہا کی طرف سے بھی نہایت سادہ اور شرعی طریقہ تھا دولہا کا نام محمد اسلم حیات ہے۔ میں اس خوشی میں دو روپے کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات، کی یتیم بچیوں کے لئے بھیج رہی ہوں عصمتی بہنیں دعا فرمادیں کہ یہ نیا جوڑا دنیا میں تادیر قائم رہے اور نئی زندگی مبارک ہو۔ (آمین)

عصمت آرا بنت شیخ غلام رسول گوجرانوالہ

ایک تولہ مولی کا پانی۔ ایک تولہ پیاز کا پانی۔ ایک تولہ گل جعفری کا پانی ایک تولہ تلی روغن میں سب کو پکا کر خشک کرلیں۔ نیم گرم چمچہ میں لیکر سوتے وقت کان میں ڈالنے سے تین چار یوم میں بالکل آرام ہو جاتا ہے

رشیدہ خاتون بنت شیخ محمد عنایت اللہ میانوالی

مضامین کی رسید

ناقابل اشاعت مضامین کی رسید بصورت مطبوعہ کارڈ جو ابتک مضمون نگاروں کو بھیجی جاتی تھی۔ آیندہ صرف انہیں کو بھیجی جائیگی جو جو اڈیٹر کے نام کے خط میں تین پیسے کے ٹکٹ بھی رکھ دیں گے

یہ مضامین شائع ہوں گے آنکھوں کی حفاظت اور بعض امراض کا علاج۔ زندگی کیا ہے۔ صفائی نعمت غیر مترقبہ ہے اپنی بیماری۔ دودھ کا استعمال، غذا۔ کپڑوں سے دھبے دور کرنا، اسلامی مساوات۔ گم شدہ کاغذات۔ مغربی فضا بدلتے ہوئے مشرق پر ایک نظر۔ میرا دل۔ مشری میاں۔ مہر۔ فیشن، ہمت۔ بکھرے ہوئے پھول۔ پائیریا۔

یہ مضامین زیر غور ہیں ۔ تند۔ شام کا منظر۔ اطاعت۔ دیو جانس کلبی۔ توہم پرستی۔ تعلیم کی تجلیاں روح سے ہندوستانی عورتوں کا مستقبل زنانہ نصاب۔ شیریں امید۔

ناقابل اشاعت مضامین افسوس ہے کہ مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں درج کیے جا سکتے ہیں نہ بنات میں ۵ ارجنوری تک اور کا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کیے جا سکتے تھے، لیکن راستہ میں تلف ہو جانے کے ہم ذمہ وار نہ ہوں گے جو خواتین و حضرات اور ۴ر کا ٹکٹ بھیج دیں گے ان کا مضمون بذریعہ رجسٹری واپس کر دیا جائیگا۔ میرا انجام (افسانہ) پردہ پر ایک خیال اور میرا ملال۔ کشمیر میں موسم بہار یادگار محبت (افسانہ) عورت۔ انصاف یا ظلم۔ دلیتی (افسانہ) انتقام (افسانہ) پتی کی سیوا۔ مسرت حقیقی۔ خریدار نمبر ۵۶۵۲ کا مضمون بے عنوان۔ مسز جانسن کے جلسے۔ خونی منظر۔ لڑکوں کو گہنا پہنانا۔ چغلی فیشن۔ نندرشی۔ دعائیں نظم از حیدر آباد۔ اچھی ماں کی اچھی اولاد (افسانہ) ناظرہ کی زندگی۔ احساس گناہ۔ بہن کی یاد میں۔ بیوی سے شکایت نظم۔ اور دوسری نظمیں از شیخوپورہ۔ مخالفت آتشبازی۔ اسلام کے ایک پہلو پر نظر۔ سورج سے۔ دنیا میں سب سے ذہین بچہ۔ روزہ۔ زندہ دلوں کے واسطے آئی ہماری ترنگ کا فراموش شدہ بادشاہ۔ عیدی کے مضامین۔ احوال روانگی امام حسین علیہ السلام و شہادت پسران مسلم۔ بکرماجیت اور اسکا تخت عدالت۔ مرد و عورت کی لڑائی کا قصہ۔ لیڈی کلیر۔ عقد فاطمۃ الزہرا۔ وطن و غربت۔ حیا۔ عدہ نصیحتوں کا اثر۔ عورتوں کی حق تلفی۔ دودھ کے فوائد۔ نماز کے فوائد۔ بچوں کے مزے۔ ہمدردی۔ وراستی۔ عاشقان رسول کا امتحان۔ بچوں کا انتظام تعلیم۔ آپ بیتی از علی گڈھ۔ شام کا غمناک منظر۔ نمائش بیگمات دستکاری نسوان حیدرآباد دکن۔ تعارف۔ قوس قزح (نظم) جان کنیترک۔ وبرل اروں اٹاسٹ ٹرپ نظم۔ مسرت حکمت علی۔ سفر حج کو جاتے ہوئے خیال گذرا (نظم) مسز حکم کا سورت تشریف لانا۔ امتہ الحبیب۔ مضمون بلا عنوان از شاہجہاں پور۔ ظلم۔ خمار بھی اور ہوش رکھتے تھے۔ بے قرار دل۔ عورت کی عزت۔ سمندر کا نظارہ۔ ثنائے جناب باری۔ افکار پریشاں۔ پھوپی بھتیجی کا مکالمہ۔ تب اور اب۔ خون حسرت۔ حیرتناک فریب۔ رضیہ سلطانہ۔ پانچم دار یا جامہ۔ اپنا خواب۔ اندھی۔ سلطان غیاث الدین کے دربار میں دودا اندیش نورجہاں۔ اظہار خیال۔ شوہر کی قبر (نظم) زنانہ حاضر جوابیاں۔ شمشیر و قلم۔ سیر کشمیر۔ لاولد بیٹا (نعافہ) غرور کی شکست (افسانہ) زلزلے۔ ماضی سے مستقبل کا بدل۔ اسلام کی حالت زار۔ آہ ہماری حالت۔ لمعات نور۔ تاریخ وفات از میرٹھ۔ کا نقصان (افسانہ) محبت کی سرگوشیاں۔ شیریں زبانی جادو کا قالب۔ مسلمان اور فضول خرچی۔ اسلامی اتفاق۔ کدآبو۔ عورتوں کے متعلق احکام کی تعمیل۔ درس عبرت نمونہ زندگی۔ کیا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ تعلیم نسواں اور خریدار نمبر ۱۳۸۲ محمودہ بیگم۔ چاندنی رات۔ تنکیہ۔ کھانا پکانا۔ نئی دولہن اور شبنم محبت کا رشتہ۔ افسانہ سرگذشت۔ لاپرواہی کا انجام۔ بیہودہ پن۔ دردناک منظر۔ ماں کی ممتا۔ میرا رونا۔ حقیقت معراج صلعم۔ غزلیں از جوہر از لکھنؤ، الہ آباد۔ از علیگڑھ۔ از مونگیر

ہنسانے فسانے

سید ابو تمیم صاحب فریدآبادی کے افسانوں کا مجموعہ۔ کہنے کو ایک کتاب ہے لیکن حقیقت میں تفریح و دلچسپی کا ندامی شپہ ہے۔ ایک صفحے میں جس قدر سطریں ہیں اسی قدر لطیفے۔ جب کوئی پڑھتا ہے تو ہنستے ہنستے تھک جاتا ہے۔ پھر سانس لیتا ہے پھر پڑھتا ہے اور پھر ہنستا ہے اور پھر تھک جاتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ

انجام زندگی

تین مختلف الخیال لڑکیوں کی طرزِ معاشرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دہلی کی مشہور اہل قلم ضیا بانو کا لکھا ہوا دلچسپ ناول مستورات کی زبان میں اس کو پڑھنے کے بعد ہر لڑکی موجودہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ سکتی ہے۔ قیمت آٹھ آنہ

ثروت دلہن

اصلاح معاشرت کی ایک معرکۃ الآرا کتاب آپ کے تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ شریف گھروں کا ایسا خاکہ جو اصلاح اخلاق میں بہترین معاونت کرسکتا ہے جو عورتیں اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہیں فوراً منگائیں۔ صوبہ متوسط کے محکمہ تعلیم نے مستورات کے لئے منظور کیا ہے۔
قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ (۱؎)

اتالیق نسواں

اس کتاب سے بہتر عملی کام اور انتظام خانہ داری سکھانے بہو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے بچیوں کو تعلیم و تربیت دینے والی کتاب آج تک ہندوستان کی کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ جس کے تیرہ سو صفحوں میں بارہ سو شکلیں، تمام وہ عملی کام جس سے روزمرہ سابقہ پڑتا ہے سلیس اردو زبان میں سمجھائے ہیں۔ استانیوں کے پیٹ میں بھی اتنے گن نہ ہوں گے جو اس میں موجود ہیں ایک شریف عورت کو جو کچھ جاننا چاہئے وہ سب اتالیق نسواں میں موجود ہے۔ مشاہیر قوم نے بھی پسند کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گی تو یقیناً آپ بھی اعتراف کریں گی۔ لڑکیوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہے دس حصے ہیں۔ قیمت مکمل چار روپیہ آٹھ آنہ للعہ

اخبار الاندلس

اندلس مرحوم کی ہشت سالہ اسلامی سلطنت کی مفصل ترین و بہترین تاریخ ایک امریکی فاضل کی نہایت مشہور و معروف کتاب کا ترجمہ ہے ایسی کتاب نہ عربی میں آج تک لکھی گئی نہ فارسی میں اردو تو کجا صقلیہ (سسلی) کے مسلمانوں کی مختصر تاریخ بھی اسی میں ملیگی۔ اس کتاب میں وہ واقعات ہیں جنکی اب تک مسلمان ہندوستان کو خبر تک نہیں۔ حالانکہ سخت ضروری ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے کچھ شک نہیں رہتا کہ موجودہ یورپ کے استاد مسلمانان اندلس ہی تھے۔ اگرچہ اخبار الاندلس انگریزی کا لفظی ترجمہ ہے مگر اس قدر رواں ہے کہ ترجمہ کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اردو لٹریچر کا بہترین نمونہ دیکھنا ہو تو اسے ملاحظہ کیجئے۔ اس ترجمہ کے صلہ میں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے مترجم کو اول درجہ کا انعام ایک ہزار روپیہ اور پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے اول درجہ کا طلائی تمغہ عطا کیا ہے کتاب تین جلدوں اور تین ہزار صفحوں میں ہے قیمت جلد اول [illegible] جلد دوم آٹھ روپے جلد سوم سات روپے کل کتاب کی یکجا قیمت [illegible]

مولدین

وہ مسلمان ہیں جو اندلس کی اسلامی سلطنت کے خاک میں ملنے کے بعد عیسائیوں کی حکومت میں رہے اور انہی پر عیسائیوں نے اپنے تمام ظلم کئے اس میں بڑے دردناک واقعات ہیں، مولدین کو بجبر عیسائی کیا گیا ماؤں کی گود سے بچوں کو چھین کر عیسائیوں کو دیدیا گیا۔ انکی تمام کتابیں جلا دیں، مسجد کو گرا دیا، سور کا گوشت اور شراب جبراً کھلایا اور پلائی گئی ان کا بار بار قتل عام ہوا۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک دو روپے آٹھ آنہ (عہ؎)

خلافت موحدین

ملک مغرب کی تاریخ جو دنیا سے ناپید ہوئی جاتی تھی اب ترجمہ کی صورت میں مسلمانان ہندوستان کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اس خاندان کے بانی امام غزالی کے شاگرد تھے ان لوگوں نے اندلس میں بڑے زور کی حکومت کی ہے اس کے اکثر حالات چشم دید ہیں۔ دو فہرست ردیف وار کتاب میں ہیں۔ چھپائی دیدہ زیب

قیمت صرف چار روپیہ للعہ
محصول ڈاک بذمہ خریدار

تاریخ مغرب

شمالی افریقیہ کے مسلمانوں کی تاریخ ہندوستان میں اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ بربری مسلمانوں کے حالات ہیں بربری وہ ہیں جن میں سے ایک امیر المسلمین یوسف بن تاشفین کا نام لے دینا کافی ہے۔ آخر میں امیر عبدالکریم نے سنہ ۱۹۲۱ء تک عیسائیوں کو وہ تنگ کیا ہے کہ ان کا ناک میں دم کر دیا۔ مترجم نے جو حواشی بڑھا دئیے ہیں وہ قابل دید ہیں۔ قیمت دو روپے آٹھ آنہ (عہ؎)

مینیجر عصمت دہلی

واحدی صاحب کا منجن
اکسیر دندان

یہ منجن اس نسخہ سے بنایا گیا ہے جو ملا واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ کو ان کی اڈیٹری طبیب کے زمانہ میں سنہ ۱۹۱۲ء میں حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم نے عنایت فرمایا تھا اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کی تمام خرابیاں تکلیفیں رفع ہو جاتی ہیں چودہ پندرہ سال سے واحدی صاحب اسے خود بھی استعمال کرتے ہیں اور اپنے شہر کے ہر ضرورت مند کو بھی دیتے ہیں ہر شخص اس کا ثناخواں ہے اور اسے سب سے اچھا منجن تسلیم کرتا ہے سیکڑوں ہلتے ہوئے دانت اس منجن نے جوڑ دیئے متعدد آدمی ہیں جنہیں پائریا کی شکایت تھی اور ہر کھانے کے ساتھ مسوڑوں کا خون اور مسوڑوں کی پیپ پیٹ میں اتر اتر کر صحت کو برباد کر رہی تھی۔ صرف اس منجن کے ملنے سے ان کے مسوڑے اچھے ہو گئے اور وہ خدا کے فضل سے تندرست ہیں جس منجن سے پائریا جیسے موذی مرض کو آرام ہوتا ہو اور جس منجن سے ہلتے ہوئے دانت جڑ جاتے ہوں اس کے دوسرے معمولی فوائد بیان کرنے فضول ہیں خیال کر کے دہلی سے باہر کے لوگوں کے پاس بھی اس منجن کو پہنچایا جائے ہم نے واحدی صاحب سے منجن کا یہ نسخہ مانگ لیا ہے اور لاگت کی لاگت اسے فروخت کر رہے ہیں۔ قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ۴ر دو شیشیوں پر محصول ۵ر

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

دفتر عصمت دہلی سے بھی مل سکتا ہے

اکسیر دندان کی تعریف کے خطوط

افسر کمانڈنگ وتیا لکھتے ہیں کہ میں نے ایک شیشی منجن اکسیر دندان کی والدہ صاحبہ کو استعمال کرائی ہے جو پائیریا کے مرض میں مبتلا تھیں [illegible] کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا جب مجھے بتایا گیا کہ منجن اکسیر دندان سے والدہ صاحبہ کے دانتوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اب انکو کافی صحت ہو گئی ہے میں [illegible] علاج میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور تقریباً تمام دیسی اور ولایتی [illegible] پیشیوں کا تجربہ کر لیا مگر ایک منجن اور پیسٹ کا بھی اثر نہیں دیکھا [illegible] میں کہ والدہ صاحبہ عرصہ کے بعد اکسیر دندان کی برکت سے گوشت بھی کھانے لگیں [illegible] ڈاکٹروں اور ڈاکٹروں سے زیادہ دانتوں کی تکلیف نے انہیں اپنی اس روزمرہ کی غذا سے قطعی محروم کر دیا تھا۔

مسز ایم اے وحید اگزکٹو انجنیئر ورنگل لکھتی ہیں منجن اکسیر دندان کی ایک شیشی منگا کر استعمال کر چکی ہوں جس سے کچھ فائدہ ہے، دو شیشیاں اور ذریعہ وی پی جلد بھیج دیجئے۔

محترمہ بیگم صاحبہ نواب محمد علی خاں آف مالیر کوٹلہ کا گرامی نامہ

آپ کا منجن کئی دو تین بار منگوایا آٹھ بار ہا سرٹیفکیٹ کے لئے کہا مگر جب تک پوری تسلی نہ ہو جاتی میرے خیال میں تعریف کر دینا مناسب نہ تھا اسی لئے میں خاموش رہی، واقعی اکسیر نسخہ ہے میں نے خود بھی استعمال کیا اور مفید پایا اور دو تین لوگوں کو جن کے دانت مریض تھے دیا انکی شکایات بھی چند دن میں رفع ہو گئیں خصوصیت سے اسکے فوائد جو میرے تجربہ میں آئے یہ ہیں کہ دانتوں کی جڑوں کی میل اور بیماری جو مسوڑوں کے متعلق ہو اسکو بفضلہ تعالیٰ روکتا ہے پانی لگنا تو دو تین بار کے استعمال سے جاتا رہتا ہے صفائی میں بے نظیر ہے اور بعد میں دانت صاف اور مضبوط ہوتے ہیں۔

مسز محمد علی خانصاحب بر مکان ڈاکٹر سردار خانصاحب ڈگی بازار اجمیر شریف لکھتی ہیں: منجن اکسیر دندان سے مجھے بہت فائدہ ہوا چھ شیشی کا منجن دو ڈبے میں بند کر کے بھجوا دیجئے وی پی وصول کر لیا جائے گا۔ تین دانتوں میں سے پیپ نکلتی تھی وہ بھی بند ہو گئی، مسوڑھے خدا کے فضل سے درست ہو گئے دن میں کئی بار منجن لگاتی ہوں اور ہمیشہ لگایا کروں گی۔

جناب لے بی صاحبہ کوٹھی اجمل خاں صاحب ایس ڈی او چشتیاں ریاست بہاولپور لکھتی ہیں: مہربانی کر کے منجن اکسیر دندان میرے لئے ایک ڈبہ میں روانہ کر دیں مجھے اس منجن سے کافی فائدہ ہوا ہے اور ہمیشہ انشاء اللہ میں منجن کا ہی استعمال رکھوں گی۔

فاطمۃ النسا بیگم صاحبہ معلمہ مدرسہ تعلیم المعلمات حیدرآباد دکن سے لکھتی ہیں:- واحدی صاحب کا منجن اکسیر دندان تین شیشی روانہ فرمائیے آپ کا ارسال کردہ منجن بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

ضرورت استانی

(۱) ایڈیڈ ہندو گرلس سکول شہر کے واسطے استانیوں کی ضرورت ہے جو مڈل پاس ہوں یا اپر پرائمری پاس تجربہ کار ہوں، دستکاری میں اچھی واقفیت ہو۔ قواعد و ضوابط اصول سررشتہ تعلیم کے موافق ہوں گے۔ پراویڈنٹ فنڈ کا حق ہوگا تعطیلات اور رخصت وغیرہ کی مستحقی قواعد مذکورہ کے موافق ہوں گی۔ تنخواہ تیس روپے اور دو روپیہ سالانہ ترقی ہوگی۔ پچاس روپیہ تک ترقی ہوتی جائے گی یعنی انتہائی تنخواہ پچاس روپیہ ہوگی۔ مکان رہائش کے لئے کمیٹی کی طرف سے نہ دیا جائے گا۔ کرایہ پر مکان پردہ دار اسکول کے متصل مل سکتے ہیں جہاں سے آمد و رفت بآسانی ہو سکتی ہے اور کرایہ قریب چار روپیہ ماہوار ہوگا۔

(۲) اساتذہ لڑکوں کے مدرسہ کے لئے جوان استانیاں کہ رشتہ دار ہوں رکھے جا سکتے ہیں جو اردو مڈل پاس ہوں یا ٹرینڈ اردو ماسٹر ہوں۔ اردو مڈل پاس کے لئے تنخواہ مبلغ اٹھارہ روپیہ آٹھ آنہ ماہوار ہوگی۔ اردو ٹرینڈ ماسٹر کے لئے مبلغ چوبیس روپے ماہوار سے ساٹھ روپیہ تک کا گریڈ ہوگا۔

ذیل کے پتہ پر درخواستیں ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء تک آنی چاہئے

سکریٹری میونسپل کمیٹی جبلپور سی پی

بنات دہلی

مسلمان لڑکیوں کے لئے خالص مذہبی رسالہ آج تک اردو زبان میں جاری نہیں ہوا تھا بنات نے اس کمی کو اس خوبصورتی سے پورا کیا جو دیکھتا ہے فریفتہ ہو جاتا ہے۔ [illegible] سے جاری ہے عصمت کے علاوہ صرف یہی پرچہ ہے جس میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ بڑا بیش قیمت مضامین لکھتے ہیں۔ چندہ سالانہ بھی اس قدر کم ہے کہ ہر مسلمان خرید سکے یعنی صرف ایک روپیہ بارہ آنہ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ

منیجر عصمت و بنات دہلی

پتھر سے ہیرا

یہ سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتائے گا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی نیکی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیا کچھ جادو کر سکتی ہے یہ قصہ آپ کو اس بات کا یقین دلائیگا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے۔ بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت صرف چار آنہ ۴ر

اسلام اور عورت

جس میں انتہائی عرق ریزی جانفشانی اور محنت سے مختلف احادیث نقل کر کے بتایا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے مرد و عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ تکمیل انسانی میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے اور دوسرے مذاہب میں عورت کا جو درجہ ہے اس سے بھی عورت کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ بڑے دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے بے حد دلکش و دلاویز کتاب ہے۔ اتنی صحیح اور مفید معلومات آپ کو کسی کتاب میں نہیں ملیں گی۔

قیمت ۱۰ر ملنے کا پتہ۔ **منیجر عصمت دہلی**

کیا آپ نے
کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر
باتصویر خرید لی

ڈاکٹر اے حسین صاحب میڈیکل آفیسر آف میلیتھ

میونسپل بورڈ بدایوں (یوپی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کتاب کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر روانہ کریں،،

اگر میلیتھ آفیسر نے کامل دائی کو مفید خیال کر کے طلب فرمایا ہے تو آپ نے اپنا آرڈر کیوں نہیں دیا۔ اس کتاب کا اشتہار رسالہ عصمت میں عرصہ سے جاری ہے ہر ماہ تعریف کرنے سے کاغذ سیاہ کرنا ہے مختصر یہ کہ اس کتاب میں عورتوں کی سب بیماریوں، زچہ بچہ کی نگہداشت بچوں کی بیماریاں اور علاج اور دائی جنائی کا مفصل کام باتصویر بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا اور عورت مرد حکیم دائی ڈاکٹر کو مطالعہ کرنا از حد مفید ہے۔ یہ اڈیشن بھی قریب ختم ہے۔

قیمت فی جلد ۱۲ر محصول ڈاک وپیکنگ ۶ر

نوٹ

یہ کتاب عصمت بک ایجنسی سے بھی مل سکتی ہے۔

المشتہر

منیجر احسان اینڈ کمپنی بستی کوٹھی لودہیانہ (انڈیا)

میاں بیوی کے تعلقات
کس طرح بہتر بنائے جا سکتے ہیں
صحت صحت اور صرف صحت سے

خاوند جب سارے دن کا تھکا ماندہ گھر میں آتا ہے تو وہ امید کرتا ہے کہ اس کی بیوی اسے خوش ملے اس کی شکل اس کا رویہ اس کی مدارات سب ہی کچھ دلکش لیکن جب عورت کی صحت ہی اچھی نہ ہو اس کا چہرہ افسردہ اس کی حرکت سست ہو تو میاں کا مزاج چڑچڑا نہ ہو تو اور کیا ہو۔ ہمارے ملک کی نوے فیصدی بیبیاں کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے وہ اپنی عمر زندہ رہ کر نہیں بلکہ ٹنک ٹنک کر گزارتی ہیں ایک خفیف سا نقص بھی عورت کی شکل اور اخلاق کو بگاڑ دیتا ہے پس اگر صحت کی قدر کرنی ہے تو کنادسی اونس منگائیے یہ دوا خون صالح پیدا کرتی ہے اگر دبلا جسم ہو تو ٹھوس ہوتا ہے قیمت فی شیشی علاوہ محصولڈاک عہ تین شیشی عہ اپنے ہاں کے دوافروش یا اگر ان کے پاس نہ ملے تو براہ راست ہم سے طلب کریں۔

ہماری مندرجہ ذیل اشیاء بھی قابل استعمال ہیں

دلکشا سنون، دانتوں کے ہر قسم کے مرض کے لئے بینظیر منجن ہے۔ قیمت فی شیشی ۸ر دلکشا ہیر آئیل بہترین تیل ہے قیمت فی بڑی شیشی عہ اور چھوٹی ۱۲ر سرمہ نورانی آنکھ کے ہر مرض کے لئے لاثانی علاج ہے۔ قیمت عہ فی تولہ۔ ملنے کا پتہ:۔

منیجر دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان پنجاب

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

مشہور افسانہ نگار خواتین کے لکھے ہوئے بہترین اخلاقی و اصلاحی ناول و افسانے

انوری بیگم

اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسز نواب خدیو جنگ بہادر کا وہ مشہور و مقبول افسانہ جیاری اور تیارداری کے عنوان سے ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے عصمت میں جس کی چند قسطیں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے جس کے پورے شائع ہونے کے لئے بزم عصمت میں نہایت اصرار کے ساتھ بیسیوں خطوط درج ہوئے اور جسے کتابی صورت میں دیکھنے کی سینکڑوں خواتین خواہشمند تھیں بصورت کتاب چھپ کر تیار ہے۔

انوری بیگم یعنی بیماری و تیمارداری حقیقتاً نہایت دلآویز ناول ہے جس میں حیدر آباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے انوری بیگم جو قصہ کی ہیروئن ہے بیماری اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں تمدنی خرابیوں اور بعض بڑی رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی حیدر آبادی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے۔ کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو زبان میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول بہت کم نکلیں گے۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ۔

قیمت صرف ۱۲ آنہ

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اسٹنٹ خیال

لڑکی کا اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کر دینے کے دردناک نتائج دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام دراصل یہ انعامی سلسلے کے پانچ افسانے خواتین ہی کے لکھے ہوئے ہیں، ہندوستان میں ہر سال لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کی جا رہی ہیں یہ درد انگیز افسانے ہر اس مسلمان کی نظر سے گزرنے چاہئیں جس کی نگاہ میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت اور جس کے دل میں فرقہ نسواں کا سچا درد ہے۔ قیمت بھی زیادہ نہیں صرف ۸

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق اڈیٹر

شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولو العزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ نہایت دلچسپ ہے۔

قیمت صرف ۶

آئینہ موٹر

یہ قابل قدر کتاب مسٹر [illegible] جنھوں نے مکینیکل انجینئرنگ کا کام جرمنی میں سیکھا ہے۔ مالکان موٹر کے لئے لکھی ہے۔ موٹر ڈرائیور عموماً صرف گاڑی چلانا جانتے ہیں لیکن گاڑی میں کوئی بڑا نقص اگر پیدا ہو تو صحیح اصول پر جلد اسے دور کرنا نہیں جانتے اور مالک موٹر کا بہت سا وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے جس میں ہر پرزہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ صحیح اور قابل عمل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ہر پرزہ کو کھول کر بآسانی درست کیا جا سکتا ہے اور ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی۔ تقریباً تمام پرزوں کی خرابیاں اور ان کے اسباب تحریر کئے گئے ہیں موٹر چلانے کے اصول بھی بہت وضاحت سے لکھے گئے ہیں۔ ہر باب کے بعد سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

اس میں موٹر کی تمام مروجہ اصطلاحات اور ان کی مفصل تشریح کی گئی اور عمدہ تصاویر ہیں۔ جن میں سے بعض فوٹو بلاک کی چھپی ہوئی ہیں۔ المختصر یہ کتاب ہر اس گھر میں ہونی ضروری ہے جہاں موٹر ہے جن خواتین کو موٹر چلانے کا شوق ہے انہیں اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے

قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ
منیجر عصمت دہلی

چار رخ

عصمت کی [illegible] محترمہ مس فاطمہ صاحبہ بنت [illegible] مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں اچھی ہیں اور ان میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندیوں کے دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں۔ کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ بعض بڑے بڑے ضخیم ناولوں سے اس قدر سبق نہیں مل سکتا جو اس مختصر مگر نہایت دلچسپ افسانہ سے ملتا ہے۔ قیمت ۴

منیجر عصمت دہلی

[illegible] 1932 — Regd. No. L. 167
Vol. 48. No. 1

THE ISMAT DELHI

India's Leading Literary Ladies' Magazine.

دلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا۔ مگر اس کے کھنڈر ابتک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار ہر وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس قلعہ معلی کی بہاریں، شاہی [illegible]۔ میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ جی اور کولہ کے جشن۔ شہزادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید، سلونو۔ سالگرہ کے تزک و احتشام۔ شادی بیاہ کی رسوم۔ غرض دور گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر

ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلاتی ہیں۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بد نصیب شاہ کو وداع کیا۔ [illegible] واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی [illegible] بادشاہ کے بیہم مصائب۔ ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر [illegible] اور عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں [illegible] بھی قریب الختم ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول ڈاک قسم خاص نہایت اعلیٰ درجے کے [illegible] کاغذ پر عہ بے قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف

آمنہ کا لال

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تازہ تصنیف

جس کا کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپکر تیار ہے

آپ دیکھیں گے کہ عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جائیگی اور وہ بھی غیر مسلم بہنوں کو بے خطر کیساتھ بلا سکیں گی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کریں گے کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ بلا ترتیب نہیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔

آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے

بہت خوبصورت ٹائیٹل۔ دبیز کاغذ۔ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ

اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو، پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائی ہیں

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بے نظیر تصنیف

حیاتِ صالحہ

صالحات جو بیس سال سے نایاب تھی اور کئی کئی گنی قیمت پر بھی کہیں نہ ملتی تھی، برسوں کی محنت و تلاش اور سینکڑوں روپیہ صرف کرنے کے بعد اب پھر چھپکر تیار ہے۔

صالحات ہی وہ پہلی تصنیف ہے جس نے علامہ راشد الخیری مدظلہ کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی [illegible] گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ [illegible] صالحات [illegible] سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک لوگ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے [illegible] سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں [illegible] آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ [illegible] ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں [illegible]

لکھائی چھپائی قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

آئینۂ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر وہ سب مل کر آئینۂ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصے کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں بیان کئے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ علیحدہ باب قائم کئے گئے ہیں، اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر بآسانی ہر شخص انہیں فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں چلتے چلتے

موٹر بگڑ جائے تو اول تو عموماً صحیح اصولوں پر مرمت سے ناواقف ہوتے ہیں دوسرے اگر ٹھیک ٹھاک بھی کرتے ہیں تو بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزہ کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے، وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے، ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے بعد پرزوں کی خرابیاں اور ان کے اسباب تحریر کئے گئے ہیں۔ آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بے شمار تصاویر بھی دی گئی ہیں اور بعض تصاویر فوٹو بلاک کی بھی ہیں یہ قابل قدر کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ اور تمام باتیں ایسی ہیں کہ مالک موٹر خود انجام دے سکتا ہے، ایک ماہر فن کی جنہوں نے جرمنی میں یہی کام سیکھا ہے برسوں کی محنت ہے ہزاروں روپے کی موٹر جن گھروں میں ہے وہاں اس کتاب کا ہونا ضروریات میں سے ہے۔ جس نے یہ کتاب دیکھی بے انتہا خوش ہوا۔ قیمت صرف عہ ڈیڑھ روپیہ جو اس کتاب کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔

عید سے پہلے گلدستۂ عید ضرور منگا لیجے

تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ عید کیا چیز ہے۔ سچی خوشی کس طرح میسر آتی ہے۔ عید ہی کے متعلق حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے وہ مضامین جن کی ہندوستان بھر میں دھوم مچ چکی ہے۔ لڑکیوں، بہو بیٹیوں کو، ماؤں کو، بہنوں کو عید[illegible]۔ گلدستۂ عید بہترین علمی عیدی ہے۔ یہ سدا بہار پھول ہے۔ یہ سدا مہکنے والا زیور ہے۔ باتصویر عالی چھپائی قیمت [illegible] صرف۔ ٹکٹ بھیج کر [illegible] منگا لیجے۔

ملنے کا پتہ:- منیجر عصمت دہلی

امریکہ میں بیکاری

فلاڈلفیہ (امریکہ) میں بیکار مزدوروں کے بچے جن کو ایک بین الاقوامی جمہوری انجمن کی طرف سے کھانا ملتا ہے۔

ہندوستانی رقص

الفنسٹن کالج بمبئی کے گجراتی منڈل نے امسال اپنا فنون لطیفہ کا تہوار رقص کے ذریعہ منایا اوپر کی تصویر اس موقعہ کی ہے۔

چند باتیں

سالگرہ نمبر [illegible] کے مضامین آنے شروع ہو گئے ہیں عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں کے علاوہ [illegible] جو خواتین مضامین اور تصاویر روانہ فرمانا چاہیں۔ [illegible] کرم یاد کر کے ۲۰ فروری تک بھیج دیں تاکہ اطمینان سے سالگرہ نمبر مرتب ہو سکے۔ عصمتی بہنوں کے بچوں کی تصاویر اس دفعہ بھی شائع کیجائینگی۔

جون [illegible] کے پرچہ میں جن محترم بہنوں نے چند اور نئی کتابیں دفتر عصمت سے شائع ہونی تجویز فرمائی تھیں ان کے بالخصوص اور دوسرے معزز خواتین کے بالعموم شدید تقاضے آرہے ہیں کہ یہ کتابیں جلد سے جلد شائع کیجائیں۔ زنانہ دستکاریوں کی کتاب اور سینے کی کتاب (نٹنگ) کیلئے مضامین بہت کم موصول ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں کتابیں اشد ضروری ہیں لیکن اسی حالت میں شائع ہو سکتی ہیں جب کافی تعداد میں عمدہ مضامین موصول ہو جائیں۔ البتہ موتیوں کا کام اور عصمتی دستکاری یہ دونوں کتابیں خیال ہے کہ اسی سہ ماہی میں شائع ہو سکیں گی ان کے لئے نہایت کثرت سے نمونے ترکیبیں وغیرہ بہنوں نے بھیجی ہیں۔ مشرقی مغربی کھانے یعنی عصمتی دسترخوان حصہ دوم کے لئے کئی سو بہنوں کے خطوط آچکے ہیں اور ہمیں اپنی بہنوں سے ندامت ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہے محترمہ آمنہ نازلی تمام مضامین اور ترکیبیں دیکھ چکی اور کتاب مرتب کر چکی ہیں ۲۰ فروری تک اور جو بہنیں کھانے پکانے کے متعلق مفید مضامین یا خاص خاص کھانوں کی صحیح ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد روانہ فرمائیں گی کوشش کیجائیگی کہ ان مضامین اور ترکیبوں کو بھی کتاب میں شامل کر دیا جائے۔ بہرحال مارچ میں کتاب ختم ہو جائیگی اور توقع ہے کہ اپریل میں یہ کتاب عصمتی بہنوں کے پاس ہوگی۔

منتخب اشعار بھیجنے میں افسوس ہے بہت سی بہنوں نے ہدایات کو ملحوظ نہ رکھا۔ بعض بہنوں نے نظموں کی نظمیں اور بعض نے اساتذہ کی پوری غزلیں بھیجدیں اور بعض بہنوں نے متعدد اشعار منتخب فرمائے ہیں جو لڑکیوں کے لئے موزوں ہو ہی نہیں سکتے اس لئے ہمیں اندیشہ ہے کہ بہت سی بہنوں کی محنت رائگاں جائیگی یہ منتخب اشعار پچاس ساٹھ ہزار سے کم نہوں گے کتاب کے مطلب کے اشعار چھانٹے ہی کے لئے کئی ہفتے فرصت کے چاہئیں، اسلئے ممکن ہے یہ کتاب ابھی کئی ماہ تک شائع نہ ہو سکے لیکن دوسری کتابیں جلد سے جلد شائع کرنے کی کوشش کیجائیگی۔

بعض خواتین اور حضرات تربیت گاہ بنات کی یتیم و نادار بچیوں کی امداد کا روپیہ "رازق الخیری دفتر عصمت دہلی" یا "دفتر عصمت دہلی" یا "مینجر بنات دہلی" کے پتوں پر روانہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ مدرسے کے روپیہ کو دفتر عصمت کی ڈاک سے کوئی تعلق نہیں ہوتا عصمت کے [illegible] غریب کم استطاعت خواتین کے نام عصمت جاری کرانے کے [illegible] روپیہ مینیجر عصمت ہی کو بھیجنا چاہئے لیکن تربیت گاہ کی نادار یتیم بچیوں کی پرورش و تعلیم کے لئے زکوٰۃ و خیرات کا روپیہ جب عصمتی بہنیں روانہ فرمائیں تو حضرت علامہ راشد الخیری [illegible] کے نام [illegible] پتہ لکھیں تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی۔ رازق الخیری کے نام [illegible]

عصمت کے پتہ پر تربیت گاہ بنات کا روپیہ نہیں بھیجنا چاہئے۔ منی آرڈر جب عصمت یا بنات کیلئے ہو تو کوپن پر [illegible] لکھنا از حد ضروری ہے [illegible]

نظر پڑتی تھی بچی کی ادھر آنسو آنکھ سے ٹپ ٹپ — یہ جن پھولوں کی کلیاں تھیں ہیں ان دونوں سے آنکھیں
چلی دی تھی وہی لگایا ان کو سینہ سے — لیا آغوش میں اپنی مرحبا پہ ان کو [illegible]

ہلالِ عید کیا تھا ایک بجلی تھی نشیمن میں
دلا دیں یاد وہ عیدیں جو گزریں ماں کے دامن میں

مسلمانو اگر ہو وقت کچھ، تھوڑی سی فرصت کا — تو آؤ اور ذرا آکر یہاں پر درس عبرت کا
یہ گل سے دو دو برس کے کمہلائے ہوئے چہرے — دکھا دیں گے تمہیں دنیا ہی میں منظر قیامت کا
یہ سب کے سب ہوکر بیٹھے محروم ہر نعمت سے دنیا کی — نہ واقف ہیں یہ اُلفت سے نہ جانیں نام شفقت کا
کہاں کی ماں کہاں کا پیار اور ناز برداری — عزیزوں نے لقب ان کو دیا منحوس صورت کا
کھٹکتی ہے کمی انکو، جھڑکتا ہے کوئی انکو — بڑھاتی گر کسی جانب بھی ہیں یہ ہاتھ حسرت کا
ترستی ہیں بلکتی ہیں ہر ایک کا منہ یہ تکتی ہیں — کہ شاید کوئی انسان مخبر صادق کی امت کا
نہ اپنا جان کر ان کو نہ اس جا آن کر ان کو — مسلماں مان کر ان کو بڑھائے ہاتھ شفقت کا
رحم آئے نہ کیسے دل پسیجے یا ہنسی آئے — گر پڑے ہیں مسلمان سب مرقع انکی حالت کا

زمین و آسماں ہیں ہمنوا اب ان کے ماتم کے
سواری جن کی کندھے تھے شہنشاہِ دو عالم کے

مسلمانو! یہ روزِ عید ہے اور وقت ہے جانی — بتا دو ان کو وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ[1] کے ذرا معنی
تم اسکا نام لیتے ہو کہ جس نے ایک دنیا کو — مسخر کر لیا دکھلا کے اپنی شانِ رحمانی
ملائک نے پڑھا صلِ علیٰ اخلاق پہ جس کے — جھکی ہے قیصر و کسریٰ کی جن کے در پہ پیشانی
جھکایا جس نے دنیا کو پڑھایا جس نے عالم کو — فرشتے جس مقدس ذات کی کرتے تھے دربانی
وہ خود جھکتا تھا اِنکے سامنے گودوں میں لیتا تھا — مقدم جن کی خدمت ہے بفرمودے نصِ قرآنی
یہ خوشیاں روز افزوں ہوں یہ عیدیں اسی دن آئیں — چڑھیں بیلیں، بڑھے عزت ہو دولت میں فراوانی
سلامت عید تم سب کو اور تمہارے بال بچوں کو — مبارک تم سب کو گھڑی ہر سال تک عید کی آنی

دعائیں مول لو ان کی یتیمی ہے حجاب انکی
یہ مالک ہیں خدائی کی دعائیں مستجاب انکی

تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی — راشد الخیری

[1] وليخش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعفا خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قولا سديدا

بیلہ میں میلہ

غدر کی ماری شہزادیاں

(از مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ)

آخری قسط

جیسا ہنسا بولا مگر دن کے گیارہ بجے تک چاروں طرف پھرا۔ محلے کے ایک ایک آدمی کو مارا۔ کئی ایک کو گالیاں دیں، ایک ایک سے لڑا۔ مرزا احمد سے یہاں تک کہا کہ "؟" کہ رات کو خوب پیٹے۔ تو یہی میرا نام حمید جو تنگ شہر کا بھائی بلند اور جب یہ خبر مشہور ہو گیا تو سب بندی ہی مخبری کروں گا اور سب کو چھٹی کا کھایا یاد دلا دونگا۔ غیل کا قبل ناہا تھا۔ جس کی طرف منہ کیا وہ ہی سہم گیا۔ ایک بجے دو ہاتھوں میں دو گنڈے لیے چوراہے کی طرف آ رہا تھا سیدھے ہاتھ کو چکراتا آ رہا تھا۔ سامنے ہاتھ پر ادھر سے گڈے سلنے سے چار سو شعلوں کا ٹوکرا لیے آ رہی تھی۔ بگڑ گھستا ہوا کر بڑھیا کی ٹکر لگی اس کی جھلی نیچے گری اور اس نے جوانی کے زور میں دو تین گھٹے سر پر ایسے مارے کہ غریب خون خون ہوگئی مگر خرانٹ گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا عورت خون پونچھ اٹھ کھڑی ہوئی اور ٹوکرا سر پر رکھ آگے بڑھی مگر نہ چلا گیا اور آگے جا کر پھر گری۔

حمید اینٹھتا ہوا چلا جا رہا تھا چلتے چلتے کلیجہ میں درد اٹھا۔ ہائے ہائے کہتا ہوا زمین پر گرا۔ خون کی قے ہوئی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ آنکھیں پھر گئیں۔ لوگوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ لگ گیا۔ جو تھا وہ لعنت بھیج رہا تھا اور خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا تھا۔ اسکا بڑا بھائی چارپائی پر ڈال کر گھر لے گیا اور کسی حکیم کو لایا وہاں جا کر کیا گذری یہ تو خبر نہیں ہاں یہ سنا تھا کہ کتے کی طرح ڈیڑھ دو گھنٹہ بیہوش رہا آخر اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ عصر کی نماز میں اسکا جنازہ مسجد میں آیا مگر ایک مسلمان نے بھی نماز نہ پڑھی بڑی مشکل سے آغا حیدر اور مولوی سلیمان صاحب کے سمجھانے بجھانے سے کوئی پانچ سات آدمی شریک ہو گئے اور اس طرح مغرب سے پہلے پہلے اس بدبخت کا جنازہ قدم شریف تک پہنچا اور رات کے اندھیرے میں جب ہر شخص بھی ہوا سے تھم رہی تھی گورکنوں نے اندھا سیدھا دبا دیا۔ اس کی موت نے سارے دلی کو سبق دیا اور مدتوں اسکا چرچا شہر کے بچے بچے کی زبان پر رہا۔

اس کی پھٹی لاش پر چاروں طرف سے لعنت برس رہی تھی اور اگر دو چار آدمی بیچ بچاؤ نہ کرتے تو خدا معلوم اسکا کیا حشر ہوتا۔ شاید شہر والے تکا بوٹی کر ڈالتے۔ بڑے بھائی کی بدشامت آئی تو پھول کر بیٹھا لیکن شہر والے تو محلہ کا کوئی آدمی جا کر نہ جھانکا۔ پھاٹک حبش خاں میں مولوی احمد اللہ صاحب کا یتیم خانہ تھا سارا کھانا

رہاں بہت تھا مگر انہوں نے بھی پہلے سے انکار کر دیا اب یہ نہ معلوم کہ کتوں نے کہا یا گیدوں نے بہر حال اس کی جو کا وہ حشر ہوا کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔

شہر میں سب ہی بجی تھی گر دلی والوں کے دل بادشاہ کے ساتھ اس طرح سناٹا کر رہے تھے جو غدر سے پہلے نصیب تھا گورے کے رعب کی یہ کیفیت تھی کہ اگر دور سے صورت نظر آجاتی تھی تو بعض اللہ کے بندے تو کانپ جاتے تھے۔

غدر کے بعد جو انقلاب ہوا وہ ایسا نہ تھا کہ دلی اسکو آسانی سے فراموش کر دیتی ہزاروں کماتے پیتے دو دو دانوں کو محتاج ہو گئے جن کے گھروں پر گھوڑے بندھے رہتے تھے ان کو روٹی تک نصیب نہ تھی۔ جنکا ان بدنصیبوں کا پیشہ ہی ہنر رہا تھا اور دل بہلا رہی تھی صبح اٹھے اور مچھلی کی ڈور کانٹے لیے اور دریا پہ پہنچ گئے کسی رات کی بچی بچائی باسی کرسی روٹی بغل میں ماری دو چار پان کے ٹکڑے مٹی کا حقہ ساتھ لیا اور وہیں شام کر دی۔ اگر کوئی مچھلی لگ گئی تو بہتا محلہ بھر میں جو ہو گی کچھ بیچی کچھ بانٹی کچھ کھائی کچھ رکھی۔ منہ لی تو چپکے سے آ کچھ موجود ہوا تو کھا کر ورنہ فاقے سے چپکے سے پڑ رہے۔

شہزادوں کا یہ خاندان غدر کے بعد کچھ شادی بیاہوں کے اور کچھ کام کے سلسلہ میں منتشر ہو کر دوسرے شہروں میں پہنچ گیا یہ جس وقت کا ذکر ہے اس وقت دلی شہزادوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی مگر افلاس نے اپنی بری گت بنا دی تھی کہ روٹی تھی تو کپڑا نہ تھا اور کپڑا تھا تو روٹی نہ تھی۔
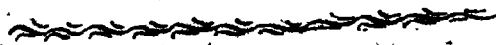
دلی میں جو میلے اس سے پہلے ہوتے وہ میں نے نہیں دیکھے مگر اس کے بعد میلے بھی دیکھے دربار بھی دیکھے۔ جلسے اور محفلیں بھی دیکھیں۔ بیگمیں اور کانفرنسیں بھی دیکھیں مگر جو صورتیں میلے میں نظر آگئیں وہ تو پھر کیا نظر آتیں ان جیسی بھی پھر دیکھنے میں نہ آئیں۔ ہاں پھول والی بیگم جب تک زندہ رہیں انکی ہکار اور انکے پھولوں کی مہکار وہ سماں یاد دلاتی رہی۔

برجیس دولہن جو اس میلے کی جان اور گوہر آرا بیگم جو اس برات کی دولہن تھیں بہت روز تک زندہ رہیں۔ برجیس دولہن کلاں محل کے پاس رہتی تھیں مگر گوہر آرا بیگم اپنی نند کے ساتھ سلطان جی چلی گئی تھیں کبھی کبھی پھول والی بیگم کے ہاں ان شہزادیوں کا جمگھٹا ہو جاتا تھا۔ عید اور بقر عید پہ سب کی سب پھول والی بیگم کے ہاں جمع ہوتی تھیں اور رنگ رلیاں مناتی تھیں۔ قطب میں بھی اندھیری باغ میں ایک برسات میں نے اس میلے کے چار یا پانچ سال بعد شہزادیوں کی دیکھی ہے۔ جھولے پڑے ہوئے تھے اور آم جامنوں کی جھلیاں رکھی ہوئی تھیں کڑھائیاں چڑھی ہوئی تھیں اور پینگیں بڑھ رہی تھیں۔ پھول والی بیگم جس وقت جھولے میں بیٹھی ہیں تو گوہر آرا بیگم انکے ساتھ پاؤں جوڑے بیٹھی تھیں۔ سلطانہ بیگم اور برجیس دولہن جن کے ساتھ اور بہت سی بیبیاں تھیں جھولا جھلا رہی تھیں

ہلالِ عید

اے ہلالِ عید اے سرمایۂ حسن و جمال
باعثِ تسکینِ قلبی راحت افزائے خیال

تیری چشمِ ناز میں مضمر ہے رازِ زندگی
ہے تجلی نظر افروز فرازِ زندگی

ہے جبیں کے عکس میں رخشاں تجلائے نشاط
عارضِ روشن کی تابانی میں جلوے انبساط

تیرا حسن روح پرور ہے بہارِ کائنات
آئینہ تابی تبسم رنگیں کی ہے رازِ حیات

ہے تبسم قوسِ لب کا جانِ جانِ آرزو
خندۂ ضوپاش ہے روحِ روانِ آرزو

کھنچ گئی ہے صفحۂ گردوں پہ تصویرِ حیات
ہے افق پر جلوہ ریزاں یعنی تنویرِ حیات

السلام اے مرکزِ حسنِ تمنا السلام
جلوۂ رنگیں سے ہیں تیرے، نگاہیں شادکام

دل کو بے حد انتظارِ جلوۂ دیدار تھا
چشم میں بے تابیٔ نظارہ تھی سیماب سا

اے بہارِ گل فشانِ زندگی خوش آمدید
دیدۂ اسلام کی تابندگی - خوش آمدید

چشمِ مسلم بھی تری چشمِ عطا کی منتظر
روحِ مومن تھی تری تابِ ضیا کی منتظر

خنجرِ ابرو ہے تیرا زندگی بخشِ جہان
جنبشِ مژگاں میں پنہاں ہے حیاتِ جاودان

ہے مسرت خندہ ریزاں گلشنِ اسلام میں
ہے نشاطِ ناز قلبِ مومنِ خوش کام میں

ہے جبینِ مسلم کی عکسِ تازہ سے تابش فزا
دل میں خنداں خوشی اک بہارِ جاں فزا

روح میں ہے نا بیاں کچھ ولولہ انگیزیاں
اور نگاہیں شوقِ پنہاں سے ضیا آمیزیاں

کارفرما ہے مسرت جوش زن ہے خرمی
ذرہ ذرہ میں نشاط افروز ہے شوقِ ملی

آسمان سے ہو رہی ہیں بارشیں انوار کی
رحمتِ حق سے برستی ہے ضیا سی خرمی

منقلب تیری نظر سے رنگ ہے اسلام کا
دل میں ذوق و شوق کا برپا ہے اک طوفان سا

ماہِ تاباں، ہے بہارِ جنتِ اسلام تو
حق کا مسلم کے لئے ہے بہترین انعام تو

رابعہ پنہاں

ہندوستان میں عورتوں کی کمی

اس کے اسباب و نتائج

فطرتاً جس شے کی کمی یا قلت ہو وہ نادر مانی جاتی ہے، اور اس کی تحصیل و حفاظت کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے حصول پر مسرت و خوشی کا اظہار۔ ہندوستان میں عورتیں مردوں سے ایک کروڑ کم ہیں اور باوجود اس کے کہ انکی کمی ہے اور ایسی علم کے ہوتے ہوئے بھی کہ انکے بغیر نہ راحت مل سکتی ہے اور نہ خوشی، نہ اطمینان نصیب ہو سکتا ہے اور نہ سکون۔ نہ نسل چل سکتی ہے اور نہ گھر، لڑکی کی پیدائش پر نہ اس مسرت کا اظہار ہوتا ہے کہ جس کی ہندوستان میں اپنی قلت کی وجہ سے یہ مستحق ہے اور نہ اس کی ایسی حفاظت کی جاتی ہے جیسی کہ لڑکے کی جس کی جنسی تعداد لڑکی سے ایک کروڑ زیادہ ہے۔

پہلے ہم صوبہ وار آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں کس قدر کم ہیں، یو۔پی میں تیس لاکھ، پنجاب میں بیس لاکھ، بنگال میں پندرہ لاکھ، بمبئی، برما اور آسام میں دس دس لاکھ، بہار و اڑیسہ اور سی۔پی میں برابر اور مدراس میں تین لاکھ عورتیں مردوں کی آبادی سے کم ہیں گویا کل ہندوستان میں تقریباً ایک کروڑ مرد ایسے ہیں جن کے لیے عورت نہیں ہے اور جو دنیا میں تنہا رہنے پر مجبور ہیں۔

عورتوں کی قلت کے اسباب۔ جو حادثات و بیماریاں مرد کو ہوتی ہیں وہ عورت کو بھی ہوتی ہیں لیکن عورت غریب کو چند ایسی مخصوص بیماریاں بھی ہوتی ہیں کہ جو مرد کو نہیں ہوتیں، اور بعض فطرتی، معاشرتی اور رواجی حالات ایسے ہیں کہ جن میں عورت رہنے پر مجبور ہے اور جن سے مرد بری ہے۔ معلوم اور نامعلوم اسباب تو لاتعداد ہیں لیکن ہم چند بہت ہی اہم اور مستند اسباب پر روشنی ڈالیں گے۔

(۱) **لڑکیاں، لڑکوں سے کم پیدا ہوتی ہیں۔** اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں لڑکیاں لڑکوں سے کم پیدا ہوتی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں یہ اوسط رہا کہ جہاں ایک سو لڑکیاں پیدا ہوئیں وہاں انکے مقابلہ میں ایک سو آٹھ لڑکے پیدا ہوئے گویا ہر سو میں آٹھ ایسے دولہا میاں پیدا ہوئے کہ جن کے لیے اللہ میاں نے دولہنیں پیدا نہیں کیں۔ اسکا ایک سبب تو اللہ کی مرضی ہے اور دیگر اسباب ایسے ہیں کہ جن کی تشریح اس مضمون میں نہیں کی جا سکتی۔

(۲) **زچہ خانہ کی بد انتظامی۔** بچہ کی ولادت کی مصیبتوں کے لیے قدرت نے عورت کو انتخاب کر لیا ہے لہٰذا جو حادثات اس سے تعلق رکھتے ہیں وہ عورت ہی پر اثر ڈالتے ہیں مرد ان سے محفوظ ہے۔ اگر زچہ خانہ کا انتظام مکمل بھی ہو تو بھی عورتوں کے زیادہ ضایع ہونے کے اسباب میں یہ فعل ایک مخصوص اضافہ کرتا ہے۔ فی الحال ہمارے زچہ خانہ کی

جو حالت ہے اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جہاں یورپ میں ہر ہزار زچاؤں میں صرف چار ضائع ہوتی ہیں ہندوستان میں
پانچ سے ساٹھ تک ضائع ہوتی ہیں۔ ۱۹۲۶ء کا اوسط ہے کہ تقریباً ایک ہزار زچائیں علاوہ ہندوستانی ریاستوں کے
یہ موت کا ایک ایسا سبب ہے جو صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہے، ان اموات میں سے ساٹھ فیصدی یعنی [illegible]
عورتیں روزانہ صرف طبی پاکیزگی نہ ہونے اور دائیوں کی جہالت اور گندہ عادات کی نذر ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسا سبب ہے کہ
جسکا تدارک ہم کر سکتے ہیں، اگر ہم کچھ بھی نہ کریں صرف طبی پاکیزگی کا پورا انتظام اپنے زچہ خانہ میں کر لیا کریں تو ہم اس
شرمناک حالت کو مٹانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہندوستان کا صیغہ حفظانِ صحت اس کے لئے بڑی کوشش کر رہا
ہے لیکن جب تک عام پبلک میں اسکا احساس نہ پیدا ہو جائے کامیابی مشکل ہے۔

(۳) دِق۔ اس بے پناہ مرض کے خاص اسباب تازہ ہوا کی کمی، عمدہ خوراک کا نہ ملنا، جسم، کپڑے،
گھر اور آس پاس کی صفائی کا نہ ہونا ہر جگہ تھوکنے کی بری عادت اور مختلف وجوہ سے کمزور رہنا وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ مرض اکثر
نوجوانی میں ہوتا ہے، اب اگر ہندوستانی مرد سے ہندوستانی عورت کا ہم مقابلہ کریں تو یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ عورت
کو تازہ ہوا بہت ہی کم ملتی ہے اور خصوصاً ان عورتوں کو جنہیں شہروں کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں اور دیگر گنجان
جگہوں میں رہنا پڑتا ہے۔ خوراک کے متعلق بھی ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ لڑکی کو ایسی عمدہ خوراک قطعاً نہیں دی جاتی
کہ جیسی لڑکے کو ملتی ہے، یہ حق لڑکی کا کون کس طرح اور کس لئے مارتا ہے آپ خود خوب غور کر کے نتیجہ نکال لیں ہم ان اپنی
خود غرضانہ و بہیمانہ باتوں کی تشریح نہیں کرنا چاہتے، صفائی کے متعلق یہ ہے کہ اگر کوئی غریب اپنی، اپنے کپڑوں اور
گھر کی صفائی کر بھی لے تو تمام محلہ و بستی کی گندگی کا کیا علاج کرے کہ جو ہوا کو زہریلا کرتی رہتی ہے۔ یہ صفائی تو اسی وقت
ہو سکتی ہے جبکہ عام لوگوں کو صفائی کے اصل معنی عملاً سمجھ میں آ جائیں اس کے علاوہ چونکہ لڑکی دس بارہ برس کی عمر کے
بعد لڑکے کے مقابلہ میں بہت تیزی سے بڑھتی ہے اور بلوغت سے تعلق رکھنے والے افعال سب ملا کر اس کے جسم
کے جوڑے حصہ کو بہت خرچ کر دیتے ہیں اس لئے اسکا جسم دِق کے جراثیم کے لئے جو اس کے گرد کروڑوں تعداد میں
ہوتے ہیں جلد تیار ہو جاتا ہے اور ایک دفعہ جب وہ اثر کر جائیں تو ہمارے گھروں کی طرزِ معاشرت اس کی صحت
کے سخت مخالف ہو جاتی ہے اور دوسری بچیاں جو گھر میں نوجوان ہوتی جاتی ہیں پہلی مریضہ سے اس متعدی خطرناک
مرض کو حاصل کرتی چلی جاتی ہیں جو اسکا شادی کے بعد زچگی وغیرہ کی حالت میں جلد خاتمہ کر دیتا ہے۔ یہ ہی نہیں کہ
عورتیں مردوں سے زیادہ اس مرض میں مبتلا ہوتی ہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ مردوں سے زیادہ اس مرض سے
ضائع ہوتی ہیں، ہم ممالک مشرقیہ کی بین الاقوامی طبی کانفرنس کی رپورٹ میں سے دِق کی اموات کے بہت
ہی اہم اعداد و شمار دیتے ہیں جو شہر ملتان سے تعلق رکھتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

’’شہر ملتان کی وہ اموات جو دِق کی وجہ سے دس سال (۱۹۱۷–۱۹۲۶) میں ہوئیں‘‘

[illegible]	تمام اقوام	ہندو مرد	مسلم مرد	ہندو عورتیں	مسلم عورتیں	دیگر اقوام مرد و عورت
[illegible]	۸۹ ۱.۶۲	۱۸۰ ۹۵	۲۹۵ ۰۴	۱۸ ۳ ۷۵	۳۴ ۲ ۸۵	۱۹ ۰۸
[illegible]	۱۶.۶۶	۱۹۱	۳۵۵	۴۳۲	۶۷۳	۱۵
تناسب مقابلہ	فی ہزار میں دو اموات	مسلم مردوں سے کم	ہندو مردوں سے زیادہ	ہندو مردوں سے ڈہائی گنا زیادہ	مسلم مردوں سے ڈہائی گنا زیادہ	ہندو مسلمانوں سے بہت کم اموات

یہ نقشہ بتاتا ہے کہ ہندوستان میں عورتیں مردوں سے ڈہائی گنا زیادہ مرتی ہیں؛ حالانکہ یورپ میں دق سے جس قدر عورتیں ہلاک ہوتی ہیں اسی قدر مرد بھی لہٰذا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایسے خاص اسباب اور بھی موجود ہیں کہ جو عورتوں میں دق کو زیادہ مہلک کر دیتے ہیں اور جو دوسرے ممالک میں نہیں ہیں۔ ملتان کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں یہ اسباب ہندو و مسلم دو قوموں میں زیادہ ہوتی ہیں اور ان دونوں قوموں میں دو خطرناک رسمیں "پردہ" اور "کمسنی کی شادیوں" کا بہت عام اور سختی کے ساتھ رواج۔ دیگر اقوام جو اُس ہی شہر میں رہتی ہیں اور جن میں یہ دو رسمیں نہیں ہیں دق کی بہت کم شکار ہوتی ہیں۔

(۴) پردہ۔ عورتوں کی قلت کا چوتھا سبب پردہ ہے۔ ہمنے بہت ایسے مضامین دیکھے اور ایسی تقریریں سنی ہیں جنمیں بڑے دعوے کے ساتھ لکھا اور کہا جاتا ہے کہ پردہ صحت میں خلل اندازی نہیں کرتا۔ ہم ایسی بہنوں اور بھائیوں کی رائے کی پوری عزت کرتے ہوئے یہ ضرور کہیں گے کہ انہوں نے اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا۔ اگر ایسی رائے رکھنے والے حکیم یا ڈاکٹر نہیں ہیں تو ہمیں یہ کہنے کی بھی جرأت ہوتی ہے کہ انکو اس مسئلہ کے طبی پہلو کے تجربہ کا پورا موقع نہیں ملا ہے اور انکا دعویٰ علم ہندوستان کی صحت اور خصوصاً نسوانی صحت سے گہری واقفیت نہ ہونیکی وجہ سے قیاسی ہے۔ اور اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر صاحب کی بھی یہی رائے ہے تو ہمیں اُن پر افسوس ہوتا ہے اور اُنکے لیے ہمارے پاس ایسے ثبوت جو مشاہدات، تجربات اور اعداد و شمار پر مبنی ہیں موجود ہیں کہ جو ہمارے اہل پیشہ حضرات کی تشفی کو کافی ہیں اور جنکو ہم عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے جھجکتے ہیں۔ پردہ عورتوں کو جس سب سے بڑی نعمت یعنی تندرستی سے محروم کر دیتا ہے وہ قدیم اطبا کی زبان میں "تروِیح جیوانی" اور موجودہ ڈاکٹروں کی آکسیجن oxygen ہے یعنی تازہ اور صرف تازہ ہوا، جو گاؤں میں بکثرت ہوتی ہے۔ گاؤں میں تو خیر تازہ ہوا اور روشنی کسی نہ کسی طرح پردہ دار اور بے پردہ سب کافی مقدار میں پا جاتی ہے لیکن شہروں اور گنجان بستیوں میں جہاں عورتوں کو کوٹھریوں میں رہنا پڑتا ہے اور جہاں گھر کا بہترین حصہ مردانہ بنا لیا جاتا ہے اور جہاں آسمان کی طرف بھی پردے لگا دیے جاتے ہیں کہ آس پاس کے کوٹھوں پر سے بھی کوئی نہ دیکھے تازہ ہوا اور روشنی نہ ملنے کی وجہ سے عورت کے جسم میں وہ فطرتی قوتِ مدافعت نہیں رہتی جو امراض کے جراثیم سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے اور یہ وجہ ہے کہ پردہ دار عورتیں اپنی جوانی کے دنوں میں مختلف امراض کا شکار ہو جاتی ہیں اور چونکہ مرد لڑکیاں بھی ان ہی کے ساتھ پردہ میں آ جاتی ہیں متعدی امراض ایک دوسرے کو لگتے چلے جاتے ہیں اور پردہ ہی کی وجہ سے قول

تشخیص علاج میں قباحتیں پیدا ہو کر موت سے دوچار کر دیتی ہیں۔ اس طرح پر وہ عورتوں کی قلت کا ایک بڑا سبب ہوتا ہے

(۵) کمسنی کی شادیاں۔ ہندوستان کی نصف لڑکیاں پندرہ سال کی عمر سے پیشتر ہی بیاہ دی جاتی ہیں ۱۹۲۱ کی مردم شماری سے ظاہر ہوا تھا کہ شادی شدہ عورتوں میں تین لاکھ ایسی تھیں کہ جنکی عمر دس سال سے کم تھی اور انہیں ایک لاکھ ایسی تھیں جو دس سال ہونیکی عمر سے پہلے ہی بیوہ ہوگئی تھیں۔ ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کمسنی کی شادیاں بہت ہی عام ہیں طبی لحاظ سے بچپن کی شادیاں اسلئے مضر ہیں کہ ایک لڑکی کو اسوقت میں جبکہ اسکا جسم خود اپنی پرورش میں مشغول ہوتا ہے ایسے افعال انجام دینے پڑتے ہیں جو شادی سے تعلق ہیں اور اسکو بہت ہی جلد ماں بھی بنا پڑتا ہے اس طرح اسکا جسم اپنی پوری نشو ونما کرنے کے بجائے کمزور و نحیف ہوکر بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اجسکا نتیجہ بہت سی عورتوں کے ضائع ہو جانے میں نکلتا ہے۔ ساردا ایکٹ اس خرابی کو مٹانے کیلئے پاس کیا گیا لیکن قانونی عمر چودہ سال بہت غیر موزوں ہے طبی لحاظ سے خواہ ساردا ایکٹ جیسا ہو ہر ہی خواہ قوم اور سمجھدار عورت کا یہ فعل ہونا چاہئے کہ وہ اپنی پیاری لڑکی کی سولہ سال سے پہلے شادی نہ کرے۔

(۶) عورت کے حقوق کی پائمالی۔ ایک چھوٹی لڑکی کی خوراک رہائش حفاظت آرام و ورزش وغیرہ میں جو تفاوت ایک لڑکے کے مقابلہ میں ہندوستانی گھروں میں ہیں نظر آتا ہے وہ جنسی نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ ہمنے تندرست لڑکیوں کو انڈا کھانا نقصان کرتے سنا ہے خوراک کی کمی اور دیگر ایسی ہی ضروریات زندگی سے لڑکی کو ایک حد تک محروم رکھنے کی کہانی آپ کو اگر آپ خدا ترس طبقہ میں ہیں شاید غلط معلوم ہو لیکن ہمنے بڑے بڑے الدار فیشن ایبل، مانے ہوئے سمجھدار اشخاص کو اس معاملہ میں کچھ عجیب بے پرواہ پایا ہے اور انکے خاندانوں میں جو ایک پندرہ سولہ سال کے لڑکے کی تندرستی دیکھی اسی ہی عمر کی لڑکی کی تندرستی کو اسقدر اچھا نہ پایا اور نہ اُسکے لیے کسی کو عملی طور پر پرواہ کرتے دیکھا، یہ بے پرواہی حقیقت میں ہم غریب عورت کے ساتھ نہیں کرتے بلکہ یہ اپنی نسلوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ہماری نسلیں اس ہی کی سزا میں کمزور ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ جو عورتیں ضائع ہو جاتی ہیں وہ تو عورت کی کمی میں اضافہ کرتی ہیں اور جو باقی زندہ رہتی ہیں وہ کمزور رہ کر نسل کی کمزوری کا باعث ہوتی ہیں اگر یہی حال رہا تو عورت کی قلت تو درکنار ہماری تمام قوم اسقدر کمزور ہو جائے گی کہ ہم دنیا میں اُن قوموں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے کہ جن میں یہ خرابیاں نہیں ہیں۔ ہمیں جلد سے جلد عملی طور پر لڑکے و لڑکی کی پرورش و حفاظت میں جنسی لحاظ کرتے ہوئے کسی خاص امتیاز کو روا نہیں رکھنا چاہئے۔ انڈا، دودھ، گھی، مکھن وغیرہ جو لڑکوں کے لیے مفید شمار کئے جاتے ہیں۔ لڑکیوں کے لیے انکی ضرورت لڑکوں سے بھی زیادہ ہے۔ اب تک ہمنے عورتوں کی قلت کے اسباب بتائے ہیں اور ان کے تدارک کی تدبیروں کی طرف زور سے توجہ دلائی ہے لیکن آپ شاید یہ سوچیں کہ عورتوں کے کم ہونے سے نقصان ہی کیا ہے تو ہم اس سوال کے جواب کیلئے اس کمی کی خرابیوں سے ہی آپ کو آگاہ کئے دیتے ہیں۔

عورتوں کی قلت کے نتائج - جس ملک اور سوسائٹی میں ایک کروڑ مرد بغیر عورت کے موجود ہوں وہاں کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ ذرا سی غور و فکر کے بعد خود محسوس کر سکتی ہیں۔ چونکہ عورتوں کی قلت زیادہ تر عورت کے زچہ خانوں میں مختلف وجوہ سے ضائع ہو جانے کی صورت میں ہوتی ہے اس لئے اس جوانمرگی سے جو قوم کا لا انتہا نقصان ہوتا ہے وہ تشریح کا محتاج نہیں۔ دوسری تباہی یہ ہے کہ ایک کروڑ مرد بے خانماں رہتے ہیں اور ملک کے مختلف نسلی تاپید ہو جانے کا موقع نہیں ملتا تیسری آفت کا ثبوت سندھ کے محکمۂ خفیہ پولس سے ملتا ہے کہ بعض بدقماش ناخدا ترس لوگ صوبہ بمبئی، سی، پی، اور راجپوتانہ بلکہ اس سے بھی دور دور سے ننھی بچیوں کو اٹھا کر لیجاتے ہیں اور سندھ اور دیگر ان علاقوں میں جہاں عورت کمیاب ہے لیجا کر فروخت کر دیتے ہیں، یہ شاذونادر نہیں ہوتا ہے بلکہ ہندوستان میں یہ شرمناک تجارت بڑے زور سے جاری ہے۔ چوتھی آفت بڑے بڑے شہروں اور ایسے مقاموں میں ہے جہاں کام کی وجہ سے مرد زیادہ ہیں مثلاً کلکتہ، کانپور، بمبئی، کراچی، مدراس، رنگون، وغیرہ ان مقامات پر ایک گروہ ہر وقت اس ذہن میں لگا رہتا ہے کہ وہ اچھی بھلی لڑکیوں کو بازاری بنا کر انکی عصمت کی بربادی کے صلہ میں زندگی گذاریں۔ یہ وبا بہت پھیلی ہوئی ہے اور کئی صورتیں اختیار کر چکی ہے، ہم عورتوں کی قلت کے قبیح نتائج کو زیادہ تشریح کے ساتھ لکھنے سے پرہیز کرنا بہتر سمجھتے ہیں، مذکورہ بالا چند مثالوں کے مطالعہ کے بعد آپ دیگر نتائج پر خود غور کر سکتی ہیں اس تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ یوروپ میں عورتوں کی زیادتی سے جو برے نتائج وہاں نکلے ہیں اُن سے کہیں زیادہ خرابیاں عورتوں کی قلت سے یہاں ہندوستان میں موجود ہیں ہمیں جلد سے جلد ہوش میں آجانا چاہئے اور یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہندوستان کی آبادی میں عورت و مرد کا طبعی تناسب قایم ہے۔

یہ جنسی بہبودی کا مسئلہ ہے، اس کے حل کرنے میں عورت کا سب سے بڑا حصہ ہونا چاہئے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ عورت زچہ خانہ کی طبی صفائی و احتیاط کو خوب سیکھ لے، بچپن کی شادیوں کی رسم کو بالکل مٹا دے، رواجی پردہ کو ترک کر کے اسلامی پردہ اختیار کرے۔ اور لڑکیوں کی پرورش، انکے خوراک وغیرہ کے انتظام اور انکی صحیح حفاظت میں بھی اتنی ہی سعی کرنے لگے کہ جتنی کم از کم لڑکے کیلئے کیجاتی ہے۔ ہم آپ کو ایک ضروری اور کام کی بات اور بتا دینا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ باتیں یا کوئی اور صحیح بات جس وقت آپکی سمجھ میں آجائے تو آپ کو چاہئے کہ آپ فوراً ان باتوں کو اختیار کریں اپنے پڑوسی ہی نہیں اپنے رشتہ داروں تک کی بھی راہ نہ دیکھیں اور ایسا کرنے میں جو طعن و تشنیع آپکو سننا پڑیں انکو قومی خدمت اور اصل قربانی تصور کریں اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم ایک دوسرے کی راہ ہی دیکھتے رہیں گے اور دوسری قومیں جو تیزی سے آگے بڑھ چکی ہیں اور اس قدر آگے نکل جائینگی کہ ہم قیامت تک بھی ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اگر آپکو زندہ قوم ہو کر رہنا ہے تو ہم آپکو پھر بتائے دیتے ہیں کہ ہماری آیندہ ترقی کا راز اور ہماری نسلوں کی قوت کا بھید ہماری موجودہ ننھی بچیوں اور ہماری ہونہار نوجوان عورتوں کی تندرستی و حفاظت میں مضمر ہے۔

(کیپٹن) ڈاکٹر نصیر الدین احمد

آجکل کے عامل فقیر

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔ خصوصاً آجکل کے پیروں فقیروں تہذیب جدید کے ساتھ عاملوں کی بھی وہ بھرمار ہے کہ الٰہی تیری پناہ! آئے دن ان کے نئے نئے کارنامے سننے میں آتے ہیں۔ کہیں کم سن بچوں کو لوٹا جاتا ہے تو کہیں ضعیف الاعتقاد عورتوں کو چکمہ دیکر مٹھی گرم کی جاتی ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ اکثر ذی فہم آدمی بھی پھنسے ہوئے نہیں ہیں۔ تھوڑے دن ہوئے جب سنا تھا کہ لاہور میں ایک ایسے فقیر رہتے ہیں جو خود کیمیاگر بھی تھے ایک سادہ لوح شخص کو سونا پیدا کرنے کا شوق ہوا۔ فقیر صاحب کو جب خبر ہوئی فوراً حکم دیا کہ اپنے گھر سے سب زیورات آؤ اپنے علم کے زور سے چوگنا کر دونگا۔ اس سادگی کے قربان جائیے کہ فوراً سارے گھر کا زیور فقیر کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں کہ تم اپنے گھر میں جاکر پڑھو پڑھو میں بھی پڑھوں گا صبح آکر سونا لے جانا۔ فقیر صاحب سونا لیکر راتوں رات کہیں رفو چکر ہوگئے۔ بزرگوں کا مقولہ صحیح ہے آدھی کو چھوڑ کر ساری کو لینے جائیں تو نہ آدھی ملتی ہے نہ ساری۔ وہی ہوا زیادہ کی ہوس میں کم سے بھی گئے۔ حقیقت میں قناعت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔

گذشتہ ماہ یہاں رنگون کے ایک مشہور تاجر کی بیوی تبدیل آب وہوا کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ انکا اکلوتا لڑکا گرنگا ہوا تھا۔ والدین نے علاج میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ علاج کس کا کیا عامل فقیروں کا۔ افسوس آجتک کسی لایق ڈاکٹر کو دکھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے دو درجنوں گلے میں تعویذ پڑے ہوئے تھے۔ صبح شام کئی فلیتے جلتے ادھر ادھر جانے کی ازحد پابندی کی جاتی تھی یہاں انہوں نے کوئی خانقاہ کوئی فقیر نہیں چھوڑا جسکا علاج نہ کیا ہو یا جاکر منت نہ مانی ہو۔ جب انہوں نے پرشاکرا اسلام آباد میں ایک بڑا پہنچا ہوا فقیر رہتا ہے ہاتھ میں مسیحائی ہے بس اب کیا تھا فوراً والدین بچے کو لیکر فقیر کے پاس گئے۔ چھوٹے شاد اور تعویذ فلیتوں سے مزین ہوکر آئے شام کا وقت اتنی دور کی آمدورفت بچے کو ہوا لگ گئی آتے ہی اس قدر بخار چڑھا کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔ بہتیرا کہا کہ ڈاکٹر کو دکھا دیں لیکن عاملوں کے شیدا ڈاکٹروں کو بھلا کب خاطر میں لاتے ہیں۔ بے چارہ بچہ رات بھر سخت پریشان رہا دوسرا فلیتے پر فلیتہ سلگا کر ادھر بچہ کی دھونی دیکر اور دم بدم بچے کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ صبح بچے کی خبر لے کر ایک آدمی فقیر صاحب کے پاس روانہ کیا اس سے پہلے کہ وہ واپس آئے۔ بچہ والدین کی ضعیف الاعتقادی کے طفیل داعی اجل کو لبیک کہہ چکا تھا

افسوس ایسے والدین کے بچے بہت جلد پھولنے پھلنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں
الغرض فقیروں پر اعتقاد کرنے سے جانی اور مالی ہر طرح کا نقصان ظہور پذیر ہوتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ پھر
بھی یہ مستند فقیروں کے گرویدہ نظر آتے ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے جب ہمارے ہاں پہلی مرتبہ ایک ایسی فقیرنی صاحبہ تشریف لائیں جو ہاتھ دیکھ کر
مقدر کا صحیح حال بتا دینے کا دعوے رکھتی تھیں۔ خوب چکنی چپڑی باتیں کر کے پہلے اپنا سکہ جمانا چاہا۔ انکا
بیان ہے کہ میں نے شادی نہیں کی اور نہ کرنے کا ارادہ ہے ساری عمر حضرت مریم کے نام پر کنواری رہونگی۔
میرے باپ نے شادی کرنے پر مجبور کیا تو میں گھر سے نکل آئی۔ پھر مجھے اپنا ہاتھ دکھانے پر مجبور کیا گو
میرا دل نہ چاہتا تھا لیکن اصرار کرنے پر دکھانا پڑا۔ انتہائی غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد یوں گل افشاں
ہوئیں "افسوس سال رواں کے اختتام پر ایک سخت مصیبت پڑے گی!" مجھے تو اس فیصلہ کن نتائج
پر بے اختیار ہنسی آگئی۔ والدہ ماجدہ نے گھبرا کر پوچھا "کیا یہ مصیبت کسی طرح ٹل سکتی ہے؟"
کہنے لگیں "اس کے لئے تیس روپے کی ضرورت ہے چلہ کھینچوں گی ختم پڑھواؤں گی امید ہے مصیبت
ٹل جائے گی۔" میں سن چکی تھی کہ یہ لوگ اسی طرح دھوکہ دے کر روپے وصول کیا کرتے ہیں۔ میں نے ان سے
کہا کہ "اگر میرے مقدر میں تکلیف لکھی ہے تو یہ کیا تیس روپے مٹا سکیں گے۔ قسمت کا لکھا کس نے مٹایا
ہے جو آپ یہ دعوے رکھتی ہیں وہ تو یوں کہئے روپے وصول کرنے کی ترکیب ہے!" میری ان
باتوں پر خوب چراغ پا ہوئیں باتیں سنانے لگیں۔ میں نے کہا "میں یہ کبھی تسلیم نہ کروں گی کہ میرے مقدر
کا لکھا بدلنے کے واسطے آپ روپے مانگ رہی ہیں یہ اور بات ہے کہ آپ اس بہانے سے لینا چاہتی
ہیں" بس پھر کیا تھا جاتے ہوئے کہنے لگیں "پشیمان ہوگی اور سخت تکلیف اٹھانی پڑے گی!" الغرض اسی طرح
بے نیل و مرام واپس گئیں۔ میں منتظر تھی لیکن سال گزر گیا کچھ بھی تکلیف نہ ہوئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ سیدپور کی رہنے والی ہیں۔ مزاج میں آزادگی سما گئی دو بچوں کو غیروں کے رحم پر چھوڑ
کر گھر سے نکل آئیں اب اپنے گزارہ بناتی ہیں اور لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر روپیہ اینٹھتی پھرتی ہیں۔
اسی پر گزارہ ہے۔

بہنوں کو چاہیئے کبھی ایسے جعل سازوں کی باتوں پر یقین نہ کریں ورنہ سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل
نہیں ہوتا۔ اور اگر کبھی واسطہ پڑے تو ایسی تواضع کریں کہ ساری عمر یاد رکھیں۔ اور پھر کبھی کسی کو دھوکہ دینے
کی جرأت نہ ہو۔

ہمشیرہ عبدالمالک سرینگر

ترغیب عمل

نوجوان! اٹھ! دیکھ گلشن میں کھلے ہوئے پھولوں کو دیکھ . . . .
اور چن لے اُن پھولوں کو جنہیں تو چننا چاہتا ہے۔ جلدی کر . . .
وقت گزر رہا ہے . . . .

جو پھول آج نظر فریب ہے کل مرجھا جائیگا . . . اس سے پھر تو ڑے سے پچھتانا کیا ہے۔ دیکھ! چراغ فلک نے دنیا کو روشن کر رکھا ہے جس سرعت سے وہ منازل طے کر رہا ہے اُسی تیزی سے اُس کی گردش کا اختتام قریب تر ہوتا جا رہا ہے . . . .

اٹھ! اپنے پُر جوش ولولے پورے کر، اپنے ارمان بھرے خوابوں کی تعبیر سچ ہوتی دیکھ، اور اُن پھولوں کو چن لے جو تیرے مستقبل کو دلکش اور معطر بنا سکیں . . . . . .

ابھی تیری رگوں میں گرم خون گردش کر رہا ہے۔ یہی زمانہ ہے جسے تیرا، حاصل حیات کہا جا سکتا ہے اور یہی چند لمحوں کے بعد تیری عمر رفتہ کا ایک جھونکا تیرے خون کی حرارت کو سرد کر دیگا . . . ہاں تو اٹھ اور مردانہ وار گلشن میں ہاتھ ڈال کر بہترین پھول چن لے۔ ایسا پھول کہ دنیا والے تیرے انتخاب پر محو حیرت ہو جائیں۔

دیکھ! کچھ مرجھاتے ہوئے پھول خزاں کا استقبال کر رہے ہیں، کہیں وہ پھول بھی نہ کمھلا جائے جو تیرا دل پسند ہے۔

اُٹھ! کشمکش رنج اور خوف و ہراس کو بالائے طاق رکھ! تیرے ہاتھ قوی ہیں، تیرا دل مضبوط ہے، اور تیرا دماغ روشن . . . اُٹھ دیر نہ کر، کہ تیری ہمت میں ضعف آ جائے۔

ہاں! پھولوں کی کیابی اور رنگا رنگی سے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دے . . . دیکھ رک رک کر نہ بڑھ . . . وقت کسی کے تساہل کا ساتھ نہیں دے سکتا . . . آف! مطلع انوار گرد آلود ہو چلا، خزاں نے بہار کی جگہ لے لی، پنکھڑیاں جھڑنے لگیں، پتیاں اُڑنے لگیں اور تیرے سوچ بچار نے وہ پھول تیرے ہاتھ سے کھو دیا، جو دل فریب تھا اور تجھ سے بہت قریب . . . اب اپنے ضعیف ہاتھوں کو تکلیف دینا عبث ۲

۲ تیرے آرام کا وقت ہی آ گیا — مگر بدنصیب تیری قسمت میں آرام کہاں؟ تیری زندگی اب ایک تودۂ آلام ہے۔

پھول مرجھا گیا اور تیری نظر انتخاب نا تمام رہ گئی۔ تو نے وقت برباد کیا اور اب وقت تیری بربادی پر کمربستہ ہو جائے پراگندہ دل انسان جا! اپنی خود ساختہ بدنصیبی پر . . .

بچہ کا دلارا

(ٹیگور کے رنگ میں)

اے اماں! مجھے اپنا بندر کا بچہ یاد ہے۔
کتنا خوبصورت، کتنا خوش، کتنا کھلنڈرا تھا!
میں نے اس کے کان چھیدے تھے۔ کپڑے پہنائے تھے!
اپنے کو اس وضع میں پاکر کیسی کلکاریاں مارتا! اور کیسا اچھلتا!
جب میں اپنا ہاتھ اونچا کرتی تو خوش ہو کر اچھلتا۔ اور جلاتا میں اس کو اتنا خوش دیکھ نہال نہال ہو جاتی۔ اور اس کا ایسے منہ چوم لیتی جیسے تم ننھے کا منہ چوم لیتی ہو۔ وہ مجھے کتنا چاہتا تھا جہاں میں قریب سے گزرتی ہنتا ہوا دوڑ کر میری ٹانگوں سے لپٹ جاتا۔ اور یہی چاہتا کہ میں اُٹھا کر پیار کروں۔
جب میں اسکو نہلا چکتی تو میری گود میں لپٹ کر انگڑائیاں لینے لگتا۔ اس وقت اسکو اسی طرح تھپکیاں دیتی جیسے تم ننھے کو تھپکیاں دیتی ہو۔
میرے پیارے بندر میں تجھ کو کبھی نہ بھولوں گی۔ تیرے لیے میری آنکھیں ہمیشہ نم ہو جایا کرینگی۔
جب میں آزادانہ میدان میں دوڑتی ہوں۔ جب میں بندروں کو پانی برس کر نکل جانے کے بعد درختوں پر خوش فعلیاں کرتے دیکھتی ہوں، تو تو یاد آ جاتا ہے، اور میں جوش و خروش سے دوڑتی ہوئی سرد پڑ جاتی ہے۔
اماں! مجھے بندر کا بچہ یاد ہے

ق۔ عظیم۔ لکھنؤ

مساوات اسلامی

کونسا مسلمان ہے جس نے مساوات کا لفظ نہ سنا ہو۔ یا جسکو یہ فخر نہ ہو کہ مساوات تعلیم اسلامی کا اہم جزو ہے۔ لیکن ایسے ہم کتنے مسلمان ہیں۔ جو اس تعلیم پر عامل ہیں۔ سعدی شیرازی نے کہا ہے۔

تواضع ز گردن فرازان نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

یعنی حلم و بردباری اور خوش خلقی بڑے آدمیوں کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ غریب اگر حلیم و بردبار ہے۔ تو یہ اس کی فطرتِ ثانیہ ہے۔ اسی طرح تعلیم مساوات پر امراء کو عمل کرنا لازمی و ضروری ہے۔ ہم غریب تو مجبوراً یا عادتاً اس تعلیم پر دانستہ یا نادانستہ عمل کرتے ہی ہیں۔ امراء تک رسائی نہیں۔ غریبوں سے روا سم و روابط۔

میں شاندار منطقی دلیلوں سے مساوات کی تعلیم کو اعلیٰ و ارفع ثابت کرکے دلوں پر تعلیم اسلامی کا سکہ بٹھانا نہیں چاہتی اور نہ میں ایسی خیالی باتیں بیان کرنا چاہتی ہوں جن پر عمل ہی نہ ہو سکے۔ میرا مدعا تو صرف یہ بیان کرنا ہے۔ کہ جو تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے ہمیں عطا کی ہے۔ وہ کیسی فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اور کیونکہ رسولِ کریمؐ اور آپ کے سچے پیروؤں نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔ اس لئے وہ قابلِ عمل بھی ہے۔ نیز یہ کہ اخوتِ اسلامی محض مساوات کا ہی ماحصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم المرتبت رسولؐ کو فرمایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ یعنی اے رسول تو کہہ میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ اللہ نے میری طرف حکم بھیجا ہے۔ کہ تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے۔ اس چھوٹی سی آیت کو ہم نے ہزارہا مرتبہ پڑھا ہے۔ لیکن یہ کبھی غور نہیں کیا۔ کہ اس آیت میں اُمتِ اسلامیہ کے دو بنیادی اُصول بیان ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ تمام انسان بالکل ہم رتبہ ہیں۔ ان میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ دوئم یہ کہ تمام انسانوں کا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے۔ ان دو اُصولوں کے ربط پر ہی اگر اپنے خیالات بیان کرنے ہوں۔ تو اس مختصر مضمون میں اتنی وسعت کہاں۔

رسولِ کریمؐ بلا سوال تمام انسانوں میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ جب وہ خود اپنی زبان سے عام انسانوں کی مانند ہونے کا اقرار کریں۔ تو اُن کے امتی کس طرح ایک دوسرے سے ارفع و اعلیٰ ہونے کا دم بھر سکتے ہیں۔ رسولِ کریمؐ کا یہ اقرار صرف زبانی ہی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اس اصول پر مکمل طور پر عمل کرکے

یہ ثابت کر دیا۔ کہ آپ عملی آدمی تھے۔ اور یہ اُصول قابلِ عمل ہے۔ آپ کی سیرت پر بہت کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور ان میں آپ کے عمل کے نمونے ایک سے ایک بڑھکر موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ یعنی اے مسلمانو تمہارے لئے رسول اللہؐ کے اعمال و افعال میں بہت اچھا نمونہ ہے۔ اُن کے اعمال و افعال تمہارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اس لئے یہی ضروری ہے۔ کہ ہم آپؐ کے اعمال و افعال میں تلاش کریں۔ کہ آپؐ نے اہلِ مساوات پر کیسا عمل کیا۔ نہ یہ کہ ہم فلسفہ کی پیچیدہ باتوں میں اپنے قوائے عملی کو بے کار کر دیں۔ رسولِ کریمؐ کی شان اور درجہ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور ان کی طرزِ معاشرت پر غور کیجئے۔ حضورؐ مویشیوں کو چارا خود ڈال دیتے تھے گھر میں صفائی کر لیتے تھے۔ خادم کے ساتھ کھانا کھا لیتے تھے۔ خادم کو کام کاج میں مدد دیتے تھے۔ بازار سے چیز خرید کر خود اٹھا لاتے تھے۔ بزرگ و خورد کو پہلے خود سلام کرتے تھے سفید زمین پر بلا فرش بے تکلف بیٹھ جاتے تھے۔ اپنے جوتے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ مفلس کو تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے۔ کسی کے بلانے پر لبیک کہہ حاضر ہوتے تھے۔

ایک دفعہ سواد بن عمرؓ کے شکم میں کسی رنگین لباس کی وجہ سے چونکا دیا۔ اُس کے مطالبہ قصاص پر اپنا شکم برہنہ کر دیا۔

کیا اپنے آپ کو دوسروں کے برابر سمجھنے کی اس سے زیادہ عملی تعلیم کوئی ہو سکتی ہے اور کیا اخوتِ اسلامی ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی ہے۔

مساوات اور اخوتِ اسلامی کا اعلیٰ ترین سبق حضرت زینب بنت امیم کے نکاح میں ہے۔ آپ حضور کی رشتہ میں بہن تھیں۔ لیکن آپ کا نکاح حضورؐ نے اپنے غلام زیدؓ سے کر دیا تھا۔ حضور سے ماریہ قبطیہ کا نکاح بھی قابلِ غور ہے۔ حضور مجلس میں کسی امتیاز سے نہ بیٹھتے تھے۔ بلکہ نو وارد کو معلوم کرنا مشکل ہوتا تھا۔ کہ رسول اللہؐ کون ہیں۔ اب حضورؐ کے اصحاب کا نمونہ دیکھیں۔ کہ وہ کس طرح حضرت رسولِ کریمؐ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ جب عامل مقرر کرتے تھے۔ تو یہ عہد لیتے تھے۔ کہ عامل لباس فاخرہ نہ پہنے۔ لذیذ غذائیں نہ کھائے۔ مکان پر دربان نہ بٹھائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جن لوگوں کی نگرانی حفاظت پرورش تربیت اس کے سپرد ہوتی ہے۔ وہ اسکو کوئی پُرہیبت چیز نہ سمجھیں۔ اور عامل اپنے آپ کو ایک بالا ہستی نہ سمجھنے لگ جائے۔ بلکہ عامل کی معاشرت ایسی ہو۔ جیسی رعایا کی۔ تاکہ طرفین میں میل جول اور محبت بڑھے۔ نہ یہ کہ ایک کے سر میں تکبر غرور اور نخوت پیدا ہو۔ اور دوسرے پست فطرت اور

ذلیل ہوتے جائیں۔ آج مسلمانوں میں مختلف قوموں کے مختلف درجے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ دولت اور مرتبہ والوں نے دوسروں کو ذلیل اور حقیر سمجھا۔ اس طرح پستی اور فطرت ایسے لوگوں کی فطرت بن گئی۔ تا آنکہ اس پستی اور ذلت کا اثر ان کی معاشرت۔ اعمال اور عادات پر پتھر پر لکیر کی طرح ثابت ہو گیا۔ اب اگر اس احساس ذلت اور پستی کو دنیا کی کوئی طاقت ہٹا سکتی ہے۔ تو وہ "مساوات" ہی ہے۔

جب عمرو بن عاص نے مصر کی مسجد میں منبر بنایا۔ تو حضرت عمر نے لکھا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اور مسلمان نیچے بیٹھے ہوں۔ اور تم اوپر۔ ؟

جبلہ بن الایہم غسانی شام کا بادشاہ مسلمان ہو گیا۔ ایک دفعہ جب وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ تو اس کی چادر کے کنارے پر ایک مسلمان کا پاؤں آ گیا۔ اس نے اس مسلمان کے تھپڑ مارا۔ مسلمان نے بھی دے مارا۔ جبلہ حضرت عمر کے پاس فریادی ہوا۔ آپ نے مسلمان کو حق بجانب ٹھہرایا۔ اس پر جبلہ اسلام سے روگردان ہو کر بھاگ گیا۔ حضرت عمر نے ایک بااثر بادشاہ کا بھاگ جانا گوارا کر لیا۔ لیکن اصولِ مساوات کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور اخوتِ اسلامی کو داغدار نہ کیا۔

حضرت عمر کا طرزِ معاشرت بالکل سادہ اور غریبانہ تھا۔ یہاں تک کہ بعض وقت صرف ایک ہی لباس ہوتا تھا۔ آپ مجلس میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اس طرح بیٹھے ہوتے تھے۔ کہ قیصر و کسریٰ کے ایلچی اس شہنشاہ اسلام کو ڈھونڈتے تھے۔

آپ نے مساوات کی خاطر لڑائی میں اپنے اپنے قبیلہ کی جے پکارنے سے سختی سے منع کیا تھا۔ آپ نے اصولِ مساوات کو اس طرح کیا۔ کہ غلاموں کا رتبہ بھی آزادوں سے جا ملا۔ "نافع" جو امام مالک کے استاد تھے۔ غلام تھے۔ اور عہد فاروقی کے تربیت یافتہ۔

غرض کوئی کہاں تک لکھتا چلا جائے۔ لیکن مضمون ختم کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ موجودہ امراقوم کا مقابلہ اسلام کے شہنشاہوں سے کیا جائے۔

اب بھلا وہ اسلام سے شیفتگی کہاں۔ اور وہ اسوۂ رسولِ کریم پر عمل کا جنون کسکو۔ کہ عام مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے۔ جیسا رسولِ کریم و اصحابِ کرام اپنے خادموں سے کرتے تھے۔ اب وہ مجلسیں کہاں۔ کہ جن کے حاضرین کی زبانیں ذکر خدا میں تر رہتی تھیں۔ اب تو یہ ہے۔ کہ ایک رئیس بیٹھے ہیں۔ اور اپنی زبان سے اپنی تعریف کر رہے ہیں۔ اور حاضرین ہیں۔ کہ جی حضور۔ جی جناب کہے جا رہے ہیں۔

ہم نے خوش خلقی کو بھی غلط سمجھا ہے۔ ایک غریب بڑے آدمی کو جھک کر سلام کرتا ہے۔ وہ سلام
کا جواب تو محفوظ رکھتا ہے۔ اور پوچھتا ہے "کہو بھئی کیا حال ہے"! بڑے مہربان ہوئے۔ تو دو قدم چل کر
یہ بھی پوچھ لیا "بال بچے تو راضی ہیں" بس۔ اب ہم کہتے ہیں۔ یہ صاحب تو بڑے خوش خلق ہیں۔ دیکھو ہم
سے بھی بات کر لی۔ واحسرتا۔

عام مسلمانوں کو چھوڑئیے۔ ان لوگوں کا اپنی ذات کے افراد اور اپنے کنبے والوں سے کیا سلوک ہے۔
اگر انہی کے کنبے میں سے کوئی غریب ہے۔ اور ان کا خادم ہے تو اس سے رشتہ جتلانے میں ان کی شان میں بٹہ
لگتا ہے۔ اس سے ایسا سلوک کرینگے کہ کوئی زرخرید غلام سے کیا کرے گا۔ اُس سے بدترین سلوک کرینگے تاکہ
کوئی یہ نہ سمجھ لے۔ کہ یہ غریب اتنے بڑے رئیس کا قرابت دار ہے۔ اسلام تو کہتا ہے کہ سب مسلمان
بھائی بھائی ہیں۔ لیکن یہ اپنے قرابت دار کو رسمی طور پر بھائی کہنا یا لکھنا ہتک سمجھتے ہیں۔ اگر دو ہم نسب
عورتوں نے عمر کا ایک حصہ ایک جگہ بسر کیا ہے۔ اب ان میں سے ایک رئیس کی بیگم ہوگئیں۔ اور دوسری
غریب کے پلے بندھی تو اب بھلا بیگم صاحبہ کیوں دوسری کو سہیلی اور بہنیلی کہنے لگیں۔ وہ تو اسکو بہن کہنے
سے کسر شان سمجھیں گی۔ کیا یہ تکبر۔ غرور۔ خود نمائی اور خود سری نہیں ہے۔ یقیناً ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا
یٰۤا اُولِی الْاَبْصَارِ +

فتح قادسیہ کے بعد حضرت عمر نے تنخواہیں مقرر کیں۔ تو اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے سے زیادہ
مقرر کی۔ اس لیئے کہ وہ حضرت رسول کریم کو زیادہ عزیز تھا۔ غور کیجئے کہ کس طرح دولت وجاہ۔ عزت و
ناموری کو مٹا کر صرف اسلامی خصوصیت قایم کی۔

مسلمانوں۔ حقیقی عزت۔ عالی نسبی۔ دولت ومرتبہ شہرت وناموری نہیں ہے۔ عزت وہی ہے۔ جو اللہ
کے ہاں قایم ہے۔ اور وہ قوم کی خدمت۔ اسلام کی خدمت۔ نکوکاری اور باہمی محبت اور میل جول سے
حاصل ہوتی ہے۔ رسول کریم کا فرمان پڑھو اور سوچو۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب
لنفسہٖ۔ تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں بن جاتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند
نہ کرے۔ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

زینب سلطان قریشی

آنکھوں کی حفاظت اور اس کے بعض امراض و علاج

میں نے اس سے پہلے ایک مضمون "آنکھ اور اس کی ورزش" کے عنوان کے ماتحت فخر نسواں محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کی ایک کتاب "تندرستی ہزار نعمت" پر بطور تقریظ لکھا ہے۔ گو اس میں آنکھوں کی ورزش کا آنکھوں کے لئے مفید ہونا بتلایا گیا ہے۔ تاہم اسی کارآمد و اہم ترین عضو کے متعلق یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند احتیاطی تدابیر جو ہر انسان کے لیے بطور حفظ ماتقدم نہایت مفید و ضروری ہیں اور بعض امراض اور اس کے علاج جن سے انسان کو کسی نہ کسی وقت ضرور سابقہ پڑتا ہے۔ عام واقفیت کے لئے قلم بند کر دیئے جائیں جو اس وقت طبی کتابوں میں میری نظر سے گزرے ہیں۔ کیونکہ آنکھ جیسے ضروری و مفید عضو بغیر دنیا کا کیا دنیا کا ہر معاملہ بیکار اور زندگی کا لطف ہیچ ہوا کرتا ہے جو محتاج بیان نہیں۔

اس قسم کے ضروری و مفید مسائل پر بخوبی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالنا تو اطبا کا کام ہے۔ مجھے نہ تو علم طب میں ماہر ہونے کا دعوے ہے نہ اس میں کسی قسم کا دخل۔ البتہ طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو معلومات خود کو حاصل ہوئی ہوں وہ اوروں تک بھی پہنچا دیے جائیں۔ چنانچہ آنکھوں کے متعلق چند معلومات افادہ عام کے لیے ذیل میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔

غذا معتدل مقدار میں مصلح خون۔ لطیف اور زود ہضم کھائی جائے۔ فاسد اور ثقیل غذا سے پرہیز کریں قبض آنکھ کا سخت دشمن ہے پس قبض نہ ہونے پائے ایسی حتی الامکان کوشش رہے۔

بغیر کچھ کھائے نہار منہ کوئی لکھنے پڑھنے کا کام شروع نہ کریں کیونکہ ایسا کرنا ضعف بصارت کا باعث ہے۔

کافی وقت نہ سونا یعنے چند گھنٹے سے کم۔ رات کی بیداری۔ دن میں بلا ضرورت بکثرت سونا۔ کھانا کھا کر چیت لیٹنا۔ لیٹ کر مطالعہ کرنا آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔

جب سو کر اٹھو تو روشنی میں آنکھیں دفعتاً نہ کھولو۔ یک بیک تاریکی سے روشنی میں نہ جاؤ بلکہ بتدریج رفتہ رفتہ آنکھیں کھولو اور روشنی سے مقابلہ کرو۔ سو کر اٹھنے کے پندرہ منٹ بعد آنکھوں کو سرد پانی سے دھو ڈالو۔ سرد پانی کے خوب چھینٹے حتی المقدور پانی پہنچاؤ۔ بلکہ آنکھوں کو پانی میں غوطہ بھی دو۔ سرد پانی آنکھ کے لئے مفید ہے اور گرم مضر و نقصان دہ ہے اس کے لئے جہاں تک ہو سکے۔ آنکھوں کو سرد پانی سے

دھویا جائے۔ اگر موسم سخت سرد ہو اور سرد پانی استعمال نہ ہو سکے تو آگ پر قدرے گرم کر لیں مگر آنکھوں کو اس میں غوطہ وغیرہ نہ دیں۔

دن میں آنکھوں کو خصوصاً موسم گرما میں سرد پانی سے کئی بار دھونا آنکھ کی تکان کو دور کرتا ہے۔

ایسے وقت جب سورج نکل رہا ہو نیلگوں آسمان کو متواتر دیکھنا آنکھوں میں ٹھنڈک اور قوت پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح چاند تارے ہرے بھرے درختوں اور سبزی کو دیکھنا آنکھوں کو قوت بخشتا ہے۔

خوبصورت اشیاء کو دیکھنا۔ سرمہ کا استعمال۔ کھلے میدان میں ورزش کرنا۔ سرد موسم میں پاؤں کو گرم رکھنا۔ سر پر تیل ملنا۔ نیلے اور سبز رنگ کا دیکھنا آنکھوں کے لئے مفید ہے۔ کمروں کی دیواروں پر اگر سبز و نیلا رنگ پھیرا جائے تو بہت مناسب ہے۔ لکھنے کی میز پر سبز یا نیلے رنگ کا کپڑا اسی غرض سے بچھایا جاتا ہے۔

دن میں کم از کم ایک بار آنکھوں کو بند کر کے انگلی کے سرے سے ملایم دباؤ ڈالتے ہوئے کنپٹی سے ناک کی طرف لیجائیں۔ اس طرح آنکھ کی غلیظ رطوبت نکل جایا کرتی ہے۔

گاہے گاہے اطریفل اور ہڑ کا مربہ یا سادہ ہڑ کھانا آنکھ کو قوت بخشتا ہے۔ دارچینی۔ زنجبیل۔ لونگ۔ مشک۔ مرکبات فولاد یعنی میوہ جات۔ انناس۔ بالنگو اور امرود مفید چشم چیزیں ہیں۔ کاربونٹ آف آئرن۔ فاسفیٹ آف آئرن۔ ٹنکچر اسٹیل وغیرہ بھی معاون تندرستی چشم ہیں۔

کسی شئے کا بہت نزدیک سے دیکھنا۔ یا کتاب کا پڑھنا بہت نزدیک سے ویسا ہی مضر ہے جیسے بہت دور سے۔ اس لئے کہ دونوں حالتوں میں آنکھوں پر زیادہ زور پڑتا ہے۔ بہت باریک حروف کی کتاب پڑھنا۔ پھیکی یا سرخ سیاہی سے متواتر لکھنا مضرت رساں ہے۔ آنکھوں سے لگا کر پڑھنے کی عادی ہو جانے سے پھر دور سے کتاب پڑھ ہی نہیں سکتے۔ اسی طرح بلا ضرورت یا شوقیہ عینک کا استعمال بھی ایسا ہی بنا دیتا ہے کہ پھر بلا عینک کے پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مطالعہ کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہونا۔ چلتی گاڑی میں مطالعہ کرنا بھی نقصان دہ ہے۔

شام کے وقت تاریکی میں پڑھنا۔ غیر معتدل روشنی یعنی بہت تیز یا دھندلی یا سامنے سے آنے والی روشنی جس کی شعاعیں آنکھوں پر پڑیں۔ سورج پر دیکھنا بصارت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ تنگ و تاریک جگہ میں رہایش۔ اخراج خون مثلاً فصد کھلوانا یا سینگیاں وغیرہ لگانا۔ کثرت گریہ بالعموم مضر چشم ہے۔ سرخ و زرد رنگ بھی بینائی کے لئے مضر اور سفید کم مضر۔

تیزاب۔ ترش و تلخ اشیاء۔ کونین۔ سرخ مرچ۔ تمباکو۔ سگار۔ شراب سخت نقصان دہ کہلاتے ہیں۔ طلباء کو ان بلاؤں سے بچنا چاہیئے۔

کسی مرض سے صحت پانے پر فوراً یا حالت مرض میں خصوصاً امراض چشم میں کسی آنکھوں کے کام میں لگ جانا باعث کمزوری چشم ہے۔

آنکھوں کے بہت سے امراض متعدی ہوا کرتے ہیں۔ اور ایسے مریضوں کے استعمال شدہ تولیہ، رومال، صابن، چلمچی وغیرہ کے ذریعے اوروں کو بھی لگ جاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب یہ کہ اگر کوئی آدمی ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو تو اس کی ایسی مستعمل چیزیں ہرگز کوئی استعمال نہ کرے۔ اور جو آدمی مریض کی آنکھوں میں دوا ڈالتا یا دھوتا ہو اسے چاہئے کہ ان کاموں کے بعد فوراً اپنے ہاتھ گرم پانی وصابن سے اچھی طرح دھو لیا کرے۔
مکھیوں سے بھی آنکھوں کی بیماریاں پھیلتی ہیں اس لئے بچوں کو مکھیوں سے بچانا چاہئے۔

جب مٹی یا کوئلہ کا ذرہ آنکھ میں اڑ جائے تو آنکھ کو ہاتھ سے نہ ملا جائے بلکہ سرمے کی سلائی دو تین بار آنکھ میں پھیریں۔ یا کسی دوسرے شخص سے آنکھ میں خوب زور سے پھونکوا لیں۔ اگر اس طریقہ سے بھی ذرہ آنکھ سے نہ نکلے تو لیٹ جائیں اور آنکھ کھول کر بورک ایسڈ لوشن کے چند قطرے آنکھ میں ٹپکائیں اس سے جو چیز بھی آنکھ میں ہوگی وہ آسانی سے نکل جائے گی اور درد بھی کم پڑ جائے گا۔ بورک ایسڈ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کپ صاف اُبلے ہوئے ٹھنڈے پانی میں دو بڑے چمچہ بورک ایسڈ کے ملا دو اور ایک صاف بوتل میں بھر دو اور ضرورت کے وقت آنکھ میں ڈراپر کے ذریعہ ٹپکاؤ۔ مگر حل بنانے کے بعد چند گھنٹہ تک رہنے دو کہ اس کے دانے جلد نہیں گھلتے اس لئے دانے بوتل میں رہیں گے تو استعمال کے بعد بھی بوتل میں صاف اُبلا کر ٹھنڈا ہوا پانی ڈال دو۔ تاکہ سب ذرے تحلیل ہو کر کام میں آسکیں۔

آشوب چشم۔ یہ ایک عام آنکھوں کی بیماری ہے جسے آنکھ آنا بھی کہتے ہیں۔ اس کے بڑے بڑے اسباب یہ ہیں۔ آنکھوں میں گرد و غبار کا جانا۔ میلی انگلیوں سے آنکھیں ملنا۔ میلے رومال یا تولیے سے آنکھ پونچھنا تالاب کے پانی سے آنکھیں دھونا۔ آنکھ کے مریض کی مستعمل چیزیں استعمال کرنا۔ مکھیوں کا آنکھوں پر بیٹھنا۔ ایسے مریض کے نزدیک زیادہ بیٹھنا اور مریض کے علاج معالجہ ہاتھ بغیر صاف دُھلے آنکھوں کو لگانا وغیرہ کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے۔

اگر بچہ کی آنکھ سے بہت سا سفید اور گاڑھا مواد ہر وقت خارج ہوتا رہے۔ تو بہت مہلک مرض کے جراثیم کا اثر ہے۔ خطرناک مریض کا علاج کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے ہی کرانا چاہئے ورنہ آنکھیں برباد ہو جائیں گی یہ مرض نوزائیدہ بچوں میں بہت ہوتا ہے۔ اس کے انسداد کے لئے ارگی رول کا لوشن بچہ کی ولادت کے بعد ہی ڈالنا شروع کر دینا چاہئے۔ جو بنا بنایا ہوا انگریزی دوا فروشوں سے تیار مل سکتا ہے وہ دس فی صدی والا حل لینا چاہئے۔ بورک ایسڈ لوشن آنکھوں کے ہر قسم کے امراض کے لئے بہت مفید ہوتا ہے

چنانچہ یہ لوشن تین تین چار چار گھنٹہ بعد ڈراپر سے آشوب چشم کے مریض کے آنکھوں میں چند قطرے ڈالا جائے۔ بلکہ بہتر طریقہ ہے کہ شیشہ کا ایک آنکھ کی شکل کا چھوٹا سا گلاس جو انگریزی دوا فروشوں سے مل سکتا ہے اس میں بورک ایسڈ کا حل ڈال کر آنکھ پر لگائیں اور بار بار اس کے اندر آنکھ جھپکیں۔ آسان ترکیب شیشہ نہ ملنے کی صورت میں یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح صاف دھوکر ایک ہتھیلی میں قدرے لوشن لیں اور اس میں ایک آنکھ کئی بار جھپکائی جائے اور پھر دوسری ہتھیلی میں دوسری آنکھ مگر اس بات کا خیال رہے کہ دونوں آنکھیں ایک ہتھیلی میں اس طرح نہ دھوئیں ورنہ ایک آنکھ کے خراب اثر سے دوسری بھی بیمار ہو جائے گی۔ چند منٹ اس طرح کیے جاؤ پھر دو فی صدی کا ارگیرول لوشن آنکھوں میں ڈالو۔ اگر یہ دونوں چیزیں میسر نہ آئیں تو ایک پیالی پانی میں ایک چھوٹا چمچہ نمک ڈال کر حل کر لو اور ابال کر ٹھنڈا کر لو اور متذکرہ بالا طریق پر استعمال میں لاؤ۔ مگر علاج کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہر بات میں صفائی مدنظر رہے ورنہ جلد فائدہ نہ ہوگا۔

ککرے۔ آنکھ کے تمام امراض میں یہ بہت خطرناک مرض ہوتا ہے۔ جو پپوٹے بدل کر دیکھو تو وہ بے شمار ننھے ننھے دانوں سے بھرے ہوئے دکھائی دیں گے۔ اسکا علاج بھی وہی ہے جو آشوب چشم کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے علاوہ اس کے کاپر سلفیٹ کا حل بھی استعمال کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی متعدی مرض ہے اس لئے ڈاکٹری معائنہ کی ہی ضرورت ہے۔

پلکوں کے کناروں پر سوزش۔ اس مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلے گرم پانی سے آنکھیں دھوکر خشک کیچڑ کے کھرنڈ صاف کرو۔ اور اگر ٹوٹے پھوٹے بال ہوں تو نکال ڈالو۔ پھر یہ مرہم بنا کر رکھو اور رات کو لگاتے جاؤ جس کی ترکیب یہ ہے چار گرین زرد آکسائڈ آف مرکری ایک بڑا چمچہ ویزلین میں اچھی طرح ملا کر مرہم بنائیں اور روزانہ رات کو پپوٹوں پر لگاتے جائیں۔

گوہری۔ جو ایک ننھی سی پھنسی کی طرح نکل آتی ہے۔ اگر یہ پھڑیا جسے انجنہاری بھی کہتے ہیں اکثر نکلتی رہے تو کسی تجربہ کار معالج چشم کے پاس ہی جانا چاہیے۔ تاہم خانگی علاج یہ ہے کہ خوب گرم پانی سے پپوٹے کو دھوئیں اور پھڑیا میں اگر بال ہو تو اسے کھینچ کر نکال ڈالیں پھر بال نکلے ہوئے سوراخ میں کسی تنکے سے ٹنکچر آیوڈین لگا دیں۔ اور جب پھڑیا سے پیپ نکلتی ہو تو زرد آکسائڈ آف مرکری کا مرہم لگائیں جو پپوٹوں کی سوزش کے واسطے مذکور ہوا ہے۔

دور بینی۔ کوتاہ بینی اور درد چشم۔ یہ شکایتیں بھی امراض میں شمار ہوتی ہیں۔ قدرتاً انسان کی بصارت ایسی ہونا چاہیئے کہ کسی چیز یا اخبار و کتاب کو ایک فٹ کی دوری سے بلا تکلف پڑھ یا دیکھ سکے۔

اگر ... پر دکھائی دے تو بصارت میں نقص سمجھنا چاہئے۔ اگر پڑھنے کے وقت چھاپہ دھندلا نظر آئے، پلکوں اور آنکھوں کے اوپر درد ہو یا سر درد کرنے لگے تو اس سے یہ اندازہ لگائیں کہ بینائی میں کچھ نقص واقع ہوگیا ہے۔ فوراً کسی ماہر چشم طبیب کی طرف رجوع ہو جائیں جو آنکھوں کا معاینہ کر کے کوئی خاص سرمہ یا علاج کر سکے یا عینک تجویز کر دے۔ سڑک پر عینکوں کا بکس لیکر پھرنے والوں سے کبھی عینک لیکر استعمال نہ کی جائے۔ ایسا کرنا بجائے فایدے کے اور نقصان دہ ثابت ہوگا اور آنکھوں کو خراب کر دے گا۔ اس لئے کہ یہ لوگ آنکھوں کے امراض سے مطلق واقفیت نہیں رکھتے۔

مگر یہ واضح رہے کہ یہ سب صرف احتیاطی تدابیر اور معمولی امراض واس کے علاج ہیں۔ کسی خطرناک مرض یا ایسے امراض جو درفۃ پوری میں آنکھ کے حصہ میں آئے ہوں ان کے لئے آنکھیں کسی اچھے وتجربہ کار ڈاکٹر کے ہی معائنہ و علاج کی محتاج ہیں۔ ایسے وقت میں غفلت سے کام لینا بصارت کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دے گا اور پھر عمر بھر کف افسوس ملنا پڑے گا۔

سردار محمدی بنت مرحوم نواب آف انی لونی

میرا دل

اے دل تیری لا محدود فرمایشوں سے تنگ آگئی۔ تیری آرزوؤں سے اب اکتا گئی ہوں۔ تو میرے سینہ میں رہ کر مجھ پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ تیری تڑپ مجھے پریشان کر دیتی ہے۔ اے نادان تو اتنا نہ مچل۔ میں نے بارہا تیرا کہا مانا۔ تیرے خوش رکھنے کی بیجا کوشش کی۔ لیکن سوائے ذلت و پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو ہمیشہ نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک رہا۔

جب میں اپنے مالک حقیقی کی یاد میں مصروف ہونا چاہتی ہوں تو تُو اس وقت خدا جانے مجھ سے دور کہاں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور جب میں تیرے دام فریب میں آ کر کسی کی غیبت کرنے پر آمادہ ہوتی ہوں۔ اس وقت تو میرے سینہ میں میٹھا مزے لیتا ہے۔ تو مجھے ہمیشہ گناہوں کے غار عمیق میں گرانے کی کوشش کرتا ہے۔

اے دل اگر تو مسرت حقیقی کا متلاشی ہے۔ تو اُسے تُو نیکیوں کے جزیرہ میں تلاش کر۔ خاکساری کی راہ اختیار کر۔ اس خانہ تاریک کو ہمیشہ نور ایمان سے منور رکھ۔ پھر اپنے مالک حقیقی کی یاد میں ایسا محو ہو جا کہ اس دنیائے ناپائدار کی کوئی ہوس تجھ میں باقی نہ رہے۔

بنت فیروز حسین برہانپور

عالمگیر جنگ کا ردِ عمل اور امن عالم کیلئے دول یورپ کی جدوجہد

عالمگیر جنگ کی ہولناک تباہ کاریوں نے آج ساری دنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور جنگ کے ہولناک چنگلوں سے بچنے کے لئے سلطنتوں کے کارفرما اور ملکوں کے راہنما اس مسئلہ کا حل عمل میں لانے کے لئے غور و فکر میں منہمک ہیں۔ نصرانیت کا دعویٰ ہے کہ امن عالم کا پہلا پیغام بیس صدی قبل دنیا کے سامنے حضرت مسیح نے پیش کیا تھا لیکن یہ دعویٰ اس وقت پورے طور پر تشنہ عمل ہو کر رہ گیا تھا جبکہ جرمنی نے قیصر ولیم کے اشاروں پر چلکر امن عالم کو جنگ کی چنگاریوں سے جلاکر خاک کر دیا تھا۔ اس چار سال کی قلیل مدت میں جبکہ دنیا عالمگیر جنگ کے شعلوں سے جھلسی جا رہی تھی۔ دنیا کی ان جابرانہ قوتوں کو اپنی بے مائگی کا احساس ہو گیا تھا جو اپنی دولت و قوت کے نشہ میں ایسی مدہوش تھیں کہ محض جنگ کا اشارہ ان کی جارحانہ کاروائیوں اور انسانیت سوز مظالم کے عمل میں آنے کے لئے کافی ہوا۔ چوتھے سال کے شروع ہوتے ہی اختتام جنگ کی تمنا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو چکی تھی اور اختتام سال تک یہ تمنا منت کش تکمیل ہو کر رہی۔

امن عالم کی اہمیت کا احساس ہر شخص کو ہے اور اس کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس مسئلہ پر بحث کی جائے تہذیب و تمدن کے لئے امن اور صلح بہت ضروری اجزاء ہیں اور یہ صرف صلح و امن ہی کی خواہش تھی جس نے تہذیب انسانی کی بنیاد قایم کی لیکن ساتھ ساتھ ہی انسانی فطرت کی خامیوں نے امن عالم کے اصول کو کبھی زیر عمل نہیں ہونے دیا اور سلطنتوں نے بیجا حرص و طمع کا شکار ہو کر ہمیشہ جنگ کو جاری رکھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ چند صدی قبل کی فضاء موجودہ فضاء عالم سے بہت مختلف تھی اور اس وقت کسی ایسے اصول اور نظریہ پر غور کرنا ناممکن العمل تھا۔ بین الاقوامی تجارت اس حد تک مکمل نہ ہوئی تھی کہ مختلف ممالک کو اس زنجیر میں جکڑ دے۔ وسایل رسل و رسایل اور اقتصادی حالات کی نئی افتاد نے اب یہ ضرورت پیدا کر دی ہے۔ اگر جرمنی مالی مصیبتوں میں گرفتار ہو گیا تو اسکا اثر ساری دنیا پر پڑا اور امریکہ اور انگلستان کی حکومتوں نے اپنی حالت کو مد نظر رکھکر مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ موجودہ زمانہ میں تمام ممالک ایک ہی اقتصادی اور تمدنی سلسلہ میں مربوط ہیں اور اگر ایک کڑی بھی اس سلسلہ کی کمزور ہو گئی تو اسکا اثر سارے نظام پر پڑتا ہے۔ اس مضمون میں میرا مقصد ان کوششوں سے ناظرات عصمت کو روشناس کرانا ہے جو جنگ کو دنیا سے کلی طور پر ختم کرنے کے سلسلہ میں عمل میں لائی گئی ہیں۔ لیگ آف نیشنس League of Nations کے متعلق میرا ایک مضمون

[illegible] گذشتہ اشاعت میں شایع ہو چکا ہے یہ مضمون اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اس مضمون [illegible] خاص لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ فروری ۱۹۳۲ء میں جینوا دول عالم کا وہ عظیم الشان اور تاریخی اجتماع [illegible] والا ہے جس میں دنیا کو غیر مسلح کرنے کے مسئلہ پر غور و بحث کی جائے گی۔ عیسائیت اور اسلام کے پیام امن کے لئے یہ پہلا موقع ہے جبکہ دنیا کی تمام قومیں خلوص نیت کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے [illegible]

دنیا کے بڑے ممالک میں اسلحہ بندی کے ناقابل برداشت مصارف کے بار کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور ساری دنیا آئندہ جنگ کے خوفناک تصورات سے ہراسان و ترسان ہے۔ انجمن اقوام عالم، بین الاقوامی عدالت کی کوششوں اور کیلاگ پیکٹ (میثاق) کے باوجود اقوام عالم اسلحہ کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنی آمدنی کا ایک کثیر حصہ اس پر صرف کر رہے ہیں۔ دنیا اس وقت ہر سال تقریباً ڈیڑھ ارب روپیہ اسلحہ کی ساخت اور دیگر فوجی مصارف پر خرچ کر رہی ہے اور ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ انسان اس وقت پورے طور پر مسلح جنگ کے شعلوں میں کود پڑنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جنگ اور امن کے گھوڑوں میں مقابلہ ہے اور ۱۹۳۲ء کی صلح کانفرنس کے نتائج پر اس امر کا انحصار ہے کہ اس مقابلہ میں فتح کس کے ہاتھ میں رہے گی۔ میثاق کیلاگ اس راہ کی پہلی منزل ہے جو طے کی جا چکی ہے اور جسے دنیا فال نیک سمجھ رہی ہے اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس میثاق کے ضروری اجزا کی تفصیل دیدی جائے۔

اس میثاق کے پہلے دفعہ کے مطابق ان سلطنتوں نے جنہوں نے اس پر اپنے دستخط ثبت کر دئے ہیں۔ اس بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی تصفیوں کے فیصلہ کے لئے جنگ کو ہمیشہ قابل ملامت سمجھیں گے اور آپس کے تعلقات کے سلسلہ میں بھی اسکو قومی پالیسی میں کوئی جگہ نہ دینگے۔ دوسرے دفعہ کے مطابق ان سلطنتوں نے اقرار کیا ہے کہ وہ بین الاقوامی تصفیوں کے فیصلہ میں خواہ وہ کسی طرح کے ہوں اور خواہ ابتدا کسی طرح ہوئی ہو ہمیشہ امن پسندانہ رویہ اختیار کرینگی۔

پریسیڈنٹ ہوور جو جمہوریہ امریکہ کے موجودہ صدر ہیں جنہوں نے اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دی ہے گیارہ دسمبر ۱۹۲۹ء کو آرمسٹس ڈے ARMISTICE DAY. کے موقع پر جبکہ تمام عالم میں اختتام جنگ کی یادگار منائی جا رہی تھی دنیا کو جو پیغام دیا وہ ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ تاریخی اہمیت حاصل کرے مسٹر ہوور نے لوگوں کی توجہ ان عناصر کی طرف منعطف کرائی تھی جو افواج عالم اور ملکوں کے بحری بیڑوں سے زیادہ قوی ہیں اور ضروری ہے کہ اس عالم کے سلسلہ میں سب سے پہلے ان پر غور کیا جائے اسلحہ سازی کو محدود کرنے سے زیادہ ضروری ہے کہ قوموں کے آپس کے تعلقات میں دوستی اور ہمدردی کی روح پھونکی جائے۔ عزت، اعتماد،

باہمی اور ایک دوسرے کی قدر و منزلت کے جذبات پیدا کئے جائیں اور یہی صلح اور امن عالم کی سب سے
بڑی ضمانت ہے۔ ایسی فضا میں جہاں یہ عناصر موجود ہوں آپس کے تنازعے اور مباحث رفتہ رفتہ محض علمی بحث
کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ دوستی۔ اور ہمدردی عزت اور اعتماد کے جذبات فطری طور پر ان قوموں میں
پیدا ہوتے ہیں جو کمزور اور مدد کے قابل ہیں اور عزت انصاف اور خلوص کی سطح پر مضبوط سلطنتوں کے ساتھ تعلقات
اور عزت کی بنیادیں قایم کی جا سکتی ہیں۔ موجودہ سیاست کی تاریخ میں یہ اصول بہت اہمیت رکھتا ہے
زمانہ گذرنے کے بعد جنگ کی ہولناکیاں اور تباہ کاریاں دماغ سے محو ہو جاتی ہیں اور اخلاقی اور انسانی ضرورت
جو عموماً جنگ کے زمانہ میں صلح کا محرک ہوا کرتا ہے۔ عالمگیر جنگ کے اثرات ابھی تک دماغ میں تازہ ہیں اور
انہی کے ماتحت صلح عالم کے قیام کی مختلف کوششیں گاہے بگاہے عمل میں لائی گئی ہیں۔ ایک خاص قسم کی
گولیاں جنہیں ڈم ڈم بلٹ Dum Dum Bullet کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ تباہ کن ہیں انکا استعمال متفقہ طور
پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے زہریلی گیس کا استعمال بھی بین الاقوامی طور پر ممنوع کر دیا گیا ہے اسکا مطلب
یہ ہوا کہ جنگ کو اخلاقی اصولوں کے ماتحت جائز رکھا جائے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگ کو سرے سے
ختم کر دیا جائے۔

۱۸۱۷ء میں برطانیہ اور ممالک متحدہ امریکہ کے درمیان معاہدہ رش بگوٹ کے مطابق یہ بات طے ہوئی
تھی کہ کناڈا اور ممالک متحدہ کے سرحدی دریاؤں اور جھیلوں میں دونوں حکومتوں کے بیڑوں کو محدود رکھا جائے
یہ معاہدہ آجتک قایم ہے۔ اس کے خلاف کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا گیا ہے جس سے کسی کو شکایت پیدا ہو۔
امن عالم کے سلسلہ میں بھی دونوں سلطنتیں پیش پیش نظر آرہی ہیں چنانچہ انیسویں صدی میں بھی یہ خیال ان حکومتوں
کے پیش نظر تھا۔ ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۷ء کی ہیگ کانفرنسوں نے جنگ کے متعلق اپنے قوانین و قواعد مرتب کئے
تھے جو بین الاقوامی طور پر تسلیم کیے گئے اور جن پر آجکل بھی کم و بیش عمل ہو رہا ہے۔ ان کانفرنسوں کی کاروائیوں
اور انکے نتایج کا اُس زمانہ میں مضحکہ اڑایا گیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ امن عالم کی شاہراہ پر ان کانفرنسوں اور
معاہدوں نے سنگ منزل کا کام کیا ہے۔

انجمن اقوام عالم کے قایم کرنے والوں نے ابتداء ہی میں اس مسئلہ پر غور کر لیا تھا کہ اگر یہ جماعت کامیاب ہو سکتی
ہے تو وہ اسی صورت میں کہ حکومتوں کو فوجی مصارف اور اسلحہ سازی میں تخفیف کرنے پر مجبور کیا جائے چنانچہ
اس دستاویز کی آٹھویں دفعہ میں جس کے ذریعہ یہ جماعت قایم ہوئی صراحتاً یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ حکومتوں
کو اسلحہ جات میں اسقدر تخفیف کر دینی چاہیئے جو انکی قومی ضروریات اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے
لئے کافی ہوں۔ لیگ کے ممبروں نے اقرار کیا تھا کہ وہ اپنی فوجی پوزیشن سے ایک دوسرے کو باخبر رکھیں گے۔

[illegible] کے مطابق جرمنی کی فوجی قوت جبراً توڑ ڈالی گئی۔ اتحادی حکومتوں نے بھی باہمی طور پر اس بات کا اقرار کیا تھا کہ جرمنی کی تخفیف اسلحہ جات دوسری حکومتوں کی تخفیف اسلحہ کی ابتدائی منزل ہوگی۔ چنانچہ جرمنی ہمیشہ اتحادی حکومتوں کو ان کے اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے اور تخفیف اسلحہ جات کی آئندہ [illegible] کانفرنس میں جرمنی پیش پیش ہے۔

امن عالم اور تخفیف اسلحہ کی تحریک میں کافی کامیابی حاصل ہو چکی ہے ۱۹۲۱-۲۲ء کی واشنگٹن کانفرنس کے مطابق امریکہ۔ انگلستان، جاپان، فرانس اور اطالیہ کے بڑے جنگی جہازوں کے وزن اور وسعت میں کافی تخفیف کی جا چکی ہے۔ ہوائی جہازوں کے وزن اور وسعت میں اس سے قبل تخفیف کی جا چکی ہے اور زیر آب رہنے والے جہازوں اور کشتیوں کے استعمال کے متعلق بھی قواعد مرتب کئے جا چکے ہیں۔ تخفیف اسلحہ جات کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ۱۹۲۷ء میں جنیوا میں ایک کانفرنس منعقد ہونے والی تھی لیکن فرانس اور اطالیہ نے اس میں شرکت نہ کی۔ لیکن امریکہ، برطانیہ اور جاپان نے اس مسئلہ پر اسی موقع پر غور کیا اور گو کوئی معاہدہ مرتب نہ کیا جا سکا لیکن اس سلسلہ کی مشکلات کا اندازہ ہو گیا اور ۱۹۳۰ء کی لندن کانفرنس کے لئے راہ تیار ہو گئی۔ مسٹر میکڈانلڈ نے قلمدان وزارت ہاتھ میں لیتے ہی اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ کی اور امن عالم اور بین الاقوامی اتحاد کے سلسلہ میں ان کی کوششیں بہت قابل قدر ہیں۔ ۱۹۳۰ء کی کانفرنس میں زیادہ تر ہلکے جہازوں کی وسعت اور وزن کو محدود کرنے پر توجہ صرف کی گئی اور تین ہفتہ کی لگاتار کوشش کے بعد ایک معاہدہ مرتب کیا گیا لیکن یہ معاہدہ بھی امریکہ، برطانیہ اور جاپان تک محدود رہا کیونکہ فرانس و اطالیہ نے اس وقت کے مقرر کردہ اعداد و شمار کو قبول نہیں کیا۔ لیکن اس کانفرنس کے بعد بھی گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا اور ابھی تک جاری ہے۔ قوی امید ہے کہ ۱۹۳۵ء کی کانفرنس میں کوئی ایسی صورت پیش کی جا سکے جو ان دونوں حکومتوں کے لئے بھی قابل قبول ہو۔ ۱۹۳۰ء کی کانفرنس کا آغاز جارج پنجم نے خود اپنے ہاتھوں کیا تھا اور ڈیلیگیٹوں کی تقریروں کو لاسلکی کے ذریعہ مختلف ممالک تک پہنچایا گیا تھا۔

خشکی اور ہوائی اسلحہ جات کی تخفیف کے متعلق ابھی تک کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھایا گیا ہے جسے اہم کہا جا سکے لیکن انجمن اقوام عالم کا ایک خاص صیغہ اس مسئلہ کی طرف اپنی پوری توجہ صرف کر رہا ہے۔ مسٹر ہیو گبسن HUGH GIBSON امریکن نمائندہ نے اس سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دی۔ اس صیغہ نے جس کا نام PREPARATORY COMMISSION FOR A WORLD CONFERENCE ON DISARMAMENT. ہے اعداد و شمار جمع کئے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ روس نے جو لیگ کی کارروائیوں سے ہمیشہ الگ رہتا ہے۔ اپنے اعداد و شمار خود بخود بھیجے ہیں۔ جرمنی کے بیشمار تقاضوں کے بناء پر تخفیف اسلحہ جات کی

عالمگیر کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ فروری میں مقرر ہو چکی ہے اور اس کے صدر مسٹر آرتھر ہینڈرسن ہوں گے جو ہم
سے ناظرات عصمت واقف ہوں گے کیونکہ یہ مزدور پارٹی کے سب سے بڑے رہنما ہیں اور [illegible]
انتخابات کے موقع پر شکست ہونی تھی منتخب ہوئے ہیں۔ تخفیف اسلحہ اور امن عالم کے سلسلے میں [illegible]
لارڈ سیسل جنہوں نے اپنی زندگی اس تحریک کے لئے وقف کر دی ہے ایک ایسی صورت پیش کی ہے جو بہت
زیادہ پسند کی گئی ہے اور لیگ کے کمیشن کی طرف سے یہی اسکیم بطور قرارداد پیش ہوگی۔ اس کے مطابق اسلحہ
جات کی تخفیف اور حد بندی کے بجائے ان اخراجات میں ۲۵ فی صدی کمی کی جائے گی جو فوجی محکموں پر گورنمنٹیں
خرچ کرتی ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ ۱۹۳۱ء میں جو فوجی اخراجات ہوں گے ۱۹۳۲ء میں ان میں ۲۵ فی صدی کمی کی جائے
گی۔ یہ طریقہ زیادہ سہل العمل اور قابل قبول سمجھا گیا ہے۔

تخفیف اسلحہ جات اور امن عالم ایک بہت مشکل مسئلہ ہے ضرورت ہے کہ سیاست دانوں کی کوششوں
کے دوش بدوش صلح پسند اور امن کی قدر کرنے والے حضرات اپنی توجہ اس طرف منعطف کریں اور اس تحریک
کی باضابطہ طور پر اشاعت کی جائے۔ ۱۹۳۲ء کی کانفرنس کی کامیابی کا زیادہ تر دارومدار رائے عامہ پر ہے
یعنی دنیا واقعی حقیقی تخفیف اسلحہ اور آیندہ عالم کو ضروری سمجھتی ہے یا نہیں؟ اس تحریک کی اشاعت کا
نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ قومیں بھی جو اس سلسلہ میں آنا نہیں چاہتیں اس طرف توجہ کریں گی اور رائے عامہ سے اثر پذیر
ہو کر امن عالم کی بنیاد رکھنے میں مدد دیں گی۔ تخفیف اسلحہ جات کی یہ عالمگیر کانفرنس حقیقی معنوں میں
تہذیب انسانی کے لئے کسوٹی کا کام کرے گی۔ غلامی دنیا سے مٹ چکی ہے۔ جنگ ممکن ہے اسی طرح
دنیا سے رخصت ہو سکے! اینسٹین . EINSTEIN جو دنیا کا اس وقت سب سے بڑا سائنسدان
ہے امن عالم کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے اور اس نے دوسرے سائنسدانوں کے نام ایک پیغام
شایع کیا ہے جس میں اس نے ان سے استدعا کی کہ وہ کسی ایجاد یا تحقیق میں حصہ نہ لیں جو امن عالم کے لئے
مضر ثابت ہو۔ انگلستان اور امریکہ میں بھی اس تحریک کی اشاعت ہو رہی ہے اور وہاں ایسے ادارے قایم
کئے جا رہے ہیں جو امن عالم قایم کرنے میں رائے عامہ کو بیدار کر کے مدد دیں۔ ضرورت ہے کہ ہندوستان
میں بھی یہ سلسلہ جاری کیا جائے اور عورتیں خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ کریں کیونکہ یہ کام وہ
خوب کر سکتی ہیں۔ اسلام بھی دنیا کے لئے امن کا پیغام لایا تھا اور ضرورت ہے کہ دنیا اسلام کی اس تعلیم
کا عملی مظاہرہ کیا جائے اور یہ مذہب کی بہترین خدمت ہوگی۔

شہر بانو از اورنگ آباد

اپنی بیماری

تیمارداری کے متعلق ہزاروں مضمون لکھے جاتے ہیں جن میں اس قسم کی ہدایتیں ہوتی ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی خدمت اس طریقہ سے کرنی چاہئے۔ اس کے دوا اور پرہیز وغیرہ کا اس طرح انتظام کرنا چاہئے لیکن یہ سب باتیں اسی وقت مفید ہو سکتی ہیں جب مریض تیمارداروں کے کہے کو مانے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تیمارداروں کی سخت محنت اور خدمت کے باوجود بیماری کے رفع ہونے میں بہت عرصہ لگ جاتا ہے۔ مریض کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور ڈاکٹر حیران ہو کر دواؤں پر دوائیں بدلتے ہیں مگر فائدہ نہیں ہوتا۔ تکلیفیں بڑھتی جاتی ہیں اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ ایسی حالتوں میں جب بہت کوشش سے پتہ چلایا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض چھپ چھپ کر بد پرہیزی کرنے کا عادی ہے اور اس طرح اپنی تکلیفوں کو آپ ہی بڑھاتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بیوی کو ضعف معدہ کی شکایت تھی۔ برابر دست آتے تھے اور کوئی چیز ہضم نہ ہوتی تھی ڈاکٹروں نے صرف دودھ اور ساگو دانہ بتایا تھا جن سے وہ سخت چڑتی تھیں اور ہمیشہ کھاتے وقت ایک آفت برپا ہوتی تھی کہ رو رہی ہیں چیخ رہی ہیں اور دودھ نہیں پیتیں۔ ایک ایک کر کے سارے گھر والے آتے اور خوشامد کرتے جب کہیں جا کر وہ ذرا سا دودھ ساگو دانہ کھاتیں اور پھر دیر تک رونے دھونے کا سلسلہ جاری رہتا غرض کھانا کیا ہوتا تھا دردِ سر اور اختلاج کا پورا سامان ہوتا تھا لاکھ سب سمجھاتے کہ اپنی طبیعت خراب کرنے سے کیا فائدہ لیکن وہ ایک نہ سنتیں۔ آخر جب ڈیڑھ دو مہینے میں انہیں کچھ فائدہ کی صورت نظر آئی اور مونگ دال شوربہ پھلکہ ملنے لگا تو بجائے اس کے کہ وہ خوش ہوتیں اور خدا کا شکر کرتیں اور بھی کھانے کی ہوس بڑھی۔ اب ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ چٹ پٹی بھجیاں اور چینی روٹی کھائیں۔ اچار چکھیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے صرف دو پھلکوں کے چھلکے بالکل شوربہ یا دال میں بھیگے ہوئے بتائے تھے۔ اس لئے نہ تو اس سے زیادہ دیا جا سکتا تھا نہ اور کوئی چیز کھانے کو مل سکتی تھی۔ مریضہ نے اتنے اناج کے سہارے پر دودھ بالکل چھوڑ دیا اور زیادہ کمزوری بڑھنے لگی۔ گھر کے سب لوگ حیران تھے مگر کر ہی کیا سکتے تھے۔ آخر ایک دن ان کی طبیعت بہت بگڑ گئی دست زیادہ آئے غشی کی سی حالت ہونے لگی آخر معلوم ہوا کہ انہوں نے چھپا کر کوئی سخت چیز کھائی تھی۔ جس کا نتیجہ یوں بھگتنا کہ وہ جو ذرا نمکین کھانا ملنے لگا تھا وہ بھی دس بارہ دن تک بند رہا۔ اور گھر والوں پر ان کی نگرانی کا ایک اور کام بڑھا۔ اور سخت

میں تیں اشاکر دو تین مہینے بعد اچھی ہوئیں۔ یہ بھی غنیمت ہوا کہ گھر میں ان سے بڑھ کر کوئی ایک کام
کرنے میں دقت نہیں ہوئی اور اچھی ہو گئیں۔ اگر کہیں وہ خود سب سے بڑی ہوتیں تو بہت مشکل ہوتی۔ جھلاتیں
کو ڈانٹ لیتیں اور جلدی جاتا وہ کہاں بیٹھیں۔

ایک جگہ ہمارے ساتھ رہنے کے بعد ایک بیچارے خاصے معمر آدمی تھے۔ لگڑی کے مرض میں مبتلا تھے کل
بیٹی بیچاری کس حسرت کے ساتھ رو دیتیں کہ دیکھا نہیں جاتا تھا اور کہتی تھیں کہ ہمارے ابا پرہیز کرتے ہی
نہیں۔ فائدہ کیسے ہو اور ایسی ایسی چیزیں مانگتے ہیں جن کی طرف پہلے کبھی نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے تھے۔ ہم لوگ
کہتے ہی ہاتھ پیر جوڑتے ہیں مگر کچھ خیال نہیں کرتے۔" اپنے وطن میں انکا یہی حال رہا پھر کچھ دن بعد کسی اور شہر کے
ایک نامور حکیم کا علاج کرنے گئے تو اپنے ایک دوست کے ہاں ٹھہرے وہاں مروت اور لحاظ میں پرہیز ہو گیا
اور خدا کے فضل سے اچھے ہو گئے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ ذی اختیار لوگوں کی بیماری بہت دیر اور مشکل سے جاتی ہے۔ ہمارے یہاں خود ایسے
واقع ہو چکے ہیں اور اس کا یہاں تک بندوبست کیا گیا کہ گھر میں سوائے پرہیزی کھانوں کے اور کچھ پکتا ہی نہیں
تھا اور سب وہی کھاتے تھے۔ لیکن پھر بھی بد پرہیزی کی روک نہ ہو سکی۔ ایسی حالت میں مریض کو خود بھی اپنے دل پر
اختیار رکھنا چاہئے اور خیال کرنا چاہئے کہ ایک وقت تھا جب ہم خود دوسروں کی ایسی باتوں پر اعتراض کرتے
تھے اور انہیں سمجھاتے تھے۔ اور ان کا نہ ماننا کتنا ناگوار گزرتا تھا دوسرے اپنے تیمارداروں کے ساتھ بھی
ہمدردی ہونی چاہئے کہ وہ لوگ کس قدر زحمت اٹھاتے ہیں اور کم سے کم ان کی محنت اور پریشانی ہی کا
خیال کر کے ان کا کہنا مان لینا چاہئے۔ اور یہ صرف کھانے پینے ہی پر منحصر نہیں بلکہ اور بھی ہزاروں باتیں ایسی
قسم کی ہوتی ہیں۔ جیسے شام کے وقت دیر تک باہر بیٹھے رہنا جس سے سردی لگ جانے کا ڈر ہو ٹھنڈک کے
وقتوں میں گرم کپڑا نہ پہننا اور خواہ مخواہ کسی دلچسپی کے کام یا پڑھنے میں دیر تک سر کھپا کر تھک جانا۔ ایسی
سب باتوں کا زیادہ بیچارے تیمارداروں کو بھگتنا پڑتا ہے تکلیف مریض کو بھی ہوتی ہے لیکن انہیں اس کی
تہری مشکل اٹھانی پڑتی ہے۔ دلی پریشانی، ہاتھ پیروں کی محنت، اور بعض اوقات مالی خرچ اور زیر باری
یعنی کوئی شکایت اس قدر تکلیف دہ ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر کو بلانا لازمی ہوتا ہے ان سب باتوں کے علاوہ بعض
مریضوں کا مزاج اس قدر چڑچڑا ہو جاتا ہے کہ تیماردار کتنا ہی اچھے سے اچھا کام کریں انتہا درجہ کے بد مزاج
اور مزاج داں ہونے کی وجہ سے ہر بات پر غصہ بھی چلا آتا ہے اور صبح سے شام تک ہر وقت انہیں سخت محنت کے
میں گزرتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس چڑچڑے پن کا باعث بیماری ہی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کو اپنے مزاج پر
کچھ نہ کچھ قابو رکھنا چاہئے۔ یہ بدمزاجی صرف تیمارداروں ہی کے لئے مصیبت نہیں بلکہ مریض کی حالت پر بھی

اسکا بہت خراب اثر ہوتا ہے۔ ہر وقت غصہ کر کر کے خون جوش کھاتا رہتا ہے۔ اسفے میں فتور پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بیماری کی طبیعت پرگنی ہو جاتی ہے۔ مریض کو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ میری بیماری یا تو میری بے احتیاطیوں کا نتیجہ ہے یا قسمت کا دکھ ہے۔ اس میں ان بچاروں کی آخر کیا خطا ہے یہ تو میرے ساتھ نیکی ہی کر رہے ہیں کہ دن رات خدمت میں لگے ہوتے ہیں ورنہ اگر یہ اس وقت مجھ سے الگ ہو جائیں تو میری کیا حالت ہو۔ یہ ضرور ہے کہ یہ کبھی ایسا نہیں کر سکتے قدرتی محبت انھیں اس پر مجبور کرتی ہے کہ جو کچھ بھی مصیبت پیش آئے گوارا کریں لیکن اس محبت کا یہ بدلہ تو بہت ہی افسوسناک ہے کہ انہیں ہر وقت بُرا بھلا کہا جاتے اور ہر ایک کے آگے ان کی شکایتیں کی جائیں۔ برعکس اس کے بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ بیماری کے دنوں میں تندرستی کے زمانے سے بھی زیادہ خوش مزاجی اور مہربانی کا اظہار کرتے ہیں اور اس طرح ان کی تیمارداری میں خدمت کے ساتھ ساتھ سب کی دلی دعائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ ایک صاحب کو فصلی بخار آ رہا تھا اور تمام جسم میں درد تھا۔ بیوی دودھ ساگودانہ لیکر آئیں اور کشتی پلنگ پر رکھکر کہ انہیں پینے ہی نہیں کہ وہ اٹھ بیٹھے۔ ان کا اٹھنا تھا کہ کشتی ایک طرف کو جھک گئی اور دودھ ساگودانہ شکر سب چیزیں پلنگ پر گر پڑیں۔ ان کے کپڑے وغیرہ بھی بھر گئے۔ بیوی گھبرا گئیں لیکن وہ خود مسکراتے ہوئے پلنگ پر سے اُتر آئے اور جلدی سے کمرے میں جاکر اپنے کپڑے وغیرہ بدلے۔ پھر بیوی سے کہنے لگے کہ "کیا تمہیں اس وقت بیٹھے بٹھائے کی زحمت ہوئی ہے۔ مجھے خیال ہی نہ رہا کہ ذرا کشتی کو پکڑ لیتا یا ابھی نہ اُٹھتا" حالانکہ اس وقت غلطی بیوی ہی کی تھی کہ اتنی دیر پہلے سے کشتی پلنگ پر رکھدی لیکن ان کی پریشانی اور گھبراہٹ دیکھکر میاں نے اسے اپنے ہی اوپر لے لیا۔ اختیار والوں اور گھر کے بڑوں کو اپنا مزاج ایسا ہی رکھنا چاہیئے ایسا مزاج صاحب خانہ کی خوش اقبالی کی نشانی ہے۔

و - ا

نصب العین

زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے نصب العین رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ انسان کامیاب اور پُر مسرت زندگی بسر کر سکے۔ حقیقت میں عمدہ زندگی کا دارومدار اسی سے ہے۔ غرض زندگی کا کامیاب یا ناکامیاب ہونا۔ خوشی یا غمی سے بسر ہونا۔ سکون یا بے اطمینانی کا میسر ہونا سب انسان کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر ہم عمدہ نصب العین مدِنظر رکھیں گے۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے استقلال و عالی ہمتی سے کام لیں گے۔ تو یقیناً کامیاب ہونگے۔ ورنہ ہماری زندگی یونہی بسر ہوگی۔

نصب العین ہمیشہ اعلیٰ ہونا چاہیئے۔ گو اس تک پہنچنے کے لئے کتنے ہی مصائب کا سامنا کیوں نہ ہو۔ ان مصائب کو برداشت کرنے والے ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتے ہیں۔ اور آسمانِ شہرت پر مثل درخشاں ستاروں کے روشن ہوتے ہیں۔ دنیا میں کامیاب ہونے کے لئے لازم ہے۔ کہ واحد مقصد مدِنظر ہو۔ ایک کمزور شخص جو اپنی تمام طاقتوں کو ایک ہی مقصد پہ مبذول کرتا ہے۔ بہ نسبت ایک طاقتور شخص کے جو بہت سے کاموں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔

جب کسی چٹان پر قطرہ قطرہ لگاتار گرتا ہے۔ تو اس میں شگاف کر دیتا ہے۔ لیکن ایک بڑا دریا اس پر سے جلدی سے گذر جاتا ہے۔ اور کوئی نشان نہیں چھوڑتا۔

حیرت کا مقام ہے۔ کہ ایک ہی مقصد رکھنے والوں کا بہت مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور اسکو مجنون کے پُر افتخار خطاب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ مگر جب یہی شخص کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو مذاق کرنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی خوش قسمتی تصور کی جاتی ہے۔

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے۔ A ROLLING STONE GATHERS NO MOSS اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جس شخص کو کئی فن آتے ہوں۔ لیکن اپنی چلبلی طبیعت کی بدولت کسی میں بھی مہارت حاصل نہ کر سکا ہو۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لیکن برعکس اس کے وہ شخص جو ایک ہی فن میں کامل ہو۔ اکثر شہرت حاصل کرتا ہے۔

کچھ عرصہ گذرا۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ ایک شخص کسی تاجر کے پاس بغرض ملازمت گیا۔ تاجر نے دریافت کیا۔ کہ وہ کیا جانتا ہے۔ تو اس شخص نے جواب دیا۔ میں کچھ عرصہ فوج میں ملازم رہا ہوں۔ بعد ازاں میں نے بساطی کی ایک چھوٹی سی دوکان کھول لی۔ مگر جلدی ہی میرا دل اچاٹ ہو گیا۔ پھر میں

ایک زمیندار کے ہاں کچھ مدت کام کرتا رہا۔ پھر ایک کسان کا شریک بن گیا۔ مگر کام کی سختی کی وجہ سے اسے بھی چھوڑنا پڑا۔ اور اب جناب کے پاس آیا ہوں۔"

تاجر نے یہ تمام حالات سن کر ملازمت دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ "اگر تم ایک ہی پیشہ اختیار کیے رہتے تو تم ہرگز اس طرح نہ بھٹکتے پھرتے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہارے مدِنظر کوئی نصب العین نہیں۔ اور میں ایسے شخص کو اپنا ملازم بنانا پسند نہیں کرتا۔"

سرور جہاں از بہاولپور

گلبانگ شب

آ رہی ہوں گیسوئے مشکیں کو لہراتی ہوئی
اپنے بازو عالمِ خاکی پہ پھیلاتی ہوئی
جامِ رنگین سے شرابِ خواب چھلکاتی ہوئی
تارِ سازِ ربطِ آرام تھراتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

میری آمد باعثِ افزائشِ حسرت کہیں
موجبِ طمانیِ دلِ یم بہجت کہیں
جاگ اٹھتی ہے کسی خوابیدہ کی قسمت کہیں
عیشِ عمر کی چاندنی دنیا پہ چھٹکاتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

تھا دراز رتی رہ مغرب سے خستہ آفتاب
بسترِ راحت کا خواہشمند تھا، عزت مآب
میں سلاتی ہوں اسکو چھیڑ کر اپنا رباب
ساز سے اپنے خمارِ خواب برساتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

چودھویں کا چاند تھا منظر پہ جلوہ گری
تا تجلی زار ہو دنیا یہ ظلمت سے بھری
ایک رہبر کی تھی حاجت ایک بہرِ رہبری
اس کی ساری مشکلیں آسان کرواتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

کوکبِ انجم ضیا جو ہر سے مستور تھے
ضو چکانی کے لئے مضطر دل مجبور تھے
لطفِ سیرِ گلشنِ عالم سے وہ مہجور تھے
دے کے اذنِ لمعہ خیزی قصرِ غم ڈھاتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

میری آمد سے جہاں کی شورشیں خاموش ہیں
کار غمگین یاس و الم کی صد سکون بر دوش ہیں
نیند کے دامن میں [illegible] رنج و غم روپوش ہیں
میں فضا میں بیخودی کے پیچ و خم کھاتی ہوئی
آ رہی ہوں نغمۂ خواب آفریں گاتی ہوئی

عابدہ بیگم رعنا رام پور اسٹیٹ

گندم خوری

عقلمندی خدائے برتر کی ایک نعمت ہے بشرطیکہ ہم اس کے صحیح استعمال سے واقف ہوں۔ اور حد سے
سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ مگر ضرورت سے زیادہ عقلمند ہونا۔ نام ہے۔ حدود عقل سے نکل کر سرحد اقتدار پر
تاخت وتاراج شروع کر دینے کا اور یہی ملک گیری کی ہوس۔ ہمیں اس مافوق الفطرت ہستی کے قالب میں ڈھال کر
دنیا سے روشناس کراتی ہے۔ جسے عرف عام میں "پیر" یا سجادہ نشین، کہا جاتا ہے۔ اگر حضرت آدمؑ کی نیت
جنت کی بے نظیر نعمتوں کو کھا کر، سیر ہو جاتی۔ تو گندم خوری کی بدولت بہشت سے اخراج نہ ہوتا۔ مگر انسان کی
فطرت میں ہی اضطراب اور بے چینی۔ اور نامعلوم اشیا کی تحقیق ودیعت کی گئی ہے۔ اسی نے پہلے حوا کو
فریب شیطانی میں مبتلا کیا۔ اور آخر میں آدم علیہ السلام کو۔ انکا قصہ انکے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر عورت
آج تک اس جذبہ منافرت وعناد کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے۔ حالانکہ جرم تقریباً یکساں تھا۔ تھوڑے سے وقفہ
نے مرد کو منتظم اور عورت کو مجرم بنا دیا۔ ستم ظریفی دیکھئے۔ باوجود جذبۂ انتقام کے عورت ومرد دونوں کو
قدرت نے ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم بھی بنایا۔ انجام یہ ہوا۔ کہ کمزوری قویٰ۔ واحساس پیشقدمی نے
عورت کو مرد کے جوش انتقام کے سامنے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کیا۔ پھر بھی ثمر ممنوعہ جو باعث
نزاع وتباہی تھا۔ بدستور مستعمل رہا۔

اسے ترک کرنے کا خیال ہی کبھی نہ آیا۔ زمانہ نے کروٹ لی ہے جاہلیت اور قدامت پرستی کا دور گذر چکا
ہے۔ ہر نئی چیز اور نئی شے۔ مرغوب طبع ہوتی ہے۔ ساتھ ہی عورت بھی نسوانیت کا چولا اتار کر مردانے
بھیس میں منظر عام پر آجانے کے لئے بیقرار ہے مگر مرد جانتا ہے کہ یہ مصنوعی لومڑی جب شیرنی بنکر نکلے گی۔
تو میری سطوت وجبروت کے پرخچے اُڑا دے گی۔ اور جامۂ فرعونیت کو پارہ پارہ کر ڈالے گی۔ بس خیال سے
قدم قدم پر روڑے اٹکاتا ہے۔ جگہ جگہ مذہب خدا رسول کا واسطہ دلاتا ہے آخر عاجز آکر اس کی ممتا کو جگاتے
ہوئے۔ پرورش۔ خانہ داری۔ محبت وفاداری کے نام پر اپیل کرتا ہے۔ مگر عورت ان آہنی زنجیروں سے
نجات حاصل کئے بغیر رہنے والی نہیں۔ اسکا جسم ضمیر روح۔ سب مرد کے جذبۂ انتقام کی نذر ہو چکا ہے
پھر بھی ایک دبی ہوئی چنگاری اسے شعلۂ مردزان بنا دینے والی ہے۔ تعلیم، تہذیب۔ فیشن۔ آزادی۔
بے پردگی یہ سب چیزیں تو خیر کامیابی میں ممد ومعاون ہونگی۔ مگر ایک پُر امن طریقہ اور بھی ہے۔ مرد
حکومت سے پُرامن جنگ کر رہے ہیں۔ مہاتما جی۔ اور انکے کانگریسی رفقا "اہنسا" پر یقین کامل رکھتے ہیں

اتنا خیال ہے انقلابوں کے ہم منزل مقصود تک پہونچنے میں حارج ہونگے۔ میں بھی اس اصول کو لئے ہوئے کانگریس ممبر کی حیثیت سے موجودہ طریق کار کو قابل مذمت سمجھتی ہوں۔ ہندوستان کے گاندھی اور سرحد کے گاندھی کا احتجاج کرانا۔ دلچسپیوں کا مرکز بن چکا ہے۔ اگر مجھے عصمت کی گاندھی۔ ماننے پر تیار ہوں۔ تو میں بھی ایک دستور العمل بنا سکتی۔ اور میں بھی خیال ظاہر کردوں کہ مستورات مالیات کے خانہ ساز اور آنگلیر کے مصنوعات سے پرہیز کریں تو ہم ہمارے منزل مقصود تک پہونچنے میں حارج ہونگے۔

یا فیشن پرستی کے "جعلی نوٹ" ہندوستان میں نہ چل سکیں گے۔"

یا بے آزادی کے کارخانہ کی برقی روشنی مردوں سے پہلے ہماری خود ہی آنکھیں پھوڑدے گی۔

یا یورپ کی تقلید کی انجنیں "ہمارے گھریلو کرموں" میں نہ چل سکیں گے۔

یا نمائش حسن کے لئے بادہ پیمائی کرتے ہوئے ہمارے رنگ جائے گی۔ اور ہم کچے آموں کو بھون بھون کر شربت پیتے ہوئے اس ہندوستانی دنیا کو چھوڑدینے پر مجبور ہوجائیں گے۔ یہ اور وہ کیا کچھ نہ کہدوں۔

اگر آپ مجھے بایں "نادانی۔ وحماقت" ملائکہ مقربین "کا" افسر اعلیٰ سمجھ کر" میکائیلی فضائل سے متصف مانکر۔ زر۔ زن۔ روح۔ جسم۔ سب میرے حوالہ کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

بہرحال یہ سب تو نہ ہونے والی باتیں ہیں "پرامن ستیہ گرہ" کے لئے سب لغویات ہیں۔ اس بات پر یہ جانتے ہوئے کہ گندم خوری ہی ہماری کشاکش حیات۔ اور موجودہ مصائب کی ذمہ دار ہے۔ تنفر و حقارت کا بیج جرم میں پیشقدمی ہی نے بویا ہے۔ ہم اس "ثمر ممنوعہ" کو کیوں نہ چھوڑیں۔ صرف ہندوستان ہی کو لیجئے۔ گیہوں چھوڑکر۔ کسان ایک عظیم مصیبت (یعنی تمام سال کھیت خالی رکھکر۔ جوتنے بونے اور پھر فصل کافی نہ ہونے) سے بچ جائے گا۔ وقت مقررہ پر دھان بوکر بآسانی کٹ جائیں گے۔ دیہاتی عورتیں جو کاروبار مشغلی۔ بچوں کی پرورش سے بمشکل کھانے پکانے کا مختصر وقت نکالتی ہیں۔ روٹی کے چنگیرے پیڑے بنانے۔ آٹا گوندھنے کی زحمت سے نجات پاکر آنا فانا۔ نرم چاولوں کی دیگچی چڑھاکر بچوں کا پیٹ بھر سکیں گی۔ دنیا روٹی کے جھگڑے سے بچ جائے گی۔ اور اس طرح ہم شیطانی اناج کو چھوڑ سکیں گے جو اخراج بہشت سے لیکر اب تک سر پر مسلط ہے۔ مردوں کی موجودہ فرعونیت جسے میں شیطانیت ہی کہوں گی۔ اسی اناج کی بدولت ہے۔ چیت کے زمانہ میں ثمر ممنوعہ" کے کھلیان۔ اونچے ڈھیر۔ کسانوں کو فرعون بے سامان بناتے رہتے ہیں۔ دیہاتوں میں اسی زمانہ تمام فضولیات۔ شادی بیاہ۔ تقریب۔ ناچ رنگ۔ جھگڑے فساد کا ہوتا ہے۔ دختر رز۔ بیچاری بیفائدہ بدنام ہے "گندم" کے مجنون صفت شیدا۔ کو بکن کی خدمت انجام دینے کے بعد" شیریں" کو دیکھتے ہی رستم و سہراب سے زیادہ بہادر۔

محمد شاہ رنگیلے سے زیادہ عیش پسند۔ اور چنگیز و ہلاکو سے زیادہ خونخوار بن جاتے ہیں۔ خیر بالوں کی
باتر خانیوں کی۔ نشہ آور کیفیت۔ راجن بہاراجن۔ علما سب ہی کو مست و مخمور بناکر۔ دیدۂ عبرت نگاہ،
اور گوش حق نیوش دونوں سے بیگانۂ محض بنا دیتی ہے۔ تو یں دلکشی سمادر سیدیاں کا منظر پیش
کر "جسکا کھائے اسکا گائے" پر مجبور کر دیتا ہے۔ غرض نقصانات کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس بیچارے عجب
"دلداران گندم" کے دربار سے عجب غریب دنانان ہستی پر فتوائے "تکفیر" ضرور لگ جائے گا۔ اگر گندم خوری
قانوناً بند کر دی جائے۔ تو ہندوستان کی سرزمین پر ایک بار پھر "ساردا ایکٹ" کی طرح علمبرداران مذہب کی
جدوجہد کے مضحکہ خیز مناظر نظر آجائیں۔ کسی نہ کسی بارگاہ تقدس سے گندم خوری کے جواز کا فتویٰ سینکڑوں
"عفی عنہ" کے دستخط سے شائع ہو کر دنیائے اسلام میں تہلکہ مچا دے۔ اگر مہاتما جی اپنے پُر امن طریق جنگ
میں کامیاب ہو گئے۔ اور ہندوستان کو آزادی مل گئی۔ تو میں آزاد ہندوستان کی آزاد پارلیمنٹ میں، "مسودۂ
قانون گندم" تو ضروری پیش کر دوں گی۔ انجام میں خواہ "ساردا ایکٹ" کی طرح "مندیں گیہوں کے کثرت استعمال
سے" مدور شکم مہاجنوں اور مذہب کے نام پر چیخ پکار کرنے والوں کے اسہال و ضعف معدہ کا مرض
ہی کیوں نہ لاحق ہو جائے۔ اگر آپ ہندوستان کی آزادی کے دل سے خواہشمند ہیں۔ اگر آپ اپنے
غصب شدہ حقوق واپس لینے کے خواہشمند ہیں۔ اگر آپ مرد کو عورت کے ساتھ مساوات برتنے
پر مجبور کر دینا چاہتی ہیں۔ اگر شوہروں کی فرعونیت آپ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اگر مردوں میں
زندگی کی روح پھونکنا چاہتی ہیں۔ اور اس وسیع دنیا میں عورت کو ایک دلیر انسان کی طرح مصائب
حیات کو تن تنہا بلا شرکت غیرے بھگتنے پر طیار کرنا چاہتی ہیں۔ ہاں اگر آپ انقلاب کی خواہشمند ہیں۔
مرد کو گربہ مسکین بنا کر انتقام لینا چاہتی ہیں۔ تو آسان طریق کار یہ ہے۔ کہ ایک دم روٹی پکانا چھوڑ دیجئے
دن رات چاولوں کی بھرمار کیجئے۔ مرد اگر کھانا پسند نہ کریں۔ اور غیض و غضب کا مظاہرہ شروع کر دیں۔
آپ بلا توقف دو چار وقت "ہنگر اسٹرائک" کر دیجئے۔ آپ خود بھوکی رہئے۔ اور انکو بھوکا رکھکر
اپنے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیجئے!

دو وقت۔ چار وقت۔ کہاں تک۔ آخر کار" آتش اشتہا فرد ہو کر۔ ایک جذبہ انکسار۔ التجا کے رحم
شان عبودیت ان میں پیدا کر دے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کی محبت نہ برور کرے۔ انکے مسکین چہرے
دیکھکر دامن استقلال ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ ورنہ "گاندھی ارون" سمجھوتہ کی طرح ساری کی کرائی
محنت اکارت ہوگی۔ یہ پُر امن جنگ اس وقت تک جاری رہنا چاہئے۔ جب تک کہ آپ کو حکومت
خود اختیاری نہیں بلکہ مکمل آزادی۔ نہ ملجائے۔ ضرورت ہے کہ سارے ملک میں ایک دن اور ایک تک

...روع "اپنی لیڈری" شروع کر دیا جائے۔ کسی رہبری کی ضرورت نہیں" تعلیم یافتہ خواتین کو یاں بنانے" ...وڈ کلے" تقریر کرنے سے فرصت نہیں۔ انکی تعلیم کا مقصد "یورپ کی" نقالی ہے۔

اگر آپ راضی ہو سکیں۔ اور اپنے فرائض ادا کرنے پر آمادہ ہوں۔ تو ان کے لیڈر منتخب کریجئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں ایسا نہ ہو۔ کسی گھر کے اندر "بلوہ" ہو جائے۔ مرد مشین گن لگا دیں اور اس وقت عورتوں کو بچانے کے لئے بلایا جائے۔ لیڈر صاحبہ کے تبدیل لباس بناؤ سنگھار میں اتنا وقت صرف ہو جائے۔ کہ اس گھر کے تمام افراد تباہ ہو چکے ہوں۔ بہر حال اس وقت ضرورت ہے۔ استقلال۔ جوش عمل۔ صبر تحمل۔ بردباری۔ عقل و تدبر کی۔ اس کے بغیر کامیابی محال ہے۔ نہ لیڈیز کانفرنس نہ ایشیائی عورتوں کی کانفرنس۔ کچھ بنا سکتی ہے۔ ہاں اپنے بچہ کو ہر بیوی اپنے شوہر کو علم کی مدد سے محبت کا تیر مار کر ...ی کر سکتی ہے۔ آخر کار عورت کا استقلال اسے موجودہ قیود سے نکال کر اقوام عالم کا رتبہ ...ا دے گا۔ ہم مرد سے بھیک کیوں مانگیں ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

گندم جو شیطان کا آلۂ کار رہ چکا ہے۔ اس کے وجود سے دنیا کو پاک کیجئے۔ اور اپنے سر سے اس الزام کو ہٹا دیجئے۔ کہ عورتیں نقصان دہ کاموں کی رہنمائی کرتی ہیں اور ناقص العقل ہیں۔ یہی کامیابی ہے۔

انیس فاطمہ

چند دن بیت المقدس میں

گذشتہ اشاعت سے آگے

(از مرزا حسین احمد بیگ صاحب حیدرآباد دکن)

الخلیل...... اس قصبہ میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ مقام زیارت ایک عالیشان عمارت ہے جسکو حرم کہتے ہیں۔ داخلہ کے دروازہ پر ایک عرب نگہبان نے ہم کو روکا کیونکہ ہم انگریزی باس میں تھے معلوم ہوا کہ عیسائیوں کو اندر جانے کی ممانعت ہے۔ ہمارے رہبر نے کہا یہ لوگ مسلمان ہیں۔ مگر نگہبان کو یقین نہیں آتا تھا۔ ہم نے پاسپورٹ بتائے اور کلمہ بھی پڑھا۔ تب اندر جانے کی اجازت ہوئی۔ ترجمان چونکہ عیسائی تھا اسکو باہر ہی ٹھہرنا پڑا۔ اندر زائرین کا مجمع تھا۔ مسجد اور مزارات ایک ہی عمارت میں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور انکی بیوی حضرت سارہ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت اسحٰقؑ اور انکی بیویوں کے مزارات یہیں ہیں۔ عمارت کے باہر ایک دو منزلہ مکان میں حضرت یوسفؑ کا مزار ہے۔ نماز عصر کا وقت تھا۔ جماعت میں ہم بھی شریک ہوئے۔ رواج کے مطابق یہاں کے مجاوروں کو کچھ دیا۔ یہ لوگ زائرین کو گھیر لیتے ہیں۔ اور پریشان کرتے ہیں۔ بعد نماز ایک صاحب ملے جو کسی قدر اُردو جانتے تھے۔ ان کا اُردو جاننا ہمارے لئے موجب پریشانی ثابت ہوا۔ کچھ رقمی امداد کے خواستگار تھے۔ ہندوستان کے سیاسی حالات پر گرم جوشی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ گاندھی جی کے متعلق سوالات کرکے ہماری رائے پوچھنے لگے۔ ہم نے ٹالنے کی خاطر کہدیا کہ بہت دنوں سے ہندوستانی اخبارات نہیں دیکھے۔ اس لئے کچھ معلوم نہیں۔ مگر یہ حضرت پیچھے پڑ گئے۔ کہ کچھ نہ کچھ ضرور بتائیے۔ موٹر میں سوار ہونے کے بعد ان سے نجات ملی۔

بیت اللحم...... واپسی میں بیت اللحم گئے۔ یہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ کی پیدایش کا مقام ہے یہاں کثیر تعداد میں یوروپین سیاح ہم کو ملے۔ حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے مقام پر قدیم وضع کا گرجا بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ دنیا میں اس سے قدیم کوئی گرجا نہیں۔ دروازہ اسکا اسقدر نیچا ہے کہ جھک کر اندر جانا پڑتا ہے اندھیرے کی مصیبت یہاں بھی ہے۔ گرجا کے اندر متعدد کمرے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی پیدایش کا مقام ایک چھوٹے سے کمرے میں تبلایا جاتا ہے۔ جس میں سنگ مرمر کا فرش ہے۔ دیواروں پر نقش و نگار کے آثار نمایاں ہیں۔

گرجا کے قریب پہاڑ کے دامن میں ایک غار ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بی بی مریم اور حضرت عیسیٰ نے

یہاں چھپا تھا۔ اس وقت حضرت مریمؑ کے دودھ کا ایک قطرہ یہاں گر گیا۔ عیسائی مٹی کو متبرک خیال کرتے ہیں اور عقیدہ ہے کہ اس میں دودھ بڑھنے کی تاثیر ہے۔

بیت المقدس کے شمال مغرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں النبی سموئیل ہے۔ یہاں حضرت اسمٰعیلؑ کا مزار ہے عمارت معمولی ہے لیکن قریب کے مینار پر سے اطراف کا منظر دلکش ہے۔

آبادی: بیت المقدس کی آبادی (۷۰۰۰۰) ستر ہزار سے کچھ اوپر ہوگی۔ شہر میں یہودیوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن اطراف و اکناف میں مسلمانوں کی کثرت ہے شہر کے چاروں طرف ایک قدیم فصیل شکستہ حالت میں ہے۔ جس کی بلندی چالیس فٹ کے قریب ہوگی اس میں آٹھ دروازے اور متعدد برج ہیں۔ دروازوں کے نام یہ ہیں۔ باب السلطان عبدالمجید۔ باب الخلیل۔ باب العمود۔ باب الظاہری۔ باب العصیات۔ باب المغربی۔ باب النبی داؤد اور باب الدہر۔ شہر کا اصل حصہ قدیم حالت میں ہے۔

تنگ راستوں کے دونوں طرف پتھر کے مکانات ہیں۔ سنگ بستہ سڑک امتداد زمانہ کی وجہ سے ناہموار ہوگئی ہے۔ اکثر گلیاں اوپر سے پٹی ہوئی ہیں۔ کہیں کہیں روشنی کے لیے کھول دیا ہے۔ شہر کا محل وقوع چند پہاڑیوں پر ہے۔ جن کی وجہ سے نشیب و فراز ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ انتہائی بلندی سطح سمندر سے (۲۶۰۰) ڈھائی ہزار فٹ کے قریب ہوگی۔ قرب و جوار میں غربا کے مکانات مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ جن کی چھتیں دھابین کی ہیں۔ کاروبار زیادہ تر یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ انگریزوں کا اثر قایم ہونے کے بعد سے تجارت میں ترقی ہوگئی۔ یورپ اور امریکہ کے سیاح بکثرت آنے لگے ہیں۔ دوکانیں ہمہ قسم کے سامان سے مالا مال ہیں۔ سیپ اور زیتون کی لکڑی کا سامان یہاں اچھا بنتا ہے۔ بازاروں میں مختلف اقوام کے لوگ مختلف لباس میں نظر آتے ہیں۔ مذہب کے پابند یہودی داڑھی اور زلفیں رکھتے ہیں۔ اور اونچی اونچی ٹوپیاں خاص قسم کی پہنتے ہیں۔ لوگ عام طور پر لمبے لمبے چوغے پہنتے اور کمر کے اطراف پٹکہ باندھتے ہیں۔ ترکی ٹوپی کا رواج زیادہ ہے۔ مسلمان عورتیں نقاب پوش ہوکر بازاروں میں نکلتی ہیں۔ ان کا پردہ مصر کی عورتوں کی نسبت زیادہ گہرا ہے باہر سے چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔ عورتیں بے تکلف کاروبار میں رہتی ہیں۔ کیا خوب ہو جو ہندوستان میں بھی اس قسم کا پردہ رائج ہو جائے۔ اور موجودہ چار دیواری کے پردے سے ہمارے ملک کی عورتیں نجات پائیں۔ اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہندوستان میں مذاہب کے اختلاف کی وجہ سے چار دیواری کا پردہ مناسب ہے مگر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ دلیل نہایت کمزور ہے۔ ان ممالک اسلامی میں بھی جہاں نقاب کا رواج ہے۔ غیر مسلم اقوام کثرت سے آباد ہیں۔ مسلمان عورتیں بلا کسی خوف و خطر کے کاروبار کرتی رہتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ قدامت پسند ہیں قدیم رواج کو قایم رکھنے کے لیے اس کی تائید میں کوئی نہ کوئی دلیل پیدا کر لیتے ہیں۔ لیکن زمانہ کی رفتار اپنا اثر قایم کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ایک روز وہ بھی آئے گا کہ ہماری

عورتیں چار دیواری سے باہر نکل جائیں گی۔ بحالت موجودہ پردہ کی جکڑ بندی نے انکی صحت کو خراب کر دیا ہے اور روشنی و تازہ ہوا سے بالکل محروم ہیں۔ ماسوا اس کے روزمرہ کے کام کاج میں ہر وقت دوسروں کی امداد کی محتاج رہتی ہیں خود کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔

بحر لوط۔۔ شہر سے کچھ فاصلہ پر بحر لوط ہے یہ سمندر تقریباً ۴۷ میل لمبا اور دس میل چوڑا ہے۔ پانی اس کا اس قدر کھاری ہے کہ مچھلی اس میں زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ اس کے کنارہ پر کاشت ہو سکتی ہے۔ انگریزی لوگ اس سمندر سے مچھلی نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

قومی عناد۔۔ جس روز ہم بیت المقدس پہنچے عیسائیوں اور مسلمانوں کی دکانیں عام طور پر بند تھیں معلوم ہوا کہ یہودیوں کے ساتھ جو جھگڑا ہوا تھا اس کی یادگار میں ہڑتال ہے۔ افسوس ہے کہ قومی عناد روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ ایک روز بازار میں ایک اجنبی شخص نے راستہ روک کر مجھ سے سلام علیک کی اور سوال کیا کہ تم مسلمان ہو۔ میں نے جواب میں کہا "الحمد للہ" اور دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوں لیکن ہم لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہتا تھا کہ افسوس ہے کہ گذشتہ جھگڑے میں صرف پانچ سو یہودی مارے گئے۔ کم از کم پانچ ہزار تو مارے جاتے میں نے اس کے ساتھ مزید گفتگو کرنا مناسب خیال نہیں کیا اور اس کو ٹال دیا۔ اصل یہ ہے کہ یہودیوں نے جو اثر موجودہ حکومت میں قایم کر لیا ہے۔ اس سے عیسائی اور مسلمان دونوں خائف ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ خود ان کے حقوق معرض خطر میں پڑ گئے ہیں۔ یہودیوں کا تمول اس موقع پر بہت کچھ کام کر رہا ہے۔ دنیا میں روپیہ ہی تو اصل چیز ہے۔ اس سے بڑے بڑے کام نکل آتے ہیں۔ یہاں کے عیسائی اور مسلمان مفلس ہیں۔ لہذا فریق اکثر باتوں میں بازی لیجاتا ہے۔ شہر کے اندر آبادی بھی یہودیوں کی زیادہ ہے۔ پھر بھی کبھی موقع آجاتا ہے مسلمان اپنے قوت بازو کو استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرتے اور شبانہ روز بارگاہ خداوندی میں دست بدعا رہتے ہیں ؎

اے کریمی کہ از خزانۂ غیب　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستان را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمنان نظر داری

زاویۃ الہنود۔۔ ۱۹ ارمئی کو ہمارا قیام اس شہر میں ختم ہوا۔ ہندوستانی مسافروں کے واسطے ہوٹل میں قیام ناپسند کرتے ہیں ایک مناسب مقام حرم شریف کے قریب ہے جس کو زاویۃ الہنود کہتے ہیں۔ اصل میں یہ حضرت بابا فرید شکر گنج کا تکیہ ہے۔ ایک ہندوستانی بزرگ ناظر حسن نامی شیخ زاویہ ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے دو پونڈ ماہانہ۔ مجلس شرعیہ سے ساڑھے گیارہ پونڈ اور اوقاف سے تقریباً چار پونڈ۔ اس طرح ماہانہ سترہ پونڈ کے قریب اس زاویہ کی آمدنی ہے شیخ الزاویہ چونکہ باسلیقہ آدمی ہیں۔ اس قلیل آمدنی میں انتظام اچھا رکھے

سکہ یہاں کا خاص ہے۔ لیکن مصری اور انگریزی سکہ بھی چلتا ہے۔

بیت المقدس سے دمشق کو روانگی ... بیت المقدس سے دمشق ریل کے علاوہ موٹر کے ذریعہ بھی جاسکتے ہیں سڑک اعلیٰ درجہ کی بنی ہے۔ انگریزی حدود میں اس سڑک پر ڈامبر ڈالا جا رہا ہے۔ ہم نے موٹر کا سفر اختیار کیا کیونکہ سواری اپنے قابو کی ہے اور مناظر کی سیر بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے۔ ایک موٹر پانچ نشست والی کرایہ پر لے لی (۴½) ساڑھے چار پونڈ کرایہ مقرر ہوا بیت المقدس سے دمشق کا فاصلہ ایک سو تیس میل ہے پروگرام صبح آٹھ بجے روانہ ہونے کا تھا۔ موٹر بھی ٹھیک وقت پر آئی ہم لوگ سامان رکھنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ چند انگریزی پولیس کے افسر سامنے سے گزرے۔ موٹر کے نمبر پر انکی نظر پڑی۔ انہوں نے موٹر والے سے عربی میں کچھ دریافت کیا اس کے بعد موٹر سوار ہو کر کہیں چلے گئے۔ موٹر والے نے اشارہ سے کہا کہ ابھی آتا ہوں۔ ہم حیرت میں تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ کچھ دیر انتظار کے بعد ہوٹل کے منیجر نے پولیس کے دفتر کو ٹیلیفون دیا۔ معلوم ہوا کہ موٹر لبنان کی ہے۔ غیر علاقہ کی موٹر بیت المقدس میں آٹھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ٹھیر سکتی۔ یہ موٹر دو روز سے ٹھیری ہوئی تھی۔ اس لئے ایک پونڈ جرمانہ دینا پڑا۔ جرمانہ ادا کرکے شوفر صاحب موٹر لیکر آئے۔ نو بجے کے قریب ہم روانہ ہوئے۔ راستہ میں مناظر قدرتی دلکش تھے۔ پہاڑوں کے ڈھلاؤ پر کاشت کا انتظام بہت خوب ہے۔ پانی کو روکنے کے لئے کیاریاں درجہ بدرجہ اس طرح بناتے ہیں کہ دور سے یہ منظر بھی خوشنما ہوتا ہے۔ پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سے گزر ہوا۔

موٹر کی تیز رفتاری ... شوفر کی لاپروائی سے کسی قدر تشویش پیدا ہوئی مخدوش مقامات پر موٹر تیز چلاتا تھا۔ ہم اس کو بہت روکتے تھے لیکن وہ مذاق اڑا دیتا تھا۔ زبان نہ جاننے کی وجہ سے اشاروں میں بات چیت ہوتی تھی آدمی خوش مذاق تھا۔ اس کے پاس رفیق بیگ بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتاً نہ معلوم کیا خیال آیا کہ بڑی پھرتی کے ساتھ رفیق بیگ کے سر سے انگریزی ہیٹ اتار کر خود پہن لی اور اپنی ترکی ٹوپی ان کو پہنا دی موٹر جا رہی تھی تیز۔ شوفر کی اس حرکت سے بیلنس خراب ہو گیا۔ موقع سڑک کا نہایت نازک تھا۔ ایک جانب گہرے گہرے غار تھے سڑک بھی زیادہ چوڑی نہ تھی۔ ہم تو یہ سمجھے کہ خاتمہ ہو گیا مگر خدا کا شکر ہے کہ شوفر نے بہت خوبی کے ساتھ حادثہ کو بچا لیا اور تعریف یہ ہے کہ بالکل متاثر نہ ہوا۔ بلکہ ہماری پریشانی دیکھکر زور زور سے ہنستا تھا۔

الناصرہ۔ ملیحہ کے قریب ایک قصبہ میں پہونچے جسکو عربی میں الناصرہ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ کی نوعمری کا زمانہ یہیں گزرا تھا مردم شماری (۱۵۰۰۰) پندرہ ہزار سے اوپر بتلائی جاتی ہے۔ ایک رستوران میں کھانا کھایا۔ دوکان معمولی تھی مالک اسکا یہودی ہے۔ خود الگ بیٹھا رہا مگر اس کی عورت سب کام کرتی تھی کھانا مانگنے میں زبان کی وجہ سے مشکل ہوئی۔ عورت کو خوب سوجھی کہ ہم کو باورچیخانہ میں لیگئی کہ جو چیز پسند ہو بتلا دو۔ کھانا چنداں برا نہ تھا۔

چمپا کی گڑیا

از ڈاکٹر اعظم کریوی سابق یہ اکبر الہ آباد

میں اپنی استانی جی کو بہت چاہتی تھی پھر بھی کبھی کبھی وہ مجھے بہت پریشان کرتیں ایک بار میں نے کہا۔
"استانی جی! آج میرے منی چچا آئیں گے مجھے اب چھٹی دیدو"
استانی جی- "بس بس چمپی! اتنی جلدی کیوں مچاتی ہے! تیرے چچا بھاگ نہیں جائیں گے۔ تو نے کہہ اور سنا ہے تیرے چچا کونسل کے ممبر ہو گئے ہیں اب وہ قانون بنایا کریں گے"
میں نے پوچھا- "قانون کیسے بنتا ہے؟"
استانی- "قانون ہی کے ڈر سے تو چور چوری نہیں کرنے پاتے اگر قانون نہ ہوتا تو بڑی پریشانی ہوتی"
"اچھا بس بس اب میں سمجھ گئی۔ میں بھی کوئی قانون بنواؤں گی"
جب میں گھر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ منی چچا بیٹھے ہیں بس دیکھتے ہی وہ میری طرف جھکے اور میں دوڑ کر ان کی گود میں بیٹھ گئی۔ میرے منی چچا بڑے اچھے ہیں۔ وہ مجھے اچھے اچھے کھلونے اور مٹھائی لاکے دیتے ہیں"
میں نے کہا "چاچا! تم قانون بناؤ گے۔ بہت اچھی بات ہے۔ میرے لئے بھی ایک قانون بنا دو"
چچا ہنسنے لگے اور بولے "تم کونسا قانون بنوانا چاہتی ہو؟ چمپی!"
"ابھی چور- بدمعاش والا نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ کھلونے کوئی مہنگے نہ بیچنے پائے۔ ایک پیسہ میں ایک بڑی سی "ببیا" آجایا کرے۔ "ببیا" جانتے ہو کسے کہتے ہیں وہی بڑی سی ولایتی گڑیا جو اپنی آنکھیں کھولتی اور بند کرتی ہے اور پیٹ دباؤ تو "چیں!" "چیں" بولتی ہے۔ تو سمجھ گئے نہ! بس تو انہیں کو سستی کرا دو" "تم قانون کیسے بناتے" کہا
"قانون بنانا کوئی آسان کھیل نہیں ہے۔ پہلے تم کو ایک بل بنانا ہوگا"
"کیسا بل؟ بل میں تو چوہے رہتے ہیں"
چچا ہنس کر بولے "اری پگلی! وہ بل نہیں- اس بل کو کاغذ پر لکھنا پڑتا ہے"
"تو میں کاغذ پہ لکھ دوں"
"ہاں ہاں! پھر اس پر بہت سے آدمیوں کے دستخط کرانے پڑیں گے تب وہ کونسل میں پیش ہوگا اور جب سب ممبر آن سے مان لیں گے تب کہیں وہ بل منظور ہوگا اور قانون بنے گا"

"ارے اتنا گھبرا! خیر کوئی بات نہیں بل تو میں لکھ دوں گی باقی سب کام تم کرا لینا۔"

"چچا جی! اب پھر کب آؤ گے؟"

"ابھی تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جلدی ہی آنے کی کوشش کرونگا۔"

ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہاں پر چندر کلا آگئی۔ چندر کلا کو دیکھتے ہی چچا جی کچھ چونک سے پڑے وہ بھی چچا جی کو دیکھکر کچھ سٹ پٹا سی گئی۔ چچا نے اماں سے پوچھا۔" یہ کون ہے؟"

اماں نے جواب دیا۔" ابھی سے تم چندر کلا کو بھول گئے۔ یہ منوہر لال جی کی بیٹی چندر کلا ہے۔ دہرہ دون میں پڑھتی تھی اسی سال انٹرنس کا امتحان دیا ہے کل ہی تو ماں کے ساتھ دہلی سے یہاں آئی ہے۔"

چچا جی نے یہ سنکر پھر ایک مرتبہ نیچی نظروں سے چندر کلا کو دیکھا۔ میری اماں نے چندر کلا سے کہا۔" بیٹھ جاؤ بیٹی! کھڑی کیوں ہو؟"

میں نے کہا۔" چندر کلا موسی! ادھر آؤ میں تمہاری ملاقات موتی چچا سے کرا دوں۔" لیکن چندر کلا مانٹ شیری الماری سے ایک کتاب نکال کر باہر چلی گئی۔

میں نے چچا جی سے کہا۔" موسی تم سے لجاتی ہے چچا جی!"

اماں نے ڈانٹ کر کہا۔" چپ بک بک نہ کر چپ رہ۔"

میں روتی سی ہو گئی میں نے کہا۔" نہیں اماں! اب میں شور نہ مچاؤں گی۔"

چچا جی اُٹھ کھڑے ہوئے اور میرا منہ چوم کر چلے گئے۔ میں نے کہا۔" کل ضرور آنا چچا جی!" وہ بولے" اچھا"

چچا جی کے جانے کے بعد میں کاغذ۔ قلم اور دوات لیکر بیٹھ گئی اور ایک بل لکھکر الماری میں حفاظت سے رکھدیا۔

(۲)

دوسرے دن جب چچا جی آئے تو میں انکے پاس اپنے گڈے کے ہاتھ میں بل کو چپکا کرکے گئی۔ میرے گڈے کو دیکھکر چچا جی بولے۔" ارہو۔ یہ تمہارا گڈا تو بہت اچھا ہے کیا تم مجھے اسے دکھانے لائی ہو؟"

میں نے کہا۔" جی نہیں۔ یہ تو میرا بل ہے۔ وہی قانون بنانے کا بل۔"

چچا جی نے میرے ہاتھ سے گڈے کو لیلیا اور کہنے لگے۔" واہ! واہ! بڑی عقلمند لڑکی ہے۔ گڈے کے ہاتھ میں گویا عرضی ہے اس میں لکھا ہے۔" کھلونے سستے کر دو! ایک پیسہ میں ایک ببیا۔ ایک پیسہ میں ایک گڑیا۔"

چچا جی نے سب کو وہ بل دکھایا سب ہنسنے لگے۔ میں نے پوچھا۔" موتی چچا! یہ بل اچھا ہے نہ؟"

"بہت اچھا! بہت اچھا! سب مطلب نکل آتا ہے۔ ایسے قانون کی تو بہت ضرورت ہے۔"

میں خوشی کے مارے تالیاں بجانے لگی میں نے کہا۔" ارہو! اب قانون بن جائے گا۔ چچا کب بنے گا؟"

کل یا پرسوں؟ پرسوں مجھکو ایک پیسہ ملے گا۔"

"اتنی جلدی نہیں۔ میں ذرا اور لوگوں سے بھی مل کر ان کو اپنا ساتھی بنا لوں۔"

"چندر کلا موسی سے ملو۔ وہ بہت پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ اچھی اچھی کہانیاں سناتی ہے۔"

میری بات سنکر بابوجی اور اماں دونوں ہنسنے لگے۔

بابوجی بولے۔ "ہاں ہاں! چندر کلا سے تو ضرور پوچھنا چاہیے۔ چھبی تو اب یہاں سے جا۔"

میں سوچنے لگی۔ "موتی چچا سے چندر کلا موسی کیوں شرماتی ہے اور چچاجی اس کی طرف نیچی نظروں سے کیوں دیکھتے ہیں۔" اس کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہ آئی۔ جب میں استانی جی کے پاس پہنچی تو میں نے پوچھا کیوں استانی جی! چندر کلا موسی موتی چچا کی کیا لگتی ہے؟ وہ موتی چچا کو دیکھکر کیوں شرما جاتی ہے موتی چچا تو اسے خوب دیکھتے ہیں لیکن کچھ زبان سے نہیں کہتے۔"

استانی جی بولیں۔ "بولیں گے کیوں نہیں! ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے تب چندر کلا تمہاری چچی ہو جائے گی۔ وہ بہت امیر کی لڑکی ہے اسی سے تمہارے چچا اس سے ڈر کے مارے نہیں بولتے۔ لیکن چندر کلا بہت اچھی لڑکی ہے۔ دونوں کی جوڑی اچھی ہے۔"

میں نے استانی جی سے کچھ بگڑ کر کہا۔ "موتی چچا کسی سے نہیں ڈرتے۔ چندر کلا موسی کیا کوئی ہوا ہے؟"

اس کے دوسرے دن کی بات ہے۔ شام کا وقت تھا جب میں اپنے باغیچہ میں ہوا کھانے گئی تو میں نے دیکھا کہ موتی چچا کھڑے ہوئے چندر کلا سے کچھ باتیں کر رہے ہیں اماں جی ان کی باتیں سن رہی تھیں۔ میں ذرا آگے پاس پہنچ گئی اور چچا جی سے کہا۔ "یہ دیکھو میری صندوقچی میں بہت سے پیسے ہیں۔"

موتی چچا بولے۔ "تم تو بہت امیر ہو۔ سچ سچ تم سے تو مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔" مجھے یہ سنکر بہت افسوس ہوا اور میں نے کہا۔ "تب تو استانی جی کا کہنا سچ ہوا۔ وہ کہتی تھیں کہ تم بڑے ڈرپوک ہو۔"

موتی چچا سناٹے میں آگئے۔ میری طرف تاکتے ہوئے بولے۔ "تمہاری استانی جی نے کیا سچ سچ ایسا ہی کہا؟"

"جی ہاں! انہوں نے یہ کہا تھا کہ تم چندر کلا موسی سے ڈرتے ہو۔ موسی بھی تو بہت امیر ہیں نہ؟"

چچا جی کا چہرہ پھیکا سفید سا ہو گیا وہ گھبرا کر بولے۔ "تو میں ڈرپوک کیسے ہوا؟"

میں تو ایسا ہی سمجھتی ہوں۔ تم چندر کلا سے نہ ڈرا کرو خوب جی کھول کر باتیں کیا کرو۔ وہ امیر ہوئی تو کیا ہوا میں بھی تو امیر ہوں۔ چندر کلا موسی اچھا تم بتاؤ کہ موتی چچا کو ڈرپوک تو نہیں سمجھتی ہو؟"

چندر کلا نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں نہیں! میں ایسا کیوں سمجھنے لگی۔"

چچا بولے۔ "ہاں ایک لحاظ سے تو چھبی کا خیال درست ہے۔ میں کچھ کچھ تو ضرور ڈرتا ہوں۔"

چندر کلا موسی نے شرما کر سر نیچا کر لیا۔ اماں نے مجھ سے کہا "ہٹ جا یہاں سے تو بڑی چلبلی ہے۔"
میں نے کہا۔ "نہیں اماں! تم نہیں جانتی ہو۔ چچا جی موسی سے شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کو ڈر لگتا ہے"
اماں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔
میں نے کہا۔ "منی چچا! تم مت ڈرو۔ تمہارا بیاہ کرا دوں گی۔ میری موسی کرنی "ہوا" نہیں ہے جو تم کو کھا لے گی۔ دونوں کی جوڑی بہت اچھی لگے گی۔"
اماں پھر زور سے ہنسنے لگیں۔ چندر کلا گھبرا کر وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔
چچا نے مجھے گود میں اٹھا کر میرا منہ چوم لیا۔ میں نے پوچھا۔ "موسی کیوں بھاگ گئیں؟"
چچا نے جواب دیا۔ "اب تو تم کو معلوم ہو گیا کہ میں ان سے نہیں ڈرتا بلکہ تمہاری موسی ہی مجھ سے ڈرتی ہیں۔"
"اب میں ان کو سمجھا دوں گی ماں یہ تو بتاؤ منی "چاچا" کہ جب چندر کلا موسی سے تمہارا بیاہ ہو جائے گا تو میں ان کو "چاچی" کہا کروں گی نا؟"
چچا بھی ہنسنے لگے۔ اسی وقت بابو جی بھی وہاں آ گئے میری اماں نے انہیں میری تمام باتیں کہہ دیں۔ بابو جی نے چچا سے کہا۔ "مبارک ہو! چھپی نے تم دونوں کا بیاہ کرا دیا۔ میں آج ہی چندر کلا کے پتا کو خط بھیجتا ہوں۔
اسی دن میرے بابو جی نے خط بھیجا اس کے دو ایک دن کے بعد موسی چندر کلا گھر چلی گئیں رخصت کے وقت انہوں نے میرے گال چوم چوم کے لال کر دئے۔
کچھ دنوں کے بعد منی چچا کا بیاہ چندر کلا کے ساتھ بیاہ ہو گیا۔ دونوں نے مجھے بہت بڑے بڑے گڈے دئے دونوں گڈے آنکھیں مٹکا مٹکا کر ہنسا کرتے ہیں۔ پیٹ دباؤ تو ٹیں ٹیں کر کے رو بھی دیتے ہیں۔ اب میں چندر کلا موسی کو "چاچی" کہا کرتی ہوں۔
(آزاد ترجمہ از گلپ لیری)

جذبہ بے انتہا

گو اسکی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں آنسو نہ تھے لیکن اسکے سینے میں انتقام کا دریا موجزن تھا اسکے دل میں غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی اور اسکی رگوں میں شاہی خون کھول رہا تھا وہ اپنے مالک اپنے رفیق زندگی کا بدلہ لینا چاہتی تھی جسے دشمنوں نے فریب دیکر قتل کر ڈالا تھا۔ یہ ایک خستہ جگر نازنین تھی جو کسی شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اسکا چہرہ تمتما رہا تھا اسکے باریک ہونٹ لالہ احمر کے مانند سرخ تھے اسکے گیسو دل آویز اسکے چہرے کے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے شدت غم سے اسکے آنسو خشک تھے اور وہ لرزہ براندام تھی۔
اسکے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک معصوم سات سالہ لڑکا دوڑ کر اپنی ماں سے لپٹ گیا اور کہا "اماں اگر میں زندہ رہا تو اپنے باپ کا بدلہ لونگا" یہ الفاظ سنتے ہی اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی نہر کے مانند بہنے لگیں اسنے اپنے جگر کے ٹکڑے اپنے شوہر کی بہترین یادگار کو گود میں اٹھا لیا اور اسکے چہرے کو گرم گرم آنسوؤں سے تر کر دیا۔
(ترجمہ از انگریزی)　　طاہرہ گلنار بیگم بمبئی

ایک باہمت لڑکی

محترمہ بہن بیگم حفاظت علی صاحبہ کا مضمون بہ عنوان ہمتِ عصمت کے تازہ پرچہ میں دیکھ کر ایک سچا واقعہ یاد آگیا ہے قلم بند کرتی ہوں۔

ہمارے قصبہ کے ایک مسلمان کاشتکار کے گھر میں ایک شب ڈاکو آگئے۔ اس روز انکی والدہ اور بڑی بہن کسی رشتہ دار کے ہاں گئی ہوئی تھیں اور کاشتکار صاحب بھی کھیت پر تھے گھر میں صرف انکی دو بہنیں تھیں ایک شادی شدہ جس کا بچہ دو سال کا تھا دوسری کنواری تھیں۔ موسم گرم تھا اس لئے بچہ کو دالان میں گہوارہ میں سُلا کر دونوں صحن میں چارپائی بچھا بے خبر پڑکر سوگئیں۔

جب آدھی رات گذر گئی تو چھوٹی بہن بیدار ہوئی اور پانی لینے کے لئے دالان میں گئی تو کیا دیکھتی ہے ایک بلند قامت قوی الجثہ آدمی اندھیرے میں کھڑا دیا سلائی سلگا کر دیوار میں لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک اور سیاہ فام آدمی ہے جس سے وہ آہستہ سے کہہ رہا ہے کہ "ابھی تو ایک بجا ہے جلدی کیوں کریں اور مفت میں گرفتار ہوں۔ ہوشیاری سے کام کرنا چاہیئے"

اتنا دیکھنا تھا کہ بیچاری کے ہوش اُڑ گئے۔ مارے خوف کے کچھ دیر تک سہمی رہی۔ مگر فوراً ہی سنبھل گئی۔ اور ہمت کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اُلٹے پاؤں بہن کے پاس لوٹی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی ایک کمرہ میں جا گھسی اور دروازہ بند کر کے تالہ لگا دیا۔ چوروں نے جو دروازہ کی آہٹ سنی تو چونک پڑے اور کچھ گھبرانے سے لگے۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر دلیر لڑکی نے بہ آوازِ بلند چوروں کو ڈانٹا اور کہا کہ "کیوں بدمعاشو! ابھی چلے جاؤ ورنہ تمھارے جان کی خیر نہیں۔ کیا تم نے بھائی جان کو دیوانخانے میں سوتے ہوئے نہیں دیکھا! ابھی جو انکو یہیں سے پکاروں تو وہ بندوق لے کر آن پہونچیں گے۔ اور تم یہاں آنے کا مزہ اچھی طرح چکھ لوگے"

اتنا کہہ کر دیوانخانے میں گئی اور ایک لٹکی ہوئی زنجیر کو اس طرح جنبش دی کہ گویا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ آواز سنتے ہی چور گھبرا گئے کیونکہ یہ عام طور پر بزدل ہوتے ہیں بس خوف زدہ ہو کر ڈاکو اسی وقت بھاگ گئے۔

اس لڑکی نے مصیبت کے وقت بھی اپنی عقل کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ ایسے موقع پر جو مرد اپنے آپ کو بہادر کہتے ہیں لُٹ جاتے ہیں مگر اس بہادر لڑکی نے ہمت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مردانہ دلیری کا ثبوت دیا واقعی ہمت کی بدولت بڑے بڑے قلعے فتح ہوتے ہیں اور بڑی بڑی مشکلات پر ہمت ہی سے انسان غالب آسکتا ہے۔

راشدہ مجید النساء

علامہ راشد الخیری مدظلہ کے تاریخی ناول

مولانا راشد الخیری نے اردو زبان کی جو خدمت اپنے قلم سے کی ہے اُس کے متعلق وقتاً فوقتاً مختلف اخباروں اور رسالوں میں تبصرے ہوتے رہے ہیں لیکن ان کا زیادہ حصہ انکی عام ادبی کوشش اور بالخصوص نسوانی لٹریچر کے متعلق مخصوص رہا ہے۔ مولانا نے تاریخی فسانہ نگاری کی طرف بھی توجہ کی ہے اور عروس کربلا، محبوبہ خداوند، ودر شہوار، آئین شام، شہنشاہ کا فیصلہ، اندلس کی شاہزادی، امین کا دم واپسیں، منظر طرابلس، وغیرہ وغیرہ انکے معروف تاریخی شہپارے ہیں۔ مولانا کی ادبی جولانگاہ کا یہ گوشہ ایسا ہے کہ اس کے متعلق کتابیں لکھی جا سکتی ہیں لیکن نہ تو یہاں اسکا موقعہ ہے اور نہ صحبت کی محدود وسعتیں اس بات کی اجازت دینگی۔ اِس مضمون کی ترتیب یہ ہے کہ فن تنقید کے اصولوں کی قدرے وضاحت سے تاریخی ناولوں کے متعلق ناول کی جائے اور یہ دکھایا جائے کہ ان کا تعلق مولانا کے تاریخی ناولوں سے کیا ہے۔ گویا ایک سرسری تبصرہ ہوگا۔

تنقید کے متعلق یہ ایک عام اُصول ہے کہ زیر تنقید مباحث کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور تاریخی ناولوں کے سلسلہ میں یہ تقسیم پلاٹ کی تاریخی واقعیت اور اصلیت کی بنا پر ہوگی۔ لیکن اس موقع پر کوئی ضرورت اس بات کی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مولانا کے تمام تر ناول ایک اُصول پر لکھے گئے ہیں اور تاریخی واقعیت کا معیار تمام تر ایک ہی ہے۔

تنقید و تبصرہ کے لئے ضروری ہے کہ ہر تصنیف صاحب تصنیف کے مقصد بیان کو زیر غور رکھکر زیر بحث لائی جائے۔ "رزم بزم" کے مصنف پر غیر فطری ہونے کا الزام اور مظفر حسین اظہر دہلوی کے فسانوں پر خشک ہونے کا الزام نامناسب ہوگا۔ ممکن ہے یہ دونوں مصنف اپنی اِنتہا پسندی کی وجہ سے مقبول نہ ہوں لیکن اپنے مقصد بیان کے لحاظ سے وہ قابل اعتراض نہیں ہیں۔ مختلف قسم کی تصانیف کے لئے مختلف معیار قائم کرنا ضروری ہے اور سب پر ایک ہی اُصول کے ماتحت بحث نہیں کی جا سکتی۔ رومان میں تاریخی صحت کی جستجو اور تاریخ میں رومانیت کی تلاش عبث ہے۔ تاریخی ناولوں کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ تاریخی واقعات کو نئے اسلوب بیان میں پیش کیا جائے بلکہ مصنف یہ چاہتا ہے کہ ناظرین کا دماغ اس کے مخصوص نظریہ کو جو وہ اس ناول کے ذریعہ پیش کرنا چاہتا ہے قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔ تاریخی واقعات اور تاریخی کیرکٹر سے چونکہ ناظرین عموماً مانوس ہوتے ہیں اس لئے وہ رفتہ رفتہ مصنف کے مطالب کی گرفت کرتے جاتے ہیں۔ اور رومانیت کی دلچسپی اسپر مزید اضافہ ہوتی ہے۔ تاریخی

ناول میں رومانیت داخل کرنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کی قوت تنقید [illegible]
ہیں۔ مولانا نے [illegible] تاریخی حیثیت کو [illegible]
اصل موضوع یعنی اسلام کی [illegible] خلافت کے اسباب اور [illegible] کرتے ہیں۔
ضرورت تھی کہ مولانا کے ان نظریات پر روشن خیالی سے واقعیت اور عملیت کا رنگ چڑھایا جاتا۔ تاریخی
کردار کے [illegible] طرح نظر آتے ہیں۔ اس تصنیف میں ناول مصنف کا مطلب اگر
یہ تھا کہ تاریخی کیرکٹر کی اہمیت کو واضح کیا جائے تو وہ اس مطلب کے لئے کسی معروف تاریخ کا جو کہ تاریخ اسلام میں
بہت نمایاں ہے انتخاب کرتے۔

فردوس کربلا میں مولانا بجائے اس کے کہ کسی خاص مطلب پر زور دیں۔ عہد یزیدی کے واقعات کا مرقع پیش
کرنا چاہتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کی حیثیت ایک معاشرتی ناول کے مصنف سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مسئلہ
کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرنے کے لئے جنگ و امن کے مناظر بہت ضروری تھے یہی ایک ذریعہ تھا جس کے
وسیلے سے موضوع بیان میں جان ڈالی جا سکتی تھی۔ ناول کے تاریخی کیرکٹر جو پیش کیے گئے انکی بھی یہاں وہی
حیثیت ہے۔ حضرت امام حسینؑ اور یزید اس کے سب سے زیادہ معروف کیرکٹر ہیں انکے نام داخل کرنے کی
سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا عام لوگوں سے تعلق دکھایا جائے اور انکا اثر جو پبلک زندگی پر پڑتا
تھا وہ واضح کر دیا جائے۔ ناول کی ابتدا کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ بنیاد قائم کرنے کے لئے مشہور و معروف تاریخی
واقعات سے مصالحہ تیار کیا جائے اور اس کے لیئے واقعہ کربلا سے بہتر کوئی دوسرا واقعہ نہ ہو سکتا تھا۔

دوسرا اہم مسئلہ فن تنقید کی نظروں میں یہ ہے کہ ناول کا اثر ناظرین پر کیا پڑتا ہے اور وہ پیش کردہ واقعات
کو قبول کرنے میں کہاں تک پس و پیش کرتے ہیں۔ عام طور پر تاریخی ناولوں میں صحت واقعہ کے متعلق زور نہیں
دیا جاتا ہے کیونکہ ناول کا مطلب جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اصول درایت و روایت کے مطابق
واقعات کا بیان نہیں ہوتا۔ لیکن اس بات کا خیال بہت ضروری ہوتا ہے کہ بہت مشہور و معروف
واقعات [illegible] تصرف نہ کیا جائے اور انکی صحت کو برقرار رکھا جائے کیونکہ اصل مطلب کے قبول ہونے کا
دارومدار انہی پر ہے۔

پڑھنے والے کی پسندیدگی اور غیر پسندیدگی کا انحصار خود اس کی اس موضوع کے متعلق اپنی واقفیت پر
ہے۔ اسلامی تاریخ کا ایک پروفیسر شرر کے ناول "رزم و بزم" کے واقعہ واقعہ پر چین بجبیں ہو جائے گا کیونکہ تاریخی واقعہ
سے معمولی انحراف بھی اس کی ذہنیت کے لیے ایک بار ہوگا۔ اس کی تاریخی قابلیت اسے ناول سے لطف اندوز
ہونے کی اہلیت سے محروم کر دیتی ہے۔ لیکن تاریخی ناولوں کے حسن و قبح کا امتحان اس پروفیسر کے معیار سے

کہ اول ایک زمانہ کا نام ماہتاب ہے ۱ جس میں شام اور منتظر طرابلس، مجربہ خانہ میں خلیفہ ہارون الرشید، بلکہ
زبیدہ خاتون اور محمود اور ابن کا ذکر، حضرت عمر فاروق کا بیان اور حضرت عثمانؓ کا تذکرہ اس بات کے لئے
کافی ہے کہ پڑھنے والے کو جو اس عہد کی عام تاریخ سے سطحی طور پر واقف ہے اس مطلب اور واقعات کو
قبول کرلینے پر آمادہ کرے۔ ایک معمولی شخص کی تاریخی واقفیت اسی حد تک محدود ہوتی ہے کہ اس کے
ذہن میں بڑی بڑی تاریخی شخصیت کے متعلق ایک مبہم یا مختصر رائے ہے۔ تفصیلی تاریخی صحت کی وہ اس وقت
تک پرواہ نہیں کرتا جب تک اس کی اپنی معمولی تاریخی واقفیت پر کوئی غیر معمولی اثر نہ پڑے۔ علامہ راشد الخیری
کے تمام تاریخی ناول فن تنقید کے اصول پر پورے اترتے ہیں۔ رزم بزم کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ مولانا شرر
نے معمولی تاریخی واقعات کی بھی اکثر صورت بدل ڈالی ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ تاریخی ناول کی زبان کا ہے۔ سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے کہ تاریخی کیریکٹر جو پیش کیے جاتے
ہیں انکی زبان کیا ہونی چاہیئے۔ مصنف خواہ وہ واقعیت اور صحت کا کتنا ہی لحاظ کرے اپنے کیریکٹر کی گفتار
اس زبان میں نہیں پیش کرسکتا جو اس کی اصلی زبان تھی۔ وہ مجبور ہے کہ ناظرین کو یہ سمجھنے پر مجبور کرے کہ ناول
میں اس کی گفتگو کا ترجمہ پیش کر رہا ہے جو اس موقع پر عمل میں آئی ہوگی جس کا بیان ناول کا موضوع ہے۔
اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گفتگو نقل کرنے کے موقع پر درمیان کلام میں گاہے بگاہے ایسے جملے اور فقرے داخل
کردیے جاتے ہیں جو واقعہ کی اصلیت پر زور دیں لیکن ناول نگار کامیابی کے ساتھ یہ اثر پیدا کرنا بہت مشکل امر
ہے اور اس میں ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ پڑھنے والا صحت واقعہ کی جستجو کرنے لگتا ہے کیونکہ اس کے دماغ پر
جو اثر پڑتا ہے کہ اس کے سامنے تاریخی واقعات کی محض تمثیل پیش کی جارہی ہے اس میں خلل پڑتا ہے۔ علامہ
راشد الخیری نے اس مشکل کو بہت آسانی سے حل کیا ہے۔ انکی زبان قلعہ معلیٰ کی زبان ہوتی ہے اور ان میں
غرض اندرون کی وہ چاشنی ہوتی ہے کہ پڑھنے والا اسی مزہ میں گرفتار رہتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ تاریخی
کیریکٹر اپنی گفتگو دہلی کی زبان میں پیش کررہے ہیں جو اس کی اپنی زبان ہے۔ دوسری زبان وہ اس حد تک
نہیں سمجھ سکتا ہے اور یہ سب سامان محض اس کی پسندیدگی کے لئے کیا گیا ہے۔ اب اس سے اندازہ آپ
خود ہی کیجئے کہ وہ مولانا کے ناولوں کو کہاں تک پسند کرے گا۔ ایک دوسری ترکیب جو مذکورہ وقت کے حل
کرنے میں مولانا نے استعمال فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تاریخی کیریکٹروں کے درمیان گفتگو کا
موقع بہت کم آئے۔ قدر شہوار میں یہ ترکیب بہت کامیاب رہی ہے اور کم و بیش انکے ہر تاریخی ناول
میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی لحاظ ضروری ہے کہ ناول کی
دلچسپی کا دارومدار بہت زیادہ ناول کی شخصیتوں کے درمیانی دو بدو گفتگو ہونے پر ہے۔ پڑھنے والے کی یہ

خواہش ہوتی ہے کہ وہ ان کو اپنے سامنے گفتگو کرتے ہوئے اسلئے مولانا نے اس کا خیال بھی کیا ہے کہ موقعہ کے مناسبت سے گفتگو کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ اس جگہ بھی مولانا کے طرزِ بیان میں ایک خوبی پائی جاتی ہے جس کی نظیر دوسری جگہ اس کامیابی کے ساتھ نہیں ملتی علامہ راشد الخیری دوران گفتگو میں کوئی ایسی بات نہیں داخل کرتے جس کا تعلق اس زمانہ کی عام بول چال اور طرز گفتگو سے ہو۔ اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کے دماغ پر جو فریب تخیل قایم ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ مولانا بھی سادی زبان میں گفتگو پیش کرتے ہیں۔ ان خاص ترکیبوں کا نباہنا بھی ایک مشکل کام تھا لیکن مولانا کامیابی کے ساتھ اسکا حل کرتے ہیں۔

کردار نگاری فسانہ نگاری کا ایک بہت اہم جز ہے کیونکہ مصنف کو اپنا مطلب پیش کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ تاریخی ناولوں میں یہ بات قدرے آسان ہو جاتی ہے۔ تاریخی شخصیتوں کے بالمقابل مختلف کیرکٹروں کی تخلیق آسان ہو جاتی ہے کیونکہ تاریخی کیرکٹر نمونہ کے طور پر دوسرے کیرکٹر پیدا کرنے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے علامہ راشد الخیری نے جو تاریخی کیرکٹر پیش کیے ہیں ان میں وہ کہاں تک کامیاب رہے ہیں۔ میں شروع ہی میں عرض کر چکی ہوں کہ اس مضمون کا مطلب تفصیلی نہیں بلکہ سرسری تبصرہ ہے۔ مولانا کی کردار نگاری ایک خاص موضوع ہے جس پر ایک مستقل مضمون زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا راشد الخیری اصل واقعات کے ہزاروں برس بعد لکھ رہے ہیں اور وہ کیا دوسرا کوئی شخص بھی انتہائی صحت اور کامیابی کے ساتھ ابتدائے عہد اسلام کے متعلق کردار نگاری نہیں کر سکتا۔ موجودہ موضوع بحث کے لحاظ سے تنقید کا یہ اصول اس بحث کو ختم کر دینے کے لئے کافی ہے کہ تاریخی شخصیتوں کی صحیح اور تفصیلی کردار نگاری تاریخی ناولوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ نوبت پنج روزہ جو مولانا کی نئی تصنیف تاریخی ناولوں میں شامل کی جا سکتی ہے کہ نہیں۔ فسانہ نگاری کے نقطۂ نظر سے نوبت پنج روزہ ناول نہیں کہی جا سکتی لیکن چونکہ تاریخی معاشرت نگاری کے لحاظ سے عہد حاضرہ کی یہ بہترین تصنیف ہے اور سلطنت دلی کے زوال کا فسانہ ہے اس لحاظ سے اسی سلسلہ میں اسکا ذکر بیجا نہ ہوگا۔ زبان اور تجزیہ نگاری (یعنی ٹریجڈی لکھنا) کے لحاظ سے یہ اپنی آپ نظیر ہے اور اس کے متعلق کچھ لکھنا بیکار ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے مولانا کا کمال واضح ہوا ہے انیسویں صدی کی اسلامی تہذیب کی یہ بہترین تصویر ہے۔ اس میں نہ تو تاریخی اصلیت سے گریز کیا گیا ہے اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ دلی کے سلطنت کے دم توڑتے اور خاندان مغلیہ کے آخری ہچکیاں لینے کے

منظر نے ... وہ اثر پیدا کر دیا ہے جو تاریخی ناولوں میں رومان داخل کرنے کا مقصد ہوتا ہے۔ اور پھر سارا ساتھ ... لبریز ہے۔

تنقید تبصرہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ کے روشن اور تاریک دونوں پہلوؤں پر غور کیا جائے۔ علامہ راشد الخیری کے تاریخی ناولوں میں فن کے لحاظ سے یہ کمی ہے کہ ان کے ناول کے ہیرو عموماً معمولی شخص ہوتے ہیں اور مشہور و معروف تاریخی اشخاص کو وہ ضمناً داخل کرتے ہیں۔ لیکن خاص اسلامی نقطہ نظر سے غور کرنے سے انکی یہ خصوصیت بھی متناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ مذہب اسلام میں محمود و ایاز کی تفریق نہیں ہے۔

شہر بانو

بقیہ صفحہ ۱۴۲

پائیریا کا اگر ابتدا سے ہی علاج کیا جاوے۔ تو جلدی آرام ہو جاتا ہے۔ لیکن مرض پرانا ہونے پر نہایت دقت پیش آتی ہے۔ عرق نارنجی میں وٹامن زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے پائیریا کے مریضوں کو اس کا استعمال بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔ نصف لیمو کا رس ہر صبح نہار منہ ٹھنڈے پانی کے ایک گلاس میں ملا کر پینا اور نصف لیمو کا رس مسوڑوں پر جن پر پائیریا کا حملہ ہو چکا ہو، لگانے سے اس مرض کا بہت کچھ سدِباب ہو سکتا ہے۔ نیم کی مسواک اس کے لئے بہترین چیز ہے۔

نیز گرم پانی میں نمک ملا کر کلیاں کرنے سے بھی پائیریا کو افاقہ ہوتا ہے۔ فورہن ٹوتھ پیسٹ MOONISH TOOTH POWDER اور FORHAN TOOTH PEASTE. پائیریا کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ استعمال سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں دانتوں کی صفائی کی طرف پورا دھیان دینا چاہئے۔ صبح اور رات کو سونے سے قبل دانتوں کی صفائی اچھی طرح کرنی لازم ہے۔ اگر کھانے کے بعد فوراً دانتوں کو مندرجہ بالا پیسٹ سے برش کے ساتھ استعمال کیا جاوے۔ تو نہایت فائدہ پہنچائے گا۔

اقبال جہاں نزہت بنت خان بہادر چودھری بنی احمد

پائیریا

پائیریا یا گوشت خوردہ دانتوں کا نہایت برا مرض ہے۔ آجکل ہندوستان میں سینکڑوں آدمی اس کم بخت مرض کے شکار نظر آتے ہیں۔ مریضوں کے سے آبدار دانت پائیریا کے حملے سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماری علاوہ دانتوں کے مسوڑوں پر بھی حملہ کرتی ہے۔ اکثر خوبصورتی زائل ہو جاتی ہے۔ دانت ہل جاتے ہیں۔ اور صحت میں ایک تغیر نمایاں ہو جاتا ہے۔

پائیریا زیادہ مٹھائی یا گوشت کھانے سے بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ دانتوں کی صفائی کی طرف توجہ نہ کرنے کی ہے۔ میں گزشتہ سال بھی اس بارے میں لکھ چکی ہوں دانتوں کی صفائی و نگہداشت تندرستی کی ضامن ہے۔ اور زندگی کا اصل مقصد جسمانی تندرستی ہی سے ادا ہو سکتا ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو۔ تو زندگی بالکل بے معنے و فضول ہے۔ ایک تندرست انسان زندگی کے تمام مقاصد کو خوش اسلوبی سے انجام دے سکتا ہے۔ وہ کبھی کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اسے ایک اصلی خوشی حاصل رہتی ہے۔ دولت عزت و کامیابی کا زینہ تندرستی ہی ہے۔ تندرست انسان تمام مشکلات کو مغلوب کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ خوشی و سکون محض تندرستی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

غذا جو ہم دانتوں سے چباتے ہیں۔ اس کے کچھ اجزا مسوڑوں میں رہ جاتے ہیں۔ دانتوں کو باقاعدہ صاف نہ کرنے سے وہ اجزا سڑ جاتے ہیں۔ اور گھن کی مانند اندر ہی اندر نہایت آہستہ آہستہ مسوڑے خراب ہونے لگتے ہیں۔ اور تقریباً چالیس سال کی عمر کے بعد پانچ میں سے چار اور اس سے کم عمر کے ہزاروں اس خطرناک بیماری کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر شروع ہی سے دانتوں کی حفاظت مناسب طریقوں پر کی جائے۔ تو اس مرض سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔

جس وقت یہ مرض شروع ہوتا ہے۔ تو ابتدا میں مسوڑوں میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہوتا ہے۔ پھر دن بدن درد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مسوڑے پھول جاتے ہیں۔ ان سے خون و پیپ نکلنے لگتی ہے۔ منہ سے بدبو آتی رہتی ہے۔ تمام اعضا بوجھل سے محسوس ہوتے ہیں۔ جب یہ مرض پرانا ہو جاتا ہے۔ تو اکثر حرارت رہنے لگتی ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹتے جاتے ہیں۔ جوڑوں میں خفیف سا درد رہتا ہے۔ چہرے پر مردنی چھائی رہتی ہے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ اور آخر کار اس کا انجام نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ پائیریا سے نہ صرف دانتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ اس سے اور کئی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۴۱ پر)

صفائی نعمت غیر مترقبہ ہے

(از بیگم سید حفاظت علی۔ کمنڈوہ)

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی کی تمام خوشیوں کا دار و مدار تندرستی پر ہے۔ اسی لئے یہ مثل مشہور ہے کہ ایک تندرستی ہزار نعمت ہے۔ مگر تندرستی کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز صفائی اور پاکیزگی ہے۔ پاکیزگی کے لئے ہمارے مذہب میں بہت سخت تاکید کی گئی ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ پاکیزگی بھی جزو ایمان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "الطہور نصف الایمان" یعنی پاکیزگی ایمان کا آدھا حصہ ہے۔ ہمارے کل مذہبی ارکان میں طہارت لازمی و لابدی ہے۔

اس زمانہ کی مہذب اقوام نے صفائی کو اپنا جزو زندگی سمجھ رکھا ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں تیرہ سو سال قبل صفائی کی سخت ترین پابندی کی تلقین کی گئی تھی۔ خصوصاً ہماری ہی قوم اس نعمت سے محروم ہے۔ زیادہ تر مسلم خواتین صفائی کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنا ایک بار گراں سمجھتی ہیں۔ مکان کی صفائی اکثر عید بقرعید کے موقعہ کی جاتی ہے۔ یا کوئی خاص امر مصر ہوا اس وقت صفائی پر نظر التفات ہوتی ہے۔ مثلاً شادی یا کسی اور تقریب کے موقعہ پر لیکن عام طور پر اس اہم فرض کو محض سستی اور کاہلی پر قربان کیا جاتا ہے علاوہ ازیں جسم کی صفائی سے بھی اکثر بہنیں محروم رہتی ہیں۔ خود نہانا یا بچوں کو نہلانیکا ہفتوں موقعہ ہی نہیں ہوتا۔ بعض اعلیٰ طبقہ کی متمول بیگمات بھی نہانے کے عوض صرف اپنا نمائشی لباس بدل لینا آسان سمجھتی ہیں اور بچوں کو بھی پانی جیسی ارزان نعمت سے محروم رکھکر انکی صحت خراب کرنیکی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اور جو کم استطاعت ہیں ان کے پاس غربت کا کافی بہانہ موجود ہوتا ہے کپڑے ناکافی ہونیکی مجبوری ظاہر کرتی ہیں۔ اور بچوں کو بھی غلیظ رہنے کی تربیت دیتی ہیں۔ یہ انکی سستی کی علامت ہے۔ اگر انسان چاہے کہ وہ ہمیشہ پاک صاف رہیگا تو دنیا میں بہت سی خرابیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ وقت کی پابندی کیساتھ صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اسلام کے تمام قیمتی اصول ہم دن بدن فراموش کرتے جاتے ہیں۔ اور دوسری قومیں انسے استفادہ حاصل کرنیکی کوشش کر رہی ہیں۔ ہم سے کہیں زیادہ دوسری اقوام کو صفائی کا زیادہ خیال ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اس سے کوسوں دور ہیں۔ بعض ہندو مستورات بھی سب امیر نہیں ہوتیں انمیں بھی غریب عورتیں موجود ہیں۔ جنکے پاس سوائے دو کپڑوں کے تیسرا کپڑا نہیں مگر وہ اپنے انہیں کپڑوں کو صاف رکھتی ہیں۔ روزانہ اپنے کپڑے دھو کر نہاتی ہیں قیمتی کپڑا استعمال کرنیکے عوض معمولی کپڑا پہنایا جائے لیکن صاف ستھرا زیادہ اچھا معلوم ہو۔ ہماری بہنیں روزانہ اتنی تکلیف نہیں کر سکتیں تو کم از کم ہفتہ میں دو بار پانی جیسی ارزاں نعمت ہی نصیب ہوا کرے۔ مکان جسم۔ لباس روزانہ استعمال کرنیکی اشیاء غرضیکہ ہر چیز کی صفائی لازمی و لابدی ہونی چاہئے۔ اور اسکے ساتھ روح اور قلب کی

مسلم لیڈیز کانفرنس

اور
زنانہ صنعتی نمائش آگرہ

مسلم لیڈیز کانفرنس آگرہ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء کو زیر صدارت افتخار النسا جناب خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے منعقد ہوا۔ صدر صاحبہ کی تشریف آوری ۵ جنوری کو صبح آگرہ کینٹ پر ہوئی جن کے استقبال کے لیے بیگم ذوالفقار علی خان سکریٹری مع خاتون جہاں بیگم اور بیگم منظور احمد صاحب کے اسٹیشن پر گئیں۔

ایک بجے دن کے جلسہ کا افتتاح ہوا، سامعین کی تعداد ڈیڑھ سو تھی۔ سب سے پہلے بیگم خان بہادر مرزا حبیب حسین صدر استقبالیہ کمیٹی نے اپنا معنی خیز خطبہ پڑھکر سنایا۔ اس کے بعد صدارت کی تجویز پیش ہوئی اور بیگم منظور احمد صاحبہ کی تائید کے ساتھ بالاتفاق رائے جناب خدیجہ بیگم صاحبہ کو صدر جلسہ منتخب کیا گیا۔ جس ڈلہن صاحبہ نے رپورٹ پڑھکر سنائی جسکا مفہوم مندرج ذیل ہے:۔

"آگرہ کی مسلم لیڈیز کا جمود و سکوت اسی معیار پر ہے جیسا کہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں۔ جسکا بین ثبوت یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً جب کبھی عالمہ کمیٹی کے جلسے ہوئے ان میں برائے نام ممبر مستورات شریک ہوئیں عملی کام جو کچھ ہوا اگرچہ وہ کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تاہم ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے کہ ابھی کام کی ابتدا ہے۔ انجمن نے اپنی ایک سالہ زندگی میں جو کچھ کام کیئے ہیں انمیں سے چند نمایاں کام کے متعلق عرض کرونگی۔ جو ہمارے مستقبل کے لیے امید افزا ہے۔

سب سے پہلے انجمن نے شعبہ گرلز اسکول آگرہ میں دستکاری کی ایک شاخ کھلوائی۔ اور دو عمدہ کام کرنیوالی لڑکیوں کا ماہانہ وظیفہ مقرر کرایا۔ ایس ٹی جونس گرلز اسکول میں مسلمان لڑکیوں کو ہندو لڑکیوں کی بعض نازیبا حرکات سے جو تکلیف اٹھانا پڑتی تھی وہ میں نے اپنی کوشش سے رفع کرائی۔ اس کے بعد میں دہلی گئی اور وہاں آل انڈیا مسلم لیڈیز انجمن کی شاخ قائم کرائی۔

پیاری بہنو! آپکی فوری ضروریات بیحد ہیں۔ افلاس کا دور دورہ ہے۔ مسلمان مردوں کو نوکریاں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتیں زمینداریاں اب تکلیف دہ ذمہ داریاں بنکر رہگئی ہیں (چیرز) ہر طرف آمدنی کی کساد بازاری ہے۔ اب وقت نہیں ہے کہ ہم اپنے شوہروں اور بھائیوں پر بار ہوکر رہیں (چیرز) ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذات کو مفید بنا کر رہیں" رپورٹ شکریہ پر ختم کی گئی۔ اس کے بعد بیگم کپتان نصیر الدین احمد کی سرگرم و پرجوش تقریر ہوئی۔ یہ تقریر چار عنوان پر مشتمل تھی۔

"تعلیم النسواں کا سیاسی پہلو" "موجودہ پردہ اسلامی پردہ نہیں ہے" "ساردا ایکٹ کی ضرورت" اور دائیوں کو باقاعدہ تعلیم دیکر تیار کرنا" آپنے زنانہ مسلم تعلیم کے فقدان پر جو کچھ فرمایا وہ خالی جذبات کے تحت میں نہ تھا بلکہ اعداد و شمار کیساتھ ہولناک واقعات کے تحت میں

خطبہ صدارت مسز نذیر حسین صاحبہ

آل انڈیا ویمنز کانفرنس کی چھٹی سالانہ کانفرنس آخری ہفتہ دسمبر میں مدراس میں منعقد ہوئی۔ مستقبلہ کمیٹی کی صدر میری بہابی جان محترمہ مسز نذیر حسین صاحبہ تھیں اس موقع پر انہوں نے جو خطبہ صدارت پڑھا [illegible] صدر اجلاس مسز پی کے رائے صاحبہ اور ڈیلیگیٹ بہنوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرنے کے بعد محترمہ موصوفہ نے فرمایا۔

"مدراس بحیثیت تعلیم کسی صوبہ سے پیچھے نہیں۔ اور نہایت خوشی کا مقام ہے کہ یہاں زنانہ تعلیم کا بھی خوب چرچا ہے اور بہت سی خواتین قومی اور ملکی کاموں میں بہت سرگرمی سے حصہ لیتی ہیں۔

ہندوستان میں مدراس سب سے پہلا صوبہ ہے۔ جہاں ووٹ دینے کے لئے عورتوں کو مردوں کے مساوی حق دیا گیا سب سے پہلے مدراس لیجسلیٹو کونسل میں ایک خاتون کو ممبر منتخب کیا گیا ہے۔ اسی صوبہ کی لیجسلیٹو کونسل نے سب سے پہلے ہماری ورتن ڈاکٹر متھولکشمی ریڈی کو اپنا ڈپٹی پریزیڈنٹ منتخب کیا۔ اس وقت بھی دو خواتین مدراس میں میونسپل کونسلر ہیں۔ اور ایک خاتون لیجسلیٹو کونسل کی ممبر ہیں۔ کئی خواتین جابجا میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں کام کر رہی ہیں۔ اور پچھلی الیکشن میں بہت سی اور خواتین ممبر منتخب ہوئی ہیں۔ بہت سی خواتین یونیورسٹی سینیٹ اور سنڈیکیٹ میں خدمات انجام دے رہی ہیں بہت سی بہنیں آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز ہیں۔

مدراس میں لڑکیوں کے لئے بھی اسی طرح ابتدائی جبری تعلیم کا قانون رائج ہے جس طرح لڑکوں کے لئے۔ مگر مجھے اس بات کا افسوس ہی نہیں۔ بلکہ دلی رنج ہے کہ میری مسلمان بہنیں نہ صرف یہ کہ قومی کاموں میں کوئی حصہ نہیں لے رہی ہیں۔ بلکہ تعلیم میں بھی بہت پیچھے ہیں۔ شکر کا مقام ہے کہ اب ان میں بھی تعلیمی اہمیت کا احساس پیدا ہو چلا ہے۔ اور اس وقت مسلم لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔ جبری ابتدائی تعلیم کے قانون سے مسلمان لڑکیاں مستثنےٰ ہیں۔ مگر اب مسلمان خواتین کو اس علحدگی کی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اور وہ پرزور مطالبہ کر رہی ہیں۔ کہ ان کی لڑکیوں کو بھی ابتدائی جبری تعلیم کی اسکیم میں شامل کر لیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ کارپوریشن اور گورنمنٹ مسلمانوں کے اس جائز مطالبہ کو بہت جلد منظور کرے گی۔

مجھے توقع ہے کہ یہ کانفرنس ان کی تعلیمی پستی کو دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ تاکہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان میں قومی اور ملکی خدمت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور وہ دوسری خواتین کے دوش بدوش ملک و قوم کی خدمات انجام دے سکیں۔

خواتین کی تعلیم کے لئے یہاں چار بڑے بڑے عظیم الشان زنانہ کالج ہیں۔ ایک زنانہ میڈیکل اسکول ہے۔ جس میں قریباً سو لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں اور میڈیکل کالج میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کی ڈگری کے لئے ۹۹ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔

عورتوں کی ترقی کے لیے جو آسانیاں بہم پہنچائی گئی ہیں اور بہت سی خواتین نے ملک و قوم کی اہم خدمات انجام دے کر اپنی قابلیت کا جو ثبوت دیا ہے اس کی بنا پر ہم آئندہ نظام حکومت میں جو ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے مساوی حقوق کا مطالبہ کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں آپ کو بے شمار ایسی مثالیں ملیں گی۔ جہاں ہندو اور مسلمان خواتین نے کامیابی کے ساتھ حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ میدان جنگ میں سپاہ گری کے بہترین نمونے دکھائے ہیں۔ بلند پایہ ادیبہ اور شاعروں کی بھی

کی [illegible] سے جن میں مسز بلیر بالا بائی رجسٹ صاحبہ ٹانگور اور مرحوم بیگم صاحبہ بھوپال کی قابل قدر مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ موجودہ وقت میں بھی آپ کو ذی خدمت کرنے والوں کی صف میں بے شمار خواتین نہایت ذمہ دارانہ اور باعزت عہدوں پر نظر آتی ہیں۔ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ ہم اپنے مردوں پر پورا اعتماد رکھیں۔ اور ان کی ان تمام کوششوں میں زیادہ سے زیادہ امداد کریں جو وہ اپنے ملک و قوم کی آزادی اور ترقی کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس طرح یقیناً ہندوستان کی خواتین بھی مردوں کے ساتھ مساوی حقوق کی حقدار ہونگی۔

معزز خواتین! آپ کے سامنے کئی اہم رزولیوشن آئیں گے۔ جن پر آپ بحث کرینگی۔ میرا اس وقت یہ کام نہیں ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر اپنے خیال ظاہر کروں۔ مگر بے جا نہ ہوگا اگر آپ کی اجازت سے اپنے چند خیالات کا اظہار کروں۔ ہمارا ملک اس وقت نہایت ہی نازک اور اہم زمانہ سیاسی دور سے گذر رہا ہے حکومت اور رعایا میں باہم سمجھوتہ کے لئے لگاتار کوششوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت بلکہ ہندوستان کی مختلف قوموں میں نہ معلوم سے زیادہ اتحاد و یکجہتی کی ضرورت تھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس بدنصیب ملک کی تمام قومیں ایک دوسرے سے نہ صرف ناخوش بلکہ شاکی ہیں۔ ہماری اس کانفرنس میں ہندوستان کی مختلف اقوام کی خواتین جمع ہیں۔ تاکہ سب کے مشترکہ مفاد کے لئے کوشش کریں۔ یہ اتحاد و اتفاق کا نظارہ کتنا دلکش ہے کاش ہندوستان کے تمام لوگ اسی طرح سب کام اتحاد سے سرانجام دینے لگیں۔ اگر اس کام کو مرد سرانجام نہیں دے سکتے تو ہم کو اس کی ضرورت اور اہمیت کا احساس کرتے ہوئے کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ہر خاتون کو اپنا فرض قرار دے لینا چاہیئے کہ وہ اپنے شوہر، بھائی اور بیٹے سے کہدے کہ وہ تمام ہمسایہ قوموں کے ساتھ محبت و پیار سے رہیں گے۔ یقین جانیئے کہ کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا جب تک کہ اس میں رہنے والی تمام قومیں ایک دوسرے سے مل نہ جائیں۔ اور ایک دوسرے سے اشتراک عمل اور محبت و اخوت کے لئے تیار نہ ہوں۔

دوسری چیز جس کی طرف میں اپنی بہنوں کو متوجہ کرنا چاہتی ہوں۔ وہ ملکی مصنوعات کی حوصلہ افزائی ہے۔ ہندوستان دنیا کا غریب ترین ملک ہے اور پچھلے دو سال کی عالمگیر اقتصادی بدحالی نے کسانوں اور کاریگروں کو بالکل تباہ کردیا ہے۔ پیاری بہنو کیا یہ آپ کا فرض نہیں ہے۔ کہ آپ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے خوبصورت لباس خریدنے کے لئے نکلیں تو اپنی ان بدنصیب بہنوں اور ان کے معصوم بچوں کو نہ بھلائیں جنکو آپکی تھوڑی سی توجہ فاقہ کی مصیبت سے بچا سکتی ہے۔ یہ نہایت ہی بے انصافی ہے ہمارے ملک کے غریب کاریگر بھوکے مرتے رہیں۔ اور ہم محض نمایش اور ظاہری آرایش کی خاطر انکی محنت سے تیار کی ہوئی چیزوں کو ٹھکرا کر غیر ملکی سرمایہ داروں کی جیبیں بھر دیں۔ مجھے سب سے زیادہ گلہ اپنی مسلم قوم سے ہے افسوس ہے کہ انہوں نے ملک کے درد کو نہیں پہچانا کاش وہ ملکی مصنوعات کی کم از کم اتنی ہی قدر کرتے جتنی کہ انکی ہمسایہ قومیں کر رہی ہیں۔ تیسری معاشرتی اصلاح جس کی طرف میں آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں وہ لڑکیوں کے جہیز کا معاملہ ہے۔ ہندوستان کے اکثر حصوں میں یہ رسم جاری ہے۔ مگر مدراس میں بالخصوص اسکا بیحد رواج ہے یہ کیا بدنصیبی ہے کہ ایک لڑکی کی شادی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اسکے ماں باپ اپنی حیثیت سے زیادہ روپیہ اسکے جہیز پر خرچ کرنے پر تیار نہ ہوجائیں۔ بحیثیت انسان کے لڑکی کی تمام خوبیوں کو لڑکے والے قطعاً نظرانداز کردیں اور انکار و قبول کا فیصلہ فقط جہیز کی مقدار پر موقوف ہو۔ یہ کسقدر افسوسناک بات ہے کہ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ بھی اس [illegible] بلکہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان اپنی تعلیم کی پوری قیمت کا جہیز کی صورت میں طلبگار ہوتا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ لڑکی کی شادی متوسط طبقہ کے والدین کیلئے سوہان روح بنجاتی ہے۔ اور رات دن کی پریشانی انکی صحت کو بھی برباد کر دیتی ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ اس رسم کا سدباب کر کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں والدین کو سکھ پہنچایا جائے۔" آخر میں آپنے ڈاکٹر متلکشمی ریڈی اور مسز سوامی نادھن کا جنہوں نے نہایت جانفشانی اور محنت سے کانفرنس کے لئے کام کیا ہے اور مسز [illegible] کا جنہوں نے علاوہ کانفرنس کے دوسرے کاموں کے مدراس گائیڈ بک تیار کی شکریہ ادا کیا اور مسز کزن کیلئے جو کانفرنس کی روح رواں ہیں بدعائے صحت ہندوستان واپس آنیکی دعا کی۔ پھر ایک دفعہ سب خواتین کو خوش آمدید کہی اور دعا کی کہ جس مقصد کے لئے آپنے سفر کی تکالیف برداشت کی ہیں

کپڑوں سے دھبے دُور کرنا

بہت کم بہنیں ایسی ہوں گی جنکو اپنے کپڑوں وغیرہ کی صفائی کا خیال ہوگا۔ بعض بہنوں کی بے احتیاطی سے مختلف چیزوں کے دھبے بے احتیاطی کی وجہ سے پڑ جاتے ہیں جو صرف بدنما ہی نہیں معلوم ہوتے بلکہ قیمتی کپڑوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ بعض بہنوں میں ایسی بُری عادت ہوتی ہے کہ وہ بچے فرش پر اس بُری طرح پیک تھوکتی ہیں کہ آس پاس کی مستورات کے کپڑوں پر پیک کے سرخ نشانات پڑ جاتے ہیں جو بعض اوقات دھوبی کے ہاں بھی جا کر صاف نہیں ہوتے اگر کپڑہ دھلنے کے قابل نہیں ہوتا تو وہ ہمیشہ کے لئے خراب ہو جاتا ہے۔ اکثر پان کھانے والی مستورات کے قیمتی لباس پر بھی پیک کے سرخ بیل بوٹے دیکھے جاتے ہیں۔ اکثر بہنوں کے کپڑے چکنائی سے خراب ہو جاتے ہیں جنکو وہ کسی طرح دور نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ عام دھوبی بھی ان دھبوں کو صاف نہیں کر سکتے بلکہ اور کپڑے کو خراب کر دیتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ عام دھوبیوں کے بس کی بات ہی نہیں۔ ذیل میں مختلف اقسام کے دھبوں کے صاف کرنے کا طریقہ محض بہنوں کی خاطر درج کیا جاتا ہے۔

سبزی و پھلوں کے عرق کے دھبے۔ بعض اوقات صرف پانی ہی سے صاف ہو جاتے ہیں اگر نا کامیابی ہو تو پانی میں تھوڑا سا بورکس BORAX یا امونیا AMMONIA ملا کر صاف کریں اگر اس طریقہ سے بھی صاف نہ ہوں تو بلیچنگ BLEACHING AGENT استعمال کریں (اس کے متعلق کبھی مفصل طریقہ بتلایا جائے گا)

چاء۔ کوکو۔ اور کافی کے دھبے۔ یہ بھی مندرجہ بالا طریقہ سے دور ہو سکتے ہیں لیکن بعض اوقات دودھ کی موجودگی سے چکنائی باقی رہ جاتی ہے اسکو پٹرول PETROLEM وغیرہ سے صاف کر سکتے ہیں۔

لوہے کے دھبے۔ بعض اوقات دھوبی کی بے احتیاطی کی وجہ سے کپڑوں پر لوہے کے زرد داغ پڑ جاتے ہیں جو کہ کپڑوں میں چھید پیدا کر دیتے ہیں۔ آگزیلک ایسڈ OXALIC ACID. پانی میں حل کرکے انپر لگانے سے یا صرف لیموں کا عرق استعمال کرنے سے یہ داغ دور ہو جاتے ہیں۔

روشنائی کے دھبے۔ انکو دور کرنے کے دو طریقے ہیں (۱) آگزیلک ایسڈ OXALIC ACID کو پانی میں ملا کر اس میں کپڑے کو بھگو دینا چاہیئے یا لیموں کے عرق میں کچھ دیر تک پڑا رہنے دیا جائے (۲) پوٹیشم پرمنگنیٹ POT. PER. [illegible] (جو بعد دواخانوں میں پائی جاتی ہے) کو پانی میں حل کرکے اس میں کپڑہ کا وہ حصہ جس پر کہ روشنائی کا دھبہ ہو ڈال دیا جائے کچھ عرصہ بعد اسکو نکال کر HYDROGEN PER OXID ہائیڈروجن پر آکسائڈ (جس دوائی سے دانت کے درد کی تکلیف بھی کم کی جاتی ہے اور عموماً جھاگ والی دوا کے نام سے مشہور ہے) سے صاف کریں۔ طریقہ نمبر ۲ زیادہ موزوں اور پسندیدہ ہے اس

طریقے سے روشنائی کے داغ جلد صاف ہو جاتے ہیں لیکن اس طریقے کو رنگدار سوتی کپڑوں کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔
سرخ روشنائی کے دھبے۔ یہ بعض اوقات بڑی مشکل سے صاف ہوتے ہیں اگر تازے ہوں تو امونیا AMMONIA یا بورکس BORAX سے صاف ہو سکتے ہیں۔ ناکامیابی پر سوڈیم ہائیڈرو سلفائیٹ SODIUM HYDRO SULPHITE یا سلفیورس ایسڈ SULPHUROUS ACID استعمال کرنا چاہئے اس طریقے سے سرخ روشنائی کے داغ ایک حد تک صاف ہو جاتے ہیں۔
پینسل کے دھبے۔ یہ بھی مندرجہ بالا طریقے سے صاف ہو جاتے ہیں۔
پکی روشنائی کے دھبے۔ اس قسم کے داغوں پر آئیوڈین کا سولیوشن جو پوٹیشیم آیوڈائیڈ میں تیار کیا گیا ہو لگایا جائے IODINE SOLUTION IN POT. IODIDE اس کے بعد سوڈیم تھایو سلفیٹ SOD. THIO SULPHATE سے فالتو آیوڈین IODINE دور کر دی جائے۔ بعض اوقات زرد داغ رہ جاتا ہے اسکو پوٹیشیم سائینائیڈ POT. CYANIDE سے دور کر سکتے ہیں (یہ ایک زہریلی چیز ہے لہٰذا اس کے استعمال میں احتیاط لازم ہے)۔
جلنے کے نشان۔ بعض اوقات بہت گرم استری سے کپڑوں پر گہرے داغ پڑ جاتے ہیں جو کچھ عرصہ بعد علیحدہ ہو کر کپڑے کو موٹی جالی میں تبدیل کر دیتے ہیں انکا کوئی علاج نہیں۔ ہاں البتہ اگر داغ زیادہ گہرے نہ ہوں تو اکثر صابن سے دھونے اور آہستہ آہستہ ملتے رہنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ اگر کپڑا سوتی ہو تو اسکو صابن کے پانی میں ڈالکر کچھ عرصہ تک کھو دیا جائے۔ بعض اوقات صابن کے پانی میں ہائیڈروجن پر آکسائیڈ HYDROGEN PER OXIDE بھی ملا دیا جاتا ہے۔ اور پھر پانی کو جوش دیا جاتا ہے۔
چکنائی کے دھبے۔ کسی ایسی چیز کے استعمال سے جس میں چکنائی حل ہو جائے یہ دھبے دور ہو جاتے ہیں مثلاً پٹرول۔ الکحل۔ ایتھر وغیرہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چکنائی کے داغ کو صاف جاذب کے ٹکڑے پر رکھو اس کے بعد اسپنج میں پٹرول یا بنزین BENZINE لیکر ایتھر لگاؤ۔ پہلے داغ کے آس پاس اچھی طرح پٹرول لگاؤ پھر دھبہ کے کنارے کی طرف سے لگانا شروع کرو۔ اور آہستہ آہستہ ملتے جاؤ یہاں تک کہ کپڑے پر سے پٹرول صاف ہو جائے اگر ضرورت ہو تو دوبارہ اسی طریقہ پر عمل کرو حتیٰ کہ چکنائی بالکل دور ہو جائے۔
چکنائی کے داغ بعض اوقات صرف گرم کرنے ہی سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دو جاذب کے ٹکڑے لیکر کپڑے کو انکے بیچ میں رکھو اور آہستہ آہستہ گرم کرو کپڑے میں سے چکنائی نکل کر جاذب میں جذب ہو جائے گی۔
مشین کے تیل کے دھبے۔ یہ بھی مندرجہ بالا دونوں طریقوں سے دور ہو سکتے ہیں۔ یعنی پٹرول

ر خوشبو سے یا صرف گرم کرنے سے صاف ہو جاتے ہیں انکو دُور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان نشانات
پر اسپرٹ اچھی طرح چکنائی یا تیل ملا جائے تاکہ گرد وغیرہ صاف ہو جائے اس کے بعد صابن اور گرم پانی سے
دھو ڈالو۔
بہتر یہ طریقہ ہے کہ تیل کے نشانات پر OLEIC ACID. ملا جائے۔ اس کے بعد امونیا
AMMONIA. کے سولیوشن میں ڈال کر اچھی طرح ملا جائے اس کے بعد کپڑے کو پانی سے دھو کر
خشک کیا جائے۔
تارکول کے دھبے۔ بنزول BENZOL. سے دُور ہو جاتے ہیں انکو بھی اسی طریقہ سے صاف
کرنا چاہئے جو کہ چکنائی کے دھبے صاف کرنے میں استعمال کیا گیا ہے کسی قسم کا دھبہ کپڑے پر سے صاف کرنے سے
پہلے مندرجہ ذیل باتوں پر توجہ رکھنی چاہئے۔
(۱) جس قدر جلد ممکن ہو دھبہ دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔
(۲) اگر ممکن ہو تو اسی قسم کا کپڑا لیکر یہ دیکھ لینا چاہئے کہ آیا کپڑا یا رنگ تو خراب نہیں ہوتا اور کونسا
طریقہ مفید ثابت ہوگا۔
(۳) رنگدار سوتی۔ اونی و ریشمی کپڑوں پر سے دھبے دور کرتے وقت خاص احتیاط لازم ہے تاکہ کپڑا یا
رنگ خراب نہ ہونے پائے سفید سوتی کپڑوں کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔
(۴) جن اشیا میں گندک وغیرہ کا تیزاب شامل ہو انکو اُونی و ریشمی کپڑوں کے لئے ہرگز استعمال نہ
کرنا چاہئے۔ اگر سوتی کپڑوں کے لئے گندک وغیرہ کا تیزاب استعمال کیا جائے تو کپڑا خشک کرنے سے پہلے
تیزاب کو پانی یا امونیا AMMONIA. سے بالکل دُور کر دیا جائے۔
بعض اوقات کپڑوں پر اس قسم کے داغ پڑ جاتے ہیں جو کہ مندرجہ بالا طریقوں سے صاف نہیں ہوتے
ان کے دور کرنے کا ایک خاص طریقہ ہے اُسکو بلیچنگ BLEACHING. کہتے ہیں۔ اس طریقہ کے
متعلق آئندہ پھر کبھی مفصل طور پر لکھا جائے گا۔

محمد اشفاق انصاری (علیگ)

خواتین کی ورزش

سیر کرنا۔ کمزور خواتین جو زیادہ سخت ورزشیں نہ کر سکیں وہ روزانہ کھلی اور تازہ ہوا میں قدرے تیز قدم سے سیر کیا کریں۔ جن کو باہر نکلنا مشکل ہو، وہ اپنے گھر کے اندر ہی کھلی چھت پر، صحن میں، باغیچہ میں یا پائیں باغ میں بار تیزی سے چلیں۔ ۱۵ منٹ روزانہ کافی ہوگا۔

طریقہ۔ جسم کو بالکل سیدھا رکھیں۔ گھٹنا، کمر، سینہ کسی میں خم نہ ہو۔ بالکل فطرتی طور پر کھڑی ہو جائیں اور تیز تیز ٹہلنا شروع کر دیں۔ سینہ اور پیٹ کو پھیلا کر، چلتے ہوئے گہری سانس لیتی جائیں اور پھر اُسے آہستہ آہستہ نکالیں ۴ قدم چلنے کے عرصہ میں خارج کر دیں، اس طور پر کہ پیٹ اور سینہ، دونوں اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ مگر کسی قسم کی تھکن یا ڈھیلا پن محسوس نہ ہو۔ احساس ہونا چاہئے کہ یہ مطابق فطرت ہے۔ اس طرح سانس لیتے ہوئے ۱۵ منٹ تک تیز تیز ٹہلیں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ چہل قدمی کر کے ورزش ختم کر دیں۔

دوڑنا۔ زیادہ توانا خواتین یا جوان لڑکیاں دوڑ کی ورزش کریں۔ سب باتیں وہی ہیں صرف چلنے اور دوڑنے کا فرق ہے۔ سانس کا وہی اصول ہونا چاہیے۔ مٹھیوں کو بند کریں اور ساتھ کو لٹکا کر نہ رکھیں بلکہ کہنیوں کو موڑ کر اوپر کریں اور اُسی حالت میں ہاتھ کو جنبش دیں۔

تمرین ۲۔ بالکل سیدھی کھڑی ہو جائیں (فطرتی طور پر) ٹخنوں کو ایک دوسرے سے چند انچ یا ڈیڑھ انچ کے فاصلہ پر کہیں ٹانگوں کو بالکل سیدھا رکھیں۔ اب دونوں ہاتھوں سے کمر کو پکڑ لیں۔ نظر سامنے کی طرف کریں۔ ایک گہری سانس قاعدے سے مطابق لیں اور جب سانس لے چکیں تو جسم کے نچلے حصہ کو اپنی جگہ پر قائم رکھتے ہوئے اکڑ کر خم کرتے ہوئے، آگے کی جانب جھکیں، یہاں تک کہ گردن دونوں ٹانگوں کے درمیان آجائے۔ جسم کو خم کرتے وقت سانس آہستہ خارج کریں، یہاں تک کہ جب گردن دونوں ٹانگوں کے درمیان ہو تو ساری ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہو چکی ہو۔ اب تھوڑے وقفہ کے بعد بالائی حصہ جسم کو اوپر اٹھائیں، قدرے تیزی سے اور زیریں حصہ کو اپنی جگہ پر قائم رکھیں۔ جسم کو اوپر اٹھاتے ہوئے سانس لینا شروع کر دیں اور جب بالکل سیدھے ہو جائیں تو سانس بھی پورا ہو جانا چاہئے۔ اب آپ بالکل پہلی حالت میں آگئیں اب پھر آپ پہلے کی طرح سانس خارج کرتے ہوئے اوپر کے جسم کو نیچے کیجئے اور پھر اوپر آئیے، سانس لیتے ہوئے۔ اسی عمل کو دس بار کیجئے۔ اور روزانہ بڑھاتے ہوئے بیس بار تک کر دیجئے۔

فائدہ: کمر کو جھکنے سے روکے گا۔ معدہ اور آنت کے لئے مفید ہے۔ پیٹھ اور پیٹ کے عضلات کو طاقتور بنائے گا اور ساتھ ساتھ پھیپھڑے کی ورزش اور صفائی بھی ہو گی اگر ساتھ ساتھ سانس لینے کا خاص خیال کیا گیا۔ شکیلہ خاتون

ہاتھوں کی ورزش۔ دونوں ہاتھوں کو کندھے کی سیدھ میں خوب پھیلا دیجئے۔ اور دونوں ہاتھ میں برابر برابر دونوں سے رہے۔ اور دونوں مٹھیوں کو مونڈھے پر رکھ دیجئے۔ پھر خوب اونچا کر کے سر سے بلند کر دیجئے اسی طرح چھ مرتبہ جلدی جلدی کیجئے۔ پھر دونوں ہاتھ نیچے کر دیجئے۔ اور ایک ہاتھ سر سے بلند کیجئے اب نیچے والے کو اوپر کیجئے اور اوپر والے کو نیچے لے آئیے۔ اسی طرح جلدی چھ مرتبہ کیجئے۔ اب ایک ہاتھ کندھے کے اوپر سے اور دوسرا نیچے سے لیجا کر دونوں کو ملنے کی کوشش کیجئے۔

اگر یہ ورزش چند روز تک بلا ناغہ کی جائے تو بازوؤں کا گوشت جو لٹک جاتا ہے وہ درست ہو جائے گا۔

قبض دور کرنے کی ورزش۔ بالکل سیدھی کھڑی ہو جائیے۔ اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو دونوں طرف پسلیوں کے پیچھے اس طرح رکھئے کہ انگلیاں پیٹ پر رہیں۔ اب آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف جھکئے۔ جب خوب جھک جائیں آہستہ آہستہ اوپر آئیے اور سانس لیتی جائیے۔ اور خوب سیدھی ہو جائیے پھر نیچے جھکتی جائیے اور سانس نکالتی جائیے۔ ایسا کرنے سے قبض نہیں رہتا۔

شرافت بیگم بنت محمد سعید خاں

کچھ اور ورزشیں۔ (۱) صبح سویرے آنکھ کھلتے ہی سرہانے سے تکیہ ہٹا دینا۔ اور چت سیدھے لیٹ جانا۔ اور دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھنا۔ اور منہ سے سانس (یعنی ہوا) اندر کی طرف کھینچنا۔ یہاں تک کہ پیٹ اچھی طرح سے پھول جائے۔ ایک منٹ کے لئے سانس کو منہ اور ناک سے روک کر پھر ناک سے آہستہ ہوا کو خارج کرنا۔ یہاں تک کہ پیٹ سکڑ جائے۔ دونوں ہاتھ جو پیٹ پر رہتے ہیں۔ اس سے دبائیں۔ تاکہ پوری ہوا خارج ہونے کے لئے امداد ملے۔ اس طرح پانچ یا سات دفعہ کی جائے سانس لینے سے خفیف سا چکر محسوس ہوگا۔ جس کی چنداں فکر نہ کی جائے۔ رفتہ رفتہ عادت ہو جائے گی۔

(۲) مذکورہ بالا ورزشوں کے بعد اس طرح لیٹے ہوئے۔ دونوں ہاتھ سیدھے بازوؤں میں کر لیں اور گہری سانس اندر کی طرف کھینچ کر پہلے پیٹ بھر لیں۔ پھر اس ہوا کو سینے میں لائیں۔ پیٹ معمولی حالت میں ہو جائے اور سینہ اچھی طرح سے پھیلے اور ابھرے۔ ایک لمحہ توقف کر کے بعد ناک کے سانس خارج کریں۔ یہاں تک کہ پیٹ اور سینہ ہوا سے خارج ہو جائے۔ اور خالی کرنے کے لئے اچھی طرح زور لگانا چاہیئے۔ یہ ورزش پانچ سے سات دفعہ کی جائے۔

(۳) مذکورہ بالا ورزش کے بعد اسی طرح سینے میں سانس بھر کر پہلے کی طرح زور لگایا جائے۔ یہ ورزشیں بہت مفید ہیں۔

ک ـ ف ـ از بنگلور

خانہ داری

مستقل عنوان
محترمہ ... منظور

جس میں سنگھار
اور آرائش بھی شامل ہے

بناؤ سنگھار۔ پوڈر لگانے سے پہلے بنیاد کے طور پر عمدہ قسم کی کریم لگا لیا کریں ورنہ پوڈر مساموں میں گھس کے انہیں بند کردے گا۔ جلد کو تازگی اور قوت بخشنے والی کریم لگائی جائے۔ خشک کرنیوالی نہ لگائیں۔ لیکن جلد پر چکنائی نہ پائے ورنہ گرد جمتی رہے گی۔

لاکھا (روژ) لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ رخسار پر جگہ جگہ ٹہوکر لگا کے دیکھیں کہ کس جگہ خون جمع ہوتا ہے۔ بس یہ جگہ سرخی کی ہے۔ مثلث کی شکل میں خفیف خفیف لگائیں اور پوروں سے دائرہ کی صورت میں اسے لیں۔ ہونٹوں پر ہلکا لگائیں۔ خوبصورت معلوم ہونگے۔ چوڑے چہروں پر لاکھا کانوں کی سمت میں رُخ رکھ کے لگائیں۔ اگر چہرہ چھوٹا ہے تو ناک کے ب اس کا رُخ رکھیں۔ لمبوترہ چہرہ ہو تو ٹھوڑی کے بیچ میں خفیف سا لگائیں اس سے لمبائی کم معلوم ہوگی۔ اگر آنکھیں تنگی معلوم ہوں تو لاکھا ان کے نیچے تک لے جائیں۔

تمام چہرہ اور گردن پر ہلکے ہلکے پوڈر لگائیں۔ پوڈر کا انتخاب احتیاط سے کریں۔ ایسا خوشنما ہو جس کے لگانے سے میں رنگت پیدا ہو اور بہت ہلکا ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ ہونے لگے۔ بہت سرخ رنگ کے چہرہ پر لگانے کے لئے پوڈر میں رنگ کا پوڈر ملا لیا جائے۔ بہتر تو یہ ہے کہ دو تین رنگ کے پوڈر ایک ہی قسم کی خوشبو کے لیکے رکھ لیے جائیں اور حسب موقع ں ملا لیا کریں۔

خانہ ساز سنگھاری چیزیں۔ گھٹیا سنگھار کی چیزیں بالوں اور جلد کو سخت نقصان پہنچاتی ہیں۔ اگر سنگھار کا ہے تو بازار سے قیمتی اور اچھی کریم پوڈر اور کاز میٹک لے کے استعمال کریں ورنہ کم قیمت چیزیں استعمال کرکے خوبصورتی کو خراب نہ کریں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ چیزیں گھر میں ہی بنالیں۔ کم خرچ بالا نشین! تین چھٹانک نشاستہ سٹارچ لے کے خوب باریک پیس لیں اسے ململ کے کپڑے میں چھانیں۔ ایک ڈرام (۲۳ ماشہ) پسا ہوا اورس روٹ ORRIS ROOT لے کے اس میں ملالیں۔ سٹارچ اعلیٰ قسم کا لینا چاہئے۔ اگر اس پوڈر میں خوشبو ملانا مقصود ہو عطر گلاب یا لیونڈر آئل کا ایک قطرہ ملا دیں۔ چلئے پوڈر تیار ہوگیا۔

چاک کی منجن۔ PRECIPITUTED CHALK دانتوں کے لئے عمدہ منجن ہے۔ خوشبودار بنانا چاہیں اس میں عطر یا لیونڈر آئل ملالیں۔ دانتوں کی چینی میں چمک پیدا کرنے والی چیز ہے اور دام کچھ نہیں لگتے۔

پوڈر چھڑکنے سے پہلے معمولی کولڈ کریم بنیاد کا کام دے سکتی ہے۔ سر میں روغن بادام جذب ہیں۔ ہر رنگ پوڈر ... ملا کے آنکھیں دھونے کا عمدہ مرکب بن جاتا ہے۔ پر آکسائیڈ آف ہائڈروجن۔ لیموں کا عرق اور عرق گلاب

دودھ اور ہمساری مقدار میں ملا کے روغن طیار کریں۔ اس کے لگانے سے ہاتھوں میں سفیدی آتی ہے۔

ایک بجٹ کا نمونہ۔ یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ سلیقہ شعار بیبیاں رہ ہیں جو اپنے شوہر کی آمدنی کو جو اس طرح خرچ کرتی ہیں کہ گھر کا دھندا بھی چل جائے اور کچھ رقم بچ بھی جائے۔ آج ایک انگریز بی بی کا موازنہ پیش کیا جاتا ہے جو گو ہندوستانی نہیں مگر ہماری بیبیوں کو معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے کیسے قایم کیا جاتا ہے۔ اس بی بی کے شوہر کو بارہ سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور چونکہ اس کے استقلال کا اسے یقین ہے اس لئے وہ سب کی سب خرچ کر ڈالتی ہے اور شکایت تا اپنا یہ ہے کہ دیکھنے والوں کو تنخواہیں بڑی معلوم ہوتی ہیں لیکن ہمارے دل سے پوچھو کہ بات پوری نہیں ہوتا لیکن اس موازنہ کی مدوں کی مقبولیت یا اسراف کا اندازہ ہر شخص خود ہی کر سکتا ہے۔

یہ تین آدمی ہیں۔ میاں بی بی اور ایک تین سال کا بچہ۔ انکم ٹیکس اور پراویڈنٹ فنڈ کٹ جانے کے بعد جو رقم ۱۰۲۵ روپیہ رہ جاتی ہے اور اس کی تقسیم یہ ہے:۔

کرایہ	۲۴۵ روپیہ	بازار	۷۵ روپیہ	بیوی بچے کے کپڑوں کا خرچ	۵۰ روپیہ
برقی روشنی و پنکھا	۲۵ "	خطوط و ٹکٹ	۶	شوہر کے کپڑوں کا خرچ	۴۰
باورچی خانہ کا کوئلہ	۱۳ روپیہ آٹھ آنہ	منشیات	۲۵	تمباکو	۲۵
دودھ	۱۵ روپیہ آٹھ آنے	باورچی	۳۸	کلب گھر کے بل	۵۰
معدنیات	۳ "	خانساماں	۴۰	موٹر کا خرچ	۹۰
روٹی	۴ "	آیا	۴۰	چندہ لائبریری	۵
برف	۸ "	حال	۲۵	مختلف [illegible]	۳۰
گرم مصالحے	۷۰ "	بچہ گاڑی کا چھوکرہ	۱۲	ڈاکٹر و دندان ساز	
		مہترانی	۵	دوا فروش کے بل	
خانگی اشیاء و تجدید	۲۰ "	دھوبی	۱۵	تفریح و اچانک ضروریات	۷۰

آخری مد میں سے کچھ بچ جاتا ہے تو اسے انگلستان جانے کے اخراجات والے فنڈ میں ڈال دیا جاتا ہے۔

بھاگ دوڑ کا کیک۔ چائے کے وقت کوئی مہمان اچانک آ کر دے اور اس وقت کوئی کیک یا اس قسم کی کوئی اور چیز نہ ہو تو ایک فوری کیک بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے پکانے یا تنور میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔

½ پاؤ پسے ہوئے بادام۔ ½ پاؤ کیسٹر شوگر۔ ایک چھٹانک پتلے بیچ کے بسکٹ جو باریک چور اکر لئے جائیں۔ دو انڈوں کی سفیدی اسقدر پھانٹی جائے کہ جھاگ سخت ہو کے ابھر آئیں۔

اب ان سب اجزا کو ملا کے سخت لئی سی کر لو۔ کیسٹر شوگر کے ساتھ ساتھ اسے آدھ انچ موٹی تہ کی صورت میں پھیلا لیں۔ پھر انہیں کاٹ کے پستے وغیرہ ٹکا دیں تاکہ خوبصورت معلوم ہونے لگیں۔

گڑیا اور ہنڈ کلیا۔ پہلوں کی باتوں میں عقل کوٹ کوٹ کے بھری ہے لیکن اس زمانہ میں انکو فضول اور دقیانوسی سمجھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ انکی جگہ ہم ان سے بہتر کوئی ایجاد نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ گڑیاں اور ہنڈ کلیا ایسے کھیل ہیں جن پر بچیوں کی آئندہ بہتر زندگی کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ جن بیبیوں کو تربیت اولاد سے دلچسپی ہے انہیں اپنی بچیوں کو اس بیکاری کے زمانہ میں سلیقہ شعاری اور خانہ داری کی ابجد پڑھانے کا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ بچیوں کو گڑیوں سے خاص شوق ہوتا ہے۔ وہ گھر صاف رکھتی، اس میں جھاڑو دیتی۔ چھوٹے چھوٹے پلنگ پیڑھے کرسیاں وغیرہ قرینے سے رکھتی، بر دے ملاتی گڑیوں کو اچھے اچھے کپڑے پہناتی طریقہ سے بٹھاتی انکی مجلس منعقد کرتی آنے جانے والیوں کو باہم بغلگیر کرتی بیٹی کو ماں سے جدا کرتے ہوئے طرح طرح کی نصیحت کرتی چھوٹے سے جگہ میں بٹھا کے ذرا فاصلہ پر لے جا کے بٹھاتی گویا سسرال آگئی گڑیوں کو زیور پہناتی ہیں۔ ارے خدا کے لئے بتاؤ اس سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ انہیں سلیقہ شعاری اور منتظم بی بی بننے کی تعلیم خود بخود مل جائے۔ انہیں سینا پرونا آتا ہے اور صفائی اور آداب مجلس کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

اب ہنڈ کلیا کو لیجئے۔ الگ چھوٹا سا چولھا خود بناتی ہیں۔ لکڑیاں خود چن کے جمع کرتی ہیں ہنڈیا چڑھاتی ہیں مصالحہ وغیرہ پیس کے اس میں ڈالتی ہیں ماں سے ترکیبیں پوچھ پوچھ کے کھانا پکتا ہے۔ پھر آٹا گوندھا ہے اور روٹی پک جاتی ہے۔ ہنڈ کلیا کے بعد سہیلیوں یا گھر کے چھوٹے بچے بچیوں کو مدعو کیا جائے یا گڑیا کی شادی میں ننھے مہمان جوڑے جائیں یا ننھے مہمان مدعو کرنے کے بعد انکے مذاق کے مطابق کھانے تیار کئے جائیں جس سے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ذائقہ اور میلان طبع کو چھوڑ کے دوسروں کی تواضع کے لئے انکے حسب منشا کھانا پکانا سلیقہ کا بہترین ثبوت ہے۔ انہیں مہمانوں کو بٹھا کے قرینے سے کھانا کھلانا اور لیاقت سے باتیں کرنا بچوں اور بچیوں کے باہم مراتب کا خیال رکھنا آتا ہے۔

اگر مائیں ان طریقوں سے دلچسپی لے کے نصیحت و مشورہ سے اس تمام نمائش و تماشہ کو کامیاب بنائیں تو بچیاں نہ صرف اپنی ماؤں کی ممنون ہونگی اور انکے حوصلے بڑھیں گے بلکہ انہیں آئندہ دنیاداری کے زبردست و کار آمد سبق ملیں گے جن بچیوں کی عادات خراب ہوں انکی ذمہ دار مائیں ہیں ان بچاریوں کی اپنی خود کوئی خطا نہیں۔

پچھلی بنی۔ درد۔ اعصابی درد یا گٹھیا کے لئے ایک فلالین کی تھیلیہ بناؤ جو اتنی بڑی ہو کہ درد والے مقام پر پوری طرح آجائے۔ اس کے تین حصہ میں خوب خشک کیا ہوا ہندوستانی نمک بھر کے سی دو اور آگ کے سامنے یا کسی تنور میں رکھ دو حتی کہ نمک خوب گرم ہو جائے۔ اب اسے درد والے مقام پر رکھو اور اس پر کوئی ملائم گرم خشک کپڑا لپیٹ دو۔ کان کے درد کے لئے ہر کان کے لئے ایک تھیلیہ بناؤ خواہ ایک ہی کان میں درد ہو۔ دونوں کانوں پر تھیلیاں رکھ کے کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کے سر پر باندھو۔ جب تک درد دور ہو یہ عمل جاری رکھو۔

زکام۔ عمدہ نمک پسا ہوا سہاگہ اور سوڈا کاربونیٹ ایک ایک اونس (½ چھٹانک) لے کے آپس میں خوب

...اور تین چھٹانک پانی میں گھول لو۔ اس مرکب کا ایک چمچہ دو تین گرم پانی کے ٹبوں میں ملا کے سر دھوتے وقت [illegible]
کے ذریعہ اچھی طرح اندر کھینچ لیں۔ نمک محرک ہے بالوں کو صاف کرتا ہے اور سر ڈاسکرن پیدا کرتا ہے۔

لیموں کے کام۔ دردِ سر میں لیموں کی ایک قاش کنپٹیوں پر ملیں فوراً آرام ہو جائے گا۔ لیموں کے عرق کی
نصف چمچہ دانت دھونے کے لئے عجیب چیز ہے۔ اس کے بال گر جاتے ہوں تو لیموں کا گودا چھیلا کر ملا کریں۔
گرنے بند ہو جائیں گے۔ نہاتے وقت پانی میں لیموں کا عرق ملانے سے جلد پر نہایت پُر لطف اثر ہوتا ہے۔

خانگی نسخے۔ آئیوری کا کوئی دھبہ پڑ جائے اس حصہ کو ذرا دودھ میں ڈبو دینے سے اسکا اثر جاتا رہتا ہے اور دھبے
دھبا نہیں رہتے۔ پیرافین آئل اور پسا ہوا جھنواں مخلوط ہو کے سیاہی کے دھبے آسانی سے دور کر دیتے ہیں۔ [illegible]
بال خمدار کئے جاتے ہیں اور نئی ٹوپیوں کو درست کرتے ہیں کھولتے پانی کی کیتلی کی بھاپ کے سامنے رکھیں حتی کہ ملائم ہو جائیں۔
جس طرح چاہیں آپ ان کو موڑ سکتے ہیں۔ دھات پر زنگ آ جائے اگر وہ دھات میں زیادہ گہرا نہیں بیٹھ گیا ہے سیاہی [illegible]
سخت رہا ہے رگڑنے سے جاتا رہتا ہے۔ موم کی بتی کے آخری سرے کسی طشتری میں پگھل جانے دیں۔ تاگوں کی ایک چھوٹی بتی
موم میں پرو دیں۔ عمدہ شمع دان بن جائیگا۔ ربڑ کا میلا سپنج رات بھر ¼ اونس بائی کاربونیٹ آف سوڈا اور تین چھٹانک
پانی کے مرکب میں پڑا رہنے دیں۔ صبح کو اچھی طرح پانی دھار کے خشک ہونے کے لئے لٹکا دیں۔ کپڑوں پر لگانے کی سیاہی
شیشی میں خشک ہو جائے تو ہارٹس ہارن HARTSHORN چند قطرے اس میں ڈال کے دیا سلائی سے ہلا دیں۔ پھر کام دینے
لگے گی۔ دھونے کے بعد کانٹے ایک برتن میں جس میں پسا ہوا جھنواں یا بالو ریت بھرا ہو گاڑ کے رکھ دیں۔ بعد میں پانی سے
دھار کے پالش کر دیں۔ اس سے کانٹے کے پنجے اندر سے بالکل صاف رہیں گے۔ کپڑے پر سریش یا کوئی چیپا مادہ لگ جائے تو
کپڑا اگر م پانی میں ڈبو دیں جس میں سرکہ ملا ہو۔ سریش وغیرہ گھل جائے گا۔ اگر کپڑا دھلائی کے کام کا نہ ہو تو سرکہ اور پانی میں سپنج
ڈبو کے داغ پر لگائیں۔ وہ کپڑا کسی ایسے چیتھڑے پر رکھیں جو نمی کو جذب کر لیتا ہو۔ داغ والے کپڑے کو حتی الامکان کم گیلا
کریں۔ کانچ کی چیزوں کو آخر میں ایسے پانی سے دھار دیں جس میں معمولی دھونے کا تیل شامل ہو۔ کانچ خوب چمک جائے گا۔
سیاہی کے دھبے ہوگنی لکڑی پر پڑ جائیں تو وٹرائل تیل OIL OF VITRIOL میں ایک پر ڈبو کے لگائیں۔ فوراً ہی السی کا
تیل LINSEED OIL لگا کے رگڑ ڈالیں ورنہ سفید دھبہ پڑ جائیگا۔ تارکول کا تیل یا تارپین کا دھبہ کپڑوں پر پڑ جائے تو اسکے
حصہ کو زیتون کے تیل میں رات بھر ڈوبا رہنے دیں۔ اگلے دن معمولی طریق پر دھو ڈالیں۔ گنٹھیا میں معدہ کا خیال رکھیں۔ میٹھی
چیزیں کھانا ترک کر دیں۔ دودھ کی پڈنگ اور گوشت بہت کم کر دیں۔ کارک اگر بوتل کے منہ میں نہ آئے تو اسے زیتون یا سلاد آئل
SALAD OIL میں ڈبو کے کارک کی چول میں بھینچ دیں چھوٹا ہو جائیگا۔ سر میں پہلے روغن زیتون اور پھر گلیسرین لگا کے
خوب ملیں اور پھر دھو ڈالیں بالوں کی خشکی جاتی رہیگی۔ دو چمچے پیرافین آئل پیالہ بھر پانی میں ڈالیں اور فلالین کی قسم کا کپڑا اس میں ڈبو کر اور
نچوڑ لیں۔ اسی طرح چند مرتبہ کر کے سکھا دیں۔ اسباب اور کھڑکی کو جلا دینے میں یہ کپڑا بڑا کام آتا ہے۔

محمد ظفر

سیر بین

دانتوں کے ٹوٹکے۔ ہماری بڑی بوڑھیاں دانتوں کے متعلق عجیب عجیب ٹوٹکے کیا کرتی تھیں۔ بچہ کا دانت ٹوٹتا تو چوہے کے بل میں ڈالدیا کرتے تھے نئے دانت نکلیں گے۔ گلے میں تعویذ کے طور پر لٹکا دیا کہ دانت آسانی سے نکل آئیں گے۔ لیکن مغرب بھی ان توہمات سے خالی نہیں۔ وہاں دانت آسانی سے نکلنے کے لئے عجیب عجیب ٹوٹکے کئے جاتے رہے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے دانت کے متعلق کچھ عجیب ہی دستور رائج تھے۔

دانت کے درد کے لیے مونگا بہت مفید سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ کیڑا ہے جو پانی کے اندر اپنا گھر بناتا ہے جو اسقدر سخت ہوتا ہے کہ چٹان معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مفید ہونے کا باعث یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ پانی جیسی صاف چیز میں رہتا ہے۔ رومی کہتے تھے کہ اسے بچوں کے گلے میں لٹکا دینا چاہئے تاکہ ان کے دانت مضبوط نکلیں اور دیر تک قایم رہیں اور وہ بیمار ہونے سے بچیں۔ آج کل مونگے کے ہار بچوں کے گلے میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ بچوں کے دانت نکلنے کے زمانہ میں درد میں انھیں نہیں ستاتیں۔

مونگے کے بعد یشب یا زہر مہرہ کا درجہ ہے۔ یہ بھی دانت کے درد کے لئے مفید سمجھا جاتا رہا ہے۔ پہلے زمانہ کے مرد وعورت اس اعتقاد سے اسے پہنتے تھے کہ یہ دانتوں کو مضبوطی سے قایم رکھے گا اور اگر اس پر کوئی تعویذ لکھا لیا جائے تو پھر کیا ہی کہنا ہے۔ کوئی جادو اثر نہ کرے گا اور نہ سانپ کاٹے گا۔

جادوگرنیاں دانت کے درد کے لیے گنڈے تعویذ بیچتی تھیں۔ تین کا عدد مبارک سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس سے ابتدا درمیان و انتہا مراد تھی اس لیے تین مرتبہ یہ عمل اسوقت کیا جاتا تھا جب چاند ایک خاص چوتھائی منزل میں ہوتا تھا یا کوئی پرندہ کسی خاص سمت میں اُڑتا نظر آجاتا تھا۔ بالفاظ دیگر چاند یا پرندہ اس تکلیف کو اپنے اوپر لے جاتا تھا۔

خلال آج کل معیوب سمجھی جاتی ہے لیکن دانت کے برشوں کی ایجاد سے پہلے یہ نہایت ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔ سیراکیوس کا ایک بادشاہ زمانہ قدیم میں ہر کھانے کے بعد ایک پر خلال کے طور پر استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کے ایک دوست نے تنگ آکے کہ یہ کسی طرح مرے کہ دوسرے کے لئے جگہ خالی نہیں کرتا اس پر میں زہر لگا دیا۔ اس طرح وہ مر گیا۔

یونانی دانتوں پر لگانے کے لئے مونگے کا سفوف چوہے کی ہڈیوں کی راکھ۔ کیکڑہ کے چھلکے کے سفوف میں ملا ہوا شہد اور لوہے کا برادہ استعمال کرتے تھے۔ الزبتھ کے زمانہ کے انگریز یونانیوں کی تقلید کرتے تھے اسلئے وہ بھی شہد استعمال کرتے تھے۔

دولت پر لات مار کے شادی۔ ایک پادری کی لڑکی کو اس خاندان کے ایک دوست نے جو ایک الدار کمپنی کا مہتمم تھا اور جو سنہ ۱۹۲۹ء میں ۸۴ سال کی عمر میں لاولد فوت ہو گیا اپنا مکان اسکا سارا سامان ایک موٹر اور ساڑھے سات لاکھ

روپیہ کی آمدنی اس شرط پر وصیت کی تھی کہ وہ ساری عمر کنواری رہے اور اگر اس نے شادی کی تو یہ سب روپیہ ضبط [illegible]
اس لڑکی کی عمر ۲۰ سال ہے جب سے اس کے اس زبردست ورثہ کا لوگوں کو علم ہوا تو اس کے پاس مالی امداد کے لئے
بیشمار درخواستیں آئیں اور بہت سے مردوں نے اس سے شادی کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہیں مانی۔ اب حتمی فیصلہ [illegible]
ہونے والی ہے۔ چونکہ عدالت [illegible] وصیتیں جن میں یہ شرط ہو کہ [illegible] ساری عمر شادی نہ کرے اخلاق عامہ کی خلاف
قرار دی گئی ہیں اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ مس مذکور شادی کرکے اپنی جائداد سے محروم نہ ہوگی۔

امریکہ میں عورتوں کی فوقیت۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ۱۹۔ ارب پونڈ کے بیمہ میں عورتوں کا اسی فیصدی حصہ ہے یعنی ۸۰ فی صدی بیمہ سے وہ فائدہ اٹھانے والی ہیں۔ عورتیں ۶۵ کروڑ پونڈ کی انفرادی سالانہ آمدنی پر ٹیکس دیتی ہیں اور مرد ۹۵ کروڑ پونڈ پر دیتے ہیں۔ روپیہ لے کے نفع بانٹنے والے کارخانوں میں عورتوں کا ۳۵ سے ۴۰ فیصدی تک حصہ ہے۔ لکھ پتی عورتوں کی تعداد مردوں کے برابر ہے۔ عورتیں مردوں کی متروکہ جائداد میں ۷۰ فیصدی اور عورتوں کی متروکہ میں ۶۴ فیصدی ورثہ حاصل کر رہی ہیں۔ ۸۵ لاکھ عورتیں نفع بخش کاموں میں مصروف ہیں۔ ایک لاکھ پونڈ سالانہ سے زیادہ آمدنی پر ۱۳۹ عورتوں اور ۱۴۳ مردوں نے پچھلے سال ٹیکس دیا۔ دس لاکھ ڈالر سالانہ سے زیادہ کی آمدنی پر ۴۴ عورتوں اور ۴۳ مردوں نے ٹیکس دیا۔ امریکہ کے بڑے بڑے کاروباری سلسلوں جیسے فولادی، ریلوے، ٹیلیفون تار برقی وغیرہ کے کارخانوں کے حصہ داروں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ امریکہ کی ٹیلیفون و تار کمپنی نے جانچ پڑتال کے بعد ۲۰ جون [illegible] کو اعلان کیا اس میں ۲۲۴۷۶۱ یعنی ۵۳۶۹ فیصدی عورتوں اور ۲۳۱۹ ۴۷ یعنی ۴۶۳۸ فیصدی مردوں کے حصے ہیں۔

اگر عورتوں کو مالی حیثیت سے یہی اقتدار حاصل رہا تو اندازہ کیا جاتا ہے کہ ۲۰۲۵ء میں ریاست ہائے متحدہ کی کل دولت عورتوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

بچہ بیوائیں۔ میواڑ اور مارواڑ کی ریاستوں کی مجموعی آبادی ۲۹۲۰۵۶۰ ہے جس میں ۳۱۰۰۳ بیوائیں اور ۱۹۹۲۳ رنڈوے ہیں یعنی کل آبادی میں ۱۱ فیصدی۔ ان بیواؤں میں ۴۸ پانچ سال سے کم عمر کی بیوائیں ہیں ان میں پانچ تو سال بھر سے بھی چھوٹی ہیں۔ سات دو دو سالہ بچے ہیں اور سات تین سال کی بچیاں ہیں۔ رنڈوؤں میں ۴۴ پانچ سال سے کم عمر کے ہیں۔ ۴ تو گھٹنوں ہی چلتے ہیں۔ سات دو سال سے کم اور نو تین سال سے کم عمر کے بچے ہیں۔ پندرہ سال تک کی عمر کی ۴۵۳ بیوائیں اور ۴۹۲ رنڈوے ہیں۔

شادی کے اعداد و شمار بھی پرلطف ہیں۔ سال سال بھر کی ۱۹۳ بیویاں اور ۱۶۶ شوہر ہیں۔ ۲ سالہ بیوی شوہر تقریباً ۲۱۲-۱۳۴۔ دو اور تین سال کے درمیان ۳۴۶-۱۶۲۔ تین سے چار سال تک ۵۹۵-۲۵۹ چار سے پانچ سال تک ۷۶۰-۳۳۴۔ پانچ سال جوڑے ۳۱۱۵ یعنی ۲۰۶۳ دلہنیں اور ۲۰۵۲ شوہر ہیں یعنی شیرخوار آبادی کا چار فیصدی حصہ۔

شادی سے عمر زیادہ۔ ڈاکٹر ہالینڈ نے لندن میں ایک تقریر میں کہا کہ منشیات کو چھوڑ کے اوسط عمر اس زمانہ میں [illegible]

پچاس سال پہلے انگلستان میں ایک شیر خوار تندرست بچہ کی عمر ۴۴ تھی اب ۵۲ سال مردوں کی اور ۵۵ عورتوں کی ہے شادی شدہ عورتیں بوڑھی ہوتی ہیں کیونکہ شادی شدہ عورتیں اپنی زیادہ احتیاط کرتی ہیں۔ انکی زندگیاں بہت باقاعدہ ہوجاتی ہیں اور انہیں خانگی آرام بہت میسر ہوتے ہیں جو کنواروں کو نصیب نہیں ہوتے۔ کوئی شخص ۲۷ سال کی عمر میں شادی کرے تو اغلب یہ ہے کہ وہ ۴۰ سال اور جیئے گا۔ اس کے برعکس کنوارا اس سے اوسطاً پانچ سال کم جیئے گا۔

فقیروں کی دولت۔ ایڈنبرا (سکاٹلینڈ) کے ایک سائل پر جو گلیوں میں پونگی بجا بجا کے بھیک مانگتا ہے ایک پونڈ جرمانہ ہوا۔ اس پر الزام یہ تھا کہ اس نے سڑک پر اپنی موٹر قواعد کے خلاف دیر تک کھڑی رکھی۔ شہادت سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی موٹر میں بیٹھ کے بھیک مانگنے نکلا تھا۔ اس فقیر نے کہا کہ میں نے بھیک کی آمدنی سے موٹر خریدی ہے' اور دن میں چھ سے دس گھنٹے تک پونگی بجا بجا کے مانگتے پھرنا اور معمولی کاموں سے زیادہ سخت ہے اس کے پاس ایک گھر ساڑھے چار سو روپیہ سالانہ کرایہ کا ہے۔

کلکتہ میں ایک بڈھا فقیر ابھی مرا ہے جسے شاہ صاحب کہتے تھے۔ وہ ایک کوٹھڑی میں رہتا تھا جو ایک شخص نے اسے کرایہ پہ دے دی تھی۔ وہ مرتے دم تک بھیک پہ گذارہ کرتا رہا۔ اس کے مرنے پر پولس کو اس کی کوٹھڑی میں ایک کنستر ملا جس میں ۰۱۵ روپیہ کے تانبے اور نکل کے سکے تھے۔ یہ اسکا اندوختہ بیان کیا جاتا ہے۔

موٹر کی دوڑ۔ نومبر میں آٹھ انگریز عورتیں انگلستان میں موٹر کی دوڑ میں شریک ہوئیں۔ انکی رفتار سو میل فی گھنٹہ کے قریب قریب تھی۔ یہ دوڑ ۱/۲ ۶ میل کے فاصلہ پر ہوئی۔ سب سے اول آنے والی عورت کی رفتار ۹۸ء۳۴ میل فی گھنٹہ تھی۔ جو دوسرے نمبر پر آئی وہ الیشا اس والی موٹر میں دوڑنا چاہتی تھی لیکن افسروں نے یہ موٹر اسے اس وجہ سے استعمال نہیں کرنے دی کہ یہ عورت ذات کے قابو کی چیز نہیں ہے۔ اس نے اس کی جگہ اور موٹر استعمال کی۔ تیسرے درجہ پر جو آئی وہ ساری دوڑ میں تو آگے آگے رہی لیکن آخر میں آکے تیسرے نمبر پر رہ گئی۔

کھٹے انگور کا سا گیت۔ اطالیہ میں عجیب رواج ہے۔ جب کوئی لڑکی اپنے منگیتر کو مسترد کر دیتی ہے اور شادی کی امید کو توڑ دیتی تو منگیتر اس لڑکی کی کھڑکی کے سامنے ستار پر ایک بیزاری کا گیت جسے کھٹے انگوروں والا معاملہ کہئے گاتا ہے جس میں وہ اس کی خوبیاں اور صفتیں بیان کرتا ہے۔ اسکا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ اے لڑکی! اب بھی وقت ہے۔ بول! بسا اوقات ناامیدی کے اندھیرے میں کامیابی کی چمک پیدا ہوتی ہے اور سب بیزاری کافور ہو جاتی ہے اور گیت کے سخت سخت الفاظ ستار کی آخری التجا کی تن تن میں بالکل فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔

لیکن حال میں ایک لڑکی نے گیت کے الفاظ سے جوش میں آکے اپنے منگیتر کے چھرا گھونپ کے مار ڈالا۔ ایک اجنبی لڑکی نے بیچ بچاؤ کرانا چاہا۔ اس نے اسے بھی مار ڈالا کہ کیوں پرائے معاملہ میں دخل دے۔ اب لڑکی پولیس کی حراست میں ہے۔

ہوا سے ریشم۔ نیویارک کے ایک سائنسداں نے ہوا کے اجزا سے ریشمی جرابیں بنائی ہیں۔ لئے اس کی [illegible]
جلسے کے سامنے کی ملک ان میں ایک نقص یہ نکلا کہ جب ان جرابوں کو گرم پانی میں ڈالا گیا پگھل گئیں۔ یہ جرابیں [illegible]
سے بنی ہوئی کسی چیز کی طرح [illegible] کی گئی تھیں۔ یہ ریشم گچھے دار کانٹوں سے مشابہ تھا۔ یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہوا اور [illegible]
پیٹرول سے حاصل کی ہوئی کسی چیز سے ملا کے کپڑا بن سکتا ہے۔ اگر ہوا سے چیزیں بنانے میں کامیابی حاصل ہو گئی تو ایام
جنگ میں ہر طرح کی چیز آدمی اپنے ہی ملک میں بنا سکے گا۔

پھلجھڑیاں۔ یورپ میں خود زیں قلم کے برابر جیبی بندوقیں بک رہی ہیں۔ ان میں پھٹنے والی گیس بھری
ہوئی ہے۔ یہ چوروں کے خلاف استعمال کئے جانے کے لئے ایجاد کی گئی ہیں۔

لندن کی ایک ریل نے ۹۰ میل فی گھنٹہ چل کے دنیا میں تیز رفتاری کی بازی جیت لی ہے۔ امریکہ میں بجلی اس قدر سستی
ہے کہ گاہوں پر بجلی کے پنکھے مکھیاں اڑانے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ انگلستان میں بجلی کی گرمی سے مرغی کے بچے نکالے
جاتے ہیں۔ بجلی کی روشنی کی مدد سے مرغیوں سے دن میں دو مرتبہ انڈے لیے جاتے ہیں۔ سوروں کو سردی میں بجلی سے گرمی
پہنچائی جاتی ہے اور خرچ مشکل سے ایک آنہ فی یونٹ ہوتا ہے۔

فرانس میں ایسی موٹر ایجاد کی گئی ہے جو ریل کی پٹڑی پر پچاس سے سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلا کرے گی چنانچہ ایک ایسی
موٹر کو چلا کے دیکھا گیا۔ اس میں ۲۵ مسافر بیٹھے۔ موٹر نہایت خوبی سے چلی۔ اس سے بڑی سہولت ہو جائے گی اور ضرورت
پڑنے پر انجن اور ریلوں کو جوڑ کے چلانے کے مقابلہ میں اس پر کم خرچ بیٹھے گا۔

ایسی کئی پہلو والی عینک ایجاد ہوئی ہے جو چہرہ کو خوشنما بنا دیا کرے گی۔ بدشکل آدمی بھی اسے چہرہ پر لگا کے خوبصورت
نظر آیا کرے گا۔ بعض ہشت پہلو ہیں۔ اوپر کا شیشہ اس طرح کاٹا گیا ہے کہ ابرو پر مطابق ہو گیا ہے۔ نچلا رخسار کے خم سے
ملگیا ہے اور اندرونی شیشے ناک کے خط کے ساتھ ساتھ خمدار ہوتے چلے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ شیشے چہرہ پر پوری طرح
آجائیں۔ اس عینک سے آنکھوں کا نقص بھی دور ہو جائے گا اور آدمی بخوبی لکھ پڑھ سکے گا۔

امریکہ والوں کو گرد و غبار کی دستبرد سے بہت اونچے مکانوں میں رہنے کا جنون ہو گیا ہے چنانچہ کئی کئی منزلوں والے
مکان بنائے جاتے ہیں۔ اب نیویارک میں ۸۰ لاکھ پونڈ کی لاگت سے ایک ہوٹل بنایا گیا ہے جس کی ۴۹ منزلیں ہیں اور ۲۲۰۰
کمرے ہیں۔ ہر کمرہ میں ایک غسل خانہ ہے۔ ایک پورا شفاخانہ اس ہوٹل کے لئے علیحدہ اسی میں بنا دیا گیا ہے اور چار
ناچ گھر ہیں۔ چار ہزار سے زیادہ تصویریں اس کی سجاوٹ کے لئے خریدی گئی ہیں۔

آئرلینڈ میں ایک خاتون آنریبل کیتھرائن پلنکٹ نے اپنی ۱۱۱ ویں سالگرہ منائی ہے۔ اس نے پانچ بادشاہوں
کا زمانہ دیکھا ہے۔ اس نے اس موقع پر جو دعوت کی اس میں خوب کھانا کھایا۔ اس کی صحت اچھی ہے اور سال بھر سے
زکام بھی نہیں ہوا۔ اس کے خاندان میں اب پانچواں وارث ہے جنے اس کی زندگی میں بیرن پلنکٹ کا لقب اختیار کیا ہے۔

چند خاص کھانے

شاہجہانی کھچڑی

چاول باریک عمدہ ایک سیر۔ دال صاف دھلی مونگ کی آدھ سیر۔ قیمہ گوشت کا رگ و پٹھوں سے پاک صاف اور بے ہڈی کا ڈیڑھ سیر۔ گھی مسکہ کا سوا سیر۔ پیاز ۲ چھٹانک۔ ادرک سائیدہ ۲ تولہ۔ لہسن سائیدہ ۲ تولہ۔ مرچ و نمک حسب ذائقہ۔ بادام ۲ تولہ۔ چرونجی ۲ تولہ۔ خشخاش ۲ تولہ۔ دھنیہ سائیدہ ۲ تولہ۔ گرم مسالہ سلم۔ دہی چکا ڈیڑھ پاؤ۔ دودھ ڈیڑھ پاؤ۔ الائچی سائیدہ ۲ ماشہ۔ شاہ زیرہ سائیدہ ۲ ماشہ۔ دارچینی سائیدہ ۲ ماشہ۔ لونگ سائیدہ ایک ماشہ۔ الائچی سلم ۲ عدد۔ لونگ سلم ۲ عدد۔ دارچینی سالم ۳ ٹکڑے۔ کوتھمیر ۲ ماشہ۔ پودینہ ۲ ماشہ۔

ترکیب ایک چھٹانک پیاز ۲ تولہ ادرک ۲ تولہ لہسن اور مرچ حسب ذائقہ کو پاؤ سیر گھی میں حسب معمول تل کر قیمہ بگھار دیں۔ اور خوب گلا کر پکائیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو دہی ڈال کر قدرے بھون کر اس کو باریک پیس لیں۔ بادام، چرونجی، خشخاش، دھنیہ ان چاروں چیزوں کو توے پر بھون کر باریک پیسا کر گئے ہوئے قیمہ میں ملا دیں۔ کوتھمیر پودینہ بھی باریک کتر کر ملا دیں۔ اب اور ایک چھٹانک پیاز تمام پاؤ گھی میں تل کر نکال لیں اور اسی گھی میں سے پاؤ سیر گھی لے کر اس تیار شدہ قیمہ کو بگھار دیں اور تمام گھی نکال بھون لیں، تمام گھی اس میں جذب ہو جائے گا، اور اس تیار شدہ قیمہ کو رکھا رہنے دیں۔ بچا ہوا پاؤ سیر گھی جو رکھا ہے اس میں باقی ایک چھٹانک پیاز کو معہ بقیہ ادرک و لہسن کے تل لیں اور سلم گرم مسالہ کو بھی اس میں ڈال کر کھچڑی کو بگھار دیں اور دو منٹ تک اس کو گھی میں بھون کر گلنے کے موافق پانی چھوڑ دیں۔ جب کھچڑی میں ایک کنی باقی رہ جائے تو دیگچی میں سے آدھی کھچڑی نکال کر بقیہ آدھی پر تیار شدہ قیمہ بچھا کر اس پر گرم مسالہ سائیدہ چھڑک دیں اور اس پر اس نکالی ہوئی آدھی کھچڑی کو بچھا دیں اور آدھ سیر گھی جو بچا رکھا ہے، بیس دودھ ملا کر اوپر ڈال دیں اور سرپوش ڈھک کر دم دے دیں، سرپوش پر بھی تھوڑی سی آگ رکھ دیں بس کھچڑی تیار ہے۔ گڑ گڑاتے جاڑوں میں کھائیے اور شاہجہاں کی روح کو خوش کیجئے۔

نان طوطک

روا عمدہ باریک ایک سیر۔ مسکہ کا گھی آدھ سیر۔ قیمہ آدھ سیر۔ لیموں دو عدد۔ ہرا مسالہ یعنی ہری مرچ۔ کوتھمیر، پودینہ حسب ضرورت۔ گرم مسالہ یعنی لونگ الائچی و دارچینی حسب حاجت۔ پیاز دو ڈلی۔ نمک باریک سائیدہ حسب ذائقہ۔ زعفران ۲ ماشہ۔ دہی آدھ پاؤ۔

ترکیب روے کو باریک چھلنی میں چھان لیں (تاکہ کچری کوڑہ سے صاف ہو جائے) اور اس میں مسکہ کا آدھا سیر گھی ملا دیں۔ پھر دودھ کا ہاتھ لگا لگا کر قدرے مالش کر کے تین گھنٹے رکھ چھوڑیں۔ اتنی دیر میں روا نرم ہو جائے گا مگر کنی نہیں چھوٹے گی اور نہ چھوٹنے کی ضرورت ہی ہے اس لئے کہ طوطک کی خستگی کے لئے کنی نہیں چھوٹنی چاہئے۔ پھر حسب معمول پیاز کو تراش کر ادرک لہسن کے ساتھ گھی میں تل لیں اور باریک قیمہ کو اس میں ڈال کر خوب گلا کر پکائیں اور خشک بھون لیں، ہرا مسالہ اور گرم مسالہ چھڑک کر اس پر پھول

پھر ڈھکنا دیں کہ اس سے قیمہ کٹ نہیں پاتا) بعدہ دستے کے حسب ضرورت چھوٹے بڑے بے حساب تیس چالیس بنالیں اور ہر ٹکڑے کو کٹوری کی طرح گول بنا کر ساتھ کی طرف سے ان کی طرح شکل نکالیں اور ایک کٹوری میں قیمہ بھر کر اوپر سے ڈھکن بنا دیں یعنی دوسری تو کر اور کٹوری ہی پہ ہاکر چپکا دیں اسی طرح تمام ٹکڑے جب تیار ہو چکیں تو دہی کو کپڑے میں باندھ کر اس کا سارا پانی ٹپکا دیں اور اس میں پسی ہوئی زعفران ملا کر تمام ٹکڑوں کے اوپر کے حصہ پر لیپ کر دیں اور ان سب کو ایک دم دار پاگن میں موز کے پتوں پر جما کر تھیں دیسی ٹو ہک کر اوپر کوئلوں کی آگ دیں مگر نیچے آگ بہت کم دی جائے جب خوشبو آنے لگے اور ٹکڑے سرخ ہو کر پھول جائیں تو سمجھئے کہ تیار ہیں دم دینے میں بڑی احتیاط اور ہوشیاری چاہئے۔

خشت بہشت

آلو عمدہ سرخ رنگ کے ایک سیر
بادام سائیدہ پاؤ سیر۔
کھویا آدہ سیر شکر قندی ۱ سیر۔

ترکیب آلوؤں کو پانی سے دھو کر دودھ میں اچھی طرح ابال لیں اور ہیٹالو فشر، ایک آلہ ہوتا ہے جس میں چھلنی لگی ہوتی ہے، اس میں آلوؤں کو ڈالکر دبائیں چھلنی میں سے سلا سا گرتا جائے گا، پھر یہ آلو کھویا اور بادام ان تینوں کو ایک جسم کر کے شکر اچھی طرح ملا دیں، اس میں نہ گھی پڑتا ہے نہ پانی، اب ایک کھلے منہ کی پتیلی میں ڈالکر دہیمی آنچ پر پکانا شروع کریں، کھوئے اور بادام کی کی نمی سے شکر خود ہی گھلنے لگے گی ورنہ ذرا دودہ کا چھینٹا دیدیں اور کفگیر سے گھوٹتے جائیں تاکہ پیندے میں داغ نہ لگے جب پک کر گاڑھا ہونے لگے اور پتیلی کے کناروں کو چھوڑنے لگے تو ایک بڑے طباق پر ذرا سا گھی لگا کر اس کو اس میں ڈال کر پھیلا دیں اور ٹھنڈا ہونے کے بعد اس کے خشت بشکل لوزنہ کاٹ لیں، نہایت لذیذ ہوتے ہیں، طباق پر گھی اس لئے لگاتے ہیں کہ لوزنہ آسانی سے چھوٹے۔

دودھ کی پڈنگ جسمیں دہی کا مزہ آتا ہے

دودھ ہوسی کا پہلے دن کا

آدہ سیر انڈے ۲ عدد شکر قندی ۱۵ تولہ

ترکیب انڈوں کو پھینٹ کر شکر کے ساتھ دودھ میں ملائیں اور ایک بڑے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶۰ کالم اگلے نیچے)

دست کرم

خدا ہمنائے خیر دے ان دردمند خواتین وحضرات کو جنہوں نے تربیت گاہ بنات کی امداد کے لئے روپیہ عطا فرمایا (۱۰ روپیہ سے کم کی رقمیں بنات خوردی میں شائع ہوں گی)

نواب فخر الملک بہادر حیدرآباد دکن	[illegible]
ضیاء العلوم مفتی محمد انوار الحق صاحب بھوپال	[illegible]
ایس اے کریم صاحب دیار وار (۳ ماہ کا)	[illegible]
بیگم میاں نواب الدین صاحب جالندھر	[illegible]
بنت محمد اسحاق صاحب سری نگر امیران کدل	[illegible]
بیگم عبدالوہاب صاحب ہینگن گھاٹ	[illegible]
بتوسط بیگم عبدالرحیم بیگ صاحب ناگپور	[illegible]
فدا حسین صاحب وکیل ناگپور	[illegible]
سید محمود حسین صاحب بنگلہ راجہ اعظم شاہ صاحب	[illegible]
نوابزادہ رفیق اللہ صاحب بھوپال	۱۱۰
بذریعہ والدہ صاحبہ نواب ابراہیم علی خاں صاحب ناگپور	[illegible]
بیگم خان بہادر مرزا اکبر بیگ صاحب ورنگل	[illegible]
مولوی فخر الدین صاحب جیلر بھوپال	[illegible]
مولوی محمد احمد صاحب جج بھوپال	[illegible]
معرفت ساجدہ بیگم صاحبہ بنت مولوی منصب علی صاحب	[illegible]
بیگم اختر علی خاں صاحب افسر جنگلات بھوپال	[illegible]
بیگم خواجہ محمد اکرم صاحب بھوپال	[illegible]
بنت مولوی فیض الحق صاحب لینڈ ریکارڈ	[illegible]

راشد الخیری تربیت گاہ بنات دہلی

ترکیب

ایک کپڑے پر فنیں سے اتار کر سنہری یا سبز ہلکا یا گہرا۔ اگر بالکل انگور کے مانند بنانا چاہیں تو ڈالی و پتی سبز اور انگور انگوری رنگ سے انگلری ہرا۔ اور اگر سنہری موتیوں سے محمل یا سلک وغیرہ پر بنائیں تو یہ بہت ہی چکدار مانند سلمہ کے خوبصورت ہوگا کل بیل موتیوں سے بنائیں سلا سخ صرف پتیوں کے درمیان میں ٹانکیں۔

نوٹ:۔ موتیوں کے کام کے ساتھ تراش بھی بتایا گیا ہے یہ کھلی آستین ہے۔ پہلے مطابق ناپ کے چھوٹا بڑا تہہ کر کے تراش لیں۔ یا کام کر کے تراشیں جیسی مرضی۔ لیکن آستین کا کٹ کرتہ کے سامنے کی جانب ڈالا جائے جیسا کہ سنگلری والی آستین کا بتلایا گیا ہو وہ سلا ہوا نقشہ دکھایا گیا ہے اور یہ کھلا ہوا ہے۔ کام ہو جانے کے بعد سی لیں۔ اور گلگو انار کر شنے کے بعد کناری سوئی سے اندر مروڑ کر سی لیں۔ ورنہ کم مضبوط ہوگا اور خراب ہوگا

عالم آرا بیگم
اے ایف یعقوب خاں
کلکتہ

موتیوں سے آستین پر انگوری بیل

نئے فیشن کا فراک

عمدہ ریشمی کپڑا - مخمل یا مخمل کا فیتہ آدھا انچ چوڑا گلابی یا سرخ رنگ کا

ترکیب

اول باڈی بنانے کے لئے بیس انچ لانبا اور تیرہ انچ چوڑا ایک ٹکڑا نکال کر درمیان سے دوہرا کریں سامنے بارہ انچ لانبا دوہرا ٹکڑا ہوجائیگا (Body) کے آستین و گلا اور کمر سب نقشہ کی طرح ابھردار تراشیں اور تھوڑا سونڈھا بھی تراش دیں - کمر سے بڑی بڑی چھ ابھریں سہ گوشہ نکلیں گی - ہر آستین سے چھ اور گلے کے سامنے والے حصے میں چار ابھریں اور گلے کے پیچھے حصے سے ایک ابھر تراش کر نکالی جائے گی -

نمبر ۱ نقشہ کو دیکھ کر خوب غور کریں - باڈی (Body) تراشنے کے بعد فراک کے گھیرا نکالنے کے لئے دو ٹکڑے میں ایک ایک ساڑھے دس انچ لانبا اور بیس انچ چوڑا - اب دونوں ٹکڑے برابر رکھکر نقشہ نمبر ۲ کے مطابق دو آدھی اور سات پوری سہ گوشہ ابھریں تراشیں (جس جانب بیس انچ ہے) یعنے چوڑائی کی طرف سے ابھر تراشیں (Body) و گھیر تراشنے کے بعد نمبر ۱ اور نمبر ۲ کی جتنی ابھریں ہیں سب کے کنارے مخمل فیتہ لگا دیں (فیتہ اس طرح لگا دیں کہ ریشمی کپڑا اندر اور مخمل فیتہ ابھر کے دونوں جانب رہے) مخمل کی بھی فیتہ کی طرح تراش کر لگایا جاتا ہے - فیتہ لگانے کے بعد (Body) کے دونوں جانب (؟) سے کمر تک کھلے ہوئے رخ کو اور دونوں سونڈھوں کو الٹی طرف سے سلائی کریں (Body) تیار ہوگیا - فراک کی گھیر نمبر ۲ کے دونوں جانب کے کھلے ہوئے رخ جن کی لمبائی ساڑھے دس انچ ہے اس سے نو انچ الٹی جانب سے سلائی کریں اور گھیر کے اوپر کے حصے یعنی بیچ پر جو بیس انچ لانبا ہے اس انداز سے چنٹ لگائیں کہ تیرہ انچ چوڑا رہ جائیگا (Body) کی چوڑائی تیرہ انچ ہے - جب چنٹ وغیرہ دیکر گھیر تیار ہوجائے اس کو الٹ دیں اور (Body) بھی الٹی جانب کر لیں اور اب دونوں کو اس طرح جوڑیں کہ (Body) کی کمر کی ابھر کو گھیر کے اندر ڈالدیں اور چنٹ والا حصہ جس جگہ بیچ کھلا ہے (؟) اس کو سیدھی ... شامل کر کے دیکر مشین سے سلائی کریں اب پورا فراک سیدھا کریں چنٹ اندر ہوگی اور مخمل فیتہ لگے ہوئے ابھریں اوپر ... موتیوں کے کام نہ بنائیں بلکہ فراک کے سینے پر (Body) کھیکر خوبصورت سا پھول بنائیں تو اور بھی زیب دیگا - یہ فراک دو تین سال کی بچی کے لئے موزوں ہے -

نوٹ :- اگر بچی کے سر سے فراک [illegible] تو پچھلا حصہ کی ابھر کے درمیان سے تھوڑا سا سیدھا کاٹ دیں اور کاج بٹن بنا دیں -

مس رقیہ خانم کلکتہ

نمبر ۱

نمبر ۲

تیار شدہ فراک

مچھلیوں کی بیل
یہ خوبصورت بیل پلنگ پوش میز پوش وغیرہ پر کاڑھ سکتے ہیں۔
رنگ
پتیاں . . . . سبز
ڈنڈیاں . . . . چاکلیٹ
مچھلیاں . . . . سنہری
آنکھ . . . . سرخ
خدیجہ بائی بمبئی
کف
آسمانی نیلی رنگ ڈی یم سی سے کنگورے بنائے۔ نیچے کا
کا کپڑا چھوٹی قینچی سے کترو تیجے۔ کف کے گرد والی بیل کی
پتیاں سبز، پھول شیڈ دار اودا اودے ڈالیں چاکلیٹ بنائے
درمیانی حصہ:- بڑے پھول نارنجی، پتیاں سنہری ڈالیں، چاکلیٹ
چوٹی پھول گلابی، رگوں خلاف بادامی ریشم سے ... اچھا
... یہ کف کھیلیگا۔
عذیر مظہر جعفری دہلی
کف

ریشمی رنگین کپڑے پر سب پھول پتے نقل کرکے پتیاں سبز، پھول گلابی نارنجی، سبزی، بنفشی کلیاں سرخ کاڑھئے، چاروں طرف کنگورے بنائیے ڈبل ہم کاشن نمبر ۲ موزوں ہوگا، یا پھر تسرے کاڑھنے کا طرز خانہ سے ظاہر ہے اگر چاہیں تو کنگورے کروشیا نمبر ۸ سے کاڑھیں جس جگہ تپاری کا غلاف لکھا ہے خالی رہیگی اس میں سے کپڑے کا کندہ نکالا جائے گا۔ اگر سلمہ کا بنائیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ لڑکیوں کے جہیز کے لئے خوبصورت چیز ہے۔"

امیر فاطمہ آگرہ

بزم عصمت

الحمدللہ تاریخ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء اللہ جل جلالہٗ نے کمال فضل سے میرے بھاوج عزیز مولوی عبدالقدیر صاحب کو ولد نرینہ عطا و مرحمت فرمایا ہے۔ عصمتی بہنوں سے ملتجی ہوں کہ مولود مسعود کا کوئی عمدہ قطعہ تاریخ و نیز تاریخی نام تحریر فرما کر عزت افزائی فرمادیں، بیحد ممنون ہوں گی۔ اس خوشی میں مبلغ پانچ روپیہ کا نوٹ تربیت گاہ بنات کی نادار بچیوں کے لئے روانہ کرتی ہوں۔

مانگہ خاتون ملک چک۔ ضلع مونگیر

نہایت رنج و اندوہ سے تحریر کرتی ہوں، کہ میری عزیز نور چشمی عنایت الرحمٰن اٹھارہ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئی ہے گو آج نو ماہ ہو گئے ہیں لیکن قلب پر ابھی تک ویسا ہی صدمہ ہے۔ مبلغ بیس روپیہ کی حقیر رقم برائے ایصال ثواب مرحوم تربیت گاہ کی یتیم و نادار بچیوں کے لئے ارسال ہیں۔ قبول فرمادیں اور التجا ہے کہ ایک ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھ کر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچایا جائے۔

بیگم میاں نواب الدین انسپکٹر پولیس پنشنر جالندھر

میرے چہرے پر عرصہ ۲ سال سے چھوٹی چھوٹی پھنسیاں نکلتی ہیں جنکو دبانے سے بیچ میں سے ایک سفید دانہ نکلتا ہے اور داغ پڑ جاتا ہے جو کہ نہایت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی بہن یا بھائی کو ان کا کوئی علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔ ہر طرح کی کریم وغیرہ میں استعمال کر چکی ہوں

زبیدہ خانم نور منزل جالندھر شہر

میں بے انتہا مسرت و شادمانی کے ساتھ بہنوں کو مطلع کرتی ہوں کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے پیاری ہمشیرہ جان زبیدہ خاتون بیگم ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کو بروز ہفتہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۱ء فرزند ارجمند عطا فرمایا ہے، بہنیں دعا فرمائیں، خدائے بزرگ و برتر نو مولود کو عمر خضر کی اور بخت سکندر عطا فرما کر ملک قوم کا بہترین خادم بنائے۔

زکیہ سرینگر کشمیر

میں نہایت دلی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے تائے ابا صاحب قبلہ چودھری محمد صالح صاحب، رئیس آنریری مجسٹریٹ، آنریری اسسٹنٹ کلکٹر و پریسیڈنٹ نوٹیفائڈ ایریا قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ کو سال نو کے موقع پر ان کی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ عالیہ سے خطاب خان بہادر عطا ہوا ہے خداوند کریم ہم سب کو مبارک کرے۔ اور یہ خطاب مزید اعزاز کا پیش خیمہ ہو کر دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہو۔ آمین!۔

مسز سلیمان محمود مارہرہ

میں نہایت ہی خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ حقیقی بہن علیہا بیگم کی شادی خانہ آبادی بروز یکشنبہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو گجرات کے ایک زمیندار انسپکٹر سید سرفراز حسین سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ جانبین سے خلاف شرع کوئی رسم ظہور میں نہ آئی۔ ہماری چچازاد بہن مس رقیہ خانم نے اس مہذب طریقہ کی شادی کو بہت ہی پسند کیا امید کرتی ہوں کہ میری ہمخیال عصمتی بہنیں بھی اس صوفیانہ مبارک شادی کو پسند کرینگی۔ اس خوشی میں دو روپیہ بھیج رہی ہوں۔

نشاط افزا کلکتہ

میری عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر افسوس ہوگا کہ میرے بھائی جان مجید الزماں عمر پندرہ سال متعلم ایف۔ اے کلاس جو ریاست بہاولپور میں انتظام زمینداری کرتے تھے بقضائے الٰہی بعارضہ چند روز بخار و بندش حرکت قلب سے اسی جگہ فوت ہو گئے۔ انا للہ و انا علیہ راجعون، خدا بھائی جان مرحوم مغفور کو اپنی رحمت سے جنت نصیب کرے اور ہمیں اور ان کے دیگر پسماندگان کو توفیق صبر عطا فرمائے۔ چھ روپے کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کی یتیم بچیوں کے لئے

رسالہ خدمت ہیں۔

دختر جان محمد خان جم بی اے افسر ال کمپنی پلیڈر

محترمہ پرالیس صاحبہ نے مہاسوں کی دوا طلب کی تھی۔

کیلشیم کوصابن۔ کیلشیم سم ملاکر کیلشیم پاؤڈر بہترین دوا ہے۔ ترکیب یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت مرہم مہاسوں پر لگائیں۔ صبح کو گرم پانی سے صابن سے منہ صاف کریں اور اس کے بعد پاؤڈر لگا دیں انشاء اللہ جلد فائدہ ہوگا۔

مسنر سلیمان محمود مارہروی

محترمہ لطیف بیگم صاحبہ لاہور کی خدمت عالیہ میں گذارش ہے کہ آپ تاتا ہمتو شیر کی مفصل ترکیب رسالہ عصمت میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے لکھ دیں اور ان کے نام وغیرہ سے بھی مطلع کریں۔ اور نسخ سے بھی آپ کی عین نوازش ہوگی۔

نظیر جہاں گھڑیال

بہن یو لیس صاحبہ نے مہاسے کی دوا دریافت کی ہے بہن موصوفہ سے التماس ہے کہ ہنمان بر اکس سوپ جو ہر شہر میں مل سکتا ہے گرم پانی کے ساتھ دن میں دو تین دفعہ چہرہ دھو کر، زنبک دیو بھی ہر انگریزی شاپ سے مل سکتا ہے) مہاسوں پر لگا دیں اور رات میں بھی پورے چہرہ پر معمولی مقدار لگا سکتی ہیں۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ کے اندر فائدہ ہوگا مجرب ہے بہت سے طبیبوں نے اس کا استعمال کیا ہے مہاسوں کی تکلیف دور ہوگئی ہے۔

قاضی النسا بیگم نیلور

میرے والد کے پیر میں درد ہے۔ عرصہ سات ماہ سے اچھا نہیں گیا ہے اگر کوئی اکسیر دوا کسی بھائی یا بہن کو معلوم ہو تو بذریعہ عصمت تحریر فرما دیں۔ ممنون ہوں گی۔

ہمشیرہ محمد عثمان قاضی پور

بال باریک ہونے کی دوا دریافت کرنے والی بہنوں کو معلوم ہو آنولہ لیموں کے عرق میں پیس کر اکیس دن تک موسم گرما میں ۱ بجے دن کو ملیں۔ موسم سرما میں نہ ملیں کیونکہ آنولہ اور لیموں دونوں ٹھنڈے ہوتے ہیں نزلہ و زکام ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہمشیرہ سید عنایت حسین صاحب

کوئی بہن برائے مہربانی مطلع فرما دیں کہ گھونگرو بنانے والی بالوں کی قینچی کس دوکان سے دستیاب ہوتی ہے اور کس قیمت پر مل سکتی ہے۔

سیدہ کنیز بیگم ہیرا کٹ لنٹہ باد

میری والدہ صاحبہ کو عرصہ ڈیڑھ ماہ سے خون نکلتا ہے ڈاکٹری و یونانی علاج کئے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ برائے مہربانی اگر کسی بہن کو اس مرض کی کوئی مجرب دوا معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں مشکور ہوں گی۔

ایف بنت راجہ عبداللہ خان صاحب مرحوم معلّے بیاعوگیرا

پیاری بہنو میری ایک سہیلی کی زبان میں لکنت ہے۔ بہت کچھ علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کوئی بہن یا بھائی مہربانی کر کے کوئی مجرب نسخہ یا کوئی ترکیب بتائیں۔ بہت بہت ممنون ہوں گی۔

خریداری نمبر ۲۴۴۳۴۷ راجہ سلطانہ

عصمت ماہ اکتوبر میں جنابہ کشور جہاں بیگم صاحبہ نے مرض ذیابیطس کا ایک نسخہ اندراج کرایا ہے اس نسخہ کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں:۔

(۱) جنط بوا۔ کیا یہ کسی دوا کا صحیح نام ہے؟ اور اسے ہندی اور عام زبان میں کیا کہتے ہیں اگر کاتب کی غلطی سے نام غلط درج ہو گیا ہو تو براہ کرم دوا کے صحیح اور عام نام سے مطلع کیجئے۔

(۲) گرماری بوٹی ہم وزن۔ یہ بوٹی کس دوا کے ہم وزن ہوگی تاکہ تیاری نسخہ میں اجزا کی کمی بیشی نہ ہو جائے۔ بہن موصوفہ بذریعہ عصمت اطلاع دیکر ممنون کریں۔

عرفان راجگڑھ

بقیہ صفحہ ۱۶۲ کٹورے میں نکالکر اس کٹورے کو ایک کھلے منہ کے برتن میں تھوڑا سا پانی ڈالکر رکھدیں اور سرپوش ڈھک کر نیچے آگ لگا دیں۔ پانی گرم ہو کر بخارات بنائیگا اور اس سے یہ قند دم ہو جائیگا۔ جاڑوں میں بائی کر کے کھائیں تو نہایت لذیذ ہوتا ہے، ذائقہ بڑھانے کو بادام پستے کے بند کاٹ کے ڈالدیں۔

اُم عاصمہ گلبرگہ (دکن)

میاں محمد شفیع کا انتقال

[illegible] کی منحوس صبح نے میاں سر محمد شفیع کو چھین کر
بدنصیب اسلام کو وہ نقصان پہنچایا ہے جس کی تلافی مدتوں نہ ہو
سکیگی۔ میاں سر محمد شفیع کا وجود صرف صوبہ پنجاب کے بلکہ
ہندوستان بھر کے مسلمانوں کیلئے باعث ناز تھا، انہوں نے مسلمانوں
کی جو خدمات انجام دیں ان کی فہرست بہت طویل ہے، انہیں
کی کوششوں سے سرکاری ملازمت میں مسلمانوں کی تعداد
بڑھی، انہیں کے زمانہ وزارت میں کئی نئی یونیورسٹیاں ہندوستان
میں قائم ہوئیں جو ارمان سر سید اپنے دل میں لے گئے وہ سر
شفیع کی کوششوں سے پورا ہوا اور علی گڈھ کالج سے مسلم یونیورسٹی
بنا۔ بڑے سے بڑے سرکاری عہدے جو کسی ہندوستانی کو
مل سکتے تھے سر شفیع مرحوم کو ملے اور ہر عہدے پر پہنچکر
میاں محمد شفیع نے مسلمانوں کی شاندار خدمات انجام دیں۔
انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور محنت سے جو ترقی کی وہ
تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے باعث ناز تھی، اور جو
عزت اور شہرت انہیں گورنمنٹ میں حاصل ہوئی بہت کم
مسلمانوں کو ہندوستان میں حاصل ہوئی ہے لیکن اسکے باوجود سر محمد
شفیع میں بہت سی مشرقی خوبیاں تھیں انکی وضعداری، انکے خلق،
انکی مہمان نوازی انکی غربا پروری کو ہزاروں مرد عورتیں رو رہی ہیں
میاں محمد شفیع کے انتقال سے طبقہ نسواں کو بھی شدید نقصان
پہنچا ہے وہ حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کے بڑے حامی و ساعی تھے
انہوں نے اپنی لڑکیوں محترمہ جہاں آرا بیگم کو جنہوں نے گول میز
کانفرنس میں بہت نام پیدا کیا اور محترمہ گیتی آرا بیگم کو نہایت اعلیٰ
تعلیم دی، انہوں نے پردہ کی رواجی رسم کو اٹھایا اور ہمیں خوب ہی
طرح یاد ہے کہ جب دسمبر [illegible] میں انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ
جلسہ میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے حقوق نسواں پر تقریر
فرمائی اور پنجاب کو شرع اسلام کے موافق لڑکیوں کو ترکہ پدری تقسیم
کرنے پر متوجہ کیا تو سر محمد شفیع کی آنکھ سے زار و قطار آنسو بہہ رہے
تھے اور انہوں نے نہایت درد دار الفاظ میں اس درد انگیز تقریر کی
تائید کی تھی اور علامہ مرحوم کو یقین دلایا تھا کہ پنجاب کے باشندے اس تقریر
کی قدر کریں گے اور یہ کلنک کا ٹیکہ جلد سے جلد دور کرنے کی کوشش
کریں گے اس سلسلہ میں سر شفیع نے فرمایا تھا کہ میں نے وصیت کر دی
ہے کہ میری لڑکیوں کو شرع اسلام کے بموجب ترکہ دیا جائے
سر محمد شفیع نے اپنے تمام خاندان کی خواتین کو وہی حقوق دیئے
جو اسلام نے دیئے ہیں، حقوق نسواں کے سلسلہ میں انہوں نے اور بھی بہت
سی کوششیں کیں، ایسے بزرگ کا قوم کے سر سے اٹھ جانا مسلمانوں کی
انتہائی بدنصیبی ہے، ہمیں اس صدمہ میں محترمہ لیڈی شفیع اور ان کے
تمام خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ خدا مرحوم کو جوار رحمت میں
جگہ دے۔

رازق الخیری

مضامین کی رسید

ناقابل اشاعت مضامین کی رسید بصورت مطبوعہ کارڈ اب تک مضمون نگاروں کو بھیجی جاتی تھی آئندہ صرف انہیں کو بھیجی جائیگی جو ایڈیٹر کے نام کے خط میں تین پیسے کے ٹکٹ بھی رکھدیں گے۔

یہ مضامین شائع ہونگے

انقلاب روس کی مجاہد عورتیں۔ ملکہ [illegible] خاتون۔ بچوں کو کھانسی زکام۔ برداشت کی قوت، ترقی نسواں کا طبی پہلو، قوموں کی ترقی میں عورتوں کا حصہ، بیماری ایک تباہ کرنے والی رسم۔ کیا آزادی نسواں موجودہ تمدن کے [illegible] ہے۔ مہمان اور میزبان۔ رنگ۔ رانی نور [illegible]۔ تلخی ہائے۔ ایک تجویز۔ بچوں کی تعلیم۔ زندہ گداز بجائے خواب۔ ابنائے جنس کی امداد۔ چوڑی کے شریف نے سوکن کا جلاپا۔ تلاش۔

دوربین

خواب کی تعبیر نینی تال کے مجسٹریٹ کے سامنے ایک تحقیقات موت کی رپورٹ پڑھی گئی - گوفی یا اس گاؤں کی ایک ۲۵ سالہ
عورت نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیر اس پر جھپٹا اور ایک آدمی بن کے اسے ڈرانے لگا - اس خواب کا
ذکر اس نے اوروں سے بھی کیا تھوڑے ہی دنوں بعد وہ جنگل میں اپنے دو بچوں سمیت مویشی چرا رہی تھی - جب وہ پہاڑی نالہ پر
پہنچی ایک شیر یکایک نمودار ہوا - وہ اپنے بچوں کو بچانے کے لئے آگے دوڑی - شیر نے اسے جھنجھوڑ ڈالا - اتنے میں بڑا بچہ
چھوٹے کو گود میں لے گاؤں کی طرف شور مچاتا بھاگا - بیس گاؤں والے لاٹھی اور کلہاڑی لے کے جنگل میں آئے جہاں عورت کی
پھٹی ہوئی لاش انہیں پڑی ملی -

بردولی کا معاملہ کانگریس نے حکومت پر یہ الزام لگایا تھا کہ بردولی کے علاقہ میں وصولی مالگذاری میں پولس نے نہایت سختی
کی اور اسی کو بنیاد بنا کے گاندھی جی نے لندن جانے سے انکار کیا تھا - آخر میں وہ صرف اسی پر پہنچ گئے کہ
اور کچھ نہیں معمولی تحقیقات ہی ہو جائے - پھر وہ لندن چلے گئے - حکومت نے صرف بردولی کے الزامات کی تحقیقات کی اور اب فیصلہ
صادر ہو گیا ہے کہ کانگریس کے الزامات بے بنیاد ہیں بلکہ پولس نے اختیارات کو نرمی سے برتا -

حالات سرحد وزیر اعظم کے اعلان کے مطابق صوبہ سرحد کو دیگر صوبجات کے برابر بنانے کے لئے افتتاحی دربار کیا گیا جس میں
چیف کمشنر نے ان اصلاحات کا ذکر کیا جو سرحد کو ملنے والی ہیں اور افسوس ظاہر کیا کہ اس پر بھی سیاسی بے چینی کم نہیں
ہوتی صوبہ سرحد میں بنگال اور صوبجات متحدہ کے خاص قانون کے ہم شکل تین ہنگامی فرمان جاری کر دیئے گئے ہیں - کانگریس اور سرخ
قمیص والوں کی جملہ کمیٹیاں ناجائز قرار دیدی گئیں اور مقامی افسر اور خاص عدالتیں بیچینی کے ہیں خاص سرگرمی دکھائیگی ان
قانونوں میں ایک نئی بات یہ ہے کہ حکومت چاہے تو کسی خاص علاقہ میں عام اشیائے ضروری کی درآمد روک سکیگی اور محکمہ جات ڈاک
وریل کو بھی پورے اختیارات دیدیئے گئے ہیں -

سُرخ قمیص والوں کی تحریک بانی خان عبدالغفار خاں اور ان کے رفقا کو گرفتار کرکے دوسرے مقامات پر بھیجدیا گیا ہے، کوہاٹ
میں سُرخ قمیص والوں پر گولی چلائی پڑی جس کی وجہ سے ۱۴ آدمی مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے -
دستور اساسی تیار ہو گیا ہے اور سیکرٹری آف سٹیٹ کے پاس بھیجدیا ہے اور پہلی کونسل کا انتخاب غالباً مارچ میں انجام پائیگا
تازہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ کانگریسی اثر سرحد سے ہٹتا جا رہا ہے - لوگ ۱۲ ہزار روپیہ روزانہ کی اوسط سے تقایا مالگذاری ادا
کر رہے ہیں - دوکانوں پر پہرہ لگایا جانا بند ہو گیا ہے - لوگ خود ہی سُرخ قمیصیں اتار اتار کر پولس کو دے رہے ہیں -

کشمیری جتھے ہندوستان کے مختلف مقامات سے جتھے برابر جا رہے ہیں، مگر راستے میں روک لئے جاتے ہیں - لاہور میں

چنانچہ مسٹر ہند وریاستوں کو چلانے کے لئے ایک سبھا بنائی ہے، اس کا جلوس نکالا گیا جس سے گل ہوا تھا کہ ایک جگہ بلوہ ہو گیا، ایک ہندو نے ایک مسلمان بچے کو چاقو سے اس قدر زخمی کیا کہ وہ شفاخانہ میں جا کر مر گیا۔ ان دنوں لاہور میں کشمیر کے سلسلہ میں چند مسلمانوں کے جلوس نکالے جانے کی ممانعت کر دی گئی، کچھ عرصہ بعد امن ہو گیا۔ کشمیر پر جتھوں کی چڑھائی ایک ہنگامی انگریزی قانون سے روک دی گئی تھی اس کی میعاد ختم ہونے پر اس کی توسیع کر دی گئی ہے۔ میر پور میں مالگزاری کی وصولی پر پھر جھگڑا ہوا اور گولیوں سے چند مسلمان شہید ہوئے، ریاست نے ایک نیا قانون نافذ کیا ہے جس کی رو سے ہر مشتبہ شخص گرفتار کر لیا جائے گا اور سزایاب ہو گا۔ لوگوں کا ایک جگہ جمع ہو کے ریاست کے خلاف تقریریں کرنا جرم ہے۔ پانچ سے زیادہ لوگوں کا مجمع خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔ فاتحہ، مجمع عبادت وغیرہ کے مجمع اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۹ر جنوری کو کشمیری جدوجہد کا ۸۰ واں دن تھا۔

سیاسی وملکی حالت

سرگودھا کے قریب چک نمبر ۱۰۵ شمالی میں سکھ زمیندار آباد ہیں اور مسلمان بحیثیت کمین رہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ سکھوں نے وہاں کی مسجد کو جلا کے خاکستر کر دیا اور سات قرآن پاک جلا دیئے۔ اب تک صرف دو ملزم گرفتار ہوئے ہیں اور باقی مفرور ہیں جموں کے قریب ایک گاؤں میں ایک سکھ نے مسجد میں جلا ہوا تمباکو پھینک دیا اس پر مسلمانوں اور سکھوں میں بلوہ ہوتے ہوتے رہ گیا حکام کے دخل دینے سے اس سکھ نے مسلمانوں سے معافی مانگ لی اور فریقین باہم مصالحت پر رضامند ہو گئے۔

صوبجات متحدہ میں عدم ادائیگی لگان کے ہنگامی قانون کے ماتحت جگہ جگہ کارروائیاں شروع ہو گئی اور مشتبہ اور مجرم گرفتار ہو رہے ہیں، پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر شیروانی کو الٰہ آباد سے نکلنے کی اجازت نہ تھی لیکن وہ مسٹر گاندھی سے ملنے بمبئی جا رہے تھے کہ راستہ میں گرفتار کر لئے گئے اور اوّل کو دو سال قید سخت اور دوسرے کو چھ ماہ قید سخت کی سزا دی گئی۔

مسٹر گاندھی ۲۸ر دسمبر کو ہندوستان میں وارد ہو گئے، انہیں حالات کی نئی افتاد سے سخت رنج ہوا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ملک کے لئے دس لاکھ آدمیوں کی قربانی چڑھانے پر آمادگی ظاہر کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے کانفرنس لندن میں شریک ہونے سے انہیں نقصان ہی ہوا۔ چنانچہ مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی نے جہاز سے اترتے ہی فرمایا کہ مسٹر گاندھی کی شرکت کانفرنس سے کانگریس کی وقعت میں کچھ اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کو کانگریس کے اس دعوے پر شبہ پیدا ہو گیا کہ وہ تمام ہندوستان کی نہایت ہی کثیر آبادی کی نمائندہ ہے اور دنیا پر یہ ظاہر ہو گیا کہ انگریز تو ہندوستانیوں کو حکومت خود اختیاری دینے کے لئے تیار ہیں لیکن باشندے آپس میں لڑتے مرتے ہیں اور ایک کو دوسرے پر بھروسہ نہیں۔

گاندھی جی نے حضور وائسرائے سے ملنے کے لئے تار دیا اس کی زبان کچھ ایسی تھی کہ وائسرائے نے ملنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن یہ بھی بتا دیا کہ اس ملاقات میں ہندوستان کے نئے قوانین کے متعلق جو ملک میں دہشت پھیلانے والوں کے خلاف نافذ کئے گئے ہیں، گفتگو کی اجازت نہ ہو گی، گاندھی جی نے پھر تار دیا جس میں مقاومت مجہول کی دھمکی دی تھی اس پر وائسرائے بہادر نے ملنے سے بالکل انکار کر دیا اور صاف لکھ دیا کہ ملک میں اس نافرمانی سے جو نتائج نمودار ہوں گے اس کے گاندھی جی اور ان کے رفقا خود ذمہ دار سمجھے جائیں گے، اس پر کانگریس نے نافرمانی کا حکم دیدیا۔ حکومت بھی کمربستہ تھی، مسٹر گاندھی، مسٹر پٹیل، مسٹر

[illegible] کانگریسی پہلے گرفتار کرلئے گئے۔ کانگریس خلاف قانون جماعت قرار دیدی گئی۔ چار نئے قانون جاری کردیئے گئے کہ کانگریس کی مدد [illegible] کرنا۔ ولایتی کپڑے کا بائیکاٹ کرنا کسی کا فرضی جنازہ نکال کر ماتم کرنا۔ دکانوں پر پہرے دار کھڑے کردینا وغیرہ جرم قرار دیئے گئے۔

ملک کے [illegible] کانگریسی لیڈر گرفتار ہوچکے ہیں اور برابر گرفتار ہورہے ہیں، تقریباً ہر جگہ کانگریسی تحریک دب گئی ہے۔ ملک میں کئی جگہ [illegible] جماعتیں قائم ہوئی ہیں جن کا مقصد حکومت کو قیام امن میں مدد دینا ہے۔
مسٹر گاندھی کو چھ ہفتہ اور مسٹر پٹیل کو ۳ ماہ کی قید کی سزا دی گئی۔ سر تیج بہادر وغیرہ نے وائسرائے سے ملاقات کرکے کوشش کی تھی کہ موجودہ بے چینی کا خاتمہ کچھ سمجھوتہ ہوجائے لیکن وائسرائے نے صاف کہدیا کہ حکومت اپنی پالیسی میں تبدیلی نہیں کرسکتی اب پنڈت مالویہ اس فکر میں ہیں کہ حکومت اور کانگریس کا سمجھوتہ ہوجائے۔

صوبجات متحدہ میں تعلیم نسواں

حکومت صوبجات متحدہ کے حکم سے چند ممتاز عورتوں کی ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جو بعد میں اور ممبر بھی شریک کرسکیگی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو والدین اپنی بچیوں کی تعلیم کے مخالف ہیں ان کے دقیانوسی خیالات دور کرنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کیا ابتدائی اور ثانوی مدارس اور کالجوں میں لڑکے لڑکیوں کی یکجائی تعلیم ممکن ہوسکتی ہے اور کیا ترویج تعلیم کے لئے مستقل کام کی ضرورت ہوگی۔ ان امور پر بھی یہ کمیٹی رپورٹ کرے گی کہ کیا میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں جہاں جہاں تعلیم نسواں کا تعلق ہے عورتوں کی نمائندگی کی ضرورت ہے۔ کیا موجودہ طرز تعلیم درست ہے۔ کیا والدین کی مخالفت کی یہ وجہ درست ہے کہ موجودہ تعلیم لڑکیوں کی ضروریات کے مطابق نہیں بلکہ یہ انہیں گھر کے ٹھاٹ سے کھو دیتی ہے۔ نصاب تعلیم، کتب اور امتحانوں میں کیا تبدیلیاں کی جائیں معلمات کی تعداد میں کس طرح اضافہ کیا جائے اور زنانہ مدارس کے معائنہ کی بہترین صورت کیا ہونی چاہئے۔ عورتوں کی جسمانی تربیت اور طبی معائنہ کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ جبریہ زنانہ تعلیم اور بالغ بیبیوں کی بے پردہ تعلیم پر بھی غور و خوض کیا جائے گا۔

چین و جاپان کی کشمکش

جاپان نے چین کی بزدلی اور بیکسی سے مجبور ہو کے منچوریا پر قبضہ کرلیا۔ وہاں ایک [illegible] دیگا۔ اس صوبہ میں منگولیا کے کچھ حصے بھی شامل کئے جائیں گے۔ امریکہ نے جاپان کو اس پیشقدمی کے متعلق دھمکی کا پیام بھیجا اور فرانس اور برطانیہ کو کہا کہ وہ اس کی تائید کریں لیکن وہ اس کے ہم خیال نہیں۔ جاپان نے امریکہ کو سرد مہری کا جواب دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اس کی نیت ملکی اقتدار حاصل کرنے کی نہیں ہے۔ چین کی مجلس شوریٰ میں اس امر پر گرما گرم بحث ہورہی ہے کہ چین کی آبرو اسی میں ہے کہ وہ جاپان کے خلاف دلیری سے قدم اٹھائے اور جنگ کا اعلان کرنے سے بھی دم نہ لے،

بدشکل بیوی کی مصیبت

لاہور کے ایک مجسٹریٹ کے روبرو ایک ہندو عورت کے گذارہ کا مقدمہ پیش ہوا۔ اس کا خاوند ڈاکٹر ہے اور سرکاری شفاخانہ میں ملازم ہے اس نے اپنی صفائی میں بیان کیا ہے کہ میری شادی کو ۸ سال ہوئے لیکن میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہا۔ وہ نہایت بدشکل اور ہڈیوں کا ڈھانچ ہے اس کی تربیت بھی ایسی نہیں کہ وہ خانہ داری کا اچھا انتظام کرسکے۔ میں باپ کو اس شادی کے لئے کوسا کرتا ہوں سنہ ۱۹[illegible] میں بیوی کے ساتھ رہا اس کا نتیجہ یہ ہوکہ مجھے پاگل خانہ جانا پڑا۔ اب میں اس تلخ تجربہ کو دہرانا نہیں چاہتا۔ میں اسے اس شرط پر پانچ روپیہ ماہوار دینے کو تیار ہوں کہ وہ علیحدہ رہے۔ مقدمہ کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔

دہلی میں سپاہی عورتیں

بیرونی ممالک میں کئی جگہ پولس میں عورتیں بھرتی ہیں۔ ان کا کام ملزم عورتوں کو پکڑنا دھکڑنا ہے۔ ہندوستان میں موجودہ بے چینی کے سلسلہ میں بیشمار عورتیں کانگریسی کام کررہی ہیں اور گرفتار ہوکر سزایاب ہورہی ہیں۔ جب معزز گھرانوں کی بیویاں اور بیٹیاں گرفتار ہوتی تھیں تو مرد سپاہیوں کو انہیں گھیرتے دیکھ کے دیکھنے والے تکلیف محسوس کرتے تھے۔ اب دہلی نے اس معاملہ میں ابتدا کی ہے۔ دہلی کے سپرنٹنڈنٹ پولس نے اعلان کیا ہے کہ حکومت دہلی کو سپاہی عورتوں کی ضرورت ہے جنہیں ۱۷ روپیہ ماہوار تنخواہ اور ۵ روپیہ مقامی بھتہ کی ۲۲ روپیہ ماہوار تنخواہ ملیگی انہیں وردی مفت دی جائے گی جس میں ایک ساڑی ہوگی اور رہنے کے لئے علیحدہ زنانہ کوٹھڑیاں ملیں گی۔ کسی قوم و ملت کی قید نہیں، یہ زنانہ پولس صرف عورتوں کے معاملات میں کام میں لائی جائے گی اب تک کئی ہندو مسلمان اور اینگلو انڈین عورتوں کی درخواستیں پہنچ چکی ہیں۔
ان کی باقاعدہ حفاظت کی جائے گی تاکہ ہنگاموں کے موقعوں پر مرد ان پر تشدد نہ کرسکیں۔ کانگریس نے ہندو عورتوں کو بند مکانوں میں سے نکال کے میدان میں لا کھڑا کیا ہے، غالباً اس لئے کہ مردوں کے مقابلہ میں حکومت ان پر تشدد نہ کرسکیگی۔ بیشک حکومت عورتوں کا احترام کرتی ہے لیکن جب عورتیں مردوں کے سے جرائم کرینگی اور کانگریسی ہاتھ ان کی آڑ سے قتل و غارت کرائیں گے تو حکومت بھی مجبور ہوکے زنانہ لحاظ بالائے طاق رکھکے ان سے مردوں کا سا برتاؤ کرے گی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے۔

سالانہ انتہائی رعایتی اعلان
خوشنما کلینڈر ٹائم پیس
بلند آواز کا پائدار لیور الارم
نمبر ۲۲۹
MEY
FRI

کیا آپ نے

کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر

باتصویر خرید لی؟

ڈاکٹر اے حسین صاحب میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ

میونسپل بورڈ بدایوں (یوپی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کتاب کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر روانہ کریں۔"

اگر ہیلتھ آفیسر نے کامل دائی کو مفید خیال کرکے طلب فرمایا ہے تو آپ نے اپنا آرڈر کیوں نہیں دیا۔ اس کتاب کا اشتہار رسالہ عصمت میں عرصہ سے جاری ہے بہراہ تعریف کرنے سے کاغذ سیاہ کرنا ہے مختصر یہ کہ اس کتاب میں عورتوں کی سب بیماریوں، زچہ بچہ کی نگہداشت، بچوں کی بیماریاں اور علاج اور دائی جنائی کا مفصل کام باتصویر بیان کیا گیا ہے، اس لئے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا اور عورت مرد حکیم دائی ڈاکٹر کو مطالعہ کرنا از حد مفید ہے۔ یہ اڈیشن بھی قریب ختم ہے قیمت فی جلد ۴؎ محصول ڈاک و پیکنگ ۶؍

نوٹ۔ یہ کتاب عصمت بک ایجنسی سے بھی مل سکتی ہے

منیجر احسان اینڈ کمپنی لنبتی کوٹھی لودھیانہ

اصلی جواہرات

لنکا کے اصلی ہیرے جواہرات اور چاند ستاروں کے پتھر براہ راست ہماری دوکان سے منگائیے نقلی جواہرات نہ پہنئے اصلی جواہرات صرف لنکا سے آتے ہیں۔

ایک پیکٹ جس میں جواہرات بطور نمونہ، مثلاً لعل، یاقوت، نیلم، پکھراج، ہیرے، زمرد، لہسن، تامڑا، لاجورد۔ کٹیلا۔ ستارے، چاند۔ گئو دنتا گئو میدک وغیرہ، وغیرہ، اعلیٰ درجہ کے تراشے ہوئے اور نہایت خوبصورتی سے پالش کئے ہوئے زیورات میں جڑنے کے لئے تیار ہیں۔ منگائیے۔

نمونہ کے سنو جواہرات قیمت مبلغ سنو روپے پیشگی آرڈر کے ہمراہ آنے چاہئیں اگر مال ناپسند ہوگا قیمت واپس کردی جائیگی

پتہ انگریزی میں لکھئے اور عصمت کا حوالہ دیجئے۔

کولمبو میکا ورکس کولپٹی

سیلون (لنکا)

۴ چار عجوبہ چیزیں

کنارسی اونس

مردوں اور عورتوں کی بیماریوں کے لئے حیرت انگیز ایجاد۔ قیمت فی شیشی ۱۲ اور تین شیشی [illegible] علاوہ پیکنگ و محصولڈاک

سرمہ نورانی

آنکھوں کے تمام امراض کے لئے بے نظیر دوا۔

قیمت فی تولہ ۱۲ (ایک روپیہ)

دلکشا ہیر آئیل

دماغ کو طاقت دینے بالوں کو لمبا مضبوط ملائم اور چمکدار بنانے کے لئے۔ اور سر درد کو دور کرنے کے لئے لاثانی ایجاد۔ قیمت نمبر ۱ [illegible] فی شیشی۔ اور نمبر ۲ [illegible] فی شیشی ۸ اونس کی

دلکشا سنون

دانتوں کے جملہ امراض کو دور کرنے کے لئے۔ اور دانتوں کو مضبوط، سفید اور چمکدار بنانے کے لئے۔ اور منہ کی بدبو کو دور کرنے کے لئے واحد منجن۔

قیمت ۸ فی شیشی دو ۲ تولہ کی۔

نوٹ:۔ ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ عطر بھی آزمائش کے قابل ہیں۔

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان (پنجاب)

تپ دق کا ایک مجرب علاج

محض خدائی طاقت کے بھروسہ پر ہمارا ایک عظیم الشان اعلان

جہاں بھی زندگی سے مایوس مریضان تپ دق آج ہی ایک کارڈ بھیجکر ایک بوتل اکسیر ہم سے طلب کریں، ہم کو خدا کی ذات سے پوری امید ہے کہ اگر رشتہ حیات باقی ہے تو یہ دوا ضرور بلا خطا کے فوری نفع پہونچائیگی، دوا کے استعمال سے تیسرے روز سے فائدہ معلوم ہوگا، اور بیسویں روز بالکل فائدہ ہو جائے گا۔ یہ دوا بہت جانفشانی کے ساتھ طیار کی گئی ہے خلق خدا کو نفع پہونچانے کے خیال سے ایک مریض کے لئے ایک بوتل اکسیر کی قیمت جس میں بیس خوراکیں ہوں گی پچیس روپیہ رکھی گئی ہے۔ علاوہ محصول

جعفری برادرس رانچی

انگریزی سیکھنے کی خواہشمند بہنو

دیکھئے

دختر صاحبہ جناب مرزا صمصام الدین صاحب انسپکٹر پولیس [illegible] پنجاب کیا فرماتی ہیں، "کتاب جدید انگلش ٹیچر لاجواب کتاب ہے بغیر استاد کے کچھ زحمت نہیں اٹھانی پڑتی۔ ایک لائق استاد کا کام دیتی ہے اور خاص کر ہم پردہ نشین لڑکیوں کے لئے اس سے بہتر استاد نہیں ملیگا"

(۲) جناب محمودہ اختر صاحبہ بنت جناب خواجہ محمد عبداللہ صاحب بی اے تحصیلدار پاک پٹن:۔ "پردہ دار گھروں میں اردو داں لڑکیاں اگر انگریزی سیکھنا چاہیں تو اس سے بہتر استاد نہ ملے گا"

قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک۔ ایک ایک سبق سے ساری کتاب کی قیمت وصول نہ ہو تو کل قیمت واپس منگالیں۔

ملنے کا پتہ:۔ قمر برادرز (جدید ۷) [illegible]

علوم و فنون کی ہر شکل کتابیں قرآن حدیث دینیات صنعت و حرفت طب تجارت تاریخ علاج البہائم ناول ڈرامے فسانے وغیرہ

کارخانہ پیسہ اخبار واقع لاہور میں ہر قسم کی کتاب کی فرمائش آنے پر فوراً تعمیل کیجاتی ہے۔ یہ کارخانہ گذشتہ ۴۰ سال سے آپ صاحبان کی خدمت کر رہا ہے۔

اس فہرست میں سب اصل قیمتیں درج ہیں۔ دیانتداری اس کارخانہ کا سب سے بڑا اصول ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں تجارت میں لاثانی عروج حاصل ہوا ہے۔ آپ نے جب کبھی کوئی کتاب منگانی ہو تو سب سے پہلے ہمیں یاد کیا کریں۔

باورچی خانہ

ہدایت نامہ باورچیاں ہر قسم کے انگریزی کھانے پکانے کی خانساماں کے لئے مفید کتاب قیمت [illegible]

حلوے اچار چٹنیاں لذیذ مربے خوشگوار [illegible]

خوان نعمت پلاؤں کے انواع و اقسام کے مزیدار لذیذ کھانے پلاؤ زردہ۔ قورمہ۔ کوفتے وغیرہ بنانے اور مصالحہ ڈالنے اور پکانے کی کئی ترکیب درج ہیں۔ قیمت [illegible]

بھوجن پرکاش باورچی خانہ اور رسوئی سے لطف و محبت رکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس میں پرمزہ لذیذ نمکین اور شیرین کھانوں۔ انواع و اقسام کی مٹھائیوں۔ حلوے۔ پوریاں۔ کچوریاں۔ بھاجیاں۔ ترکاریاں وغیرہ تیار کرنے کی پوری کیفیت درج ہے۔ قیمت

پرورش و علاج حیوانات کے متعلق کتابیں

علاج المویشی ہاتھی۔ شتر۔ گھوڑا۔ خچر۔ گدھا۔ بھینس۔ گائے۔ بکری و تمام پالتو جانوروں کے امراض اور ان کا علاج نگہداشت کے نہایت آسان طریقے۔ قیمت [illegible]

محبوب المویشی ہر قسم کے چوپایہ جانوروں کا حال و پرورش کے طریقے۔ قیمت [illegible]

بھیڑ بکری کی پرورش اس میں بھیڑ بکری کے ریوڑ پالنے اور ان کی تجارت سے نفع حاصل کرنے اور نگہداشت کے طریقے۔ [illegible]

معالجات الکلب کتوں کی ہر قسم کی بیماریوں و علاج و پرورش اور نگہداشت کے طریقے۔ [illegible]

مکمل مرغیخانہ مرغیوں کی پرورش سے دولت کمانا۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ فائدہ مند یہ بیوپار مرغی خانہ کا ہے اس کا مطالعہ کریں۔ تھوڑے سرمایہ سے دولتمند بننے کے طریقے۔ قیمت [illegible]

اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف

آمنہ کا لال

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تازہ تصنیف

جس کا کئی کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کیساتھ چھپکر تیار ہے

اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جائیگی اور دولہن بیسیوں کو بڑے فخر کیساتھ پڑھنی پڑیگی، اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرینگے کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلافِ عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔

آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے

بہت خوبصورت ٹائٹل۔ دبیز کاغذ۔ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ

اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو۔ پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائی ہیں

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

دِلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک سننے والوں کے کان میں سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مکینوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس قلعۂ معلی کی بہاریں، شاہی جھگڑے، میلے تماشوں کے رنگ، دربار کی کیفیت۔ قطب صاحب کے مقبرے پر غریب شاہ بچے اور بوڑھے کے جشن۔ شہزادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید۔ سلونو۔ سالگرہ کے تزک و احتشام، شادی بیاہ کی رسوم۔ غرض دورِ گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبتِ پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر

ملاحظہ فرمائے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دیتی ہیں۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالتِ زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب۔ ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں، تیسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول ڈاک قسمِ خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے قیمت عہ ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بے نظیر تصنیف

حیاتِ صالحہ

صالحات جو بیس سال سے ناپید تھی اور کئی کئی گنی قیمت پر بھی کہیں نہ ملتی تھی برسوں کی محنت اور تلاش اور سینکڑوں روپیہ صرف کرنیکے بعد اب پھر چھپکر تیار ہے۔

صالحات ہی وہ پہلی تصنیف ہے جس نے علامہ راشد الخیری مدظلہ کے کمالِ افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائیگی جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک کوکھ کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈالدیتی ہیں۔ اسکے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ طرزِ تحریر کا کیا کہنا! زبان وہی قلعۂ معلی کی بیگماتی۔ کوثر سے دھلی ہوئی [illegible] نات اس قدر موثر کہ کلیجے کے پار ہوتے ہیں ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔ ضخامت پونے دو سو صفحے۔ اعلیٰ درجہ کا [illegible] لکھائی چھپائی قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

THE ISMAT DELHI
ESTD 1908.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیئے
پاکیزہ خیالات۔ علمی۔ ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو
مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی سرپرستی مین ہر انگریزی مہینے مین ایک بار شائع ہوتا ہے
چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ
۱۹۳۲
SAMI

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	نفیس نفیس کھانے	لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے
حیدرآبادی اور برار کے کھانے				پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی اردو زبان میں بےنظیر کتاب

عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں **بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست** ! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تعلیم یافتہ عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضۂ مرغ	آتشی کباب
مکوے کی پڈنگ	اسپنج پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمے کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	ادی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے
کمزور بیمار دل کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے۔ اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے۔ سوئیاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ تیتل۔ بسکٹ کیک۔ دالیں مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے اچار سموسے۔ پرتے پوری کچوریاں۔ پراٹھے روٹی۔ غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی دہن صحیح ترکیبیں! **اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے**

ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچی ہوئی ہے بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ خوش ذائقہ کھانے پکانے لگی ہیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب اتنی ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلف و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ کھانے پکانے کی اس قدر صحیح اور نفیس کارآمد کتاب ہندوستان کی کسی زبان میں آجتک نہیں چھپی۔ اس کی تیاری پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا ہے۔ پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ تین ایڈیشن نکل گئے اس کتاب پر اس قدر محنت کی گئی ہے کہ اگر پانچ روپے قیمت بھی ہوتی تو کم تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

[illegible] عصمت [illegible]

عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی آل

یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

اسی لئے ہاتھوں ہاتھ نکل رہی ہیں

عصمتی ہنڈکلیا یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک گرہستن بچی کو جو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے۔ سب کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں بہر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں درج کی گئی ہیں جو ہر لڑکی کو معلوم ہونی چاہئیں۔ باتصویر مکمل قیمت صرف ۱۲

ناشتہ دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی قابل قدر کتاب جس میں چائے۔ کوکو شربت لسی فالودہ۔ آئس کریم بسکٹ۔ کیک۔ توس کڑھائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر حصہ کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصہ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آئے اس کے مطلب کی چیز ہم اس میں پیش کر کے محو حیرت کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے ننھے بچوں کے لئے اصول صحت سے کس قسم کی غذا دی جانی چاہئے۔ کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں اس موضوع پر بےنظیر کتاب جس میں بچوں کے تندرست اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کار ماؤں کے لکھے ہوئے ہیں۔ باتصویر قیمت صرف ۸

بیماروں کے کھانے بیماروں کے لئے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں۔ اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں اور جتنے کارآمد ہیں مضامین بھی سب اتنا مفید و قابل قدر ہیں۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے باتصویر قیمت دس آنہ (۱۰)

مذاقیہ کھانے دولہا بھائی سے، سمدھی سے، سہیلیوں سے مذاق کرنے کیلئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے۔ بیہودہ تکلیف دہ عامیانہ مذاق کی بجائے اس کتاب کو شائستہ مذاق اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب زندہ دلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کیلئے لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں

مشرقی مغربی کھانے عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ قیمت [illegible]
[illegible]

تمہارے مکان پر شرک کی بجلیاں گر رہی ہیں

تمہارے ہاتھوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو اور وہ دنیا جسے خدا نے تمہارے لئے جنت بنایا تم نے خود اسے دوزخ بنا رکھا ہے
کہ شہروں میں عام طور پر مسلمانوں کی حالت نہایت خوار اور خراب ہے اور خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں محض قبیح
رسوم کی پابندی اور شرک و بدعت کی وجہ سے ایک شریف معزز خاندان کی بربادی کے حالات حضور محترم علامہ راشد الخیری مدظلہ نے

طوفان حیات

میں اس کمال کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں کہ رسوم مروجہ جنہوں نے گھن کی طرح اندر ہی اندر
مسلمانوں کو کھوکھلا کر دیا ہے خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں شرک
کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے **طوفان حیات** کی دنیا میں دھوم مچ چکی ہے اور پڑھنے
کی دھوم مچی ہے اور علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصانیف میں یہ قصہ بےحد دلچسپ ہے کہ نہایت مصروف لوگوں نے کئی کئی بار پڑھا ہے
واقعات بےحد درد انگیز ہیں کہ ہچکی بند ہو جاتی ہے نہایت آب و تاب کے ساتھ دفتر عصمت سے حال میں شائع ہوئی ہے قیمت عہ

سیدہ کا لال حصہ اول

مکمل تاریخ شہادت ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نانی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے
اسلام پر احسانات، جناب سیدہ کے فضائل، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت، حضرت
عثمان، حضرت علی کی شہادتیں اور دردناک مرثیے، جنگ جمل، جنگ صفین کا مکمل بیان، شیعہ، سنی اختلافات کی ترقیاں، بنی امیہ کی
کوشش، امیر معاویہ کی سیاست، امام حسن علیہ السلام کی شہادت، یزید کی حکومت کی پوری کیفیت، غرض پہلے حصہ میں معرکہ
کربلا سے پہلے کے تمام صحیح اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں

دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت، سیدہ کے لال کی مدینہ سے روانگی، حضرت حر کی شہادت، بی بی
زینب کا میدان کربلا میں ایثار، ان کے بچوں کی شہادت، شہادت حضرت عباس، شہادت حضرت قاسم، شہادت حضرت علی اکبر
کربلا کا ننھا شہید، بیمار صغریٰ کا قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت، خانماں برباد بیدانیاں، ابن زیاد اور یزید کے دربار، شیعہ، سنی
اختلافات پر تبصرہ، قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ، یوں تو تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی
مگر نثر میں جو مرثیے علامہ محترم نے لکھے ہیں ان کی ہر ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔

آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کے لال میں بھی کوئی واقعہ خلاف عقل نہیں ہے اور لطف یہ کہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل
اور مکمل درد انگیز اور موثر کسی زبان میں نہیں، تعلیم یافتہ اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب پڑھتے اور مجلسوں میں پڑھواتے
سنتے ہیں، ضخامت تقریباً ڈھائی سو صفحے قیمت عہ قسم دوم عمہ مجلد عہ قسم خاص جو اسٹ کاغذ پر چھپی تھی
بالکل ختم ہو گئی۔

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

بچوں کے لئے اچھی کتابیں

بچوں کی دنیا

روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کے مختصر افسانوں کی ایک دنیا میں دھوم ہے۔ مردوں اور عورتوں، بچوں اور بڑوں سب کے لئے ٹالسٹائی کی کتابیں چراغ ہدایت ہیں مولوی عشرت رحمانی مدیر نیرنگ نے جنہیں ترجمہ کرنے میں خاص مہارت حاصل ہے ٹالسٹائی کی ان کہانیوں میں سے جو خاص طور پر بچوں کے لئے مصنف نے لکھی تھیں پانچ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا ہے۔ علاوہ دلچسپ ہونے کے ان کہانیوں سے بچوں کے اخلاق درست ہوتے ہیں اور ان میں نیکی، محبت، بہادری، حب وطنی، ہمدردی، ایثار کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ چھپائی عمدہ لکھائی کھلی کھلی اور جلی قلم کاغذ نفیس۔ قیمت صرف سات آنے (۷/)

مختصر دنیا یا بالشتیوں کی دنیا

انگریز سیاح گلورصاحب بالشتیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے، جنہیں بالشتئے دیو سمجھتے تھے۔ سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو ہتھیلی پر اٹھا لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کو جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا تھا بڑی مزیدار کہانی ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں پڑھیں گے تو بہت ہنسیں گے۔ صاحبزادہ ولی احمد خانصاحب بی اے نے ترجمہ کیا ہے۔ کتاب کا نام مختصر دنیا ہے قیمت ۵/

بچوں کی کہانیاں

ضخامت مع تصاویر ۹۰ صفحے ۲۴ صفحے تصویروں کے ہیں۔ تصویریں مہاراجہ سرکشن پرشاد کی بنائی ہوئی نہایت عمدہ اور بچوں کے لئے پسندیدہ۔ یہ کتاب لیلیٰ خواجہ بانو صاحبہ اہلیہ خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں دلچسپ کہانیاں ہیں جو دہلی کے شریف گھرانوں میں ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ لڑکیاں اور لڑکے شوق سے ان کو پڑھتے ہیں

قیمت صرف دس آنہ

جگ بیتی کہانیاں

اس میں حسب ذیل کہانیاں ہیں تیمی کا فیضان یا گاما خاتون کی داستان عطر اور دو انڈے۔ جاذب کاغذ کی کہانیاں۔ کرامت کی انگلی۔ دمشق میں ہلال۔ آنسو کا مجولا۔ مرجنٹ کا پہلا تار۔ روح کا خول۔ پیاری ہتھکڑی دکھیا شہزادی۔ سوکی بیگم کی کہانی۔ ضخامت ۸۰ صفحات کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ۔ قیمت آٹھ آنہ (۸/)

چار (۴) دلچسپ کتابیں

گہوارۂ تمدن

اردو زبان میں اپنے موضوع کی پہلی قابل قدر کتاب۔ جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون احسان ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں عورت نے کیا کیا اصلاح کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عورتوں کو اپنی قدر معلوم ہو جاتی ہے اور وہ سلیقہ مند، ہنرمند، عقل مند اور جفاکش بنتی ہیں۔ یہ کتاب کتب خانوں کے لئے سرکاری طور پر منظور ہے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی گئی ہے۔ قیمت ع... (مجلد ...)

عالم خیال

مولانا شوق قدوائی جذبات نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔ اس مجموعہ میں وہ چار نظمیں ہیں جن کی نظیر اردو کیا انگریزی میں بھی نہیں مل سکتی۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ عالم خیال میں ان کے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں شاعر نے جادو کیا ہے قابل دید کتاب ہے۔ قیمت صرف ۸/

بہشتی جھومر

لڑکیوں کے لئے اسلامی دستور العمل اور مذہبی تربیت ایک قابل استانی کے ذریعہ قصہ کے پیرایہ میں۔ کئی دفعہ یہ کتاب چھپی ہے اور مستورات کے لئے بہت پسند کی گئی ہے قیمت ۱۲/ رعایتی ۱۰/

ہنسانے فسانے

سید ابو تمیم صاحب فرید آبادی کے افسانوں کا مجموعہ۔ کہنے کو ایک کتاب ہے لیکن حقیقت میں تفریح و دلچسپی کا دائمی چشمہ ہے ایک صفحہ میں جس قدر سطریں ہیں اسی قدر لطیفے۔ جب کوئی پڑھتا ہے تو ہنستے ہنستے تھک جاتا ہے۔ پھر سانس لیتا ہے پھر پڑھتا ہے اور پھر ہنستا ہے اور پھر تھک جاتا ہے۔ قیمت صرف ۱۲/

مولدین

وہ مسلمان ہیں جو اندلس کی اسلامی سلطنت کے خاک میں ملنے کے بعد عیسائیوں کی حکومت میں رہے اور ان پر عیسائیوں نے اپنے تمام مظالم کئے۔ دردناک واقعات ہیں، مولدین کو بہ جبر عیسائی کیا گیا ماؤں کی گود سے بچوں کو چھین کر عیسائیوں کو دیدیا گیا۔ ان کی تمام کتابیں جلا دیں مسجد کو گرا دیا سور کا گوشت اور شراب جبراً کھلایا اور پلائی گئی ان کا نام قتل عام ہوا۔ قیمت ۱۲/ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ - منیجر عصمت دہلی

مس کے ترنر ایک انگریز لڑکی جو پتھر کھودنے کا
کام کرتی ہے آب آٹھ گھنٹے روزانہ
مشقت کرتی ہیں -

زہریلی گیس چھوڑنے والی بندوق جو مغربی ممالک میں حلف آٹھویں مخصص
[illegible]

اس پرچہ میں جس قدر مضامین شائع ہورہے ہیں ان سب کے حقوق محفوظ ہیں

عصمت

دھلی

جلد ۴۸ | بابتہ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۳

تصاویر ۱۰

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ } قسم خاص جو ڈرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں ساڑھے سات روپے — والیان ریاست سے سو روپے۔ فی پرچہ ایک روپیہ۔

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے - فی پرچہ آٹھ آنہ - ممالک غیر سے بارہ شلنگ قسم دوم جس کے مضامین تصاویر یا ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی لگتا ہے تین روپے

باہتمام بابو امین مولوی محمد ان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا۔

آئینہ موٹر

موٹر سے متعلق اُردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر، سب مل کر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کئے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر بآسانی ہر شخص بغیر کسی کی مدد کے انہیں فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں۔ چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو اس کو عموماً صحیح اصولوں پر مرمت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسرے اگر ٹھیک ٹھاک بھی کرتے ہیں تو بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزے کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے۔ وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے، ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے، ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے، اس کے بعد پرزوں کی خرابیاں اور ان کے اسباب تحریر کئے گئے ہیں جن سے ہر شخص بآسانی بغیر کسی اور مدد کے ہر نقص بآسانی دور کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ان خصوصیات کے موٹر چلانے کے اصول بھی درج کئے گئے ہیں۔ آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بیشمار تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اور بعض تصاویر فوٹو بلاک کی بھی ہیں یہ قابل قدر کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے اور تمام باتیں ایسی ہیں کہ مالک موٹر خود انجام دے سکتا ہے۔ ایک ماہر فن کی جنہوں نے جرمنی میں یہی کام سیکھا ہے برسوں کی محنت ہے ہزاروں روپے کی موٹر جن گھروں میں ہے وہاں اس کتاب کا ہونا ضروریات میں سے ہے جس نے یہ کتاب دیکھی ہے بے انتہا خوش ہوا قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ڈیڑھ روپیہ جو اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ بہت جلد طلب کیجئے

ملنے کا پتہ:۔ منیجر عصمت دہلی

عقل کی باتیں

دنیا کے مشہور آدمیوں کے بہترین

بادشاہوں مصنفوں، شاعروں، آدمیوں اور فلاسفروں کے وہ ۰۰ ۷ اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں، جن میں ہنسی خوشی کامیابی سے گزارنے کا راز ہے جس میں حیات انسان کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے۔ دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے قیمت ۸ر

ہنسی کی باتیں

صحت بخش دل کے لئے بیش بہا

مہذب لطیفے جنہیں پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں، مہذب ظرافت کی بہترین کتاب بچوں عورتوں چھوٹوں اور بڑوں سب کے لئے،

قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

تاریخی لطیفے

دنیا کے نامور مصنفوں شاعروں بادشاہوں شہزادیوں کے

وہ دلاویز لطیفے جو تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور اور بہت سی کتابوں کی چھان بین کر کے منتخب کئے گئے ہیں اور جو بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کی جان ہیں ان میں تہذیب سے گرا ہوا ملا زدہ پیمانہ اور بیرل کا ایک بھی لطیفہ نہیں ہے۔ عورتوں ہی کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ سنہری الفاظ میں اس کا ذکر کرے گی مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے ہیں۔ محترمہ مہرالنسا صاحبہ نے بہت سی کتابوں [illegible] اور بہت جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اندلس کے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں۔ قیمت صرف ۶ر

غلط توقع

میں اس سے پہلے بھی اعلان کرچکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ تربیت گاہ بنات قائم کرنے سے میرا سب سے بڑا اور سب سے پہلا مقصد اور صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان بچیاں جنکو والدین یا ورثا کی موت محتاج بنا دے افلاس اور ناداری کی وجہ سے اغیار کے پنجہ میں پھنسیں مگر مجھے یہ دیکھکر صدمہ ہوتا ہے کہ قوم کے بعض افراد جو اپنی جھوٹی عزت اور فانی دولت پر نازاں ہیں انکی معزز نگاہیں ان بچیوں کو حقارت سے دیکھتی ہیں انکی آنکھوں کو یہ صورتیں بھدی یہ کپڑے موٹے اور یہ ادائیں ذلیل دکھائی دیتی ہیں انکا وسیع دماغ یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی پیاری بچیوں کو جو انکے کلیجہ کے ٹکڑے ہیں جنکی ہر بدتمیزی اور ہر نالائقی انکے واسطے ادا ہے انکے برابر بیٹھنے دیں لیکن وہ میرے دل سے پوچھیں کہ میں ان ہی کالی کلوٹی صورتوں اور میلے چیکٹے کپڑوں کا شیدا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ معبود حقیقی ان ہی کے ساتھ میرا حشر کرے۔ اسکے بعد دوسرا مقصد ان بچیوں کی تربیت اور دستکاری ہے اسلام کے جو معنی میری سمجھ میں ہیں اور جس قسم کی لڑکیاں میں اپنی کتابوں میں لکھ چکا ہوں اور جو خیالات میں شب و روز ظاہر کر رہا ہوں اسی کا نمونہ میں انکو بنانے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ یہ مسلمان بن کر اور مسلمان رہ کر اپنا پیٹ پال سکیں اور مسلمان لڑکیوں کی وہ قدیم دستکاری جو اب فنا ہو رہی ہے کچھ روز اور زندہ رہ جائے۔ اسکے بعد ابتدائی تعلیم ہے جس میں سب سے بڑی چیز تاریخ اور احکام اسلام ہیں لیکن نہ اس قدر کہ قرآن کی حافظ اور حدیث کی ماہر ہوں بلکہ وہ جس کی ضرورت روزمرہ کی زندگی میں پیش آتی ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی بیان کرنی ضروری ہے کہ بورڈر بچیوں کے علاوہ شہری بچیاں بھی گو انکی تربیت گاہ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے مگر بیشتر وہی ہیں جو نان شبینہ تک کو محتاج ہیں اور جنکی بابت اندیشہ ہے کہ وقت کا مطالبہ اور افلاس کی مصیبت انکو آغوش اسلام سے علیحدہ نہ کردے۔ اب اس تعلیم و تربیت سے اگر خوشحال مسلمان مستفید ہونا پسند کریں تو مجھے انکار نہیں لیکن جو اصول میں نے بیان کیا اس میں فرق نہ ہوگا۔ معزز بچیوں کو ان بچیوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا ہوگا۔ تربیت گاہ کے قیام میں انکی زندگیاں اور زندگیوں کے لوازمات ضرورت کا پورا ثبوت ہونگے میں ہرگز ہرگز اس فعل کو جائز نہ سمجھونگا کہ زید کی لڑکی زرق برق پوشاک میں جگمگائے اور عمر کی لڑکی کا ٹاٹ سے کا وہ کرتہ جس میں پیوند ہوں اگر زید اپنی امارت کا اور امارت کے زعم کو مٹا کر عمر کی لڑکی کے ساتھ اس حالت میں اپنی لڑکی کو بٹھا سکتا ہے تو میں بسر و چشم اسکی خدمت کو حاضر ہوں ورنہ تربیت گاہ کا مقصد عمر کی لڑکی کا تحفظ ہے زید کی لڑکی کی تعلیم نہیں۔ مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہ ہونا چاہئے کہ اسی تربیت سے ساری بچیاں نکلیں اور نکل رہی ہیں مگر وہ جو میرے مقصد کو سمجھ گئے اور میری رائے سے متفق ہوگئے

مصیبتی بچیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اسی وجہ سے تربیت گاہ کے واسطے کوئی عام چندہ نہیں کرتا اور صرف ان ہی محترم خواتین کی اعانت شریک کرلیتا ہوں جو مجھ پر اعتماد فرما رہی ہیں اور میری کوشش اور اس خیال سے متفق ہیں کہ مسلمان تربیت گاہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنی خودی کو مٹادیں اور ان بچیوں کو اپنی ہی بچیاں سمجھکر تشریف لائیں اور انکی نخوت اور تمکنت انکو اجازت نہ دے تو انکو ہرگز ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ وہ تربیت گاہ کی بچیوں کو جو انکے آگے ہاتھ پھیلاتی ہیں نہ دست سوال دراز کرتی ہیں حقارت سے دیکھیں، وہ اہل دل افراد مرد و عورتیں جو میری ناچیز کوششوں کو وقعت سے دیکھ رہی ہیں دعا کریں کہ ہماری یہ سعی مشکور ہو اور ہماری کوششیں اس دربار میں قبول ہوجائیں جس کے شہنشاہ نے یتیمے دہر تھے اور کالے کلوٹے یتیموں کو اپنے مبارک

علامہ راشد الخیری

لال ڈاڑھی والے مرزا صاحب

آج کی دلی نہیں شاہجہان آبادی کے چاندنی چوک اور فتحپوری کی سڑکوں کو لال ڈاڑھی والے مرزا صاحب یاد ہونگے۔ سیتارام کے بازار میں رہتے تھے اور ایک سرخ رنگ کے گھوڑے پر سارے شہر کا چکر لگاتے تھے۔ استر برس کے قریب عمر تھی، سبز عمامہ سر پر ہزارہ تسبیح گلے میں اور دو سوا دو گز کا کمر پٹا بندھا ہوا مقطع صورت نورانی چہرہ، عالم فاضل مولوی واعظ تمام شہرت کرتا تھا، دماغ میں کچھ فتور آگیا تھا اسلئے جو ہر کام کرتے تھے، لڑکے بالے اور بعض وقت نوجوان بے فکرے گالیاں کھاتے اور نصیحتیں سننے کو پیچھا کرتے تھے، مرزا صاحب "ہاتھی آیا" سے چڑا کرتے تھے جہاں کسی نے کہا مرزا جی ہاتھی آیا اور مرزا صاحب نے گھوڑا چھوڑا اسکا پیچھا لیا سڑک پر لکڑیاں پھٹکارتے اور گالیاں دیتے چلے جا رہے ہیں اور لوگ ہاتھی آیا ہاتھی آیا کے نعرے لگا رہے ہیں پڑھے لکھے آدمی صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں وعظ کہنے بیٹھ گئے اور مخلوق آپ کی تفسیر کا لطف اٹھا رہی ہے، جھوم رہی ہے کہ دفعتہً طبیعت بگڑ گئی اور برابر والے آدمی کے ایک ایسا تھپڑ دیا کہ بچارا گر پڑا، اب مرزا صاحب لکڑی پھرا رہے ساری مسجد میں پھر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ملعونوں میں تمہارے باوا کا نوکر ہوں کہ میں وعظ کہوں اور تم سوؤ۔ فجر کی نماز سید منائی کی مسجد میں پڑھ رہے تھے آخری رکعت کے سجدے میں برابر والے کی پشت پر چڑھ بیٹھے اور کہنا شروع کیا "بڑھ گھوڑے بڑھ چل بیٹے ٹخ ٹخ چل" ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور تھپڑ لگا رہے ہیں۔ ایک روز گھر سے نکلے گھوڑا ٹھیرا کر پیسے کے بنٹ لئے گھوڑے کو بھی کھلائے خود بھی کھائے۔ بنٹ کھاتے ہوئے کشمیری مل بزاز کی دکان پر پہنچے جو موتی بازار کے باہر چاندنی چوک میں تھی وہاں بیٹھ کر کپڑا خریدا حساب کرنے بیٹھے تو مل کے دام پیسے کے دو سیر لگائے خلقت جمع ہو گئی مرزا صاحب گرج رہے تھے اور فرما رہے تھے چار پیسے کی دو سیر مل، ایک شخص نے کہہ دیا کہ مرزا جی ہاتھی آیا۔ مرزا صاحب سب کچھ بھول گئے اور اسکے پیچھے لپکے، دن بھر یہ ہی سوانگ رہتا تھا چونکہ خاندانی آدمی تھے اسلئے ہر معقول آدمی عزت کیا کرتا تھا، رمضان شریف میں سحری کھا کر گھر سے نکلتے تھے اور بیوی سے کہہ دیتے تھے افطار کا سامان ساتھ کر دو نہ معلوم روزہ کہاں کھل جائے گرمی کا موسم ہے اور مرزا صاحب ٹھیک دوپہر کو چاندنی چوک میں چلے جا رہے ہیں چلتے چلتے رک گئے۔ گھوڑے کو درخت سے باندھا اور کمر پٹا کھول کر سڑک پر بچھا آوازیں دیں اے روزہ والوں روزہ کھول لو۔ یہ کہکر اذان دی اور افطاری کھول کھانے بیٹھ گئے، مولوی وزیر الدین خاں مرحوم کے قریبی عزیز تھے عید کے موقع پر ایک مرتبہ پتنگ بازی کا ہاتھ لگا۔ شاہ جی کے تالاب پر مقابلہ تھا مرزا صاحب بھی پہنچ گئے، اپنے ہاتھ سے اوپا بنا کر اڑانے لگے اور فرمایا دیکھو تو شیروان گڈی اسکو کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر پیچ لڑانے شروع کئے لوگ مرزا صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے تیرہ پیچ لڑا کر گڈی اتار لی تو معلوم ہوا کہ ان جیسا قابل آدمی اس فن کا بھی ایسا ماہر ہے۔ دریا کی سیر تھی بڑے بڑے تیراک اپنے کمال دکھا رہے تھے، پانی خوب چڑھا ہوا تھا بھنور جگہ جگہ پڑ رہے تھے مرزا صاحب عمامہ اور پاجامے سمیت بھنور میں کود پڑے سب کو یقین ہو گیا کہ اب مرزا صاحب ابھرنے نہیں مگر مرزا نے وہیں چت اور پٹ ایسی لگائی کہ استاد بھی ایمان لے آئے اور خلیفہ محمد نے تو قسم کھا کر کہا کہ کھڑی میں سیدھا ستارہ ہے یہی بھی لگاتے ہیں، وہ ہائے دلی تیری خاک سے کیسے کیسے باکمال اٹھے اور اپنے جلوے دکھا کر ختم ہو گئے۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

راشد الخیری

ہمارا تمدن

موجودہ تمدن جس کی خاطر ہم آج اپنے نظام ماندہ و بود میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں غور کرنیکا مقام ہے کہ یہ خود کیا چیز ہے، تمدن نام ہے ضرورتوں کے بڑھنے کا جس انسانی طبقہ کی ضرورتیں سب سے کم ہیں وہ غیر متمدن یا وحشی کہا جاتا ہے جب وحشیوں کی ضروریات میں کپڑے۔ گھر۔ تعلیم و تربیت معاشرتی اصول داخل ہوجاتے ہیں تو وہ متمدن کہلانے لگتے ہیں جس گروہ یا قوم کی ضرورتیں سب سے زیادہ بڑھجاتی ہیں وہ سب سے زیادہ مہذب اور شائستہ قوم کہلانے لگتی ہے، اب یہ سوال ہوتا ہے کہ زیادہ متمدن ہونے سے یعنی انسان کی ضرورتیں بڑھجانے سے اس کی راحت میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی، یہ بجائے خود ایک بحث و فیصلہ طلب مسئلہ ہے جس متمدن قوم کی تقلید میں ہم لوگ اپنے موجودہ طریقہ ماندہ و بود میں انقلاب کے خواہشمند ہیں وہ خود اس تمدن سے عاجز ہیں لیکن وہ اس منزل پر پہنچ چکے ہیں کہ اس سے اب واپس آنا مشکل ہے،

اس تمہید کے بعد یہ سوچنا پڑتا ہے کہ آزادی نسواں سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ بظاہر عورتیں جو مرضی چاہتی ہے کرتی ہیں اپنی مرضی سے کھاتی ہیں پیتی ہیں اور جہاں دل چاہتا ہے سواری میں بیٹھکر جاتی ہیں اور مردوں سے زیادہ دلچسپ ملاقات کرتی ہیں جو چیز عورتوں کو میسر نہیں وہ صرف بے تکلف نا محرموں سے اختلاط اور میل جول۔ لہذا آزادی نسواں کی بحث سے مراد پردے کی بحث ہے،

ہم جو پردہ نسواں کو ترقی میں حارج سمجھتے ہیں تو سب سے پہلے یہ مسئلہ زیر غور آتا ہے کہ آیا مردوں نے مناسب پردے کی پابندی کے ساتھ عورتوں کو جس قدر موجودہ تمدن کے لئے موزوں کرسکتے تھے اس قدر موزوں بنانے کی کوشش کی یا نہیں مثلاً مردوں نے جیسے لڑکوں کی تعلیم کے لئے انتظام کیا ہے، اس کے مقابلہ میں لڑکیوں کے لئے تعلیم و تربیت کی کوئی معقول کوشش کی ہے یا نہیں، بہنیں ذرا انصاف سے اس کا جواب دیں کہ جو کچھ پردے کی پابندیوں کے ساتھ تعلیم کا انتظام ہونا ممکن تھا اس کے لئے مردوں نے کسی قسم کی سعی کی ہے یا نہیں، کتنے زنانے پردے دار اسکول قائم ہیں گھروں کے اندر والیوں کی تعلیم کے لئے استانیوں کا کیا انتظام ہے۔ گورنمنٹ ہر ضلع کے مسلمانوں کے مشترکہ مطالبہ پر اپنے پورے خرچ سے مسلم مڈل گرلز اسکول قائم کرسکتی ہے جس میں پردے کی پوری پابندی کے ساتھ تعلیم دیجا سکتی ہے۔ چنانچہ اس قسم کے سرکاری ہندو مڈل اسکول ہر ضلع میں موجود ہیں اس کے علاوہ ان کے اور بھی سینکڑوں پرائیوٹ اسکول قائم ہیں۔ لیکن کتنے ضلعوں میں مسلمانوں نے مسلم مڈل اسکول قائم کرائے ہیں، میرے علم میں یوپی میں ایسے صرف تین جگہ مڈل سکول ہیں اور علیگڈھ و لکھنؤ میں پرائیوٹ ہیں، جب حالات یہ ہیں تو آپ عورتوں کے موجودہ تمدن کے لئے عدم موزونیت کا الزام پردے کے سر

تھوڑا بہت دہری نہیں تو کیا ہے، مرد یا تو تعلیم کا مطلق کوئی انتظام ہی نہ کرینگے اور اگر کرنے پر آمادہ ہونگے تو سمجھتے بھی عورتوں کو بے نقاب کر کے پبلک میں لانے کا ارادہ دل میں ٹھان لیں گے۔ ایسی عورتیں جن کی کسی قسم کی تعلیم کا ان کے مردوں نے آجتک انتظام نہیں کیا ہے اور جو اپنی حفاظت کرنے کی کوئی قابلیت ہی نہیں رکھتیں ان کو پردے سے باہر لانے کے نتائج پر بھی غور کر لیا ہے۔ یا نہیں، خصوصاً جبکہ مردوں کے دلوں میں ابھی تک صنف لطیف کی وہ عظمت نہیں ہے۔ جو عورتوں کے تحفظ کے لئے لازمی ہے، اور اس حالات میں کہ سلطنت ایسی قوم کے ہاتھ میں ہے جس کا معیار اخلاق شرقی اخلاق سے بالکل مختلف ہے، درحقیقت عورتوں کی لیسماندگی کا ذمہ دار پردہ نہیں ہے، بلکہ مردوں کی عدم توجہی اور غفلت ہے۔

اب اقتصادی نقطۂ نظر سے موجودہ آزادی کو دیکھئے، ہمکو اسوقت زنانہ لباس کے مصارف کے تخمینہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے، اور جسوقت طبقۂ نسواں کو آزادی عطا کیجائیگی اسوقت کے مصارف لباس کا بھی کچھ اندازہ کر لینا چاہئے، وہ یقیناً کہیں زیادہ ہوں گے، مثال کے طور پر پارسیوں کے طبقۂ نسوان کا لباس مدنظر ہے۔ یہ متمول تجارت پیشہ قوم اپنی عورتوں کے لباس سے تنگ آکر چیخ اٹھی ہے تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔

صحت کی خرابیوں کا ذمہ دار بھی پردہ ہی بتایا جاتا ہے مجھے تو ایسے خاندانوں کا علم نہیں ہے کہ جس میں مرد تو تندرست و توانا ہوں اور عورتیں سب نحیف و کمزور اور دائم المریض رہتی ہوں، اگر حقیقت میں ایسے خاندان موجود ہیں تو خرابی صحت کی وجہ غفلت و لاپرواہی ہے، مثال کے طور پر افغانستان کو لیجئے جن گھروں میں حفظان صحت کی تعلیم یا پیروی نہیں ہوتی وہاں آزاد مردوں پر بھی ویسا ہی اثر پڑتا ہے جیسا غیر آزاد عورتوں پر۔

آج کل کے نوجوانوں کو پردے کی یہ بھی شکایت ہے کہ مردوں کے جلسہ میں عورتوں کی عدم شرکت کی وجہ سے پورا لطف مجلس کا حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بھی نئے تمدن کی ایک مصنوعی ضرورت ہے اور انگریزوں سے مستعار لی گئی ہے۔ اس کے برعکس ہندوستان میں ایسے مرد بھی موجود ہیں جو بقول شخصے اپنی عورتوں کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتے، اور نامحرم مردوں کی طرح تعلیم یافتہ شریف خواتین اور حد ہے کہ بھنگن دھوبن وغیرہ سے بھی پردہ کراتے ہیں ان کا خیال ہے کہ باہر کی خواتین ان کی عورتوں کو موجودہ فیشن کی دلدادہ بنادینگی تو اس کے لئے یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا نیچ ذاتیں بھی فیشن پرست ہیں؟

عام طور سے یہ عجیب خیال پھیل گیا ہے کہ اگر مرد و عورت یکساں تعلیم یافتہ ہوں اور ہر صورت سے ہم پلہ ہوں تو ازدواجی مسرتیں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ میں اس عقیدے کی بالکل قائل نہیں ہوں۔ میرا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جب دو افراد یا فریق میں مساوات یا برابری کا دعوی ہو تو ان میں سچی محبت ہو ہی نہیں سکتی،

If both the parties claim equality love

can not exist between them

[حق]یقی محبت کا وجود صرف وہیں ملیگا جہاں ایک فریق کسی دکسی صورت میں دوسرے کی فوقیت تسلیم کرتا ہو۔
[مث]لاً پیر و مرشد، استاد و شاگرد، دو حقیقی بھائیوں میں مقدمات کی بنا صرف برابری کا دعوی ہوتا ہے۔ ہندوستان
[میں خ]وشگوار ازدواجی زندگی صرف شوہر کی مسلم تفوق پر مبنی ہے۔ سہ

عورتوں کی عزت و شرم و حیا پردے میں ہے ۔۔۔ یہ حجاب ایسا ہے بے پردہ خدا پردے میں ہے
حسن ظاہر سے زیادہ حسن باطن ہے عزیز ۔۔۔ جس کو سیرت کہتے ہیں اس کا پتہ پردے میں ہے

مندرجہ بالا اشعار میں بھی پردے کی کس قدر اچھی تعریف کی گئی ہے، اس کے علاوہ جس قوم کی تقلید میں ہم
[حج]اب کی دھجیاں اڑا رہے ہیں اسی کی ایک معزز خاتون کا قول بھی سن لیجئے، مسلمان عورتوں کا پردہ بجائے ذلت کے
[د]ر اصل ان کی تعلیم و عزت کے لئے قائم کیا گیا ہے، ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری ناچیز رائے ہے کہ صرف تقلید کے
[جو]ش میں اپنے موجودہ حالات کا پورا پورا احساس اور نتائج کا صحیح اندازہ کئے بغیر کسی ایسے عمل کا اقدام نہیں کرنا چاہئے جس کا
[نتی]جہ ایسا انقلاب ہو جس کے اثرات ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں اور بعد میں پچھتانا مشت بعد از جنگ کے مصداق ہو،
[تد]ریجی ترقی کی میں مخالف نہیں ہوں۔ ضرورت یہ ہے کہ عورتوں کو پہلے مناسب پردے کے ساتھ جس قدر تعلیم دیجا سکتی ہو
[ا]س کا انتظام کیا جاوے اور اس طرح تعلیم کی کافی اشاعت ہو جانیکے بعد آئندہ مناسب حال قدم اٹھایا جائے، رہا شادی کی بابت تو یہ
بہت اہم مسئلہ ہے کیونکہ یہی وہ چیز ہے کہ آئندہ زندگی کو خوشگوار یا موت کے گھاٹ اتار سکتی ہے مثلاً اگر بیوی جاہل ہے یا خاوند لائق نہیں ہے تو زندگی
ایک ناخوشگوار زندگی ہوگی لہذا تعلیم کا ہونا دونوں کیلئے اشد ضروری ہے۔ تعلیم وہ چیز ہے کہ عورت کو گھر کا اچھا بنانا اور اپنے بچوں کو اعلیٰ تربیت
دینے میں مدد کرتی ہے، مراد یہ ہے کہ ایک ناخواندہ عورت اپنے بچوں کو اعلیٰ تربیت نہیں دے سکتی۔ آجکل کی شادیوں میں کچھ رسمیں دوسرے مذاہب سے
بھی لی گئی ہیں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ شادی سے قبل اجازت دیجائے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مزاج اور خیالات کا اندازہ لگا سکیں مگر آجکل کی
جاہلانہ تہذیب اسی کو اچھا خیال کرتی ہے کہ لڑکی بلا پس و پیش منظور کرلے ورنہ ہر جگہ یہی چہ میگوئیاں ہوتی ہیں کہ لڑکی تعلیم کی وجہ سے بے بہرہ ہوگئی
درحقیقت اسلام نے دونوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ شادی سے قبل ایک دوسرے کو دیکھ لیں اسکے علاوہ لڑکیاں جاہل مردوں کے
سپرد کر دیجاتی ہیں جو کہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ لڑکی کی زندگی کو بھی خاک میں ملا دیتے ہیں، آجکل ایک عام قاعدہ یہ ہے کہ لڑکیاں مالدار لیکن جاہل
اور معمر مردوں سے بیاہ دیجاتی ہیں، یا یوں کہئے کہ ان کے ہاتھ فروخت کر دیجاتی ہیں اسکا نتیجہ آخر میں بہت برا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اس
موضوع پر حال ہی میں ایک دردناک کتاب "دولت پر قربانیاں" دفتر عصمت سے شائع ہوئی ہے جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے، اسی طرح جہیز
اور مہر پر بولیاں بولی جاتی ہیں اگر جہیز کم ہے تو نامنظوری کی مہر فوراً ثبت ہو جاتی ہے۔ یہ اہل ہنود کی ایک عام رسم ہے کہ شادی کیوقت لڑکی والے سے
ایک بڑی رقم لیتے ہیں یہاں وہ رقم تو نہیں مگر دوسرے طریقے سے وہی چیز ہے، انکے علاوہ اور بھی لغو رسومات ہیں مثلاً تقریبوں میں ناچ رنگ
اور آتش بازی کا پھونکنا یا جہیز میں فضول چیزیں دینی جو کہ سوا رکھے رہنے کے اور کسی کام کی نہیں مختصر یہ کہ روپے کو پانی کی طرح بہایا جاتا ہے

حمیدہ الماس میرٹھی

میرا اوٹوگراف البم

روز نامچہ لکھنے کا خیال مجھے بیس سال قبل آیا اور سلسلہ وار ڈائری لکھتی رہی، شکر ہو کہ ابتک یہ سلسلہ جاری ہے، تین سال ہوئے کہ اوٹوگراف البم رکھنے کا خیال ہوا۔ اتفاق سے اسی سال کشمیر کا سفر درپیش آیا بہت سے معزز لوگوں نے میری کتاب میں لکھا اس کے بعد جب میں نے سفر کیا میرے ہمراہ کتاب رہی کاش یہ خیال یورپ کے سفر کے وقت آتا تو میری اوٹوگراف البم لاجواب گلدستہ ہوجاتی جس میں ہر رنگ اور ہر قسم کے مہکتے ہوئے پھول جمع ہوجاتے۔ اب بھی بڑے بڑے راجہ نواب، لیڈران قوم نے بہت اچھے اچھے مفید اشعار وغیرہ میری اوٹوگراف میں لکھے ہیں اس اوٹوگراف میں جاپانی فقرے ہیں، بنگالی گجراتی ہیں غرض ہر زبان کے خیالات ہیں۔ میری رائے میں اوٹوگراف البم نہایت قیمتی اور نایاب چیز ہے، اوٹو کہتے ہیں خود کو۔ گراف معنی لکھنا گویا اپنی تحریر۔

جب آدمی اپنے دوست سے ملتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ اسکے تحریر ہمارے پاس یادگار کے طور پر رہے اور جب کسی بڑے آدمی سے ملتا ہو تو یہ خیال ہوتا ہو کہ شاید دوسری ملاقات کا موقع نہ ملے اسلئے کچھ لکھوا لیتا ہے۔ اوٹوگراف سے یہ فائدہ بھی ہے کہ لکھنے والے کے خیالات ظاہر ہوتے ہیں بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہو کہ آدمی اپنے خیالات بدلکر لکھتا ہو بعض لوگ اپنے گھر میں اوٹوگراف لیجا کر فرصت کے وقت لکھکر بھجواتے ہیں ایسا آدمی کے لکھنے سے پوری خیالات کا اندازہ نہیں مل سکتا، البتہ جو شخص کہ کتاب سامنے آتے ہی لکھتا ہو وہ اپنے خیالات پورے پورے لکھ دیتا ہے۔ مجھے اب ایک نیا خیال آیا ہو کہ اٹوگراف میرے خیال میں اوٹوگراف البم رکھنا بہت اچھا ہے، ہر ایک بی بی کو چاہئے کہ اوٹوگراف البم ضرور رکھیں تاکہ اپنے دوست کی یاد اسکی تحریر دیکھکر تازہ ہوجائے لکھنے کا موقع اور لکھنے والے کے حالات اور کس وقت لکھا گیا تھا اسکے لئے ایک اور کتاب رکھنی چاہئے تاکہ لکھنے والے کے خیالات جو ہمارے بارے میں ہوں اور اسکے خود خیالات لکھ لیا کریں یہ کتاب اوٹوگراف کی شرح ہوگی۔

میں ابھی کاٹھیاواڑ گجرات کے سفر سے واپس آئی ہوں میں اوٹوگراف کھولکر پڑھ رہی تھی اس میں سر محمد شفیع صاحب کے لکھے ہوئے یہ اشعار نظر سے گذرے۔

ہزار گنج عبادت ہزار گنج کرم
ہزار دولت شبہا ہزار بیداری
ہزار روزہ بہ روزہ ہزار شب بہ نماز
قبول نیست اگر خاطرے بیازاری

یہ پڑھکر مرحوم دوست کی یاد تازہ ہوگئی۔ خیالات کا فرق دیکھو لیڈی شفیع صاحبہ نے یہ شعر لکھا تھا۔

کسی کا کندہ نگینہ پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جسمیں شام و سحر کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

جہاں آرا بیگم شاہ نواز صاحبہ نے یہ شعر لکھا ہے۔

اے بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی

اسکے بعد بہت سی اور عبارتیں ہیں صرف خیالات کا فرق بتانا چاہتی ہوں مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے یہ لکھا تھا۔

دعوی توحید کا تو کرتے ہو نفس کو مت خدا بنا لینا

اور بیگم محمد علی نے یہ لکھا۔

رہرو تشنہ لب گھبرا اب لیا چشمہ بقا تو نے

بچوں کی تعلیم کے نئے طریقے

عصمت جنوری نمبر میں محترم بھائی مفتاح الدین صاحب ظفر بی۔ ایس۔ سی کا مضمون بعنوان بالا میری
نظر سے گذرا بھائی صاحب کا مقصد چھوٹے بچوں کی تعلیم میں ایسی سہولتیں پیدا کرنا ہے جس سے ان کو تعلیم کا
شوق ہو اور وہ بہت جلد پڑھنا سیکھ جائیں منجملہ دوسری زبانوں کے انہوں نے عربی زبان پر تھوڑی
سی بحث کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ عربی زبان سیکھنے سے پہلے اردو سیکھنا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک
حد تک درست ہے۔ مگر میرے خیال میں کوئی بھی زبان کیوں نہ ہو۔ اگر اسے جدید طرز تعلیم سے سکھایا جائے تو
ایک چھوٹا بچہ بہت جلد تعلیم کے ابتدائی کورس کو ختم کر لیتا ہے۔ مثلاً موجودہ طرز تعلیم کنڈر گارٹن و بکس سمتھیڈ۔
جن کے ذریعہ ہر ایک زبان کی تعلیم دیجا سکتی ہے۔ موخر الذکر سے بچہ چھ ماہ میں اردو لکھنا اور پڑھنا بخوبی سیکھ
سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی نیچر سٹڈی کے جو اسباق سکھائے جاتے ہیں ان سے بچے بہت سی ایسی
مفید معلومات سیکھ سکتے ہیں جو ان کی آئندہ تعلیم میں مددگار ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسی طرز تعلیم کا کیا انتظام ہے۔ چنانچہ میں بچوں اور ماؤں کے فائدے کے لئے اپنے
سالہاسال کے تجربے کی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ ایسے ہائی اسکول جن میں کنڈر گارٹن کلاس بھی شامل ہو بچوں
کے لئے مفید تو ثابت ہو سکتے ہیں مگر ان میں چند ایک نقائص ہیں۔ چونکہ میں خود تھوڑے عرصہ تک اس
کلاس کو تعلیم دے چکی ہوں اس لئے میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ اس کلاس کی بہت کم استانیاں ایسی ہوتی
ہیں جو اسباق کی تیاری مکمل طور پر کر سکیں۔ ورنہ صرف وقت گذارنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور بجائے
فائدے کے نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے ہر شہر میں ایسی کلاسیں نہیں۔ چنانچہ دوسرے سکولوں میں بچوں
کو بھیجنا نہ صرف ان کی عمر اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔ بلکہ آئندہ ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ لہذا سب سے عمدہ
اور بہترین تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ مائیں بچوں کو خود تعلیم دیں اور جب تک وہ کسی خاص کلاس کے قابل نہ ہو جائیں
انہیں سکول نہ بھیجا جائے۔

بعض مائیں خیال کرتی ہیں کہ بچے گھر پر کچھ نہ سیکھ سکیں گے اس لئے انہیں کسی استاد کے سپرد کرنا چاہئے۔
ایسی ماؤں کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سکول میں بچہ چند گھنٹے رہتا ہے۔ مگر ان کی نگرانی میں کم از کم اٹھارہ گھنٹے صرف
ہوتے ہیں۔ نیز وہ ماں کو اپنا سب سے بڑا شفیق اور مربی خیال کرتے ہوئے اس سے ایک خاص انسیت
رکھتے ہیں۔ ایک انگریز مدبر کا قول ہے کہ چھ ماہ کی عمر سے ڈہائی سال کی عمر تک بچہ وہ کچھ سیکھتا ہے جو کہ

برابری یونیورسٹی کی تعلیم بھی نہیں کر سکتی۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ   شود خشک جز بہ آتش راست

آپ کے ایسے عذر نہ صرف عذرِ لنگ ہی ہیں۔ بلکہ ماں بننے کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے اور آپ کی غفلت اور سستی پر دلالت کرتا ہے۔ امید ہے کہ مائیں میری اس تجویز کو پسند کرکے اس طرز تعلیم پر جو میں عصمت کے آئندہ پرچوں میں پیش کیا کروں گی فائدہ حاصل کرینگی اس سے نہ صرف روپے کی بچت ہوگی بلکہ بچے بہت سی بری عادتوں سے محفوظ رہیں گے۔ پہلی قسط میں بچوں کے خواص اور ماں یا اتالیق کے فرائض بیان کروں گی۔ اس کے بعد طریقہ تعلیم کا نصاب اور تعلیم کا پہلا باب شروع ہوگا۔ اگر اس پر عمل درآمد کیا گیا تو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ آپ کے بچے تین سال سکول میں ضائع کرنے پر سیکھتے ہیں، چھ ماہ میں سیکھ جائیں گے۔

بچوں کی عادات

جیسے کہ ایک ماہر فن باغبان کو زمین اور بیج کے خواص کا جاننا ضروری ہے ایسے ہی استاد کو بھی بچوں کی عادتوں سے واقفیت حاصل کرنا لازمی ہے۔ جس طرح کہ مالی زمین اور بیج کی خاصیتوں سے واقف ہونے پر یہ جان سکتا ہے کہ اس زمین میں کونسا بیج اچھا تناور ہوگا۔ اور پھر اس کو کن طریقوں سے نشو ونما دینا ہوگا۔ ایسے ہی ایک تجربہ کار اور قابل استاد کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بچے مختلف عادات کے ہوتے ہیں۔ اور مختلف طرز تعلیم کو پسند کرتے ہیں۔ اگر وہ ان عادات پر قابو پالے اور ان کا مزاج شناس ہوجائے تو یقینی کامیابی کا سہرا اس کے سر ہوگا۔ لہٰذا اسے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۱) بچوں کی واقفیت بہت کم ہوتی ہے گو معمولی اور دیکھی بھالی چیزوں کا تھوڑا بہت علم ہوتا ہے مگر وہ تصورات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان کو صرف چند الفاظ معلوم ہوتے ہیں جنہیں وہ خاص خاص اشیا کے ساتھ تعلق دے سکتے ہیں اور انہیں بعض کلمات کے دہرانے سے ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ان کے خیالات کا سلسلہ لامتناہی اور دور تک دوڑنے والا ہوتا ہے کبھی وہ اپنے کو گھوڑا خیال کرتے ہیں کبھی سپاہی کبھی ریل گاڑی اور کبھی کچھ اور۔ عام تصورات ان میں بہت کم پائے جاتے ہیں یعنی اگر ان کے سامنے عام چیزوں مثلاً گھوڑا یا کتاب کا نام لیں تو وہ اپنے ہی گھوڑے اور اپنی ہی کتاب کی نسبت خیال کرینگے یا اس گھوڑے اور کتاب کی نسبت جسے وہ جانتے ہیں۔ وہ ہرگز یہ خیال نہیں کرسکتے کہ دنیا میں اور بھی گھوڑے اور کتابیں ہیں۔

(۲) بچوں میں مقابلہ کرنے کی طاقت بالکل نہیں ہوتی وہ بہت جلدی نتائج بھی نکال لیتے ہیں اور واقعات

کے دیومنکے لئے کیوں ؟ کیونکر، کس طرح کا جواب بالکل نہیں دے سکتے۔

(۳) نئی اور شوخ رنگ کی اشیاان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس لئے ان کے سامنے ہمیشہ نئی نئی قسم کی اور شوخ رنگ اشیا لانی چاہئیں

(۴) وہ بہت دیر تک ایک بات پر دھیان نہیں لگا سکتے اسلئے انہیں کبھی کسی خاص بات پر دیر تک متوجہ رکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ ان کی تعلیمی اوقات بہت چھوٹے یعنی پندرہ اور ۲۰ منٹ کے ہونے چاہئیں

(۵) بچے اکثر خودغرض ہوتے ہیں۔ کھیل کے وقت ان کی ہر ممکن کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہی سب سے زیادہ چیزیں حاصل کریں۔ انہیں غصہ بھی بہت جلد آجاتا ہے اسلئے استاد کو صابر اور مستقل مزاج بننا چاہئے۔

(۶) وہ دوسروں کی نقلید اور اپنی تعریف کے شائق ہوتے ہیں۔ اسلئے انہیں اچھی سوسائٹی اور خوش اخلاق استاد کا نمونہ ملنا چاہئے اور ہر موقع پر شاباش اور تعریف سے ان کا دل بڑھانا چاہئے۔

(۷) ان میں قوت ارادی بہت کم ہوتی ہے۔ اور متلون مزاج ہوتے ہیں۔ اس لئے استاد کو ہوشیاری سے ان کے ہر ارادے سے واقف رہ کر ان کے حسب منشا کام کرنا چاہئے۔ وہ بغیر سوچے سمجھے کام کر بیٹھتے ہیں اس لئے ان کو مطعون نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ فطرت کا معاون بننا چاہئے۔

غرضیکہ بچہ بہت سی باتوں میں ایک بیج کے مانند ہوتا ہے۔ اگرچہ بیج میں طاقت نمو ہوتی ہے مگر جب تک مٹی کی قسم حرارت۔ پانی وغیرہ عمدہ نہ ہو وہ ایک اعلیٰ قسم کا پودا نہ بن سکیگا۔ افراط یا تفریط اسے ضرور ضرر دے گی۔ تاہم وہ خود بخود معمولی پودا بن سکتا ہے اور عقلمند مالی کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ خیال رکھے کہ پودے کے بیرونی حالات موزوں اور موافق ہوں۔ وہ خود ہی جڑ پکڑلے گا۔ آپ ہی پانی جذب کرے گا یعنی کہ پودا اپنی طاقتوں کو اپنی ہی مقتضیات پر کام میں لانے سے بڑھتا ہے۔ ایسے ہی بچوں کے قوا بھی استعمال سے ہی نشو ونما پکڑتے ہیں۔ اگر اعضا سے کام نہ لیا جائے اور تمام کا تمام بوجھ استاد پر پڑے تو قوا زنگ آلود ہو کر نکمے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ انکا اثر متعدی ہو کر موروثی ہو جاتا ہے۔ خرد بل صاحب نے جو (کنڈر گارٹن کے ماہر گزرے ہیں) اسکو انسان کی وابستگی کہا ہے، انکا خیال ہے کہ کئی نسلوں کے بعد قوا یا تو بیکار رہتے ہوتے نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ یا ترقی کرتے کرتے درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بچوں کا کامل انسان بننا ان کے ذہن اور قوا کی اصلی قابلیت اور ان کے مناسب استعمال پر منحصر ہے یعنی عمدہ نتیجہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ بچے خود اپنے قوا سے کام لیں اور استاد ان کا مدد و محافظ اور ہر قسم کا نگراں ہو۔

ماں کو عمدہ اتالیق بننے کے لئے اپنے میں مندرجہ ذیل صفات پیدا کرنی چاہئیں۔

۱۔ وہ ہشیار سمجھدار معاملہ فہم نیکی اور سچائی کی پتلی ہو۔ اسے کبھی بھول کر بھی بچوں کے سامنے کوئی لغزش

نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ بچہ ہمیشہ کے لئے اس بات کو پکڑ لیتا ہے۔ مثلاً بعض ماؤں کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں کو کسی نامعلوم چیز سے ڈراتی ہیں۔ یا کسی چیز کے جھوٹے وعدے کرتی ہیں۔ مگر ہوشیار اور سمجھدار بچے اکثر یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ چیز نہ کبھی آئی اور نہ آئے گی، ایسے ہی وعدہ خلافی کرنے پر بھی وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جھوٹ بھی زندگی کا ایک جزو ہیں۔ کیوں نہ ہم بھی اسی نمونے پر عمل پیرا ہوں جو ہماری ماں کا ہے۔

(ب) بعض ماؤں کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں کو باپ یا کسی دوسرے بزرگ کا خوف دلاتی ہیں۔ مگر ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عادت نہ صرف اسوقت بلکہ بقیہ عمر تک خود اس کے لئے زہر قاتل ثابت ہوگی اور ہمیشہ کے لئے اس کا وقار اور رعب جاتا رہیگا

(ج) اس کو خود اپنے بزرگوں رشتہ داروں اور چھوٹوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس کی وہ اپنے لئے طلبگار ہے

(د) ماں کو کبھی بھولے سے بھی بچوں کے سامنے نوکروں کے ساتھ درشت کلامی سے پیش نہیں آنا چاہئے

(ہ) ماں کو کبھی خاوند کی غیر موجودگی میں کوئی کام چھپا کر نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ بچوں کو اس بات کی تنبیہ دینی چاہئے کہ اس بات کا علم تمہارے باپ کو نہ ہو کیونکہ اس طرح وہ ماں سے چھپا کر بہت سی باتوں کے عادی ہو جائیں گے

(و) اسے ہمیشہ متحمل صابر خوش مزاج رہنا چاہئے اور معمولی قصور پر زبردست سزا سے گریز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے لحاظ جاتا رہتا ہے بلکہ چند معمولی قصوروں پر اغماض بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔

(ز) اس کی فطرت سوسائٹی پسند ہے اس لئے ہم عمر اور خوش اخلاق بچوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی مرتب کر لینی چاہئے۔

نصابِ تعلیم

(۱) اردو پڑھنا بذریعہ بیکن متھڈ
(۲) ڈرائنگ
(۳) کھیل اور گیت
(۴) نیچر سٹڈی
(۵) ہینڈورک جس میں کاغذ موڑنا مٹی کا کام اور سلائی شامل ہو۔
(۶) حساب۔

کنیز محمد بیگم (منشی فاضل)

قوتِ برداشت

دنیا کی ہر ایک چیز کا ہمیشہ گردش کرتے رہنا ایک قدرتی اصول ہے۔ چاند سورج ستاروں کا گھومنا۔ دنوں مہینوں اور برسوں کے ہیر پھیر موسموں کا تغیر و تبدل۔ گلشنوں کی بہار و خزاں۔ دریاؤں و سمندروں کے چڑھاؤ اتار سے یہی پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی کوئی شے ہمیشہ ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتی۔ جو نظام عالم کا ایک لازمی اصول ہے اور اسی اصول کے مطابق انسانی زندگی کو بھی درد و بیماری اور مصیبت کے میدان سے گزرنا لابدی امر ہے۔ مگر ان کے مقابلہ کے لئے پروردگار عالم نے انسان میں قوت برداشت کا مادہ عطا فرمایا۔ تاکہ ہمیں ان منزلوں کے عبور کرنے میں آسانی ہو۔

بیماری چھوٹی ہو یا بڑی تکلیف دہ چیز ضرور ہے۔ مگر انسان اس کے برداشت کرنے میں عقل و تحمل سے کام لے۔ کیونکہ ایسے وقتوں میں عقل و ہمت سے بڑھکر کوئی مشیر و معاون نہیں ہو سکتا۔ تحمل ہی ایک ایسی قوت ہے۔ جس کے ذریعہ انسان ان تمام اذیت دہ منزلوں کو اطمینان سے طے کرسکتا ہے اور اگر قوت برداشت جواب ہی دینے لگے تو امید سے کام لیکر اپنے دل کی حوصلہ افزائی کرکے ڈھارس بندھائی جائے۔ ورنہ بے صبری سے مرض کی تکلیف میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے پس ایسے موقعوں پر اس عطیہ خداوندی سے مدد حاصل کرنا مفید و باعث سکون ثابت ہوتا ہے۔ جسمانی امراض کا اثر روح پر پڑنا لازمی امر ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ جسم بیمار رہے اور روح اپنے افعال صحیح طور پر انجام دے اور اس میں بھی شک نہیں کہ تمام بیماریوں میں درد کی قسم کے امراض زیادہ تکلیف دہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر جس درد کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس کا قیام بھی تھوڑی دیر تک رہتا ہے۔ جس درد کی تکلیف کم ہوتی ہے یا معمولی وہ عرصہ دراز تک رہتا ہے پس تکلیف کے وقت یہ خیال کہ جس نے تکلیف دی ہے وہی اس تکلیف سے بھی بہت جلد نجات دیگا۔ بہت سکون بخشتا ہے۔ میں تو ایسی حالت میں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ یعنی بے شک (یاد رکھو) کہ دشواری کے ساتھ آسانی ہے بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ سورہ نشرح کی یہ آیت کثرت سے پڑھا کرتی ہوں اور یقین کے ساتھ خداوند کریم اس یقین اور اپنے کلام کی برکت سے بہت جلد تکلیف سے نجات بخش دیتا ہے۔ درود شریف کا ورد بھی ایسی حالتوں میں سکون بخشتا ہے۔

ذرا سی یا معمولی بیماری کو بڑی سمجھنا۔ چیخنا چلانا۔ گھبرانا۔ بڑبڑانا۔ کھانا پینا چھوڑ دینا۔ بے صبری۔ لوگوں کی شکایت۔ خدا کی ناشکری۔ خود پریشان ہو کر گھر بھر میں پریشانی پھیلا دینا کم ہمتی اور ناشکری کی دلیل ہے

اس سے نہ مرض میں افاقہ ہوتا ہے۔ نہ لوگوں کو ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ ایسے مریضوں سے لوگ تنگ آجاتے ہیں اور خدا بھی ناراض۔

بچوں میں بچپن سے ہی قوت برداشت اور تحمل کا مادہ پیدا کرنا بہت ضروری اور مفید ہے۔ ورنہ وہ ذرا سی بیماری یا چوٹ سے بھی گھبرا منہ بنا کر روتے یا کراہنے بیٹھ جاتے ہیں اور بعض وقت ان کی اس عادت پر خطرناک مرض میں بھی کوئی خیال نہیں کرتا اور پھر جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

خود ہمارے ہاں کا واقعہ ہے کہ میرے چچا کی ایک لڑکی پہلونٹی کی ہونے کی وجہ سے گھر بھر کی لاڈلی تھی اور اس لاڈ چاؤ و ناز برداری سے بہت نازک مزاج واقع ہوئی تھی کہ ذرا سی پھنسی بھی پھوٹ کر خون نکلے تو دیکھ دیکھ کر کڑھتی اور رویا کرتی۔ قسمت کی بات اسی بچی کے حلق میں ایک مہلک پھوڑا نکل آیا جسے ڈاکٹروں نے گھاٹ سر کا مرض بتایا۔ دو تین روز بچی کی پریشانی اس کی ہمیشہ کی عادت خیال کر کے کسی نے زیادہ توجہ نہ دی۔ صرف آیوڈائن وغیرہ لگا دی کہ زکام سے گلا درد کرتا ہوگا جسے وہ پہاڑ بنا رہی ہے۔ مگر جب بے چینی حد سے بڑھ گئی اور پانی بھی حلق سے اترنا مشکل ہوا تو منہ کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حلق میں پھوڑا نکل آیا ہے۔ اور اس پر پھنسیں کے دندانے کی طرح کانٹے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی بچی کی حالت پر گھر بھر میں پریشانی پھیل گئی۔ ڈاکٹر آئے مگر اب ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد صاف جواب دیدیا کہ مرض خطرناک ہے۔ اس مرض کا علاج شروع ہی میں ہو سکتا ہے۔ اب تو دو تین روز ہو چکے۔ اب ہمارے اختیار کی بات نہیں رہی۔ غرض بچی کی عادت اور اپنے تساہل سے نو دس سالہ بچی ساتویں دن اس مرض کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اور تمام گھر کے لوگ اس کی نازک مزاجی و عادت کی وجہ اپنے تساہل و بے پرواہی پر کف افسوس ملتے رہ گئے۔

اب ایک ننھی سی جان کے قوت برداشت کا معائنہ ہو کہ میری ایک پرورش کردہ چار سالہ بچی ممتاز ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا میں مبتلا ہو گئی۔ اس زمانہ میں گھر کے گھر اس موذی مرض کی زد میں صاحب فراش تھے۔ بعض لوگوں کے کراہنے و بربڑانے کی آوازیں سنکر ممتاز بھی بخار کی شدت سے ویسے ہی کراہنے لگ گئی۔ میں نے کہا ممی! دوسروں کا سنکر تم بھی ویسے ہی کراہ رہی ہو۔ بیٹی اللہ سے دعا مانگو کہ اللہ آسان کر دے ہی تکلیف اور مشکل کا آسان کرنیوالا ہے۔ بس میرا یہ کہنا ہی تھا کہ میری سمجھدار ننھی چڑیا نے پھر آخر وقت تک نہ کراہیانہ کوئی لفظ بے چینی کا زبان پر آنے دیا۔ بلکہ عالم نزع میں بھی توتلی زبان سے یہی کلمہ جاری تھا۔ اللہ آشان کر (یعنی آسان کر) اور یہی راگ الاپتے جنت سدھاری جسکا خیال مجھے عمر بھر تڑپا ئیگا۔

ان دو بچوں کے خیالات و حالات کا ملاحظہ ہو کہ صحبت و تربیت کے اثر کو بچے بچپن میں بھی اخذ و قبول کرتے ہیں ہمارے ہاں میری جٹھانی کے بہو کے دو تین بچے ہیں مگر ایک چار سالہ لڑکی رشید النسا اور ایک دو سالہ

بچہ ضمیر الدین کا اسوقت ذکر ہے۔ ضمیر دن کا بہت سا حصہ میرے پاس گزارتا ہے۔ اور رشیدہ اپنی ماں کے دامن سے لگی ہوئی کھیلنے کودنے میں اگر رشیدہ گر جائے یا ضمیر کھیل کھیل میں باسنے کے لئے اسکے پیچھے دوڑے یا ذرا چیونٹی بھی کاٹ لے تو آسمان سر پہ اٹھالیتی ہے۔ مگر ننھا ضمیر دن میں کئی مرتبہ گر پڑ کر خود ہی اٹھ جاتا ہے کہیں چوٹ لگ جائے یا کیڑا مکوڑا کاٹ لے تو ذرا منہ بنائے دوڑتا ہوا آئے گا۔ اور اشاروں میں جستجو کرتا ہوا بتائیگا کہ فلاں جگہ لگا یا کاٹا تاکہ میں دیکھکر کچھ پڑھکر اس جگہ پر پھونک دوں۔ یا زیادہ تکلیف ہو تو کچھ دوا لگادوں پھر سکون حاصل کرکے اللہ اللہ کہتا چلا جائے گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ اچھا کردیگا۔

غرض ان واقعات سے میرا مطلب یہ ہے کہ بچوں میں بچپن ہی سے قوت برداشت کا مادہ موقعہ موقعہ سے باتوں باتوں میں اور اپنے خود کے نمونہ سے پیدا کردیا جائے۔ اور ایسے موقعوں پر ایسے جملوں سے ہمت دلائیں کہ "گرتے وہی ہیں جو شہسوار ہوتے ہیں" "چوٹ یا زخموں کا مقابلہ تو بہادر کرتے ہیں" بیماری خدا کی طرف سے اپنے بندوں کی آزمائش یا گناہوں سے پاک کرنے کے لئے آتی ہے" "اللہ ہر تکلیف کے بعد آسانی دیکر اپنی نعمتیں عطا فرماتا ہے" تاکہ وہ ذرا سی تکلیف پر گھبرا نہ اٹھیں بلکہ باہمت و متحمل مزاج ثابت ہوں کیونکہ ایسے مواقع پر صبر و تحمل سے غلبہ حاصل کرنا بے چینی و اضطرابی سے زیادہ تسکین دہ و مفید ہوا کرتا ہے

سردار محمدی بیگم　لوسی قلایہ

ماہرینِ فن

ہر فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

تفریحی افسانہ

از محترمہ مس حجاب امتیاز علی صاحبہ

(۱)

اک ٹھنڈی رات، ہم سب کے سب اک بڑے کمرے میں دروازے بند کئے بیٹھے تھے۔ باہر سرد اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ پر کمرے میں کامل سکون تھا

ہم سب مشغول تھے۔ اک موٹی سی سیاہ بلی کمرے کے اک کونے میں دریچی کے نیچے بیٹھی پرچ میں دودھ پی رہی تھی۔ بس اسی کی آواز ہماری محویت میں خلل انداز ہو جاتی تھی۔

میں تو کمرے کے اک کونے میں کسی ماہر موسیقی کی طرح پیانو کے پردوں پر ہاتھ ٹیکے اک شان بے نیازی سے بیٹھی تھی۔

فروز اپنے کوٹ کا بٹن اک مشاق درزی کی طرح جلد جلد ٹانک رہا تھا۔

مریم اور جامی کسی قدر فاصلے پر بیٹھے دنیا کے مشہور کھلاڑیوں کے انداز میں ناک بھوں چڑھا چڑھا کر شطرنج کھیل رہے تھے،

اور بوڑھا ڈاکٹر ماکجو، اک مغرور نقاد کی طرح دریچے کے آگے آرام کرسی پر ٹانگ رکھے بڑے مزے سے بیٹھا ہوا اک کتاب پڑھ رہا تھا

ہم سب اپنے کام میں اس قدر منہمک اور مستغرق تھے کہ ایک دوسرے کی موجودگی کو بھی بھولے ہوئے تھے یہی وجہ تھی کہ جب جی چاہتا میں آہستہ آہستہ گانے لگتی۔ فروز زور زور سے دھاگہ کھینچتا۔ مریم اور جامی پردوں کو زور زور سے پٹکتے اور بوڑھا ڈاکٹر ماکجو مزے میں آکر کتاب کی جلد پر انگلی بجانے لگتا۔

تھوڑی دیر ہو کا عالم رہا۔ جہاں دو چار ماہرینِ فن اکٹھے ہوتے ہیں وہاں عموماً یہی کیفیت ہوتی ہے، چنانچہ کسی قسم کی آواز نہ تھی مگر دفعتاً یک مریم اور جامی زور سے آپس میں لڑ پڑے۔

"تم بڑے ہی احمق ہو" مریم نے کہا۔

" تم کو ... کھیلنا نہیں آتا " جامی نے جواب دیا

اس سکوت مطلق میں ان دونوں کی تیز آواز ایسی اچانک بلند ہوئی کہ دماغ دولحوں کے لئے معطل ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم پر ناگہانی مصیبت آگئی ہے۔ دل دہل گئے۔ ہاتھ پاؤں سرد پڑ گئے۔ فیروز چونک پڑا اور سوئی (جسے وہ جلد جلد زغم میں چلا رہا تھا) اسکی انگشت شہادت میں چبھ گئی۔

ڈاکٹر مانجو کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا " تم سب کے سب بڑے واہیات ہو! سچ کی بات ہے کہ تم میں سے کسی ایک میں بھی تہذیب نہیں! میں اک بہت مزے دار قصہ پڑھ رہا تھا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ ہم نقادوں کو غور کے ساتھ کتاب کی ایک ایک سطر پڑھنی پڑتی ہے۔ میں احتیاط کے ساتھ ہر سطر پر انگلی رکھ رکھ کر پڑھ رہا تھا۔ جاؤ! میرا لطف ہی کرکرا کر دیا۔ جامی نے! "

جامی نے اپنے دونوں کان اونچے کر کے بگڑ کر کہا :- کیا ــــ کیا کہا ؟ ؟ میرا نام کیوں لیتے ہو؟ــــ یوں کہو مریم نے "!

ڈاکٹر مانجو کسی قدر مرعوب ہو گیا۔ واقعی جامی کی آواز ہی کچھ اس قدر بلند تھی کہ بہادر سے بہادر فوجی جنرل بھی ہوتا تو ڈر جاتا۔ ڈاکٹر مانجو نے ذرا سرزتی ہوئی آواز میں کہا :- " اچھا یوں ہی سہی مریم نے "!

مریم تنک کر بولی :- واہ حضت! واہ! میں نے کیا کیا نہیں؟ یوں کہو فروز نے! اس کی انگلی میں سوئی چبھ گئی۔ اور وہ چیخ اٹھا "

ڈاکٹر مانجو بیزار ہو کر بولا " الٰہی تیری پناہ! میں تو توبہ کرتا ہوں! خیر اچھا۔! سمجھ لو فیروز نے! مگر بھئی اب میرا مغز نہ چاٹ جاؤ! میں بڑا ہی مصروف ہوں۔ اک بہت ہی دقیق اور دلچسپ رومان پڑھ رہا ہوں "

میں اب تک خاموش بیٹھی تھی فسانہ نویس عورت کی حیثیت سے پوچھنے لگی " مگر آخر وہ کس مصنف کا قصہ ہے؟

" مصنف؟ مصنف تو میں نہیں جانتا! " یہ کہہ کر مانجو پھر پڑھنے لگا۔ فروز ہنس کر بولا " آخر کسی نہ کسی مصنف نے اسے تصنیف کیا ہی ہوگا۔ ورنہ بے مصنف کے خود بخود قصہ بننے سے تو رہا "

مانجو میاں ذرا چڑھ کر بولے " ہاں بھئی یہ تو ہم بھی جانتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ میں مصنف کو نہیں جانتا! ۔ خیر جو کچھ ہو۔ قصہ تو بڑا عمدہ ہے! "

اس میں کیا کیا ہے بھلا؟ پڑھیئے تو۔ ذرا ہم بھی سنیں! " مریم نے التجا کی اچھا پڑھتا ہوں! سنو! "

ڈاکٹر مانجو فلسفیانہ انداز میں اور عالمانہ طریق پہ ہاتھ اٹھا کر انگلی سے ہم سب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قصہ پڑھنا شروع کیا۔ شدتِ جوش سے آواز حلق میں اٹک اٹک کر رہجاتی تھی۔

جزیرے کے پاس آخر ایک دن ایک کشتی نظر آئی۔ ماں ھان اگرچہ کشتی پانی میں کوئی ہاتھ

نہ رکھتا تھا۔ مگر بڑا ہوشیار نوجوان تھا۔ کشتی میں چڑھ گیا۔ ابر اور ہوا کے باوجود وہ طوفانی موجوں کو چیرتا ہوا خوفناک ہوا سے مقابلہ کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خشکی کو ڈھونڈ رہی تھیں جو اس سے ابھی کوسوں دور تھی۔

سمندر بہت بڑا تھا اور اس کی کشتی بہت چھوٹی تھی اس لئے وہ کبھی گول گھومنے لگ جاتی تو اس کی کوششوں سے ٹھیک ہو جاتی۔"

اتنا پڑھکر بوڑھے ڈاکٹر مانجو نے ہماری طرف گردن لمبی کرکے اس انداز سے دیکھا گویا وہ قصے کے ہیرو کے بہادرانہ اخلاق کی ہم سے داد طلب کر رہا ہے!

تھوڑی دیر سب غور میں مبتلا رہے، پھر سب کے سب بول اٹھے" واہ واہ یہ کونسی بڑی بات ہے آخر!

یہ سنکر ڈاکٹر مانجو کی ناک سرخ ہو گئی۔ غصے سے بولا" کونسی بڑی بات ہے! جیسے تم سب کے سب بڑے مشاق ملاح ہو!" "اور نہیں تو کیا تم ہم کو محض ——— سمجھتے ہو؟" فیروز نے سوئی تکیے میں زور سے چبھوتے ہوئے غصے سے پوچھا۔ "کیوں جواب دو جی! تم ہم سب کو کیا سمجھتے ہو؟" جامی نے بھی انتقام بھرے لہجے میں سوال کیا۔ مریم سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ اپنی توہین کوئی بھی ٹھنڈے دل سے برداشت نہیں کر سکتا! اس لئے مریم نے جھلا کر کہا۔ "واہ یہ تو ظلم ہے! صریحاً ظلم! یہ تمہاری بڑی زیادتی ہے ڈاکٹر میاں۔"

میں نے اس وقت چپ رہنا مصلحت وقت خیال نہیں کیا۔ اس لئے فوراً بولی :۔

اگر تم ہمیں ——— سمجھتے ہو تو مجھے قسم ہے تمہاری ہی۔ تم بھی بڑے وہی ہو!"

مانجو میاں اب پریشان پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے قصے کی کتاب بھی میز پر پھینک دی تھی اور ہانپ رہا تھا۔ پریشان لہجے میں کہنے لگا۔" میں تم میں سے کسی ایک کو بھی گدھا سمجھنے کا حق نہیں رکھتا! یہ تو سچ ہے — مگر یہ بھی خواہ مخواہ یقین کیوں کر لوں؟ — کہ تم سب کے سب کشتی چلانے میں ماہر ہو!"

فیروز کو غیرت آئی بول اٹھا - تم کل ہی مجھے ایک کشتی منگوا دو! میں وہ وہ کرتب دکھاؤنگا کہ تم بھی کیا یاد کروگے!"

"اور تم میاں جامی" ڈاکٹر مانجو نے سوال کیا۔ وہ اب تک حواس باختہ نظر آ رہا تھا۔

جامی فخریہ لہجے میں بولا" کیا میں کسی سے کم ہوں؟ تین سال ہوئے سلطان عبدالحمید نے مجھے کشتی بانی کے فن میں سونیکا تمغہ عطا کیا تھا۔ اب کیا کہوگے بڑے میاں؟"

ڈاکٹر مانجو حیران رہ گیا۔ ابھی وہ حیران ہی ہو رہا تھا کہ ایک تند قہقہے نے اسکے رہے سہے اوسان

خطا کر دیئے۔ یہ مریم تھی کہہ رہی تھی۔" اچھا! یہ راز میں اب کھولے دیتی ہوں۔ میں نے اپنی اک عمر کشتی بانی میں گذاری ہے۔ اک دفعہ شہزادے صاحب کی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا تھا میں نے! خیر خیر —— اب اس کا ذکر ہی کیا۔" مانجو کی حیرت بڑھتی ہی گئی۔

اب تو مجھے بھی کچھ خیال آیا بولی "تم سب کے سب بڑے مشاق ملاح ہو گویا —— گویا ہم کوئی چیز ہی نہیں" جل کر میں نے کہا۔

یہ سن کر ڈاکٹر مانجو میری طرف مڑا۔" لو —— یک نہ شد دو شد! اس گویا گویا سے آپ کا مطلب؟"

میں چڑ کر تیز آواز میں بولی۔" مطلب؟ مطلب کیا ہوتا سوائے اس کے کہ میں بھی اس فن میں کسی سے کم نہیں"

جب ڈاکٹر مانجو نے دیکھا کہ سب کے سب ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر باہر ہیں تو اسے بھی شوق چرایا۔ خاموش رہنا توہین سمجھ کر اک لرزتے ہوئے لہجے میں آخر اعلان کر ہی دیا۔

یوں تو میں کسی سے اس کا بار بار ذکر کرنا پسند نہیں کرتا مگر تم سب یہ سن کر انگشت بدنداں رہ جاؤ گے کہ اس فن کا میں بھی استاد ہوں!"

(۲)

کمرے میں پھر اک سناٹا طاری ہو گیا۔ مگر یہ خاموشی بڑی معنی خیز تھی۔ سب آپس میں ایک دوسرے کا چہرہ تک رہے تھے۔ سب کے دل کرتوں کے اندر دھڑک رہے تھے اور سب اپنی کامیابی پر نازاں و خنداں تھے

ہم پر ابھی یہ سرور آگیں کیفیت گذر رہی تھی کہ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور سب کی نظریں اوپر کو اٹھیں اک دراز قد سانولے رنگ کی عورت بھورے رنگ کے سلیے دامنوں کے لباس میں اندر داخل ہوئی

"یہ کیا معاملہ ہے؟ تم سب کیا کر رہے ہو؟ میں پہلو کے کمرے میں کھانا کھا رہی تھی۔ اور تم سب کی بحث سن چکی ہوں۔"

ڈاکٹر مانجو نے اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر کہا۔" بحث، بحث تو نہیں ہوئی! البتہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ کشتی میں بہت اچھی چلا سکتا ہوں"

اور تم لوگ لڑکیوں رہے تھے؟" بیوی نے سوال کیا۔

فیروز نے جواب دیا" خدانخواستہ لڑ تو نہیں رہے تھے۔ میں بھی ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا کہ اس فن میں بھی کامل مہارت رکھتا ہوں"

مگر تم لوگوں کی آوازیں بہت بلند تھیں! لڑائی تو نہیں ہوئی؟ بیوی نے دوبارہ مزید اطمینان کے لیے دریافت کیا

بالکل نہیں —— حاجی نے جواب دیا۔" میں بھی یہ بات ڈاکٹر کے ذہن نشین کرا رہا تھا کہ میں اس معاملے

ین دونوں کا حریف ہوں"!

بیوی بولی ۔" بات کیسی چھوٹی اور معمولی تھی مگر مریم کی آواز اس قدر تیز تھی کہ میں سمجھی تم سب کشتی [illegible] ہوا
مریم ہنس پڑی۔ بولی "۔ ہے ہے! تم بھی عجیب عورت ہو! میں ان لوگوں پر ظاہر کر رہی تھی کہ میں نے [illegible] عمر بھی کشتی بانی میں گذاری ہے۔

"مگر تم پانچوں کی آواز بڑی تیز تھی" بیوی نے ادہر ادہر دیکھکر کہا۔

میں بولی ۔" ہاں ـــــ میں بھی تو اس میں شامل تھی۔ سب کہہ رہے تھے تو میں خاموش کیسے بیٹھتی؟"

کمر پر ہاتھ رکھے ڈاکٹر کی بیوی دو لمحے ہمارے درمیان قالین پر کھڑی رہی پھر سر اٹھا کر کہا۔ "مگر مجھے یقین ہی نہیں آتا! اچھا امتحاناً یہ کرو کہ کل صبح اک کشتی منگوائی جائے گی، تم سب اسپر چڑہو اور اپنے اپنے کرتب دکھاؤ۔"

سب کے حلق خشک ہو گئے۔ مگر جبراً و قہراً آواز نکالنی ہی تھی۔ اس لئے سب کوششیں کر رہے تھے کہ اپنے خشک حلق سے" ہاں ضرور منگواؤ" کہیں۔ بڑی کوشش کے بعد جب ہم نے حلق سے آواز نکالی تو کسی کی ایسی نکلی جیسے باولی سے پانی نکالتے وقت آتی ہے کسی کی ایسی جیسے خراب لکڑی کے کواڑ بند کرتے وقت! غرض عجیب عجیب بے ہنگم آوازیں کمرے میں بلند ہوئیں۔ ڈاکٹر کی بیوی پر اس کا عجب اثر ہوا۔

"تم سب کی آوازیں بہت خوفناک ہیں! معلوم ہوتا ہے کہ چیخ کر اپنے اپنے کمال ظاہر کر رہے تھے۔ خیر کل صبح معلوم ہی ہو جائے گا کہ کون ماہر ہے کون اناڑی!"

(۳)

دوسری صبح کو ایک کشتی گھاٹ پر منگوائی گئی۔ ہم پانچوں کو لیکر ڈاکٹر کی بیوی کنارے پر پہونچی امتحان شروع ہو گیا۔ پہلے میری باری تھی۔ میں کشتی میں بخوف و خطر چڑہ تو گئی، پر سوچ رہی تھی کہ چپو کیونکر چلاؤں۔ آخر چپو کیونکر چلائے جاتے ہیں؟ جونہی میں نے سوچ سوچ کر ایک زور کا جھٹکا ہاتھ کو دیا۔ پانی میرے سر پر آگیا۔ ناک اور آنکھیں بھی اس سے محفوظ نہ رہیں۔ میری اس حالت کو دیکھکر فیروز چلا اٹھا" بس بس! تم کو کچھ نہیں آتا۔ اتر جاؤ۔ اتر جاؤ۔ بس ہو چکا امتحان! اتر دجی۔ اب مجھے آنے دو!"

یہ کہتے ہی وہ کشتی میں کود پڑا۔ انکا کودنا تھا کہ کشتی جھولنے لگی اور پانی اچھل اچھل کر اندر آنے لگا۔"
دیکھا ـــ میں نہ کہتا تھا؟" جامی نے آستین چڑھاتے ہوئے کہا "کہ تم دونوں نو مشق اور کندۂ ناتراش ہو! چلو مجھے آنے دو۔ اب!" یہ کہتے ہوئے وہ بھی کشتی میں آگیا۔ اس نے آتے ہی کشتی پر بادبان چڑھا دیا اور چپے کی طرف چلانے لگا۔ پر وہ سرکش کشتی آگے ہی کو بڑھتی جاتی تھی۔ اسوقت میری نظروں میں ڈوبی ہوئی لاشیں پھر رہی تھیں اور میں اس خوفناک تخیل سے لرز رہی تھی۔

مریم بولی" ایسا کروگے تو ڈوب جاؤگے تم سب! کشتی ایسے نہیں چلایا کرتے!" یہ کہتے ہی وہ کشتی میں جل پڑی
لو پڑی ـــــ دہ اندر آئی ہوا کے ایک زبردست جھونکے نے کشتی کو ندی میں دھکیل دیا۔

"ہائے ہائے! اب تم سب کے سب مرے! میرے بغیر تم سب کیا کرسکوگے؟ اب بھی کہو تو میں مدد کے
لئے تیار ہوں۔ کہو۔ کیا آؤں؟ بچا لوں؟ آؤں؟" ڈاکٹر مانجو کنارے پر ناچتا ہوا چیخیں مار رہا تھا۔

یہ سن کر ہم سب ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کی بیوی سے ضبط نہ ہو سکا "کیا میاؤں میاؤں کرتے ہو!
بچاؤ ان لوگوں کو! تم سب کے سب نکمے ہو" بیوی نے نہایت غصے کے لہجے میں کہا اور ہم سب کو خصوصاً
مجھ کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگی، کہ کچا کھا جائے گی

ڈاکٹر کہنے لگا" ذرا جلدی میری آستینیں چڑھا دو۔ میرا یہ کوٹ سنبھالو۔ میں پیٹی مضبوط لگا لوں۔ وہ
دیکھو وہ لوگ ڈوب رہے ہیں۔ ہائیں۔ یہ جیتے جاگتے انسان ہیں یا ان کی لاشیں! اب تو میں جاؤں گا۔
بچا لوں گا ان بے وقوفوں کو۔ دیکھنا فیروزہ! اب میں آرہا ہوں"

یہ کہہ کر جونہی اس نے چھلانگ ماری کشتی ندی میں الٹ گئی۔ ہم نیچے تھے کشتی اوپر ـــ طوفان نوح
کا سماں تھا! پانی کی تہ سے ڈاکٹر کی آواز آرہی تھی "تم لوگوں نے غلطی کی! ایسے نہیں چلایا کرتے کشتی!"
"پھر کیسے چلایا کرتے ہیں؟"

مگر اب ڈاکٹر مانجو کے ناک میں بھی پانی بھر چکا تھا ـــــ کسی کی ناک میں تو کسی کے حلق اور زبان کے نیچے!
کبھی ہواؤں کے ساتھ ڈاکٹر کی بیوی کی تیز تیز۔ اک آدھ گالی سنائی دے جاتی تھی،

غرض بہزار دقت تیر کر ہم نے اپنی جان بچالی اور ساحل تک پہونچے! وہ دن اور آج کا دن ـــــ
ہم نے کبھی ماہر فن ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

قوموں کی ترقی میں عورتوں کا حصہ

دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ قوموں کی ترقی اور نسلوں کی عزت کا دار و مدار ہمیشہ عورتوں ہی کی کوشش پر منحصر رہا ہے۔ اسلئے کہ نسلیں عورتوں کی آغوش ہی میں پرورش پاکر پروان چڑھتی ہیں۔ اور جو تعلیم انہیں مائیں دیتی ہیں اس کے نقش آخری سانس تک دل پر قائم رہتے ہیں۔ حالی مرحوم نے خوب کہا ہے۔

آغوش مادر وہ اسکول پہلا جہاں تربیت پاتے ہیں سارے اعضاء
جہاں لوح سادہ پہ کھنچتا ہے نقشہ اترتا ہے ماں کے خیالوں کا چربہ

نپولین بوناپارٹ کہا کرتا تھا کہ ایک عورت کی تعلیم ایک نسل کی تعلیم ہے۔ ہمارے مذہب مقدس نے بھی عورتوں کی تعلیم پر نہ صرف زور دیا ہے بلکہ اسے فرض بتایا ہے جس طرح کہ مسلمان مردوں پر فرض کیا ہے۔ جبتک مسلمان تعلیم کو حق شناسی کا ذریعہ اور فریضہ خداوندی سمجھتے رہے اسوقت تک اقبال کا تاج ان کے سروں پر جگمگاتا رہا۔ اور جب انہوں نے علم کو روزگار کا ذریعہ سمجھ لیا ان کا احساس بھی رفتہ رفتہ فنا ہو گیا۔ ایک وہ دور تھا کہ ہماری ایک بہن کھڑی ہو کر اپنی جماعت کو ادھر سے ادھر کر دیتی تھی۔

حضرت نائلہ نے حضرت عثمان غنی کی شہادت پر جو تقریر فرمائی تھی۔ اس کے زور اثر سے اسوقت کے بڑے بڑے بولنے والوں کو دم بخود کر دیا۔ حضرت سکینہ رضہ نے حج کے موقعہ پر جو تقریر ارشاد فرمائی اسے سنکر بنی امیہ کے بڑے بڑے مرتبہ کے لوگ بھی حیران ہو گئے تھے۔ اور فرزدق شاعر کو یہ کہنا پڑا کہ اسوقت پورے عرب میں حضرت امام حسین کی اس بلند تربیت یافتہ نواسی سے زیادہ لائق و فائق کوئی ہستی موجود نہیں۔ وقت کم ہے ورنہ میں بہنوں کو بتاتی کہ اسلام کے دامن میں کیسے کیسے ہیرے صدیوں تک جگمگاتے رہے ہیں۔ اور مسلمانوں میں کس پایہ کی فاضل عورتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ خدا ترسی تمام عبادات و اعمال کا نچوڑ ہے۔ خدائے قدوس کا ارشاد ہے کہ یہ جوہر انسان میں صرف علم ہی پیدا کر سکتا ہے۔ اب ہر بہن اس بات کو سمجھ سکتی ہیں کہ جاہل انسان حیوان سے بدتر ہے۔ بلا علم برے بھلے کی تمیز ہی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے ضرورت ہے کہ ہم سب سے پہلے تعلیم کو ترقی دینے کی کوشش عمل میں لاویں۔ دہلی ایک مرکزی مقام ہے اور اسلامی تہذیب کا گہوارہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہاں اب تک مسلمانوں کا کوئی زنانہ ہائی اسکول نہیں ہے۔ کیا یہ ہمارے لئے شرم و ندامت کی بات نہیں ہے؟ کہ ہماری آنکھوں کے سامنے دوسروں کے اسکول قائم ہوتے جاتے ہیں اور اور غیر مسلم خواتین زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دہرے خاموش بیٹھی رہیں۔ ضرورت

ہے کہ ہمارا پہلا قدم ایک زنانہ ہائی سکول کے قیام کی طرف اٹھیں اور سب بہنیں خوشی اور آمادگی کے
ساتھ اس فرض کو انجام پہونچانے کی سعی فرمادیں۔ ہم خود ہی اس سکول کی منتظم ہوں اور خود ہی نصاب
تیار کریں۔ اور خود ہی چندہ جمع کرکے اس کی بنیاد قائم کریں اور اپنے اپنے حلقہ میں اپنی بہنوں کو تعلیم کی ترغیب
دینے کی پوری کوشش کریں۔ تعلیم کے ساتھ ضرورت ہے کہ ہم بچیوں کی تربیت کا بھی پورا انتظام کریں۔ اور
مذہبی حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ یہ تربیت ہی نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ جن بہنوں کے دماغ نور علم سے
روشن ہو چکے ہیں۔ وہ بھی قوم کے فکر سے آزاد ہیں۔ مذہب سے بے فکر ہیں۔ فیشن پرستی میں مبتلا ہیں۔
موجودہ اسکول ہی ہماری قومی اور مذہبی تباہی کا باعث ہوئے ہیں۔ مذہبی تعلیم و تربیت سے کچھ تعلق
نہیں۔ ان درسگاہوں کے نمونے سامنے موجود ہیں۔ جاہلوں سے شکایت نہیں۔ شکایت ان سے
ہے جو خود کو تعلیم یافتہ کہتی ہیں فیشن پرستی کی وبا زوروں پر ہے۔ لباس و زیور اور بالوں کی آراستگی
میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ روزانہ کئی کئی گھنٹے۔ اور روپیہ اسی میں ضائع کردئیے جاتے ہیں۔ مگر قوم
کی اصلاح اور درستی کے لئے نہ وقت ہے اور نہ روپیہ۔ خدائے واحد کے آگے نماز میں سر جھکانا گناہ عظیم خیال
کیا جاتا ہے۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ان حالات میں تربیت کا انتظام نہایت ضروری ہے
اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ عمدہ تربیت کا خیال رکھا گیا تو ہم اپنی مذہبی روایات کا صحیح صحیح نمونہ ہونگی اور وہ مذہبی
نقائص ہم میں پیدا نہ ہوسکیں گے جن پر آج یورپ میں شور و غل برپا ہے۔

تجارت کی برتری

دوسری اہم چیز مسلمانوں میں تجارت کا شوق پیدا کرنا ہے۔ ہم پردہ نشین خواتین
اگرچہ خود تو براہ راست تجارت میں کم حصہ لے سکتی ہیں لیکن یاد رکھئے کہ اسلامی
ترقی کا انحصار ہم پر ہی ہے۔ گھر کی ننانوے فی صدی ضروریات ہماری ہی مرضی کے مطابق خریدی جاتی ہیں
اگر ہم یہ عہد کرلیں کہ اپنی تمام ضروریات مسلم تجاران اسلامی دوکانات سے خریدینگے تو چند ہی روز میں مسلم تجارت
کافی ترقی کرسکتی ہے۔ جب مرد ہمیں ایسا کرتے دیکھیں گے تو انکی غیرت کبھی گوارا نہ کرے گی کہ انکی مائیں بہنیں
اور بیویاں تو مسلم تاجروں سے خریدیں اور مسلم تجارت کی تقویت کے لئے کوششیں کریں اور وہ خود غیر مسلم
تاجروں سے مال خریدتے پھریں۔ کس قدر بے شرمی ہے کہ غیر مسلم تو ہمارے تاجروں سے ایک پیسہ کا مال
نہ خریدیں اور ہم انہیں مشرک و نجس سمجھتے ہوئے بھی مسلمان خوانچہ فروش اور مسلمان دوکانداروں کو چھوڑ کر
غیر مسلموں سے چیزیں خریدیں۔ مسلمانوں پر ادبار یہی ہے کہ وہ غیروں کی جیب میں اپنا پیسہ ڈالتے ہیں ان کے
لئے عیش کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ لیکن اپنے بھائی بہن بھوکے بیکار پھریں اور قوم تباہ ہوتی چلی جارہی ہے
ان کی کچھ پرواہ نہیں۔

تعلیم و تجارت کی کامگاریاں

پیاری بہنو! پھر کہتی ہوں اور زور کے ساتھ کہتی ہوں سمجھ لو ذہن نشین کر لو کہ قوموں کی ترقی کا دارومدار صرف تعلیم و تجارت پر ہے۔ اور اگر تم دنیا میں عزت اور راحت کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو تعلیم و تجارت کو اختیار کرو۔ میری عزیز و محترم بہنو!! خدا کے لئے اٹھو ہمت کرو قوم کی ترقی میں تمہیں بھی پورا حصہ لینا چاہیئے۔ تمہاری غفلت نے نصف قوم کو بیکار بنا رکھا ہے۔ اگر عورتیں بھی میدان عمل میں اتر آئیں تو قوم کی رفتار ترقی دوگنی ہو جائیگی۔ گھروں کی اصلاح غیر شرعی رسم و رواج کا دور کرنا۔ علم و عمل کی تبلیغ کرنا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا محلوں میں دوکانیں کھلوانا۔ صرف مسلم خوانچہ فروشوں سے مال خریدنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا ایسے کام ہیں جنہیں عورتیں خود آسانی اور کامیابی کے ساتھ انجام دے سکتی ہیں۔ البتہ سچے ارادہ اور سچی نیت کی ضرورت ہے۔

امت الوحی دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے بہترین افسانوں کے دو مجموعے

جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ ایک شریف اور معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر کے جیلخانہ بھیجے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہجاتے ہیں (۲) بھنور کی دلہن بلوچی قوم کے مرد و عورت کے عمیق کیرکٹر ازدواج ثانی پر نہایت موثر بحث، محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلآویز افسانہ (۳) انگی محبتیں ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت و جاں نثاری دوستی و وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانۂ نوری ملکہ نوری کی درد و غم بھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل منیرہ کی شرارت اور انتقام امیر کی بدگمانی اور سنگدلی اور محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) بھاوج کا کینہ دولت و عصمت کا مقابلہ (۷) مامون رشید کا دربار اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا دل ہلا دینے والا واقعہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہرزاد (۱۱) رحم کی مستحق (۱۲) غلط فہمی نہایت موثر قصہ (۱۳) خاتمہ بالخیر، ۱۳۔ افسانوں کا مجموعہ جوہر عصمت ہر شریف مرد و عورت کی نظر سے گذرنا چاہیئے قیمت ۱؎ قسم دوم معمولی کاغذ جو قریب الختم ہے ۱۲؎

مینجر عصمت دہلی

سیلاب اشک (با تصویر)

درد انگیز افسانے (۱) پرستار محبت عورت کا قلق فاد محبت کے خون کا وبال ہے یہ سبق آموز فسانہ جو کثرت سے انسان کی آنکھیں نمناک کر دیگا۔ اس کا ثبوت ہے اور بے انتہا مقبول ہوا ہے (۲) بلوچن کے تین رنگ ایک خودداری وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری و ایثار کسے کہتے ہیں۔ ضمیر و ایمان کیا کام کرتا ہے۔ اس درد انگیز افسانہ سے معلوم ہوگا جو بخ کتنے ہی گھر تباہی سے بچا ڈالے (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کیسی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں۔ (۵) عدل گلبدن۔ شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے قصور بچی بے انتہا موثر افسانہ (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانہ کے ساتھ رنگین صرف کر کے فوٹو بلاک کی تصاویر رنگائی گئی ہیں جو مشہور مصور مسٹر سمیع نے تیار کی ہیں

مہارانی سورنمائی

(سید نصیر الدین حیدر رضوی سب اڈیٹر اسلامیہ کالج میگزین کلکتہ)

مہارانی سورنمائی کا نام بنگال میں اپنی بے مثل سخاوت کے باعث بہت مشہور ہے۔ مہارانی سورنمائی ہی وہ پہلی خاتون ہیں جن کے نام سے کلکتہ کی ایک سڑک موسوم ہے۔ ذیل میں اس سخی و منتظم خاتون کے مختصر سوانح حیات قلمبند کرتا ہوں۔

مہارانی موصوفہ کی پیدائش ۱۸۲۷ء میں بمقام بھاٹا کول ضلع بردوان میں ہوئی۔ موصوفہ کی شادی گیارہ سال کی عمر میں راجہ کرشنا ناتھ (جو قاسم بازار اسٹیٹ کے راجہ تھے) ہوئی۔ شادی ہونے پر سسرال میں بنگلا اور کسی قدر حساب کی تعلیم شوہر نے دلوائی۔ بنگلہ میں اس قدر تعلیم ہوئی تھی کہ بنگلہ رسائل و اخبار بخوبی پڑھ لیا کرتی تھیں۔ ابھی شادی کو آٹھ ہی برس گذرے تھے کہ کرشنا ناتھ کے چند ملازمین کسی قتل میں شریک ہو کر ماخوذ ہو گئے۔ باحیا مالک کی غیرت کو اس قدر ٹھیس لگی کہ حواس بجا نہ رہ سکے اور خودکشی کر لی۔

مہارانی سورنمائی کے شوہر نے مرنے کے کچھ قبل ایک وصیت نامہ بھی لکھا تھا جس کی رو سے تمام جائداد ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملک ہو جاتی تھی " محض استری دھن " کا مذہبی حصہ جائداد سے مہارانی کو مل سکتا تھا۔ کرشنا ناتھ " کے خودکشی کر لینے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے تمام جائداد پر وصیت نامہ کے مطابق قبضہ کر لیا اور محض ایک مختصر سا حصہ رانی کے قبضہ میں چھوڑا۔

مہارانی کچھ عرصہ تک تو اسی مختصر سے حصہ پر قانع رہیں اور اسی کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتی رہیں۔ لیکن جب کچھ اطمینان ہو گیا تو " راجہ لوچن راؤ " ایک عقلمند بنگالی کو اپنا مشیر مقرر کیا اور " سپریم کورٹ " میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ مقدمہ تین برس تک چلتا رہا۔ مہارانی کی طرف سے یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ وصیت نامہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وصیت نامہ پر دستخط کرنے کے وقت راجہ بہادر کرشنا ناتھ کا دماغ صحیح نہیں تھا۔ ان کے دماغ صحیح نہ ہونیکا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ انہوں نے ایک خفیف سی بات پر خودکشی کر لی۔ آخر کار ۱۸۴۷ء میں فیصلہ مہارانی کے حسب خواہش ہوا اور وصیت نامہ ناجائز قرار دیا گیا۔ فیصلہ کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنا قبضہ اس جائداد سے اٹھا لینا پڑا۔ مہارانی نے تمام جائداد پر قبضہ لینے کے بعد اس کی آمدنی سے پہلے ان روپوں کو ادا کیا جو کمپنی کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے لئے قرض لئے گئے تھے۔ مہارانی ہندو بیواؤں کے طریق اعتقاد کے مطابق اپنے ذاتی آرام پر زیادہ روپیہ صرف کرنا برا سمجھتی تھیں۔ لہذا آمدنی کا زیادہ

حصہ خیر خیرات و نیک کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ سورنمائی کی شہرت رفاہ عام و نیک کاموں میں روپیہ خرچ کرنیکے سلسلہ میں اس قدر ہوئی کہ گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے پہلے رانی کا اور پھر ۱۸۷۱ء میں مہارانی کا خطاب ملا بعد ۱۸۷۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے سی آئی (ممبر آف دی امپیریل آرڈر آف دی کراؤن آف انڈیا) بنایا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ مہارانی کے وارث و جانشین کو مہاراجہ کا خطاب دیا جائیگا۔

ہرچند کہ جائداد کی آمدنی محض چھ لاکھ سے آٹھ لاکھ روپے کے اندر تھی لیکن مہارانی کی سخاوت بے پایاں کا یہ حال تھا کہ ہر نیک کام میں گرانقدر رقم سے امداد ضرور کرتیں تعلیمی کاموں میں اور ادبی خدمات کے صلوں میں ایک کافی رقم ہر سال خرچ کیا کرتیں۔ ذیل کی چند مثالیں ان کی سخاوت پر دال ہیں۔

برہم پور میں آب پاشی کے لئے جب نہروں کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نیک کام میں مہارانی سورنمائی نے ڈیڑھ لاکھ کی رقم سے مدد کی، ایک سال سیلاب کے باعث شمالی حصہ بنگال کو شدید قحط کا سامنا ہوا، مہارانی نے قحط زدوں کی امداد میں ایک لاکھ پچیس ہزار روپے چندہ دیا جب کلکتہ میں عورتوں نے بھی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی تو اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ زنانہ طلبا کے لئے ایک قیام گاہ (ہوسٹل) بنایا جائے۔ قیام گاہ کے بنانے کے لئے ایک کثیر رقم کی ضرورت تھی۔ مہارانی سورنمائی نے جنہیں اپنی صنف کے آرام و ترقی کا بیحد خیال تھا ایک لاکھ کی رقم فوراً ہوسٹل کے لئے عطا کی۔ اسی طرح جب کیمبل میڈیکل اسکول کے ساتھ بھی زنانہ قیامگاہ کا انتظام ہونیلگا تو اسوقت بھی مہارانی نے مبلغ دس ہزار کی رقم سے مدد کی، غرض کہاں تک انکی سخاوتوں کا ذکر کیا جائے ع سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے۔ برہمپور کالج کی مدد برابر کرتی رہیں اور تقریباً نصف سے زیادہ اخراجات کی بذاتہ حامل رہیں۔

ہر سال سردی کے موسم میں غربا کو گرم کپڑے، کمبل، دوشالے وغیرہ تقسیم کیا کرتیں۔ دو تیوہار "باپوس سنکراتی" اور "چیت سنکراتی" بڑے ہی اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتی تھیں۔ ان تیوہاروں میں ہزاروں من کھانا پکوا کر غربا کو تقسیم کرواتیں اور پیتل کے گھڑے و دیگر ظروف و روپیہ فقیروں برہمنوں اور پنڈتوں کو دیا کرتی تھیں۔ غریب ماں باپ کی لڑکیوں کی شادی اپنے خرچ سے کراتیں اور اگر کوئی مقروض اپنی حالت بیان کرتا تو اسکے قرض ادا کر دیتیں۔ نوکروں سے بیحد مہربانی کا برتاؤ کرتیں۔ تعلیم کا اس درجہ خیال تھا کہ اپنے مقبوضہ دیہاتوں میں مدرسہ و دیگر مڈل کلاس و ہائی کلاس درسگاہوں کی بنیاد ڈالی

مہارانی سورنمائی کی جائداد بنگالہ میں مقام مرشد آباد۔ راج شاہی۔ پٹنہ۔ دیناج پور۔ مالدا۔ رنگ پور۔ بوگرا۔ فریدپور، جسور۔ ندیا۔ بردوان۔ ہوڑا۔ ۲۴ پرگنہ وغیرہ میں بھی اور بنگالہ کے باہر غازی پور و اعظم گڈھ میں بھی کچھ ملکیت تھی۔

مہارانی کا انتقال ماہ اگست ۱۸۹۷ء میں ہوا۔ اندنوں تمام جائداد کے مالک اسی خاندان کی ایک فرد ہے جسکا خطاب مہاراجہ قاسم بازار ہے اگرچہ مہارانی کو انتقال کئے عرصہ ہوا لیکن آج بھی بنگال کے رہنے والے مہارانی کا نام بڑی عزت و مغفرت کی دعاؤں کے ساتھ لیتے ہیں۔

سید نصیر الدین حیدر رضوی

ترقی نسواں کا طبی پہلو

کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی اپنی اصلاحی اور ترقی کی تجاویز کی کامیابی کے لئے ادارہ اسی حد تک ہیں کہ وہ سرکاری اور
سرکاری قیادت کو تسلیم کرکے اشاروں پر چلتے ہیں ورنہ ان میں اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خود اپنے بل بوتے پر کسی
یہ کی ابتدا کریں، یہ الزام ایک بڑی حد تک صحیح ہے اور واقعات سے علم رکھنے والی ہستیاں اس حقیقت سے انکار
نہ کر سکیں، سچ تو یہ ہے کہ یہ بات صرف ہندوستان ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر وہ قوم جو آزادی کی نعمت سے محروم
ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ غلامانہ ذہنیت اس کی فطرت ہو جاتی ہے اور وہ ہر چھوٹے بڑے کام میں حکومت کے اشارے
ظر ہوا کرتی ہے، جب مردوں کی یہ حالت ہو تو عورتوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ کیونکہ انہیں تو دوہری حکومت کے
نوں میں گرفتار رہنا ہوتا ہے۔ قبل اسکے کہ وہ کسی اصلاحی مسئلہ کی توجہ کریں پہلے گھر کے مالک کا منہ دیکھ لینا پڑتا ہے
پر حکومت کے آستانوں پر جبہ سائی کرنی پڑتی ہے۔ یہ صرف عورتوں کی سیاسی جدوجہد تھی جس میں حکومت نے تو کوئی تحریک
بہت زیادہ ساتھ نہ دیا لیکن مردوں کی مدد اس میں بھی بڑی حد تک شامل تھی۔ دوسرے ملکوں میں یہ کیفیت نہ تھی۔
عورتوں نے خود اپنی قوت کے ذریعہ مردوں کو نسوانی حقوق کی طرف توجہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اس ملک میں
توں کی طبی ضروریات اور حفظان صحت کے اداروں کے قیام کے متعلق جو تحریکیں شروع ہوئیں وہ بھی بڑی
حد اسی اصول کے ماتحت نیم سرکاری کوششوں کی رہین منت ہیں۔ جس طرح سیاسی جدوجہد کی تحریک کی ابتدا
غیر ملکی محسن قوم ڈاکٹر اینی بسنٹ کے ہاتھوں ہوئی۔ اور آل انڈیا ویمن کانفرنس کی ابتدا ایک دوسری محسن قوم
ن مسز کزن کے ہاتھوں ہوئی اسی طرح طبی تحریک کی ابتدا بھی لیڈی ڈفرن کے ہاتھوں ہوئی۔

لیڈی ڈفرن جو لارڈ ڈفرن وائسرائے ہند کی زوجہ محترمہ تھیں قدرت کی طرف سے ایک ہمدرد اور درد بھرا
دل لیکر آئی تھیں۔ ہندوستان میں قدم رکھتے ہی انہیں اپنی صنف کی پستی اور کس مپرسی کا احساس ہو گیا عورتوں
کی طبی ضروریات کی طرف نہ حکومت کوئی توجہ کرتی تھی اور نہ عام پبلک کو اسکا احساس تھا۔ رہیں عورتیں تو انہیں اپنی
حالت کا احساس ہی نہ تھا اور وہ ایک ایسے دور سے گذر رہی تھیں جبکہ درد ہی دوا کا مصداق ہو رہا تھا۔ زچگی
کے ایام میں عورتوں کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا اور ضروری طبی امداد کی کمی اور پامالی کی وجہ سے جو حالت
ہوا کرتی تھی اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مسئلہ ملک کے سامنے آفتاب کی طرح روشن ہو چکا ہے اور اس بحث
پر توجہ کرنے میں طوالت کا خوف ہے۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں لیڈی ڈفرن نے اپنے ہمخیالوں اور ہمدردوں کی مدد
سے ایک انجمن قائم کی جسکا نام National association for Supplying Medical aid by women to the

women of India یعنی عورتوں کو عورتوں کے ذریعہ طبی امداد پہنچانے والی قومی انجمن رکھا اس
انجمن کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے زنانہ اسپتالوں کا قیام، عام اسپتالوں میں زنانہ شعبوں کا انتظام
لیڈی ڈاکٹروں نرسوں اور دائیوں کی تعلیم و تربیت تھا۔ عام چندوں کے ذریعہ ۲ لاکھ روپے سے ایک فنڈ قائم کیا
گیا اور ان سے خاص انہی مقاصد کے لئے وقف کر دیا گیا۔ یہ صرف لیڈی صاحبہ کے اثر اور کوشش کا نتیجہ تھا جو ایک
قلیل مدت میں اتنا روپیہ فراہم کیا جا سکا۔ مختلف صوبوں میں اس انجمن کی شاخیں کھولی گئیں اور ان کے لئے الگ فنڈ
قائم کئے گئے۔ ان صوبجاتی انجمنوں کے ماتحت مقامی کمیٹیاں بھی قائم کی گئیں اور زنانہ اسپتالوں کو ان سے ملحق کیا
گیا۔ اس انجمن کا مرکزی فنڈ صوبجاتی انجمنوں کی ضروری مالی امداد کرتا ہے۔ اور مختلف مڈیکل کالجوں اور اسکولوں
میں طبی تعلیم حاصل کرنے کے لئے عورتوں کو معقول وظائف دیتا ہے۔ دوسرے ممالک اور بالخصوص انگلستان میں
اعلیٰ طبی تعلیم کے لئے گرانقدر وظائف عطا کرنا بھی اس فنڈ کے مقاصد میں داخل ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اس
زمانہ میں جبکہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لیڈی ڈاکٹروں کا ملنا ممکن نہ تھا اس فنڈ کے خرچ سے ولایت سے نہایت
قابل اور تجربہ کار لیڈی ڈاکٹر ہندوستان میں لائی گئیں اور ان کی مدد سے ملک کی طبی ضرورتوں کو کسی حد تک پورا
کیا گیا۔ زنانہ شفاخانوں کی تعمیر پر بھی اس مرکزی انجمن نے بڑی مدد کی ہے اور عمارتوں کی تعمیر میں قابل قدر مالی امداد
کی ہے اس انجمن کے ماتحت چودہ صوبجاتی انجمنیں کامیابی کے ساتھ جاری ہیں اور مقامی کمیٹیوں کی ایک معقول تعداد
بھی طبی خدمات میں مصروف ہے۔ حکومت اس فنڈ کو ۳ لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ کی مالی امداد دیتی ہے اور انڈین
میڈیکل سروس کا وہ صیغہ جو عورتوں کے اس فنڈ کے زیر نگرانی ہے۔ اس صیغہ کے متعلق بھی تفصیلی معلومات کا
ذکر آگے آئیگا آج کل اس فنڈ کی صدر لیڈی ولنگڈن ہیں جو موجودہ وائسرائے کی بیوی ہیں۔

زنانہ طبی تحریک کی دوسری کڑی وکٹوریہ میموریل سکالرشپ فنڈ ہے۔ جو ۱۹۰۳ء میں لیڈی کرزن کی کوششوں
اور ان کے اثر کی وجہ سے وجود میں آیا۔ لیڈی ڈفرن کے زیر سرپرستی لیڈی ڈاکٹروں نرسوں اور دائیوں کی ایک معقول
تعداد تیار ہو چکی تھی اور ضرورت تھی کہ اب کسی باقاعدہ نظام کے ماتحت پریکٹس کرنیکا انتظام کیا جائے اور مزید یہ کہ ملک
کی ضرورت کی وسعت کا لحاظ کر کے ڈاکٹروں نرسوں اور دائیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ کام ایسا نہ تھا جو
صرف ایک انجمن سے پورا ہو سکے۔ دوسری ضرورت جس کی طرف ابھی کافی توجہ نہ کی گئی تھی وہ طبی اور حفظان صحت
کے اصولوں کی دیہاتوں اور قصبوں میں اشاعت تھی کیونکہ تعلیم کی کمی کی وجہ سے عورتیں اس معمولی اور ناکافی طبی امداد
کو حاصل کرنے میں بھی تامل اور زیادہ تر اس سے انکار کرتی تھیں جو اس وقت میسر آ سکتی تھی۔ لیڈی صاحبہ کی کوششوں
سے عام چندہ کے ذریعہ ساڑھے چھ لاکھ روپے جمع کیا گیا او[illegible] سے ان مقاصد کے لئے وقف کر دیا گیا جنکا ذکر
آ چکا ہے۔ مختلف صوبوں میں اس فنڈ کی شاخیں اور ماتحت [illegible] قائم کی گئی ہیں۔ چنانچہ اس فنڈ کے ماتحت دو ہزار

دائیاں علاوہ ان دائیوں کے جنکو ابتدائی اور معمولی تعلیم دی گئی ہے تربیت پا چکی ہیں۔ اس فنڈ نے لیڈی ڈاکٹروں نرسوں اور دائیوں کے خانگی پریکٹس اور رجسٹر کرانے کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔

ملک کے سامنے سب سے زیادہ اہم طبی مسئلہ پرورش اطفال کا ہے لیکن اپنی بدقسمتی کی وجہ سے ایک بہت عرصہ تک اس طرف کوئی توجہ صرف نہ کی گئی اور گو آج کل کسی قدر اس طرف توجہ کیجا رہی ہے لیکن ملک عام پر اس ضرورت کا ابھی کوئی اثر نہیں ہے۔ اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر سال کم از کم بیس لاکھ بچے اس ملک میں موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس تخمینہ کا اس تعداد سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو پیدایش کے چند دنوں بعد غیر مناسب فضا میں آنے کی وجہ سے گھل گھل کر جان دیتے ہیں ہندوستان میں بچوں کی شرح اموات کا تناسب عام شرح کے مقابلہ میں ۲۰ فی صدی ہے۔ اس تعداد میں سے ۶۰ فی صدی اطفال تو پہلے ہی سال میں موت کا شکار ہو جاتے ہیں بچوں کی شرح اموات مختلف صوبوں میں مختلف ہے کیونکہ اس کا دار و مدار زیادہ تر شرح پیدایش پر ہے صوبہ متحدہ اور صوبہ متوسط میں شرح موت زیادہ ہے۔ کیونکہ شرح پیدایش بھی ان صوبوں میں بہ نسبت اور صوبوں کے زیادہ ہے۔ مدراس اور علاقوں کے بہ نسبت زیادہ خوش قسمت ہے اور شرح پیدایش اور موت دونوں بہت کم ہیں۔ بعض شہروں میں شرح پیدایش بہت بلند ہے اور بہت شدید ضرورت ہے کہ ان شہروں میں child welfare centre پرورش اطفال کے ادارے جہانتک جلد قائم کئے جائیں اور پرورش اطفال کے معمولی اصولوں کی ہر ممکن صورت سے گھروں میں اشاعت کیجائے۔

اس ملک میں شرح اموات اطفال کے مختلف وجوہ بتائے جاتے ہیں۔ بچپن کی شادیوں اور گنجان مکانوں اور غیر صحت مند فضا میں رہنے کی وجہ سے مائیں زچگی کی تکلیف برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوتیں اور انکی اولاد بھی ویسی ہی کمزور، بیمار، اور لاغر ہوا کرتی ہیں۔ اس پر مزید لطف یہ ہوتا ہے کہ دائیاں جو زچگی کے وقت بلائی جاتی ہیں دقیانوسی اور فرسودہ ہوا کرتی ہیں اور انکی ترکیبیں ایسی ہوا کرتی ہیں جو کمزور بچہ زچہ دونوں کو قبل از وقت حوالہ موت کر دیتی ہیں۔ جہانتک اعداد و شمار حاصل کرنیکا انتظام کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۰ فی صدی بچے پیدایش کے پہلے ہی ہفتے میں اور ۶۰ فی صدی پہلے مہینہ میں موت کے منہ چلے جاتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے یا اتفاق سے بچے ایام زچگی کے مراحل طے کرنیکے بعد بھی بچ جاتے ہیں تو وہ سانس، پیچش اور دانت کے بیماریوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے شہروں کا یہ حال ہے تو قصبوں اور دیہاتوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔

بمبئی میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۵۵۶ ہے۔ کلکتہ میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۳۸۶ ہے۔
رنگون میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۳۰۳ ہے مدراس میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۲۸۶ ہے۔

کراچی میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۲۴۹ ہے دہلی میں بچوں کی شرح موت ہزار میں ۲۴۳ ہے۔
اس سلسلہ میں All India Maternity and child welfare league کی کوششیں
بہت زیادہ امید افزا ہیں۔ یہ ادارہ لیڈی چیمسفورڈ کی ذاتی کوششوں اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے کچھ دنوں قبل
اس ملک میں اس غرض سے قائم کیا گیا تھا کہ مختلف شہروں اور قصبوں میں ایسے مرکز قائم کئے جائیں تو زچگی کے ایام
میں ماؤں کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائیں اور پرورش اطفال کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لیں۔ خوشی کی بات ہے کہ
اس لیگ کی کوششیں بڑی حد تک کامیاب ہوئیں اور مختلف شہروں اور صوبوں میں ماتحت انجمنوں کے ذریعہ ایسے
مرکز قائم کئے گئے ہیں جو اس مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ گو ابھی تک ملک کی عام ضرورت کا عشر عشیر بھی پورا نہ ہوا ہے لیکن
یہ کام ایک انجمن کے کرنے کا نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ پروپگنڈہ کے ذریعہ سے رائے عامہ کو بیدار کیا جائے۔ تاکہ
صحیح معنوں میں اس طرف وہ توجہ صرف کیجائے جس کا یہ مسئلہ مستحق ہے۔ لیڈی ریڈنگ کو اس ضرورت کا احساس پہلے ہی
ہوا تھا اور All India Baby week کی تحریک قائم کرنے میں یہی خیال محرک تھا۔ اس تحریک کی وجہ سے جبکہ
مختلف شہروں میں یہ ہفتہ منایا جا رہا ہے لوگوں کو اس مسئلہ کی اہمیت کا احساس ہوتا جا رہا ہے۔ علاوہ ان اداروں
کے جن کے ذریعہ دائیوں اور نرسوں کی تعلیم ہو رہی ہے اور جہاں ماؤں کی ہدایت اور پرورش اطفال کے اصولوں
کی عملی تعلیم دیجا رہی ہے۔ یا اس قسم کے لٹریچر کی اشاعت ہو رہی ہے چند ایسے ادارے بھی ملک میں قائم کئے گئے ہیں جہاں
اس مسئلہ کے متعلق تحقیق و تفتیش کا سلسلہ جاری ہے اور حفظان صحت کے ان قواعد اور اصولوں کی جو بچوں سے متعلق
ہیں عملی تعلیم اور اشاعت ہو رہی ہے۔ ہندوستانی انجمن صلیب احمر بھی اس تحریک میں نمایاں حصہ لے رہی ہے۔
اور اس انجمن کی کوششیں شہروں اور دیہاتوں میں پرورش اطفال کے اداروں کا ایک جال بچھا دیا ہے۔ بہت
بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ پونا اور بمبئی کی قومی انجمنیں سیوا سدن بھی اس سلسلہ میں بہت قابل قدر خدمات انجام دے
رہی ہے۔ اور یہی ایک انجمن ہے جو خالص قومی سرمایہ اور انتظام سے جاری ہے۔ اور اس طرف خصوصیت کے ساتھ
توجہ کر رہی ہے۔ اس انجمن کے مرکز ہائے پرورش اطفال خاص اس انجمن کی تربیت یافتہ نرسوں کے زیر نگرانی جاری ہیں
ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں بھی بہتیری ایسی انجمنیں قائم ہوگئی جو مقامی ضرورت کو کسی حد تک پورا کرسکتی ہیں۔
بمبئی میں Lady Lloyd infant welfare society اور Lady Willingdon Maternity Home
قابل قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ یہ دونوں انجمنیں اس صوبہ کے دو مختلف گورنروں کی بیگمات کی کوششوں کا نتیجہ
ہیں۔ اول الذکر موجودہ وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کی زوجہ محترمہ ہیں۔ دہلی میں ۱۹۱۴ء سے اس سلسلہ میں کام شروع ہوا
میونسپلٹی اس تحریک میں نمایاں حصہ لیتی ہے اور Health visitors (ہیلتھ وزیٹرس) جو انگلستان سے بلائی
گئی تھیں۔ تنخواہیں میونسپلٹی سے ملتی ہیں۔ لیڈی چیمسفورڈ لیگ کے زیر نگرانی بھی اکثر ادارے قائم ہیں نرسوں اور دائیوں

کی تعلیم کے لئے ایک اسکول بھی ہے اور اس کی سکریٹری مسز رینگ ۔ ایم ۔ بی ہیں۔ مدراس میں بھی زیادہ حصہ لیڈی چمسفورڈ لیگ اس تحریک میں لے رہی ہے۔ انجمن صلیب احمر کے زیرنگرانی بھی اکثر مرکز قائم ہیں اور نرسوں کی تعلیم کے لئے مسز چیناپا کے ماتحت ایک اسکول بھی جاری ہے ۔ یہ اسکول کواپریٹو (اتحاد باہمی) اصولوں پر قائم ہے پنجاب اور ممالک متحدہ میں بہت زیادہ کام لیڈی چمسفورڈ لیگ کے ماتحت ہورہا ہے۔ کلکتہ میں کارپوریشن سے پرورش اطفال کے مراکز کو معقول امداد ملتی ہے۔ صلیب احمر کی خدمات یہاں بہت نمایاں ہیں۔ ٹیٹا گڑھ میں ڈف کمپنی نے جو ایک تجارتی ادارہ ہے ایک مرکز قائم کر رکھا ہے۔ دوسرے مقامات میں زیادہ صلیب احمر اور چمسفورڈ لیگ لے رہی ہے۔ اکثر جگہوں میں میونسپلٹی سے بھی معقول مدد ملتی ہے ۔ دوسرے ممالک میں پرورش وتربیت اطفال کے ماتحت مختلف خدمات انجام دیجا رہی ہیں ۔ مثلاً بچوں کی طبی نگرانی۔ ان کے دانتوں کی خبرگیری (کیونکہ دانت بہت زیادہ بیماریوں کے باعث ہوتے ہیں) ان کے رہنے سہنے کے بہتر طریقے اور کھیلنے کودنے کے لئے کھلی ہوا اور وسیع میدانوں کا انتظام وغیرہ وغیرہ لیکن اس ملک میں اس کا مفہوم صرف ماؤں کی پرورش اطفال کے متعلق تربیت ہے اور اگر اس کا پوری طرح انتظام ہوسکے تو بڑی بات ہے۔ لیکن اصلی ضرورت کا عشر عشیر بھی نہیں ہورہا ہے

(باقی آئندہ)　　مظہر بانو

از اورنگ آباد

تلاش

تجھے ڈھونڈھا بادل کی کڑک میں ۔ بجلی کی چمک میں ، جگنو کی دمک میں ، لیکن تو ، تو ، ہاں تو نہ ملا ،

تیری تلاش کی سبزہ کی لہک میں ، پھولوں کی مہک میں ، بلبل کی چہک میں ۔ لیکن تجھے ہاں تجھے نہ پایا۔

تیری جستجو کی مور کی رفتار میں ، باغ کی بہار میں ، پھولوں کی قطار میں ، لیکن پھر ہاں پھر وہی مایوسی ہوئی۔

دریا کی موجوں میں ، صحرا کے ذروں میں ، وحشت کے کانٹوں میں تیری تلاش میں سرگرم رہا لیکن کامیابی نصیب نہوئی

زلف عنبریں میں لب ہائے شیریں میں ۔ چشم پرمست میں اور چاند کے حسن میں تجھے حاصل کرنے کی ان تھک کوشش کی لیکن تو ، تو ، ہاں تو چھپا ہی رہا ۔

بتوں کا پوجاری بنکر ، محبت کا بھکاری بنکر ۔ ہر بت میں تجھے ڈھونڈھا ، ہر در پر تیری صدا کی اور ہاں آخرکار تجھے اک دیرینہ بیمار کے پرتاثیر آنسوؤں میں پایا ۔

رفیق

ہیرا

ہیرا ہر ایک بہن نے ضرور دیکھا ہوگا۔ یہ شیشے سے زیادہ چمکتے ہوئے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ زمانہ قدیم سے دنیا کو ہیرے کی اہمیت معلوم تھی۔ لوگ اسکو زیورات میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ کوئی چیز قیمتی یا سستی اپنے اوصاف کے مطابق ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سونے کو لیجئے وہ قیمتی اسی وجہ سے ہے کہ دنیا میں کم ہے، بہت بھاری دھات ہے۔ نہ زنگ لگتا ہے۔ نہ زیادہ گھستا ہے۔ نہ اسپر معمولی تیزاب کا اثر ہوسکتا ہے معمولی دھاتوں میں سونے جیسی خاصیتیں مفقود ہیں۔ اور اسی لئے وہ سونے جیسی قیمتی نہیں ہوتیں

ہیرا بھی اپنے اوصاف کی وجہ سے قیمتی چیز رہا ہے سب سے بڑی خوبی جو اس میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ نہایت خوبصورت اور چمکیلا ہوتا ہے۔ اکثر ہیرے اندھیری رات کو بیحد چمکتے ہیں۔ اور ان کے آس پاس روشنی ہوجاتی ہو اس کے علاوہ ہیرے میں اور بہت سی خوبیاں ہیں۔ اس پر بھی معمولی تیزابوں کا اثر نہیں ہوتا، یہی نہیں بلکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ہیرے سے زیادہ سخت چیز ابھی تک دریافت نہیں ہوئی۔ بہنوں نے ہیرے کے قلم دیکھے ہونگے جن سے شیشہ کاٹا جاتا ہے۔

ہیرے کے متعلق مندرجہ بالا حالات قریب قریب سب کو معلوم ہونگے۔ مگر اس طرف بھی کسی نے غور کیا کہ ہیرا ہوتا کیا ہے؟ اور آتا کہاں سے ہے؟ اس چھوٹے سے مضمون میں ان سوالوں کا جواب دیئے جانے کی کوشش کی جائے گی۔

کوئلہ۔ کاجل۔ کالوس۔ یہ سب چیزیں ہر ایک نے دیکھی ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ چیزیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اگر پائی نہیں جاتیں ہیں تو بہ آسانی پیدا کرلی جاسکتی ہیں۔ لکڑی سے یہ سب چیزیں مل سکتی ہیں اور لکڑی دنیا میں بکثرت موجود ہے۔ کوئلہ اور اس کے ہم ذات کاجل کالوس دھواں وغیرہ میں کاربن نامی ایک چیز ہوتی ہے۔ اصل میں کوئلہ کاجل کالوس دھواں وغیرہ یہ سب کاربن کی مختلف شکلیں ہیں۔ یہ معلوم ہوکر تعجب ہوگا کہ ہیرا بھی کاربن ہے۔ یا یہ کہ ہیرا بھی کوئلہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہیرا خالص کاربن کا نمونہ ہے کوئلہ وغیرہ خالص کاربن نہیں ہوتا۔

کوئلہ کو اگر ہم گرم کریں تو اس میں سے دھواں سا نکلے گا اور صرف کچھ راکھ باقی رہ جائیگی۔ اصل میں کوئلہ کا کاربن ہوا کی آکسیجن گیس کے ساتھ ملکر ایک اور گیس میں تبدیل ہوگیا۔ جب سب کاربن گیس بن گیا تو صرف تلچھٹ یا کاربن کے علاوہ دوسری چیزیں جو کوئلہ میں موجود تھیں رہ گئیں۔ اس کے برخلاف اگر ہم ہیرے کو گرم کریں تو وہی گیس نکلے گی

ہو کوئلہ گرم کرنے سے نکلی تھی مگر باقی کچھ نہ بچے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیرے میں سوائے کاربن کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

جب ہیرا کاربن ہے تو وہ بھی ان ہی چیزوں سے بنا ہوگا جن چیزوں سے کاربن کی دوسری شکلیں بنتی ہیں یعنی لکڑی وغیرہ سے بنتے ہیں۔ ہیرا بھی لکڑی سے بنتا ہوگا۔ علم کیمیا کے ماہرین نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ واقعہ ہے زمین پر درخت پیدا ہوئے۔ بڑے بوڑھے ہوئے اور اپنی عمریں پوری کر کے زمین پر گر پڑے۔ سالہا سال کے انقلابات کی بدولت وہ کسی نہ کسی طرح زمین کے اندر پہنچ گئے۔ اور وہاں مدت دراز تک رہنے کے بعد ان میں کیمیاوی تبدیلیاں شروع ہوئیں اوپر سے مٹی کا بوجھ ان پر پڑا۔ اندر سے زمین کی گرمی ان کو ملی اور غالباً ہزاروں برس کے بعد لکڑی جل کر کوئلہ ہوئی اور کوئلہ ہیرا بن گیا۔

جب قدرت کوئلے کو ہیرے میں تبدیل کر سکتی ہے تو انسان کو فکر ہوا کہ وہ بھی کوئلے کو ہیرے میں تبدیل کرنے کے قاعدے کیوں معلوم نہ کرے چنانچہ برسوں کی محنت کے بعد سائنس داں حضرات کوئلہ کو ہیرے میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ بجلی کی مدد سے گرم ہونے والی بھٹیوں میں کوئلے کو گرم کرتے ہیں اور بہت مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اس سے مطلب یہ نہیں کہ اب ہر شخص بجلی کی مدد سے کوئلے کا ہیرا بنا سکتا ہے۔ بہت سی بہنوں کے گھر میں بجلی ہوگی وہ اس نسخہ کو کوئلے پر آزمانا شروع کر دیں۔ کوئلے سے ہیرا بنانے کی بھٹیاں ایک خاص قسم کی ہوتی ہیں۔ اور ان کو تیار کرنے میں اور ان کی نگہداشت میں اس قدر روپیہ خرچ ہو جاتا ہے کہ قدرتی ہیرے کی قیمت خود ساختہ ہیرے کی قیمت سے کہیں کم ہوتی ہے۔

ہیرا زیادہ تر جنوبی افریقہ جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی اس کی ایک آدھ کان ہے۔ جب یہ کانوں میں سے نکالا جاتا ہے تو یہ معمولی گوند کے ٹکڑوں کی شکل میں ہوتا ہے نہ اس میں چمک ہوتی ہے اور نہ خوبصورتی۔ کانوں میں سے نکال کر اسے ان شہروں کو بھیج دیا جاتا ہے جہاں اسے تراشا جاتا ہے۔ ہیرے کو تراشنے میں بیحد ہوشیاری کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکثر تراشنے والے ہی ہیرے میں ہلکا گلابی رنگ یا فیروزی رنگ یا پیازی رنگ پیدا کر سکتے ہیں یہی نہیں بلکہ انہی پر ہیرے کو چمک دمک دینا منحصر ہوتا ہے۔ جب ہیرے کو تراشا جاتا ہے تو ہیرے کا آدھے سے زیادہ حصہ تراشنے میں غائب ہو جاتا ہے۔ بہترین ہیرا وہ مانا گیا ہے جس میں کوئی رنگت نہ ہو اور جو بالکل شفاف ہو۔ رنگین ہیرے بغیر رنگ کے ہیروں کی نسبت کم قیمت سمجھے جاتے ہیں۔ اصلی ہیرے میں ایک خاص صفت یہ ہوتی ہو کہ ایکس شعاعیں وہ ایک قسم کی روشنی ہوتی ہے۔ اس میں سے ہو کر گذر جاتی ہیں شیشے کے مصنوعی ہیرے جو اصلی ہیروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں مگر بہت سستے فروخت ہوتے ہیں ان شعاعوں کو روک دیتے ہیں اس طرح سے مصنوعی ہیرے اور اصلی ہیرے میں تمیز

مسلمان عورت

مسلمان عورت کیا ہے ؛ اولاد پر نثار ہونے والی ماں، بھائی پر قربان ہونے والی بہن، شوہر کی فرمانبردار بیوی، باپ پر فدا ہونے والی بیٹی، دنیا وما فیہا سے بے خبر، تن کی سدھ نہ بدن کا ہوش، تکلیف کی پرواہ نہ آرام کا خیال، مرد کا سکھ اسکا سکھ، مرد کا عیش اسکا عیش، غرض ہر چیز کو مرد پر قربان کرنے والی۔ ہر قوم اپنی قدیم تاریخ پر نازاں ہوتی ہے۔ اگر مسلمان عورت بھی اسپر فخر کرے تو بیجا نہیں۔ مگر تاریخ کے بوسیدہ اوراق الٹنے سے فائدہ جب ہم زندہ مثال موجود ہیں تو گڑے مردے کیوں اکھاڑیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا کا کونہ کونہ آزادی کی صدا سے گونج رہا ہے دنیا کے ہر گوشہ کی عورتیں یہ آواز اٹھا رہی ہیں۔ ہماری یہ خاموشی کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ معمولی بات نہیں۔ مہذب دنیا کا ہر کونہ ڈھونڈو مگر ایک مثال ہماری وفاداری کی نہ نکل سکے گی ہماری خدمت اور جان نثاری اس لئے نہیں ہے کہ مرد خوش ہو کر اچھا سلوک کریں نہ اس لئے کہ ہم یہ احسان کرتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ ہمارا فرض ہے اور ہم دنیا میں فرض کے ادا کرنے ہی کے لئے آئے ہیں۔ نہ کوئی احسان ہے نہ کسی بدلہ کے طالب۔ ایک دُھن ہے کہ اس میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا نے دل اور دماغ مسلمان عورت کو بھی مرد جیسا دیا ہے مگر افسوس کہ ہمارے مردوں کو اس کی پرواہ نہیں۔ برعکس اس کے ہمیں ناقص العقل کہا جاتا ہے۔

مس میو کی کتاب مادر ہند نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں آگ لگا دی ہر طرف سے اسکے خلاف نفرت کا اظہار ہوا ہر شخص نے اس تحقیر پر صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر یہ بھی تو سوچا جاتا کہ یہ سب کیوں ہوا۔ ہندو معاشرت کی بابت جو کچھ لکھا گیا اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہتی، بہت ممکن ہے کہ وہ غلط ہو مگر جو باتیں ہماری حالت پر لکھی گئی ہیں وہ بالکل درست ہیں بس فرق اتنا ہے کہ مس مَیو نے ہر بات کا تاریک پہلو لیا ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک برائیوں سے بھری پڑی ہے۔ ہم اگر چاہیں تو اس سے بہت زیادہ یورپ کی خامیوں کو بتا سکتے اور اس سے بھی زیادہ تاریک پہلو دکھا سکتے ہیں مگر اس وقت اس سے بحث نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اُس میں جو کچھ لکھا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے تمام باتوں کو نظر انداز کرکے میں اسوقت مسلمانوں کے پردہ کو لکھوں گی۔ اسلامی دنیا کے قریب قریب ہر ملک میں پرانی رسوم کی اصلاح کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہر آزاد ملک میں عورت کی ترقی میں سب سے پہلے پردہ ہی حائل نظر آتا ہے۔ انسانی فطرت ترقی کی طرف مائل ہے۔ ایک معاشرت جو ایک وقت میں بہترین ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ رفتار زمانہ اس کو بہت پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ اور پھر نئے قانون بدلنے پڑتے ہیں۔ ایسا ہوتا رہا ہے اور جب تک نظام دنیا قائم ہے ہوتا رہیگا۔

مس میو نے مسلمانوں کی بابت جہاں لکھا ہے اس پردہ ہی کو لیا ہے۔ اور اسے نہایت ضرر رساں ثابت کرتے ہوئے بہت سی بے بنیاد باتیں بڑھائی ہیں۔ پھر بھی اتنا ہمارے مردوں کو ماننا پڑے گا کہ اس مضمون کا ایک بڑا حصہ اصلیت اور واقعات پر مبنی ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ہمارے اہل قلم اور اہل الرائے اشخاص مس میو کو برا کہنا شروع کریں پہلے ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں اور سوچیں کہ اس میں کہاں تک حقیقت ہے اگر برائی نظر آئے تو اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ہماری موجودہ معاشرت کسی زمانہ میں بہترین معاشرت ہو مگر موجودہ دور ترقی میں ہم واقعی بہت پیچھے ہیں ہماری حالت کسی صورت میں بھی جانور سے بہتر نہیں۔ جو لا پرواہی مسلمان عورت کے ساتھ اس ملک میں برتی جا رہی ہے اسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ ہندوستانی عورت کی ہر خواہش پوری ہونیکا انحصار مرد پر ہے۔ مرد مختار کامل ہے۔ اسلئے ہماری پستی کا الزام ہم پر نہیں آ سکتا۔ ہماری جاہلیت میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تمام الزام مرد پر عائد ہے جو لا پرواہی ہمارے مردوں نے ہمارے ساتھ برتی ہے۔ جو طرز عمل ان کا عورتوں کے ساتھ ہے جس قول اور فعل کا اظہار وہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں ان سے عورتوں کا درجہ کسی طرح جانور سے زیادہ نہیں اور اس جانور کی طرح جو بدشوق مالک کا ہو جس کی نگہداشت تک نہ کیجاتی ہو۔ یہ سب ہمارے مردوں کا احسان جو وہ ہم پر کرتے ہیں اور وہ اسپر نازاں اور دوسری قوموں کے آگے فخریہ اپنا راگ گاتے ہیں مگر جب ہم ان اسلامی ممالک کو دیکھتے ہیں جہاں عورتوں نے حال ہی میں آزادی حاصل کی ہے تو ہمکو ماننا پڑتا ہے کہ اپنی مدد آپ ہی کرنے والے اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ مردوں نے عورتوں کو کبھی کچھ نہیں دیا۔ خود ان کی اپنی کوشش نے ان کے حقوق دلوائے۔ یہ آزادی خود ان کی اپنی جدوجہد کا نتیجہ ہے جس میں مرد اور عورت کا مقابلہ تھا اور فاتح ہونے کی حیثیت سے تعلقات کی وہ کشیدگی جو ہر فاتح و مفتوح میں ہوتی ہے بالکل نمایاں ہے اس سے زیادہ ہماری بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ ہم اس حالت کو پہنچیں گے۔ حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ہمکو آزادی دی۔ ہم اگر اب آزادی چاہتے ہیں تو کون سی نئی بات ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہمارے مرد آنکھیں کھولیں اور اپنے ہی اختیار میں رکھتے ہوئے ان کو تعلیم دیں اور پوری توجہ سے کام لیں۔ ان کو پردہ کے ساتھ اعلیٰ تعلیم دیں تو کیا اچھا ہو۔ رفتار زمانہ نے مسلمان جاہل سے جاہل عورت کو بھی یہ سکھا دیا ہے۔ اور قوموں کی عورتوں کو دیکھکر شرماتی ہے۔ اب ہی مسلمان عورتوں نے اپنی جدوجہد شروع کر دی ہے۔ مگر ایسی عورتیں جن کو یہ آزادی ملی ہے سو میں پانچ ہوں گی ورنہ سب ایک حالت میں ہیں۔ اب وہ بھی اپنا انتظام خود کرنا شروع کریں گی۔ مگر ان کو چونکہ کوئی اختیار نہیں وہ خود کریں گی اور اس کا جو بھی نتیجہ نکلے گا وہ ظاہر ہے کہ اس سے رنجش پیدا ہوگی اور انکو خانگی جھگڑوں کی وجہ سے زندگی وبال جان ہو جائیگی یہ ضرور ہے کہ آزادی کے بعد دوسرے ممالک میں عورتوں نے بہت ترقی کے ساتھ شہرت حاصل کی۔ مگر ساتھ ہی ماننا

پڑتا ہے کہ ان لوگوں کی خانگی زندگی بڑی حد تک بربادی کی صورت اختیار کر تی جاتی ہے اور وہ اس سے تنگ آکر ایک نئی زندگی نئی معاشرت کے متلاشی ہیں۔ چند سوز کی آزادی سے انکو تباہی کی صورت دکھا دی اور بربادی کی نوبت آئی۔ غرضکہ یہ آزادی ملکی تمدن کے لئے ضرر رساں ہی ثابت ہوئی۔ یہ سب کیوں ہوا صرف اس لئے کہ عورتوں نے خود آزادی حاصل کی اور جس طرح پرہیز سے اکتایا ہوا مریض اچھے ہونے کے بعد بے طرح کھانے پر ٹوٹ کر ایک مہلک مرض میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح آزادی کا استعمال ہوا اور یہی وجہ برائی کی ہوئی۔ دنیا عبرت کی جگہ ہے، انسان دوسرے انسان کو دیکھکر سبق حاصل کرتا ہے۔ اسلئے اگر ہمارے مردوں نے دنیا کے اس تغیر سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا تو اسکے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان میں احساس انسانیت نہیں۔ اور پھر ضرورت زمانہ خود انہیں وہ سب کچھ قبول کرنے پر مجبور کرے گی جس پر اب وہ کسی صورت آمادہ نظر نہیں آتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ اس وقت نہایت سخت دور سے گذر رہے ہیں۔ طبقۂ نسواں میں آزادی کا احساس پیدا ہوچلا ہے۔ ہمارے آئندہ تمدن تہذیب کا آغاز ہے اگر یہ آغاز غلطی سے ہوا تو یقیناً ہم قعر مذلت میں نظر آئیں گے۔ اگر ملک کو آزادی کی ضرورت ہے۔ اور آزادی کا راگ الاپنے والے واقعی دل سے آزادی چاہتے ہیں تو انہیں ملک کی سب سے اہم ضرورت یعنی اصلاح نسواں پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ پردہ قطعی نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہمارا ملک ابھی اس قابل نہیں کہ اس سے بالکل پردہ اٹھا دیا جائے۔ اور عورتیں بلا وجہ بغیر پردہ پھریں۔ مگر ان کو گولر کے کیڑے کی طرح بند بھی نہ کیا جائے، ان کی تعلیم کے راستہ میں جہاں پردہ پہاڑ کی طرح حائل ہے توڑ دینا چاہیئے۔ ان کو اتنی آزادی ضرور دیجائے کہ وہ تعلیم میں حارج نہ ہو۔ ورنہ نتیجہ ظاہر ہے کہ اگر یہ قیود ان پر سے نہ ہٹائی گئیں تو جس طرح گولر توڑنے پر بھنگے اڑتے ہیں اس طرح عورتیں مجبوراً یہ قیود توڑ دینگی۔ کیونکہ اب سر سے پانی گذر چکا ہے اور اس کا نتیجہ خود مردوں کو سوچنا چاہیئے کہ کیا ہوگا۔

یہ مضمون نہیں اور نہ میں مضمون لکھنا جانتی ہوں صرف جلے دل کے پھپھولے ہیں کسی کا قول ہے کہ جاگیگا سو پائیگا، سوئیگا سو کھوئیگا۔ اگر اس قول پر تھوڑی دیر غور کیا جائے تو بہت کچھ سبق ملجائیگا۔ میں پھر کہونگی کہ آزادی سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پردہ بالکل اٹھا کر ہمیں آزاد کر دیا جائے۔ مگر ہمکو اعلیٰ تعلیم ضرور دیجائے۔ اور تعلیم میں ہماری صحت کے لئے جتنا پردہ مضر ثابت ہو ضرور کم کیا جائے۔ ۲ جنوری ۳۲ء کے ایک ہندو اخبار نے لکھا ہے کہ "مسلمان آزادی سے کوسوں دور ہیں۔ یہ کس منہ سے آزادی چاہتے ہیں وہ اپنی عورتوں کو پردہ کے اندر مقید کئے ہوئے ہیں یہ کیا آزادی لینگے" یہ طعنے اب ہمارے دل میں ناسور کا کام کرتے ہیں اور ان کا سننا دشوار ہوگیا ہے۔ آخر میں میری التجا ہے کہ خدا را ہمارے اوپر رحم کرو اور اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا دو،

اھلیہ محمد علی خاں کوتوال آگرہ

ایک عزیزہ کے شوق و عزم سفرِ حج پر

دیارِ پاکِ یثرب میں جو جاؤ شوق سے جاؤ
شرف اور کامرانی کی دعائیں ساتھ لے جاؤ

تمہارا قلب جو پامالِ بیدادِ خزاں بھی ہے
بہارِ باغِ طیبہ میں اسے اب جا کے بہلاؤ

وہاں تم جا کے دیکھو اجتماعِ ملتِ بیضا
مساوات و اخوت کا حقیقت میں سبق پاؤ

زمین اُس آسمان کی سجدہ گاہِ قدسیاں بھی ہے
عقیدت اور محبت کے وہاں تم پھول برساؤ

تمہارا عزمِ راسخ شوقِ کامل جذبۂ ایمان
ان اشیاءِ گرانمایہ کا تحفہ ساتھ لے جاؤ

نبیِ محترم وہ پیکرِ انوارِ یزدانی
اسی کے آستاں پر جا کے تم دامن کو پھیلاؤ

وہ کملی پوش وہ ختمِ نبوت حق کا متوالا
مجسم صدق و تفسیرِ محبت جس کا برتاؤ

بہ توفیقِ الٰہی یہ سعادت بھی کرو حاصل
درودِ پاک اسکے روضۂ اطہر پہ پڑھ آؤ

سفر کے سب مراحل میں خدا کا فضل شامل ہو
ادائے رسمِ حج کی کل سعادت تمکو حاصل ہو

وہ عالمِ بے بار ور اپنی مرادوں کا شجر دیکھو
اب اس راہِ طلب میں کوششوں کا تم ثمر دیکھو

جمود و بےحسیٔ قوم سے گر تم ہو پژمردہ
اسی تاریکیٔ منظر میں آثارِ سحر دیکھو

پرستارانِ وحدت کو طوافِ کعبہ میں دیکھو
دلوں کے ولولے دیکھو محبت کی نظر دیکھو

جبینِ سجدہ جب دیکھو جھکی ہے خاکِ کعبہ پر
تو اسکو انفعالِ معصیت میں خوب تر دیکھو

غلافِ خانۂ کعبہ پکڑ کر گریہ و زاری
اسی منظر میں تم اسلام کے تفتہ جگر دیکھو

اگر تم دیکھنا چاہو کسی شیدائے ملت کو
تو اس کا چاک دل دیکھو اور اسکی چشمِ تر دیکھو

برستے ہوں جہاں ہر لمحہ میں انوارِ ربانی
وہاں کے خاص وقتوں میں دعاؤں کا اثر دیکھو

کرو تم بھی وہاں سنتِ خلیل اللہ کی تازہ
اور اس رسمِ مقدس میں حقیقت مستتر دیکھو

محبت کی دعائیں لو سفر سے کامراں آؤ
ادائے فرضِ حج کے بعد تم سب شادماں آؤ

محمود الحسن صدیقی۔ بی اے۔
چیف اڈیٹر رسالہ ظل السلطان

قبۃ الصخرا

عصمت کے جنوری نمبر میں مرزا حسین احمد بیگ صاحب نے قبۃ الصخرا کے حالات لکھتے ہوئے بعض ایسی باتیں لکھی ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ قبۃ الصخرا کس نے تعمیر کیا۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ یہ قبہ ۷۲ھ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ ۷۲ھ اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کا نام کتبہ میں بالکل درست ہے۔ اب یہ سوال کہ خلیفہ مامون کا نام کہاں سے آیا؟ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خلیفہ مامون چاہتا تھا کہ اس قبہ کی تعمیر اپنے سے منسوب کرے۔ چنانچہ اپنے نام کا کتبہ تو لگوا دیا مگر عبدالملک کا نام اور سنہ تعمیر مٹوانا بھول گیا۔ بہرکیف حاصل کلام یہ ہے کہ قبہ خلیفہ عبدالملک کا ہی تعمیر کرایا ہوا ہے اور ۷۲ھ میں تعمیر ہوا ہے۔ خلیفہ مامون کا نام بعد میں لکھا گیا ہے۔

اس سے آگے چلکر آپ لکھتے ہیں کہ چونکہ بنی امیہ کا داخلہ مکہ میں بند ہو گیا تھا اس لئے عبدالملک نے یہ قبہ تعمیر کرایا تاکہ کعبہ کے رتبہ کی ایک عبادت گاہ قائم ہو جائے۔ یہ روایت بعض یورپ کے مورخوں کی کتابوں میں ملتی ہے۔ مگر اس کی اصلیت کچھ نہیں۔ عبدالملک کا ابتدائی عہد خانہ جنگی میں صرف ہوا۔ مگر اسی خانہ جنگی کے دوران میں جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ یعنی خانہ کعبہ پر قابض تھے کسی مسلمان کا داخلہ مکہ میں بند نہیں ہوا۔ بلکہ اسی زمانہ میں بنی امیہ اور یہاں تک کہ خارجیوں نے حج ادا کیا اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ کعبہ کا داخلہ آجتک کسی مسلمان کے لئے ممنوع نہیں قرار دیا گیا، اور خدا نہ کرے کہ آئندہ کبھی ایسا ہو، اب رہ گیا عبدالملک کا ایسی عبادت گاہ تعمیر کرانے کا خیال جو کعبہ کی ہم پلہ ہو سکے۔ یہ خیال ہی ہر مسلمان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اور پھر عبدالملک تو خلیفہ تھا کس طرح ممکن ہے کہ اس نے یہ جرأت کی ہو۔ اصل وجہ تعمیر خود مضمون نگار صاحب نے پہلے پیراگراف میں لکھ دی ہے۔ اس کا اعادہ بیکار ہے۔

ضمناً ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ بیچارے عبدالملک سے خلیفہ کا خطاب چھین کر اسے سلطان کا تازہ بتازہ خطاب دینے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے۔ عبدالملک کو سب مسلمان خلیفہ سمجھتے ہیں اور خلیفہ بھی ایسا جلیل القدر کہ چند ہی دوسرے خلفا اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ بھی اسے خلیفہ کہیں تو کیا ہرج ہے

آر۔ بی (حیدرآباد دکن)

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھ دینا چاہیئے ورنہ شکایت معاف۔ مینجر

لڑکیوں کا پردہ

بعض جگہ لڑکیوں کے لئے بہت سخت پردہ ہے سبب کہ اپنے بہت قریب عزیزوں سے بھی لڑکیوں کو چھپایا جاتا ہے خواہ وہ عزیز کتنا ہی قریبی رشتہ کا ہو مگر لڑکیوں کی مجال نہیں جو ان کے سامنے آئیں یہ پردہ سات آٹھ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک وہ اس گھر سے دلہن بنکر نہیں جاتی۔ نائن اور ملاّیا اور کوئی عورت دوسرے محلے سے آتی ہے اس سے بھی لڑکیاں پردہ کرتی ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لڑکیوں کو عورتوں سے کیوں پردہ کرایا جاتا ہے۔ کوئی ان عورتوں سے پوچھے کہ کیا یہ بھی خدا اور رسول کا حکم ہے جس کی پابندی یہ لوگ کرتے ہیں۔ اس پردہ سے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ لڑکی کو بات چیت اور مہمان کی خاطر و مدارات کرنے کی بھی تمیز نہیں آسکتی۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار برادری کی عورت آئے تو بغیر اطلاع کے نائن کی طرح اطلاع دینا معیوب سمجھا جاتا ہے جو چھپنے والی ہوگی آپ چھپ جائیں گی اس وقت ان بچاری لڑکیوں کی کوئی حالت دیکھے کہ کوئی لڑکی غسلخانہ میں گھستی ہے کوئی پلنگ اور چوکی پھلانگتے میں گرجاتی ہے اور سخت چوٹ کھاتی ہے پھر کوئی ان لڑکیوں کو نہیں دیکھتا کہ کہاں گئیں اور کس حال میں مبتلا ہیں، سارے دن اسی حال میں رہتی ہیں۔ اور اگر کسی کا اس طرف گذر ہو ہی گیا تو بہت ہی لاپرواہی سے اس کی طرف نظر کرکے جواب دیا جاتا ہے لڑکی اتنی بیتابی ایک ہی دن کے بیٹھنے میں گھبرا گئی۔ تو مایوں کس طرح بیٹھے گی، پھر تو نماز روزہ بھوک پیاس سب اس پردہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور گھر والوں کو اتنا خیال نہیں ہوتا کہ اس کی نماز قضا ہو رہی ہے۔ اگر کسی لڑکی نے شکایت کی کہ آپ لوگوں سے اتنا نہیں ہوا جو کوئی نماز کا خیال کرتا تو جواب دیا جاتا ہے "ہاں تم ہی تو بڑی نمازن ہو، غرض کہ سارے دن یہ لڑکیاں اسی طرح کمروں میں بند رہتی ہیں۔ شام کو ان کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کئی مہینے سے بیمار رہے۔ اب بتائیے کہ ان لڑکیوں کو کیونکر عقل آئے، جب بچاری لڑکیوں کو اپنے کنبہ برادری کی مستورات سے پردہ کرایا جاتا ہے تو ان کے والدین یہ کس طرح گوارا کریں گے کہ ان کی لڑکیاں غیر مذہب کی عورتوں سے تعلیم حاصل کریں۔ یا ان کی صحبت میں بیٹھکر تربیت پائیں۔ اس پردہ میں رہتے رہتے یہ لڑکیاں ہم عمر لڑکیوں سے بھی ٹھیک طرح بات نہیں کر سکتیں، بلکہ کوئی ہم عمر لڑکی ان سے ملنے آئے تو ان سے گھبرا جاتی اور صورت دیکھتے ہی اپنے کو چھپانے کے لئے دوڑتی ہیں یوں تو ان کو اس دن اتنی اجازت ہوتی ہے کہ کمرے سے صحن تک آسکتی ہیں۔ مگر اس دن شرم کی وجہ سے اتنی

آزادی بھی چھن جاتی ہے۔ بیاہ کے بعد یہ پردہ نہیں رہتا۔ پھر ان لڑکیوں کی عجیب پریشانی کی حالت ہوتی ہے۔ اس پردہ سے سوائے اسکے کہ لڑکیوں کی عقل پر پردہ پڑجائے۔ اور کوئی نفع سمجھ میں نہیں آتا، جن لڑکیوں کی پرورش اس طریقہ پر ہو وہ کب کسی قابل ہو سکتی ہیں۔ لڑکیوں کو اپنی ہم جنسوں سے پردہ کرانے کے بجائے انہیں اعلیٰ تعلیم دلانا اور آداب معاشرت سکھانا چاہیئے۔ انہیں عادت ڈالی جائے کہ ہر ایک عورت کے ساتھ تہذیب سے پیش آئیں، اس میں شک نہیں کہ لڑکیوں کے لئے شرم وحیا بہت ضروری ہے مگر شرم اس درجہ تک نہ پہنچ جائے کہ معیوب نظر آنے لگے۔

مسلم خواتین میں اول تو تعلیم کی کمی اسپر جو چند تعلیم یافتہ ہیں انہیں ملنے جلنے کے مواقع بہت کم ہیں۔ خدارا بہنوں ایسے رواج کی پابندی نہ کرو جس سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا۔ بلکہ نقصان ہی نقصان ہے

ا۔ ہ۔ خ۔

(بقیہ صـــ) [illegible] کے دوست کام آتے۔ مگر یہی تو سلوک [illegible] زمانے ہی نہیں۔ نہ کسی سے امید رکھ سکتے آج تو یہ ہے کہ تمہارا سو ہمارا اور ہمارا تو ہمارا ہے ہی،

ایک اور واقعہ یاد آیا۔ کہ ایک صاحب بہت ہی کنجوس اور اپنے قصبہ میں اسلئے بہت مشہور تھے کہ کسی کو ان سے فائدہ نہ پہنچا۔ نہ خدا کے نام پر کبھی ایک پیسہ دیا خدا نے [illegible] حسرت اور اہل قصبہ کی عبرت کے لئے انہیں ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جو خیر سے جوان ہوا، اتفاق سے ایک روز نوجوان کو بیحد بھوک لگی اور مارے بھوک کے بیتاب؛ باپ گھر میں نہ تھا۔ نعمت خانہ جاکر دیکھا تو کچھ ٹکڑے روٹی کے مل گئے۔ مگر کھاتا کس چیز کے ساتھ۔ اسی کشمکش میں تھا کہ سامنے ایک الماری کے شیشوں میں پنیر رکھا ہوا دیکھا الماری مقفل تھی، بیچارا تسکین دینے کی غرض سے روٹی توڑتا اور جہاں پنیر رکھا تھا اسکے سامنے کے شیشے پر رگڑ کر منہ میں ڈالتا رہا گویا پنیر بھی کھا رہا ہے اس طرح غریب روکھے ٹکڑے کھا رہا تھا کہ اس کا باپ بھی آن پہنچا اور بیٹے کی حرکت کو دیکھتا رہا غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آگے بڑھا اور کہا کمبخت کیا تیری شامت آئی ہے کہ پنیر تیرے سامنے ہو جب ہی حلق سے نوالہ اترے گا ایسے فضول خرچ اور چٹورے لڑکے کا تو نہ ہونا ہی بہتر تھا۔ یہ کہہ ایک تھپڑ رسید کیا۔!

آپ کو شاید ان باتوں کا یقین نہ آئے مگر ہیں یہ سچے واقعات!

زھرہ بیگم فیضی بمبئی

جاپان کا قدیم رقص

جو جاپانی نوروز کے موقعہ پر ہوتا ہے اس رقص کو "شش ماہ" کہتے ہیں -
اوپر کی تصویر اس رقص کے پہلے حصہ کی ہے -

سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں پر ایک بچہ برف میں کھیل رہا ہے -

وہ عمارت جہاں مرحوم مصری لیڈر سعد زاغلول پاشا کا مقبرہ ہے آئندہ
اس میں قدیم مصری بادشاہوں کی ممیاں دفن کی
جایا کریں گی -

گراموفون کا اولین نمونہ
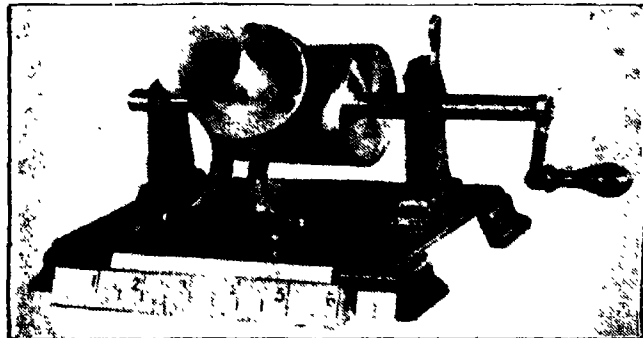
جو مرحوم مسٹر اڈیسن نے ۱۸۷۷ میں تیار کیا تھا۔

کنجوسی کی انتہا

جو شخص بخیل کہا جاتا ہے اس کی شومیٔ قسمت مانی ہوئی بات ہے۔ لیکن لئیم کا درجہ اس سے بھی بڑھا ہوا ہے
لئیم اسکو کہتے ہیں جو نہ آپ کھاتا ہے نہ اوروں کو کھلاتا ہے۔ اس کی ازلی خدمت بس رکھوالی ہے۔ یعنی اپنے
مال کی تعداد کو گننا اور کم و بیشی پر ہائے واوئے کرنا۔ اس کا اصول بس یہ ہے کہ چمڑی جائے تو جائے مگر دمڑی نہ جائے

ایک امیر کبیر بمبئی کے باشندے جن کے پاس کروڑوں سے بھی کہیں زیادہ روپیہ موجود تھا۔ انکے
دل کی تعریف اور پست حوصلگی کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ چوٹی کے امیر صرف اس حالت میں کھاتے تھے کہ
جب جسم اور روح میں سخت جنگ ہوتی تھی۔ اور جب دیکھتے تھے کہ اب یہ رشتہ جو جسم و روح میں قائم ہے
اب ٹوٹنے والا ہے۔

یہ اپنی دولت کے لئے مشہور تھے۔ مگر کنجوسی کے لئے اس سے بھی زیادہ معروف۔ وہ زمانہ مجھے خوب یاد
ہے جب آئے دن ان کے نفرت انگیز کنجوسی کے قصے سننے میں آتے تھے۔ والد خلد آشیاں کا بیان تھا
کہ ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ یہ صاحب اپنی میلی کچیلی دھوتی کوٹ وغیرہ پہنے پڑٹی پھوٹی ڈوری سے
بندھی ہوئی گاڑی یا بگھی میں سوار ہو کر بنک میں خود جاتے اور روپیہ لاتے۔ کیونکہ کسی پر ان کو اعتماد نہ تھا۔
اسی طرح روزانہ سودا سلف بھی خود خریدتے۔ اونچی حویلی کے سب سے اونچے حصہ میں رہتے تھے۔ باقی
سب منزلیں کرایہ پر دے رکھی تھیں۔ اپنی بیوی کو تاکید تھی کہ جب بازار سے سودا لیکر آؤں تو تم خود کھڑکی
کے پاس آکر رسی نیچے پھینکو۔ وہ رسی جب زمین پر لگ جاتی تو اسی رسی سے وہ ٹوکری باندھ دیتے جس میں
یہ خود خرید کر چیزیں لاتے تھے۔ جب تک ٹوکری اوپر چڑھتی برابر دیکھتے رہتے تھے کہ کہیں کوئی چیز گر نہ پڑے
یا کوئی چرا نہ لے۔ اس طرح سے بخیل صاحب کی آنکھوں کے سامنے سودا بیوی کے پاس بغیر کسی کی مدد کے
پہنچ جاتا تھا۔ اور یہ انہیں اطمینان ہو جاتا تھا۔

یہ صاحب اپنے فرزند کو نصیحتیں ہمیشہ کرتے کہ روپے کو اچھی طرح سنبھالنا چاہیئے بلکہ یہاں تک ہاتھ روکے
رکھنا کہ ایک دمڑی بیجا خرچ نہ کیجائے

لڑکے کے جو بھی خیالات اسوقت ہونگے اس نے باپ کی زندگی میں ظاہر نہ ہونے دئے۔ مگر باپ کا انتقال
ہوتے ہی لڑکا خود مختار ہو گیا۔ اور اس بے دردی سے خرچ کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد نان شبینہ کا محتاج
ہو گیا پھر اسکو کون دیتا اور کیوں دیتا۔ اس کے باپ نے اگر کسی کے ساتھ کوئی سلوک کیا ہوتا تو شاید پیا سکے

(بقیہ صـ ۱۱۶)

غیب کی باتیں

ایک حیرت انگیز جرمنی افسانہ کا ترجمہ

اللہ اکبر! عورت بھی عجیب مجموعہ راز ہے۔ ہر زمانہ میں اس راز کے انکشاف میں طبع آزمائی کی گئی۔ لیکن کوئی عہدہ برآ نہ ہو سکا۔ کتابوں پر کتابیں اس کی تعریف میں سیاہ ہو چکیں، ہر قوم نے اسے سراہا۔ شاعروں نے تشبیہات ہی ڈھونڈتے ڈھونڈتے عمریں گنوا دیں، مصور کی قلم اس کے نقش سے حیران ہے۔ قانون داں کا دماغ اس کے حقوق کے تحفظ سے پریشان۔ عالم مذہب میں اس کا عنوان الگ مقرر کرتے ہیں۔ سیاست داں اس کے حقوق کی حفاظت پر جان فدا کرتے ہیں۔ غرض ساری دنیا کو چکر میں ڈال رکھا ہے۔ کوئی فتنہ وفساد کی جڑ بتاتا ہے۔ کوئی اس کی شرکت کو دنیاوی معراج تصور کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے بھی اسی کی شان میں ایک الگ سورۃ نازل فرمائی۔ جاپانی مائیتھولوجی میں اس کی اہمیت کا ذکر یوں کیا گیا ہے کہ حضرت انسان جب مرد کی شکل میں عدم سے وجود میں تشریف لائے تو اول اول ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوئے آخر کار چند دن ہو حق کے میدان سے طبیعت اکتا گئی۔ خدا سے دعا کی کہ میرا اس وحشت کدہ میں بالکل دل نہیں لگتا۔ خدا نے یکے بعد دیگرے جنگل پہاڑ اور چشمے جو گونا گوں پھولوں سے آراستہ تھے پیدا کئے، لیکن انسان کا دل ان سب چیزوں سے تھوڑے سے عرصہ کے بعد متنفر ہو تا گیا۔ اور پھر خدا سے دعا مانگی کہ کوئی ایسی نعمت عنایت کر جس سے دل کو سکون وخوشی حاصل ہو تب خدا نے عورت کو پیدا کیا۔ اس کو دیکھ کر حضرت انسان کو جو خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے۔ پہلی نعمتوں کا لطف دوبالا ہو گیا۔ تمام کائنات میں روح پڑ گئی۔ اور سمجھ میں آیا کہ عمارتِ دنیا میں اسی آخری اینٹ کی کسر تھی لیکن لیکن اپنی فطرت کی بنا پر کچھ عرصہ کے بعد پھر اکتا کر شکایت لیکر خدا کے پاس پہنچے، وہاں سے حکم ہوا کہ جاؤ اب تمہارا اس دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ آخر کار مجبور ہو کر دنیاوی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔

مجھے یہ باتیں ایک جاپانی دوست سے معلوم ہوئیں۔ اس نے مجھے اور بہت سی عجیب وغریب باتیں سنائیں جن میں سے ایک اسوقت لکھتا ہوں سب سے پہلے میں اپنے ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جاپانی ایک ہی قسم میں روحوں کی کثرت اور تناسخ کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کی تفصیل ہم کو اصل مقصد سے دور کر دے گی۔

میرے دوست نے سلسلہ گفتگو اس طرح چھیڑا۔ ہم جاپانیوں کے اعتقاد سے متعلق ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اکثر دیوتاؤں کی مدد سے کسی شخص کی روح کسی نیک مقصد کے لئے اس کے جسم سے تھوڑے سے عرصہ کے لئے علیحدہ بھی کیجا سکتی ہے۔ تاکہ اس شخص کے رموز باطنی سے آگاہی حاصل ہو سکے لیکن اس طرح جسم کو کوئی اذیت

بہیں پہنچتی سنئے! وہ کس طرح ہوتا ہے؟ ایک شخص کسی اور عورت سے شادی کرنی چاہتا ہے لیکن صرف ایک شبہ ہے "کیا وہ بھی مجھ سے شادی کے بعد ایسی محبت کرے گی"؟

لہٰذا وہ کیا کرتا ہے؟ وہ اپنے جوار کے مندر میں جاتا ہے۔ وہاں اپنے دل کی کیفیت اور شبہ کا حال بیان کرتا ہے۔ پھر دیوتاؤں سے اس بات کی دعا کرتا ہے کہ وہ اسکو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیں اور اسے پوری پوری کیفیت معلوم ہوجائے۔ پجاری اس کا نام بغیر دریافت کئے عمر۔ روز۔ اور ساعت پیدائیش دیوتاؤں کی اطلاع کے لئے نوٹ کر لیتے ہیں اور اس شخص سے کہہ دیتے ہیں کہ سات دن بعد مندر میں پھر آنا۔ اور جواب لیجانا۔ اس سات روز کے عرصہ میں پجاری دیوتاؤں کی پوجا کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ شبہ رفع ہوجائے۔ پجاریوں میں سے ایک پجاری بلاناغہ علی الصباح ٹھنڈے پانی سے نہاتا ہے اور صرف وہی غذا کھاتا ہے جو متبرک آگ پر تیار کی گئی ہو۔ آٹھویں دن جب وہ شخص مندر میں واپس آتا ہے تو اسکو مندر کے اندر کی کوٹھڑی میں جہاں پوجاریوں کا مجمع ہوتا ہے لیجاتے ہیں۔ چند رسومات جن میں مخصوص منتر بھی شامل ہوتے ہیں ادا کی جاتی ہیں۔ سب خاموش بیٹھے دیکھتے ہیں یکایک اس پجاری پر جس نے متبرک آگ کا پکا ہوا کھانا کھایا تھا۔ جاڑے کے بخار کی قسم کا لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ اس لرزہ کی تفصیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ اسوقت دیوتاؤں کی مدد سے اس لڑکی کی روح پجاری کے جسم میں آجاتی ہے، لیکن لڑکی کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی بے شک اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ اس وقت جہاں کہیں بھی ہوتی ہے وہیں اسپر ایک گہری نیند غالب آجاتی ہے اس خواب غفلت سے اسے کوئی نہیں جگا سکتا۔ چونکہ لڑکی کی روح پجاری کے جسم میں موجود ہوتی ہے اسوجہ سے وہ سب باتیں سچ سچ بیان کرتی ہے۔ اور کوئی دلی راز پوشیدہ نہیں رہ سکتا، پجاری کی آواز اس کی ذاتی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس کا لب ولہجہ بالکل لڑکی کا سا ہوتا ہے۔ عورتوں ہی کی آواز میں وہ اپنے احساسات کا اظہار حقیقت کے مطابق کرتی ہے۔ کہ تجھ سے شادی کے لئے رضامند ہوں یا مجھے تجھ سے نفرت ہے"۔ اظہار نفرت کے ساتھ اس کی وجوہ بھی بیان کرتی ہے لیکن محبت کے اظہار کے لئے تفصیل کو کام میں نہیں لاتی۔ اس کے بعد پجاری کا رعشہ ختم ہوجاتا ہے۔ کیونکہ لڑکی کی روح اپنے اصلی جائے سکونت کی طرف واپس چلی گئی۔ اب وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے اور کافی عرصہ تک بےحس وحرکت پڑا رہتا ہے۔

میں نہایت غور سے یہ تمام داستان سنتا رہا، پھر میں نے کہا" دوست! واقعی تم نے ایک عجیب بات سنائی جو کبھی دیکھی نہ سنی لیکن یہ تو بتاؤ کیا تمہارے ساتھ بھی کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا جس میں دیوتاؤں کی طاقت اور زور سے کسی کی روح اس کے جسم سے نکلکر پجاری کے جسم میں داخل ہوگئی"۔

اس نے کہا" ہاں مجھے خود اس بات کا ذاتی تجربہ ہے"۔

یں خاموش ہوگیا اور اس کی گفتگو کا منتظر رہا۔ اس نے اپنے باپ کا تمغا کو نکال کر ایک طرف رکھ دیا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر پھولوں کی جانب تھوڑی دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ پھر مسکرایا اور سلسلۂ گفتگو اس طرح شروع کیا۔

"مسٹر! میری شادی چھوٹی سی عمر میں ہوگئی تھی۔ کئی سال تک ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ خدا خدا کرکے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن میری بیوی اپنے بچے کو اور مجھے تنہا رنج والم کی حالت میں چھوڑ کر رحلت کرگئی۔ اور بدھ ہی سے جاملی، میرے بیٹے کی تربیت وپرورش بہت غور و پرداخت سے ہوئی۔ وہ میری اور میرے والدین کی آنکھوں کا تارا اور کلیجے کی ٹھنڈک تھا۔ اسی کے وجود سے گھر میں اجالا تھا یہاں تک کہ وہ حسین وجمیل قوی ہیکل جوان ہوگیا۔ اسی اثنا میں ملک میں غدر و فساد اور انقلاب برپا ہوگیا۔ دفعتہ ملک کے جنوبی حصے سے اٹھا۔ میرا بیٹا بھی آسانی مینوں کی فوج میں شامل ہوکر جنوبی جنگ عظیم میں شریک ہوا وہاں جوانمردوں اور بہادروں کی طرح جان دی اور مجھ سے جدا ہوکر اس پیاری بیوی کی نشانی اپنے ساتھ لیگیا۔ میں اسے بیحد پیار کرتا تھا لیکن میں نے جب پہلی مرتبہ یہ سنا کہ اسے ہمارے قیصر کی مبارک ہستی کے لئے جان فدا کرنی نصیب ہوئی۔ تو فوراً میرے منہ سے نکلا۔ آہ! وہ کس قدر خوش قسمت تہا۔ اور میری آنکھوں سے مسرت کے آنسو ٹپک پڑے، ہمارے خاندان کے سپوتوں کے لئے اس سے اچھی موت نہیں ہوسکتی۔ اس کی لاش وہیں میدان جنگ میں ایک ٹیلے پر قلعہ کے قریب دفن کی گئی یہ جگہ بہت دور تھی میں نے اسکی قبر پر پھول چڑہانے کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کیا اور وہاں گیا۔ اس کا نام ابھی تک اس اعزازی یادگار پر کندہ ہے جو اس جنگ کے ان بہادروں کے لئے جنہوں نے قیصر کے مبارک مقصد کی راہ میں جوانمردی اور بہادری سے اپنی جانیں فدا کی تھیں قائم کی گئی ہے، جب میری نگاہ اس نام پر پڑتی ہے تو میرا دل فرط محبت ومسرت سے ہنستا ہے۔ میں اس سے باتیں کرتا ہوں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے ساتھ پہلو بہ پہلو کھڑا ہے اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میں تو کچھ اور بیان کرنا چاہتا تھا

میں رات دن بیوی اور بیٹے ہی کے خیال میں کبیدہ خاطر رہنے لگا جب تک وہ میرے ساتھ ہی میرے لئے دنیا خوشی کا ایک سمندر بے پایاں تھا جس میں غوطے لگایا کرتا تھا، کبھی کوئی دل آزار گفتگو ہمارے درمیان نہیں ہوئی جب وہ مجھ سے جدا ہوئی تھی تو میں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ بلکہ میرا کامل اعتقاد تھا کہ میں اب کبھی دوبارہ شادی نہیں کرسکونگا۔ دو ہی سال گذرے تھے کہ میرے والدین کو گھر میں ایک بہو لانے کی خواہش ہوئی اور مجھ پر اسپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ایک شریف اور اچھے خاندان کی خوبصورت لیکن غریب لڑکی کا انتخاب کرکے اس کا ذکر مجھ سے کیا۔ اس خاندان سے ہمارا رشتہ بھی ہوتا تھا۔ لڑکی ہی کی محنت پر ان کا گذارہ تھا۔ وہ

اور اعلیٰ ریشمی کپڑے بنا کرتی تھی اور اس کی آمدنی سے بسر اوقات کرتے تھے اول تو اسکی ذات میں اعلیٰ جوہر موجود
تھے یعنی حسن اخلاق کے ساتھ حسن ظاہری کی بھی مالک تھی دوسرے اس خیال سے کہ وہ ہمارے رشتہ دار ہوتے تھے
افلاس کی قید و تنگی میں گرفتار ہیں۔ یہی مناسب سمجھا کہ اس سے میں شادی کر لوں اور اس طرح لڑکی کے والدین
کو بھی زمانے کی گردش سے رہائی نصیب ہو۔ اس زمانے میں ہم زمیندار ہونے کی حیثیت سے چاولوں کے کئی
کھیتوں کے مالک تھے۔ میری عادت میں والدین کی حکم عدولی کرنا داخل نہ تھا۔ لہٰذا اس مرتبہ بھی میں نے کوئی صدائے
مخالفت بلند نہیں کی۔ بات چیت ہو گئی۔ یہاں تک کہ شادی کی تیاریاں بھی ہونے لگیں،

مجھے اس سے پہلے لڑکی کو دو مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی مرتبہ اسکی خوبصورتی اور شرافت کو دیکھکر
میں نے اپنے کو بڑا خوش قسمت سمجھا اور میرے دل میں مسرت کی لہریں امنڈنے لگیں لیکن دوسری مرتبہ میں نے مشاہدہ کیا
تو اس کے گلگوں رخسار دل اور گلاب سے چہرے سے افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی رو چکی
ہے اس نے اپنی نگاہیں بھی میری طرف سے پھیر لیں۔ میرا دل کانپنے لگا۔ معاً مجھے یہ خیال ہوا کہ وہ مجھ سے روگرداں ہے
اور نفرت کرتی ہے۔ شاید والدین کے مجبور کرنے پر شادی کے لئے رضامند ہو گئی۔ پس میں نے دل میں ٹھان
لی کہ دیوتاؤں سے دریافت کرنا چاہیئے؛ میں نے شادی کی تاریخ بڑھوا دی اور قریب کے مندر میں گیا۔ جب پجاری پر
لرزے کی حالت طاری ہوئی تو لڑکی کی روح مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی " مجھے تجھ سے دلی نفرت ہے۔ تیرا چہرہ دیکھتے
ہی میرا جسم رنج سے سرد پڑ جاتا ہے۔ میں تو ایک اور شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں، یہ شادی میری زبردستی کیجا رہی،
مجھے تجھ سے از حد نفرت ہے لیکن مجھے تجھ سے شادی کرنی پڑے گی۔ کیا کروں مجبور و لاچار ہوں۔ میرے والدین بڈھے
اور مفلس ہیں۔ میں ہی ان کا سہارا ہوں۔ مجھ اکیلی میں اتنا دم بوتہ نہیں کہ انکے پورے خرچ کی کفیل بن سکوں۔ اس روز
کی محنت کشی سے مجھے اپنی صحت کے زوال اور زندگی کے اختتام کا اندیشہ ہے۔ میرے بعد انکی کون خبر لیگا، بالفرض میں
تیری بیوی بن بھی گئی اور بحیثیت تیری بیوی کے اپنے حقوق و فرائض کی پوری پوری انجام دہی میں کوشش بھی کی تو یہ یاد رکھ کہ خوشی
اور مسرت کو اپنے گھر میں نہ پائیگا۔ یہ باتیں تیری چار دیواری سے کوسوں دور ہونگی محض اس وجہ سے کہ میری نظر تجھکو ہمیشہ گہری نفرت
سے دیکھتی ہے۔ تیری آواز میرے دل اور سینہ کے لئے خنجر زہر آلود کا اثر رکھتی ہے جب میں تجھے اپنے سامنے کھڑا دیکھتی
ہوں اسوقت موت کو زندگی پر ہزار درجے اولیٰ و بہتر سمجھتی ہوں " جب مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو میں نے اس کا ذکر اپنے
والدین سے کیا اور ساتھ ہی اس لڑکی کے نام ایک مہذب خط تحریر کیا جس میں اس سے معافی مانگی۔ اس کے بعد میں نے اپنی بیماری کا
بہانہ کر دیا تاکہ یہ بات طشت از بام نہ ہو جائے اور چپ چپاتے نسبت چھوٹ گئی۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ اس کی شادی اسی نوجوان
لڑکے سے ہو گئی جس سے وہ چاہتی تھی، میرے والدین نے پھر کبھی دوبارہ شادی کا ذکر نہیں چھیڑا۔ انکے انتقال کے بعد سے اب تک میں اکیلا
ہی ہوں،، میرے جاپانی دوست نے اس قصہ کو یہیں چھوڑ کر دوسری باتیں شروع کر دیں لہٰذا میں بھی سلسلہ تحریر کو یہیں ختم کرتا ہوں

(ترجمہ از جرمنی) سید مغنی الدین شمسی (برلن)

مشنری بی بیاں

عصمت میں اس موضوع پر اکثر مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ آج میری نظر سے ایک بہن کا مضمون گذرا دیکھنے سے مجھے بھی اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ ملا۔ بہن صاحبہ مشنریوں کے حالات میں لکھتی ہیں کہ اک وہ کسی ایسی ہوٹل میں ٹھیریں جہاں مشنری بی بیاں بھی اتری ہوئی تھیں۔ وہ ان بہن کو عیسائی سمجھی ہوئی تھیں میں انہیں یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ آپ ایک مسلمان خاتون ہیں۔

واپسی کے وقت وہ بہ تیہ ان بہن کو انجیل پیش کرنا چاہتی تھیں مگر انہوں نے حتی المقدور اس کے چھونے گریز کیا اور کسی طرح ان لوگوں سے بچکر بھاگ نکلیں، میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ کیوں ہاتھ لگانے سے اس قدر اک گیا۔ کیا اس عمل سے ہماری بزدلی کا ثبوت نہ دیا گیا۔ اگر ہمت سے کام لیں اور اپنی مذہبی معلومات سے کام ان کو ہمارے سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

یوں تو مجھے بچپن سے مشنری بی بیوں میں رہنے اور ان سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر گھر پر بھی تعلیم خاطرخواہ دی گئی۔ مشنری بی بیاں اکثر یکشنبہ کے دن حسب معمول گشت کے لئے نکلتیں تو ہمارے ہاں بھ کرتیں اور والدہ صاحبہ سے باتوں باتوں میں بحث چھڑ جاتی جو گھنٹوں میں ختم ہوتی۔

یہ مشنری ہندوستان کے چپہ چپہ پر موجود ہیں۔ ان میں اکثر سنجیدہ طبیعت کی ہوتی ہیں، اگر کوئی مزاج ہو بھی تو انہیں اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ میں چند مشنریوں کے حالات بہنوں کی دلچسپی اور معلو بڑھانے کے لئے تحریر کرتی ہوں۔

ایک دن ایک دیہات میں اک پادری کی بیوی صاحبہ کے ہاں جانیکا اتفاق ہوا۔ یہ بہت ہی نیک ا بی تھیں مگر اپنے فرض سے بھلا کب چوکنے والی تھیں۔ ہماری واپسی سے پہلے اپنے مذہب کی تعریف شروع کی کہ اکثر جہلا کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ والدہ صاحبہ کو بھی جواب دینا ضروری تھا۔ کیونکہ ہم بچے سب ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ ہمارا اور آپ کا مذہب حضرت عیسٰیؑ تک ایک مانا چلا آتا ہے۔ آپ لوگ وہیں ٹھیر گئے۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بڑھتے چلے آئے جس کی کہ حضرت عیسٰیؑ نے بشارت دی ہے جس کے آپ لوگ دوسرے معنے لیتے ہیں۔

میم صاحبہ، مجھکو اس بات کے معلوم ہونے سے زیادہ مسرت حاصل ہوئی کہ آپ کو اپنے اور دوسرے مذ کے معلومات میں زیادہ معلومات حاصل ہیں۔ شاید آپ نے انجیل بھی پڑھی ہوگی، آپ کو معلوم ہوگا کہ عیسٰےؑ بن باپ

پیدا ہو گئے ہیں اور آپ کو شاید تثلیث کے مسئلہ سے انکار نہ ہو گا۔

والدہ صاحبہ: ہمارے قرآن شریف میں وہ سب پیغمبروں کی طرح ہی عیسے علیہ السلام کے حالات بھی درج ہیں، ہم ان کی ایسی ہی عزت کرتے ہیں جیسے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور داؤدؑ وغیرہ کی۔ مگر تثلیث کا اس میں ذکر نہیں ہے بس خدا نے آدم کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا اوس کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کونسی بڑی بات ہے۔

میم صاحبہ: میں آپ کے صلاحیت سے بہت خوش ہوئی۔ میرے پاس انجیل مقدس کا اردو ترجمہ ہے، آپ اس کو آسمانی کتاب مانتی ہوں گی۔ اس کے پڑھنے سے خود اچھی طرح جان لینگی کہ حضرت عیسےٰ کا ظہور دنیا میں کس طرح ہوا۔

والدہ صاحبہ: میں بھی تو یہی چاہتی ہوں کہ مجھکو انجیل مقدس کی کل نقل چاہیئے۔ نقل تو ان خلفار کی ہے جنہوں نے اپنے پیغمبر کو سولی دی۔ ان کی سچائی کا کس کو اعتبار ہو سکتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اپنی شہرت کے لئے کس قدر رد و بدل کی ہو۔ جب ایک عنوان پر کوئی طالب علم مضمون لکھتا ہے تو کوئی اپنے اظہار خیالات کا جوہر دکھاتا ہے، کوئی اپنی لیاقت کا۔ یہ تو آسمانی کتاب ٹھیری۔ اس کا لکھنا کوئی معمولی بات نہیں۔ ہمارا قرآن مقدس خود ہمارے پیغمبر نے صحیح فرمایا اور جمع کیا ہوا اب تک موجود ہے ممکن نہیں کہ تیرہ سو سال میں اک حرف کا بھی رد و بدل ہو سکے۔

اس کے بعد والدہ صاحبہ نے پیغمبر صاحب کے کچھ اسوہ حسنہ بیان کئے جس کو پادری صاحبہ کی طالب العلم لڑکیاں غور اور تعجب سے سن رہی تھے۔ کیونکہ مباحثہ تلنگو زبان میں تھا سب لڑکیاں اپنی مادری زبان ہونے سے خوب سمجھ رہی تھیں،

اک طالب علم لڑکی: کیوں بیگم صاحبہ یہ کیا فرماتی ہیں وہ یعنی محمد صلعم کیا نیک خلق آدمی تھے،

میم صاحبہ: ہاں انہوں نے بھی بہت سے اچھے کام کئے ہیں۔ یہ الٹا اثر دیکھ کر وہ کہیں دعوت پر جانے والی تھیں ہم سے معذرت کی اور روانہ ہو گئیں،۔

پھر اک دفعہ ہمارے وطن میں ہی ایسا واقعہ پیش آیا اک ٹیبل ٹریننگ اسکول کی پرنسپل صاحبہ اپنی چند طالبات کے ساتھ ہمارے ہاں اپنے یکشنبہ کے گشت میں تشریف لائیں اور فطرۃً نہایت غصہ رکھتی تھیں۔ جلد برافروختہ ہو گئیں۔ اور چونکہ یہاں ہر بات کا معقول جواب مل رہا تھا۔ اسلئے چہرہ کی سرخی دوچند ہو گئی۔ آخر مجھے کہنے لگیں کہ شاید تمہاری والدہ صاحبہ تمہارے بھائی کو اک عیسائی بادشاہ کی عملداری میں ملازمت نہ کرنے دینگے۔

والدہ صاحبہ: آپ مطمئن رہئے ہم عیسائیوں کے دشمن نہیں ہیں۔ ہمکو قرآن پاک نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ہم ایک رعایا کی حیثیت میں بادشاہ کے خیر خواہ رہیں خواہ وہ کسی قوم کا ہو،

مس صاحبہ: میں یہاں خود کچھ کہنے کے لئے آئی ہوں نہ کہ سننے کے لئے ہاں آپ کو ایسے ہی تبلیغ اسلام

کی ذہن سمائی ہے تو بسم اللہ ہماری طرح کام شروع کر دیجئے۔ ایسے گھر پر آنے جانے والوں کو دعوت دیجئے کیونکہ
میں ۔ آپ خفا نہوں وہ آپ سوالوں کا جواب دے رہی ہیں اور وہ بھی آپ کی طرح اپنے مذہب کی
توہین ہوتے دیکھ نہیں سکتیں۔ ہر فرد بشر دنیا میں اپنا مذہب بہتر سمجھتا ہے اور اس کی وساطت کا کوشاں۔ کیا آپ
نہیں جانتیں کہ آج کل خواجہ کمال الدین انگلینڈ میں کیا کارنمایاں کررہے ہیں۔

پرنسپل صاحبہ اپنے طالبات کو ایسے الفاظ سننا ناپسند نہ کرتی تھیں جھٹ مصنوعی ہنسی سے مل کر رخصت ہوئیں
اتفاقاً دوسرا کوئی ہائی سکول نہ ہونے سے مجھے اس مشنری کی بی بیوں میں جاکر پڑھنے کا اتفاق ہوا جہاں
مختلف مشن اسکول تھے۔ اور انجیل کا پڑھنا لازمی تھا۔ جب میں نے انجیل پڑھی تو حقیقت سمجھ میں آگئی۔ انجیل میں
فقط حضرت عیسےٰ اور ان کے خلفار کی سوانحعمریاں اور چند پند و نصائح ہیں،

میں اور دیری کے ساتھ فرصت کے اوقات بورڈنگ کی لڑکیوں اور کرسچن مدرسوں کو قرآن شریف کی حقانیت
بتاتی، بہت سی عیسائی بہنوں کو قرآن شریف کے پاروں کا انگریزی ترجمہ منگوا کر دیا، خود اسکول کی ہیڈ مسٹرس صاحبہ اس
کتاب مقدس کی لاجواب ہونے کے قائل تھیں،

بیٹل اسکول کی پرنسپل صاحبہ جو اسی کمپونڈ میں رہتی تھیں جب مجھے دیکھ پایا تو تعجب سے ہماری پرنسپل صاحبہ
سے دریافت کیا کہ آیا یہ انجیل پڑھ رہی ہے جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ گذشتہ ماہ کے امتحان میں وہ
دوسرے نمبر پر ہے تو مس صاحبہ نے کہا ہاں انہیں خوب پڑھائیے۔ اک دن کی بھی رعایت نہ کیجئے، اسی موقعہ میں
میں نے ہائی سکول کی پرنسپل صاحبہ کو مذہب اسلام کی حقانیت پر چھوٹا سا لکچر دیا اور انہیں بھی قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ
پیش کیا وہ ہنس کر کہنے لگیں اچھا دیکھوں تو سہی تمہارا یہ جوش بیاں کہاں تک درست ہے ۔

ان لوگوں میں جو خوبی قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بچوں میں بچپن ہی سے مذہبی تعلیم دیجاتی ہے اور اپنا فرض پوری
طرح ادا کرتی ہیں ایک چار سالہ لڑکی جس سلیقہ سے دعا مانگتی ہے۔ شاید دوسرے بوڑھے نہ جانتے ہوں۔ ہم ان سے
تبلیغ کا سبق حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اپنے پیغمبر صلعم کے قول کے موافق جو اچھا لے۔ اور جو برا ہے چھوڑ دے' عمل کرسکتے
ہیں۔ میں نے بہت سے اسلامی دینیات اور گورنمنٹ کے مدرسے دیکھے ہیں۔ مگر کسی میں خاطرخواہ مذہبی تعلیم
نہیں ہے، شاید پنجاب اور حیدرآباد میں ہوں۔ مگر صوبہ مدراس میں بالکل مفقود ہیں۔ نماز کی پابندی تک
نہیں کیجاتی ہے۔

غرض ایک معمولی لیاقت والی بہن بھی ہمت اور حوصلہ افزائی سے کام لیں تو بہت کچھ کرسکتی ہیں۔

فاخرالنساء بیگم
نیلوری

گرم پانی

آجکل جاڑے کے موسم میں صبح ۵ بجے اٹھکر اپنے والدین
شوہر کیلئے گرم پانی تیار کرکے دینا نہایت تکلیف دہ امر ہے
مشکلات بہنوں کے لئے جن کے ہاں مامائیں نہیں ہیں،
اور گود میں ننھے ننھے بچے ہیں،
اس تکلیف کا احساس کرکے ایک بہت آسان ترکیب
پانی گرم ملنے کی لکھتی ہوں۔ کلسی میں پانی بھرکے اس قدر
گرم کریں کہ اس میں آدھا حصہ سرد پانی ملانے کے قابل ہو جائے
اسکو کسی برتن سمیت کلسی کا منہ بند کرکے کمبل یا ٹاٹ میں لپیٹ
دیجئے اور دو ایک کپڑے اور ڈال دیجئے اور کمرہ کے کسی گوشہ
میں جہاں ہوا کا گذر نہ ہو رکھ دیجئے علی الصباح پانی ایسا ملیگا
گویا کہ ابھی کا تیار کیا ہوا ہے۔ ہاجرہ خاتون

جسد انسانی سے

اے جسد انسان! اس بات کا تو مجھے علم، تجربہ اور احساس ہے
ہماری روح کو تجھ سے گہرا اور بہت ہی گہرا انس ہوتا ہے تو اسکی
ضعیف اور پریشانی کی حفاظت کیلئے سینکڑوں تدابیر اختیار کرتا ہے
یہ معلوم کرنے سے ہم قاصر ہوں کہ جس وقت درد و کلفت کا گذر تجھ پر
سے تجاوز کرتا ہے تو یہ تیری ہمدرد و مونس تجھ سے ہمیشہ کیلئے
دل جدا ہو جاتی ہے،
محبت اور آشتی کے اس نرالے قاعدہ کے راز کو تو مجھ پر منکشف کر
کہ کس قدر شدید ہوگا ہے۔
خ۔ ا بنت غلام حسین

کارآمد باتیں

گلدان میں کوئلوں کا سفوف اور پانی ڈالکر گلدستہ
رکھنے سے پھول ایک ہفتہ تک نہ کملائیں گے۔ گل لالہ
اور گلاب کے پھول ڈنڈی سمیت توڑلیں اور نیچے کے
حصہ کو دیا سلائی سے ذرا سا جلادیں اس سے پھول کافی
عرصہ تک شگفتہ رہ سکیں گے۔

نیم کے پتوں اور سنگترے کے چھلکوں کی دھونی سے
مچھر کم ہو جاتے ہیں۔

سفید چینی باریک پیس کر انڈے کی سفیدی میں ملائیں
کانچ کے ٹوٹے ہوئے برتنوں کو جوڑنے کے لئے از حد مفید
ثابت ہوئی ہے۔

حقے کا باسی پانی سانپ کے سوراخ پر ڈالدینے سے
سانپ اسکے اندر ہی مرجاتا ہے

کاغذ پر تیل کا دھبہ پڑگیا ہو تو قلعی والے چونے کو پانی
میں ترکرکے دھبے پر لگادیں اس سے فوراً دھبہ دور ہو جائیگا۔

اشتہا سے زیادہ کھانا صحت کیلئے مضر ثابت ہوتا ہے

بچوں کو ریت میں کھیلنے دو اس سے بچے قوی ہوتے ہیں۔

چھری یا چاقو کے زخم پر ٹھنڈے پانی میں پٹی بھگو کر باندھنے
سے آرام آجاتا ہے۔

تیز بخار میں زیادہ باتیں کرنی مفید ہوتی ہیں اس سے
بخار میں کمی آجاتی ہے۔

گردن جھکا کر بیٹھنے سے پھیپھڑے کمزور ہو جاتے ہیں

اقبال جہاں نزہت

خیالی بیماری

یوں تو بیماری کی کئی قسمیں ہیں۔ مگر میں دو طرح کی بیماریوں کا ذکر کرتی ہوں ایک تو وہ جو خود بخود ہو جاتے یا کسی نامعلوم طریقے کی وجہ پرہیزی سے اٹھ کھڑی ہو، یا ثقیل غذا۔ یا سرد یا گرم کی وجہ سے ہو یا کسی غیر معمولی حادثہ یا صدمہ سے ہو جائے اور آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچ جائے کہ باوجود احتیاط و علاج کے بھی انسان کو بستر پر دراز ہی کرے تو ایسی حالت میں مجبوری ہے، میں اس طرح کے مریض کو واقعی قابل رحم سمجھتی ہوں، کیونکہ بیماری زبردستی اسکے گھر آئی۔ اس نے دعوت نہیں دی تھی، لیکن بیماری کی یہ دوسری قسم نہایت تکلیف دہ اور خطرناک ہے جو شوق سے خریدی جاتی ہے، غالباً یہ تو آج کل فیشن ہی میں داخل ہے کہ جہاں کسی نے احوال دریافت کیا مزاج پرسی کی جھٹ جواب ملیگا کہ "بہن کیا کہوں آئے دن بیمار رہتی ہوں" زیادہ تر ایسی بیماریاں ان لڑکیوں میں دیکھی جاتی ہیں جو اپنی اماں جان کی لاڈلی ہوا کرتی ہیں، ان کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ کسی جگہ مہمان گئیں اور وہاں کچھ دیر بیٹھیں پھر کیا تھا وہیں اماجان کے کندھوں پر روتی صورت بنا کر سر ڈال دیا۔ ماں نے جو یہ حالت دیکھی تو بیتاب ہو گئیں" لے ہے دلاری بیگم کیسا مزاج ہے، کیا ہوا" صاحبزادی ہیں کہ مارے نقاہت کے بول بھی نہیں سکتیں۔ جب پوچھتے پوچھتے دس منٹ گذر گئے تو لبوں کو جنبش ہوئی۔ آہستہ سے بولیں "سر میں درد ہو رہا ہے"۔ اب کیا تھا، اماں جان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، صاحب خانہ سے فوراً رخصت کی درخواست کی گئی، وہ بیچاری ایسی حالت میں کب روک سکتی تھیں۔ بعد رنج و ملال اجازت دیدی۔ اب گھر پہنچتے ہی لڑکی بستر پر لٹادی گئی۔ اماں سرہانے بیٹھ گئی، اماں ہیں کہ حواس ٹھکانے نہیں۔ بار بار پیشانی پر ہاتھ رکھکر بخار کا انتظار کرتی ہیں۔ یا دیکھ رہی ہیں کہ کہیں بخار تو نہیں ہو گیا، اوپر سے بی ماما آئیں ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہی بولیں" لے حضور صاحبزادی کے دشمنوں کو تھوڑی حرارت ہے، کوئی پتلی سی رضائی اوپر ڈال دیجئے"۔ اب صاحبزادی کا کھانا پینا موقوف کر دیا گیا۔ جب بہت زیادہ بھوک معلوم ہوئی تو بارلی یا اراروٹ پلا دیا، لیجئے رائی کا پربت بن گیا۔ اب صاحبزادی سچ مچ چھ مہینہ کی بیمار معلوم ہونے لگیں۔ اب یہ چپ چاپ آنکھیں بند کئے پڑی ہیں۔ دفتر سے اباجان آئے یہ حال دیکھکر وہ بھی پریشان ہو گئے، بیوی بولیں "لے ہے اچھی خاصی بچی کو لیکر آپا جان کے ہاں گئی نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ وہیں بیٹھے بیٹھے بچی کے سر میں درد ہوا۔ اور گھر آتے آتے بخار چڑھ آیا۔ فوراً اباجان نے ڈاکٹر کو بلوایا۔ دوا آئی باقاعدہ علاج شروع ہو گیا۔ اسی ہیر پھیر میں دس پندرہ روز گذر گئے۔ سینکڑوں روپوں پر پانی پھرا۔ ڈاکٹروں کا پیٹ بھرا تب کہیں جا کر صاحبزادی کو آرام ہوا، ایسی لڑکیاں ماں باپ کے گھر سے سسرال جاتی ہیں تو سسرال والوں کے حق میں بوجھ

بد صورتی و شادمانی کے آفت ناگہانی ثابت ہوتی ہیں۔ اگر متمول و خوشحال خاندان سے سابقہ پڑا تو خیر ورنہ زندگی
بال جان ہو جاتی ہے،

بعض مائیں بے جا پرہیز کراتے کراتے ہی لڑکیوں کو دائم المرض کر دیتی ہیں، لڑکوں کو بھی اکثر مائیں اسی پرہیز کے
مث کمزور اور نحیف الجثہ بنا دیتی ہیں۔ مگر لڑکیوں کی حالت بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ قابل رحم ہوتی ہے۔ لڑکے
پھر بھی ادھر جا کر کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا گرم غذا کھائی بیماری اٹھ کھڑی ہوئی۔ کوئی ٹھنڈی
یز کھالی نزلہ ہو گیا۔ ذرا سی ثقیل شے پوری کچوری کی قسم سے کھالی دست آنے لگے۔ زیادہ میٹھی چیز کھالی استفراغ
شروع ہو گئے۔ غرض کہ آئے دن بیمار رہتی ہیں۔ یہی کیفیت بچپن سے جوانی تک بلکہ ساری عمر رہتی ہے۔ جب سنو
بیمار ہیں اور وہ اپنی بیماری کا تذکرہ ہر ایک ملنے والی سے فخریہ کرتی ہیں، ماں بھی بجائے اسکے کہ اپنی نور چشم
کی صحت و تندرستی کی تعریف کریں نہایت فخر و مباہات سے ہر ایک کے آگے یہاں تک کہ جہاں سے لڑکی کی نسبت
بھی آتی ہے ان عورتوں سے اپنی لڑکی کی خوبیاں ان الفاظ میں زبان فیض ترجمان سے بیان فرماتی ہیں
"اے بہن کیا کہوں خدا نے ایک بچی بھی دی تو ایسی نازک مزاج کہ ذرا ٹھنڈی شے کھالی تو کمبخت زکام آموجود
ہوا۔ گرم چیز کھائی تو اختلاج ہونے لگا، تیل اور چربی تو اسے بچپن ہی سے ہضم نہیں ہوتی۔ گھر کے لوگ خواہ کچھ
کھائیں ان کے لئے ایک ہنڈیا پرہیزی پکنا ضروری ہے" ایسی بیمار اور نازک لڑکیوں اور ان کی ماؤں کو معلوم ہونا
چاہئے کہ جسے وہ تعریف سمجھتی ہیں درحقیقت وہ نہایت بری بات ہے۔ ایک تو ایسی دائم المرض کی ملاقات سے اور اسکے
ساتھ کھانے سے لوگ گریز کرتے ہیں اس خوف سے کہ اس کی بری بیماری لگ نہ جائے۔ دوسرے ایسی لڑکی سے
لوگ شادی بھی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہر وقت بیمار رہتی ہے۔ بیمار رہنا اور سمجھنا اور پیٹ کو دواخانہ بنا لینا ہے۔
یہ تو لڑکیوں کی حالت تھی جس کی وہ واحد ذمہ دار نہیں اس میں ان کی والدہ کی بھی خطا ہے۔ بعض بیبیاں بھی ایسی
دیکھنے میں آئی ہیں کہ کسی تقریب میں گئیں یا کوئی بی بی مکان ہی پر ملنے آئیں اور وہ ان گفتگو میں اپنی محبت ظاہر
کرنے یا سلسلہ کلام چھیڑنے کی غرض سے بولیں "اے ہے بہن تمہاری حالت ایسی کیوں ہو گئی، کیا دشمنوں کو
کوئی بیماری ہے کہ چہرہ مرجھایا ہوا ہے، آنکھیں دھنس گئی ہیں، رنگت زرد۔ آخر ہوا کیا اپنا علاج کیوں نہیں کرتیں"
اب بیوی جو اپنی بیماری سے اب تک غافل تھیں دل میں خیال کیا او ہو ضرور میں بیمار ہوں۔ واقعی میری حالت
خراب ہو گئی جب تو انہوں نے کہا، بھلا ایسی تجربہ کار ہمدرد کی باتوں کو وہ جھوٹ سمجھ کر کیسے یہ جواب دیدیتیں،
"کہ واہ میں تو اچھی ہوں میری صحت قابل اطمینان ہے، نہایت کمزور آواز میں بولیں" معلوم کیا سبب ہے کہ دن بدن
دبلی ہوتی جاتی ہوں" اب اسی وقت سے بیماری کے خیال نے کمزور بنانا شروع کر دیا، مہمانی سے آتے آتے
یا مہمان کے جاتے جاتے تک وہ سچ مچ کی بیمار ہو جاتی ہیں۔ میاں کام سے واپس آئے تو دیکھا بیوی خاموش

پڑی ہیں مزاج پرسی کی، جواب ملا جی بیٹھا جاتا ہے۔ ہاتھ پیروں میں قوت نہیں۔ لاکھ کہو کہ مقوی غذا کھاؤ وہ فرمائیں گی" بھوک ہی نہیں لگتی" ہر وقت وہ اپنے تئیں بیمار تصور کیا کرتی ہیں، پیشتر تو صرف خیال ہی خیال تھا۔ مگر اس خیال نے یہاں تک ترقی کی کہ واقعی بیمار ہو گئیں پہلے تو ڈاکٹروں نے کمزوری تجویز کی تھی۔ جو واقعی دل کی کمزوری تھی۔ مگر اب تو حرارت اور حرارت سے بخار رہنے لگا۔ غریب میاں کی حالت ناقابلِ بیان ہے بیوی کی لئے دن کی بیماری اور ان کی تیمار داری نے انہیں کہیں کا نہ رکھا۔ بیوی نے اپنی حالت تو خراب کی ہی تھی مگر میاں کو بھی ساتھ لپیٹ لیا۔ ایسی بیبیاں جو ہر وقت بیمار رہیں اور وہ بیماری شوقیہ ہو تو وہ شوہر کے لئے عذاب ہوتی ہیں،

یہ تو بچیوں اور نوجوانوں اور جوانوں کی بیماری تھی۔ مگر ضعیفوں کی بیماری سب سے زیادہ مہلک ہوتی ہے۔ میں نے اکثر بوڑھیوں کو دیکھا ہے کہ یوں تو ماشاءاللہ ہٹی کٹی ہیں عمر گو پچاس ساٹھ ستر کے لگ بھگ ہے لیکن صحت نوجوانوں سے بدرجہا اچھی ہے۔ پر وہ مثل اس وقت صادق آتی ہے کہ بچہ اور بوڑھا برابر ہے ان کا مزاج بالکل بچوں کی طرح ہو جاتا ہے ضد بھی آجاتی ہے ضعیفی میں مانی ہوئی بات ہے کہ ہر عضو کمزور ہو جاتا ہے یوں تو بڑھاپا از خود ایک بیماری ہے۔ اب وہ یہ نہیں سمجھتی ہیں کہ یہ حالت میری ضعیفی کے سبب ہے بلکہ وہ اپنے تئیں بیمار خیال کرتی ہیں۔ اس ضعیفی میں وہ نوجوانوں کی سی قوت اپنے جسم میں چاہتی ہیں۔ پر اب وہ طاقت کہاں؟ اب تو ضعیفی کی کمزوری نے یہ نوبت کر دی کہ ذرا سا ہوا لگی بخار آیا کوئی دیر ہضم غذا کھائی پیٹ میں گرانی معلوم ہوئی۔ کھٹی ڈکاریں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ جسم کی ہر مشین تو پرانی ہو کر کمزور ہو گئی۔ اس میں وہ اگلی سی رفتار کہاں کہ ہر غذا بہ آسانی ہضم کرے، اب اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے یہی شکایات ہے" ہائے بیٹی کیا بتاؤں، ہر وقت بیمار رہتی ہوں، کھانا کھایا نہیں جاتا ہر وقت بیمار رہتے رہتے۔ ناطاقت ہو گئی۔ ہائے آج ٹانگوں میں درد ہے تو آج ہاتھوں میں، اب ضعیفی کے باعث آنکھیں کم دیکھتی ہیں تو یہ نہیں سمجھتی کہ ضعیفی کے آثار ہیں بلکہ اسکی ذمہ دار کمزوری کو ٹھہرائیں گی، طرح طرح کے سرمے استعمال کرتی ہیں وہ بے اثر ثابت ہوتے ہیں بعض تو ایسی چڑچڑی ہوتی ہیں کہ بدقسمتی سے ان کی کوئی عزیزہ یا بہو وغیرہ ساتھ ہیں تو ان بچاریوں کا دم ناک میں آجاتا۔ ذرا سی غلطی ہوئی کہ آفت آگئی۔ بیٹے صاحب باہر سے آئے اور یہ شکایت کا دفتر کھول کر بیٹھیں" میں دن سے بے چین رہتی ہوں، بخار میں بے ہوش رہتی ہوں اور یہ پوچھتی تک نہیں کہ کیا حال ہے۔ ایک گھونٹ پانی کی محتاج ہوں۔ لوگ مجھکو اجیرن سمجھتے ہیں میں تو خود ہی چند روز کی مہمان ہوں جیسا کرینگے ویسا پائینگے دنیا بھر کے دکھڑے روئیں گی۔ مرد بیچارا تھکا ہارا خود ہی آیا تھا۔ ماں کی یہ حالت سنی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے بیوی ہوئی یا بہن بھاوج برس ہی پڑا۔ اب یہ غریب سکے تو کیا لوگ اسے ہی الٹی سنائیں گے۔ سوائے خاموشی کے

ن کے پاس جواب ہی نہیں، ذرا سردی معلوم ہوئی ہیں انہیں بخار آگیا۔ اب اوڑھ لپیٹ کر پڑ گئیں، اور اولاد
وغیرہ کی رٹ لگی جسم پر ہاتھ رکھو تو بخار کا نام نہیں۔ اگر کہہ دو کہ اوہ بہت بخار ہے تو اچھی رہیں اور کہیں خدانخواستہ
منہ سے یہ نکل گیا کہ ارے ہے نہیں بخار نہیں ہے۔ پھر تو گویا قیامت آگئی۔ اب میٹھو چپ چاپ اور سنو صلوات
یں سناؤ۔ یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ ضعیفی میں خوراک کم ہو جاتی ہے۔ اب بڑی بی ہر روز یہی تذکرے کیا کرتی ہیں
لئے نہ معلوم کیا ہو گیا کہ چپاتی بھر آٹا بھی نہیں کھا سکتی"

بزرگوں کو لازم ہے کہ اگر خدانخواستہ بیمار بھی ہوں تو ہر ایک کے آگے اپنی بیماری کا اعلان کرنے کے
بدلے مرض کا تدارک کریں علاج کروائیں، غذا ایسی کھائیں جو زود ہضم اور مفید ہو ضرورت سے زیادہ بے وقت
کھانے سے پرہیز کریں۔ وقت پر سوئیں وقت پر جاگیں، ان باتوں سے صحت درست ہو جائے تو سمجھ لیں کہ واقعی
بیمار تھیں، اور حالت بدستور رہے تو یقین کر لیں کہ یہ ضعیفی کے تحفے ہیں۔ بعض کو دیکھا کہ کھاتی جاتی ہیں اور
کہتی ہیں کہ کچھ کھا ہی نہیں سکتیں" تمام دن سوتی ہیں مگر شکایت ہے کہ نیند نہیں آتی، ابھی اچھی، ابھی بیمار،
گھر کی اس بیماری سے جتنے لوگ ہیں عاجز ہیں۔ کیونکہ کوئی خاص مرض تو ہے نہیں جس کا علاج کیا جائے۔ یہ تو صرف
بیماری کا خیال ہے۔ ایسی بڑی بوڑھیاں اپنے بچوں اور متعلقین کے حق میں نعمت غیر مترقبہ ہونے کے عوض بار ہو جاتی
ہیں۔ لوگ ان کے وجود کو قابل احترام سمجھنے سے معذور و مجبور ہو جاتے ہیں۔ بزرگوں کو چاہئے کہ اپنی بیماری
کا حال بچوں کو کہہ کہہ کر نہ کڑھائیں بلکہ بچے ان کی بیماری سے پریشان ہوں تو تسلی دیں نہ یہ کہ ایک کے اٹھارہ بنا دیں اپنی زندگی
کو بچوں کی پشت و پناہ رہیں سمجھ لیں کہ اپنی صحت تو ضعیفی کے سبب ایسی ہو گئی ہے، انہیں بچوں کا خیال چاہئے،

میں نے جتنی مثالیں پیش کی ہیں وہ سب چشم دید ہیں، من گھڑت نہیں ہیں، اب میں نہایت ادب سے اپنی بزرگ بیبیوں
اور محترم بہنوں اور عزیز بچیوں سے اپنی اس گستاخی کی معافی چاہتی ہوں اور ساتھ ہی یہ عرض کرتی ہوں کہ وہ بہنیں جنہیں ایسی
عادت ہے وہ اس خیالی بیماری کو چھوڑ دیں اور اپنے تئیں چند روز کے لئے صحیح و تندرست تصور کر کے دیکھیں کہ وہ کیسی رہتی
ہیں۔ مگر یاد رہے کہ خیال کو بہت وسعت ہے۔ اگر اپنے دل میں اپنی تندرستی کا یقین کر کے خوش رہیں گی،
اور کاہلی و سستی کو دور کر دینگی تو یقیناً صحت اچھی رہے گی۔ اور بالکل سچ جانئے کہ دل میں اس خیال کو
قائم رکھا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی بیمار پڑ جائیں گی۔ ایک تندرست شخص بھی اپنے تئیں بیمار سمجھنے لگے
تو وہ بیمار ہو جائے گا، اور بیمار اپنے تئیں تندرست سمجھے یا یہ یقین کر لے کہ میں ضرور تندرست ہو جاؤنگا
تو اگر حیات ہے تو وہ اچھا ہو جائے گا، یہ آزمائی ہوئی بات ہے۔ پروردگار عالم اس خیالی اور وہم کی
بیماری سے سب کو محفوظ رکھے۔ آمین

ایس کے۔ صغرا سبزواریہ۔ کلکتہ

آدابِ معاشرت

بہن مریم صاحبہ کا مضمون زیرِ عنوان "مہمان کے لئے تکلیف دہ جگہ" پڑھکر اپنی معاشرت کی قابلِ اصلاح صورت آنکھوں میں پھر گئی۔ درحقیقت ہماری متعدد بہنیں آداب مہمان نوازی سے پورے طور پر واقف نہیں اور صرف یہی وجہ ہے کہ مہمان بی بی کو کافی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ بعض اوقات مہمان بھی میزبان کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ وہ چند یوم جو دلی مسرت اور یکجائی کے لئے حسنِ اتفاق سے میسر ہوتے ہیں ناخوشگوار دنوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، مہمان کے رخصت ہونے پر میزبان کے چہرے سے بجائے رنج و افسوس کے خوشی کے آثار ہویدا ہوتے ہیں۔ گویا کہ مہمان ایک بلا تھی جو کہ یکایک گھر پر نازل ہو کر پریشانی کا باعث بنی،

سب سے پہلی بات جو مدنظر رکھنی لازم ہے وہ یہ ہے کہ میزبان کو صحیح تاریخ اور وقت سے مطلع کرنا چاہئے اور ان اوقات کی سختی سے پابندی لازم ہے۔ تاکہ ناکام انتظار کی تلخیوں سے میزبان کو زحمت نہ اٹھانی پڑے میزبان کے ہاں پہنچکر اپنے آپ کو اس خاندان کا ایک رکن تصور کرنا بہترین اصول ہے۔ کیونکہ اجنبیت دور ہو کر سکون قلب حاصل ہوتا ہے، تکلفات مہمان نوازی کو خوش گوار اور دل خوش کن بنانے میں مانع ہیں۔ گھر بھر کے چھوٹے بڑوں سے محبت سے پیش آنا، زندہ دلی سے گفتگو کرنا۔ اور چھوٹے چھوٹے کاموں میں حصہ لینا چاہئے، خورد سال بچوں سے کھیلنا اور ان کی باتوں میں دلچسپی لینا وقت ضائع کرنا نہیں بلکہ میزبان بی بی کے ارمان بھرے دل کو خوش کرنا ہے،

میزبان کے گھر کو ہوٹل تصور کرنا سراسر حماقت ہے، چنانچہ اس کی بلا اجازت باہر نہ جانا چاہئے، اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مہمان صاحبہ کہیں ملنے ملانے چلی گئیں، اور لطف یہ ہے کہ اپنے واپس آنے کا کوئی وقت معین نہیں کرتیں۔ اب میزبان ان کے انتظار میں سخت تکلیف اٹھا رہی ہیں۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے، گھر بھر میں پریشانی کا دور دورہ ہے۔ دن بھر کے پروگرام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اور کئی کام اس کمبخت انتظار کی بدولت نہیں ہو سکتے۔ مہمان کو دیکھئے تو وہ کھانا ایک سہیلی کے ہاں نوش فرماتی ہیں تو چائے دوسرے کے ہاں، اور میزبان کو بھوکوں مارتی ہیں۔ گھر واپس آکر کہہ دیتی ہیں "زاہدہ نے بے حد اصرار سے کھانا کھلا دیا، وہ تو اب بھی واپس نہ آنے دیتی تھیں زبردستی آگئی ہوں" گویا ان کا واپس آجانا بھی میزبان پر احسان ہے۔ وہ سنتی ہیں اور منہ سے اُف نہیں کر سکتیں،

مہمان کو اپنے گھر کی دلکشی و آراستگی کو مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ میزبان مہمان سے زیادہ نفاست پسند ہو۔ اور اسکو کر بادی جیب دیکھ کر اسے تکلیف ہو، علاوہ ازیں ڈرائنگ روم اور ڈائننگ روم کی چیزوں کو بلا ضرورت الٹ پلٹ کرنا خلاف تہذیب ہے، اگر مہمان بی بی کو موسیقی میں دستبرد ہے تو یہ ہرگز مناسب نہیں کہ میزبان کا پیانو اور ہارمونیم اپنی ملکیت سمجھ کر بجایا جائے۔ بلکہ اس کی اجازت مقدم ہے۔ رخصت کے وقت میزبان کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اور اس خلوص اور دلی جوش، حقیقی محبت اور موثر لہجہ سے کہ میزبان کی آنکھوں سے مہمان کی جدائی کے خیال سے حسرت و یاس عیاں ہو،

آداب مہمان نوازی اور میزبانی کے تحت میں مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا ہے، ایک بہن ذکر کرتی ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک خاتون کے ہاں بغرض ملاقات گئی، تمام دن کام کی وجہ سے فرصت نہ ملی۔ اس لئے مغرب کی نماز ادا کر کے روانہ ہوئی، جب وہاں پہنچی تو مجھے ملاقات کے کمرہ میں بٹھا دیا۔ آدھ گھنٹہ کے شدید انتظار کے بعد (جبکہ بیگم صاحبہ تبدیل لباس کر چکی تھیں) میزبان صاحبہ کی صورت نظر آئی۔ آتے ہی کہنے لگیں "یہ کونسا وقت نکالا آپ نے ملاقات کا۔ کہ سارا مزا کرکرا کر دیا۔ طبیعت کو ایسا ناگوار معلوم ہوا کہ چند منٹ بیٹھ کر واپس آگئی۔ آنے جانے کی زحمت الگ اٹھانی پڑی"، یہ مہمان بی بی بہت ہی سیدھی سادی خاتون ہیں اور انگریزی معیشت سے کوسوں دور! لیکن بہت ہی ملنسار اور خوش خلق ہیں، باتوں باتوں میں ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیتی ہیں۔ وہ اطلاع وغیرہ کرنا فضول خیال کرتی ہیں۔ خیر اچھا ہوا! انہوں نے اسکا خمیازہ اٹھایا۔ کیونکہ بغیر اطلاع جانا عموماً باعث تکلیف ہے۔ لیکن میزبان صاحبہ کو بھی لازم تھا کہ ان کی خندہ پیشانی سے خاطر و مدارات کرتیں، اگرچہ انہیں مہمان کی بیوقت آمد سے تکلیف ضرور ہوئی،

یہی میزبان صاحبہ" اپنی وزٹ رٹرن کرنے تشریف لے گئیں کیونکہ انگریزی رسم و رواج کی بیحد شائق ہیں گو انگریزی کے ایک لفظ سے بھی واقف نہیں۔ وہاں شاید ان کے حسب منشا ڈرائنگ روم سجا ہوا نہ تھا۔ اور شاید دل میں خیال لیجانے کو خلاف تہذیب سمجھ کر انہوں نے فوراً منہ پر کہہ دیا "کیا آپ کا ملاقات کا کمرہ یہی ہے۔؟ خدا ما بتائے کہ یہ کہاں کی تہذیب ہے کہ جہاں جائیں دل شکنی روا رکھیں۔

ملاقات کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انجام خوشگوار ہو، مہمان اپنا نہایت عمدہ اثر میزبان کے دل پر چھوڑ جائے اور میزبان کی جانب نہایت خوشگوار خیالات مہمان کے دل میں موجزن ہوں، تاکہ ملاقات کا اصل مقصد حاصل ہو گفتگو جہاں تک ہو سکے خانگی معاملات کی تحقیقات سے مبرا ہونی چاہیئے،

ملاقات سے معلومات وسیع ہوتی ہیں، تجربہ بڑھتا ہے۔ دوسری بہنوں سے ملکر طبیعت میں تازگی اور فرحت آتی ہے۔ اسلئے ملاقات کا دائرہ وسیع ہونا چاہیئے۔ اور زندہ دلی و خوش مزاجی اس کا نصب العین!

سرور جہاں رعنا۔

مضامین کی رسید

ناقابل اشاعت مضامین کی رسید بصورت مطبوعہ کارڈ جواب تک مضمون نگاروں کو بھیجی جاتی تھی۔ آیندہ صرف انہیں کو بھیجی جائیگی جو اڈیٹر کے نام کے خط میں تین پیسہ کے ٹکٹ بھی رکھدیں گے۔

یہ مضامین شائع ہونگے

(ممکن ہے بعض مضامین کے عنوانات بدلدیئے جائیں)

موسم گرما کے پھول۔ عورت اور ترقی۔ ظرافت۔ دانت آداب۔ اعتدال صحت کے متعلق نگہداشت خط۔ سانپ کا زہر۔ جستجو زندگی۔ دو خط اور ایک مضمون از منصوری خاندان مغلیہ کا ایک گم شدہ ستارہ۔ قبیلہ تو ارج۔ اچھی صلاح مذاق۔ صفائی۔ ہماری گمراہی اور اس کا علاج۔ کیا پڑھیں درازی حیات۔ نظم شمع۔ بچاری فارسی۔ توہم پرستی۔

ناقابل اشاعت مضامین

ایک آرزو۔ فصل کاٹنے والی۔ کتے کی کہانی۔ سنی کی زبانی۔ کیا تعلیم کسب معاش ہی کے لئے حاصل کی جاتی ہے۔ میرا خط۔ کس جرم کی پاداش میں۔ صفحۂ ہستی پر ایک نظر۔ نیرنگی زمانہ۔ شیریں اُمید۔ جذبات مادر۔ ناشاد کی عید۔ یتیموں کی عید۔ جبیبہ اسٹور۔ شریف النساء بیگم۔ بچہ اور ماں۔ عورتوں پر خیالات کا اثر۔ صدائے دل۔ خوشامد۔ مسلمانوں کی پستی کے اسباب غائر نظر سے۔ ایک شام۔ تعلیم نسواں۔ اسلام اور عورت۔ اخلاق و عادات۔ خاندانی خرافت۔ پردہ عورتوں کے لئے ضروری ہے۔ چاند سے خطاب۔ لڑکیوں کی شادی۔ کفایت شعاری۔

اڈیٹر

دستِ کرم

جن دردمند خواتین و حضرات نے تربیت گاہ بنات کے لئے بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ فرمایا ہے۔ ان کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

شہزادہ اعظم جاہ بہادر و شہزادہ معظم جاہ بہادر حیدرآباد دکن	۲۰۰
نواب فخر الملک بہادر حیدرآباد دکن (ماہوار)	لعہ
سید جانعالم صاحب شاہجہاں پور سٹی	۵۰
بیگم صاحبہ شیخ منظور حسن صاحب دینا نگر	۲۵
مولوی خلیل احمد صاحب پربنی دکن	۲۰
بیگم صاحبہ خلیفہ ہادی حسن صاحب پٹیالہ اسٹیٹ	۲۴
بنت چودہری محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے عدن	۲۵
ام کے بر حبیبہ صاحبہ ریت گھاٹ بھوپال	۲۵
شیخ محمد یعقوب صاحب کلکٹر سکھر	۵۰
عبدالرشید خانصاحب ملک راجہ شاہی بنگال	۲۵
ہمشیرہ عبدالرؤف صاحب سیوہارہ بجنور	۲۰
محمد اقتدار اللہ خانصاحب جلال نگر	۵۰
بیگم صاحبہ احمد حسین صاحب نگرامی لکھنؤ	۲۰
احمد حسین خانصاحب عدن باغ حیدرآباد دکن	۴۳
بانو فضل کریم صاحب بردوٹ منڈی دہرم سالہ	۴۰
اہلیہ رحمت اللہ صاحب نظامی ڈیرہ دون	۱۵
ہمشیرہ اسلم خانصاحب خان بہادر محمد حسین صاحب لکھنؤ	۲۵
ہمشیرہ محمد ذکریا اللہ رکھا صاحب اجمیر	۱۵
حافظ محمد شفیع صاحب صدر بازار دہلی	۱۵
ڈاکٹر امیر حسن خانصاحب جھنجن ہے پور	۱۵
بیگم صاحبہ نجم الانشا مولوی داؤد احمد صاحب بھوپال	۱۵
صاحبزادہ و شرت محمد خانصاحب پتھاری اسٹیٹ	۲۵
محمد امین ملا داؤد صاحب رنگون	۲۵
بیگم صاحبہ مولوی مختار احمد صاحب صدیقی کانپور	۲۰

(باقی رقمیں بنات ماسبق میں شائع ہونگی) راشد الخیری

سلامی

عمر - (دوڑتا ہوا آکر مسرت آمیز لہجہ میں) اماں جان میں ابھی منشی نانا صاحب کے مکان پر گیا تھا وہاں پر تو کچھ عجیب دھوم دھام ہے۔

زبیدہ - (عمر کی والدہ - ذرا غور کر کے) ہاں بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہ کی شادی کے ساز و سامان ہو رہے ہیں - اچھا تو پھر وہاں تم نے کیا کیا نمایاں چیزیں دیکھیں۔

عمر - سارا گھر سج رہا ہے اور مکان کے سامنے ایک عالیشان شامیانے کا انتظام ہے - مہانوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ گھر ایک خاصا مسافر خانہ معلوم ہوتا ہے (ذرا ٹھہر کر) کیوں اماں جان ہمیں شادی میں تو ضرور مدعو کیا جائے گا؟

زبیدہ - رشتہ داری کا معاملہ ہے وہاں جانا ایک لازمی امر معلوم ہوتا ہے - لیکن . . . . . (ایک بڑھیا داخل ہوتی ہے سلام اور مزاج پرسی کے بعد کہتی ہے)

بڑی بی - منشی جی کی بیوی نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے ان کی لڑکی فاطمہ کا نکاح ہے تاکید سے کہا کہ آپ ضرور آئیے۔

زبیدہ - (کچھ دیر تامل کر) اچھا بڑی بی - پھر آئیے میں دریافت کر کے جواب دوں گی۔

بڑی بی چلی گئیں اور زبیدہ ایک عالم پریشانی میں گرفتار ہو گئیں - زبیدہ کے خاوند مسٹر مظہر ایک متوسط لیکن شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے دیگر تمام مسلمانوں کی طرح مالی حالات ان کے بھی تباہ کن اور افسوسناک تھے۔

اسی دن شام کو کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میاں بیوی گفتگو کر رہے ہیں۔

بیوی (زبیدہ) کیا آپ نے نہیں سنا کہ میرے رشتہ داروں میں ایک پرتکلف شادی کا اہتمام ہو رہا ہے

میاں - (مظہر) ہاں - منشی جی کے ہاں تو بڑی دھوم دھام سے انتظام ہو رہا ہے - یہ تو بتلایئے دولہن سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

بیوی - وہ میری تایا زاد ہمشیر ہوتی ہیں - آہ - ہماری تنگدستی کا یہ عالم ہے کہ آج کل کے رسم و رواج کے بموجب شادی بیاہوں میں شرکت کرنا گویا اپنے کو حقیر اور ذلیل بنانا ہے۔

میاں - واقعی مسلمانوں میں مفلسی اور مفلوک الحالی کا ایک بڑا سبب غیر ضروری رسومات شادی کی پابندی ہے۔

بیوی - وہاں کی بڑی بی آج دعوت کا پیغام لائی تھیں میں نے کوئی قطعی جواب نہیں دیا ہے۔

میاں - تو پھر منشا کیا ہے؟

بیوی - زیورات وغیرہ تو بڑے دن سے عارضی طور پر مانگ سکتی ہوں لیکن دولہا دلہن کی سلامی کا انتظام کرنا بہت دقت طلب ہے

میاں - ہائے خدا - سلامی کا رواج بھی کس قدر بدنما اور المناک ہے کہ جس کے خوف سے مسلم خواتین کا ایک بڑا گروہ شادیوں میں شرکت کرنے سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور اگر رشتہ دار مجبور ولاچار ہو کر شرما شرمی شریک بھی ہوتے ہیں تو سلامی کا ادا کرنا ان کے لئے ایک بار گراں ہو جاتا ہے۔

(دوسرے دن بڑی بی کا دوبارہ مکان میں داخل ہونا)

بڑی بی - آداب عرض بی بی صاحبہ - کیا کہے گیا - ہماری بی بی صاحبہ (دولہن کی والدہ) کہتی تھیں کہ آپ اکثر شادی بیاہوں میں شرکت نہیں فرماتیں اس مرتبہ آپکو ضرور ہی آنا پڑے گا

سوکن کا جلاپا

ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دفعہ اپنے اصحاب کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں صحابہ نے ایک عورت کو دیکھا ایک بچہ اس کے کندھے پر سوار ہے اور دوسرے کا ہاتھ پکڑے گھسیٹے لے جا رہی ہے کندھے پر جو بچہ ہے وہ نسبتاً بڑا اور چل سکنے کے قابل ہے، بخلاف اس کے جس کو وہ پیدل لے جا رہی ہے بہت چھوٹا اور پیادہ پا چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہ دیکھکر صحابہ کو حیرت ہوئی کہ عورت کس قدر بے رحم ہے۔ آخر رہا نہ گیا۔ بڑھکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اور وجہ دریافت کی سردار دو عالم نے دیکھا کہ واقعی صحابہ کا استعجاب بے جا نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اس واقعہ میں ایک عجیب راز پوشیدہ ہے۔ جو بچہ عورت کے کندھے پہ سوار ہے اس کی سوکن کا ہے اور جس کا ہاتھ پکڑے لیجا رہی ہے اس کا حقیقی بیٹا ہے بظاہر دیکھنے والوں کو یہ بات ایک حد تک پسندیدہ معلوم ہوگی کہ بہ نسبت اپنے بچہ کے اس نے سوکن کے بچہ کو زیادہ آرام دیا۔ مگر واقعہ اس کے برخلاف ہے اور اس کا حقیقی فلسفہ یہ ہے کہ لڑکا خواہ بڑا ہو یا چھوٹا کندھے یا گود میں اٹھانے کی اگرچہ کتنی ہی ناقابل برداشت تکلیف ہو سب کچھ قبول مگر رقابت کا جوش یہ منظور نہیں کرتا کہ اس کی صورت سامنے رہے۔ اپنے بچہ کو پیدل چلانے کی غایت یہ تھی کہ نظر سے اوجھل نہ رہے باوجودیکہ اس میں پیدل چلنے کی مطلق سکت نہ تھی مگر اس تکلیف کو اس نے اس رقابت کے مقابلہ میں برداشت کر لی جو سوکن کے ایک معصوم بچے کو بار بار دیکھنے سے ہوا کرتی تھی۔

سردار دو عالم نے اس عورت کو طلب فرما کر اس واقعہ کی تصدیق کی عورت بے ساختہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑی اور عرض کیا یا رسول اللہ (فداک امی وابی) قسم ہے اس رب العزت کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس واقعہ کے نفس الامر کو آپ نے معلوم فرمایا۔ حالانکہ میرا یہ فعل جس نیت کے تحت تھا۔ اس کی حقیقت کو بجز آپ کی ذات پاک کے اور کوئی انسان پہچان نہیں سکتا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ نسوانی زندگی میں سوکن کا جلاپا کس قدر تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ آج مسلسل تیرہ سو برس سے عہد بہ عہد رقابت کی گوناگوں داستانیں سننے میں آتی رہتی ہیں اور زمانہ جوں جوں متمدن اور شائستہ ہوتا جا رہا ہے رقابت سوکن کی آگ اور زیادہ مستقل ہوتی جاتی ہے۔ اگرچہ دور حاضرہ کی نسوانی دنیا نے اپنے رُخ کو بے نقاب کر دیا ہے اور باعتبار تعلیم یافتہ ہونے کے عورتیں مردوں کے دوش بدوش چلنے کی کوشش کر رہی ہیں مگر پھر بھی سوکن کے جلاپے کا پرانا آتش کدہ روز افزوں بھڑک رہا ہے۔

صالحہ خانم حیدرآباد دکن

صحت بخش گرم چشمے

ضلع گوڑگانوہ میں سینہ ایک قصبہ ہے جس میں بچے سے بڈھے تک، عورت مرد کوئی شخص موسم سرما میں روئی کا یا کسی اونی کپڑے کا استعمال نہیں کرتا دسمبر اور جنوری کے مہینہ میں بلا کی سردی پڑتی ہے مگر وہاں کے رہنے والے صرف معمولی ململ یا گاڑھے کے کرتہ اور پاجامے میں بسر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قصبہ میں ایک گندھک کا چشمہ ہے جس کو چاروں طرف دیوار سے روک کر موریاں کھودی ہیں۔ اسی احاطہ میں اوتر کی طرف ایک مندر ہے مغرب کی طرف عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت کی مسجد ہے اور دکن کی طرف دالان بنے ہوئے ہیں۔ ایک موری پچھم رُخ کی ایک چھوٹے سے حوض میں پڑتی ہے جس میں مسجد کے نمازی وضو کرتے ہیں، پورب سمت کی موری بھی ایک حوض کی طرف ہے جس میں صرف عورتیں نہاتی ہیں اوتر کی طرف ایک کھڑکی کھودی ہے جس میں سے لوٹا ڈال کر پانی بھرتے ہیں۔ دکن رُخ کی موری سے بھی پانی ایک بڑے حوض میں جاتا ہے جس میں مرد نہاتے ہیں اسی حوض سے بذریعہ موری ایک حوض میں پانی جاتا ہے جس میں چوڑے چمار نہاتے ہیں اس کا پانی کافی گرم ہوتا ہے اور اس میں نہانے سے کئی دن تک بدن میں ایسی گرمی پیدا ہو جاتی ہے کہ جاڑے میں رضائی مطلق نہیں اوڑھ سکتے، میرے والد ماجد جب دورہ پر تشریف لے گئے تو ایک مشک پانی منگوا کر ہم نے بھی دیکھا واقعی بہت گرم تھا اگرچہ گندھک کا چشمہ سمجھا جاتا ہے مگر اس میں گندھک کی بو نہیں تھی۔

صاحب عجائب المخلوقات نے چشمہ بامیاں کا ذکر لکھا ہے کہ پانی اس میں اونٹتا رہتا ہے اگر کوئی اس میں نہائے تو بدن کی چربی پگھل جاتی ہے۔ اسی طرح چشمہ دوارقی ہے کہ اس کا پانی گرم رہتا ہے اور کبھی دھواں کبھی شعلے اس میں سے نکلتے ہیں۔ اگر کپڑا بھی اس میں گر جائے تو جل جاتا ہے مگر جو شخص بتدریج اس میں نہائے تو مرض جلدی جاتا رہتا ہے چشمہ فرطور نواح آذربائیجان میں ہے اس کا پانی بہت گرم رہتا ہے اور لوگ جلدی امراض کے مبتلا وہاں جا کر نہاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

صاحب تحفۃ الغرائب نے چشمہ باسی چمن کا ذکر کیا ہے کہ اس کا پانی اس قدر گرم ہے کہ کوئی حیوان اس کے پاس جاتا ہے تو مر جاتا ہے اور کوئی پرندہ اوپر اڑتا ہو جائے تو آگ کی گرمی سے جل جاتا ہے۔ اسی طرح چشمہ یل قزدین کے پاس ہے۔ موضع یل میں جو کوئی مریض اس کے گرم پانی میں نہائے مرض سے نجات پاتا ہے۔ قدرت نے عجیب عجیب کرشمے اور معجزے دکھائے ہیں جو انسانی سمجھ سے باہر ہیں ان چشموں کے علاوہ اور بھی بہت چشمے ہندوستانی اور ایران روم اور امریکہ وغیرہ میں گرم موجود ہیں۔ اکثروں میں نہانے سے دفعہ مرض ہوتا ہے، لہذا یہ قدرتی حمام دیکھ کر حکیموں نے حمام بنائے اور گرم پانی میں غسل موجب صحت سمجھا گیا اگرچہ اس زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے نہانا مفید صحت کہا جاتا ہے مگر درحقیقت قدرت ہم کو گرم پانی میں نہانے کی ہدایت کرتی ہے۔ نیز گرم پانی کے نہانے سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوتی مگر ٹھنڈے پانی سے نہانا کمزور جسموں کو اکثر نقصان پہنچاتا ہے۔ جوانوں کو چنداں مضر نہیں۔ ہمارے

ملک کی ضعیف عورتیں اور بڑی بوڑھیاں اعدا زجائیں ٹھنڈے پانی سے نہالیں تو بیمار پڑ جائیں۔ بلکہ گرم پانی میں اجوائن یا نمک ڈلوا دیتی ہیں۔ میری رائے میں نہ گرم پانی سب کو مفید ہے اور نہ سرد۔ اپنے مزاج کے موافق ہونا چاہئے یہ ٹھیک ہے کہ گرم پانی مسامات کو کھولتا ہے۔ پسینہ خارج کرتا ہے بدن کو ہلکا کرتا ہے، جسمانی گرمی دور ہوتی ہے اور ٹھنڈا پانی مسامات بند کرتا ہے۔ جسمانی گرمی بڑھاتا ہے زیادہ سرد موسم ہو تو زکام نزلہ درد سر فالج لقوہ پیدا کرتا ہے۔ مگر اعتدال سے کام لینا چاہئے (خیرالامور اوسطہا) بچوں کے لئے نیم گرم پانی ہر موسم میں مفید ہے۔ ان کی تندرستی اچھی رہتی ہے۔

ایس بیگم بریلی

جو دہلی کے مشہور شاعر اور عصمت کے مخصوص نامہ نگار مولانا حافظ اسعد حسین صاحب عرشی نے بتقریب نکاح میاں صادق الخیری (خلف اصغر حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ) پڑھا تھا

بنا کر لائی ہیں حوران فردوس بریں سہرا — ہے جیسا نازنیں دولھا ہے ویسا نازنیں سہرا

ملائک نے درود پاک دم کر کر کے گوندھا ہے — اٹھا کر دوش پر لائے ہیں جبریل امیں سہرا

فریب چشم ہے ان کا جو سہرا اس کو کہتے ہیں — رخ نوشہ پہ ہے یہ نور کی بارش نہیں سہرا

دلوں کی آرزوؤں کا ہے مرکز ہے اسی باعث — دل آرا، دلربا، دلدار، دلبر دل نشیں سہرا

معطر ہو کے یکسر نکہت گیسوئے نوشہ سے — ہوا ہے غیرت صد نافہ ہائے مشک چیں سہرا

مہک اٹھی شمیم جاں فزا سے عقد کی محفل — کسی محبوب کی گویا ہے زلف عنبریں سہرا

ہیں لڑیاں سرنگوں اس واسطے سہرے کی اے نوشہ — کہ پابوسی کو تیری جھکتا ہے سوئے زمیں سہرا

حسینوں کا ہے مجمع چشم بد دور آج محفل میں — حسیں دولھا حسیں دلہن حسیں طرہ حسیں سہرا

مبارک صادق الخیری کا سہرا راشد الخیری — دکھائے سعد کا بھی تم کو رب العالمیں سہرا

مرا ہر شعر ایک الہام ہے اہل سخن سنکر
نہ ہوں مسحور کیوں عرشی کہ ہے سحر مبیں سہرا

۲۲ نومبر ۱۹۳۱ء

دل و دماغ کے لئے چند مقوی چیزیں

مندرجہ ذیل چیزیں دل و دماغ کے تقویت کے لئے از حد مفید ہیں۔ اور ہمارے ہاں اکثر استعمال ہوتی ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ انہیں فائدہ اٹھائیں گی۔

(۱) چنے کی دال :۔ چنے کی دال ایک سیر چینی بورا ایک سیر روغن زرد ایک سیر بادام ایک پاؤ
پستہ آدھ پاؤ۔ کشمش ایک چھٹانک

ترکیب :۔ دال کو باریک پیس کر الگ رکھ لیں۔ چولہے میں آگ جلا کر اور کڑاہی صاف کر کے ایک پاؤ گھی کڑاہی میں ڈالیں اور خوب تپتیں تاکہ دال میں اچھی طرح مل جائے۔ دھیمی آنچ پر دال کے آٹے کو بھونیں جب سرخ ہو جائے اور خوشبو آنے لگے تو اُتار لو اور چھلنی سے چھان لو۔ اگر کوئی گانٹھ وغیرہ نکلے تو اسے متھ کر دوبارہ بھونو۔ کیونکہ گٹھلیوں کا آٹا کچا ہوتا ہے۔ جب سب دال بھن چکے تو ایک طرف رکھ دو۔ اب باقی ماندہ تین پاؤ گھی کڑاہی میں ڈال کر آگ پر رکھو جب کڑ کڑانے لگے تو چینی گھی میں ملا دو اور خوب ہلاؤ۔ اب باداموں کی چھلی ہوئی گریاں اور پستہ باریک کاٹ کر اور کشمش وغیرہ اس میں ملا دو۔ بعد ازاں دال کا آٹا جو الگ بھونا ہوا رکھا تھا ملا دیں اور خوب چلائیں تاکہ سب چیزیں بخوبی مل جائیں تھوڑی دیر ہلانے کے بعد اُتار لیں۔ حسب منشا خوشبو بھی ڈال سکتے ہیں۔ ہر روز صبح کے وقت چھٹانک بھر گرم کر کے نوش کریں اور موسم سرما میں استعمال کریں۔ تقویت دماغ کے لئے بہت مفید ہے۔

(۲) دال ماش :۔ رات کو ماش کی دال سیر بھر پانی میں بھگو دیں۔ صبح کو مل کر دھوئیں تاکہ چھلکے اُتر جائیں۔ اب اس دھلی ہوئی دال کو دھوپ میں سکھا کر پیس لیں اور آٹے کے ہموزن چینی گھی ملائیں۔ مذکورہ بالا ترکیب سے وہی مغز ملا کر بنائیں۔ موسم سرما میں بوقت صبح چھٹانک بھر گرم کر کے نوش کریں۔ یہ بھی تقویت دماغ کے لئے مفید ہے۔

ترکیب ثانی :۔ دال مقشر ایک سیر مغز بادام مقشر بیس تولہ مغز تربوزہ ۵ تولہ مغز خربوزہ ۵ تولہ مغز کدو ۵ تولہ مغز خیار ۵ تولہ دانہ الائچی خورد ۵ تولہ روغن زرد ایک سیر چینی دانہ دار ایک سیر نشاستہ ۱۰ تولہ گوند ببری ۱۰ تولہ مادا شیر گاؤ ۲۰ تولہ

ترکیب :۔ دال اور نشاستہ کو ملا کر اس کا روانہ نکالا جائے۔ پھر چینی کا قوام کر کے سب اشیاء کو باریک کر کے قوام میں ملائیں۔ گوند کو روغن میں بھون کر باریک کر لیں اور باقی اشیاء کو نیم کوفتہ کر کے پھر سب قوام میں ملائیں اور کسی روغنی برتن میں رکھیں خوراک بوقت صبح ایک چھٹانک۔ دماغی کام کرنے والوں کے لئے از حد مفید ہے، یہ نسخہ ایک کامل حکیم صاحب کا مجوزہ ہے

(۳) ترکیب ثالث :۔ دال ماش ایک سیر روغن زرد ایک سیر چینی دانہ دار ایک سیر پستہ آدھ پاؤ مغز بادام مقشر آدھ پاؤ
دانہ الائچی خورد ۵ تولہ مغز کدو ۵ تولہ

دال رات کو بھگو دیں۔ اور صبح مل کر دھو لیں۔ جب سب چھلکے اتر جائیں تو سل پر باریک پیس لیں۔ یہ دیسی پٹھیوں کی پیٹھی کی طرح ہونی چاہئے اور گھی کڑاہی میں ڈال کر چولہے پر رکھیں۔ جب کڑکڑانے لگے تو پیٹھی کے چھوٹے چھوٹے [illegible] تل لیں آنچ دھیمی ہونی چاہئے جب سرخ ہو جائیں تو اتار لیں اور کوٹ کر موٹے آٹے کی مانند کر لیں۔ اب کڑاہی ڈال [illegible] میں چینی ڈال کر تھوڑی دیر چلائیں اور بھنا ہوا آٹا نیز باقی اشیاء ڈال کر خوب ہلائیں تھوڑی دیر کے بعد اتار لیں۔ نہایت لذیذ ہوگی۔

(۵) مونگ کی دال:۔ عمدہ مونگ کی دال۔ گھی۔ چینی۔ ہموزن ملا کر دال نخود کی [illegible] اور دیگر مغز ڈال لیں۔ دردِ سر کے لئے مفید ہے۔

(۶) دھنیا:۔ دھنیئے کی گریاں ایک پاؤ گھی ایک پاؤ قند ایک پاؤ مغز بادام آدھ پاؤ پستہ آدھ پاؤ

ترکیب اچھے موٹے دھنیئے کو اوکھلی میں ڈال کر آہستہ آہستہ کوٹو تھوڑی دیر کے بعد چھلکے الگ ہو جائیں گے، اور گریاں الگ۔ ان گریوں کو باریک پسوا لیں۔ پھر کڑاہی میں گھی گرم کر کے سب چیزوں کو ڈال دیں، اور خوب ہلائیں جب سمٹ کر ایک جان ہو جائے تو اتار لیں، خوراک چھٹانک بھر مقوی دماغ ہے۔ چند دنوں میں فائدہ ہوگا۔ مارچ اپریل میں استعمال کریں۔

(۷) سونف:۔ دھنیئے کی طرح بنایئے۔ اور شب کو سوتے وقت چھٹانک بھر نوش کیجئے۔ مقوی دماغ ہونے کے علاوہ ہاضم بھی ہے

(۸) اسبغول:۔ اسبغول کو اچھی طرح صاف کر لیں تاکہ کنکر وغیرہ بخوبی دور ہو جائیں۔ پھر چکی میں باریک پسوا لیں۔ اور دھیمی آنچ پر پانچ منٹ بھوننے کے بعد اتار لیں اور دھنیئے کی مذکورہ بالا اشیاء ملا کر بنا لیں اور بجائے قند کے مصری پیس کر ڈالیں۔

(۹) ترکیب اسبغول دوم:۔ اشیاء! ناریل سالم ایک عدد۔ اسبغول، سوجی، قند، گھی، مغز بادام، پستہ وغیرہ۔

ناریل میں کسی چیز سے چھوٹا سا سوراخ کر لیں اور صاف کئے ہوئے اسبغول سے بھر لیں۔ سوراخ والی جگہ پر سخت گوندھا ہوا آٹا لگا لیں تاکہ اسبغول باہر نکلنے نہ پائے۔ پھر سوجی یا آٹے کو سخت گوندھ کر موٹی روٹی بنا لیں اور ناریل کے اوپر لپیٹ دیں۔ اب ایک دیگچی میں اس قدر دودھ ڈالیں، جس میں ناریل بخوبی ڈوب جائے، پھر دیگچی کو چولہے پر چڑھا دیں۔ جب دودھ کھولنے لگے، تو ناریل کو دودھ میں ڈال دیں اور پکنے دیں۔ جب سرخ ہو جائے تو اتار لیں۔ اور باہر کا آٹا ایک تھالی میں اتار کر رکھ لیں۔ پھر سوراخ والی جگہ میں سے آٹا نکال کر اسبغول کو نکالیں اور جس قدر اسبغول نکلے، اس کے ہموزن گھی، چینی تول لیں۔ اور اس آٹے کو کوٹ کر باریک کر لیں۔ اور کڑاہی میں گھی کڑکڑا کے اسبغول چینی اور آٹا ڈال دیں حسب مرضی مغزیات بھی ڈالیں اور تھوڑی دیر ہلانے کے بعد اتار لیں اور چھٹانک بھر بوقت صبح کھائیں، تقویت دماغ کے لئے نہایت ہی فائدہ مند ہے۔ آزما کر دیکھیں۔

(۱۰) گوند:۔ گوند کیکر ایک پاؤ۔ گھی ایک پاؤ قند ایک پاؤ مغزیات قدرے

ترکیب:۔ گوند کو آہستہ آہستہ کوٹو۔ تاکہ چھوٹی چھوٹی ڈلیاں ہو جائیں، گھی کو چولہے پر کڑکڑاؤ اور تھوڑی تھوڑی ڈلیاں ڈال کر نہایت دھیمی آنچ پر بھونو، جب سب ڈلیاں پھول جائیں تو انہیں گھی میں سے نکال کر اوکھلی میں کوٹو، پھر گھی میں قند اور گوند کوٹی ہوئی ڈال کر ہلاؤ۔ کشمش کھوپرے کے ورق، بادام، پستہ، الائچی خورد کے دانے ڈالدو اور خوب ہلاؤ تاکہ سب چیزیں یکجان ہو جائیں، صبح کے وقت نہار منہ چھٹانک بھر کھائیں۔ دردِ کمر کو نفع کرتا ہے۔

آر۔ ایس۔ ایم چودھری مبارک علی شور کوٹ

بچوں کی کھانسی زکام

آج کل کے موسم میں بچوں کیا بڑوں کو بھی اکثر کھانسی زکام ہوجاتا ہے اور عام طور پر یہ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ لیکن بچوں کی حالت بڑی نازک اور قابل رحم ہے کہ وہ بے زبان اپنے منہ سے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کرسکتے اور بعض وقت معمولی بات سمجھکر کوئی خاص توجہ نہ کرنے سے ننھی سی جان نمونیہ یا کروپ (جسے پسلی کہتے ہیں) کی نذر ہوجاتی ہے۔ اس وقت میں اپنے تجربہ کی بناء پر ناتجربہ کار ماؤں کی واقفیت کے لئے کچھ لکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ انہیں غور سے پڑھکر عمل کرنے کی کوشش کریں گی۔

کروپ کا مرض جسے پسلی یا ڈبہ کہتے ہیں اس کی ابتدا ایک خاص قسم کی کھانسی سے ہوتی ہے جس کی آواز معمولی کھانسی سے کچھ مختلف ہوتی ہے سینے سے ایک خاص آواز ڈھول کی آواز مشابہ گونجتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، جیسے کوئی ڈھوں ڈھوں کرتا ہو۔ اگر بچے کو اس قسم کی کھانسی اٹھنے لگے تو ایک منٹ کی غفلت کئے بغیر کسٹرائیل پلادینا چاہئے اگر اس کے پینے سے قے بھی ہوجائے گی تو کوئی مضائقہ نہیں سینہ کا بلغم خارج ہوکر سکون ہوجائے گا اور مرض بڑھنے نہ پائے گا۔ لیکن دستوں کا آنا بھی بہت ضروری ہے اس لئے دوبارہ کسٹرائیل پلادینا چاہئے۔ اور سینے اور پشت پر ایک حصہ تارپین کا تیل دو حصہ کڑوے تیل میں ملاکر ہاتھ سینک سینک کر آہستہ آہستہ لیکن دیر تک اس طرح مالش کرنی چاہئے کہ تیل اچھی طرح جذب ہوجائے، یہ تو ہیں روک تھام کی فوری تدابیر اور دن ہو یا رات کسی وقت ان سے غفلت نہ کرنی چاہئے۔ اس کے بعد حکیم یا ڈاکٹر کو دکھاکر باقاعدہ علاج کرنا اور جب تک بالکل آرام نہ ہوجائے پوری پابندی کے ساتھ دوا اور پرہیز جاری رکھنا چاہئے وہ چیزیں جو ٹھنڈی اور قابض ہوں مثلاً فیرنی، چاول، کیلا نارنگی وغیرہ اس حالت میں زہر کا اثر رکھتی ہیں۔ ان سے بچے کو بالکل بچانا چاہئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے ایک چار سالہ بچے کو یہی کھانسی صبح سے شروع ہوئی اس وقت میرا تجربہ بھی بہت کم تھا اور اس دن ہمارے ہاں کئی عزیزوں کی دعوت تھی اس لئے میں نے کچھ زیادہ خیال نہ کیا اور دعوت کے اہتمام میں مصروف ہوگئی گھر میں فیرنی بھی پکی اور چونکہ بچے کو بہت مرغوب تھی سہ پہر کو میں نے اسے اس خیال سے کہ ٹھنڈی ہوکر نقصان کرے گی گرم فیرنی کھلادی دن بھر وہ کھیلتا رہا اور شام کو حسب معمول سو رہا آٹھ بجے میں چھوٹی بچی کو سلانے کمرے میں آئی تو میں نے دیکھا کہ اسے بخار چڑھا ہوا ہے اور سانس فرفر ہوکر الٹا سیدھا چل رہا ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب مہمان تو کھا چکے ہیں، میں بچی کو سلاکر گھر کے نوکروں کو کھانا دے دوں اور باورچی خانے کا سامان رکھوا ڈھکوا دوں تو ابھی آکر اس کے سینے پر مالش کردوں گی آج اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوتی ہے یہ سوچ کر میں اٹھی اور

قریب آدھ گھنٹے میں سب کاموں سے فارغ ہو کر مالش کرنے کے ارادے سے آگ کی انگیٹھی لئے میں کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ بچہ بری طرح تڑپ رہا ہے اور آدھا جسم اس کا پلنگ سے نیچے لٹکا ہوا ہے، میں نے انگیٹھی رکھ دی اور دوڑ کر اسے سنبھالا ماما کو آواز دی وہ آئی تو نیچے خبر کرائی جہاں بچے کے والد اور دوسرے عزیز مہمانوں کو رخصت کر رہے تھے سب دوڑتے ہوئے آئے انہوں نے کہا غضب ہو گیا "بچہ کو کروپ کا دورہ پڑ گیا۔ جلدی سے ڈاکٹر کو بلانے آدمی بھیجا اور فوراً ایک چمچہ کسٹرائیل گرم کر کے بچہ کے منہ میں ڈالا۔ بچہ کے دانت بالکل بھنچے ہوئے تھے منہ سے کف جاری تھا اس لئے بڑی دقت ہوئی مگر خیر جوں توں کر کے جتنا بھی کسٹرائیل منہ میں پہنچ سکا پہنچایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچے کو قے ہو گئی اور ڈاکٹر کے آنے سے پیشتر ہی بچہ ہوش میں آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آکر دیکھا اور حال سن کر کہا کہ یہ آپ لوگوں نے بہت اچھا کیا کہ میرے آنے سے پہلے ہی کسٹرائیل دیدیا ورنہ اتنے سخت دورے میں زیادہ دیر لگ جائے تو دم گھٹ کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ اگر بچے کو صبح کو کسٹرائیل دیدیا جاتا تو اس وقت ہرگز یہ دورہ نہ پڑتا۔ اس دن سے مجھے ایسے کان ہوئے کہ جہاں کسی بچے کی کھانسی کی آواز غیر معمولی ہوئی چاہے رات کے دو ہی کیوں نہ بجے ہوں فوراً کسٹرائیل پلاتی اور مالش کرتی ہوں۔ اور خدا کی مہربانی سے پھر کبھی کسی بچے کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ دو تین برس کے بچے کو املتاس کا جلاب بھی اس طریقے سے دینا بہت مفید ہوتا ہے کہ تین چھٹانک دودھ میں ۶ ماشہ املتاس کا گودا جوش کیا اور مل کر چھان لیا پھر تھوڑی سی شکر ملا کر پلا دیا بچے اکثر چائے کے دھوکے میں اس کو بڑی آسانی سے پی لیتے ہیں۔ مگر صبح کے وقت پلانا چاہئے اور جب تک اچھی طرح دست نہ آ جائیں سوائے دودھ چائے یا سونف کے عرق کے اور کچھ نہ کھلانا پلانا چاہئے، دو تین بار یہ چیزیں نیم گرم پلانے سے امداد پہنچے گی اور اچھی طرح پیٹ صاف ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ اس جلاب میں سیاہ رنگ کے دست آتے ہیں مگر یہ صرف املتاس کا اثر ہوتا ہے کہ اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ دوپہر کو نرم کھچڑی دینی چاہئے، یہ علاج بھی میرے تجربہ میں تیر بہدف ثابت ہوا ہے اور اس کے بعد پھر کسی اور دوا کی ضرورت باقی نہیں رہتی ایک میں بچہ کو آرام ہو جاتا ہے۔

اتنا کہنا اور باقی ہے کہ آج کل بچوں کے لباس میں اس بات کا خیال خاص طور پر رکھنا چاہئے کہ سینہ گرم رہے خدا بھلا کرے آج کل نئے فیشن کا ہر چیز سینہ پر سے کھلی رہتی ہے۔ کوٹ خواہ ڈبل بریسٹ کا ہی کیوں نہ ہو سینے پر سے کھلا ہوگا ویسکوٹ سوئٹر فراک غرض ہر چیز سینے پر سے کھلی رہتی ہے اور شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ نمونیہ کی اتنی کثرت جیسی آج کل ہے کبھی نہیں سنی تھی فیشن ایبل ماؤں کو اختیار ہے اپنے بچوں کو جس فیشن میں چاہیں رکھیں مگر خدارا انہیں سب کپڑوں کے نیچے ایک روئی کی نیم آستین بند گلے کی ضرور پہنائے رکھیں تاکہ سینہ اور بازو اچھی طرح گرم رہیں۔

ظفر جہاں

دست کاری

دست کاری نہایت مفید کارآمد چیز ہے۔ اس سے ہم بیکار نہیں رہ سکتے۔ ہمارا قیمتی وقت ضائع نہیں ہونے پاتا۔ طبیعت میں اطمینانِ قلب وسکون حاصل ہوتا ہے۔ بیکاری سے دل گھبراتا ہے۔ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیا نہایت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ نگاہ میں بہت قدر ہوتی ہے۔ احتیاط سے استعمال کیا جاتا ہے اور جلد خراب ہو جانے سے اپنی محنت وجانفشانی کا بہت افسوس ہوتا ہے۔

جن بہنوں کو خدا نے اس قدر امارت دے رکھی ہے کہ ان کو ہلانے کی ضرورت نہیں انہیں بھی جو خوشی اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں ہوگی بازار سے خریدی ہوئی چیزیں میسر نہ ہوگی۔ افسوس ہماری ہندوستانی بہنیں دستکاری کی طرف متوجہ نہیں ہوتیں۔ یورپین عورتیں دستکاری سے بہت فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ہندوستانی خواتین جہاں بقدر اندھا دھند تقلید یورپ کے پیچھے پڑی ہیں۔ وہاں اگر دستکاری کی بھی پیروی کریں تو کس قدر خوشی ہو۔ عیسائی خاتون کبھی اپنا وقت بیکار نہیں جانے دیتی۔ میں نے اکثر یورپین لیڈیز کو دیکھا ہے۔ کہ باوجود ہر طرح کی فارغ البالی وآسودہ حالی کے وہ نہایت شوق سے کوئی نہ کوئی کام کرتی رہتی ہیں۔ اس کو وہ عیب نہیں خیال کرتیں۔ بلکہ فخر د شوق سے اپنی بنائی چیزیں دکھاتی ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کام کے کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ کوئی عیسائی عورت دست کاری سے ناآشنا نہ ہوگی۔ ان کی دلی آرزو ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی لیاقت سے دوسروں کو بھی مستفید کریں۔ برخلاف اس کے اگر ہماری کسی ہندوستانی بہن کو کچھ آتا ہوگا۔ تو وہ دوسروں کو بتانے میں ہمیشہ بخل سے کام لیں گی۔ اپنی ناسازی طبع یا عدیم الفرصتی کے چھوٹے عذروں سے ٹال دینگی۔

عرصہ دو سال کا ہوا، ایک یورپین لیڈی ڈاکٹر سے میری ملاقات ہوئی اور تعلقات روز بروز بڑھتے گئے مجھے بچپن سے دستکاری کا بہت شوق ہے۔ چنانچہ ان سے بھی اکثر دستکاری کے متعلق گفتگو ہوئی۔ انہوں نے میرے شوق کو مدنظر رکھ کر اپنی ماں کی اور خود اپنی تیار کردہ دستکاری کی بہت سی چیزیں دکھائیں۔ ان دنوں میں پینٹنگ کو بالکل نہ جانتی تھی۔ میں نے سیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ انہوں نے نہایت خوشی سے گھر آکر سکھانے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ دوسرے ہفتے ہی سے انہوں نے مجھے دلی شوق سے اس کام کو سکھانا شروع کر دیا۔ باوجودیکہ ان کا پیشہ ڈاکٹری تھا۔ جس میں ایک منٹ کی فرصت بھی عنقا ہوتی ہے تاہم انہوں نے اپنا وعدہ ایفا کر کے چھوڑا۔ اور ہمیشہ کے لئے مجھے اپنا مرہونِ منت بنا کر اپنی یاد کا نقش میرے دل پر قائم کر دیا۔ ہمیں ایسی لیڈیز کی تقلید لازم ہے۔ اس سے ہم ترقی کے زینے پر چڑھ سکتے ہیں۔

محترمہ بھابی آمنہ نازلی صاحبہ نے عصمتی دستر خوان و عصمتی کشیدہ کاری جیسی کار آمد کتابیں شائع کرکے ہمیں زیر احسان کیا۔ اسی طرح سب بہنوں کو اپنے ہنر سے دوسروں کو مستفید ہونے کا موقعہ دینا چاہئے۔

موجودہ زمانہ کی لڑکیوں کیلئے مناسب ہے کہ نیو فیشن کپڑے انگریزی اور ہندوستانی قطع کرنا اور سینا سیکھیں انگریزی کپڑے مثلاً بلاؤز۔ پیٹی کوٹ۔ فراک۔ پینی فور۔ چھوٹے بچوں کے بب جانگیا وغیرہ اور نیو فیشن قمیض اکثر بہنیں سینا نہیں جانتیں۔ اس لئے ان کو درزی سے سلوانے پڑتے ہیں۔ ایک معقول رقم فیشن ایبل بہنوں کی درزیوں کے بل میں جاتی ہے۔ رضائی۔ تو شک۔ تکیوں کے غلاف۔ خوان پوش اور ایسی صدہا چیزیں جو گھروں میں ہر وقت استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔ بعض دفعہ تو ایک معمولی سی چیز کے بنانے کے لئے دوسروں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ اور نہایت دقت پیش آتی ہے۔

اون کی چیزیں مثلاً سوئیٹر۔ جمپر۔ بچوں کے سوٹ۔ موزے اور ٹوپیاں گھر کی تیار کردہ ایسی پائیدار اور خوبصورت ہوتی ہیں کہ بازار سے اسی قسم کی زیادہ قیمت پر بھی دستیاب ہونی دشوار ہے۔ علاوہ بریں خانگی آرائش کی چیزیں مثلاً کشن۔ پردے۔ موتیوں کی جھالریں۔ کردشیا۔ کشیدہ کاری۔ ڈران تھریڈ ورک (Drawn Thread Work) وغیرہ کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ ان سے ہم اپنے معمولی کمروں کی زیبائش کر سکتے ہیں۔

انگریز بہنیں ہمکو ہر طرح کے ہنر شوق و کاوش سے سکھانے بتانے میں عذر نہ کریں۔ اور ہماری ہم قوم بہنیں ہمیں بتلانے سے گریز کریں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کیا یہی قومی ہمدردی ہے؟ کیا اسی سے ہم ترقی کر سکتے ہیں؟ زندگی میں اپنے ہنروں سے کسی کو فائدہ نہ پہنچانا اور ان ہنروں کو ہمراہ لے کر قبر کی آغوش میں سو جانا ہرگز قابل تعریف نہیں کہا جا سکتا۔ انسان اسی لئے سیکھتا ہے کہ دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنی یاد کا نقش ان کے دلوں پر چھوڑ جاویں۔

(اقبال جہاں نزہت)

موتیوں کا کام
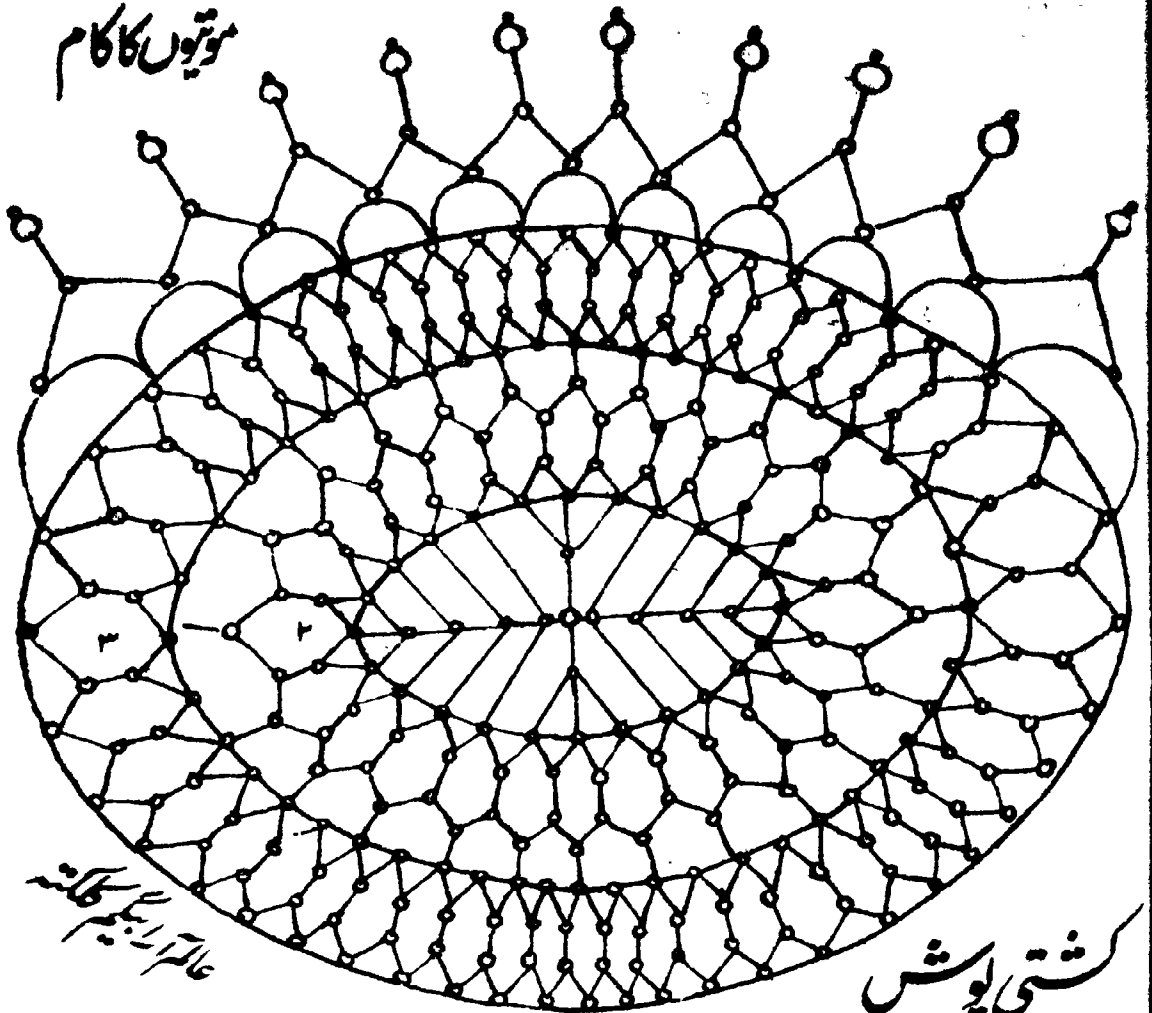
کشتی پوش

ترکیب ۔ ۲۴ سلاخوں کا ایک حلقہ بنائیں دونوں منہ ایک جا کر کے یکے بعد دیگرے سلاخ ۸ موتی درمیان میں ایک بڑا ۱ موتی پرو کر نمبر ۱ سے نمبر ۲ میں یعنی حلقہ کے تیرہویں موتی میں داخل کریں۔ پھر دو سلاخ ۲ موتی پرو کر سلاخ سے سوائی گذار کر اوپر لائیں اور پھر ایک سلاخ لیکر حلقہ کے دوسری موتی میں گذاریں، اسی طرح تمام حلقہ پر دائی بنا کر جب نمبر ۲ پر آئیں تو سلاخ سے سوئی نکال کر دوسرا قطار بھی اسی طرح بنائیں تو پھر ایک موتی دو سلاخ یکے بعد دیگرے پرو کر نوک والی موتی سے بندسہ لگاتی جائیں اور اسی طرح تمام حلقہ بنائیں پھر نمبر ۲ بھی اسی طریقہ سے بنائیں اور جس قدر بڑا کرنا چاہیں اسی طرح بناتی ہوئی بڑا کر لیں پھر مطابق خاکہ کے کنارے جھالر بنائیں اور بڑے موتی نیچے لٹکا دیں۔ خاکے سے زیادہ تیار شدہ خوبصورت ہوگا۔

ساڑھی کی بیل صفحہ ۲۴۵

یہ بیل ساڑھی کے لئے مخصوص ہے، نیل کلاتھ، پلنگ پوش، وغیرہ پر بھی اچھی معلوم ہوگی۔ ڈی۔ ایم سی۔ کاٹن نمبر ۸ سے یا فلشر۔ کشمیری ریشم یا چینی سوت سے کارھے کاڑھنے کا طرز خاکہ سے نمایاں ہے

رنگ بتیاں ... سبز پھول ... گلابی دانے ..... چوکلیٹ نسیں ..... دھانی

(از گلدستہ کشیدہ)

نٹنگ کا کام

بچوں کے لئے اونی جانگیا

(سلائیوں سے)

اشیاء ضروری اس جانگیہ کے لئے دو عدد فولاد کی موٹی سلائیوں اور تین عدد درمیانی سلائیوں کی ضرورت ہوگی۔ اون حسبِ پسند رنگ کے خریدیں۔

ترکیب۔ اول دو عدد موٹی سلائیاں استعمال کریں۔ ایک سلائی پر اسّی خانہ بنا کر دوسری موٹی سلائی سے شار ٹپینٹ (جیسا میں نے فراک کے (Body) کے لئے لکھا ہے) چار قطاریں بغیر (ڈبڑے بڑے سوراخ بنینگے جن میں کمر بند ڈالا جاتا ہے) جب چاروں قطاریں ختم کر چکیں موٹی سلائیاں رکھدیں اور درمیانی سلائیوں سے چار خانے والی پینٹ (چٹائی پینٹ) شروع کریں۔ یہ پینٹ اس طرح بنیں چار خانے سیدھے۔ چار خانے الٹے اسی طرح پانچ قطاروں تک بنتے جائیں۔ چھٹی قطار سے۔ چار خانے الٹے، چار خانے سیدھے۔ اسی طرح دسویں قطار تک بنیں۔

(مطلب یہ ہے کہ پانچ قطاروں کے بعد اُلٹے خانے کی جگہ سیدھے خانے اور سیدھے کی جگہ اُلٹے خانے بنتے ہیں۔ پینٹ بھی بہت آسان ہے اور جانگیا کے لئے موزوں ہے) یہ پینٹ برابر بنتے جائیں۔ جب ساڑھے چار انچ لانبا تیار ہو جائے الف اور ب سے گھٹانا شروع کریں یعنی ہر قطار کے شروع اور اخیر میں ۲ خانے اکٹھے سیدھے بنیں خود بخود گھٹتے گھٹتے نقشہ کے مطابق ہو جائے گا۔ جب پانچ انچ لانبا بن جائے اس کو ایک سلائی پر رکھ چھوڑیں اور ٹھیک اسی طرح دوسرا حصہ بنیں (دوسرے حصے میں بھی یہی پینٹ ہوگی اور اوپر کی چار قطاریں موٹی سلائیوں سے بنی جائینگی) جب دوسرا حصہ بھی تیار کر چکیں الٹی طرف دونوں ٹکڑے برابر رکھکر ج کے دونوں سلائیوں کے خانے اکھٹے بنتے ہوئے بند کردیں اور دائیں جانب کے دونوں ٹکڑوں کا کھلا ہوا حصہ جہاں (الف) لکھا ہے ایک شاٗل سلائی کردیں۔ اور بائیں جانب کے دونوں ٹکڑوں کا کھلا ہوا حصہ جہاں (ب) لکھا ہے ایک شال سی لیں۔ نمبر پہلا دوسرا سلائی نہ کریں وہ پاؤں ڈالنے کی جگہ ہے وہاں دوسرے رنگ کے اون جوڑ کر ہڈی کے کروشیا ہوک سے بنیں، چین بنا کر نقشہ کے مطابق ایک کھُلے خانے ایک بند خانے بنا لیں اور (د) کے سوراخوں میں کمر بند ڈال کر بچے کو پہنائیں۔ یہ جانگیہ ایک یا ڈیڑھ سال کے بچے کے ٹھیک آئیگا۔

مس رقیہ خانم کلکتہ

بلاؤز کا گلا

(نقشہ دیکھیے صفحہ ۲۴۰ پر)

یہ خوشنما کالر بلاؤز پر لگایا جائے گا اسی طرح بلاؤز میں کالر لگا کر تمام پھول ٹریس کر لیجئے اور اگر کشیدہ کرنا منظور ہے تو ڈی ایم سی کاٹن نمبر ۱۲ یا ریشم سے مندرجہ ذیل رنگوں سے کاڑھیے۔

رنگ۔ (۱) پتیاں . . . . . . سبز
(۲) پھول . . . . . . گلابی
(۳) مریاں . . . . . دھانی
(۴) پھول کا زیرہ . . . چاکلیٹ
(۵) نسیں . . . چاکلیٹ

درمیانی گلدستہ

(۶) گملہ . . . سرخ پھول کے اطراف کی لکیریں آسمانی
(۷) پتیاں . سبز گملہ کے گرد والی لکیریں کاسنی
(۸) پھول . نارنجی گملہ کے علاوہ کل سات پھول ہیں

بڑے دو پھول نمبر ۱ . . . گلابی
نمبر ۲ . . . . کاسنی
نمبر ۳ . . . فیروزی
نمبر ۴ . . . بسنتی

کار چوب کی ترکیب:۔

بیل کے کنارے والی لکیروں پر تار گوکھرو یا سنہرا بابن ٹانک لیں اور اندر کی جانب جو لکیریں ہیں ان پر استنبول ٹانکہ کر کے پتیاں خاردار سلمہ کی بنایئے اور ڈنڈیاں کجابی کے تار کی بنایئے پھولوں کے گرد کے نشان سلمہ کے اور نسیں کجابی کی بنایئے زنجیرہ کی جگہ نیلی سنہری مائل پوتھیں جڑی جائیں گی مریوں کی جگہ ستارہ لگایئے درمیان کا پھول گملہ تار گوکھرو سے بنایئے۔ پتیاں و پھول سلمہ کے مریاں ستارہ کی۔ بٹن کی جگہ ہلکا آسمانی بٹن ٹانک دیجئے۔

بنت فاطمہ

(از گلدستہ کشیدہ)

ساڑی کی بیل

بلاؤز کا گلہ

مشہور افسانہ نگار خواتین کے لکھے ہوئے بہترین اخلاقی و اصلاحی ناول اور افسانے

انوری بیگم

اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ مسنونہ نواب عنایت جنگ بہادر کا دو مشہور و مقبول افسانہ جیاری اور تیار داری کے عنوان سے ۱۹۱۹ء کے عصمت میں چند قسطیں کا شائع ہونے پر ہجوم ہو گیا تھا لاجواب دلچسپ نتیجہ خیز افسانہ جسے کتابی صورت میں دیکھنے کی سینکڑوں خواتین خواہشمند تھیں خوبصورت کتاب چھپ کر تیار ہے

انوری بیگم یعنی بیماری و تیمارداری حقیقتاً نہایت دلاویز ناول ہے جس میں حیدر آباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروئن ہے، بیماری اور تیمارداری اور تندرستی منگنی اور شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں، تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات نوش سلیقگی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی جدید آبادی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو زبان میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول بہت کم نکلے ہیں کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف ۱۲؍ اس کے ساتھ جنتری ۱۹۳۲ء مفت منگائیے

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اداں مہر جہاں ... دہلی کا اس جہت سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہوگا، برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے نہ عمر قابلیت کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کر دینے کے دردناک نتائج دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرت ناک انجام

یہ انعامی سلسلے کے پانچ افسانے خواتین ہی کے لکھے ہوئے ہیں، ہندوستان میں ہر سال لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چو کھٹ پر قربان کی جا رہی ہیں یہ درد انگیز افسانے ہر اس مسلمان کی نظر سے گذرنے چاہئیں جس کی نگاہ میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت اور جس کے دل میں فرقہ نسواں کا سچا درد ہے۔ قیمت بھی زیادہ نہیں۔ صرف ۸؍

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ فضلی فاضل سابق ایڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کے لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں نہایت دلچسپ ہے قیمت ۶؍

مشیر نسواں یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں قصہ عجیب اور نتیجہ خیز ہے طرز بیان بہت آسان اکابرین قوم نے جسے پڑھ کر حسب ذیل ریویو کئے۔

علامہ شبلی نے اسے پڑھ کر فرمایا تھا یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے

جسٹس شرف الدین صاحب کی رائے ہے یہ کتاب کی سلاست و طرز تحریر سے نہایت تحیر ہوا کتاب اسم بامسمیٰ ہے، اخبار مشیر دکن کے ایڈیٹر کا خلاصہ کیا بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بڑی دلچسپ اور دلاویز کتاب ہے۔ مخزن کا ریویو لڑکیوں کے لئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہے۔

شوکت اسلام کا ریویو یہ منیظر ناول ہے جس میں عورتوں کی بہ حالت اور بیرحم کے متعلق نصائح و معلومات کو نہایت دلچسپ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں اخبار تہذیب نسواں کا ریویو اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقے سے بیان کیا ہے مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغہ طلائی دیا گیا تھا۔

بار سوم چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍

چار رخ

عصمت کی مشہور انشا پرداز محترمہ انیس فاطمہ صاحبہ بنت بوتی مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے۔ چاروں کہانیاں نہایت اچھی ہیں اور ان میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت، رواج کی پابندیوں کے دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں۔ کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ بعض بڑے بڑے ضخیم ناولوں سے اس قدر سبق نہیں ملتا جو اس مختصر مگر نہایت دلچسپ افسانہ میں ملتا ہے۔ قیمت ۴؍ محصول ڈاک بذمہ خریدار

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے۔ اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے ایران کی معاشرت، جہانداری، زچہ خانہ، شادی بیاہ رسم و رواج پر ایسی مفید معلومات کسی کتاب میں نہ ملیں گی بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت ۱۰؍

سرگذشت ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہوتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے اور بتایا گیا کہ بیویاں بگڑے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کر لیتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کے لئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان سادہ مؤثر اور دلکش ہے۔ قیمت ۱۰؍

لڑکیوں اور عورتوں کیلئے بہترین کتابیں

آتالیقِ نسواں

اس کتاب سے بہتر علمی کام اور انتظام خانہ داری سکھلانے یو بیٹیوں کو سگھڑ اور سلیقہ شعار بنانے بچیوں کو تعلیم و تربیت دینے والی کتاب آج تک ہندوستان کی کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ جس کے تیرہ سو صفحوں میں ۱۲ سو شکلیں تمام وہ علمی کام جس سے روزمرہ سابقہ پڑتا ہے سلیس اردو زبان میں سمجھائے ہیں۔ استانیوں کے پیٹ میں بھی اتنے گن نہ ہوں گے جو اس میں موجود ہیں۔ ایک شریف عورت کو جو کچھ جاننا چاہیئے وہ سب آتالیق نسواں میں موجود ہے۔ مشاہیر قوم نے بھی پسند کیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں گی تو یقیناً آپ بھی اعتراف کرینگی۔ لڑکیوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہے دس حصے ہیں قیمت للعہ

زنانہ بستہ

جس میں چھوٹی چھوٹی مندرجہ ذیل دس کتابیں ہیں۔ جن سے نہ صرف اچھی طرح لکھنا پڑھنا ہی آجائے گا بلکہ خانہ داری کے تمام کاموں سے بھی خوب واقفیت ہو جائے گی:-

(۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کھیل کی کتاب (۳) کہانیوں کی کتاب (۴) لکھنے کی کتاب (۵) نماز کی کتاب (۶) کھانے پکانے کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب کی کتاب (۹) پردے کی کتاب (۱۰) دلہن کا اصلی جہیز۔ ایک مشہور مصنف نے بہت آسان زبان میں ننھی بچیوں کے لئے یہ کتابیں لکھی ہیں گویا ان کا پورا کورس تیار کردیا ہے۔ دس کتابیں ہیں اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) ہے

ثروت دلہن

اصلاح معاشرت کی ایک معرکتہ الآرا کتاب۔ آپ کے تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ، شرفا کے گھروں کا ایسا خاکہ جو اصلاح اخلاق میں بہترین معاونت کرسکتا ہے۔ جو عورتیں اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہیں فوراً منگائیں۔ صوبہ متوسط کے محکمہ تعلیم نے سکولوں کے لئے منظور کیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ

پردہ

شرعی پردہ کی نسبت قابل قدر قابل دید مضامین جو نہایت مدلل قرآن حدیث و فقہ کے احکام کے موافق لکھے گئے ہیں۔ عورتوں کے جو حقوق مردوں کے ذمہ ہیں ان کو دلانے کے پرزور کوشش کی ہے۔ شادی نکاح کی رسموں پر بے نظیر تبصرہ۔ مولانا شررؔ لکھنوی کی یہ بہت مشہور کتاب ہے مولانا کا فیصلہ پڑھنے اور غور کرنے کا مستحق ہے۔ قیمت رعایتی صرف عـلـہ

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

مشاہیرِ نسواں یا سیرالطیبات

اسلامی دنیا کی مشہور و ممتاز عورتوں کا مستند تذکرہ۔ عورتوں کے لئے بیحد سبق آموز و نتیجہ خیز۔ قیمت ایک روپیہ

اسلام اور عورت

جس میں انتہائی عرق ریزی و جانفشانی اور محنت سے مستند احادیث نقل کرکے بتایا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے مرد و عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور کس طرح وہ تکمیل انسانی میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں عورت کا جو درجہ ہے اس سے بھی اسلامی عورت کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ بڑے دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے بیحد دلکش و دلآویز کتاب ہے، اتنی مفید اور صحیح معلومات کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتیں

قیمت صرف ۱۰/

پتھر سے ہیرا

یہ سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتائے گا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیا کچھ جادو کرسکتی ہے یہ قصہ آپ کو اس بات کا یقین دلائے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت صرف ۴/

انجامِ زندگی

تین مختلف الخیال لڑکیوں کو طرز معاشرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دہلی کی مشہور اہل قلم ضیا بانو کا لکھا ہوا دلچسپ ناول مستورات کی زبان میں۔ اس کے پڑھنے کے بعد ہر لڑکی موجودہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آسکتی ہے۔ علاوہ دلآویز ہونے کے لڑکیوں کے لئے بہت ہی مفید ہے اور وہ نہایت دلچسپی سے ان کا مطالعہ کرینگی دوسری مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۸/

بیگماتِ تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی بیگمات اور شہزادیوں کے قابل قدر حالات علم و ہنر کے کمال اور بے عیب علمی نتائج و سرسبز و شاداب باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جس نے ایک عالم کو مسخر کرلیا تھا۔ خاندان تیموریہ کی تمام خواتین کی مختصر اور مکمل سوانح عمریاں ملیں۔ تمہاری زندگی میں ان کے مطالعہ سے انقلاب پیدا ہوسکتا ہے ان میں زندگی کو کامیاب بنانے میں بہت سی کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت عـہ رعایتی

مستقل عنوان

خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

از جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی

..ں کا سنگھار بالوں کے مناسب اور درست سنگھار سے خد و خال کی دلکشی و دلفریبی قائم رہ سکتی ہے ورنہ ..میں مل جاتی ہے جن عورتوں کے چہرے لمبے ہوں انہیں مانگ بیچ میں نکالنی چاہئے اور بالوں کا ایک چھوٹا سا گچھا ماتھے پر ..نا چاہئے خواہ وہ بال کترنے ہی سے حاصل ہو سکے۔ چہرہ خوشنما بیضوی معلوم ہوگا۔

جس کا چہرہ بالکل گول ہو اور موٹا معلوم ہوتا ہو اسے بال کھینچ کے اوپر کی طرف لے جانے چاہیں تاکہ پیشانی کھلی ..ے جنہیں اس طریقہ سے دکھ معلوم ہو وہ ایک طرف کو مانگ نکال لیں اور بال ایک ہلکی سی نشیبی صورت میں ایک جگہ اکٹھی ..یں اور ماتھے پر بہت خفیف جھکنے دیں۔

پتلے چہرہ والی بی بی کو بیچ میں مانگ نکال کے ماتھے پر دو بڑے بڑے نشیبی گچھے اس طرح ڈالنے چاہیں کہ وہ ..نوں مل جائیں اور ایک بڑے گچھے کی صورت معلوم ہوں۔

جس کی آنکھیں بہت قریب قریب ہوں اُسے بال دونوں کانوں کی طرف سپاٹ رکھنے کی بجائے پھولے ہوئے ..نے چاہئے اگر بال زیادہ لمبے ہیں تو دونوں طرف چھلے بنائے، اس سے چہرہ چوڑا معلوم ہوگا اور آنکھیں بھی ایک ..رے سے فاصلے پر نظر آئیں گی۔

جس کی ناک چھوٹی اوپر کو اٹھی ہوئی ہو بالوں کی درستی سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اُسے چہرہ میں شوخی بڑھانے کی کوشش ..ں چاہئے کیونکہ اسی ناک سے چہرہ پر شوخی برسا کرتی ہے۔ بچوں کی طرح بال سنوارنے اور مانگ نہ رکھنے اور پیشانی پر ایک ..ڈالنے سے یہ شکل پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے بالوں میں شکنیں پیدا کرنے کی بجائے سیدھے سنورے ہوئے بال زیادہ ..ند رہیں گے۔

بالوں سے مختلف مشقیں کرتے رہنی چاہئے تاکہ یہ اندازہ رہے کہ کونسی صورت چہرہ پر پھبتی ہے۔ بالوں کے لئے ..یا بناؤ پسند کرنا چاہئے جو سامنے اور رخ چہرہ پر موزوں رہے۔

عمر کا بناؤ اگر ہوشیاری اور عقلمندی سے بناؤ سنگھار کیا جائے تو عمر چھپ سکتی ہے اور جوانی عود کر آتی ہے۔ روشن ..سرخ رنگ، کی ہلکی سی تحریر زیادہ ہوئی اور عورت کی عمر دس برس بڑھ گئے۔ آنکھوں کو غلط طور سے سنوارا جائے تو روشن سے بھی ..یادہ بڑھاپا معلوم ہوگا۔ بعض آنکھوں کو ان کی اصلی حالت پر ہی چھوڑ دینا بہتر ہے۔ آنکھوں کا غلط بناؤ سنگھار الٹا اثر کرتا ہے ..سر رنگ اڑی ہوئی پلکوں پر زرد یا سیاہ کازمیٹک نہایت ہی احتیاط سے نہ لگایا جائے تو نتیجہ نہایت ہی افسوسناک ہوتا ہے، ..و سنگھار والی عموماً نہیں جانتی ہیں کہ وہ کیا بن گئی ہیں۔

آنکھوں کے سنگھار کرنے کے لئے دو آئینے استعمال کریں۔ ایک دستی اور دوسرا پورا لمبائی کا۔ چہرہ پر پوری روشنی

پڑنے دیں۔ دن کی روشنی زیادہ اچھی ہے۔ بہت نرم برش استعمال کریں۔ نہایت ہی ہلکی حرکت سے اسے کاز میٹک پر لگائیے اور اسی سبک حرکت سے آنکھوں پر لگائیں۔ دوبارہ لگانے سے پہلے اسے خشک ہونے دیں۔

آنکھوں کو بڑا دکھانے کے لئے اوپر کے پردہ (پپوٹہ) پر رنگ آمیزی کریں۔ اسے اس قدر ہلکا رکھنا چاہئے، جیسے کھال میں رگ نظر آیا کرتی ہے۔ جو عورت زرد رنگ ہو اسے اپنی جلد کو روز لگا کے تازگی و رونق دینی چاہئے۔ جب روز عورت کی جلد کے اصلی رنگ سے ٹکراتا ہو تو وہ بھدا پن اور بڑھاپا پیدا کرتا ہے۔

لاکھا عورت کی عمر میں پانچ سال بڑھا دیتا ہے اور اتنے ہی گھٹا بھی سکتا ہے۔ یہ طریقہ پر منحصر ہے، کم سن لڑکی کے ہونٹ تازہ نمدار اور اصلی گلابی ہوتے ہیں۔ بہت سے لاکھے (لپ سٹک) ایسے قدرتی رنگ کے مل سکتے ہیں لیکن ان کی استعمال کرنے والیاں انہیں گاڑھا لگا لیتی ہیں اور رنگ کی موزونیت نظرانداز کر دیتی ہیں۔

خوبصورتی کے آٹھ قاعدے ۔(۱) جیسے ہی شکنیں چہرہ پر نمودار ہوں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دو اور پٹھوں پر سے کا تیل ملا کرو۔ شکنوں پر ان کے برابر مالش کرو اور تیل سوتے وقت جذب ہونے دو (۲) سونے سے پہلے بناؤ سنگھار کے مصالے چہرہ پر کوئی صاف کرنے والی کولڈ کریم لگا کے آتار دیا کرو اور بعد میں کریم کا ذرا بھی اثر چہرہ پر باقی نہ رہنے دو۔ بہت سی بیبیاں پہلی بات یاد رکھتی ہیں اور دوسری بالکل بھول جاتی ہیں۔ (۳) جلد کو مضبوط بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً چپی کی جائے جیسے گوندھتے ہیں مگر اس کا درست طریقے سے عمل کرنا چاہئے۔ چہرہ اور گلے کے پٹھوں کو جلدی روغن لگا لگا کے مضبوط دباؤ سے مسلو۔ گلوں میں گڑھے ہوں تو یہ مالش ٹھوڑی کے وسط سے شروع کرو۔ دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں مضبوط و نرم حرکت سے باہر اوپر کی طرف کانوں کی وسطی سخت میں لے جاؤ۔ یہ حرکت دائرہ کی شکل میں ہونی چاہئے اور دائرہ کا محیط پائی سے زیادہ نہ ہو (۴) باہر پھرنے یا کام کاج کرنے کے بعد کچھ تھکن سی معلوم ہوا کرتی ہے، اس شکن کو دور کرنے کی کوشش کیا کرو جس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلیاں ماتھے کے وسط پر رکھ کر باہر کی طرف گھماتی ہوئی لے جاؤ اور کانوں کی پشت پر گدی کی طرف نیچے کو لے جاؤ (۵) مساموں کی بھی وقتاً فوقتاً خبر لیا کرو۔ سر پر تولیہ کا ایک خیمہ بنا کے چہرہ کھولتے ہوئے پانی کے برتن پر جھکائے رکھو اور کھال کو بھاپ دو۔ اگر جلد نازک ہے تو مساموں کو صاف کرنے والی کوئی دوا لگاؤ۔(۶) جس طرح سر میں کنگھی کرنے کا شوق ہوا کرتا ہے ایسا ہی شوق ابروؤں اور پلکوں کو برش کرنے کا ہونا چاہئے۔ اس سے چہرہ صاف ستھرا اور بھلا معلوم ہوگا۔(۷) ہاتھوں کے لئے کوئی عرق استعمال کرنا چاہئے اور کچھ ورزش بھی جس سے جلد ملائم رہے اور انگلیاں لچکدار۔ کریم یا لوشن ایک ایک ہاتھ کی ہتھیلی میں لو اور دوسرے ہاتھ پر رکھ کے خوب کس کے پکڑ لو اور بغیر ہتھیلی ہٹائے خوب گاڑ کے گھماؤ۔(۸) خشک بالوں میں ہفتہ میں ایک مرتبہ زیتون کا تیل لگایا کرو۔ پہلے تیل گرم کرو اور چندیا پر لگاؤ۔ پھر سر کے گرد کپڑا لپیٹ کے اور ہلکے سے باندھ کے سو جاؤ۔ صبح کو بال باریک کھل کے پانی سے خوب ملا ملا کے دھو دیا کرو۔

جلد کی درستی ۔ چہرہ دھونے کے بعد آخری دھونے کے پانی میں چند قطرے ٹنکچر بنزوائن کے ڈالیں۔ جلد پر اس کا اثر اچھا پڑے گا اور جلد کس جائے گی۔ جن کی جلد کے مسام چوڑے چوڑے ہوں روزانہ رات کے وقت ایسے پانی سے جلد دھوئیں شرط یہ ہے کہ ان کی جلدیں چکنی ہوں اور پہلے جلد کو اچھی طرح صاف کر لیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وچ ہیزل میں روغن زیتون یا روغن بادام کے چند قطرے ڈال کے اسے ہلکا کر لیا جائے۔ پھر اسے روئی کی گدی پر لگا کے جلد پر پھیریں اور کریم اس سے دور کریں۔ خشک جلد کی حالت میں یہ کسنے والی ترکیب ہفتہ بھر میں صرف ایک دفعہ استعمال کی جائے۔ اگر جلد چکنی ہو تو گرم پانی اور

گھرے صابن سے روزانہ دھو کے مساموں کا منہ کھول دیا جائے اور پھر کسی کسنے والے مرکب سے جلد کس دی جائے۔
چٹکی دینے سے جلد درست ہوتی ہے اور ہر روز صبح کو چہرہ دھونے اور کریم جیسی جلدی غذا لگانے کے بعد تھپکا کریں۔
کہنیوں پر پوڈر لگا کے بال اڑانے والا موم (depilatory wax) لگائیں۔ جب اسے اتار دیں اس حصہ کو ملیں اور
کریم لگائیں۔ اس جگہ سرخی آجائے گی اور کہنیاں خوشنما معلوم ہونے لگیں گی۔

ململ کی دھلائی۔ جہاں تک ممکن ہو ململ کی دھلائی کم سے کم وقت میں کی جائے۔ پہلے ٹھنڈے پانی میں دھوئیں پھر
خوب نچوڑ دیں۔ اس کے بعد صابن گھلے ہوئے جھاگ دار پانی میں کھنگالیں حتیٰ کہ صاف ہو جائے اگر لباس سفید ہے تو اسے
برتن میں رکھ دیں اور صابن اور سہاگہ ملا ہوا ٹھنڈا پانی ڈالیں اور دس منٹ تک آگ پر ابالیں، پہلے گرم پانی میں دھوئیں۔ پھر
ٹھنڈے میں اور اس کے بعد ہلکے نیلے ہوئے پانی سے دھو ڈالیں۔ ابھی کپڑا گیلا ہی ہو اسے کلپ میں ڈال کے پھر خوب
نچوڑ دیں اور پھر کسی کپڑے میں اس گیلے کپڑے کو پھیلا کے خوب رول پھیر دیں تاکہ زائد کلپ خشک کپڑے میں لگ جائے اس کے
بعد فوراً استری کر دیں۔

کلپ اس طرح بنایا جائیگا۔ کلپ کا ایک چمچہ سرد پانی کے دو چمچوں میں ملالیں۔ پھر دریا سوا دو چھٹانک کھولتا ہوا پانی ڈالیں
اور ہلاتے جائیں اور پھر ٹھنڈا ہو جانے دیں۔

نیلی، ارغوانی ململ دھونے کے لئے ۳ ½ پاؤ دھونے کے پانی میں سرکہ کا ایک چمچہ ملائیں۔ بسنتی گلاب رنگ کے لئے ایسے ہی
پانی میں سرکہ کی بجائے میتھی لیٹڈ سپرٹ کی ایک چمچہ ڈالیں۔ زردی آمیز سبز یا سرخ کے لئے پونے چار سیر پانی میں نمک کا
ایک چمچہ ڈالیں۔ یہ پیمانے حسب ضرورت کم و بیش کئے جا سکتے ہیں۔

سر کی خشکی۔ بفہ یعنی سر کی خشکی سے بال گرنے شروع ہو جاتے ہیں اور نتیجہ گنج ہے۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ بالکل خشک
یا چکنی۔ ایسے صابن سے جس میں چربی زیادہ ہو سر کو جس قدر زیادہ ممکن ہو دھوتے رہیں۔ ہفتہ میں ایک دفعہ یا زیادہ کافی ہوگا
بعد میں سر بالکل خشک کر لیا جائے۔ اس کی نہایت احتیاط رہے۔

چندیا پر انگلیوں سے مالش کرتے رہیں۔ اس سے بال بڑھیں گے۔ بال اگر خشک ہیں تو تھوڑا سا میٹھے باداموں کا تیل لگائیں
مالش کرتے ہوئے چندیا کو انگلیوں سے ادھر ادھر جنبش دیتے ہیں۔ اس طریقہ سے بال اگر پیدا نہ ہوں گے تو گرنے بھی بند ہو جائیں گے۔

خراب دانت۔ اگر بال سفید ہو جائیں ان کا اتنا نقصان نہیں جتنا دانتوں کے خراب ہو جانے سے ہے۔ دانت اکھڑ
جانے سے دنیا کا مزہ ہی جاتا رہیگا مصنوعی دانت بھی ان کی تلافی نہیں کر سکتے۔ دانتوں کی بیماری پائریا آج کل عالمگیر ہے۔
آدمی مصنوعی دانتوں کی صفائی پر جتنا وقت خرچ کرتا ہے اتنا ہی اگر اصلی دانتوں کی صفائی پر صرف کیا کرے تو بھوکی مصیبتیں
نازل ہو کے زندگی کو بدمزہ نہ بنائیں۔ مسوڑے محض اس وقت خراب ہونے شروع ہو جاتے ہیں کہ بہت ملائم غذا کھائی جائے
خام میوہ اور سخت غذا نہ کھائی جائے۔ منہ کی صفائی نہ کی جائے۔ اور دانتوں کے اتصال میں خرابی واقع ہونے دی جائے۔
آج کل لوگ ایسی غذائیں نہیں کھا رہے ہیں جن سے دانتوں اور مسوڑوں کی ورزش ہو اور جن سے دانتوں کی صفائی بھی ہو
جاتی ہے، دانتوں پر منجن یا مسواک اول تو استعمال نہیں کی جاتی اور اگر کی بھی جاتی ہے تو قاعدہ اور اصول سے نہیں۔ برش
کرنا بھی مفید ہے، مسوڑوں کی مالش ضروری ہے، دانتوں کو سڑے ہوئے ریشوں اور تیزابیت سے بچانا ضروری ہے۔
دانتوں اور مسوڑوں کو اچھی طرح ملنا ان میں خون کو گردش دینے میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح وہ سخت ہو جائیں گے اور

بیماری کا مقابلہ کر سکیں گے۔ موٹی غذا کھانے سے مسوڑھے صحیح رہتے ہیں۔ سیب گاجر جیسی ترکاریاں چھنے آٹے کی روٹی کھانا مفید ہے، ذراسی غفلت پائریا کی ابتدا کا باعث ہو جاتی ہے۔

خانگی ٹوٹکے ۔ چاقو یا قینچی پر مچھلی کاٹنے یا کترنے کے بعد پہلے لیموں کاٹ کے میں پھر گرم پانی سے دھو کے سوپانی سے دھا دیں۔

جن برتنوں میں پیاز پکتی ہے اس کی بدبو دور کرنے کے لئے کھولتا ہوا پانی لیں اور اس میں گرم کوئلہ ڈالیں اس پانی سے دھونے سے بدبو فوراً جاتی رہیگی۔

اگر کسی برتن میں دودھ کے دھبے پڑ جائیں اس میں نمک و پانی بھر کے پانچ گھنٹہ رکھا رہنے دیں۔ ایک بڑا چمچہ نکل کام دے جائے گا۔

جام کو کسی لکڑی کے چمچے سے نکالا کریں۔ دھات کا چمچہ جام کا رنگ خراب کر دیتا ہے۔

ربڑ کی لچک برقرار رکھنے کے لئے ہر دو مہینے بعد الکیلائن واٹر کے ہلکے سولیوشن سے دھو دیا کریں۔

دری خراب ہو جائے تو اس پر تھوڑا سا باقی کاربونیٹ آف سوڈا چھڑک دیں، اس کے بعد برش کر دیں۔ اس طریقہ سے بہت سے دھبے جاتے رہیں گے۔

پونے چار سیر کھولتا ہوا پانی صابن پر ڈال کے خوب ہلائیں، ٹھنڈا ہونے پر کینوس (Canvas) ڈال کے ہلاتے رہیں پھر کینوس کو تین شیر گرم پانیوں میں دھوئیں اور کسی صاف کپڑے میں لپیٹ کے خوب نچوڑ دیں۔ الٹی طرف فوراً ہی استری پھیر دیں اگر آخری دھونے کے پانی میں ذرا پھٹکری ملا دیں تو رنگ اور نکھر آئے گا۔

بچوں کے جسم کے ساتھ ساتھ دل بھی بڑھتا جاتا ہے ۱ سال سے ۵ یا ۶ سال کی عمر تک بچوں کے آرام کے اوقات کا باقاعدہ انتظام کرنا چاہئے، اگر بچہ کھیلتا رہے تو یہ سمجھنا کہ وہ تھکا نہیں غلطی ہے۔ زیادہ کھیلنے کودنے وغیرہ کی نگرانی کرنی چاہئے ورنہ دل پر زور پڑیگا۔ شام کو چھ بجے ورنہ سات بجے اسے سلا دینا چاہئے اور سات بجے سے پہلے صبح اسے نہ جگایا جائے۔ دن میں ۱½ یا ۲ گھنٹہ کے لئے پھر سلا دینا چاہئے۔

پلکیں گرد و غبار اور دھوپ کی تیزی کو روکتی ہیں اور لمبی پلکیں خوشنما بھی معلوم ہوتی ہیں روزانہ روغن زیتون حباب سا لگانے سے یہ بڑھ جاتی ہیں۔ اگر ان کا رنگ خراب ہو گیا ہو تو کبھی کبھی ویسلین لگانے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ایک بڑا آلو دھو کے خشک کر لیں اور ایک برتن میں ڈبل روٹی کے ساتھ رکھ دیں، روٹی عرصہ تک تازہ رہیگی۔

ایک پیاز ایک شیشی میں نچوڑ لیں اس میں اس سے تگنا سرکہ ڈال لیں۔ نہایت عمدہ پالش طیار ہے۔ کسی کپڑے پر ڈال کے فولادی چیزوں پر لگا کے بیس منٹ رہنے دیں پھر تیزی سے رگڑیں۔ فولاد چاندی کی طرح چمک اٹھے گا۔

ایک انڈا پھانٹو اور اس میں جو مصالحہ ڈالنا ہو ڈال دو۔ پھر باسی ڈبل روٹی کی ایک قاش ڈال دو اور ملاؤ پھر تھوڑا دودھ ملا کے خوب پھانٹو یہاں تک کہ لئی بن جائے۔ گھی میں اسے تل لیں۔ کیا مزیدار چیز دو تین آدمیوں کے لئے طیار ہے

سیر بین

دنیا بھر کے خاص خاص دلچسپ تازہ واقعات اور نئی نئی معلومات

از جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی علیگ

بے جوڑ شادی۔ انگلستان میں ایک انوکھی شادی ہوئی ہے۔ شوہر سر جارج فاؤلر ہے اور عمر ۷۲ سال ہے۔ بیوی کی عمر اس سے نصف ہے۔ ایک ملاقاتی سے اس نے کہا کہ میں اپنے ہوش سے سر جارج کو جانتی ہوں۔ میرے بچپن ہی سے وہ میرے خاندان کے بہی خواہ ہیں اور میں ان کی نظروں کے سامنے جوان ہوئی۔

سر جارج انجمن اصلاح قانون شادی کے نائب صدر ہیں اور پچھلے سال ہی ان کی بیوی فوت ہوئی، ان کے تین بیٹیاں ہیں۔

ایک عورت کی عیاری۔ انچسٹر (امریکہ) کی عدالت کے سامنے ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا کہ اس نے تین بوڑھے آدمیوں کو جو پنشنر جنرل، کرنل اور کمیٹیوں کے ڈائرکٹر ہیں بیک وقت بدنامی کی دھمکیاں دے کے رقوم وصول کرنا چاہیں۔ اسے ان سے مختلف اوقات میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک کو ایک ممنوع کتاب لا کے دی اور اس کے ساتھ سینما دیکھا۔ بعد میں اسے لکھا کہ اس کتاب میں اس کے شوہر کا لفافہ تھا۔ پھر لکھا کہ وہ پچاس پونڈ مالیت کی دستاویز تھی۔ پھر لکھا کہ میرے بچہ ہوا ہے اور تمہارا ہے۔ اسی قسم کی دھمکیاں باقی دونوں کو دیں۔ پولس کو اطلاع دی گئی۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے مطلق واقف نہ تھے۔ عدالت نے اسے تین سال قید سخت کی سزا دی۔

موٹر کی چکا چوند۔ رات کے وقت لیمپوں کی چکا چوند سے عموماً موٹروں کے حادثے ہو جاتے ہیں۔ اب تک یہ دستور تھا کہ آمنے سامنے آنے والی موٹریں لیمپوں کی روشنی ذرا کم کر دیا کرتی تھیں اب ایک نئی ایجاد ہوئی ہے۔ آگے کے دونوں شیشے آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب ڈرائیور کو چمک سے بچنے کی ضرورت ہو تو وہ ایک لیمپ کے ذریعہ ان دونوں شیشوں کے درمیان ایک مائع جھلی پھیلا دیگا اور شیشے ۱/۶۴ انچ ایک دوسرے سے ہٹ جائیں گے۔ شیشوں پر ہلکا نیلا رنگ آ جائیگا جس سے سامنے کے لیمپوں کی چکا چوند جاتی رہیگی۔ سڑک پر لیمپوں کی روشنی برابر اچھی پڑتی رہے گی۔

ایک سو ایک برس کی بڑھیا۔ مسز سپونر کی سونیں سالگرہ کی ضیافت کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اس موقعہ پر بادشاہ اور ملکہ سلامت نے اسے مبارکباد دی تھی۔ ضیافت کے موقعہ پر ۶۰ مہمان موجود تھے۔ اس نے بڑے ذوق و شوق کھانے میں شرکت کی اور اگلے روز اس پر سالگرہ کی نقل و حرکت کی کثرت کے باوجود ذرا بھی اضمحلال ظاہر نہ ہوا۔ وہ کہا کرتی تھی کہ کسی خود دار لڑکی کو شراب سگرٹ اور کازمیٹک استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اب اس کا ۱۰۱ برس کی عمر میں انتقال ہو گیا ہے۔ وہ آج کل کی لڑکیوں پر بڑے اعتراض کیا کرتی تھی۔ انہیں وہ آن بان سے خالی، بے شرم اور بد اخلاق کہا کرتی تھی۔ اسے اقرار تھا کہ اسے رقص نے تندرست رکھا ہے۔ مرتے دم تک وہ خود اپنے حسابات رکھتی۔ اپنے چیک خوشخط تحریر سے لکھتی اور قصے پڑھتی رہی وہ باغ اور موٹر کی بڑی شائق تھی۔ اسے موٹر کی تیز رفتاری بہت پسند تھی۔ طویل عمر

کا یہ نسخہ تجویز کرتی تھی" باقاعدہ عادات اور ناز و انداز سے احتراز،، وہ تازہ ہوا اور کھلی ہوئی کھڑکیوں کو پسند کرتی تھی۔ اس عمر میں بھی وہ جو دل چاہتا کھالیتی تھی۔ اسے کیکڑے کی [illegible] کی لاسبڑ اور بریان مچھلی، انناس، سٹرابری جیسی قابض چیزیں بہت مرغوب تھیں۔

فضول خرچ بیویاں انگلستان [illegible] ایسے مقدمات درپیش ہوئے جن میں چند درزیوں کی دکانوں نے بیوی کے قیمتی کپڑوں کے داموں کی نالش شوہر پر کی۔ عدالت نے فضول خرچی جائز قرار دیتے ہوئے دعوے خارج کر دیئے دکانداروں نے بہتیری بحث کی کہ وہ اپنے شوہر کی کارندہ ہونے کی حیثیت میں مال خریدتی ہیں۔ اب وہ عجب چکر میں پڑے ہیں کیونکہ ان عورتوں پر ہی ان کی بڑی بڑی دکانیں چل رہی ہیں۔ ان سے یہ پوچھنا کہ کیا تم اپنے شوہر کی مسلمہ کارندہ ہو یعنی تمہارا شوہر ان رقوم کو ادا بھی کر دیگا، سخت مشکل اور نہایت بداخلاقی ہے۔ ان کے شور و شغب سے غالباً کوئی قانون بنایا جائیگا جس کے ذریعہ یہ مشکلات حل ہو جائینگی، چنانچہ ایک قانون بننے والا ہے جس کی رُو سے عورتیں بھی دیوالیہ قرار دی جاسکینگی اب تک صرف وہی عورتیں دیوالیہ قرار دی جاتی تھیں جو تجارت یا کچھ کاروبار کرتی تھیں۔

قدیم ہندوستان میں تعلیم نسواں - بمبئی میں تاریخی کانگریس کے اجلاس میں ڈاکٹر پادری نے ایک مضمون پڑھا جس میں ہندو اور مسلم حکومت میں تعلیم نسواں کی ترقی و تدریج کا حال درج تھا۔ انہوں نے ہندوستان کو عہد ویدسے مسلمان حملہ آوروں (۱۰۰۰ء) تک اور مسلمانوں کے عہد کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ تک تقسیم کیا۔ ہندو ۲۵ صدی کے زمانہ کو ۴ حصوں میں تقسیم کیا گیا (۱) وہ زمانہ جس کا ذکر ویدوں میں ہے (۲) رزمیہ جنگوں کا زمانہ جن کا ذکر رامائن اور مہابھارت میں ہے (۳) وہ زمانہ جب فلسفہ و قانون و علم و ادب نے ترقی کی (۴) ایام جہالت جو مسلمانوں کے عہد سے پہلے موجود تھا۔

ویدک زمانہ کے سلسلہ میں انہوں نے ایران و پنجاب کے میدانوں میں آریوں کی طرز ماندو بود کا ذکر کیا۔ ان ایام میں قدرت کی دیویوں کی پوجا کی جاتی تھی اور ان کی شان میں بھجن گائے جاتے تھے، ان بھجنوں سے عورتوں کی زندگی کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے۔ رگ وید کے زمانہ میں بعض رشی عورتیں تھیں۔ ایک بھجن سے پتہ چلتا ہے کہ میاں بیوی دونوں اکٹھے بھینٹ چڑھا رہے ہیں گویا میاں بیوی مقابلتہً برابر کا درجہ رکھتے نظر آتے ہیں۔ رزمیہ زمانہ میں سیتاجی دروپدی دمینتی ساوتری عورتیں نظر آتی ہیں سیتاجی کا نام وفادار بیوی کے نمونہ کے طور پر پیش ہوتا چلا آرہا ہے۔ ایام جہالت میں کالیداس کے ڈراموں سے اس زمانہ کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے زمانہ میں تعلیم عام طور سے پھیلی اور تعلیم نسواں کا خاص اہتمام کیا گیا۔ اس زمانہ میں بڑی قابل قابل عورتیں پیدا ہوئیں۔ بیجونگا پدمنی میرابائی اہلیہ بائی سلطانہ رضیہ چاند بی بی، اور زیب النسا اسی زمانہ کی یادگار ہیں۔

عورتوں کی مجلس - نیشنل کونسل آف ویمن ان انڈیا (عورتوں کی قومی مجلس) کا اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اس کونسل کے ماتحت سوسائٹیاں ہیں اور پھر ان کی شاخیں ہیں۔ یہ کونسلیں دنیا کی بین الاقوامی کونسل سے ملحق ہیں خیصلہ یہ ہے کہ عورتوں کے حالات میں اصلاح کی جائے، ان کی مشکلات اور تکلیفات کا انسداد کیا جائے۔ تمدن و معاشرت اور قانون کے لحاظ سے جو خامیاں انکے درجہ و مرتبہ میں نظر آئیں انہیں دور کیا جائے، دنیا کی عورتوں میں باہم جذبہ ہمدردی پیدا کیا جائے۔ ان میں تعلیم کو رواج دیا جائے۔

یہ مجلس ہندوستان میں ۱۹۲۶ء میں قائم ہوئی اب تک اس نے عورتوں کے حق میں بہت مفید کام کیا ہے۔ یہ اس جذبے سے کام کررہی ہے کہ تمدنی و اقتصادی مسائل کے حل میں عورتیں برابر کی شریک ہوسکتی ہیں۔

دو خودکشیاں - مغرب بھی عجیب ملک ہے، ایک ۲۷ سال کا آدمی بیوی حاصل کرنے کا آرزومند تو تھا لیکن بقدر کمزور دل اور شرمیلا تھا کہ وہ اپنے ملک کے دستور کے مطابق کسی لڑکی سے بات نہ کرسکتا تھا۔ وہ لندن کی بندرگاہ کے دفتر کا کلرک تھا اس نے گیس سونگھ کے خودکشی کرلی۔ اس نے اپنی بہن کو ایک چٹھی لکھی کہ بچپن سے ہی مجھے تنہائی سے واسطہ رہا۔ اس وقت میرے ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ سالہ رفیق لڑکے لڑکیوں کے ہمراہ سیر کرتے اور مجھے کوئی نہ پوچھتا کہ میں بہت چھوٹا ہوں اس وقت سے میرے دل میں اپنے متعلق گھٹیا پن کا خیال پیدا ہوگیا، اسی کا اثر ہے کہ میں کسی لڑکی سے بول ہی نہیں سکتا کسی اجنبی مرد یا عورت سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو میرا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور میری زبان گویا کو بیجاتی ہے، اسی لئے گو میری خواہش رہی ہے کہ مجھے بیوی ملے اور میں گھر بناؤں لیکن اس طرح تو میں سو برس کی عمر تک بھی کامیاب نہ ہوں گا۔

لندن میں ایک ۲۱ سالہ لڑکی نے بھی گیس سے خودکشی کرلی کیونکہ لڑکے نے نسبت توڑ دی تھی، اس کے پاس ایک کاغذ کا پرزہ پرزہ ملا کہ میں اس نسبت کے ٹوٹ جانیکی وجہ سے اب زندہ نہیں رہ سکتی۔ قانونی تحقیقات ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ دوسری ہی ڈاک سے اس لڑکے کا خط پہنچا کہ نسبت کو قائم کرلو اور میری خطا معاف کردو۔ عدالت نے قرار دیا کہ اگر وہ اگلی ڈاک کا انتظار کرلیتی تو یہ دلخراش سانحہ پیش نہ آتا۔

نیند میں چلنے پر طلاق - برلن (جرمنی) میں ایک میاں بی بی دو سال تک ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے رہے، ایک رات کسی خوفناک دھماکہ سے بیوی سوتی سوتی گھبرا کے چونک اٹھی۔ اس نے دیکھا کہ لیمپ ٹوٹا پڑا ہے اور میاں الماری کے اوپر چڑھے بیٹھے ہیں وہ اتر آیا اور بیوی سے معذرت کرنے لگا اور فوراً ہی غافل سوگیا، اس روز چودھویں رات کی چاندنی پھیلی ہوئی تھی، اگلے مہینہ کی چاند کی چودھویں کو یہی پیش آیا جس سے بیوی اس قدر خوفزدہ ہوئی کہ اس نے عدالت میں طلاق کی درخواست پیش کردی عدالت نے اسے طلاق کی ڈگری دیدی اور یہ قرار دیا کہ نیند میں چلنا پھرنا طلاق کے لئے کافی وجہ نہیں البتہ اگر شادی سے پہلے منگیتر اپنی آیندہ دولھن کو اپنے اس نقص سے آگاہ نہ کرے تو طلاق جائز ہے

شاہی محلسرا کے سامنے چوری سینٹ جیمس پیلیس کے دروازہ کے سنتری نے دیکھا کہ چند چور موٹر میں آئے اور ۵۰ گز کے فاصلہ کے سامنے کی مشہور دکان کی کھڑکی توڑ کے چوری کرنے لگے، سنتری اپنی جگہ پر قائم رہا۔ وقت ختم ہونے پر اس نے افسر انچارج کو اس غیر معمولی حادثہ کی اطلاع دی۔ جب تک پولس کا دستہ ان کی گرفتاری کو روانہ ہو وہ نہایت قیمتی سگاروں کے مسروقہ انبارے میلوں دور جاچکے تھے۔ اور جنگ کے افسر نے سنتری کے اس رویہ پر اظہار پسندیدگی کیا کہ اپنے مقام پر سے اس نے نہ ہلنے میں عقلمندی کی کیونکہ ممکن ہے اس قسم کی کوئی فرضی نقل و حرکت کرکے اسے وہاں سے ہٹا لیا جائے اور مجرم محل میں داخل ہوجاتے۔ البتہ قتل جیسا جرم اس کے سامنے ہورہا ہو تو اسے اپنی قوت فیصلہ سے کام کرنا چاہئے۔

شہاب ثاقب - آج سے ۲۶۰۰ برس پہلے چینی ادبی کتب میں شہاب ثاقب کا ذکر آتا ہے۔ یورپ میں ڈیڑھ ہزار برس سے ان کا ذکر ہوتا رہا ہے، پہلے زمانہ میں اس کو منحوس سمجھتے تھے ۱۸۳۳ء کی ۱۳ نومبر کو مشرقی شمالی امریکہ میں سب جگہ شہاب ثاقب کی ایک بوچھاڑ دیکھی گئی لوگ ڈر گئے کہ بس قیامت آگئی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ آدھی رات سے صبح تک دو لاکھ تارے ٹوٹتے ہوئے دیکھے گئے، بہت سے تارے بہت روشن تھے اور ان کے راستہ کی لکیر دیر تک روشن رہی، لیکن ان میں سے کسی کے زمین تک پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی

۹ فروری ۱۹۱۳ء کو ان تاروں کی ایک قطار کناڈا (امریکہ) میں نظر آئی ۵،۰۰۰ میل طے کرکے وہ بحر اوقیانوس پر نظر آئے اور ان کا رخ جنوب مشرق کی طرف رہا۔ یہ ہم سے ۶۰ تاروں کے چار پانچ جھرمٹ تھے۔ جہاں جہاں وہ نظر آئے وہ زمین سے ۳۵ میل بلند تھے۔ کناڈا کے اکثر مقامات پر ان سے گرج کی سی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور آدھ جگہ مکان تک ہل گئے۔ اس قسم کا نظارہ قاہرہ میں ۱۹۲۹ء میں ہوا تھا۔

لندن میں سنگھار کی لاگت۔ لندن میں جب کہر نظر آتا ہے اس کے صاف ہوتے ہی عورتیں سنگھار کمروں کی طرف دوڑ جاتی ہیں۔ جن عورتوں کی جلد کی رخصت ہو جاتی ہے ان کی ان مقامات پر کثرت ہوتی ہے۔ بہت سا فالتو وقت اور دولت کی کافی مقدار اس کام کے لئے درکار ہے۔ سب سے پہلے اس کے چہرہ پر مالش کی جاتی ہے۔ وہ ایک آرام کرسی پر گھنٹوں بیٹھی رہتی ہے۔ مشاطہ اس کے رخساروں پر خوشبودار جلد صاف کرنے والی کریمیں لگا لگا کے مالش کرتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ نازک مساموں میں گرد کا ایک ذرہ بھی نہیں رہنے پاتا۔ پھر اس کے بعد گرد و غبار سے بچانے والے روغن اور جلد تاننے والے عرق لگائے جاتے ہیں۔ تقریباً نو روپیہ لاگت آتی ہے۔

بہت سی عورتیں ابروؤں کے بال اکھڑواتی ہیں اور بہت سی ہونٹوں کے آس پاس کے بال۔ ہر دو پر تقریباً تین روپیہ خرچ آتا ہے۔ بال دھلوانے اور لہروانے کی لاگت تقریباً پانچ روپے ہے۔ جو بانہیں اور ہاتھ سفید کروا کے خوشنما بنواتی ہیں اس کے لئے چودہ روپیہ تک ہیں۔ ناخنوں کی کتروائی اور صفائی ڈیڑھ روپیہ ادا کرتی ہیں اور انگوٹھوں کی درستی کے لئے ساڑھے چھ روپے دینے پڑتے ہیں۔ جلد کی شگفتگی خاص کر چہرہ کی جھریاں دور کرنے کے لئے بارہ روپے غسل کے لئے نو روپیہ اور ایک گھنٹہ کی مالش کے لئے چودہ روپے لئے جاتے ہیں۔

سنگھار خانہ میں جانے کا خرچ چار آنے فی منٹ ہے لیکن یہ منٹ اور چار آنے بڑھتے بڑھتے گھنٹے اور گنیاں بن جاتے ہیں لیکن عورت خوبصورتی حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ ادا کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔

پھلجھڑیاں۔ مس مارٹا فیرا جرمنی کی طاقتور ترین عورت اپنی کمر لوہے کی میخوں کے بستر پر جما کے تین سو پونڈ (ایک پونڈ تقریباً آدھ سیر کے برابر ہوتا ہے) کا اہرن رکھواتی ہے۔ اس پر ۲۵ پونڈ کے ہتھوڑے سے ضربیں لگائی جاتی ہیں۔

ٹوکیو میں ایک جاپانی لفٹیننٹ کو میدان جنگ میں بھیجا گیا تو اس کی ۱۹ سالہ بیوی نے اچھے اچھے کپڑے پہنے اور اپنے گھر کے دیوتاؤں کے سامنے بیٹھ کے شریانوں کی رگ ایک خنجر سے کاٹ ڈالی اور مر گئی۔ ایک خط لکھ کے چھوڑ گئی جس میں اس نے شوہر کو نصیحت کی کہ وہ میدان جنگ میں یکسوئی سے لڑے اور یہ یکسوئی اس کے مرجانے سے ہی اسے نصیب ہو سکے گی۔ اس نے اپنے شوہر کا شکریہ ادا کیا کہ شادی کے بعد کا مختصر زمانہ اس نے اس کی بدولت بڑے لطف و مسرت سے گزارا۔

فرانس میں اس وقت ۳ لاکھ آدمی بیکار پڑے ہیں۔ اس سال ۴۴ زبانوں میں ایک کروڑ بیس لاکھ انجیلیں فروخت ہوئی ہیں۔

ہتھولی جنوبی افریقہ میں ایک بھیڑ نے ایک بچہ دیا جس کے دو منہ ہیں۔ اب وہ ۹ مہینے کا ہے۔ اس کے مالک کو چند ہی روز ہوئے اس کا دوسرا منہ نظر آیا سیدھے کان کے پیچھے سر میں ایک سوراخ نظر آیا جو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا منہ ہے جس میں زبان اور پورے دانت ہیں اور ایک تنگ نالی سے یہ گلے اور سانس کے عضلات سے جڑا ہوا ہے۔ جب کھاتے وقت اصلی منہ کھلتا اور چلتا ہے تو یہ بھی کھلتا اور چلتا ہے اور جانور اس سے سانس بھی لے لیتا ہے۔ گڑگانوہ میں بھی ایک گائے کے دو منہ والا بچھڑا ہوا تھا جسے گائے کے پیٹ سے آنکڑے کے ذریعہ نکالا گیا تھا۔ وہ مرا ہوا نکلا۔ گائے زندہ ہے۔

دنیا کی نظر اس وقت ہندوستان کے سونے پر ہے۔ خیال یہ ہے کہ پہلی صدی میں ساٹھ کروڑ پونڈ کی قیمت کا سونا ہندوستان میں جذب ہو چکا ہے۔ کہیں دفن ہے کہیں عورتوں کے طرح طرح کے زیورات بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ کے پاس ایک ارب پونڈ اور فرانس کے پاس ساٹھ کروڑ پونڈ کا سونا تہ خانوں میں بند ہے اس سے بازاروں پر بڑا اثر پڑا اور انگلستان کو سونے کا سکہ توڑنا پڑا۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء کے درمیان معدنی پیداوار کے علاوہ باہر سے سونا ۱۲ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ قیمت کا یہاں آیا ۱۸[illegible]ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان دو کروڑ ستر لاکھ پونڈ اور آ گیا اس کے بعد ہر سال زیادہ زیادہ سونا آتا رہا۔ اب قیمت بڑھ جانے سے تین مہینے کے اندر یہاں سے دو کروڑ چالیس لاکھ پونڈ کا سونا باہر جا چکا ہے۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ انگریزوں پر خواہ مخواہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کو چوس کے کھوکھلا کر دیا ہے حالانکہ یہاں سونا اتنی کثرت سے دبا ہوا ہے جو تمام دنیا کی سونے کی کانیں سات سال برابر سونا اگلتی رہیں تو بھی اتنا نہ ہو۔

بمبئی کی ایک ۲۳ سالہ یورپی لڑکی پر رات کے وقت ایک چور نے اس کے کمرہ میں چاقو سے حملہ کیا، اس نے لاتوں سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ چیخ پکار پر محلہ والے آ گئے اور چور پکڑا گیا۔

نئی کتابیں

گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ گو بہت عجلت میں مرتب کی گئی تھی، لیکن الحمدللہ غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی اور بعض بہنوں نے اس قدر پسند کیا کہ انہوں نے ایسی ہی ایک اور کتاب شائع کرنے کا اصرار فرمایا اب کشیدہ کاری کا شوق رکھنے والی سب بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ عصمت کی مشہور دستکار بہن محترمہ غدیر فاطمہ دبیگم سید مطاہر حسین صاحب جعفری نے عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ گلدستۂ کشیدہ ۶ ماہ کی مسلسل محنت کے بعد نہایت قابلیت سے مرتب کیا ہے اس کی تیاری میں ۲۸ دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ۔

پہلا باب ۔ ۹ قرم شلاً یا محمد ۔ تاج محل، عید کارڈ وغیرہ

دوسرا باب مختلف قسم کے پھولوں کونوں ڈالیوں کے ۶۲ نمونے

تیسرا باب بڑے پھول ۴۴ نمونے

چوتھا باب میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے ۱۹ نمونے

پانچواں باب مرکز ۱۸ نمونے

چھٹا باب گول پھول ۱۱ نمونے

ساتواں باب بیلیں دساڑہی، پلنگ کی چادریں، میز پوش تکیہ کے غلاف، قمیض کی پٹی، کرسی کے گدّے وغیرہ وغیرہ کی بیلیں ۱۷ نمونے

آٹھواں باب فیتے کی بوٹیاں ۸ نمونے

نواں باب قمیض کے کف ۴ نمونے

دسواں باب قمیص کے گریبان ۲ نمونے

گیارھواں باب متفرق نمونے دشلاً پنکھے، ٹی کوزی ۔ بچوں کے بب، جوتہ، پاندان کا غلاف، بائسکل کی گدی بٹوہ وغیرہ کُل نمونے ۲۱۰

پہلے کشیدہ کاری کے متعلق نہایت کارآمد ہدایتیں ہیں جن سے نوآموز لڑکیاں بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں پھر ہر باب میں جتنے نمونے ہیں ان سب کے متعلق الگ الگ ہدایت اور کاڑھنے کی ترکیب جو اس قدر مکمل ہے کہ ہر چیز کے لئے موزوں رنگ تک لکھدیا گیا ہے صفحہ ۵۴ سے نمونے شروع ہوتے ہیں مصوری میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہر چیز صاف طور پر نمایاں ہو ۔ مجموعی طور پر اس کتاب کے نمونے بہت خوبصورت ہیں کتاب کا سائز وہی ہے جو عصمت کا مگر بعض بڑے بڑے نمونے دوگنی تقطیع پر بنوائے گئے ہیں، ضخامت ۱۳۶ صفحے کاغذ خوب دبیز چکنا لگایا گیا ہے، بلاک کا نائٹل رنگین نہایت خوشنما غرض کشیدہ کاری کی ایسی خوبصورت اور ایسی کارآمد کتاب اُردو میں آج تک نہیں چھپی، ہم محترمہ غدیر فاطمہ صاحبہ کو اس قابل قدر کتاب پر مبارکباد دیتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ دستکار بہنوں میں گلدستہ کشیدہ بہت قدر و وقعت کی نظر سے دیکھی جائیگی قیمت صرف عہ

ملنے کا پتہ :۔ دفتر عصمت دہلی

شہیدِ وفا

محترمہ خاتون اکرم کے بتیس افسانوں کے خوبصورت مجموعہ گلستان خاتون کے بعد ایک اور مشہور افسانہ نگار بہن کے افسانوں کا مجموعہ شائع ہوا ہے محترمہ امتہ الوحی صاحبہ دور حاضرہ کی کامیاب افسانہ نگار خواتین میں سے ہیں شہید وفا انہیں کے سبق آموز نتیجہ خیز دلچسپ افسانوں کا مجموعہ ہے ہم نے شہید وفا کے دو تین افسانے پڑھے ہیں اس میں شک نہیں کہ محترمہ امتہ الوحی صاحبہ نے اپنے افسانوں کو ایک جگہ جمع کرکے نسوانی ادب میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے شہید وفا کے تمام افسانے خواتین کے پڑھنے کے لائق ہیں علاوہ دلچسپ ہونے کے ان سے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں قیمت عہ ہے کتاب الفردوس الخلیل سے شائع ہوئی ہو دفتر عصمت دہلی سے بھی مل سکتی ہے ۔

بزم عصمت

میں کمال مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ بفضل خداوند کریم میرے منجھلے بھائی آقا سید غلام عباس صاحب سبزواری کی شادی نہایت سادے طریقے سے بروز پنجشنبہ مطابق دسویں دسمبر ۱۹۳۱ء کو کلکتہ کے ایک معزز تاجر مرحوم آقا سید علی صاحب اصفہانی کی صاحبزادی فاطمہ سلطان بیگم صاحبہ اصفہانی سے بحسن وخوبی ہوگئی۔ اس مبارک خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کی معصوم بچیوں کے لئے ارسال کرتی ہوں۔

ایس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ

۲ پتے درج ذیل ہیں ان پر عصمت و بنات کا وی پی فوراً بھجوا دیجئے۔ انشاء اللہ اور خریدار بھی جلد ملیں گے عصمت کی ترقی کا مجھے خاص خیال ہے۔

مسز عبدالحمید ننا گری

آج دس روپیہ کی رقم بذریعہ منی آڈر تربیت گاہ کے لئے ارسال خدمت ہیں عگار روپیہ کی رقم، ماہوار جنوری اور فروری کی ہے۔ بقیہ چھے روپیہ رمضان المبارک کے لئے تربیت گاہ کو بطور چندہ ارسال ہیں

ب۔ن مدراس

مسز مفتی محمد یعقوب حسین صاحب نے پتہ مثنوی مولانا روم صاحب کا دریافت فرمایا لہٰذا پتہ حسب ذیل ہے:۔ لکھنؤ چوک مطبع مجتبائی پریس محمد عبدالعزیز تاجر کتب سے ملے گی۔

شکیلہ خاتون صاحبہ پام دلا نے ۔: دریافت فرمایا کہ لکھنؤ میں سچا سلمہ ستارہ کون سے دوکاندار سے ملیگا۔ پتہ حسب ذیل ہے شہر لکھنؤ چوک جانکی پرشاد گوٹہ فروش سے دستیاب ہوسکتا ہے

مسز احمد حسین از ردولی شریف ضلع بارہ بنکی

بہن صاحبہ مسز عبدالصمد خاں نے جو چیچک کے داغوں کے متعلق دریافت کی ہے، میں اپنا آزمودہ نسخہ پیش کرتی ہوں۔ آنبہ ہلدی۔ بیج سرکنڈا۔ کوڑی سوختہ ہم وزن لیکر بھینس کے دودھ میں پیس کر چیچک کے نشانوں پر لگائیں اور صبح پانی سے دھو ڈالیں چند روز ایسا کریں۔ انشاء اللہ داغ جاتے رہیں گے۔ اور چہرہ صاف ہو جائے گا۔

نسخہ برائے کثرت پسینہ:۔ پھٹکری سفید پانی میں حل کرکے ہاتھ پاؤں پر ملیں۔ انشاء اللہ تعالے جلد فائدہ ہوگا۔

کے۔ فاطمہ لائل پور پنجاب

بہن زبیدہ خانم (نور منزل جالندھر شہر) کی خدمت میں عرض ہے کہ ان کے چہرہ پر جو چھوٹی چھوٹی پھنسیاں نکلتی ہیں ان پر خوب صابن سے چہرہ دھو لینے کے بعد Emolient Cream (ایمولینٹ کریم) لگائیں۔ انشاء اللہ چند روز میں فائدہ ہوگا۔ آزمودہ ہے

ایس کے صغرا بیگم سبزواریہ کلکتہ

بہن زبیدہ خانم صاحبہ چہرے کی پھنسیوں کے لئے مرہم "فیسرین"، پتہ ذیل سے منگوا کر استعمال کریں یہ مہاسوں اور انکے داغوں کو رفع کرنے کے لئے اکسیر ہے، میری اپنی آزمودہ ہے

خان ڈاکٹر محمد خانصاحب مکسر ضلع فیروز پور

کسی بہن یا بھائی کو ذیل کے مصرعوں کی پوری نظمیں معلوم ہوں تو برائے عنایت بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں:۔

ع:۔ حکومت پر زوال آیا تو پھر نام نشان کب تک
ع:۔ کہاں ڈھونڈھے ہے دنیا محمد علی کو

بنت خان ڈاکٹر محمد خانصاحب مکسر ضلع فیروز پور

آہ کس قلم سے لکھوں کہ میری عزیز بہن سعیدہ خاتون ہمشیرہ مظہر صاحب نے تین ماہ علیل رہنے کے بعد ۲۹ جنوری ۳۲ء کو

مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ ہم سب کو تنہا چھوڑ کر سفر آخرت کیا۔ خدا سے دعا ہے کہ مرحومہ کو بہشت بریں میں جگہ دے اور اس کی نہ بھولنے والی یاد میں اس کے اعزا کو صبر جمیل عطا فرمائے بڑی نیک مزاج، سلیقہ شعار اور باتمیز لڑکی تھی ۔

عصمتی بہنوں اور بھائیوں سے گذارش ہے کہ ایک ایک پارہ پڑھکر مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں، عین عنایت ہوگی

خدیجہ فاطمہ بیگم سید مظہر حسین جعفری آگرہ

تذکرہ جمیل حصہ دوم کی کتابت کا کام قریب الختم ہے تعلیمیافتہ خواتین مختصر سی سوانح حیات، تعلیمی حالت۔ نثر یا نظم کا نمونہ جلد روانہ فرمائیں ورنہ گنجائش باقی نہیں رہیگی ۔

محمد عبدالرزاق بسمل وہیرپورہ حیدرآباد دکن

میں نے عصمت میں دو تین بہنوں کے مضامین دیکھے جن میں بال بڑھانیکا نسخہ دریافت کیا ہے۔ نیچے دو نسخے تحریر کئے جاتے ہیں یہ نسخے بارہا تجربہ ہو چکے ہیں ۔

(۱) بال بڑھانے کا نسخہ ۔ مغز تخم خربزہ، برگ کنار، برگ کدو۔ برگ کنجد تمام وزن ہموزن جس قدر بنانا درکار ہو ان سب کو باریک پیس کر بالوں کی جڑوں میں ملیں اور دو گھنٹہ بعد نیم گرم پانی سے دھو ڈالیں ۔

(۲) درخت بیری کے نرم نرم پتے ۵ تولہ برگ مہندی ۵ تولہ۔ گل انار ۲۰ تولہ ہرسہ ادویہ کو پانی میں ملا کر اس قدر گھوٹیں کہ جھاگ کے مانند ہو جاویں رات کے وقت بالوں پر لگا دیں صبح کو دھو کر تیل لگا دیں۔ تیل خواہ کیسا ہی ہو۔ چند روز میں انشاءاللہ فائدہ معلوم ہوگا ۔

ام محمد حسین بمبوا کینیا کالونی (افریقہ)

میں مسٹر عبدالقدوس صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے قطعہ تاریخ ولادت لکھنے کی زحمت گوارا کی۔ چند قطعات جو میرے والد مدظلہ کے احباب نے لکھے ہیں ان میں سے ایک درج کرتی ہوں:۔

یہ کیسا سماں ہے یہ کیسا اثر ۔۔۔ مسرت سے معمور ہے ہر بشر
ہوا ہے کوئی چاند شاید طلوع ۔۔۔ کہ جس سے منور ہیں دیوار و در
نئی شان سے آیا یہ نوروز آج ۔۔۔ جلو میں لئے ساتھ دو دو قمر
نمایاں ہوا اک سر آسماں ۔۔۔ زمیں پر ہوا دوسرا جلوہ گر
محرم کی پہلی کو اور بدھ کے دن ۔۔۔ گیا میں ہوا جلوہ گر یہ قمر
گل تازہ گلزار فضل حسن ۔۔۔ نہال مسرت کا شیریں ثمر
دعا ہے کہ دنیا میں پھولے پھلے ۔۔۔ یہ ماں باپ کا اپنا لخت جگر
خدا اس کو دے عمر اقبال جاہ ۔۔۔ جہاں میں بنے فخر جد و پدر
ہی خواہ کا بول بالا رہے ۔۔۔ سدا سرنگوں حاسد بد نظر
جو بسمل نے پوچھا ولادت کا سال ۔۔۔ تو بول اٹھا یہ ہاتف خوش خبر

قلم کرکے بدبیں کا سر لکھدو یہ
جواں سال فرزند رشک قمر
۱۳۵۲ = ۱۳۵۰ھ

میمونہ خاتون بنت مولوی سید فضل حسین اکسائز انسپکٹر گیا

میں نے الیس احمد اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۵۴۱۱ لاہور سے کشیدہ کاری کی مشین اور اس کے ساتھ کل سامان ریشم وغیرہ آیا تھا لیکن اس مشین کے چلانے کا طریقہ اس میں نہیں لکھا تھا اس وجہ سے وہ مشین بیکار پڑی ہے۔ براہ کرم کوئی بہن بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ وہ مشین کس طرح چلائی جاتی ہے۔ بہت ممنون ہوں گی

نورا فروز تعلیق فاطمہ بنت حسان غنی صاحب انسپکٹر آبکاری

دُوربین

ملک کی سیاسی حالت

حضور وائسرائے ہند نے اسمبلی میں تقریر کی جس میں موجودہ زرعی کساد بازاری وغیرہ کا ذکر کرنے کے علاوہ ملک کی بے چینی کا تبصرہ کیا کہ کانگریس کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن اس نے لارڈ اروِن کے سمجھوتہ کو آئیندہ مقابلہ کے لئے مہلت سمجھا اور برابر طیاریاں کرتی رہی۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر کانگریس کا مقابلہ نہ کیا جاتا تو ملک میں انتظام اور با امن حکومت ناممکن تھی۔ حکومت اس وقت تک اپنے ہنگامی قانون واپس نہ لیگی جب تک ان کا مقصد پورا نہ ہو جائے اور ملک سے بے چینی کا نام و نشان نہ مٹ جائے نہ اس معاملہ میں کوئی سمجھوتہ ممکن ہے، چنانچہ پنڈت مالویہ سمجھوتہ سے مایوس ہو کر بنارس چلے گئے۔ کانگریسی گرفتار شدوں کے مقدمات کا عدالتوں میں بہت جلد فیصلہ سُنا دیا جاتا ہے۔ پہلی سی ڈھیل نہیں رہی اور سزائیں بھی کافی سخت دی جاتی ہیں چنانچہ ایک شخص پر دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ سرحد پر بھی امن ہو گیا ہے، ہوائی جہازوں کے کاغذ کے کھلونے وہاں ڈالے گئے، جن کو سُرخ قمیضیں پہنائی گئیں۔ لوگ ڈرتے ڈرتے وہاں پہنچے کہ کوئی بسب نہ ہو، پشتو میں یہ عبارت لکھی نظر آئی کہ سرخ قمیص کے جھگڑے کو چھوڑو اور با امن شہری بنو۔ سرحد میں اصلاحات کا کام بڑی تیزی سے جاری ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ یہ اصلاحات اپریل میں نافذ ہو جائینگی، سرحد کی کونسل میں صرف ایک وزیر رہیگا۔

لارڈ اروِن نے لندن میں کہا کہ اگر اس وقت میں ہندوستان میں ہوتا تو میں بھی کہاں تک صبر کرتا میں بھی وہی کرتا جو اب لارڈ ولنگڈن کر رہے ہیں۔ اس سختی کی ذمہ دار خود کانگریس ہے۔

اسمبلی میں حکومت ہند کے موجودہ خاص قانونوں کے خلاف احتجاجی تحریک پیش ہوئی۔ مخالف و موافق تقریریں ہوئیں یہ تحریک ۶۲ بمقابلہ ۴۴ رائے کے نامنظور ہوئی۔ حکومت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ بہت سے غیر سرکاری منتخبہ ممبروں نے بھی حکومت کی تائید میں تقریریں کیں۔

مدناپور کے جیل سے تین عمر قید کے سیاسی ملزم فرار ہو گئے، چاروں طرف سخت حیرت طاری ہے کہ یہ فرار کیسے عمل میں آیا اسے بھی سیاسی ریشہ دوانی کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔

مسٹر گاندھی کی امریکی چیلی مس سلیڈ (میرا بائی) کو بمبئی سے چلے جانیکا حکم دیا گیا اس نے تعمیل نہ کی۔ اس پر اسے گرفتار کر کے تین ماہ قید محض کی سزا دیدی گئی۔ آثار ظاہر ہو گئے ہیں کہ اس جنگ میں کانگریس کو کامیابی نہ ہوگی ــــ نافرمانی کی تحریک ہر جگہ دب گئی ہے

چین و جاپان کا جھگڑا

صورت حالات نازک ہو گئے ہیں ایک جاپانی ہوائی جہاز چینیوں نے گرا لیا۔ جاپانیوں نے جلدی سے اس کے نیچے بڑی سرنگ لگادی جب چینی اسے لوٹنے دوڑے تو وہ پھٹ گئی اور بیس چینی مارے گئے، ہاربن میں چند جاپانی افسر قتل کر دیئے گئے، امریکہ انگلستان سے التجا کر رہا ہے کہ جاپان پر چین کے حملہ کر دینے کے خلاف متحدہ کارروائی ہونی چاہئے، چین نے جاپان کی تقریباً ہر شرط مان لی اور جاپان کے خلاف بے چینی پھیلانے والی انجمنوں کی بیخکنی کا وعدہ کیا لیکن جاپانی افواج نے آدھی رات کے وقت چپائی پر دھاوا بول دیا، چینیوں نے خوب مقابلہ کیا۔ طرفین کا خوب نقصان ہوا۔ تین جاپانی جہازوں نے شہر پر منٹ منٹ کے بعد بمب برسائے جن سے سارا شہر جل اٹھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آگ کی ایک میل لمبی دیوار ہے۔ چینی حکومت نانکن چھوڑ کے لوینگ چلی گئی ہے۔ نانکن پر جاپانی بحری جہازوں نے

دو گھنٹے برابر شدید گولہ باری کی۔ چینی حکومت نے ابھی اعلان جنگ نہیں کیا، امریکہ اطالیہ برطانیہ وغیرہم کی فوجیں چین جا رہی ہیں تاکہ بین الاقوامی علاقہ کی حفاظت کریں۔ شدید جنگ کے بعد جاپانیوں نے ہاہن پر قبضہ کر لیا۔ چینی فوج نے شہر خالی کرنے سے پہلے مکانات لوٹ لئے اور دو سو چینی قتل کر ڈالے۔ دوسنگ کے قلعوں پر جاپانی ہوائی جہاز اور توپخانہ غضب کی گولہ باری کر رہے ہیں لیکن قلعے بھی ایسے بے حیا ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے شدید لڑائی کے بعد جاپانیوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ چینی سپہ سالار کہتا ہے کہ یہ تو بچوں کا سا کھیل ہو رہا ہے۔ میں اس پٹاخہ بازی سے تنگ آ گیا ہوں ذرا معرکہ ہو تو ذرا جوہر دکھاؤں۔ خیر سے آپ شاعر ہیں۔ جب لڑائی میں کچھ سکون پیدا ہو جاتا ہے تو آپ شعر کہنے لگتے ہیں، شنگھائی پر جاپانیوں کو شکست کھا کے پیچھے ہٹنا پڑا۔ شنگھائی میں فریقین نے جنگی کارروائی عارضی طور سے ملتوی کر دی تاکہ طرفین عورتوں اور بچوں کو جنگی علاقہ سے نکال لیجائیں۔ یورپ کی سلطنتوں نے کوشش کی کہ یہ عارضی صلح مستقل ہو جائے لیکن جاپان کی طرف سے کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ اس کی فوجیں اس علاقہ میں برابر جمع ہوتی چلی جا رہی ہیں، حملہ ہوائی جہازوں نے چاپئی اور دوسنگ قلعہ پر شدید گولہ باری کی جن سے شہر دہل دہل گیا۔ عارضی صلح کچھ کارآمد ثابت نہ ہوئی۔ جاپان نے چین کو شنگھائی سے بیس میل پرے اپنی فوجیں ہٹانے کا الٹی میٹم دیا جو چین نے یہ کہکر مسترد کر دیا کہ ہم اپنی فوجیں ۱۲ میل اس شرط پر ہٹا سکتے ہیں کہ جاپان بھی ایسا ہی کرے، جاپان نے نہایت زور شور سے حملہ شروع کر دیا ہے چینیوں نے اپنے پرانے جرنیل فنگ یوسیانگ کو ملکی خطرہ کا واسطہ دے کے بلا لیا ہے۔ وہ غضب کا آدمی ہے، منچوریا نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ اور اس کا صدر سابق شاہنشاہ چین سوان ٹنگ مقرر کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں دو سال کی عمر میں وہ تخت پر بیٹھا سنہ ۱۹۱۲ء میں اسے دست بردار ہونا پڑا اب اسکی عمر ۲۶ سال ہے اور اس کے سر پر جاپان کا ہاتھ ہے۔

حالات کشمیر جتھوں کا سلسلہ کچھ کم پڑ گیا۔ پرانے جتھے میعاد پوری کر کر کے رہا ہو رہے ہیں، بعض مقامات پر فوج کے ساتھ مڈبھیڑیں ہوئیں۔ ریاست کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ بعض حلقوں نے بغاوت کر دی ہے اور ہندو گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ رہے ہیں اور انہیں زبردستی مسلمان کیا گیا ہے۔ سٹیٹسمین اور سول ملٹری اخبارات کے نامہ نگار لکھتے ہیں کہ بہت کچھ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ لوگ محض ڈر سے گھر چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں کے محلوں پر بھی فسادیوں نے حملہ کر کے تباہی پھیلائی۔

مسٹر مڈلٹن جو پچھلی خونریزی کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے مامور کئے گئے تھے، انہوں نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے انہوں نے مسلمانوں کی داستان مظالم کو غلط اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔ فوجی آتشباری کو انہوں نے جائز ٹھیرایا اور یہ بھی لکھا کہ اگر حکام تدبر سے کام لیتے تو اس کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور رعایا کی بے چینی بعض حکام کے رویہ کے خلاف ہے ورنہ اس میں ہندو مسلمانی رنگ بالکل نہیں مسلمان حلقوں میں اس رپورٹ پر مایوسی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پنڈت ہری کشن کول وزیر اعظم بھی چھٹی پر چلے گئے۔ ان کی جگہ ایک انگریز مقرر ہوا ہے جو انگریزی علاقہ سے جائیگا۔ میرپور میں عارضی طور پر انگریزی انتظام رہے گا۔ وہاں ایک انگریز ڈپٹی کمشنر مقرر کر دیا گیا ہے۔

عورتوں کی رائیں اس وقت ہندوستان میں فرنچائز (رائے دینے کا حق) کمیٹی دورہ کر رہی ہے، اس نے کچھ سوالات اپنی تحقیقات میں مدد لینے کے لئے شائع کئے ہیں۔ عورتوں کی رائے دہندگی کے متعلق جو شرائط تجویز کی گئی ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر عورتوں کو اس نقصان ہی رہیگا۔ مثلاً یہ کہ جس عورت کے پاس اسقدر جائداد ہو یا وہ اس قدر تعلیم یافتہ ہو یا اس کی آمدنی اس قدر ہو وہ رائے دے سکیگی آپ بتائیں کہ اوروں کا تو ذکر کیا مسلمان عورتوں کو اس سے کسقدر گھاٹا رہیگا، کتنی مسلمان بیبیاں جائدادوں کی مالک ہیں، پنجاب میں تو عورتوں کو رواج کی پابندی کی وجہ سے جائداد ملتی ہی نہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو۔ جہاں شرع کی پابندی کی جاتی ہے

وہاں بھی عجیب عجیب ترکیبوں سے ان بیچاریوں کو محروم کر دیا جاتا ہے، تعلیم کو لیا جائے تو مسلمان عورتیں موجودہ طرز تعلیم سے تقریباً بالکل بے بہرہ ہیں، زنانہ مدرسوں میں انہیں تعلیم نہیں دی جاتی گو بہت سی ایسی ہیں جن کی لیاقتیں گھر پر تحصیل علم کرنے سے ان مدرسہ والیوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں لیکن حق رائے دہندگی میں مدرسہ کی تعلیم کا معیار قائم کر دینے سے ایسی بہت مسلمان عورتیں رائے دینے سے محروم رہ جائینگی۔ رہا آمدنی کا مسئلہ، ہماری عورتیں گھروں میں خانہ داری کے کمال دکھایا کرتی ہیں۔ مرد باہر کماتے پھرتے ہیں۔ کتنی مسلمان بیبیاں اپنی ذاتی آمدنی کی مالک ہیں اور انکم ٹیکس دیتی ہیں اگر یہ طریقہ منظور ہو گیا تو مسلمانوں کو پہلے ہی قلیل آبادی کی وجہ سے رائے دہندوں کی کمی کی شکایت ہے۔ اس وقت اور بھی زیادہ ہو جائے گی۔ کیونکہ دوسری قوموں کی عورتیں تو رائے دہندگان کے رجسٹر پر آ جائینگی اور مسلمان عورتیں رہ جائیں گی۔ اگر سب بالغ عورتیں خواہ شادی شدہ ہوں یا کنواری رائے دینے کا حق مل جائے تو سب کی سب عورتیں رجسٹر پر آ جائیں گی۔ بہر حال اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے، عورتوں کی انجمن نے بھی اعلان شائع کیا ہے۔ انہوں نے تو ہر اس جھگڑے سے علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے، جس میں مرد جنس کے ملک سے دشمنی کر رہے ہیں۔

ہوائی مقابلہ ہندوستان میں ہوائی دوڑ کا پہلا مقابلہ ۲۷ فروری کو مقام نیو دہلی سے شروع ہوا۔ بارہ جہاز نئی دہلی سے لکھنؤ تک ۷۰.۹ میل اڑے۔ اس میں کئی ہندوستانی انگریز مرد اور دو عورتیں شریک ہوئیں۔ مس کراسلی لکھنؤ تک چوتھے نمبر رہی۔ لیکن وہاں سے دہلی واپس ہوتے ہوئے اس کا انجن بگڑ گیا، اس پر بھی وہ بڑی مردانگی سے جہاز اڑاتے ہوئے لائی۔ وہ پیچھے رہ گئی اور اس کی جگہ عورتوں کا انعام مسز بارین کو مل گیا۔ البتہ مس مذکور کی بہت ہی تعریف کی گئی۔ زیادہ تر اس لئے کہ دوڑ سے چند روز پہلے اس نے اس میں شریک ہونے کا تہیہ کیا۔ اول ایک ہندوستانی رہا۔ لیکن وہ انعام کے لئے اس دوڑ میں شریک نہ ہوا تھا اس لئے انعام اس کے بعد کے انگریز کو ملا۔ اس نے اپنا جہاز ۹۰ میل فی گھنٹہ چلایا۔

کلکٹر کے مقدمہ قتل کا فیصلہ کمیلا کے انگریز کلکٹر کے قتل کے جرم میں دو بنگالی لڑکیوں کو عمر قید کی سزا دی گئی، عدالت نے حکومت سے سفارش کی کہ عمر اور جنس کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے برتاؤ کیا جائے۔ عدالت نے اس قتل کو سفیانہ اور سفاکانہ قرار دیا کہ انہوں نے کلکٹر کو دھوکہ دے کے سامنے بلایا اور اس کی خوش اخلاقی سے فائدہ اٹھا کے اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیا وہ اپنے قتل پر مطلق پشیمان نہیں ہوئیں وہ ہر وقت ہشاش بشاش نظر آتی تھیں۔ قتل کے بعد مجسٹریٹ جب ان کا اقبال لکھنے گیا تو وہ بال سنوار رہی تھیں۔

و ہر حکم سننے کے لئے آئیں تو بھی ان کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہ تھی بلکہ گلاب کے پھول لگائے تھیں حکم سن کے انہوں نے کہا، ہمیں یکی زندگی سے موت بہتر ہے۔ عدالت نے ان کی عمر اور خاندانی وجاہت کا خیال کرتے ہوئے انہیں سزائے موت نہیں دی۔ صرف کالے پانی کا حکم دیا۔

باپ کا بیٹے کو بھینٹ چڑھانا مدارس کی طرف ضلع کمبا کونم کے ایک گاؤں میں ایک ہندو پجاری پکڑا گیا ہے اس نے اپنے ۱۲ سالہ لڑکے کی لاش بنا کر پولیس سے بیان کیا کہ ہمارے مندر میں ہماری کی دیوی کی پوجا کی جاتی ہے دو سال سے اس کی سواری کی رسم ادا نہ ہوئی تھی۔ وہ غضب میں آ گئی اور مجھے خواب میں نظر آئی کہ اگر تو اپنے بڑے بیٹے کی بھینٹ نہ چڑھائیگا تو نہ صرف تجھ پر بلکہ سارے گاؤں پر مصیبت نازل ہو جائیگی۔ اگلے روز میں نے اپنے لڑکے کی گردن اڑا دی اور اس کا خون دیوی پر چڑھا دیا۔

ایک بنگالی لڑکی کا لاٹ صاحب پر حملہ گورنر صاحب بنگال کلکتہ یونیورسٹی کے ہال میں ڈگری عطا کرنے کی رسم کا وقت اپنا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک ۲۰ سالہ بنگالی لڑکی نے اٹھنا چاہا لیکن جھجک کے بیٹھ گئی، کسی کو شبہ بھی نہ ہوا۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ اٹھ کے لاٹ صاحب سے ۲ فٹ کے فاصلہ پر جا کے کھڑی ہو گئی اس کی اس جسارت سے سب کو حیرت ضرور ہوئی لیکن کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ وہ کیا کرنے والی ہے اس نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور لاٹ صاحب پر گولی چلائی جو ایک پیچھے بیٹھے ہوئے پروفیسر کے بازو کو چھیلتی ہوئی چلی گئی۔ وائس چانسلر سہروردی صاحب لپک کے لڑکی سے گتھم گتھا ہو گئے، لڑکی نے اسی حالت میں تین گولیاں اور چلائیں جو لاٹ صاحب کے پیچھے دیوار میں جا لگیں وہ جھک گئے اور ذرا نہ گھبرائے، لڑکی نے پھر ہاتھ چھڑا کے ایک گولی چلائی جو لوگوں کے سروں کے اوپر سے نکل گئی۔ لڑکی گرفتار کر لی گئی، اس کی تلاشی پر اس کے پاس سے پنکھا برآمد ہوا۔ لاٹ صاحب نے مسکرا کے کہا کہ میں اپنا خطبہ ختم کروں گا چنانچہ انہوں نے نہایت سکون اور استقلال سے اپنا خطبہ ختم کیا۔ لاٹ صاحب کو کوئی گزند نہیں پہنچا خاص عدالت نے مقدمہ دس بجے شروع کیا اور تقریباً چار بجے ختم کر دیا۔ ملزمہ نے جرم سے اقبال کیا اور کہا کہ میں نے رنج تکالیف کا خاتمہ کرنے مر جانا ملکی بہترین خدمت سمجھا۔ یہ اچھا ہے کہ کوئی خون نہیں بہا اور میرا مطلب حاصل ہو گیا میں لاٹ صاحب اور ان کی بیگم کو اپنا باپ اور ماں سمجھتی ہوں لیکن مجھے اس طرز حکومت سے نفرت ہے جس کے وہ نمائندہ ہیں عدالت نے اسے نو سال قید سخت کی سزا دی۔ اس نے فیصلہ سکون سے سنا سہروردی صاحب کو حکومت عالیہ نے لاٹ صاحب کے بچانے کے صلہ میں سر کا خطاب دیا ہے۔

اسمبلی میں عورت کی جرأت دہلی میں جب اسمبلی کے اجلاس ہو رہا تھا کہ ایک عورت نے

گیلری میں سے کسی نے کاغذوں کا ایک پلندہ نیچے ممبروں پر اڑا دیا۔ سب حیرت میں رہ گئے نیچے دیکھا گیا تو وہ انقلاب پسندوں کا اشتہار اور رسالے تھے دیکھتے ہی دیکھتے اس کا فی حصہ ایک ممبر کی میز تک پہنچ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کا پہرہ دار اس کی طرف لپکا جو ایک طرف کھڑا تھا۔ وہ موٹر میں چڑھنے لگی تو اسے گرفتار کر لیا۔ پہلے بھی ایک مرتبہ گیلری ہی سے بم پھینکے گئے تھے جس سے ممبروں میں افراتفری پھیل گئی تھی۔ بعد میں ماسٹر پٹیل صدر مقرر ہوئے صاحب میں اختیارات پر بڑی روک تھام تھی اب ارادہ کیا گیا ہے کہ یا تو پہرہ کو مضبوط کیا جائے۔ یا گیلری کے آگے تار کا پردہ لگا دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے۔ بلاشبہ اس سے نیچے کا بخوبی نظارہ ہو سکیگا۔ لیکن آئندہ ایسی ناشائستہ حرکات کا سدباب ہو جائیگا۔

ہوا میں قبول اسلام

ریاست سراوک کے ولیعہد کی انگریزی بیوی ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر رہی تھی وہ کرائیڈن (انگلستان) سے روانہ ہونے کے بعد برابر قرآن پاک کا مطالعہ کرتی رہی جب ہوائی جہاز پشاور انگریزی پر اڑ رہا تھا مسلمان انگریز شیلڈ ایک کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کر لیا، جب خالد صاحب قرآن پاک کی دعائیں پڑھ رہے تھے وہ تعظیماً استادہ رہی بعد میں اس نے اسلام کا اعلان کیا اور اپنا نام خیر النسا رکھا۔

ہندو عورت کو طلاق کا حق

سر ہری سنگھ نے ایک مسودہ قانون پیش کیا ہے جس میں بعض حالات میں ہندو عورتوں کو طلاق حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ مجلس واضعان قانون میں اس پر خوب بحث ہوئی۔ دو روز متواتر یہ مسودہ پیش ہوا ایسی نے کہا کہ ہندو قانون اچھے تو ہیں لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے انکو زمانہ کے مطابق کرتے رہنا چاہیئے کسی نے کہا کہ ایسے قانون بنانے گویا دھرم شاستر کی جڑ ہی کاٹ ڈالنا ہے کسی نے کہا کہ میں اس کے حق میں تو ہوں لیکن کثرت کی پیروی کرنی چاہیئے اگر ہندوؤں کی زیادہ تعداد اس کے مخالف ہے تو اس پر زور نہیں دینا چاہیئے۔ ایک مسلمان نے تائید میں آواز بلند کی کہ کوئی وجہ نہیں کہ ہندو عورتوں کو بُرے شوہروں کی سختی سے نجات حاصل کرنے کا حق نہ دیا جائے پہلے روز کھانے کی مہلت کے بعد جب مجلس پھر منعقد ہوئی تو ممبر کم شریک ہوئے۔ ان کو شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی تعداد جلسہ جاری رکھنے کے لئے پوری نہیں، دوسرے دن بھائی پرمانند نے بھی اسکی مخالفت کی کہ جو تمدن بیواؤں کی بکر شادی کے خلاف ہو وہ طلاق کو کب گوارا کر سکتا ہے اس سے تو ہندو تمدن ہی برباد ہو جائیگا۔ اس روز بھی جب کھانے کی مہلت کے بعد مجمع ہوا تو ممبر کم ہونے کی وجہ سے اجلاس دو چار روز پر ملتوی کیا گیا۔

تابوتوں کا جھرمٹ

مصطفےٰ کمال نے نماز میں قرآنی آیات کی بجائے ان کا ترکی ترجمہ پڑھے جانے کا حکم جاری کر دیا ہے وہ شروع سے اسلام کے بین الاقوامی اور عالمگیر پہلو کی بیخکنی کر رہے ہیں۔

امریکہ کے ادارہ شکاگو کو مسجد ایا صوفیہ کی سابقہ تعمیر اور دیرینہ پلستر اتار کے صاف کرنیکی اجازت دی ہے یہ مسجد جیسے رومی سلطنت کا گرجا تھی قسطنطنیہ فتح ہونے کے بعد ترکوں نے اسے مسجد بنا لیا اور سلطان محمد فاتح نے کلیسائی دیویوں کی تصویروں پر پلستر کر دیا۔ امریکی ادارہ نے اپنے خرچ پر یہ کام کرنیکا بیڑا اٹھایا ہے۔

لکھنؤ میں ایک اینگلو انڈین بیوہ پچاس روپیہ تنخواہ پر ہیڈ کانسٹبل بھرتی ہوئی ہے اسے وردی کوئی نہیں ملی البتہ اسے ایک بلا دیا گیا ہے۔ وہ امین آباد میں متعینات کی گئی ہے جہاں وہ ضلع کی پولیس کو کانگریسی عورتوں کو گرفتار کرنے میں مدد دیتی ہے الہ آباد کانپور میں بھی انتظام کئے جا رہے ہیں

جس بیوی کو اس وجہ سے کہ وہ بیچاری خوبصورت نہ تھی اس کے شوہر نے گھر سے نکال دیا عدالت نے خاوند کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے پندرہ روپیہ ماہوار گزارہ کے طور پر ادا کرے

دسمبر ۱۹۳۰ء میں پنجاب کے لاٹ صاحب پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ایک سب انسپکٹر مر گیا اور لاٹ صاحب کے علاوہ دو شخص زخمی ہوئے ایک لڑکا موقعہ پر گرفتار ہوا اسے بعد میں پھانسی ہوئی پولیس نے تین طالب علموں کا اسی مقدمہ کی سازش کے سلسلہ میں چالان کیا عدالت نے ان کو سزائے موت دی، اپیل پر عدالت عالیہ نے انہیں بری کر دیا ہے۔

دہلی کی زنانہ پولیس اب مکمل بھرتی ہو گئی ہے اس میں ایک اینگلو انڈین تین ہندو اور سات دیسی عیسائی عورتیں ہیں اینگلو انڈین ان کی افسر ہو گی وہ خاکی ٹوپی جس کی کناری سرخ ہو گی اور خاکی وردی پہنے گی جسکی آستینوں پر سرخ کناری ہو گی۔ دوسری عورتیں خاکی ساڑی پہنیں گی جس میں سرخ کناری ہو گی سینہ پر ملا پچ گا اور بازو پر نمبر

۱۹۲۸ء میں ایک بنگالی نے انگلستان میں ایک میم سے شادی کی اور اگلے سال وہاں سے واپس آ گیا اقرار یہ تھا کہ میم صاحب اپنے انگریزی طریقے سے رہ سکیں گی لیکن یہاں آ کے اسے دیسی لباس پہننا پڑا، یہاں آنے کے دو مہینے کے بعد ایک لڑکا ہوا میم صاحب نے طلاق کا دعویٰ کیا کہ شوہر نے میری اور بچہ کی خبر لینی چھوڑ دی ہے ڈگری مل گئی اور لڑکا بیوی کو مل گیا۔

مجلس واضعان قانون میں ہندوؤں کی طرف سے جو مسودہ قانون درپیش تھا، جس کی رو سے ہندو بیوہ کو شوہر کے انتقال پر اتنا ہی حصہ ملتا جو اس کے شوہر کو بجائے علیحدگی مل سکتا بعد بحث نامنظور ہو گیا ۲۵ اس کے حق میں اور ۵۵ مخالفت میں رائیں ہوئیں۔ حکومت نے بھی اس کی مخالفت کی۔

کلکتہ یونیورسٹی کے اعلیٰ ریاضی کے ایک ہندو پروفیسر نے ۲۲ ہزار روپیہ صوبجات متحدہ کی حکومت کو بطور عطیہ دیا ہے تاکہ اس روپیہ سے ہندو لڑکیوں میں تعلیم کی اشاعت کی جائے۔ اس روپیہ کی آمدنی سے ضلع بلیا کی رہنے والی تین ہندو لڑکیوں کو انٹرنس کے نتیجہ پر علیگڑھ یونیورسٹی کے لئے وظائف دیئے جایا کریں گے اگر بلیا سے امیدوار نہ ہوں تو صوبجات متحدہ کے دیگر اضلاع کی ہندو لڑکیوں کو یہ وظیفے دیئے جائیں گے

بمبئی میں جس مسلمان نے ایک یورپی لڑکی پر حملہ کر کے زخمی کیا تھا اسے ۲ سال کی قید سخت دی گئی ہے الہ آباد کے قریب ایک عورت معہ ایک ۱۰ سالہ بچہ ریل کے نیچے آ کے پاش پاش ہو گئے آثار سے یہ صورت خودکشی کی پائی گئی۔

THE ISMAT DELHI.
ESTD. 1908.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے
پاکیزہ خیالات علمی ادبی مضامین مفید معلومات کا مجموعہ جو
مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی سرپرستی میں ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے
چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپے
اپریل
۱۹۳۲
قسم دوم

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآراء تصنیف

سیدہ کا لال

پہلا حصہ مکمل تاریخ شہادت ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام کی نانی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام پر احسانات جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت، حضرت عثمان رض، حضرت علی رض کی شہادتیں اور اللہ دعا کے مرثیے، جنگ جمل، جنگ صفین کا مکمل بیان، شیعہ سنی اختلافات کی ترقیاں، بنی امیہ کی کوشش، امیر معاویہ کی سیاست، امام حسین علیہ السلام کی شہادت، یزید کی حکومت کی پوری کیفیت۔ غرض پہلے حصہ میں معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام صحیح اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

دوسرا حصہ مرائی کربلا ہے، حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت، سیدہ کے لال کی مدینہ سے روانگی حضرت حر کی شہادت، بی بی زینب کا میدان کربلا میں ایثار، ان کے بچوں کی شہادت، شہادت حضرت عباس، شہادت حضرت قاسم، شہادت حضرت علی اکبر، کربلا کا ننھا شہید، بیمار صغریٰ کا قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں، ابن زیاد اور یزید کے دربار، شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ، قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ، یوں تو تمام کتاب اس قدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ محترم نے لکھے ہیں ان کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔

آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کے لال میں بھی کوئی واقعہ خلاف عقل نہیں ہے ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل دردانگیز اور موثر کسی زبان میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب پڑھتے یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں۔ ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے عمدہ کاغذ

قیمت ۔ / قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ مجلد ایک روپیہ چودہ آنہ ۱۴ / قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپی ہے ۳ / اور مجلد تین روپے چھ آنہ

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

معاشرت کی قربانگاہ پر

ایک ماں اور دو بچوں کی قربانی

غیرت دار خاتون اپنے معصوم بچوں کو لیکر یوں خاک ہو گئی کہ دنیا آج تک اس بدنصیب ہستی کا ماتم کر رہی ہے جو عصمت کے نام سے دنیا میں پیدا ہوئی جس کی آہ کا دھواں عالم بالا پر دھواں دھار گھٹا بن کر پہونچا فرشتوں نے اس کی آواز پر صدائے لبیک بلند کی اور آسمانی کائنات کا ذرہ ذرہ بلبلا کر پکارا سب الغرت میں انتقام کا تشنی ہو اور سنگدل باپ جس نے اصل نسل عالی اور اس خاندان کی لڑکی کو جس کا آنچل تک فرشتوں کو دیکھنا نصیب نہ ہوا بھرے بچوں میں اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹ کر جیلخانہ پہونچانے کے بعد باغ باغ ہے وہ پتھر ماں جس نے نو مہینے پیٹ میں رکھا سترہ برس پرورش کرنے کے بعد معصوم اور بے گناہ بچی کو یہ دیکھ کر نکاح ثانی کے جرم میں بے خطا اور بے قصور لڑکی قید کی مصیبتیں جھیل رہی ہے نہال نہال ہے دو زندہ روحیں نظام دنیا کے سلسلہ میں عذاب قید سے موت کے قریب پہونچ چکی تھیں کہ نظام قدرت اپنا ہاتھ بلند کرتا ہے اور کیا کرتا ہے اس کا جواب اس کتاب میں ملیگا جو حضرت علامہ راشد الخیری صاحب کی بیش بہا تصنیف **نوحۂ زندگی** ہے یہاں آپ کو ایک ایسا قبرستان ملیگا۔ جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے کتاب نہیں ایک جادو ہے جس کا ہر لفظ مرثیہ ہے اور یہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان ایک دفعہ اسکو پڑھے اور سمجھے کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی نوحۂ زندگی باطل پرستوں کو حق پرستی کا سبق سکھائے گی اور مسلمانوں کو بتائیگی کہ ایک مسلمان کے لئے رسم و رواج اور صرف مذہب ہی ایک چیز ہے نوحۂ زندگی بے درد مردوں کے لئے غیرت کا دروازہ کھولیگی نوحۂ زندگی ظالموں کے دل موم کر دیگی اور مجبوروں کو انسانیت کا جامہ پہنائے گی۔

نوحۂ زندگی میں واقعات کو جس دردانگیز پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اس سے انسان تو انسان فرشتوں کے دل بھی لرزتے ہوں گے۔

نوحۂ زندگی کی بدولت سینکڑوں گھر جنت کا نمونہ بن گئے مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں پندرہ ہزار کے قریب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی اور اب آٹھویں مرتبہ خاص اہتمام کے ساتھ دفتر عصمت سے شائع ہوئی ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲/

منیجر عصمت دہلی

آئینہ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں مگر وہ سب مل کر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر با آسانی ہر شخص ٹھیک فٹ کر سکتا ہے ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں، چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو اول تو عموماً صحیح وجوہ پر مرمت سے ناواقف ہوتے ہیں دوسرے اگر ٹھیک ٹھاک بھی کرتے ہیں تو بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزہ کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے، وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حالت میں ہے ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت سا روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال و جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے بعد پرزوں کی خرابیاں اور ان کے اسباب تحریر کئے گئے ہیں جن سے ہر نقص با آسانی دور کیا جا سکتا ہے علاوہ ان خصوصیات کے موٹر چلانے کے اصول بھی درج کئے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح موٹر کے پرزوں کی بےشمار تصاویر بھی دی گئی ہیں اور بعض تصاویر ذو بلاک کی بھی ہیں یہ قابل قدر کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے اور تمام باتیں ایسی ہیں کہ مالک موٹر خود انجام دے سکتا ہے ایک ماہر فن کی جنہوں نے جرمنی میں یہی کام سیکھا ہے برسوں کی محنت ہے ہزار ہا روپے کی موٹر جن گھروں میں ہے وہاں اس کتاب کا ہونا ضروریات سے ہے جس نے یہ کتاب دیکھی بے انتہا خوش ہوا۔ قیمت صرف عہ

دلچسپ اور مفید کتابیں

ہنسانے فسانے

سید عبدالرحیم صاحب فریدکوٹی کے مضامین کا مجموعہ ہے یہ ایک کتاب ہے جو حقیقت میں تفریح و دلچسپی کا دفینہ ہے ایک مضمون میں جس قدر سطریں ہیں اسی قدر لطیفے۔ جب کوئی پڑھتا ہے تو ہنستے ہنستے تھک جاتا ہے، پھر سانس لیتا ہے پھر پڑھتا ہے اور پھر ہنستا ہے اور پھر تھک جاتا ہے قیمت صرف عہ

گہوارۂ تمدن

اردو زبان میں اپنے موضوع کی یہی قابل قدر کتاب ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی تہذیب اور شائستگی عورت کی کس درجہ ممنون احسان ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں عورت نے کیا کیا اصلاح کی ہے اس کتاب کے مطالعہ سے عورتوں کو اپنی قدر معلوم ہو جاتی ہے اور وہ طبیعت بلند، حوصلہ، ہمتی جفاکش بنتی ہے۔ یہ کتاب کتب خانوں کے لئے سرکاری طور پر منظور ہے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی گئی ہے قیمت عہ

بہشتی جھومر

لڑکیوں کے لئے اسلامی دستور العمل اور مذہبی تربیت ایک قابل داستانی کے ذریعہ قصے کے پیرایہ میں۔ نہایت دلفریب کتاب چھپی ہے اور مستورات کے لئے بہت پسند کی گئی ہے قیمت ۱۲ر

عالم خیال

مولانا شوق قدوائی جذبات نگاری میں کمال رکھتے ہیں اس مجموعہ میں وہ چار نظمیں ہیں جن کی نظیر اردو انگریزی میں بھی نہیں مل سکتی۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ عالم خیال میں ان کے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں شاعر نے جادو کیا ہے قابل دید کتاب ہے۔ قیمت صرف ۳ آنہ ۸ر

عقل کی باتیں

دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں پیغمبر بادشاہوں مصنفوں شاعروں آدمیوں اور فلاسفروں کے وہ ... اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں ہنسی خوشی کا سلیقہ سے گزارنے کا راز ہے جس میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے دل بہلانے غم غلط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ۸ر

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

پیر و مصنفین کا لائبریری کی منتخب کتابیں

اس صفحہ کی تمام کتابیں علاوہ قیمت پر ملیں گی ہر کتاب کی رعایتی قیمت درج کر دی گئی ہے۔

آداب نسواں ۔ مستورات کیلئے اخلاق و آداب کی بہترین کتاب ہے زنانہ مدرسوں میں بطور انعام تقسیم ہوتی ہے۔ قیمت ۸ رعایتی ۵ر

شوہر کی نعمتیں مستورات کیلئے نہایت مفید کتاب ۵ر رعایتی ۳ر

صنعت خانہ جس میں خانگی ضروریات کی تمام چیزیں گھر میں بنانے کی ترکیبیں

زنانہ خطوط ۔ خط و کتابت سکھانے کی مفید کتاب جسکے مضامین بھی کارآمد ہیں

نیا باورچی خانہ اسلامی و ہندوانی کھانوں کے پکانے کی ترکیبیں اور قاعدے ۱ر رعایتی ۹ر

رفیق مرزا اللہ ماں کا لائق بیٹا قصہ کے دلچسپ پیرایہ میں تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا فرق دکھایا ہے قیمت ۵ر رعایتی ۴ر

بہشتی جھومر لڑکیوں کیلئے اسلامی دستورالعمل اور مذہبی تربیت ایک قابل اُستانی کے ذریعہ قصہ کے پیرایہ میں کئی دفعہ یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مستورات نے بہت پسند کی ہے قیمت ۱۲ر رعایتی ۱۰ر

صبر کی دیوی ایک صابر لڑکی نے اپنی نیک نفسی حلم و ضبط سے ظالم شوہر کو راہ راست پر کر لیا قیمت ۴ر رعایتی ۳ر

پہیلی نامہ کئی سو دلچسپ پہیلیاں مع بوجھ لڑکیوں کے لئے دل بہلانے والی بہترین کتاب قیمت ۶ر رعایتی قیمت ۴ر

لوری نامہ روتے بچوں کو ہنسانے اور ان کو سلانے کی ترغیب و تعلیم ۳ر رعایتی ۲ر

راہ جنت بیبیوں کو دیندارانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب و تعلیم قیمت ۴ر رعایتی ۳ر

لیڈی ڈاکٹر ۔ حلیمہ خانم نے وہرم پور میں پچاس آریہ پنڈتوں سے مباحثہ کیا آخر میں اسلام کی فتح ہوئی اور ڈاکٹر صاحبہ نے اپنی بقیہ زندگی تبلیغ کے لئے وقف کر دی یہ ایک واقعہ ہے دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر نہ رہا جائیگا ۱۲ر رعایتی ۱۰ر

آسمان کی پری ۔ ایک شوہر پرست خاتون کی قابل مطالعہ داستان ۳ر رعایتی ۲ر

جمیلہ خاتون زیور کی دلدادہ لڑکی کا عبرت انگیز اور نتیجہ خیز افسانہ ۳ر رعایتی ۲ر

چاند کا ہالہ بچوں اور لڑکیوں کیلئے نصیحت خیز نظمیں خوبصورت ٹائٹل ۳ر رعایتی ۲ر

گھر اور گھر والی خانہ داری کے متعلق کارآمد اور مفید ہدایتیں قیمت ۳ر رعایتی ۲ر

کفایت شعاری فضول خرچ بیبیاں اس کتاب کا مطالعہ کریں تو کفایت شعار ہو جائیں بہت مفید کتاب ہے قیمت ۳ر رعایتی ۲ر

سولہ کہانیاں ایک کفایت شعار لڑکی کی سبق آموز داستان ۴ر رعایتی ۳ر

عقیلہ بیگم لڑکیوں کے لئے اخلاقی سبق آموز کہانیاں ۱۲ر رعایتی ۲ر

جنت کی حوریں عرب کی بڑی بڑی عالم فاضل بیبیوں کے صحیح حالات ۸ر رعایتی ۶ر

مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری ظلہ کی تمام تصانیف کے علاوہ

ڈپٹی نذیر احمد ۔ علامہ شبلی ، مولانا محمد حسین آزاد ، مولانا حالی سر سید ۔ مولوی عبد الحلیم شرر ، مولوی بشیر الدین احمد اور ڈاکٹر اقبال ، خواجہ حسن نظامی ، ڈاکٹر سعید احمد ۔ مولوی محمد ظفر ، پروفیسر سجاد مرزا بیگ صاحب کی کتابیں بھی

دفتر عصمت دہلی سے مل سکتی ہیں

تصانیف مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی

ماں بچہ کی نگہداشت گھر گھر بچے اور ان کی ماں کی صحت کی خرابیوں نے کہرام بپا کر رکھا ہے گویا خانگی مسرت معدوم ہو چکی ہے یہ کتاب ماں بچہ کی صحت قائم رکھنے اور ان تمام خرابیوں کو جو مضر صحت ہوں دور کرنیکے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ کتاب کیا ہے ایک نہایت کارآمد دستورالعمل اور پراثر تعویذ ہے ، مائیں خود پڑھیں اور لڑکیوں کو جہیز میں دیں نہایت مقبول ہوئی قیمت ۶ر

روح القرآن کلام مجید پر ہمارا ایمان ہے اگر ہم اسے غور سے او رسمجھ کر پڑھیں تو ہم دین و دنیا دونوں میں کامیاب انسان بن جائیں اردو تو کیا دنیا کی کسی زبان میں ایسی جامع اور نرالی کلید نہیں لکھی گئی مختلف ممالک کے اسکالر اسکو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں اگر یہ کلید کسی مغربی ملک میں تیار کیجاتی تو قدردانی سے اسکا مؤلف مالا مال ہو جاتا پہلے حصہ میں مضامین کی فہرست موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے تیار کی گئی ہے ذرا سی دیر میں آیت مل جاتی ہے دوسرے حصہ میں مشکل الفاظ کے لغت تیسرے حصہ میں سورتوں کے عملیات اردو سلیس خلاصے اور شان نزول ہر حصہ میں پارہ رکوع اور آیت کی باقاعدہ ترتیب قائم رکھی گئی اور بہت سی خوبیاں ہیں ، قیمت عہ

روحوں کے کرشمے مرنے والوں کی روحوں کے حالات معلوم کرنیکا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے جن کے دل زخمی ہوتے ہیں وہی اس دلچسپ مضمون کا مطالعہ کرتے ہیں ، گردوسرے خوش قسمت بھی ایسی کتابیں پڑھیں تو انکی آنکھیں کھلیں گی کہ ہمارے گرد روحانی دنیا ہے اور روح کوئی تماشہ ہونے والی چیز نہیں اس میں دلچسپ سچے روحانی واقعات ایسی دلکش عبارت میں لکھے گئے ہیں کہ کتاب بغیر ختم کئے ہاتھ سے نہیں رکھی جاتی ۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۔

منیجر عصمت دہلی

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بہترین کتابیں

آتالیق نسواں

اس کتاب سے بہتر عملی کام اور انتظام خانہ داری سکہانے بہو بیٹیوں کو گھر اور سلیقہ شعار بنانے بچیوں کو تعلیم و تربیت دینے والی کتاب آج تک ہندوستان کی کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی جس کے تیرہ سو صفحوں میں ۱۲ سو تیکیس تمام وہ عملی کام جن سے روزمرہ سابقہ پڑتا ہے سلیس اردو زبان میں سمجھائے ہیں استانیوں کے پیٹ میں بھی اتنے گن نہ ہوں گے جو اس میں موجود ہیں ایک شریف عورت کو جو کچھ جاننا چاہیے وہ سب آتالیق نسواں میں موجود ہے اشاہیر قوم نے بھی پسند کیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں گی تو آپ بھی اعتراف کرینگی لڑکیوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہے قیمت للعہ

زنانہ بستہ

جس میں چھوٹی چھوٹی مندرجہ ذیل دس کتابیں ہیں جن سے نہ صرف اچھی طرح لکھنا پڑھنا ہی آجائیگا۔ بلکہ خانہ داری کے تمام کاموں سے بھی خوب واقفیت ہو جائے گی :۔

(۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کھیل کی کتاب (۳) کہانیوں کی کتاب، (۴) لکھنے کی کتاب (۵) نماز کی کتاب (۶) کھانے پکانے کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب کی کتاب (۹) پردے کی کتاب (۱۰) دلہن کا اصلی جہیز۔ ایک مشہور مصنف نے سہت آسان زبان میں ننھی بچیوں کے لئے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں گویا ان کا پورا کورس تیار کر دیا ہے۔ دس کتابیں ہیں اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/) ہے

ثروت دلہن

اصلاح معاشرت کی ایک معرکتہ الآرا کتاب آپ کے تعلقات میں صحیح روش اختیار کرنے کا ہدایت نامہ، شرفا کے گھروں کا ایسا خاکہ جو اصلاح اخلاق میں بہترین معاونت کر سکتا ہے جو عورتیں اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہیں ضرور منگائیں۔ صوبہ متوسط کے محکمہ تعلیم نے سکولوں کے لئے منظور کیا ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ/

پردہ

شرعی پردہ کی نسبت قابل قدر و قابل دید مضامین جو نہایت مدلل قرآن و حدیث و فقہ کے احکام کے موافق لکھے گئے ہیں، عورتوں کے جو حقوق مردوں کے ذمہ ہیں ان کو دلانے کی پُر زور کوشش کی ہے، شادی نکاح کی رسموں پر بے نظیر تبصرہ مولانا شرر مرحوم لکھنوی کی یہ بہت مشہور کتاب ہے مولانا کا فیصلہ پڑھنے اور غور کرنے کا مستحق ہے۔ قیمت رعایتی صرف عہ/

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر عصمت دہلی

بیگمات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی بیگمات اور شہزادیوں کے قابل دید حالات علم و ہنر کے کمال اور بے عیب علمی نتائج، ہر سبز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جس نے ایک عالم کو مسخر کر لیا تھا۔ یہ خاندان تیموریہ کی تمام خواتین کی مختصر اور مکمل سوانح عمریاں ہیں، تمہاری زندگی میں ان کے مطالعہ سے انقلاب پیدا ہو سکتا ہے ان میں زندگی کو کامیاب بنانے میں بہت سی کام کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قیمت عہ

انجام زندگی

تین مختلف الخیال لڑکیوں کی طرز معاشرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں دہلی کی مشہور اہل قلم ضیا بانو کا لکھا ہوا دلچسپ ناول مستورات کی زبان میں۔ اس کے پڑھنے کے بعد ہر لڑکی موجودہ تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ سکتی ہے، علاوہ درد انگیز ہونے کے لڑکیوں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ اور وہ نہایت دلچسپی سے ان کا مطالعہ کرینگی دوسری مرتبہ چھپا ہے قیمت ۸ر

پتھر سے ہیرا

یہ سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتلائے گا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت ہوش مختلف کیا کچھ جادو کر سکتی ہے یہ قصہ آپ کو اس بات کا یقین دلائے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے بہت دلچسپ قصہ ہے ۴ار

اسلام اور عورت

جس میں انتہائی عرق ریزی و جانفشانی اور محنت سے مختلف احادیث نقل کر کے بتایا ہے کہ اسلام نے دنیائے انسانی میں عورت کا کیا درجہ رکھا ہے مرد و عورت کے حقوق کیا کیا ہیں اور اس طرح وہ تکمیل انسانی میں مرد کے برابر کا حصہ لیتی ہے اور دوسرے مذاہب میں عورت کا جو درجہ ہے اس سے بھی اسلامی عورت کا مقابلہ کیا گیا ہے، بڑے دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے بیحد دلکش و دلاویز کتاب ہے، اتنی مفید اور صحیح معلومات کسی کتاب میں آپ کو نہیں مل سکتیں۔ قیمت ۱۰ر

مشاہیر نسواں یا سیر الطیبات

اسلامی دنیا کی مشہور و ممتاز عورتوں کا مستند تذکرہ۔ عورتوں کے لئے بیحد سبق آموز و نتیجہ خیز۔ قیمت ایک روپیہ عہ/

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر عصمت دہلی

۲۶ کروڑ روپیہ کا قیمتی پل

جو دریائے ہڈسن پہ نیویارک اور نیو جرسی کے
درمیان تعمیر ہوا ہے۔

مجمع الجزائر سالومن

مغربی بحرالکاہل میں ایک جزیرہ بنا ہے
جس میں صرف عورتیں رہتی ہیں مرد
وہاں نہیں جاسکتے۔ مس آگاتھا کلارک
اس جزیرہ میں مسیحی مشن
کی لیڈر ہیں۔

پیغامات ٹائپ کرنے والا ٹیلیفون

ایک جدید مشین جو ٹیلیفون کے ذریعہ آنے والے پیغامات کو خودبخود ٹائپ کرتی ہے
اوپر کی تصویر میں ایک ایسی مشین کا کام کرتی ہوئی دکھائی گئی ہے۔

عصمت

دہلی

جلد | بابتہ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء | نمبر

۱۱ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ { قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں دس روپے عہ ۔ روسائے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے۔ فی پرچہ سات آنے۔ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے۔ ساڑھے تین روپے فی پرچہ پانچ آنہ ۵/

باہتمام [illegible] ۔۔۔ الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

مشہور افسانہ نگار خواتین کے لکھے ہوئے بہترین اخلاقی و اصلاحی ناول اور افسانے

مشیر نسواں

یا زہرہ

ایک دلچسپ اخلاقی ناول جس میں لڑکیوں کو بہت سی بیش بہا اخلاقی باتیں بتائی گئی ہیں۔ قصہ دلچسپ اور نتیجہ خیز طرز بیان نہایت آسان اکابرین قوم نے جسے پڑھکر حسب ذیل ریویو کئے علامہ شبلی نے اسے پڑھکر فرمایا تھا یہ کتاب محاسن سے مملو اور معائب سے بالکل پاک ہے جسٹس شرف الدین صاحب کی رائے ہے میں اس کتاب کی سلاست و طرز تحریر سے نہایت متحیر ہوا کتاب اسم با مسمیٰ ہے۔ اخبار مشیر دکن کے ریویو کا خلاصہ یہ کہ بلحاظ مضامین کیا بلحاظ زبان بیحد دلچسپ اور دلآویز کتاب ہے۔ مخبر دکن کا ریویو عورتوں کے لئے نہایت دلچسپ اخلاقی ناول ہر۔ شوکت اسلام کا ریویو۔ بے نظیر ناول ہے جس میں عورتوں کی ہر حالت اور ہر عمر کے متعلق نصائح اور معلومات کے ذخیرے دلچسپ طریقے سے بیان کیا ہے۔ اخبار تہذیب نسواں کا ریویو اس قصہ کو مصنفہ نے نہایت دلچسپ اور پر لطف طریقے سے بیان کیا ہے مصنفہ کو اس تصنیف پر تمغۂ طلائی دیا گیا تھا۔ بار سوم قیمت عہ

دو قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترک پردہ دینا ہوگا۔ برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی کر لینے کے دردناک نتائج دولت کی لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام یہ اصلاحی سلسلے کے پانچ افسانے خواتین ہی کے لکھے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں ہر سال لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی چوکھٹ پر قربان کی جاتی ہیں یہ دردانگیز افسانے ہر مسلمان کی نظر سے گزرنے چاہئیں۔ جس کی نگاہ میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت اور جس کے دل میں مذہب مقدس کی حقیقی عظمت اور جس کے دل میں فرقہ نسواں کا سچا درد ہے۔ قیمت بھی زیادہ نہیں قیمت ۸؍

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل سابق اڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں تین مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کی لالچ میں اور چھوٹی حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں نہایت دلچسپ ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶؍

انوری بیگم

اردو کی نامور افسانہ نگار محترمہ طیبہ بیگم مرحومہ منسوب نواب [illegible] جنگ بہادر کا وہ مشہور و مقبول افسانہ جیادی اور گیارہ دلہن کے عنوان سے [illegible] کے عصمت میں چند قسطیں جس کی شائع ہونے پر دہ بیگم کا گئی تھی وہ لاجواب دلچسپ نتیجہ خیز افسانہ جسے مکمل صورت میں دیکھنے کی سینکڑوں خواتین خواہشمند تھیں اب صورت کتاب چھپکر تیار ہے۔

انوری بیگم یعنی جیادی تمہارو اری حقیقتاً نہایت دلآویز ناول ہے جس میں حیدرآباد کے ایک شریف معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی طرز معاشرت دکھائی گئی ہے انوری بیگم کی جو قصہ کی ہیروئن ہے جیادی اور تیمارداری اور بندرہ سالہ مکمل شادی کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ تمدنی خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ پلاٹ میں نہایت دلکشی اور طرز بیان میں سادگی تعلق اور سادگی حیدرآبادی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے۔ کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو زبان میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے بلند معاشرتی ناول بہت کم نکلیں گے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت عہ

سرگذشت ہاجرہ

دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی و اصلاحی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہوتی ہے عورت اسے کس طرح دور کرسکتی ہے چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر آپ بیتی سناتی ہیں ان میں ہاجرہ کی سرگذشت سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ بیویاں بگڑے گھر کس طرح سنوارتی اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کیونکر اپنا کرتی ہیں۔ علامہ سر محمد اقبال کی رائے ہے کہ سرگذشت ہاجرہ مستورات کے لئے نہایت مفید کتاب ہے طرز بیان سادہ موثر اور دلکش ہے قیمت ۱۰؍

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے اشتعال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقے سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمان داری، زنانہ شادی بیاہ رسوم و رواج وغیرہ نہایت مفید طور کی حکایت میں نظم بہت دلچسپ ہے۔ قیمت ۱؍

چار رخ

عصمت کی مشہور انشا پرداز محترمہ انیس فاطمہ بنت بیمار مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہر جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں نہایت اچھی ہیں اوران میں مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت، رواج کی پابندیوں پر درد ناک نتائج دکھائے گئے ہیں کتاب مختصر ہے لیکن پڑھئے اس سے [illegible] ہیں [illegible] ہم میں [illegible] ہیں سبق نہیں ملتا قیمت ۱۲؍

تربیت گاہ بنات دہلی

ویلور (مدراس) اور پونہ کی لڑکیاں توجہ کریں

اس مہینہ کے شروع میں ایس امیر علی صاحب نے پونہ سے مجھے ایک خط لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ انکی بیوی دو لڑکیاں چھوڑ مری ہیں جن کی عمر ۵ اور ۳ سال کی ہے انکی پرورش کی وجہ سے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ غیر مسلم ان بچیوں کے لینے کے خواہشمند ہیں اگر تربیت گاہ انکو لے سکتی ہے تو فبہا ورنہ وہ کوئی اور انتظام کریں اس خط میں ویلور کی عزیز النسا بیگم صاحبہ کا ایک خط بھی شامل تھا کہ وہ اپنی بچیوں کو تربیت گاہ میں بھیجدیں اور اگر وہ رضامند ہوں تو عزیز النسا بیگم صاحبہ اور آپ کے شوہر مجھ سے سفارش کرنیکے واسطے تیار ہیں۔

میں نے اس کے جواب میں امیر علی صاحب کو اطلاع دیدی کہ وہ بچیوں کو فوراً تربیت گاہ میں بھیجدیں اور اگر انکے پاس کرایہ نہو تو مجھ کو اطلاع دیں، تربیت گاہ اس کا انتظام کردیگی۔ اس خط کا جواب مجھے اسوقت تک نہیں ملا۔ عزیز النسا بیگم صاحبہ کے اسم گرامی کا پتہ عصمت سے نہ ملا اسواسطے میں ویلور کی عصمتی لڑکیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عزیز النسا بیگم صاحبہ سے عرض کریں کہ موصوفہ محترمہ اس معاملہ پر خاص توجہ کریں ایسا نہو کہ افلاس کی وجہ سے یہ بچیاں اغیار کے پاس پہونچ جائیں۔ پونہ کی بچیوں سے بھی التماس ہے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو ان بچیوں کو یہاں پہونچا دیں ان کے مصارف تربیت گاہ ادا کریگی۔ میرا خیال ہے کہ ان بچیوں کی ماں عصمت کی خریدار اور شہنشاہ دوعالم کے مقدس نام کی عاشق زار تھی۔ اب خدانخواستہ ہمارے سبب سے اسکی بچیاں آریہ یا عیسائی نہ بن جائیں۔ انتہائی ممنون ہونگا ان حضرات کا جو اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنی تجویز سے مجھے اطلاع دیں۔ امیر علی صاحب کا پتہ یہ ہے۔

ایس امیر علی مکان نمبر ۹۰ ستار چال ناناپٹھ پونہ

راشد الخیری

درخواست

عصمت کی اشاعت میں خدا کی عنایت سے کبھی تاخیر نہیں ہوئی، ہمیشہ ۳۰ تاریخ کو شائع ہوجاتا ہے اگر کسی بہن کو وقت پر نہ ملے تو چاہیے کہ خریداری نمبر کے حوالہ سے ۵ تاریخ کے بعد اور ۱۰ تاریخ سے قبل دیدیں، تاکہ دوبارہ بھیجدیا جائے، ورنہ ممکن ہے پرچہ ختم ہوجائے اور دوسرے مہینہ میں کسی قیمت پر بھی نہ ملے،

اسی طرح تبدیلی پتہ کی اطلاع بھی خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً کردینی چاہیئے ورنہ غلط پتہ ہونے کی وجہ سے پرچہ نہ مل سکے گا اور اس کی ذمہ داری بھی خریداروں ہی پر عاید ہوگی۔ عصمتی بہنوں سے یہ بھی درخواست ہے کہ براہ کرم جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ بھیجیں اور جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور تحریر کریں ان باتوں کا عصمتی بہنیں ہمیشہ خیال رکھیں تاکہ انہیں شکایت کا موقع نہ ملے۔ مینیجر

مچھیرن شہزادی

از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

مچھلی کی منڈی میں مچھیرے اپنے اپنے بوجھ کی بولیاں بول رہے تھے ٹھیکیدار خوش تھا کہ باہر کا مال نہ آنے سے شہر کے دام چڑھ گئے، ایک چار ہی دن میں چھ سات آنہ سیر کی مچھلی روپے چودہ آنہ پر پہونچ گئی۔ بیوپاری سیدھے منہ بات ہی نہ کرتے تھے اور اپنے اپنے مال کو سونا چاندی سمجھ رہے تھے، مال کا بڑا حصہ بک چکا اور چھنا چھن روپیہ برس گیا تو کونے میں سے ایک عورت جس کی گود میں بچہ تھا اپنی تین مچھلیاں لیکر آگے بڑھی اسکے سر پر ایک میلی کچیلی چادر پڑی ہوئی تھی۔ مگر انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ پردہ کرتی اور منہ چھپانے کی کوشش کرتی ہے ٹھیکیدار نے کہا۔

"اری بتا کیا مانگتی ہے"

عورت "جس طرح سب کا مول ہو رہا ہے ان کا بھی مول کر لیجئے" یہ جواب عورت نے دیا تو سہی مگر رک رک کر اور جھجکتے جھجکتے معلوم ایسا ہوتا تھا کہ وہ پریشان ہے اور اسکو اس طرح گفتگو کرنیکا اتفاق کم ہوا ہے۔ ٹھیکیدار نے کہا،

اول تو تیری دو مچھلیاں جو پڑی ہیں مرہ ہیں کانٹوں کی پوٹ۔ انکا گاہک کون ہوگا، دوسرے یہ کیسی ہوئی ہیں شاید پرسوں کی پکڑی ہوئی ہونگی۔

ٹھیکیدار کا یہ جواب سنکر بیوپاریوں نے دیکھنے کے لئے ہاتھ بڑھائے مگر اس نے ڈانٹ دیا اور کہا صبح سے اتنا مال بکا ہے اور ابھی پیٹ نہیں بھرا ہے، عورت نے کوئی جواب نہ دیا صرف اتنا کہا "جو کچھ ہے یہ ہے" ٹھیکیدار نے تیوری پر بل ڈالکر کہا جا ادہر بیٹھ جا۔ یہ مال ختم ہو جائے تو تجھ سے بات کروں،

سب بیوپاری نے بھی دیکھ لیا کہ دو ڈہائی روپے کا مال ٹھیکیدار مفت میں آپ اڑائیگا اور کچھ پیسے ہاتھ پر رکھدیگا جب چھٹی ہو گئی تو ٹھیکیدار نے کہا، لے یہ چار آنے لیجا اس کا گاہک ہی کون ہوگا۔ کانٹے ہی کانٹے ہیں،

عورت اس سے آدہی آدہی مچھلی تو روپے روپے ڈیڑھ ڈیڑھ روپے بکی اور یہ چار آنہ کی

ٹھیکیدار "بک بک نہیں کرتے مفت کی چونی دے رہا ہوں۔ باہر نکلکر تو دیکھ کوئی چار پیسے بھی نہیں دیگا۔ میں نے تو رحم کھا کر اس بچہ کے واسطے دیدی چل باہر نکل،

عورت۔ میں نہیں بیچتی۔ تم میرا مال دیدو۔ اتنے میں اور لوگ چلے گئے تھے اور اب گنتی کے دو چار آدمی رہ گئے تھے، ٹھیکیدار نے آگے بڑھ کر غصہ سے کہا۔ نکل باہر ایک تو نیکی کرو اوپر سے یہ بدلے لے، باہر جا۔

عورت۔ میرا مال دیدو میں نہیں بیچتی"

ٹھیکیدار: چل چل باہر چل مال دیکھ لی بھی۔ اری حنت کی پادل مل رہا ہے اور کیا ہے مکان پہلے گی،

عورت تو آپ میرا مال دیجیے۔

ٹھیکیدار: اور یہاں زمین پر رکھنے کی تہ بازاری کون دیگا۔ لاچار پیسے اور اپنا مال لیجا۔

عورت۔ بس تو مجھے چوتی بھی نہیں چاہیے خدا کے ہاں لونگی:

ٹھیکیدار: چل چل دور ہو خدا کے ال سے بچو۔

عورت روتی ہوئی چلی تو سلو پکار بھی پیچھے پیچھے ہولیا اور پایا جا کر کہا نیک بخت تو ہے کون !

عورت میں سلطان کی بیوی ہوں وہ آج مہینہ بھر سے موتی جھرے میں پڑا ہوا ہے۔ اب اتنا بھی نہیں کہ دو قدم چل سکے۔ تین آنہ روز کا نسخہ کہاں سے لاؤں۔ دو ٹکے ایک میں۔ چار روپے سرکار سے ملتے ہیں۔ باقی یہ مچھلی کا سہارا تھا کہ دس بارہ روپے وہ اس میں سے آتا تھا۔ پرسوں جب ایک پیسہ بھی پاس نہ رہا اور بیمار کو دوا تک نصیب نہ ہوئی تو میں خود ڈورکانٹا لیکر دریا پر چلی گئی وہاں سے کچھ مل گیا میں سمجھتی تھی آٹھ دس دن کو وہاں سے چھوٹونگی مگر تقدیر نے یہ گل کھلایا۔

سلو اری تو بھائی سلطان کی بیوی ہے، وہ جو شہزادہ ہے قاضی کے حوض والا۔

عورت۔ "ہاں"

سلو۔ لے تو مجھ سے یہ تین آنے لیجا اور اسکا نسخہ لیتی جا

عورت: نہیں جو کچھ میرے ساتھ ہوا ٹھیک ہوا میں نے جیسا کیا اس کا پھل مجھکو مل گیا۔

میری عمر کوئی دس برس کی ہوگی کہ ہمارے ہاں قلعہ میں ایک دفعہ مچھیرن دو ٹوکرے مچھلیوں کے لیکر آئی دونوں بھرے ہوئے تھے۔ ایک آنہ سیر بیچ رہی تھی۔ میں نے دو مچھلیاں چھپائیں اس نے بھی دیکھ لیا بہتیرا ہی سر پٹخا۔ بڑی بیگم سے شکایت کی صاحب عالم کو خبر پہنچی میری بھی بلاد ہوئی لیکن میں نے انکار کر دیا اور یہ ہی کہتی رہی کہ جھوٹی ہے وہ روتی ہوئی چلی گئی، اور ہم نے دونوں مچھلیاں خوب مزے سے کھائیں۔ آج جب ٹھیکیدار نے مجھے باتیں سنائیں تو وہ وقت یاد آگیا، بھائی یہ تو لینے کا دینا ہے جیسا میں نے کیا ویسا پایا، مچھیرن بھی تو میرے ہاں سے روتی ہوئی نکلی تھی اگر آج میں رو رہی ہوں تو کیا اچنبا ہے،

عزیزوں رشتے داروں سے سلوک

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ ایک جگہ رہتے ہیں عموماً ان کے دل آپس میں صاف نہیں رہتے۔ ان کے دل میں انکی طرف سے غبار اور ان کے دل میں انکی طرف سے شکایتوں کے انبار۔ یہ زیادہ تر ان امیدوں کا نتیجہ ہے جو ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف سے رکھتے ہیں ہر ایک اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے سے ہمارا کام نکلے گا اور وہ دکھ درد میں ہماری رفاقت کریگا۔ لیکن نہ معلوم کیوں اپنے آپ کو اس سے مستثنےٰ سمجھ لیا جاتا ہے، اور اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہوا کہ ایک آدہ نے ٹھیک طور پر ساتھ والوں کے حقوق ادا کرنے کا خیال رکھا اور بعض موقعوں پر ان کا ساتھ دیا تو اب اور بھی زیادہ اس کی طرف سے امیدیں بڑھجاتی ہیں اور یہ کسی کو خیال نہیں آتا کہ جس طرح یہ ہمارے کام آیا۔ اسی طرح ہم بھی اس کی مدد کریں اور جو کچھ اپنے لئے دوسروں سے چاہتے ہیں اسے خود عمل میں لاکر عزیزوں رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ایک نظیر قایم کریں۔ نہیں بلکہ برعکس اس کے اس پر گویا ایک طرح کا دعوےٰ سا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت اس کی طرف سے ذرا بھی کوتاہی ہو تو اور بھی لمبی چوڑی شکایت ہوتی ہے کہ انہوں نے فلاں کی یوں خدمت کی اسے اس طرح سمجھا اور ہم گویا کوئی چیز ہی نہ تھے کہ ہم پر یہ کچھ گذری، انہوں نے خبر بھی نہ لی۔ ایسے لوگوں کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ اپنی ضروریات اور مشکلات ایسا کون انسان ہے جس کے ساتھ نہ لگی ہوئی ہوں۔ پھر کنبے بھر میں جس کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے سب کی توقع اسی سے ہوتی ہے اور اسے اس خیال سے کہ بے مروتی نہ ہو، چار و ناچار سب کا ساتھ دینا پڑتا ہے، اور اس طرح وہ پورے کنبے کا خدمت گار بن کر رہجاتا ہے اور اگر کبھی اتفاق ایسا ہو کہ اسے خود دوسروں کی مدد کی ضرورت پڑے تو وہ میسر آنی مشکل ہے کیونکہ اس کے حق کو کوئی نہیں سمجھتا۔ ہر جگہ مُولی اپنے پتّوں میں بھاری ہے، دوسروں کی مدد خاک کرسکیں گے،

ان تمام مشکلات کا آسان علاج یہ ہے کہ پاس والے عزیزوں سے تعلقات عزیز سمجھکر نہ رکھے جائیں بلکہ ہمسایوں کا سا برتاؤ رکھیں، کبھی کوئی اچھی سی چیز پکائی تو بھیجدی کبھی کبھی تھوڑی دیر کو ان کے ہاں ہو آئے یا انہیں اپنی طرف بلا لیا انکے ہاں کوئی ضروری کام پھیلا ہوا ہو مثلاً کوئی تقریب ہونے والی ہے یا وہ لوگ کہیں پردیس جارہے ہیں تو ایسی حالت میں ان کا ہاتھ بٹا لینا چاہیئے، اگر آپ اکیلے ہیں بال بچوں کا ساتھ نہیں یا خدا نے فراغت دی ہے زیادہ مصروفیت نہیں رہتی اور کوئی بیوی ایسی ہیں کہ کام ان کے پاس زیادہ ہے اور کرنیوالی خود اکیلی ہیں تو جاپے کی اندیا اور ایسے ہی کام کے موقعوں پر تھوڑی بہت ان کی مدد کر دینی چاہیئے، بچوں کو پیار محبت سے پڑھا سکیں تو یہ بھی پاس رہنے والوں کی ایک اچھی مدد ہے،

اگر کسی کے ہاں بچے وغیرہ بیمار رہیں تو کسی نہ کسی طرح کام چلتا رہتا ہے لیکن اگر ماں بیمار ہو جائے تو بچوں بیچاروں کی بڑی بڑی گت ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں ان کی خبر لینا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس میں چاہے اپنے کاموں کا حرج ہو جائے لیکن انہیں وقت سے نہلانا دھلانا، کھانے پینے کی خبر لینا پاس رہنے والوں کا فرض ہے اور اگر اس قسم کی مدد بھی ایک عزیز کو دوسرے سے نہ مل سکے تو نہ صرف شائستگی بلکہ آدمیت پر حرف آتا ہے۔

اس کے علاوہ کبھی کبھی اپنی دلچسپی اور تفریح کی باتوں میں بھی انہیں شریک کرنا چاہیے۔ اگر کوئی نئی کتاب یا اخبار پڑھیں یا کوئی نیا واقعہ معلوم ہو جائے تو انہیں بھی سنانا چاہیے، کوئی نئی دستکاری سیکھیں تو اسے بھی کنبے کی لڑکیوں کو سکھانے کی کوشش کرنی چاہیے اس میں چاہے سینے پرونے کا کام ہو یا کوئی عمدہ رنگ رنگنے کی ترکیب ہو، گھر کی آراستگی کا طریقہ ہو یا کسی قسم کا کھانا پکانا۔

اگر خوش قسمتی سے بزرگوں کا ساتھ ہو تو اپنے مقدور بھر انہیں آرام پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے، ان کا سینا پرونا۔ سر میں تیل ڈالنا، کبھی کبھی ہاتھ پاؤں دبانا اپنا فرض سمجھنا چاہیے، گرمی کے دن ہوں تو ان کے پاس بیٹھنے کے وقت اگر ہاتھ خالی ہو تو انہیں پنکھا جھلتے رہیں۔ اگر وہ اپنے کسی کام کو اٹھیں اور وہ ان کے لئے مشکل ہو تو فوراً ان کے ہاتھ سے لینا چاہیے اور خود کر دینا چاہیے وہ نماز پڑھنے اٹھیں تو وضو کے لئے لوٹا بھر کر رکھ دیں، جانماز بچھا دیں، جاڑا ہو تو گرم پانی لا دیں، بچوں سے تو ذرا پیار اور خندہ پیشانی سے بات کر لینا ہی ان کے خوش کر دینے کے لئے کافی ہے، اور اس سے آگے ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو کوئی کھلونا کیاری گڑیا وغیرہ میں دلچسپی لینے سے وہ اور زیادہ محبت کرنے لگتے ہیں،

اس کے علاوہ ایک گھر کے رہنے والوں کو یوں بھی آپس میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے کہ دو تین مل کر کھانا کھا رہے ہوں ان میں سے ایک اٹھے اور پانی وانی پیئے تو چاہیے کہ دوسروں کے لئے بھر کر لے آئے گرمی میں برف کا پانی پیتے وقت دوسروں کی بھی صلاح کر لیں۔ کسی کو پلنگ اٹھاتے دیکھیں تو آگے بڑھ کر پکڑوا لیں لڑکیاں اپنے دوپٹے رنگنے لگیں تو بھاوج چچی ممانی وغیرہ سے بھی پوچھ لیں اور ان کی پسند کا رنگ رنگیں کسی کے پاس ذرا دیر کو جا کر بیٹھیں تو ان کی ترکاری بنا دیں یا چھالیہ کاٹ دیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر وقت اس بات کا خیال رہے کہ کسی کا کچھ کام ہو تو اس میں ہاتھ بٹا لیں، لیکن خود دوسروں سے اس کے معاوضے کے خواستگار نہ ہوں پھر دیکھیں کہ وہ کیسے ہر دل عزیز ہو کر اپنے عزیزوں میں رہتی ہیں۔ چاہے آنکھوں کے سامنے رہ کر انکی زیادہ تعریف اور قدر و منزلت نہ ہو لیکن جب ایسے لوگ کہیں دور چلے جاتے ہیں تو سب چھوٹے بڑے انہیں محبت سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے اپنے لئے بھی یہ یاد بڑی دل خوش کن ہوتی ہے۔

و۔ا۔

اسلام اور پردہ

از جناب آغا ماکبرآبادی

قرآن کی زبان عربی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ علماء ہند نے کیا ہے۔ اس کی تفاسیر بھی اردو زبان میں موجود ہیں۔ یہ کس لئے لکھی گئی ہیں؟ اس لئے کہ ہر وہ مسلمان جو عربی زبان سے ناواقف ہے وہ اردو زبان میں قرآن کے مطالب و معانی سے باخبر ہو جائے یعنی اردو زبان میں قرآن و مسائل اسلامیہ کا عالم بن جائے، اگر یہ صحیح نہیں تو پھر تمام تراجم اردو و فارسی جاننے والوں کے لئے بیکار رہیں اگر ایک عالم یہ کہے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور اس کی تفاسیر اردو میں پڑھ سکتے ہو لیکن اس کے معنی کی نزاکتوں سے واقف نہیں ہو سکتے تو میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ ترجمہ اور تفسیر میں تمام نزاکتیں موجود ہیں اور ایک اردو و فارسی جاننے والا اپنی زبان کی تمام نزاکتیں سمجھتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ایک عالم عربی زبان کی نزاکتوں سے واقف ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر تمام تراجم و تفاسیر بیکار رہیں۔

بہر نوع پردہ کے مسئلہ میں قرآن پاک کی آیات کے معانی و مطالب جو کچھ ہیں ان سے یہ صاف مترادف ہے کہ عورت ضرورت کے اوقات میں چہرہ ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے۔ چنانچہ ذیل کی عبارات آپ کی تسکین کے لئے پیش کیجاتی ہیں اور اسی کے مطابق آپ ۹۰ فی صدی علماء کے تراجم پائیں گے،

لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا

حضرت ابن عباس مَا ظَھَرَ مِنْھَا کی تفسیر وجہ وکفین کیساتھ کرتے ہیں، یعنی ضرورت کے وقت عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ کھول سکتی ہے، لیکن حضرت ابن مسعود سے اس کی تفسیر ثیاب و جلباب کے ساتھ منقول ہے یعنی کپڑے و چادر، امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر میں آیۃ مندرجہ صدر کے معنی زینت سے مراد بدن نہیں ہے۔ بلکہ زیورات و آرایش کی چیزیں ہیں اس کے ثبوت میں وہ اس آیۃ کو پیش کرتے ہیں،

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن اس کے معنی سے ظاہر ہے کہ عورت کو دوپٹہ سے اپنا سینہ خاص طور سے ڈھکنا چاہیئے،

امام رازی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ الا ما ظہر منہا کی تفسیر اگر ان مفسرین کے قول کے موافق مان بھی لیجائے کہ جو بدن کے اعضاء کی خوبصورتی کو زینت میں شامل کرتے ہیں تب بھی ہاتھ پیر اور چہرہ ضرورتاً کھولنا جائز ہے

مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ آیت وقرن فی بیوتکن اور آیت وا فلسا لتموھن متاعاً میں تو عورتوں کو اپنی ذات کا چھپانا واجب کیا گیا ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے کسی طرح نہ آئیں اور اصلی

حکم بھی ہے لیکن مجبوری کی حالت میں گھر سے باہر نکلنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، ایسی حالت میں آیت میں "یدنین علیھن من جلابیبھن" سے عورتوں کو مردوں کے سامنے نکلنا اجازت دیگئی۔ مگر چادر، گھونگٹ وغیرہ سے بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔ پھر ایسی عورتوں کو جن کے پاس نوکر یا خادم نہ ہوں گھر سے باہر ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہوتی ہے، جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں اور اس حالت میں ہاتھوں کے چھپانے میں دشواری ہوتی ہے پھر گھر سے باہر کام کرنے کے وقت اس کام کو آنکھوں سے بھی دیکھنے کی حاجت ہوتی ہے اور گھونگھٹ سے منہ چھپا کر کام کو دیکھنا دشوار ہوتا ہے تو اس حالت میں چہرے کا چھپانا بھی تنگی و تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ ایسی مجبوری کی حالت میں آیت الا ما ظھر منھا سے تفسیر مشہور کی بنا پر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دیدی گئی ہے اور باقی تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔ لا یبدین زینتھن کا بھی مطلب ہے۔ کیونکہ زینت سے مراد تمام بدن ہے۔

پھر لکھا ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولکر آنے کی اجازت اس حالت کیساتھ مخصوص ہے جبکہ ان کے چھپانے میں تنگی و تکلیف ہو اور بعض علما نے پیروں کو بھی ہاتھوں پر قیاس کیا ہے اور ان کے کھولنے کی بھی اجازت دی ہے

مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی "وجہ وکفین یعنی چہرہ و ہاتھ کشف فی نفسہ کے تحت میں بتلاتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ اگرچہ کشف فی نفسہ میں بھی خطرہ ہے۔ مگر چونکہ خطرہ بعید ہے اور ضرورت شدید۔ لہذا بضرورت یہ مستثنیٰ ہے جیسے کپڑے یا وہ آرائش جس کا تعلق وجہ وکفین سے ہے جیسے انگوٹھی، آرسی، چھلا، مہندی، مسی، سرمہ، پان، ٹیکا اور افشاں وغیرہ اور جبکہ یہ مستثنیٰ ہیں تو تبعاً والتزاماً اس کے مواقع یعنی وجہ وکفین بھی مستثنیٰ ہونگے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وجہ وکفین اور ان کے متعلق آرائش کو لوگوں کے روبرو کھولیں، بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ فی نفسہ انکو کپڑوں میں چھپانے کی ضرورت نہیں،

پھر فرمایا کہ الا ما ظھر منھا میں صرف عورتوں کو فی نفسہ چہرہ اور ہاتھ کھولے رہنے کی اجازت ہے تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح انکے چھپانے کے اہتمام سے ان کو زحمت اور تکلیف نہ ہو، اس میں دوسروں کے سامنے چہرہ و ہاتھ کھولنے کا جواز و عدم جواز سے تعرض نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے جملہ اعضاء و متعلقات فی نفسہ قابل ستر ہیں، لیکن وجہ وکفین سے اسقاط ستر فی نفسہ بوجہ ضرورت کے ہے"،

شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک فارسی کی تفسیر سے میں نے جو نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے،

لا یبدین نہ ظاہر سازند زینتھن آرایش خود را از پیرایہا و جامہا و رنگہا و جز آن الا ما ظھر مگر آنچہ ظاہر شود منہا ازاں بوقت ساختن کار یا چوں خاتم و اطراف ثیاب و کحل در عین و خضاب در کف و گفتہ اند مراد از زینت مواضع آنست پس مستثنیٰ وجہ باشد و کفین۔

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب الا ما ظھر کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں،

سنگار میں سے کھلی چیز یا ایسی چیز کو کہا جیسے چھے کپڑے یا ئی چھتی یا یہ کہا کہ عورت کو منہ تھوڑا سا اور ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں کا پنجہ کھولنا درست ہے ناچاری کو۔ پھر ہاتھ کی مہندی کھلے گی یا آنکھ کا کاجل یا انگلی کا چھلا۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (مطبع کریمی بمبئی)

زینت میں سے ایسی چیز جیسے سفید کپڑے اور نتی یا پوشش یا یہ کہا کہ عورتوں کو تھوڑا سا منہ اور ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں کا پنجہ ضرورتاً کھولنا جائز ہے۔ اسی کے ساتھ ہاتھ کی مہندی بھی کھلے گی یا آنکھ کا کاجل یا انگلی کا چھلا۔

یہاں تک تو قرآن کی اس آیۃ کے تراجم، تفاسیر درج کتاب ہیں، اب ہدایہ و دیگر عربی احادیث کے تراجم بھی ملاحظہ ہوں،

ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ الا وجھہا وکفیہا لقولہ تعالی ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منہا قال علی وابن عباس رضی اللہ عنہما ما ظھر منہا الکحل والخاتم والمراد موضعہما وھو الوجہ والکف کما ان المراد بالزینۃ المذکورۃ مواضعہا ولان فی ابداء الوجہ والکف ضرورۃ لحاجتہا الی المعاملۃ مع الرجال اخذا واعطاء وغیر ذلک وھذا تنصیص علی انہ لا یباح النظر الی قدمہا۔ وعن ابی حنیفۃ رح انہ یباح لان فیہ بعض الضرورۃ وعن ابی یوسف رح انہ یباح النظر الی ذراعیہا ایضا لانہ قد یبدو منہا عادۃ = ہدایہ جلد ۴ ص [illegible] کتاب الکراہیۃ

ترجمہ

مرد کو جائز نہیں ہے کہ غیر عورت کی طرف دیکھے۔ سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے۔ مطابق قول اللہ تعالیٰ کے کہ نہ ظاہر کریں اپنی زینتوں کو مگر جو ظاہر رہتا ہیں سے، کہا حضرت علیؓ وابن عباسؓ نے کہ مراد ما ظہر سے چہرہ اور ہاتھ کی انگلیاں ہیں جیسا کہ مراد زینت سے مقامات زینۃ مراد ہیں سوا سطے کہ کھلا رکھنے چہرہ اور پہونچے میں ضرورت ہے عورت کو اپنی حاجت کے واسطے، مردوں کے ساتھ لین دین میں اور اس کے علاوہ اس عبارت سے تصریح ہے کہ پیر کی طرف دیکھنا مباح نہیں ہے،

امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ مباح ہے دیکھنا پیروں کا اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ عورت کی کلائیوں کی طرف بھی دیکھنا مباح ہے کیونکہ عادۃً عورت سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہ جنکو باب العلم کہا گیا ہے۔ اور جو درحقیقت علم کے سمندر تھے۔ حضرت ابن عباس جو مشہور و معروف راوی گذرے ہیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو سنیوں کے امام ہیں، نیز ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسف صاحب پردہ کے متعلق صاف صاف کہتے ہیں کہ مسلم مستورات کو قیدی نہ سمجھو کہ یہ مردوں سے لین دین بھی کرتی ہیں۔ امام ابو یوسف صاحب کا تو فرمانا ہے کہ عورت اپنی کلائیاں تک کھول سکتی ہے،

ہدایہ جو سنی مسلمانوں کے لئے مستند کتاب ہے، اس کا لفظی ترجمہ آپ کی نگاہوں سے گذر رہا ہے،

اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ اسلام نے اور بانیان اسلام نے اپنی عورت کو کس قدر آزادی دے رکھی تھی آج یورپ امریکہ اور دنیا کی ہر عورت ہر ہر شعبہ میں کام کرتی ہے اور آپ کی عورت باوجود اسلامی قانون ہونے کے مجبور ہے

اور آج اگر شاہ امان اللہ خان غازی کابل کے تخت پر متمکن ہوتے تو نہ صرف افغانستان کی مسلم مستورات کا شمار مثلاً ایران و مصر کی مسلم مستورات سے کیا جاتا بلکہ ہندوستان کا گروہ لطیف بھی انہیں میں شمار ہونے لگتا۔ مگر افسوس کہ علمائے افغانستان نے منفعت مادی ہی کو پیش نظر رکھا لیکن اسلام کے مستقبل کو بھلا دیا

اس کی اجازت نہیں کہ مرد عورتوں کے چہرے اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کے سوائے کچھ اور دیکھیں، بس اسی قدر اجازت ہے، کیونکہ عورتوں کا کام کاج سے تعلق ہے، اور یہ تعلق مردوں سے لین دین وغیرہ کا ہوتا ہے پس اگر بدن کے یہ حصے بھی پوشیدہ کئے جائیں تو بڑی دشواری ہوگی پس ضرورت ہے کہ یہ حصے کھلے رہیں

(ہدایہ کتاب چہاردہم باب ۲ فقرہ ۱)

امام فخرالدین رازی صاحب آیۃ الا ما ظهر منها کے متعلق قتال کی سند پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہوتی ہے، الا ما يظهر الانسان فى عادة جاريه وذالك فى النساء وجه والكفان

ترجمہ: مگر وہ جو کہ ظاہر کرے انسان اپنی عادت میں اور یہ عورتوں کے لئے چہرہ اور پہونچے ہیں، کہ انسان کی عادۃ میں فی نفسہ جو چیز ظاہر ہو سکتی ہے۔ وہ عورتوں کے درمیان چہرہ ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پیر کا پنجہ ہے۔

(تفسیر کشاف) کشاف میں اس آیۃ کی تفسیر یہ ہے کہ "الا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره" اس کے مفہوم سے بھی صاف متبادر ہے کہ عادتاً اور جبلۃً جو چیز ظاہر ہوتی ہے ظاہر کیجا سکتی ہے،

عرب میں چونکہ اکثر مسلم مستورات تجارت کرتی ہیں اور یہ تجارت مردوں سے تعلق رکھتی تھی، اس لئے چہرہ اور ہاتھ پیر کھلے رہتے تھے (مولف)

میں نے یہاں مثال کے طور پر چند علمائے کرام کی تفاسیر کی نقول درج کی ہیں، ان کے علاوہ اگر آپ کا دل چاہے کہ دنیا کے اور عالموں کی تفاسیر بھی دیکھنی چاہئیں تو آپ کو اختیار ہے۔ میں آپ کو اتنا بتائے دیتا ہوں ہندوستان کے تقریباً تمام علماء کی تفاسیر کا مفہوم و معنی مندرجہ صدر تفاسیر کے موافق ہیں، اور تمام کا اتفاق اسپر ہے کہ ضرورت کے وقت عورت اپنا چہرہ ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے۔

بچوں کی ابتدائی تعلیم

از محترمہ [illegible] صاحبہ شیخ غلام [illegible]

ہندوستانی بچوں کی ابتدائی تعلیم اچھے طریقوں سے نہیں ہوتی اس کی ذمہ دار مائیں ہیں۔ انہیں یہ کبھی خیال نہیں ہوتا کہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے ایسی باتیں کریں جو ان کی معلومات کو بڑھائیں، یا آئندہ تعلیم میں کسی قسم کی آسانی ہو، یا ان کی حرکات و سکنات کی طرف غور کریں۔ سوچیں کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے کس طریقے سے کھیلتے ہیں، یا ایک دوسرے سے کیسا سلوک کرتے ہیں، ہر وقت بیکار پھرتے اِدھر اُدھر چیزیں توڑتے کشتیاں کرتے رہتے ہیں ان کو کوئی ایسا کھیل بتایا جائے جس سے یہ آرام کریں اور ان کی تعلیم و تربیت اچھی ہو۔ یہی باعث ہے کہ ہمارے بچوں میں آئندہ ترقیاں محدود ہو رہی ہیں، اور بچے جو کچھ کرتے ہیں امتحانوں کے ڈر سے کورس وغیرہ یاد کر لیتے ہیں گو یہ حالت ہے کہ انٹرنس پاس بچہ بھی کسی دوست سے اچھی طرح خط و کتابت نہیں کر سکتا۔ مائیں اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتیں، بچوں کا ابتدائی تعلیم کا زمانہ کھیل کود میں گذر جاتا ہے۔ بلکہ وہ کئی بری عادات میں گرفتار ہو جاتے ہیں جب بچہ پانچ چھ سال کا ہوا تو مدرسہ میں داخل کر دیا۔ جو بچہ پانچ چھ سال تک کھیل کود لاڈ و پیار میں غلطاں رہا ہو، وہ یک دم کیسے قابو میں آ سکتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہمارے ہندوستانی بچے ۱۹ سال تک انٹرنس نہیں پاس کرتے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مائیں دو سال کے بچے کو قاعدہ تختی دے دیں تاکہ وہ طالب علم کہلائے، نہیں ماؤں کو سمجھنا چاہئے کہ بچہ جب گود میں دودھ پیتا ہے۔ اسی وقت سے ماں کے سکول میں داخل ہے۔ اور ماں کی تربیت حاصل کر رہا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ جو عادات خصائل ماں کی ہوں گی وہی بچوں کی ہوتی ہیں۔ جو والدین اپنے بچوں سے ظاہری نمائشی محبت رکھتے ہیں وہ اپنی عادات و اخلاق کو درست نہیں کر سکتے۔ اور نہ بچوں کی بد اخلاقی پر نگاہ کرتے ہیں، ماں کی نافہمی اور عدم توجہی کی وجہ سے بچے چھ سال کی عمر تک بیکار رہتے ہیں۔ پھر ماؤں کی آتش محبت بچوں پر ایسی مشتعل رہتی ہے کہ ان کی واجبی ابتدائی تعلیم کا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ والدین کو چاہیئے کہ بچوں کی چھوٹی عمر کی ہر حرکات و سکنات کا غور سے خیال رکھیں تاکہ اس میں بری خصائل نہ پیدا ہو جائیں اور اس کا عادی نہ ہو جائے دوسرے اپنی معاشرت اور اخلاق کو درست رکھیں۔ مائیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو کام میں لگانے کی تدبیریں سوچتی رہیں۔ مثلاً ایک ماں کے چھوٹے چھوٹے تین بچے ہیں۔ ابھی ان کے سکول جانے کا وقت نہیں تو ان کو ماں تصویروں کے ذریعے ہر ایک جانور کا نام بتا سکتی ہے۔ انگلیوں پر گنتی سکھا سکتی ہیں۔ اس گنتی سے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو اکٹھا کر کے ابتدائی حساب کے قاعدے سکھا سکتی ہیں۔ سوئی پرونے سے کار [illegible] سلائی سکھائی جا سکتی ہے، رات کو سوتے وقت کہانیوں کے ذریعے ان کے اخلاق کی درستی ہو سکتی ہے، وغیرہ

اس سے پیشتر بہنوں کو یاد ہو گا کہ میں نے ابتدائی تعلیم میں چھوٹے بچوں کو ۱۰۰ تک گنتی سکھانے کا طریقہ رسالہ عصمت میں تحریر کیا تھا۔ اسی طرح اب میں ابجد حروف [illegible] کھیل کا نقشہ تحریر کرتی ہوں امید ہے اسی طرح اور بہنیں بھی رسالہ عصمت میں ابتدائی تعلیم کے اور طریقے لکھیں گی۔ تاکہ بچوں والی مائیں چھوٹے بچوں کو [illegible] سکیں۔

اب کھیل مندرجہ ذیل ہے جسے بارہ بچے کھیل سکتے ہیں، ماں کو چاہیے کہ اس نقشہ سے تصویروں کے نام چھوٹے چھوٹے گتے کے کارڈوں پر لکھ دیں اور ایسا نقشہ ایک کاغذ پر بنا لیں ۔ تاکہ بچے خود آسانی سے کھیل سکیں۔ اور رسالہ عصمت کو بھی نہ پھاڑیں۔ تصویریں جمع کرنی ذرا مشکل ہیں، مگر بچوں سے کہہ دیں کہ وہ جمع کریں گے۔

م و ٹ ر	گ ھ ڑ ی	ص ر ا ح ی	ل م پ
پ ی ا ل ی	س ا ئ ی ک ل	چ ا ق و	ف ق ی ر
س ل ی ٹ	م و ر	گ ی ن د	ب و ٹ

یہ بتیس تصویروں کا نقشہ ہے، بتیس ہی چھوٹے چھوٹے کاغذ کے گتے کے کارڈ بنانے جائیں اور ان پر علیحدہ علیحدہ ایک تصویر کا نام حروف کو چھوڑ کر لکھ دیا جائے۔ تاکہ بچے تصویر سے نام چیز کا جوڑ سیکھ سکیں اور کارڈ سے الفاظ جوڑے ہوئے دیکھ لیں۔ ہر ایک بچہ آٹھ آٹھ کارڈ اپنے اپنے حصہ میں بغیر چیز کا نام دیکھے رکھ لیں یعنی ہاتھوں میں تاش کھیلنے کی طرح پکڑ لیں۔ ہر ایک بچہ باری باری سے ایک ایک کارڈ جس تصویر کا نام ہو ڈال دے اور تصویر سے الفاظ گن لے، بہتر ہے کہ سلیٹیں اور پنسل پاس رکھ لیں، اسپر لکھتے جائیں بعد میں ہر ایک بچہ اپنی سلیٹ سے الفاظ گن لے، جس کے زیادہ ہوں وہ کم الفاظ والے ایک بچہ کو سزا دے سکتا ہے۔ مثلاً ایک بچے کے پاس جو آٹھ کارڈ ہیں اس کے تصویروں کے الفاظ ۳۴ آئے، اور ایک بچہ ہے جس کے سب سے تھوڑے الفاظ ہیں اور اس کے نمبر ۲۰ ہیں تو ۳۴ نمبر والا ۲۰ نمبر والے کو مندرجہ ذیل سزاؤں میں سے کوئی سزا دے سکتا ہے،

۱۰۰ تک دو دفعہ گن کر سناؤ۔ قاعدہ کے ۵ صفحہ سے ۸ صفحے تک، دو جمع کے سوال کر کے دکھاؤ، ۲۰ تک پہاڑے گنو، دو چکر صحن میں لگاؤ۔

اس طرح کی علمی سزائیں مائیں خود بچوں کے لئے تجویز کر سکتی ہیں، اس کھیل سے بچے ابجد کے حروف کے جوڑ سیکھ سکتے ہیں تصویروں کے نام بتا سکتے ہیں ۱۰۰ تک گنتی بھی آجائے گی وغیرہ وغیرہ،

(بقیہ صفحہ ۳۸۰) رکھنی چاہیئے اگر ضرورت ہو تو اسی پر یا اس کے قریب دودھ بھی رہے۔ پانی بھی اس آگ کے قریب کسی تانبے کے برتن یا بوتل میں بھرا ہوا ہونا چاہیئے اور اگر آگ کمرے میں نہ ہو تو لالٹین کے قریب رکھنی چاہیئے، کیونکہ جاڑوں کی راتوں میں بھی اکثر پیاس لگتی ہے اور چھوٹے بچوں کو سوتے اٹھکر ایکدم سے ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے، اس کا انتظام رکھنا ضروری ہے اگر انگریزی وضع کا مکان ہو اور غسل خانہ سونیکے کمرے کے برابر میں ہو تو خیر ورنہ چھوٹے بچوں کے لئے ایک پسپاٹ یا طسلہ بھی رکھنا چاہیئے ایک لوٹے میں تیز گرم پانی بھی ڈھانک کر رکھ لیں کہ شاید کسی قسم کی ضرورت پڑے۔ پھر دیا سلائی کا بکس اور دیکھ لیں کہ مقررہ جگہ پہ ہے یا نہیں۔ اور پھر اطمینان سے سو رہیں

و-۱-

رات کو سوتے وقت

بعض گھروں میں عجب کارخانہ ہوتا ہے کہ [illegible] دو تین وہ بڑے [illegible] ہوتے ہیں جن سے [illegible] گھروالوں کی آنکھ کھل جاتی ہے اور [illegible] دیکھا جاتا ہے تو کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلی نے جنس خانے میں [illegible]
دال چاول روا شکر سب چیزیں گری ہوئی اور ملی جلی پڑی ہیں، کبھی وہ طعام خانے میں گھس جاتی ہے اور اس میں کی سب چیزوں کا ناس کر دیتی ہے، کبھی اونچے طاق پر رکھی ہوئی چیزوں کو پٹک دیتی ہے۔ اور کبھی مرغیوں کے ڈربے یا کھابچے میں گھس کر ان کا نقصان کرتی ہے۔ اور گھر میں وہ طوفان مچتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ گھر تو گھر پڑوس والے تک جاگ اٹھتے ہیں، اور جن سے زیادہ راہ و رسم و بے تکلفی ہوتی ہے وہ اسی وقت خیر صلاح بھی پوچھنے لگتے ہیں اور اگر کوئی اچھی سی مرغی جاتی رہی ہو تو سب لوگ دیر تک افسوس کرتے رہتے ہیں۔ یا اگر زخمی ہو کر بچ گئی ہو تو اس کے دوا علاج کی فکر کی جاتی ہے،

یوں تو ایسا کون انسان ہے جس سے کبھی غلطی نہ ہوئی ہو لیکن عموماً اس قسم کی خرابیاں اول رات کی ذرا سی غفلت اور بے پروائی کا نتیجہ ہوتی ہیں، دن کو ہزاروں دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی کام کر رہے ہیں ابھی پورا نہیں ہونے پایا کہ کسی وجہ سے اسے یونہیں چھوڑ دیا گیا اور دوسری مصروفیت میں پھر اس کا خیال بھی نہ رہا، اس طرح بعض چیزیں بے جگہ بھی پڑی رہجاتی ہیں اور کچھ نہ کچھ کھلا بھی رہجاتا ہے، اس لئے رات کو سوتے وقت یہ ضروری کام ہے کہ لالٹین لیکر ایک چکر سارے گھر کا کر لیا جائے اور جو کچھ ایسی گڑبڑ نظر آئے اسے ٹھیک کر دیا جائے، اگرمی کے دن ہوں تو کوٹھریاں کمرے سب بالکل بند کر دینے چاہئیں کہ بلی کی دست برد سے امن رہے۔ طعام خانہ میں قفل ڈال دیا جائے یا اور کوئی چیز اس کی کنڈی میں لگا دیجائے کہ کھل نہ سکے، جانور ہوں تو انکی حفاظت کا بھی خیال کر لینا چاہئے، چھینکے پر رکھی ہوئی چیزیں بھی دیکھ لیجائیں کہ کوئی کھلی تو نہیں کہ صبح ہی صبح کتے آکر خراب کرنا شروع کر دیں۔ پھر گھر کے سب لوٹے اور صراحیاں بھر کر ٹھکانے سے رکھ دیں اور ایک لوٹا صراحی اور گلاس پلنگوں کے قریب کسی اسٹول یا تپائی پر ایسی جگہ رکھیں کہ جس کسی کو ضرورت ہو آسانی سے لے سکے۔ گرمی زیادہ ہو تو سب کے پاس ایک ایک پنکھا بھی رکھدیں، اگر مکان میں کئی دروازے ہوں تو سب کو دیکھ لیں کہ کوئی کھلا تو نہیں رہ گیا پھر لالٹین دھیمی کر کے ایسی جگہ رکھیں کہ معمولی روشنی سب جگہ رہے اور اسکی لو کسی کی نظر کے سامنے نہ پڑے، یہ ایک ایسی تکلیف ہے کہ بعض دفعہ اسکی بدولت ساری رات کی نیند کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اگر سخت جاڑہ ہو تو سوتے وقت ایسی چیزیں پاس رکھنی چاہئیں کہ رات کو باہر جانیکی ضرورت ہو تو سردی سے بچاؤ کیا جا سکے، یعنی اونی چادر یا ہلکی سی رضائی اور گلوبند وغیرہ قریب کی کھونٹی پر پڑے رہیں تاکہ جسے ضرورت ہو کام میں لا سکے۔ اگر بچوں کا ساتھ ہو تو ایک انگیٹھی میں آگ گرمی ہوئی یعنی خوب بھوبل میں دبی ہوئی کمرے میں

اپریل فول

پیاری روح افزا سلام مسنون

میں آپ کی ازحد ممنون ہوں گی اگر آپ آج رات سات بجے میرے ہمراہ کھانا تناول فرما کر ممنونیت کا موقع دیں۔ پیاری حسن آرا کو بھی ضرور ساتھ لائیں۔

جواب سے ممنون فرمایئے۔

آپ کی بہن
بیگم حمید

منسلجہ بالا دعوتی رقعہ روح افزا کو صبح دس بجے جس وقت وہ مطالعہ کے کمرہ سے نکل رہی تھیں ملا۔ بیگم حمید روح افزا کی ازحد پیاری سہیلی تھی۔ وہ کس طرح اپنی محبوب سہیلی کی دل شکنی رَوا نہ رکھ سکتی تھی۔ وہ فوراً اپنی چھوٹی ہمشیرہ حسن آرا کے کمرے میں داخل ہوئی۔ دونوں بہنوں نے نہایت خوشی سے شامل ہونیکا وعدہ لکھکر ملازمہ کے ہاتھ بیگم حمید کے پاس بھیجدیا۔

روح افزا "حسنا بہن دیکھنا بیگم حمید کس قدر دیر میں دعوتی رقعہ بھیجتی ہیں آج رات کا کھانا ہے اور آج ہی صبح دس بجے رقعہ ملا ہے، انکی یہ بُری عادت کبھی نہ جائیگی۔ زیادہ نہیں تو دو ایک دن پیشتر دعوت یا پارٹی کی اطلاع دینی چاہئے تھی تمہاری کیا رائے ہے۔؟

حسن آرا۔ آپا مجھے تو اس عادت سے نفرت ہے۔ کیا کروں اگر بیگم حمید کی بجائے کسی اور کی طرف سے یہ رقعہ ہوتا تو میں ہرگز دعوت قبول کرنے کی رائے نہ دیتی، میں آج ضرور بیگم حمید کو آڑے ہاتھوں لونگی۔ لیکن آپا آج آپ کونسی ساری پہن کر دعوت میں شامل ہونگی،

روح افزا " پیاری حسنا۔ میرا دل تو بادامی بنارسی ساری پہننے کو چاہتا ہے"،

حسن آرا۔ (جلدی سے) اچھی آپا وہ ہرگز نہ پہننا، رات کے وقت بادامی رنگ کچھ اچھا نہیں لگتا میرے خیال میں آسمانی آب رواں کی ساری مناسب ہوگی"۔

روح افزا " اچھا وہی پہن لونگی۔

بعد نماز ظہر کے دونوں بہنیں ڈریسنگ روم میں داخل ہوتی ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ دونوں کا لباس منتخب کرنے میں صرف ہوا۔ حسن آرا نے ربن والے چاندی کے ڈبے کو بند کرتے ہوئے کہا" آپا پیاری میری دھانی ساری کے لئے کوئی موزوں رنگ کا ربن میرے پاس نہیں ہے۔ اور نہ میں نے آپ کے پاس ہی اس رنگ کا ربن

دیکھا ہے۔ اب کیا کروں۔

(روح افزا۔ فوراً غفور (ملازم) وارا اینڈ احسن کی دوکان پر بھیجدو، ابھی آجائے گا)

قریب پانچ بجے ربن بھی آگیا۔ روح افزا اور حسن آرا ٹھیک سات بجے بیگم حمید کی کوٹھی پہنچ گئیں وہاں علاوہ شہر کے چند رؤسا کی بیگمات کے ان کی کالج کی لڑکیاں اور پرنسپل صاحبہ بھی مدعو کی گئی تھیں، بیگم حمید نہایت تپاک سے پیش آرہی تھیں،

آٹھ بجے سب بیبیاں کھانے کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ کھانے کی میز نہایت نفاست اور خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔ میز کے اوپر خوبصورت چاندی کے گلدان میں گلاب کے سرخ پھول عجب بہار دکھا رہے تھے، خادمہ صاف لباس پہنے سلیفچی آفتابہ تولیہ لئے ایک طرف کھڑی تھی،

ملازمہ عورت نے کھانے کی ڈھکی ہوئی ڈش باری باری سے مہمانوں کے سامنے پیش کی، لیکن جو مہمان خاتون ڈش کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھتی تھی، ہنسی ضبط کر کے خجالت سے آنکھیں جھکا لیتی تھی۔ کیونکہ ڈش میں ایک کاغذ پر سنہری نقطوں میں خوبصورتی سے "فسٹ اپریل فول" لکھا تھا،

بیگم نواب فخر الدولہ نے شرمندگی کو مٹاتے ہوئے کھانا منگوانے کے لئے اصرار کیا۔ بیگم حمید کے اشارہ پر خادمہ کھانے کی دو قابیں اٹھا لائی۔ بیگم فخر الدولہ نے سرعت سے کھانا تشتری میں لیا۔ اور کھانا شروع کیا لیکن انکی شرمندگی کی حد نہ رہی جبکہ دونوں قابوں میں بان کی سویاں اور سرکنڈوں کے مصنوعی چاول نہایت خوبی سے تیار کئے گئے تھے۔ سب بیبیاں خجالت سے پانی پانی ہو رہی تھیں اپنی شرمندگی کو ہنسی میں اڑانے کی فضول کوشش کر رہی تھیں آج پہلی اپریل تھی اس لئے بیگم حمید سے شکایت کا موقعہ نہ تھا۔

ڈاکٹر اجمل دن بھر ہسپتال کے کام میں مصروف رہے۔ شام کو اچانک کسی کیس پر جانا پڑا، رات کے نو بجے تمام دن سخت محنت کے بعد واپس اپنے بنگلہ پر تشریف لائے ہی تھے کہ ملازم نے حاضر ہو کر عرض کیا "جناب! آج شام کے سات بجے نواب سالار جنگ کے ہاں سے ٹیلیفون آیا تھا۔ انہوں نے آپ کو فوراً بلایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بنگلہ پر تشریف نہیں رکھتے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ جسوقت ڈاکٹر صاحب تشریف لاویں ان کو میرا پیام پہنچا دینا ان کی سخت ضرورت ہے۔

ڈاکٹر اجمل "اُف! آج میں سخت تھک گیا ہوں (دل میں) بھوک نے بیتاب کر دیا ہے۔ شام چائے بھی نہ پی سکا۔ نہ معلوم نواب صاحب کے ہاں کیا تکلیف ہے اور کس ضرورت پر مجھکو تاکید سے بلوایا ہے ضرور ان کا لڑکا ناصر پھر بیمار ہو گیا ہوگا۔ اگر نہ جاؤں تو ان کو پریشانی اٹھانی پڑے گی، بیماری ہے سخت

زحمت ہوتی ہے۔ ان کے ہاں بھی بیماری کسی وقت دم نہیں لینے دیتی۔

ڈاکٹر صاحب چند منٹ خاموش بیٹھے رہے، ایک دم چونک پڑے، نوکر سے کہا۔ شمشاد فوراً کار دروازہ پر لاؤ۔ خواہ بھوک اور تھکان کس قدر پریشان کرے۔ لیکن میں نواب صاحب کے ہاں ضرور جاؤں گا۔ شاید ان کے بچے کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی ہوگی۔ اگر تکلیف کے وقت میں کام نہ آؤں۔ تو یہ بھی انسانیت سے بعید ہے۔

کار کے ہارن پر ڈاکٹر صاحب کھڑے ہو جاتے ہیں، ہیٹ ہاتھ میں لیکر نہایت تیزی سے کار میں سوار ہو جاتے ہیں۔ چشم زدن میں کار نواب صاحب کی عالیشان کوٹھی کے پورچ میں کھڑی تھی۔ ڈاکٹر صاحب اتر کر برآمدہ میں داخل ہوئے، خلاف امید کمروں کو بند پایا۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر بجلی کے قمقموں سے "فسٹ اپریل فول" انگریزی میں لکھا ہوا نظر آیا!

ڈاکٹر صاحب شرمندہ ہوکے واپس جا رہے تھے کہ پیچھے سے دو مضبوط ہاتھوں نے ڈاکٹر صاحب کو پکڑ لیا!

ڈاکٹر صاحب (گھبرا کر) "ہائیں یہ کون ہے! مجھے چھوڑ دو۔"

آواز۔ "پیارے دوست آپ پریشان نہوں، میں ہوں آپ کا سالا جنگ"

ڈاکٹر صاحب۔ خوب آپ نے اچھا بدلہ لیا"

نواب صاحب۔ اچھے ڈاکٹر صاحب خفا نہوں۔ اس تمام شرارت کا موجد میرا بھائی افتخار جنگ ہے، وہ آج صبح سے ایسی ایسی کئی حرکتیں کر چکا ہے، میرے کئی معزز دوستوں کو گھر بلا کر پریشان کیا۔ میں آپ سے اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ اگر مجھے پیشتر معلوم ہو جاتا تو ہرگز آپ کو پریشان ہونیکا موقعہ نہ دیتا، میں خواب گاہ کی طرف سونے کے لئے جا رہا تھا کہ ایکدم ہارن کی آواز میرے کان میں پڑی۔ میں جلدی سے باہر آیا تو آپ کو واپس جاتے پایا!!!

٭

یکم اپریل کو میں اپنے کمرہ میں صبح کی ڈاک دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں رعنا کچھ پھول ڈرائنگ روم کے گلدانوں کے لئے ہاتھوں میں لئے داخل ہوئی اور کہا۔

"باجی کیا کوئی میرا خط بھی ہے۔"

"نہیں پیاری رعنا" میں نے جواب دیا۔

میں نے آج صبح سے بھابی ممتاز کو نہیں دیکھا، نہ معلوم کیا کر رہی ہیں؟" رعنا نے پھولوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے خطوط کو میز کی دراز میں بند کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ اسوقت اپنے کمرے میں ہے۔ ابھی ان کے نام ایک پارسل آیا ہے"،

رعنا نے پھول میز پر رکھ دیئے اور مجھ سے کہنے لگی "اچھی باجی جلدی چلو، دیکھیں تو بھابی کے پارسل میں کیا ہے"؛

ہم دونوں گیلری طے کرتی ہوئیں بھابی ممتاز کے کمرے میں داخل ہوئیں، دیکھا تو بھابی پارسل کی ڈوریاں چاقو سے کاٹنے میں مصروف ہیں!

رعنا "بھابی پارسل کہاں سے آیا ہے"؟

بھابھی "میرے خیال میں تمہارے بھائی نے بمبئی کی ساری بھیجی ہوگی۔ جسکا ذکر کل میں نے نزہت سے کیا تھا۔ پارسل پر بھیجنے والے کا نام بھی تو نہیں ہے۔ اسلئے یقیناً وہی ہونگے"۔

"کیا بھائی مشتاق نے پارسل بھیجا ہے؟" میں نے استفسار کیا۔

رعنا۔ ہاں! ہاں باجی نزہت بھابی ممتاز کہہ تو رہی ہیں، آپ انہیں بار بار پوچھکر کیوں شرمندہ کررہی ہیں"

بھابی مسکرانے لگیں

میں نے پارسل دیکھتے ہوئے کہا "لیکن بھابی ممتاز پارسل تو بہت چھوٹا ہے۔ اس میں ساری تو نہیں آسکتی"،

رعنا "شاید موتیوں کا نکلس ہوگا جس کے خریدنے کے لیے بھابی جان نے بھائی صاحب کو لکھا تھا۔ اتنے میں بھابی جان نے پارسل کھول لیا، اس میں سے ایک خوبصورت ڈبیا نکلی۔ بھابی نے نہایت سرعت سے ڈبیا کو کھولا۔ ہم تینوں نہایت اشتیاق سے ڈبیا کی چیز دیکھنے کے لئے میز پر جھک گئے،

میرا اور رعنا کا ہنسی کے مارے برا حال ہوگیا۔ جبکہ ہم نے دیکھا کہ ڈبیا کے اندر ایک خوبصورت کارڈ پر "فسٹ اپریل فول" از نصرت لکھا تھا!!

یعنی بڑے بھائی جان محمد اسلم کی لڑکی نصرت نے چھوٹی چچی کو خوب ہی فول بنایا۔ !!!

اقبال جہاں نزہت

بنت خان بہادر چودھری نبی احمد

ترقی نسواں کا طبی پہلو

(گزشتہ اشاعت کے آگے)

بیماروں کے لئے دوا کے ساتھ ساتھ تیمارداری بھی بہت ضروری چیز ہے اور اصلی معنوں میں تیمارداری عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ جنگ کے بعد جو کمیشن مختلف سروسوں (نوکریوں) کے متعلق تحقیقات کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر اس امر کا اقرار کیا ہے کہ تیمارداری جس سلیقہ اور کامیابی کے ساتھ عورتیں کر سکتی ہیں دوسروں سے ممکن نہیں ہے لیکن ہمارا ملک شاید اس راز کو ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہے، کیونکہ خالص ہندوستانی نرسوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ گویا نہیں کے برابر ہے۔ ہندوستانی بیماروں کے لئے ہندوستانی نرسیں جس حد تک کامیاب ہوں گی اتنا یوروپین اور اینگلو انڈین نرسیں نہیں ہو سکتی ہیں، لیکن ملک کی عورتیں شاید ابھی تک یہی سمجھ رہی ہیں کہ مریضوں کے لئے تیمارداری کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تیمارداری ایک مستقل فن ہے اور ضرورت ہے کہ اس کے اصولوں سے ہر شخص کو تھوڑا بہت واقف ہونا چاہئے۔ کیونکہ تیماردار پر مریض کے سکون اور آرائش کا بہت بڑی حد تک انحصار ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں میں بڑے بڑے گھر کی لڑکیاں اسپتالوں میں جا کر شوق سے یہ فن حاصل کرتی ہیں اور خلق خدا کی خدمت کرتی ہیں۔ اسوقت ملک میں نرسوں کی باقاعدہ تعلیم کا انتظام تمام بڑے اسپتالوں میں ہے۔ ایک شکایت ان اسپتالوں اور میڈیکل کالجوں کے اراکین سے یہ ہے کہ وہ داخلہ میں غیر ہندوستانیوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اکثر موقعوں پر ہندوستانیوں کی درخواستیں نامنظور کر دیجاتی ہیں، حالانکہ ضرورت اس کی تھی کہ معقول وظائف اور دوسری مراعات دیکر ہندوستانی عورتوں کو اس طرف رغبت دلائی جاتی۔ ملک کی بے روزگاری کا مشغلہ بڑی حد تک حل ہو سکتا ہے اگر عورتیں اس پیشہ کی طرف توجہ کرنے لگیں پھر خلق خدا کی بھلائی کے ساتھ مالی منفعت کی بھی صورت ہو سکتی ہے۔

نرسنگ کی ضرورت اور نرسوں کی باقاعدہ تعلیم کی طرف سب سے پہلے مسٹر فورسٹ نے جنکا تعلق سینٹ جارج ہاسپٹل بمبئی سے تھا توجہ کی، سینٹ جارج اسپتال میں جب مسٹر فورسٹ کی اسکیم کامیاب ہوتی نظر آئی تو جے جے اینڈ لائڈ اسپتال اور پھر دوسرے اسپتالوں نے بھی اس کا انتظام کیا۔ چند دنوں بعد گورنمنٹ نے بھی اس طرف توجہ کی اور چند شرائط کے ماتحت مالی امداد دینی قبول کی۔ تھوڑے دنوں میں بہتیری نرسنگ سوسائٹیاں قائم ہو گئیں، جو ان اسپتالوں کے ساتھ ملکر کام کرتی ہیں۔ گورنمنٹ نے ان سب کو ایک اصول پہ کام کرنے کی ہدایت کی اور سرکاری احکام کے مطابق یہ تمام سوسائٹیاں رجسٹر کرالی گئی ہیں۔ عام چندہ اور خصوصیت کیساتھ پارسی، یہودی۔ اور میمن تاجروں کے گراں قدر عطیات نے ان سوسائٹیوں کی مدد کے لئے معقول سرمایہ جمع

کر دیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں یہ تمام سوسائٹیاں ایک مرکزی انجمن سے ملحق کر دی گئیں اور اس انجمن کا نام بمبئی پریسیڈنسی نرسنگ ایسوسی ایشن رکھا گیا۔ اس صوبہ میں یہی انجمن نرسوں کے انتخابات کی ذمہ دار ہے۔ اور صرف اسی انجمن کی سرٹیفکٹ یافتہ نرسیں پریکٹس کر سکتی ہیں۔ کلکتہ۔ مدراس میں بھی اسی قسم کی مرکزی انجمنیں قائم ہیں۔ اور نرسوں کے انتخابات اور سرٹیفکٹ دینے کی ذمہ دار یہی انجمنیں ہیں، دہلی میں نرسوں کی تعلیم کا بہترین انتظام لیڈی ہارڈنگ اسپتال میں ہے۔ بمبئی ۱۹۲۳ء میں ان مرکزی انجمنوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام ملک میں ایک ہی اصول اور ایک ہی انتظام کے ماتحت نرسوں کو رجسٹر کرنے کا انتظام کیا جائے۔ تجربہ کے طور پر گورنمنٹ نے مختلف صوبوں میں میڈیکل رجسٹرار مقرر کئے ہیں اور اگر یہ اسکیم کامیاب ہوگئی تو سارے ہندوستان کے لئے کوئی ایسی مرکزی صورت عمل میں لائی جائیگی۔ شمالی ہندوستان کی مختلف انجمنوں کو ملا کر ۱۹۰۶ء میں لیڈی منٹو نے ایک مرکزی انجمن قائم کی۔ لیڈی کرزن نے پہلے ہی اس تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مالی دقتوں کی وجہ سے یہ اسکیم ناکامیاب رہی تھی۔ اس انجمن کی سرپرست خود ملکہ معظمہ ہیں۔ لیڈی منٹو کی کوششوں کی وجہ سے معقول سرمایہ بھی جمع ہو چکا ہے۔ اور سرکاری مدد بھی ملتی ہے۔ اس انجمن کی موجودہ صدر لیڈی ولنگڈن ہیں،

ملک میں لیڈی ڈاکٹروں کی تعلیم کے لئے صرف ایک ہی کالج ہے جس میں سو طالبات اور ۷۰ نرسوں کی تعلیم و قیام کا انتظام ہے۔ ملکہ معظمہ کوئن میری اور قیصر ہند جارج پنجم کی آمد کی یادگار منانے کے لئے لارڈ ہارڈنگ نے ۷ افروری ۱۹۱۶ء میں اس کالج کا افتتاح فرمایا۔ لیڈی ہارڈنگ کے اثر اور انکی کوششوں کی وجہ سے ۳۰ لاکھ روپیہ جمع کیا گیا۔ چندہ دینے والوں میں زیادہ تعداد والیان ریاست کی تھی۔

کالج کا قیام صرف لیڈی صاحبہ کی وجہ سے عمل میں آیا اور اس کامیابی کی ذمہ دار صرف وہی تھیں ۱۹۱۴ء میں موصوفہ کی وفات کے بعد خود ملکہ کی تجویز کے مطابق اس کا نام لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج رکھا گیا۔ کالج نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے۔ کتب خانہ۔ میوزیم۔ لکچر ہال، لائبریری (معمل) کا بہترین انتظام ہے، ہندو مسلمان اور سکھ طالبات کے لئے علیحدہ علیحدہ بورڈنگ ہیں۔ پردہ کا معقول انتظام ہے، لیکن تعلیم کے آخری سالوں میں طالبات کو مردانہ اسپتالوں میں عملی تعلیم حاصل کرنی ہوتی ہے۔ اسپتال میں ۲۰۰ مریضوں کے قیام کا انتظام ہے گورنمنٹ ہند سے گیارہ ہزار روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ صوبجاتی گورنمنٹوں اور ریاستوں سے بھی سالانہ مدد ملتی ہے۔ کالج میں صرف ایک ہندوستانی پروفیسر ہیں ان کا نام مس سوشیلا رام ہے۔ یہ ایم اے اور کیمبرج کی تعلیم یافتہ ہیں۔

آل انڈیا میڈیکل سروس کے نسوانی شعبہ کا انتظام لیڈی ڈفرن فنڈ کے ماتحت ہے، اس سروس میں اعلیٰ

طبقہ میں ۴۴ لیڈی ڈاکٹرس۔ ۸ لیڈی ڈاکٹرز ریزرو رہتی ہیں۔ تاکہ ناگہانی ضرورتوں کے وقت کام آئیں، یا زائد کام کی طرف توجہ کریں۔ ادنیٰ طبقہ میں ۱۲ لیڈی اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ گورنمنٹ سالانہ ۳ لاکھ ۷۰ ہزار روپیہ ڈفرن فنڈ کو اس غرض سے دیتی ہے کہ یہ سروس قائم رکھی جائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، اعلیٰ طبقہ میں صرف ایک ہندوستانی خاتون ہیں۔ اعلیٰ طبقہ کے لئے ڈگری انگلستان کی ہونی ضروری ہے۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں شملہ پر ایک کانفرنس اس غرض سے منعقد کی گئی تھی کہ ان تمام طبی انجمنوں کو جس کا تعلق عورتوں اور بچوں سے ہے ایک نظام کے ماتحت کر دیا جائے۔ چنانچہ لیڈی ارون کے زیر صدارت۔ ڈفرن فنڈ، ویمن میڈیکل سروس، وکٹوریہ میموریل سکالرشپ فنڈ، لیڈی چیمسفورڈ لیگ اور لیڈی ریڈنگ ویمن آف انڈیا فنڈ کو سنہ ۱۹۲۳ء کو ایک کمیٹی کے ماتحت کر دیا گیا، اس کمیٹی کی موجودہ صدر لیڈی ولنگڈن ہیں،

شہر بانو۔ اورنگ آباد

انقلاب روس کی مجاہد عورتیں

سرزمین روس کا انقلاب جہاں اپنے نتائج و ثمرات کے اعتبار سے انقلاب عالم کی تاریخ میں بالکل یگانہ و یکتا ہے۔ وہاں اس کے دورِ جہاد اور عہد مصائب و شدائد کی خونچکاں سرگذشت بھی بالکل یگانہ ہے۔ مختلف اقوام کی جہادِ آزادی کی داستانیں پڑھ جاؤ تمہیں ہر جگہ قید و اسیری کی مصیبتوں کا ہجوم اور پھانسی کے پھندوں کا وفور نظر آئیگا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس کی مظلومیت کا دور افراد ملک سے ہمت آزما قربانیاں لئے بغیر ختم ہوا ہو، لیکن ہر جگہ عمل و سرگرمی کی باگ صرف مردوں ہی کے ہاتھ میں نظر آئے گی، اور عورتیں کسی جگہ بھی صف اول میں نظر نہ آئیں گی۔ مگر یہ شرف روس اور صرف روس ہی کو حاصل ہے کہ اس کی عورتوں نے حقیقتاً مردوں کے دوش بدوش قربانی کی ہر منزل اور ایثار کے ہر مرحلہ پر اپنے آپ کو بے تابانہ پیش کیا، بلکہ مردوں سے اکثر موقعوں پر بہت آگے بڑھ گئیں۔ بیرونی دنیا صرف لینن اور ٹراٹزکے ناموں سے آشنا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ روس کے جہادِ حریت میں خواتین کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جس کی قربانیاں لینن اور ٹراٹزکی کے تمام فاتحانہ کارناموں کو بے حقیقت بنا دیتی ہیں۔ اورانیسویں صدی میں روسی خواتین نے اپنے وطن کو زاروں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے جو حیرت انگیز کارنامے کئے ان کی نظیر دوسرے ممالک کے اور خود روس کے مرد بھی پیش نہیں کر سکتے۔

۱۔ روسی انقلابیوں کی دادی اماں "ببیوشکا"

کیتھرائن بریسکوسکایا جو عام طور پر "ببیوشکا" یا دادی اماں کے پیارے نام سے مشہور ہے، ۱۸۴۰ء میں ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئی اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی۔ انقلاب فرانس کے علمبرداروں کی کتابیں نظر سے گذریں تو خیالات میں انقلاب پیدا ہو گیا۔ کیتھرائن فطرتاً بے حد ہمدرد واقع ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ کم عمری میں ایک دہقانی لڑکی کو تکلیف میں دیکھ کر اپنی بیش قیمت پوستین اتار کر اس کو دیدی۔ جوان ہونے پر اس نے غریبوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس زمانہ میں روسی کسانوں کی حالت بیحد ابتر تھی، کیتھرائن نے اسی زمانہ میں اپنی ماں کے ساتھ پیٹروگراڈ کا سفر کیا اور وہ کسانوں کی مصیبت زدہ حالت سے بیحد متاثر ہوئی۔ چند دنوں کے بعد اس کی شادی ہو گئی لیکن شادی کے باوجود اس نے دیہات میں دورہ کئے، اور کسانوں کو تقریروں کے ذریعے جگاتی رہی، پولیس نے میاں بیوی دونوں کی نگرانی شروع کر دی، گورنمنٹ کی اس حرکت نے کیتھرائن کو انقلاب پسند گروہ کا ہم نوا بنا دیا۔

آخر اس نے ایک روز اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنی زندگی ابنائے وطن کے لئے وقف کر دی ہے

اگر تم میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ تو مجھے خوشی ہوگی لیکن اگر تم تیار نہیں ہو تو مجھے زوجیت کی زنجیروں سے آزاد کر دو" شوہر نے آخر الذکر صورت کو اختیار کر لیا، دنیا میں شوہر عورت کے لئے بے بہا دولت ہوتا ہے لیکن کیتھرائن نے بلا تامل اس دولت کو وطن پر قربان کر دیا۔

اب دوسرا مرحلہ آیا یعنی کیتھرائن نے امرا کی زندگی ترک کر کے غربا اور مفلسی کی زندگی اختیار کی، دیہاتی عورتوں کا سا موٹا جھوٹا لباس پہنا، تاکہ تبلیغ و اشاعت کے مقاصد کے لئے اس میں اور دیہاتی عورتوں میں جو اجنبیت ہے وہ دور ہو جائے، لباس تو آسانی سے بدل لیا گیا، لیکن اس کے جسم کی خوبصورتی و خوشنمائی، نرمی و ملائمت ابھی تک اسے دیہاتی عورتوں سے ممتاز کئے ہوئے تھی۔ مگر اس مستقل اور اولوالعزم کیتھرائن نے اس امتیاز کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بدن پر تیزاب لگا لگا کر اپنی جلد اتنی کھردری اور سخت بنالی کہ کوئی اس میں اور دیہاتی عورتوں میں تمیز نہیں کر سکتا تھا، حسن کی قربانی کیتھرائن کی تیسری قربانی تھی اسے کہتے ہیں ایثار!! اسے کہتے ہیں وطن پرستی کہ گھر بار شوہر، مال و دولت حسن و تندرستی جو شے وطن کی خدمت کے راستہ میں حائل ہوئی اسی کو بلا تامل قربان کر دیا۔ خدا نے اس کی تقریروں کو ایسی مقبولیت عطا کی تھی کہ وہ جس طرف نکل جاتی تھی کسان ہزاروں کی تعداد میں اس کے گرد جمع ہو جاتے، لیکن ایک خائن وطن نے کیتھرائن کو دھوکے سے گرفتار کرا دیا۔ کئی سال وہ بلا مقدمہ جیل میں رہی۔ ۱۸۷۸ء میں اسے سائبریا بھیج دیا گیا۔ سائبریا سے دو سال بعد وہ دو اور قیدیوں کے ساتھ فرار ہو گئی، اور سخت و شدید سردی میں چھ سو میل کا پیدل سفر طے کیا۔ لیکن پھر گرفتار ہو گئی اور ۲۲ سال کی سزا ہوئی۔ قید کے ابتدائی سات سال پورے ہوئے پر اسکو سائبریا کے بڑے بڑے شہروں میں رہنے کی اجازت مل گئی اور اس نے مزید سولہ سال ٹوباسنک وغیرہ میں صرف کئے۔ ۲۲ برس کی مدت قید ختم ہونے پر اس کو یورپی روس آنے کی اجازت ملی، لیکن یہاں آتے ہی وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی اس زمانہ میں اس نے امریکہ کا سفر بھی کیا اور امریکہ والوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا اور دس ہزار ڈالر انقلابی انجمن کی امداد کے لئے دئے، واپس آنے کے کچھ مدت بعد کیتھرائن پھر گرفتار ہو گئی اور سہ بارہ قید کر دیا گیا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب اور خاندان رومانوف کی تباہی کے بعد اسے قید سے نکالا گیا۔ اور روس والوں نے اپنی اس محسنہ کا عظیم الشان استقبال کیا۔ ۱۹۱۷ء میں اس کی عمر [illegible] برس کی تھی۔ معلوم نہیں کہ اب زندہ ہے یا وفات پا گئی ہے۔ اہل روس نے اس کو محبت و عقیدت کی وجہ سے "بیبوشکا" یا دادی اماں کا خطاب دیا تھا۔

۲۔ زار روس کو موت کے گھاٹ اتارنے والی مجاہدہ حریت "صوفی بیروسکایا"

"بیبوشکا کی طرح" صوفی بیروسکایا" بھی بڑے امیر گھرانے کی لڑکی تھی، ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئی۔ صوفی کا

باپ پیٹرو گراڈ کا گورنر تھا۔ ابتدائی تعلیم بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی وہ تیرہ برس کی تھی جبکہ زار روس پر پیٹرو گراڈ کے بازار میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ زار تو بچ گیا لیکن صوفی کے باپ کو اس جرم میں ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا کہ حق زار کی حفاظت کے انتظام میں غفلت برتی، اس کے بعد صوفی کے والدین اپنے بچوں سمیت اپنی جاگیر پر چلے گئے ایک دفعہ صوفی نے اپنی ماں کے ساتھ پیٹرو گراڈ کا سفر کیا اور انقلابی گروہ کے بعض کارکنوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تو صوفی بھی انقلابی گروہ میں شامل ہو گئی۔ اور ایک روز وہ اپنی ماں سے مشورہ کر کے باپ کو بلا اطلاع کئے گھر سے نکل گئی۔ اور باپ نے ناراض ہو کر اس کو عاق کر دیا۔

۱۸۷۵ء میں وہ ایک سیاسی جرم میں گرفتار ہو گئی۔ لیکن ماں نے تگ و دو کر کے اسے رہا کرا لیا، کچھ مدت کے بعد وہ ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے کے لئے میڈیکل اسکول میں داخل ہو گئی، لیکن ۱۸۷۸ء میں پھر گرفتار ہوئی۔ اور جب خود رہا ہوئی تو اپنے سیاسی رفقا کو رہا کرانے کی کوششیں کرنے لگی اور اس نے چار پانچ مہینہ میں سازشوں کے بیسیوں جال پھیلا دئے۔ پولیس کی نگرانی بہت سخت تھی۔ اور اس کے کئی ساتھی تنگ آ کر وطن کو خیرباد کہہ گئے مگر صوفی اپنے کام میں مصروف رہی آخر انتہا پسند انقلابی گروہ کی سردار بن گئی، صوفی نے سوچا کہ خاص خاص افسروں کو قتل کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ظلم کے بانی زار کا خاتمہ کر دیا جائے، اسے یہ بھی خیال تھا کہ زار کے قتل ہوتے ہی ملک میں ہنگامے برپا ہو جائیں گے۔ اور استبداد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۱۸۷۹ء میں الگزنڈر دوئم زار روس نے ملک کا دورہ شروع کیا۔ صوفی اپنے سرباز رفقا کی ایک جماعت کو لیکر زار روس کے قتل کے لئے ماسکو پہنچ گئی جس راستہ سے زار کی اسپیشل ٹرین گزرنے والی تھی۔ اس پر صوفی نے ڈائنامیٹ اور بم رکھوا دئے۔ مگر ایک کارکن کی غلطی کی وجہ سے ٹرین پہونچنے سے قبل ڈائنامیٹ میں آگ لگ گئی۔ اور یہ سازش ناکام رہی، لیکن صوفی نے ہمت نہ ہاری اور وہ پیٹرو گراڈ چلی آئی۔ الگزنڈر پیٹرو گراڈ کے قیام کے زمانہ میں اکثر ملٹری رائڈنگ اسکول کی طرف جایا کرتا تھا۔ صوفی نے اس راستہ پر ایک کرایہ کا مکان لیکر اس میں دوکان لگوا دی اور خود اس کے ایک کمرہ سے باہر کی سڑک تک سرنگ لگوانے کا بندوبست کرنے لگی۔ سُرنگ جب سڑک پر پہنچ گئی۔ تو چھ سات گز کے رقبہ میں بارود بچھا دی گئی۔ تاکہ جب زار اس راستہ سے گذرے تو اسے اڑا دیا جائے، لیکن یہ بھی خیال تھا کہ ممکن ہے زار کسی دوسرے راستہ سے گذر جائے، اسلئے صوفی نے دوسرے راستہ پر اپنے چند رفقا کو بم دیکر بٹھا دیا، اور سمجھا دیا کہ میرے رومال ہلانے کا اشارہ دیکھتے ہی بم چلا دینا،

یکم مارچ ۱۸۷۹ء کو زار اس راستہ سے گذر کر ملٹری اسکول گیا۔ صوفی نے واپسی پر اسکو مارنے کے تمام انتظامات مکمل کر لئے لیکن زار دوسرے راستہ سے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ صوفی نے فی الفور اپنے بم باز رفقا کو رومال کے اشارہ سے بتا دیا کہ شکار تمہاری طرف آ رہا ہے۔ زار کی گاڑی ان آدمیوں کے قریب پہونچی تو ایک نے آگے

بندکرکے پھینکا، دو منٹ بعد دھوئیں کا پردہ ہٹا تو نظر آیا کہ گاڑی پرزہ پرزہ ہوگئی ہے۔ محافظ دستہ کے چودہ آدمی زخموں سے چور چور ہیں۔ مگر جان اگز نڈر صحیح وسالم کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر دوسرے آدمی نے بم پھینکا۔ پھر دھوئیں کا بادل پھٹا تو معلوم ہوا کہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔ صوفی وہاں سے اپنے رفقا کو لیکر صاف نکل گئی۔ اگزنڈر کا ایک گھنٹہ بعد خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ صوفی کے رفیقوں نے اسکو ہرچند سمجھایا کہ یہاں سے بچکر نکلجاؤ۔ مگر وہ اس خیال سے کہ کام کرنیکا اصلی وقت اب آیا ہے۔ وہاں سے نہ گئی چنانچہ وہ پوری سرگرمی کے ساتھ عام بغاوت پھیلانے کی کوشش کرتی رہی۔ آخرایک دودھ بیچنے والی عورت نے جس سے اس نے دو تین مرتبہ دودھ خریدا تھا اسکو بازار میں پہچان کر گرفتار کرا دیا۔ اس پر ہرچند سختیاں کی گئیں کہ اپنے ساتھیوں کا نام بتا دے لیکن اس کی مہر سکوت نہ ٹوٹی۔

ماں ان واقعات سے بے خبر اپنی جاگیر میں بیٹھی تھی۔ جب اس کو خبر ملی کہ صوفی زار کے قتل کے الزام میں ماخوذ ہے تو وہ غریب افتاں وخیزاں پیٹرو گراڈ پہنچی۔ لیکن بدقسمتی سے اسی روز عدالت سے صوفی کو سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا، ماں بہتیرا روئی پیٹی چیخی چلائی۔ لیکن پیاری بیٹی سے بات چیت تو کجا آخری ملاقات کی بھی اجازت نہ ملی۔ صرف دور سے اس نے اولوالعزم بیٹی کے چہرہ کی ایک جھلک دیکھی جس کے نزدیک فتح وکامرانی کی بشارت اور موت کی سزا میں قطعاً کوئی فرق نہ تھا۔

جب آخری ساعت آپہنچی تو اس نے نہایت دلجمعی اور اطمینان سے اپنے ہاتھ سے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اور استبداد، زار روس کی یہ اولوالعزم مجاہدہ تیس سال کی عمر میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئی،

ماخوذ — بیگم سید مظفر حسین جعفری اکبرآبادی (برہانپور)

بدلتے ہوئے مشرق پر ایک نظر

مشرق کو ہمیشہ سے لوگوں نے روحانیت کا مسکن قرار دیا ہے۔ جبکہ مغرب کے باشندوں کا اغلب رجحان خیالات مادیت کی طرف رہا ہے۔ ساکنان مشرق ہمیشہ اپنے استغراق مراقبہ سست لاحاصل تخیل بے سود غور وفکر اور دنیاوی آرام وآسایش زندگی کی طرف سے نہایت پژمردہ واداس خیالات کے لئے مشہور رہیں۔ حالانکہ اس کے بالکل خلاف مغرب کے رہنے والے ہمیشہ سے ہر شئے کی مادی کیفیت اور حالت پر زور دیا کرتے ہیں اور اسی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ زندگی کی طرف سے اس قدر مخالفانہ انداز تخیل ہی ان ہر دو حصوں میں باہمی غیر مصالحت ونفاق کی وجہ خاص ہے چنانچہ انگریزی کی ایک مثال ہے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ ہر دو کبھی نہیں مل سکتے، مگر اس سے موجودہ زمانہ میں جو معنی اخذ کئے جاتے ہیں انہیں مبالغہ آرائی کہا جاوے تو غیر مناسب نہیں ہوگا۔

یہ ایک واضح اور مسلمہ امر ہے کہ ابتدا میں مشرق نے مغرب کی تعلیم وتربیت میں اس کے معاشری وتمدنی اخلاقی وعلمی حالات کے ڈھالنے میں ایک اہم ترین حصہ لیا ہے۔ اس سے نہ کسی کو انکار ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ شرقیوں کے فاسدانہ قیاسات وتخیلات پر مغرب کے استادوں نے اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ باید وشاید۔ شاید ہی کوئی اور حصہ کرہ زمین کسی زمانہ میں اس درجہ تک اثر فگن ہو سکتا ہے، نہایت پرزور قوتیں مشرق کو مغربی سانچے میں ڈھالنے کی سرگرم کوششیں کر رہی ہیں اور اس کی سخت ضرورت ہے، چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ مشرق اب مادیت کی طرف رجوع ہو رہا ہے تو سچائی سے زیادہ دور نہ ہوگا، اس مسئلہ پر ایک سرسری تبصرہ کے لئے ہم اگر ہندوستان وجاپان دو مشرقی ملکوں کو لیں تو زیادہ موزوں ہوگا۔ ایک جگہ کمال سیاسی آزادی ہے اور دوسرے ملک کے سر پر حد درجہ غیر قوموں کی غلامی کا بار گراں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ حاکم اقوام کی خود پسندی کی وجہ سے ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اپنے یہاں کے تمدنی واخلاقی طرز معاشرت کے نقص کی وجہ سے ہے۔ انیسویں صدی کے آخری چہارم حصہ تک جاپان والے حد درجہ محیط الخیال تھے، دراصل یہ لوگ ہندوستانیوں سے بھی زیادہ محدود خیال رسم ورواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اس محدود خیالی کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ تھا کہ جاپان میں غیر ملکیوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ ان کے خیالات میں یکایک ایک برقی تغیر پیدا ہوا۔ چند جاپانیوں نے بکمال اسرار مغرب کے چند معروف ترین مقامات کی سیر کی، ان لوگوں نے اپنے زمانہ قیام میں ان ممالک ومقامات کی دستکاریوں، زراعتی پیداواروں اور کارخانوں وغیرہ کے علاوہ وہاں کے تہذیب وتمدن طرز معاشرت اخلاق رہائش وغیرہ پر بھی نہایت متجسسانہ نظر ڈالی۔ وہاں کے

ہاسکول یونیورسٹی سیاسی وتعلیمی مدارس الغرض ہر شئے کو دیکھا بھالا، اور خوب اچھی طرح سمجھنے کے بعد اسمیں سے اپنے ملک میں رائج و جاری کرنے کی ترکیبیں سوچیں اور ضروری مسئلے طے کئے اور اپنے ملک کو واپس آئے یہ مغربی خیالات کے حامی تھے، انہوں نے ملک کے اخلاقی ومعاشری تمدن میں ایک حیرت انگیز فرق اور انقلاب پیدا کر دیا۔ انہوں نے قومی ترقی کی ایک نہایت وسیع تدبیر سوچی اور اس انقلاب کو اس قلیل عرصہ کا خیال کرتے ہوئے جس میں کہ وہ ظہور میں آیا ہے، ایک نہایت ہی شاندار کامیابی کہی جا سکتی ہے۔ نووارد مسائل ومعاملہ کا لحاظ رکھتے ہوئے خیالات سیاسی واخلاقی میں ایک خاصے تغیر کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ بھی نہایت کامیابی کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے، اب جاپان دنیا کے ممالک میں سے ایک بہترین ملک بن گیا ہے، جاپان کے بعد اسی زمرہ میں ترکی اور ایران بھی آتے ہیں، حالانکہ ان ممالک نے اس قدر ترقی نہیں کی مصطفےٰ کمال پاشا کی پیشوائی میں ٹرکی کی اخلاقی تمدنی و مذہبی خیالات بھی محض ۱۶ سال کے اندر تبدیل ہو گئے ہیں، تعلیم یافتہ باشندگان ٹرکی اور ان کی مغربی تربیت یافتہ اولاد مغربی خیالات سے اپنے کو آشنا بنا رہے ہیں، اور ترکوں کی زندگی کو اسی ڈھانچہ پر لانے کی سعی بلیغ کر رہے ہیں۔ عورتوں کو کمال درجہ کی آزادی دی گئی ہے، اور انکی تعلیم مغربی طریقہ سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہی ہے، اور ان میں زمانہ کے لحاظ اور مغربی نقطہ نظر سے تربیت حاصل کرنے کی امنگ پیدا کیجا رہی ہے۔ نصاب تعلیم میں ناچنے اور اسٹیج پر ایکٹ کرنے کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تھوڑے سے ابتدائی نقصان وتکلیف کے بعد بہترین تجربہ اور لیاقت حاصل ہو گئی ہے، وہاں کے لئے پردہ ایک ایسا لفظ ہو گیا جس کے اب لغت میں شامل رہنے کی ضرورت نہیں رہی وہاں ہر عورت کو یہ مجاز حاصل ہے کہ وہ جمہوریت کی ممبر بنکے اس کی کارپردازیوں میں نہایت اطمینان کے ساتھ حصہ لے اور نہایت ہی آزادی کے ساتھ اظہار خیال کر سکے، وہاں عورتیں فن جہاز رانی میں باقاعدہ تعلیم پاتی ہیں، اس شعبہ میں اتنی نمایاں ترقی کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی۔ وہاں کے حالات برابر اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔ اور وہاں کی خواتین کی ترقی سے ہر فرد و بشر فی زمانہ واقف ہے۔ ٹرکی میں سیاسی اور مذہبی پیشوائیت ایک ہی کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی اور اس وجہ سے ہمیشہ ایک ہیجان رہا کرتا تھا۔ اور خلیفہ ہی ان دونوں کا پیشوا ہوا کرتا تھا۔ مصطفےٰ کمال کی اعلیٰ دماغی نے اس مشکل مسئلہ کو طے کر دیا۔ اور حکومت سیاسی کو مذہبی پیشوائیت سے علیحدہ کر دیا۔ اس سے زیادہ ٹرکی جیسا چھوٹا سا ملک اتنے قلیل عرصہ میں اور کیا کیا ترقیاں کر سکتا تھا، البتہ تجارت میں ٹرکی کوئی ایسی نمایاں ترقی اس وجہ سے نہیں کر سکا کہ اس کی مالی حالت نہایت خطرناک ہو رہی تھی،

ٹرکی نے جو پیش قدمی ترقی کے میدان میں کی اسے افغانستان اور ایران نے بسر و چشم قبول کیا، یہ ممالک بھی مغربی ممالک کے ان تمام معاملات ترقی میں ہم پایہ ہونے کی سرگرم کوششیں کر رہے ہیں۔ امان اللہ خاں کا سفر

یورپ محض اسی غرض سے تھا کہ وہاں کے حالات کو دیکھیں اور افغانستان واپس آکر اپنے جاہل ملک کے عادات و معاملات کو اسی ڈھانچہ پر لے آویں، چنانچہ ملکہ ثریا اور امان اللہ خاں نے ایسا ہی کیا۔ مگر وہ اسی چکر میں ہو گئے کہ عجلت کر گئے، ان کی سزا ان کو افسوس ہے کہ ضرورت سے زیادہ مل گئی، ان لوگوں نے تبدیلی وضع کے مسئلہ کو اتنی زیادہ اہمیت دے دی کہ ان پڑھ غیر تعلیم یافتہ افغانی جاہلوں کے دماغ میں یہ بات نہیں سمائی اور انہوں نے بیجا شورش اور فساد شروع کر دیا، ان تمام واقعات سے قریب قریب ہر ایک تعلیم یافتہ ہندوستانی ضرور واقف ہے۔ مگر ہمدرد وطن و حامی قوم و ملت جنرل نادر خاں نے تخت نشینی پر اپنی اصول کی تائید کی اور لائق تحسین ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ آئندہ دس سال میں افغانستان بھی یورپ کے اور اصلاح یافتہ ممالک میں گنے جانے لگے گا،

اب اگر ہم ایک نظر اپنے ہندوستان پر بھی ڈالیں اور یہاں کی حالت کو دیکھیں تو مقابلۃً یہ اندازہ کر سکیں گے کہ اس نے اسی عرصہ میں ترقی کی ہے یا اور پیچھے ہٹ گیا ہے۔ یہاں انقلابی واقعات زیادہ تر سیاسی حلقہ میں نمایاں ہیں، اس سے کوئی فرد بشر منکر نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان فی الحال ایک نہایت ہی خطرناک سیاسی مصیبت میں مبتلا ہے، ہر فرد بشر میں آزادی کی روح پھونک گئی ہے اور ہر ایک سوراج حاصل کرنے کے لئے دل و جان سے کوشاں ہے، ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ سوراج کے حاصل کرنے میں متعدد سیاسی مشکلات سد راہ ہیں، لہٰذا انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کے رفع کرنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ سے قطع تعلق کرنا بہترین علاج ہے، مگر ہندوستانی لیڈروں کے باوجود اس قدر اعلیٰ دماغ ہونے کے یہ افسوس کی بات ہے کہ سب کی نظر محض سیاسی مسئلہ پر پڑتی ہے وہ معاشرتی نقائص، تمدنی عیوب و اخلاقی بے عنوانیوں کو رفع و دور کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہندوستان کی کمزوریاں ایسی ہیں کہ جن کے دور کرنے میں نہایت شدید ترین عزم و ارادہ کے علاوہ سخت مخالفت کا سامنا کرنے پر تیار رہنا چاہیئے۔ باوجود اس علم کے ہم ذرہ بھر بھی کوشش نہیں کرتے محض معدودے چند افراد ایسے ہیں جو اس قسم کے اصلاح کے حامی و شائق ہیں اور بہت سے اصحاب ایسے ہیں جن میں خواندہ لیڈر بننے کی لیاقت صلاحیت اور استعداد ہو یا نہ ہو، وہ پیشوائیت کا سلیقہ رکھتے ہوں یا نہیں صرف برساتی کیڑوں کی طرح سے بقول اکبر کے پلیڈر سے لیڈر بنتے چلے جا رہے ہیں۔ جو ملک ایسے خواب غفلت میں پڑا ہوا ور صحیح پہلو کو چھوڑ کر غلط راستہ پر چل رہا ہو اس کی ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے وہ کب اس کی توقع رکھ سکتا ہے کہ اور اصلاح یافتہ ممالک اسے اپنوں میں سے شمار کریں۔ یہاں کے رسم و رواج کی پابندیوں نے اور جکڑ بند کر رکھا ہے۔ بہت سے تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد ایسے بھی ہیں کہ جو باوجود اپنے تعلیم و تربیت کے اپنے آبائی و اجدادی رسم و رواج کے نہایت سختی کے ساتھ پابند ہیں، اور

ان سے احتراز کرنے والوں کے یہ لوگ بری طرح مخالف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہر بلاس سارداصاحب نے جب اسمبلی میں کم عمر لڑکیوں کی شادی کے خلاف ایک بل پیش کیا تو بہت سے ایسے اصحاب ان ہی کے ہم عصروں میں سے تھے جنہوں نے محض اس خیال سے کہ رسومات ورواج شکنی ہو رہی ہے، شدید مخالفت کی اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایسے تنگ محدود خیال اور پست ہمت لوگ کہیں اور کبھی سیاسی دائرہ میں کامیاب ہونے کی امید کر سکتے ہیں، ہندوستان میں بہت سے ایسے نقائص باقی ہیں جن کے دور و رفع کرنے کے لئے یکجہتی کے ساتھ متفقہ کوشش ہونی چاہئے، اگر ہندوستان میں کچھ بھی ترقی کی ہے تو بس ہندوؤں نے کی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں کی آنکھیں ابھی بند ہیں اس وجہ سے یہ لوگ قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں بالخصوص مسلمانوں میں اہم ترین نقص تو عورتوں کی ترقی کا مسئلہ ہے۔

ہندوستان کے بہت سے خود پسند محدود الخیال تنگ دل لوگوں نے انہیں بھی ایک شدر (پنج) قوم بنا رکھا ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ پردہ کی ہندوستان میں بالخصوص مسلمانوں میں نہایت ہی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے۔ اسی سہ ماہی کے عصمت میں جناب امام اکبر آبادی نے اپنے مضمون "تعلیم نسواں کے مذہبی رخ" میں نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ مسلمانوں کے یہاں کے اس رسم قبیحہ پر تبصرہ فرمایا ہے، میں بھی ان کے ساتھ متفق الرائے ہوں، ہندو عورتوں نے اس رسم سے پیچھا چھوڑا کر میدان عمل میں قدم رکھ دیا، اور نہایت سرعت و تیزی کے ساتھ مسلمان عورتوں پر ہی نہیں بلکہ مردوں پر فوقیت حاصل کر رہی ہیں، ہندو عورتوں نے اپنے مردوں کا ساتھ دیکر انکے پلے کو مسلمانوں سے مقابلۃً زیادہ وزنی بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے عروج و ترقی کا ستارہ چمک اٹھا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمان ان سے پیچھے رہیں۔ اور اپنے ذلت و خواری سے رہائی پانے کی کوشش نہ کریں؟ کیا اب مسلمانوں کے دلوں میں ولولے امنگیں اور ترقی حاصل کرنے کی تمنا باقی نہیں رہ گئی ہے؟ کیا ان کے دل مردہ اور قلوب بے حس ہو گئے ہیں۔ ہرگز نہیں یہ تمام نقائص محض ان کے معاملات میں ان کی عورتوں کے حصہ نہ لینے کی وجہ سے ہیں محض پردہ کی اتنی سختی اور غلط اصول کے پابندی کی وجہ سے یہ لوگ ہندوؤں سے چار آنکھیں نہیں کر سکتے، ورنہ یہ مسلمان ہندوؤں سے بجز مالی حالت کے کسی اور چیز میں کم ہو سکتے ہیں۔ یہ کتنی افسوس کی بات ہے کہ تمام ہم عصر ممالک بالخصوص اسلامی ممالک میں عورتوں کو اتنی آزادیاں حاصل ہیں اور ہندوستان کی مسلمان عورتیں محض گھر کی لونڈی کی طرح جس کو فرائض خانہ داری اور بچہ کشی کے مشین کی طرح چلتے رہنے کے سوا اور کسی معاملہ میں چون و چرا کرنے کا حق نہیں رکھتیں۔ اور ممالک میں عورتوں کو مردوں کا ہم پلہ قرار دیکر انہیں اس کا موقع دیا گیا ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں آکر اپنی لیاقت و جوہر خواہ وہ سیاسی ہو یا تمدنی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، دکھلا سکیں، یہ ایک مسلمہ

مر ہے کہ کسی ملک کو بھی جس نے اپنے یہاں کی مستورات کو آزادی دی ہو اپنی حرکت پر نادم و نالاں ہونے کا
موقعہ شاید ہی ملا ہو، بلکہ اکثر اس کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ عورتوں نے مردوں سے زیادہ اچھی طرح کسی
اہم مسئلہ کو حل و طے کرنے میں سرگرمی و لیاقت سے کام لیا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان کی مسلمان
عورتیں اس آزادانہ ہوا سے محروم رکھی جاویں۔ مسلمانوں پر بھی ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے ہندوؤں
کے رسومات کا اثر پڑتا ہے۔ اور مسلمان عورتیں چار دیواری کے اندر بند ہو کر اپنی تمام عمر نہایت شکستہ
حالت صحت اور لیاقت میں گذار دیتی ہیں اور اف تک نہیں کرتیں۔

جناب امام، اکبر آبادی نے واضح طور سے بیان کر دیا ہے کہ پردہ کی اتنی سخت پابندی نہ تو آئین
شرع میں کہیں پائی جاتی ہے اور نہ گذشتہ تاریخ عرب اور اسلام میں کہیں اس کا پتہ ملتا ہے یہاں
کی چار دیواری میں محصور مستورات اپنے مردوں کے ظالمانہ خیالات و خود پسندی کا کامل ثبوت زبان حال سے
دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ یہ رسم محض اس زمانہ سے شروع ہوئی ہے، جبکہ ہندوستان کے سلاطین سلف
ان کے وزراء و امراء نے غیر قوموں کی عورتوں کو اپنے یہاں لانے کے بعد انہیں رعایا اور پبلک کی نظر سے اخفا
رکھنے کے لئے چار دیواری کے اندر نظر بند ہی نہیں بلکہ مقید رکھا کرتے تھے، اب مسلمانان ہند نے اسے ایک
مایۂ فخر اصول بنا کر مذہبی اہمیت بخش رکھا ہے۔ کیا خوب انصاف ہے۔ اس مضمون کے خیال سے یہ مسئلہ
ایک نہایت ہی طویل ہے اور اسکی گنجایش نہیں ہے کہ پورے طریقہ سے اسپر تبصرہ کیا جائے مگر صرف ہندوستان
کو اور مشرقی ملکوں کے ساتھ دیکھنے کے لئے اس اہم ترین مسئلہ پر اتنے سے اظہار کو کافی سمجھنا بیجا نہ ہوگا،

ہندوستان میں سوائے مسلمانوں کے اور جملہ اقوام میں چھوت چھات اور ذات پات کے جھگڑے
باپ دادوں کے کئے ہوئے رسوم و رواج کی بلا اس خیال کے کہ وہ ان کے لئے سودمند ہیں یا نہیں پابندی
کرتے ہیں، منجملہ اور عیوب کے ایک یہ بھی ہے کہ جس کے دور کئے بغیر ہندوستان کے دل میں سیاسی آزادی
کی تمنا کا پیدا ہونا ایک بے سود اور لاحاصل بات ہے، ہندوستان میں تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ
واقعی بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب ابتدائی تعلیم کا چرچا ہندوستان میں زور شور سے ہو رہا ہے اور
چند صوبوں میں جبریہ تعلیم دی جانے لگی ہے۔ الغرض ہندوستانیوں کی اور اقوام سے اس قدر پس پا
رہنے کی وجہ محض غالب کے الفاظ میں سرگشتہ خمار رسوم و قیود ہے۔ تعلیم کی کمی وغیرہ تو اور ہر جگہ پوری
ہو ہی جاتی ہے۔ مگر یہ رسومات کی پابندی ایسی شے ہے کہ جس سے چھٹکارا انسان کو ہندوستان
میں آسان نہیں ہے۔ اور چند موٹے الفاظ میں عین فساد کی بنیاد یہی ہے۔ اگر ہندوستانیوں کو اس سے
خلاصی مل گئی تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بہترین کامیابی اور ترقی کا سہرا انہی کے سر ہوگا۔ انہی ذات

پارٹی کے جھگڑوں اور فرقہ بندیوں کی وجہ سے کبھی ہندوستان کو امن وامان نصیب نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے اور ملک کے لوگوں کو ان کے یہاں عدم نفاق کی وجہ سے غیر معمولی قوت وطاقت حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فی الحال چین جیسے ملک میں بھی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں۔ مگر یہ واضح رہے کہ ہر شے کے حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ایثار و قربانی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ملک کے معاملہ میں اندرونی امن چین کا ایثار کیا۔ لیکن اب تمام معاملات تقریباً سلجھ گئے ہیں اور وہ بھی چند سالوں میں اپنے ہمسایہ جاپان سے کسی طرح پیچھے نہیں رہے گا۔ اور بہت جلد چین مشرق کی آزاد اصلاح یافتہ و جلا گرفتہ جمہوریتوں میں سے ایک ہو جائیگا۔

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ مشرق اور اس کے باشندوں میں ایک ایسی روح پھونک گئی ہے جس سے مشرق بھی اسی پایہ ترقی اور عروج پر پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے، جس پر آج کل مغرب نازاں ہے۔ اس کے حصول کے لئے اب زیادہ عرصہ کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف دس سال اور کافی ہوں گے۔ تب اس پرانی مثال کو جسکا تذکرہ ہو چکا ہے بھول جانا پڑے گا۔ چونکہ مشرق و مغرب ایک ہی ڈورے میں گتھ جائیں گے، اور تفریقی نکتہ کچھ بھی نہیں رہجاوے گا۔ اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ مشرق بھی عنقریب غلط مذہبی روحانیت سے دست بردار ہو کر مغربی مادیت کی طرف رجوع ہو جائے گا، اور مشرق والے تب نہایت شکریہ کے ساتھ اپنے دیئے ہوئے قرضہ کو مغرب والوں سے واپس لے لیں گے۔ چونکہ برخلاف ابتدا کے اب کی مرتبہ مشرق کا تادیب مغرب ہوا ہے۔

راقم۔ ز۔ ڈ۔ اے۔ حسن علیگڈھ

موسم گرما کے پھول

حسب وعدہ عصمتی بہنوں کی خدمت میں موسم گرما کے سات خوبصورت پھولوں کی فن کاشت کی قیمتی معلومات پیش نظر ہیں، ان پھولوں کی کیاریاں سایہ میں نہیں بنانی چاہئیں ہفتہ وار کھاد کا اور دو وقت پانی کا خاص خیال رکھنا چاہیے

(۱) **عقیق البحر** - یہ پھول تین رنگ کے ہوتے ہیں۔ سرخ، زرد، اور گیندئی۔ سرخ رنگ کے پھول سب سے زیادہ دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں، گلدانوں میں یہ پھول سجائے جائیں تو خوب بہار دیتے ہیں "عقیق البحر کا پودا بہت جلد بڑھ جاتا ہے عموماً تین فٹ سے زیادہ بلند ہوتا ہے پتے خوب بڑے اور چوڑے چوڑے ہوتے ہیں" اس کی کاشت جولائی سے اوائل ستمبر تک ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے بیجوں کا بیرونی چھلکا سخت ہوتا ہے اسلئے بونے سے پیشتر انہیں چوبیس گھنٹے تک پانی میں بھگو دینا چاہیئے "عقیق البحر" کی پنیری زمین میں لگائی جاتی ہے۔ جب پودے کچھ بڑے ہو جائیں تو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لگا دئے جائیں۔ انگریزی میں اس پودے کا نام "کینا" ہے۔

(۲) **عشق پیچاں** اس کی پنیری نہیں لگائی جاتی۔ اور نہ ہی اسے گملوں میں بوتے ہیں بلکہ جس دیوار یا دریچہ پر یہ بیل چڑھانی ہو۔ وہیں کیاری بنا کر بو دیں "عشق پیچاں" کے پھول سرخ سفید اور نیلے رنگ کے ہوتے ہیں ان کی شکل بالکل گراموفون کے بگل کی مانند ہوتی ہے۔ یہ بیل بھی ریلوے بیل کی طرح بہت جلد بڑھتی ہے۔ سبز سبز پتیوں میں سرخ، سفید نیلے پھول عجب بہار دکھاتے ہیں "عشق پیچاں" کے بونے کا موسم جون، جولائی اور اگست ہے، اسے انگریزی میں "آئی پومیا" کہتے ہیں۔

(۳) **گل ہزارہ** - یہ "گل ہزارہ" کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اس پھول کی ننھی ننھی پتیاں ہزاروں کی تعداد میں ہوتی ہیں، جو نہایت عمدگی سے گندھی ہوتی ہے اسکی پنیری زمین میں لگائی جاتی ہے، جب پودے چار پانچ انچ بلند ہو جاتے ہیں تو پھر انہیں اکھیڑ کر کیاریوں میں لگا دیتے ہیں۔ یوں تو اس کی کاشت سال بھر ہو سکتی ہے لیکن جون جولائی اور اگست میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا نام "گیندا" ہے ہندو ان پھولوں کو اسی قدر مقدس خیال کرتے ہیں، جیسے مسلمان گلاب کو، اس کی پتیوں میں سے جو رس نکلتا ہے وہ کئی بیماریوں کو دفع کرتا ہے۔ اس کی بو کسی قدر تیز ہوتی ہے، جو نازک مزاجوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ انگریزی میں گل ہزارہ "میری گولڈ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۴) **گل مہندی** " اس کے کئی مختلف رنگوں کے پھول ہوتے ہیں جن میں سے اودا، سفید اور گلابی رنگ بہت عام ہے۔ اکثر اکہری پتیوں والے پھول نظر آتے ہیں۔ دوہری پتیوں والے پھول شاذ و نادر ہی دیکھنے میں

آتے ہیں۔ گو وہ زیادہ خوبصورت معلوم دیتے ہیں۔ اس کی کاشت بذریعہ پنیری جون جولائی اور اگست میں کیجاتی ہے، جب پودے تین چار انچ کے ہو جاتے ہیں تو گملوں اور کیاریوں میں لگا دئیے جاتے ہیں "گل مہندی" سے بھری ہوئی کیاری بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی ہے اسکے پھولوں کی خوشبو بہت ہی نفیس ہوتی ہے۔ اسے انگریزی میں "بالسم" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے،

(۵) **نکوکس کومب** "ان پھولوں کا ہندوستانی نام "مرغ کیش" ہے۔ کیونکہ یہ بعینہ مرغ کی کلغی کی مانند ہوتے ہیں۔ انہیں "مخملی پھولوں" کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں، دور سے یہ ایسے نظر آتے ہیں جیسے کہ مخمل کے بناوٹی پھول پودوں کے سروں پر دھرے ہوں، اس کے پھول زرد اور سرخ دو رنگ کے ہوتے ہیں لیکن سُرخ رنگ کے پھول زیادہ پسند کئے جاتے ہیں اس کے پھولوں کی ڈنڈیوں کو اگر سروں سے تھوڑا تھوڑا دیا سلائی سے جلا دیا جائے تو ہفتوں تک تروتازہ رہتے ہیں، ان کی کاشت جون سے اگست تک ہو سکتی ہے۔ اس کی پنیری لگائی جاتی ہے۔ یہ پودے گملوں میں بھی لگائے جا سکتے ہیں،

(۶) **گل داودی** "یہ پھول خوبصورتی میں سب پھولوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کے پھول بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ انگلستان میں گل داودی کی کاشت میں نمایاں حصہ لیا جاتا ہے۔ ہر سال پھولوں کی نمائش میں قسم قسم کے نفیس گل داودی نظر آتے ہیں۔ اس کی پنیری لگائی جاتی ہے اور بعد ازاں گملوں میں لگایا جاتا ہے۔ اکتوبر نومبر میں یہ پھول خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ باغیچوں کی رونق دوبالا کرتے ہیں،

(۷) **پورٹولاکا** "یہ انگریزی پھولوں کا پودا ہے۔ مجھے ان کا صحیح اردو نام معلوم نہیں۔ لیکن یہ پھول طلوع آفتاب پر کھلتے ہیں۔ لہذا گل آفتاب نہایت ہی موزوں نام ہے۔ اسکے پھول سرخ زرد اور گیندئی رنگ کے ہوتے ہیں۔ کٹورا سے پھول نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا پودا زمین سے چند انچ اونچا ہوتا ہے۔ اور خوب پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ بیسیوں کی تعداد میں ایک ایک پودے کے پھول لگتے ہیں" پورٹولاکا" کے پھول ہمیشہ طلوع آفتاب کے ساتھ کھلتے ہیں اور غروب آفتاب کے ساتھ کلیوں کی شکل میں تبدیل ہو کر بند ہو جاتے ہیں بیج بونے کا موسم جون سے نومبر تک ہے۔ اس کی عموماً پنیری لگائی جاتی ہے۔ اس کے بیج بہت باریک ہوتے ہیں، اس لئے بیجوں میں بالو ریت ملا کر کیاری میں چھڑکنے چاہئیں۔ تاکہ پودے کچھ فاصلہ پر اگیں۔

سرور جہاں رعنا

جامع مسجد دہلی میں الوداع کی نماز

مجھے شوق تھا کہ الوداع کے موقع پر جامع مسجد دہلی میں نماز ادا کروں مجھ سے یہ کہا گیا کہ شریف عورتیں وہاں نہیں جاتیں، میں نے جواب دیا کہ مجھے رذیل بننا منظور ہے لیکن میں جامع مسجد ضرور جاؤں گی، میری ضد نے رواج کے خیال پر فتح پائی اور میں جامع مسجد گئی، میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا مجمع مسلمانوں کا کبھی نہیں دیکھا تھا جس کا محض نظارہ روح کو ایسی خوشی پہنچا رہا تھا کہ اس کو الفاظ میں بیان کرنا محال ہے۔ دہلی کی رہنے والیوں کے لئے ممکن ہے کہ اس نظارہ میں کوئی خاص بات نہ ہو لیکن باہر والوں کے لئے جامع مسجد اور اس کی نماز ایک عجیب وغریب چیز ہے۔

میں بہت پہلے سے پہونچ گئی تھی، صدر دروازہ سے باہر اور اندر کا حصہ اور اس سے ملا ہوا دالان عورتوں کے لئے مخصوص تھے۔ شہری عورتیں اندرونی حصے میں تھیں اور دیہات والی باہر کے حصہ میں۔ میں نے باہر کا حصہ اپنے لئے منتخب کیا تھا، خیال یہ تھا کہ وہاں سے باہر کا سارا مجمع جو بعد کو قلعہ کے میدان تک پہونچ گیا نظر آسکے گا، باہر کے مجمع میں بہت سی عورتیں برقع پوش نہیں تھیں، ان عورتوں میں زیادہ تر مسلمان راجپوت، مسلمان تگا اور مسلمان جاٹ تھیں، کچھ سقنیں، تیلنیں۔ درزنیں وغیرہ بھی تھیں، ان میں شاید بمشکل ایک فیصدی پڑھی لکھی ہوں گی، سر سے پیر تک بے ڈھنگے اور میلے زیورات سے لدی ہوئیں تھیں، ایک بچہ جو دہلی کے قریب کے ایک گاؤں کے خوشحال زمیندار کا تھا، نقلی ریشم کا کرتہ پہنے تھا، لیکن اتفاق سے کرتا بھیگ جانے کی وجہ سے اس کی ماں نے اُسے اتار دیا۔ نیچے وہ ایسی میلی اور گندی مرزئی پہنے تھا کہ جس کے دیکھنے سے طبیعت کو کراہیت ہوتی تھی، جن عورتوں سے مجھے بات چیت کا موقع ہوا، ان میں سے بہت سی ایسی تھیں جو وضو کرنا یا نماز پڑھنی نہ جانتی تھیں نماز کے وقت گو زیادہ تر ایسی تھیں جو جماعت میں کھڑی تھیں لیکن بہتیری نماز کے درمیان میں آپس میں بات چیت کر رہی تھیں، صف کا سیدھا کرنا یا ٹھیک قبلہ رُخ کھڑا ہونا، یا فرض سے قبل کی سنتیں پڑھنا یہ اور اسی طرح کی دوسری باتیں یا تو ان عورتوں کو معلوم نہ تھیں یا اس طرف توجہ کرنا انہوں نے ضروری نہیں خیال کیا۔ ایک والینٹیر مجمع کے باہر کھڑا صفیں برابر کرنے کی ہدایت کر رہا تھا، لیکن کسی نے اُس کے کہنے پر توجہ نہ کی، میں بہت وقت سے ان کی بولی سمجھتی رہی۔ اور یہی وقت ان کو بھی غالباً میری بات چیت سمجھنے میں ہوئی ہوگی، کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ جب میں کسی سے کچھ کہتی قریب کی عورتیں منہ پھیر کر ہنسنے لگتیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ شہر دہلی اور دہلی کے دیہات کی زبان میں اتنا فرق ہے۔ اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مذہب سے واقفیت

کی ان میں بے حد کمی تھی، صفائی کی طرف بھی توجہ ان لوگوں کی بہت کم تھی، تعلیم تو نام کو نہ تھی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عورتوں میں تعلیم اور تعلیم کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ اگر شہری خواتین ان عورتوں سے الگ ڈیرے جمانے کا دستور ترک کر دیں اور ان میں شامل ہو کر نماز ادا کرنا شروع کر دیں تو ممکن ہے کہ الوداع سے یہ عورتیں کچھ سیکھ کر واپس ہوں۔ اگر پڑھی لکھی عورتوں نے شاید اس طرف کم خیال کیا ہوگا۔ ان کا فرض محض تعلیم حاصل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم دینا بھی ہے، مرد عورتوں کی ضروریات اور ان کی کمزوریوں کو اتنا نہیں سمجھ سکتے ہیں جتنا عورتیں خود اس کا اندازہ کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مردوں کے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہے، میں عرصہ سے محسوس کر رہی تھی کہ اس بات کی طرف پڑھی لکھی خواتین کو متوجہ کروں۔ جامع مسجد جا کر میرے اس خیال کو بہت تقویت ہوئی۔ اگر لکھی پڑھی خواتین اس طرف متوجہ ہوں تو وہ بہت آسانی کے ساتھ اپنے گھر کی روزانہ آنے والی غریب عورتوں میں ان باتوں کا خیال پیدا کر سکتی ہیں، ان کی کمسن لڑکیوں کو پڑھا سکتی ہیں۔ ان کو صفائی اور صحت درست رکھنے کے قاعدے بتلا سکتی ہیں، ان کو نماز، روزہ اور ایسی دوسری موٹی موٹی مذہبی باتیں بتلا سکتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ عصمتی بہنیں اس طرف توجہ کرینگی۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ دیکھیں گی کہ بیکار رہنے سے یہ باتیں کتنی اچھی ہیں،

مسز یوسف الزماں (لکھنؤ)

شادی میں رکاوٹ

ایک ڈرامہ

افتخار حسین	شہر کے رئیس	رضیہ	ان کی بیوی۔
خالدہ	تعلیم یافتہ حسین لڑکی	محمود بی اے	خالدہ کا منگیتر
صفیہ	محمود کی والدہ	نصیبن	ایک تفرقہ پرداز عورت

پہلا منظر (لڑکی والے)

(ایک آراستہ کمرے میں ماں بیٹی سلائی کے کام میں مشغول ہیں کہ نصیبن کو آتا دیکھکر خالدہ بغلی دروازہ سے باہر چلی جاتی ہے، رضیہ آگے سے کپڑے اٹھا کر پیچھے رکھ دیتی ہے)

رضیہ = آؤ بوا نصیبن آج کیسے آنا ہوگیا، تم تو عید کا چاند بن گئیں!

نصیبن: کیا کروں بیٹی فرصت ہی نہیں ملتی دل تو ملنے کیلئے بہتیرا پھڑکتا ہے۔ آخر اسی گھر میں پرورش پائی، بھلا آپ لوگوں کو بھول سکتی ہوں۔ ہاں بیگم میں نے سنا ہے کہ خالدہ بیگم کی نسبت قرار پائی ہے، اللہ جانتا ہے سنکر بیحد خوشی ہوئی، مبارک ہو، اللہ رکھے کہاں بات چیت ٹھیری ہے؟

رضیہ = خدا انجام بخیر کرے، اے بی کیا تمکو معلوم نہیں کہ جو مجھ سے پوچھتی ہو کہ کہاں نسبت ٹھیری ہے؟

نصیبن = (ہونٹ کو دانت میں لیتے ہوئے) اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں اگر خبر ہوتی تو پوچھتی کیوں!

رضیہ = پرے محلے میں جو ڈپٹی ذاکر حسین رہتے ہیں نا۔ اُنکے بڑے لڑکے محمود کے ساتھ بات ٹھہری ہے تمہارا لڑکا تو وہاں نوکر ہے، تم ان کے گھر ضرور گئی ہوگی، ان کی گھر کی عورتیں کیسی ہیں؟۔

نصیبن = ہاں ان لوگوں سے میں اچھی طرح واقف ہوں، بس چاند کو گرہن لگ گیا۔

رضیہ۔ (گھبرا کر) اے صاف صاف کہو کیا بات ہے

نصیبن = نا بیوی میں تو کچھ نہیں کہتی، آپ ناحق میں مجھے بدنام کردینگی۔ ڈپٹی کی بیوی ایسی بدزبان گلہ دراز عورت ہے کہ میری سات پشتوں کو کوس ڈالے گی،

رضیہ = استغفر اللہ اس قدر بدگمانی میں سچ کہتی ہوں کسی سے نہ کہوں گی، تم بلا دھڑک سب بات کہدو،

نصیبن = اے بیگم ایسی بدمزاج اور غصیلی عورت میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ ہر وقت فرعون بے سامان بنی رہتی ہے، بس ویسے ہی غصیلے بچے بھی ہیں۔ طعنے تشنیع کے مارے بہو کی کو خون کے آنسو رلوائینگی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ لڑکا ہی ٹھیک نہیں۔ مرگی کے دورے اسکو پڑتے ہیں۔ خونی بواسیر کا مرض بھی پچھلے سال سے ہوگیا ہے

اللہ میری تو یہ سنا ہے کہ صحبت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے
شراب پینے کی عادت بھی پڑگئی ہے۔ تھوڑے دن ہوئے
کہ اتفاقیہ میں ان کے ہاں چلی گئی تو کسی نے اندر جانے
نہ دیا۔ بعد میں لڑکے کی زبانی معلوم ہوا کہ اسوقت مرگی
کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

رضیہ:۔ (افسردگی میں) میں نے تو سنا تھا کہ
لڑکا بڑا اچھا اور خوش اطوار ہے۔

نصیبن۔ اے بیوی اپنی چھاچھ کو کون کھٹا کہتا ہے
ماں تو بیٹے کی از حد تعریفیں کرتی ہے۔ لو بس میں اب جاتی
ہوں، خدا کے لئے یہ بات اپنے تک ہی رکھنا۔

رضیہ: توبہ کرو بھلا یہ بات کسی سے کہنے کی ہے

نصیبن:۔ اللہ بیلی کہتی ہوئی چلی جاتی ہے اتنے
میں دوسرے دروازے سے افتخار حسین داخل ہوتے ہیں

افتخار حسین (بیوی کا اترا ہوا چہرہ دیکھکر) کیوں
بیگم خیر تو ہے۔ افسردہ کیوں ہو۔

رضیہ :۔ (بھرائی ہوئی آواز سے) واہ اچھی جگہ
میری بچی کو دینے لگے تھے، کیا بھاری ہے جو لخت جگر ایسوں
کو سونپ دوں، مٹی کا برتن بھی لیتے ہیں تو دیکھ بھال کر،
یہ بات تو زندگی بھر کی ہے جتنی چھان بین کیجائے کم ہے لیکن
آپ نے تو کھیل سمجھ لیا

افتخار:۔ بیگم پہلے بات تو کہو بعد میں نصیحتیں کرنا۔

(رضیہ سب باتیں کہہ دیتی ہے۔)

افتخار۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، میرا جہاں تک
خیال ہے۔ یہ سب بات جھوٹ ہے، بہرحال مزید
اطمینان کے لئے میں خود بھی جاؤنگا۔ اور کسی اور کو بھی بھیجونگا
اگر خدانخواستہ یہ بات سچ ہوئی تو نسبت چھوڑ دینگے
تم فکر نہ کرو،

دوسرا منظر (لڑکے والے)

صفیہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی، سہ پہر کا وقت، صحن میں
چھڑکاؤ کے بعد کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ پاس ہی ایک
چارپائی پڑی ہے، صفیہ پھل تراش رہی ہیں اتنے
میں نصیبن وارد ہوتی ہے)

صفیہ۔ (مسکراتے ہوئے) واہ نصیبن اچھا تمہارا
وعدہ ہے۔ کیا کہہ گئی تھیں کہ ابھی آتی ہوں

نصیبن (چارپائی پر بیٹھتے ہوئے) معاف کریں
وہاں باتوں باتوں میں اتنی دیر ہو گئی، کہ پھر اس طرف نکلنے کی
ہمت نہ ہوئی۔ اور گھر چلی گئی،

صفیہ۔ اچھا خیر بتاؤ لڑکی کیا کر رہی تھی!

نصیبن میں گئی تو سی رہی تھی مجھے دیکھتے ہی
دوسرے کمرے میں چلی گئی، سانولہ رنگ ہے چیچک کے
چہرے پر داغ ہیں۔

صفیہ (حیران ہوکر) یہ چیچک کب نکلی؟ میں نے
جب دیکھا تھا تب تو نہیں نکلی ہوئی تھی،

نصیبن ۔چیچک تو پہلے سال نکلی تھی جس سے
رنگ سانولہ ہوگیا۔ میاں محمود سے تو بالکل جوڑ نہیں
زمین وآسمان کا فرق ہے،

صفیہ۔ (مایوسی کے لہجہ میں)، ہمارے متعلق کیسے
خیالات ہیں۔؟

نصیبن :۔(بجو کی سی آنکھیں مٹکا کر) آپ کی طرف
سے بہت اچھے۔ چراغ لیکر ڈھونڈیں جب بھی ایسا بر نہ ملے

وہ تو دعائیں مانگتی ہیں، کہ کل کی ہوتی آج ہی شادی ہوجائے
اور لڑکی کچھ بہت پڑھی ہوئی تو ہے نہیں۔ بھلا بیوی پڑھے
لکھے میاں کی زندگی جاہل بیوی سے کیسے گذرے گی،

صفیہ: بے شک اگر دل مل گئے تو گھر محبت و
اتفاق سے جنت کا نمونہ بنا رہیگا، ورنہ جیتے جی جہنم ہے
والدین کے لئے الگ سوختنی ہے۔

نصیبن۔ سچ پوچھو تو اسی خیال سے کہہ بھی
دیا آج کل کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ چولھا پھونکنا آتا ہے
یا نہیں؟ پہلے لڑکے یہی سوال کرتے ہیں کہ کہاں تک
پڑھی ہوئی ہے، مجھے میاں محمود سے اپنے بچوں کے
مانند محبت ہے، خدا پھولا پھلا رکھے اور چاند سی دلہن ملے

صفیہ۔ خیر حسن تو ایک عارضی شے ہے البتہ
اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ہونا خوش قسمتی ہے،

(نصیبن حتی الامکان خالدہ کے برخلاف زہر
اگل کر چلی جاتی ہے اور صفیہ مخفی طریقے سے خالدہ کو
دیکھنے کی تدبیریں سوچتی ہے)

نوٹ۔ مختلف ذرائع سے لڑکی کی اچھی طرح دیکھ
بھال کیجاتی ہے لیکن کوئی بات قابل اعتراض نظر نہ آنے
پر تزک و احتشام کے ساتھ شادی سرانجام پاجاتی ہے

تیسرا منظر دولہا والے

شادی کے بعد طرفین اپنی اپنی جگہ دولہا والے حسین
تعلیم یافتہ سلیقہ شعار بہو کے ملنے پر خنداں دلہن والے
لائق قدردان داماد کے ملنے پر شاداں،

(خالدہ ڈریسنگ روم میں سنگار میز کے سامنے کھڑی
دراز زلفیں سنوار رہی ہے اور محمود ڈائننگ روم میں ادھر
کیساتھ گفتگو کر رہے ہیں،)

محمود۔ اماجان آپنے بڑھیا آفت کی پڑیا نصیبن کے
کرتوت دیکھے، کیسی مکار عورت ہے۔

صفیہ۔ ہاں بیٹا سب دیکھے بھی اور سنے بھی اسی
کمبخت نے تو شادی میں رکاوٹ کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی،
وہ تو خدا کو یہ رشتہ منظور تھا،

محمود۔ مجھے تو سب سے زیادہ بیچاری خالدہ کے
برخلاف کہنے پر غصہ آتا ہے۔ مکار نے کیسی بے سروپا باتیں کہی
تھیں۔ اب ذرا ملے تو ایسے آڑے ہاتھوں لوں کہ چھٹی کا
کھایا یاد آجائے۔

صفیہ: اور سب سے پہلے میں اس کی خاطر
کروں ہنسی تو اس دن سے دیکھا ہی نہیں۔

محمود۔ اس نے منہ دکھانے کی بات ہی نہیں کی،
نہ جانے کہاں ڈوب مری۔ خدا جانے ایسا کرنے میں
کیا فائدہ ہوتا ہے۔ ناصر کی نسبت بھی تو اسی نے چھڑائی
تھی۔ اس نے خیال کیا ہوگا، یہاں بھی منتر چل جائیگا

صفیہ: بیٹا ذاتی فائدہ تو شاذونادر ہی ہوا
کرتا ہے۔ عام طور پر حسد سے تفرقہ ڈالو دیتے ہیں،

محمود۔ ایسی حاسد عورتوں کی باتوں پر اعتماد نکرنا
چاہئے۔ میرا بس چلے تو گھر میں بھی گھسنے نہ دوں۔

صفیہ: (مسکرا کر) چاہیئے تو یہی۔

محمود ملازمہ سے کسی دوست کے آنیکی خبر سنکر باہر چلا جاتا ہے
دوسرے دروازہ سے خالدہ نفیس ساڑھی زیب تن کئے ہوئے
شرماتی لجاتی ہوئی داخل ہوتی ہے۔ **پردہ گرتا**

یہ ہم لوگوں کی اخلاقی حالت کا ادنیٰ نمونہ ہے کہ رشتے میں پھوٹ ڈالنے کیلئے
کس قدر جھوٹ بولا جاتا ہے اور غریب کی لڑکی پر کیسے بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں اسکا اندازہ آپنے اس مضمون سے کرلیا ہوگا۔ یہ ایک سچا چشم دید واقعہ ہے

درازئ حیات

مسئلہ حیات ایک معمہ ہے جو آجتک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ دنیا نے اجزائے حیات کی ماہیت دریافت کرنے کی کوشش اور فکر کی اور بالآخر خالق مطلق ہی پر توکل کیا۔ بڑی بڑی عقلیں اس مسئلے کی حل کرنے میں قاصر ہیں۔ حتی کہ جن لوگوں کے دماغ انواع واقسام کی تجارت، ورمشاہدات سے مالا مال تھے وہ بھی اس بھید کو نہ دریافت کر سکے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ زندگی کی قدرتی میعاد کیا ہے؟ توریت میں ایک مقام پر وارد ہے "پھر بھی اسکے دن سو برس کے ہوں گے"، زبور میں وارد ہے "ہماری زندگی کا زمانہ تین کوڑی اور دس برس ہیں، اور اگرچہ اپنی قوت کی وجہ سے ہم اسی برس تک زندہ رہ سکیں، تاہم ہماری قوت زائل ہو جاتی ہے اور ہماری روحیں پرواز کر جاتی ہیں"، اور انجیل میں لکھا ہے "انسان کی زندگی کی تعداد تقریباً ایک سو برس ہے"۔

ٹامسن صاحب کی کتاب "حیات انسان" میں ہے کہ اولڈ پار ۱۵۲ برس زندہ رہا۔ اور اس کو اپنی درازی حیات کی یہ سزا ملی کہ انواع واقسام کی دوائیں اس کے نام سے موسوم ہوئیں، درازی عمر کی بعض قدیم زمانہ کی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن میں سینکڑوں ہزاروں برس کا شمار ہوا ہے، لیکن ان مثالوں کا روایت سے جدا کرنا اس قدر مشکل ہے کہ قدما کی زندگی کی مدت کے بارے میں کوئی صحیح قیاس قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ وقت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس زمانہ میں حال کی طرح حیات و ممات کے درج رجسٹر ہونے کا کوئی دستور نہ تھا، جہاں تک ہم موجودہ ذرائع سے کام لے سکتے ہیں عمر کی اوسط تقریباً سو برس ہے۔ اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس اوسط سے ہماری مراد ہر درجے اور ہر حالت کے لوگوں سے ہے، بعض آدمیوں پر زمانے کی گرم وسرد ہواؤں اور زندگی کے مصائب کا دوسروں کی بہ نسبت کم اثر پڑتا ہے۔ معزز گروہ کے لوگ سب سے زیادہ جیتے ہیں، ان کے بعد تجارت پیشہ لوگوں کی باری ہے۔ حیات کی سب سے کم مدت کاریگروں کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدت حیات کی ایک حد مقرر ہے بعض فلاسفروں کا قول ہے کہ حیات کی میعاد کی نشو ونما کے زمانے کو زیادہ محنت ومشقت سے نہ روکو، ذی روحوں میں انسان کا رتبہ سب سے اعلیٰ نہیں ہے، اس کے رتبے میں متواتر عروج وزوال ہوتا رہتا ہے۔ یہ کلیہ ہے کہ جس قدر اچھی نشو ونما ہوگی، اسی قدر وہ زیادہ زندہ رہیں گے، مثلاً ایک طوطا بیس برس جیتا ہے۔ حالانکہ ایک بھیڑ جو اس سے بدرجہا بڑی ہے، صرف دس برس زندہ رہتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جو پھل یا تخم طوطے کھاتے ہیں وہ زیادہ مقوی ہیں۔ اور ان کے ہضم کرنے کے لئے اس گھاس کی بہ نسبت محنت کم درکار ہوتی ہے۔ خراب پکا ہوا کھانا خراب غذا سے بھی بدتر

کم سنی میں جب ہماری قوتیں نشو و نما پر ہوتی ہیں تو ہم اپنے کھانے پینے کا اس قدر خیال نہیں کرتے جس قدر ہم کو ہونا چاہئے میں ہوتا ہے۔ ایک دوسری چیز جس کا کمی برتا و اکثر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اپنی حرارت عزیزی کا بیجا صرف ہے۔ ہم جس قدر حرارت عزیزی کو فضول طریقے سے خرچ کرتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ ہم زندگی کے ذخیرے کو خالی کر دیتے ہیں حد سے زیادہ سردی یا گرمی یقیناً قوت کو زائل کر دیتی ہے، ہمارے اجسام کی کل ایسی عمدہ ہونی چاہئے جو سفاک دنیا کے انقلابوں سے بخوبی لڑ سکے، یہی سبب ہے کہ پیدائش کے بعد ہی موت کے اندیشے زیادہ ہوتے ہیں دس بچوں میں ایک بچہ اپنی زندگی کے پہلے ہی مہینہ میں مرجاتا ہے۔ پہلے سال کے بعد صرف تین بچے زندہ رہتے ہیں اور پانچویں برس تک صرف نصف رہجاتے ہیں، گیارہ اور بارہ برس تک کے درمیان موت کے اندیشے کم ہیں۔ اس کے بعد پچیسویں برس تک پھر زیادہ ہوجاتے ہیں۔ تیس پینتیس برس کی عمر تک درحقیقت روک رہتی ہے۔ اس کے بعد پھر زیادہ ہوجاتے ہیں، پیدائش کے قبل بچے کو اپنی حرارت عزیزی کے صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ جو غذا وہ کھاتا ہے وہ آسانی سے تیار اور آسانی سے ہضم ہوجاتی ہے۔ ماں اپنے اور بچے دونوں کے لئے ہضم غذا وغیرہ کا کام کرتی ہے۔ پس یہ سمجھنا آسان ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر دفعتہً اپنے ہی وسائل پر چھوڑ دیا جاتا ہے جس سے اس کی جس قدر حرارت عزیزی ناقص ہوتی ہے۔ اسی قدر اس کے مرنے کا زیادہ احتمال ہے۔ پس جب نامناسب غذا بچے کے پیٹ میں جاتی ہے تو وہ اس کے ابتدائی نظام ہاضمہ میں سوزش پیدا کر دیتی ہے جس سے پھیپھڑوں میں ورم آجاتا ہے۔ اور یہی اس کی ہلاکت کا باعث ہے، کیونکہ بچے کا معدہ معتدل حرارت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لڑکیوں کی بہ نسبت لڑکے زیادہ مرتے ہیں کیونکہ لڑکے لڑکیوں سے بڑے ہوتے ہیں اور اسو جہ سے ان کو تغذیہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ ہماری تباہی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم قوانین قدرت کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ماں کا فرض ہے کہ بچوں کی حفاظت میں احکام قدرت کی تعمیل کرے۔ تغذیہ اول چیز ہے۔ وہ معدے کی خرابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ غذا نہ صرف مقوی ہونی چاہئے بلکہ خوش ذائقہ بھی ہو تاکہ آسانی سے ہضم ہوسکے، غذا کے استعمال میں نامناسب عجلت نہ چاہئے، اور کھانے کے اوقات میں پابندی نہایت ضروری اور مفید ہے کھانا اس وقت کھانا چاہئے جب طبیعت کو پورا پورا سکون حاصل ہو اور کھاتے وقت صرف غذا کا دھیان رہے کپتان ولسن صاحب نے اپنے سفرنامہ حبش کے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ وہاں کے باشندوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ اگر ایک مقام خاص پر جہاں حبشی قومیں آباد ہوں کوئی انگریز کھالے تو وہ یقیناً مرجائے۔ بہادر کپتان کو مطلق خوف نہیں ہوا۔ اور انہوں نے کھانا کھایا۔ لیکن کھانا کھاتے ہی ان کے پیٹ میں سخت درد ہوا، اور وہ بیمار ہوگئے ان کی بیماری کے دو وجوہ بیان کئے جاسکتے ہیں۔ ایک تو یہ سبب ہوگا کہ وہاں کے پانی میں معدنی حصہ زیادہ تھا لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اس وقت کپتان کی طبیعت میں اول تو اس فرضی نتیجے کا خیال تھا، دوسرے وہاں سینکڑوں

وحشی صحیح ہو گئے تھے جو اپنی پشین گوئی کو پورا اور کپتان کو طعمۂ اجل دیکھنے آئے تھے۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا۔ اگر ہم کو کسی کام کی جلدی ہو تو کھانا بغیر چبائے نگلنا نہ چاہیئے۔ ہم ذرا سے وقت کی بچت کے لئے اپنا معدہ خراب کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر عجلت کی حالت میں ایک وقت کھانا نہ کھایا جائے تو چنداں ہرج نہیں بلکہ مفید ہے، بچوں کیلئے سب سے عمدہ غذا دودھ ہے، خواہ یہ دودھ ماں کا ہو یا انا کا جس کی عمر پچیس برس اور پینتیس برس کے درمیان ہو گائے اور بکری کے دودھ کی مساوی آمیزش نہایت ہی مقوی غذا ہے۔ غذا کے بعد سونا نہایت مفید ہے، بہت سے چھوٹے بچے سوائے دودھ پینے اور سونے کے کچھ نہیں کرتے، لیکن جو بڑے ہوں ایک گھنٹہ سونا ضروری ہے، جب بچہ بڑا ہو تو اس کو سات برس کی عمر تک سات بجے اُٹھ کھڑا ہونا چاہیئے، بچھونے زیادہ بھاری بھر کم نہونے چاہئیں۔ پلنگ پر سونے کے دو طریقے ہیں۔ ایک صحیح دوسرا غلط۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سر پاؤں سے نیچا نہونا چاہیئے۔ پیٹ کے بل کبھی نہ سونا چاہیئے۔ اس سے آنتوں کی حرکت رکنے سے ہاضمہ کی کارروائی میں فرق آتا ہے۔ شب کو داہنی جانب سونا چاہیئے لیکن صبح کو بائیں جانب کروٹ بدل لیجائے، دوران خون پیدا کرنے کے لئے جاگنے پر ٹانگیں پھیلا لینی چاہئیں، جاڑوں میں ہاتھ کپڑے کے اندر اور گرمیوں میں باہر ہونے چاہئیں، مکان میں حرارت کا درجہ ۶۰ ہونا چاہیئے، ہوا کی آمد و رفت آزادانہ ہونی چاہیئے۔ جس قدر عمدہ ہوا کے نکاس اور آمد کا انتظام ہوگا اسی قدر تندرستی کے لئے مفید ہے۔ زیادہ سونے سے پرہیز چاہیئے۔ کیونکہ نیند سے زیادہ کوئی چیز ہماری قوتوں کو مضمحل نہیں کرتی، جان ولسلی کا قول ہے کہ اعضائے رئیسہ کی کمی پوری کرنے کے لئے چار پائی سے ہر روز معمول سے آدھ گھنٹہ قبل اٹھنا چاہیئے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ جب سونا چاہینگی تو لیٹتے ہی نیند آجائیگی اور اس وقت تک نہ جاگیں گی جب تک جاگنے کا وقت نہ آئے گا، دماغی کام کرنے کے بعد ایک آدھ نیند لے لینا غلطی ہے، اس سے دل کو آرام مطلق نہیں ملتا، کیونکہ دماغ کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ آکسیجن ہے جو ہماری کل کی چلانے والی اور ہمارے خراب مادے کو جلانے والی قوت ہے۔ پس دماغی تکان کا معاوضہ کرنے کے لئے ہم کو چاہیئے کہ کھلی ہوئی ہوا میں کثرت کریں۔ حالانکہ یہ امر معما معلوم ہوگا، مگر اس میں مطلق شک نہیں ہے کہ زیادہ تر دماغ زیادہ آرام سے خراب ہو جاتے ہیں نہ کہ زیادہ کام سے، یہ بات اسوقت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب یہ خیال کیا جائے کہ دماغ اپنی غذا کا مناسب حصہ صرف اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ تھکاوٹ کے درجے پر پہونچ جائے، انسان کو کام نہیں مارتا بلکہ الجھن مارتی ہے۔ خواب کے بعد صفائی کا مسئلہ نہایت مفید ہے، بعض قوموں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان میں لوگ عمر میں صرف دو مرتبہ غسل کرتے ہیں، ایک دفعہ جب وہ پیدا ہوتے ہیں اور دوسری مرتبہ جب وہ مرتے ہیں۔ مگر تندرستی کی غرض سے اکثر اوقات نہانا چاہیئے۔ غسل سے مسام کھلجاتے ہیں اور اس سے بدن کا خراب مادہ باہر نکلجاتا ہے

بہت سے امراض نہانے سے اچھے ہوجاتے ہیں۔ عالم جوانی میں سرد پانی سے نہانا نہایت مفید ہے اس سے حرارت عزیزی محفوظ رہتی ہے۔ بڑھاپے میں کنکنا پانی سب سے اچھا ہے، ورزش بھی ہماری زندگی میں کم حصہ نہیں لیتی، بچپن میں انا یا ماں کی گود میں بچے کی ورزش ہوتی ہے، طفلی میں اچھے موسم میں کھلے ہوئے میدان میں اور خراب موسم میں ایک ایسے مکان میں ورزش کرنی چاہئے جس میں ہوا کی آزادانہ آمد ورفت ہو اس عمر میں تعلیم کا کنڈرگارڈن کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ کیونکہ تازہ ہوا اور ورزش سے جلد تنت پڑتی ہے، بچے بڑھتے ہیں، ضبط محبت سے بزرگوں کی تعلیم اور خدا کی اطاعت کو ترقی ہوتی ہے،

چودہ پندرہ برس کی عمر میں لڑکوں کی نسبت لڑکیاں زیادہ بیمار رہتی ہیں، وجہ یہ ہے کہ وہ کافی ورزش نہیں کرتیں، اوران کو روزمرہ مقررہ کام کرنے پڑتے ہیں خواہ وہ ان کے لائق ہوں یا نہوں، اس عمر میں لڑکیاں ان بیماریوں کے تخم بوتی ہیں جو آگے بڑھ کر بارآور ہوتے ہیں۔ اکثر مائیں شاکی ہیں کہ ان کی لڑکیوں کی کمر جلد خم ہوجاتی ہے یا ان میں اور جسمانی نقائص پیدا ہوجاتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ لڑکیاں کافی ورزش نہیں کرتیں۔ لڑکیاں اپنے پٹھوں سے زیادہ کام نہیں لیتیں۔ اور اس وجہ سے ان کی پشت بڑے ہونے پر مردوں کی بہ نسبت جلد جھک جاتی ہے۔ اور پھیپھڑوں کی آزادانہ حرکت رکجاتی ہے کم عمری میں بھاری بوجھ کا اٹھانا ریڑھ کی ہڈی کو خم کردیتا ہے،

ہندوستانی عورتیں جو سر پر گھڑا لیکر چلتی ہیں، ان کی پشت نہایت سیدھی ہوتی ہے، اس امر پر مشکل سے اعتبار آئے گا کہ ایک ہی جانب زیادہ بوجھ اٹھانے سے کمر ٹیڑھی ہوجاتی ہے جن لڑکیوں کو اپنے چھوٹے بھائی بہن کو گود میں رکھنا پڑتا ہے، ان کی پشت جلد خم ہوجاتی ہے۔ پس لڑکیوں کو کافی ورزش کرنی چاہئے، اور جس قدر ایک لڑکی عیش وراحت کی زندگی بسر کرتی ہو اسی قدر زیادہ اس کو ورزش کرنی چاہئے، ورنہ جنون اور دیگر عصبی امراض پیدا ہونے کا بڑا احتمال ہے۔

آخر میں صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ریاضت انسان کے دل میں صبر وسکون اور صفائی باطن پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ اور پاک اور بے لوث زندگی ودرازی حیات کے لئے اس قدر ضروری ہے جس قدر کھانا پینا خواب ورزش اور بیرونی صفائی وغیرہ مفید ہیں،

ا - ک - خ -

اب پوسٹ کارڈ پر تین پیسے اور لفافہ پر پانچ پیسے کے ٹکٹ لگتے ہیں۔
اگر پوسٹ کارڈ پر وہی دو پیسہ کا ٹکٹ آپنے لگایا تو ڈاکخانہ پوسٹ کارڈ کھاڑ کر پھینک دیگا
اور اگر لفافہ پر ایک آنہ کا ٹکٹ ہوا تو بیرنگ کر دیا جائیگا — مینیجر عصمت دہلی

کس کی کیسی صبح گذرتی ہے؟

عابد کی صبح ۔ شدت کی سردی ہے ۔ برف گر رہی ہے ۔ عابد اپنے بستر خواب سے پانچ بجے بیدار ہوا اور سرد پانی سے وضو کر نماز پڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنے بیٹھ گیا ۔ گھر کے تمام لوگ بستر خواب پر آرام سے سو رہے ہیں سردی کی وجہ سے نوکر تک بیدار نہیں ہوئے ، جب آفتاب نکل آیا تو عابد نے اپنی جانماز اٹھائی ، ناشتہ کیا ۔ اور اس فکر میں پڑ گیا کہ آخرت کیسی ہوگی ،

سادہو کی صبح جنگل میں ایک چھوٹا سا مکان ہے ۔ جو گھاس پھوس سے بنا ہوا ہے صبح کے پانچ بجے سادہو بیدار ہوا ، ندی کے کنارے جا کر سرد پانی میں نہا دہو ہاتھ میں مالا لیکر آفتاب کی طرف منہ کر کے پوجا کرنے بیٹھ گیا جب پوجا سے فرصت ہوئی تو اپنی جھولی اٹھا جو کچھ روٹی ٹکڑا موجود تھا نکال کر کھایا اور جنگل کا راستہ لیا دہاں گیان کی فکر ہوئی ،

پیرجی کی صبح پیرجی بچھونے میں لیٹے ہوئے ہیں ۔ انکے اٹھنے کا وقت قریب آیا ۔ ایک مرید نے پیر دبائے اور دوسرے نے سر پر تیل ملنا شروع کیا ۔ ایک نے وضو کے لئے پانی گرم کیا ۔ ایک نے بادام کا حریرا تیار کیا ۔ پیرجی نے گرم پانی سے وضو کر کے نماز پڑہی بادام کا حریرا پیا ۔ تسبیح ہاتھ میں لیکر مریدوں کے حلقہ میں چکر لگایا ۔ اور یہ فکر ہوا کہ آج کون نیا مرید بیعت کرنے کے لئے آتا ہے

مہذب لارڈ کی صبح صبح چھ بجے بیدار ہوا پلنگ پر لیٹا ہوا ہے ۔ بیرے نے چا ، لا کر حاضر کی ۔ چا پی کر کپڑے پہنے ، گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا خوری کو نکلا ۔ دوسرے گھوڑے پر اس کا سائیس سوار ہوا ۔ ہری بھری گھاس پر سے گھوڑا دوڑاتا ہوا جنگل کی طرف نکل گیا ۔ اس کا سائیس بھی اس کے ہمراہ برابر گھوڑا دوڑاتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا ہے ۔ آٹھ بجے واپس آکر شیو کیا ۔ نو بجے چھوٹی حاضری کھائی ، اخبار دیکھا ملاقات کے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا ۔ اب یہ سوچ رہا ہے کہ رات کو فلاں جگہ ڈنر ہے اور کل فلاں شخص کو بلانا ہے

پرانی وضع کے لارڈ کی صبح چھ بجے بیدار ہو کر پلنگ پر لیٹے لیٹے چا پی ، اخبار ہاتھ میں لیکر پڑہنا شروع کر دیا ، آٹھ بجے تک پلنگ پر لیٹا رہا ۔ چونکہ تمام رات تھیٹر ، سینما وغیرہ میں گذرتی ہے ۔ صبح کو اٹھا نہیں جاتا نو بجے حمام میں گیا ۔ اس کے بعد چھوٹی حاضری کھا کر ملاقات کے کمرے میں آیا ۔ اب یہ سوچ رہا ہے کہ آج رات کو کس ناچ یا کس تھیٹر و بائسکوپ میں جائے ،

شرابی کی صبح ۔ صبح کے دس بجے تک خرخر کرتا ہوا پلنگ پر پڑا رہا دس یا گیارہ بجے جب آنکھ کھل جاتی لیتا

اور پھر کچھ بچھونے پر لوٹتا رہا اس کے بعد اٹھکر منہ ہاتھ دھویا۔ بہت ہی نڈھال طبیعت پست چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں دوسرے اس صورت کو دیکھکر گھبرا جائے کہ کتنے دن کا یہ شخص علیل ہے۔ ناشتہ کرنے جب بیٹھا تو کھایا گیا خمار کی وجہ سے بھوک بند ہو گئی ہے۔ تھوڑا سا کچھ کھایا اس کے بعد نوکروں پر بچوں پر بی بی پر خواہ مخواہ چیخنا شروع کر دیا کہ فلاں کام ایسا کیوں ہوا۔ فلاں چیز یہاں کیوں ہے۔ اس کے بعد باہر گیا اور رات کے جلسہ کی فکر شروع ہوئی عیش لوازمیں کس کس کو مدعو کروں۔

افیمی کی صبح نیند سے بیدار ہو کر جائے ضرورت گیا۔ افیم کھا کر ناشتہ کر کے حقہ منہ سے لگا کے بیٹھ جاتا ہے، نہ دنیا کی خبر نہ آخرت کا ڈر، خدا پر بھروسہ کئے خدا سے لولگائے بیٹھ جاتا ہے اور یہ دھن ہے کہ جو قسمت میں ہے وہ ہو جائے گا

شاعر کی صبح صبح کو جب ٹہلنے نکلتا ہے، بلبل کو چہچہاتا دیکھکر اس کے دماغ میں ایک نئی نظم آجاتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ کیا اچھی نظم ہو گی اگر میں نے پوری لکھی، اگر بنجارے راستہ سے گذر جائیں تو ان پر نظم لکھنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی کی فکر ہے کہ میری غزل ایسی اچھی ہو جائے کہ مشاعرہ میں سب سے بہتر ہو،

پرانی وضع کے نواب کی صبح جاگیر ہے دولت ہے ہر طرح کی بے فکری ہے کسی کام کا خیال نہیں، جب تک دل چاہا سوتے رہے جب دل چاہا بیدار ہوا، ناشتہ کا کوئی وقت مقرر نہیں، کبھی آٹھ بجے ناشتہ کیا کبھی دس بجے۔ جب بیدار ہوئے ناشتہ سے فرصت پا کر طبلہ یا ہارمونیم لیکر بیٹھ گئے۔ اپنا دل بہلانا شروع کیا۔

طالب علم کی صبح صبح کو جلد بیدار ہو کر ناشتہ کر کے استاد کے پاس جا کر پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد اسکول کو نو بجے چلا گیا۔ اسکی فکر بھی ہے کہ تعلیم حاصل کروں اور امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔

میری صبح۔ صبح کے چھ بجے بیدار ہو کر جنگل میں چلی جاتی ہوں۔ میرے مکان کے پیچھے کھلا ہوا میدان ہے اور جنگل ہے۔ وہاں ایک چٹان ہے جس کو میں نے نماز کے لئے مخصوص کیا ہے۔ وہاں نماز پڑھتی ہوں، مجھے تنہائی اور جنگل میں نماز پڑھنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک وہیں بیٹھی تسبیح پڑھتی رہتی ہوں اور موت کو یاد کرتی ہوں کہ دنیا گزر رہی ہے اور میں نے دنیا میں کچھ نہ کیا۔ یہ ہی فکر ہوتا ہے کہ گھر آن کر ناشتہ کر کے گھر کے کام میں لگ جاتی ہوں۔ اور سوچتی ہوں کہ آج مجھے کیا کیا لکھنا ہے اور کیا کیا کرنا ہے۔

صغرا ہمایوں مرزا
حیدرآباد دکن۔

مرغی انڈا دینے کے بعد کیوں کڑکڑاتی ہے

آخر ایک وقت تم سے دال نہیں کھائی جاتی " اماں نے ہمکو للکار کر کہا " جی ہم پڑھتے ہیں " ہم نے آنکھوں میں آنسو لاکر جواب دیا " دیکھئے " کاپی دکھاکر۔ اتنے اتنے لمبے سوال کرتے ہیں۔ ہم سے دال کھاکر نہیں پڑھا جائیگا، جائیے ہم اسکول آج نہیں جائیں گے۔ " نہ جاؤ، جوتی کی نوک سے " اماں نے غصہ میں کہا۔ باواآکر خود سمجھ لیں گے جب ہم نے اماں کو کسی طرح راضی ہوتے نہ دیکھا تو ہم مجبور ہو کر بولے " اچھا تو انڈا ہی تل دیجئے " کہاں سے لاؤں۔ کیا میں بنجاؤں۔ سب سے ناک میں دم میں کر دیا۔ آگ لگے اس گلشن کو باجہ کیا بجتا ہے، کہ موئی دوانی ہوجاتی ہے، نہ سالن جلاتی۔ نہ میری جان پر عذاب ہوتا " ہم نے پھر دبی زبان سے کہا " اماں للہ ناراض نہ ہوئیے، کہئے تو مرغی میں بند کرآؤں۔ دیکھئے وہ طاقوں پر اڑتی پھررہی ہے "۔ اماں دانت بھیجکر بولیں۔ جاؤ بند کردو۔ سب سے دم پر بنی ہے "

مرغی کو اور کسی وقت ہم پکڑنے جاتے تو وہ ہمکو نچا ڈالتی۔ یہ انڈا دینے کا وقت تھا، جلدی سے اپنے پیروں پر بیٹھ ہی تو گئی۔ ہمنے جلدی سے ہاتھ میں دبوچ کر ٹاپے میں لیجاکر بند کر دیا۔ بار بار جاکر دیکھتے ہیں۔ تیلیوں میں سے جھانکتے ہیں۔ مرغی کو لکڑی سے ہٹا ہٹاکر دیکھتے ہیں مگر انڈے کا کہیں پتہ نہیں۔

اماں بیٹھی سب دیکھ رہی تھیں، ہم پر ناراض تو کافی ہو چکی تھیں۔ اس لئے نرمی سے بولیں۔

" بھائی اس کو آرام سے بیٹھنے تو دو، تم تو اس کی جان کو آ گئے۔ وہ اپنے وقت پر دے گی، تمہارے کھٹکھٹانے سے جلدی تھوڑی دے گی "

صبر کرکے بیٹھ رہے۔ اتنے میں گلشن آئی۔ ہمیں منہ پھلائے بیٹھا دیکھکر اماں سے پوچھنے لگی " صاحبزادے کیوں چپ بیٹھے ہیں " اماں بولیں " انڈے کے انتظار میں ہیں۔ دال سے کھائی نہیں جاتی۔ سالن تو باجے کے سر ہو گیا۔

بیگم۔ یہ مرغی ٹاپے میں کبھی انڈا نہ دے گی۔ وہ بازو والی صحنچی کے طاق میں دیا کرتی ہے۔ وہیں دے گی " مجبوراً ہم اسکو ٹاپے سے نکالکر صحنچی میں چھوڑ آئے اور وقت کو ٹالنے کے لئے کوٹھے پر جاکر اپنے کبوتروں کو دانہ دینے لگے،

کٹ، کٹ کٹ، کٹ کٹاں۔ کٹ کٹ کٹ، کٹ کٹاں۔

یہ مرغی کی آواز تھی۔ انڈا دینے کے بعد وہ یہی سگنل دیا کرتی تھی۔ بے تحاشا اوپر سے بھاگے جاکر

دیکھا تو وہاں کہیں انڈے کا پتہ نہ تھا۔ مرغی کھڑی پانی پی رہی تھی۔ ہم گھبرائے ہوئے صحنچی سے نکلے، اماں سے پوچھا کہ آپنے تو انڈا نہیں اٹھایا؟ انہوں نے کہا "مرغی کی آواز تو میں نے بھی سنی تھی دہیں کہیں ہوگا" اب کی جا کر دیکھا تو کونے میں انڈا ٹوٹا ہوا پڑا تھا۔ سب سفیدی زردی میں ملی ہوئی تھی، شاید طاق پر سے لڑھک کر نیچے آرہا۔ ہم بڑبڑاتے ہوئے غصہ میں کتابیں بغل میں دبائے سیدھے اسکول پہنچے۔ اماں بلاتی رہیں مگر ہم نے ایسی چپ سادھی کہ جیسے کچھ سنا ہی نہیں، آج ہمنے ستیاگرہ کرلی، اماں خود ہمارے اچھے لارڈ ارون کی طرح انٹرول میں کھانا بھیجیں گی۔ وہی ہوا، ہم نے ستیہ گرہ انڈے پر کی تھی۔ ایک چھوڑ دو دو تھے۔ پھر فاقہ کیوں نہ توڑتے۔ ہمارا غصہ فرو ہوا۔ تو کہیں کتاب پر حرف دکھائی دئے،

شام کو ابا جب کھانا کھا چکے تو اماں کہنے لگیں "کہ آج اسنے مجھے بڑا پریشان کیا" ہم نے اماں کو اتنا موقع ہی دیا کہ وہ آگے کچھ کہہ سکیں۔

"ابا مرغی انڈا دینے کے بعد کیوں کڑکڑاتی ہے"، یہ ہمارا سوال تھا، ابا خوش ہوگئے۔ میں جب ان سے اس قسم کے سوال کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ میرا بچہ کتنا ذہین ہے۔ کہنے لگے "مرغی سے پوچھو" پھر ہنسکر اماں کی طرف مخاطب ہوکر بولے "اچھا ان سے پوچھو" اماں بولیں "میں کیا جانوں" پھر خود ہی ہنسنے لگیں۔

"اچھا۔ بتاؤ کتا اپنے مالک کو دیکھکر دُم کیوں ہلانے لگتا ہے"۔ "خوشی کے مارے"

تم مٹھائی پاکر کودنے کیوں لگتے ہو۔ خوشی کے مارے،۔ تمہارے چچا ایک دم کیوں گنگنانے ہیا، اس کا جواب میں نہ دے سکا، بولے یہ بھی خوشی کی وجہ سے؛ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کو رنج ہوگا تو وہ اسکا اظہار ہاتھوں کو ملکر اور انگلیاں مروڑ کر کریگا۔ غصہ میں ہونٹ چبانے لگیگا۔ اور فکر میں چھڑی سے زمین پر لکیریں کھینچنے لگیگا۔ دیوار کریدنے لگیگا، یا اگر سگریٹ پیتا ہو تو اس کے دہوئیں کے حلقے بنانا شروع کریگا۔ اسی طرح خوشی میں سیٹی بجانا، گانا، کودنا اچھلنا اور ہنسنا ضروری علامتیں ہیں رنج اور خوشی تمہارے دل میں ہوتی ہے لیکن انکا اظہار تم ان حرکتوں سے کرتے ہو اسی طرح مرغی بھی کرتی ہے، جب وہ انڈا دے لیتی ہے تو اسکو راحت اور خوشی ہوتی ہے اول تو اسلئے کہ اسکو خیال ہوتا ہے کہ اس میں سے بچہ نکلیگا، دوسرے یہ کہ اسکو تکلیف سے نجات ملجاتی ہے اسی خوشی میں وہ کڑکڑانے لگتی ہے۔

اچھا اب یہ بتائیے کہ میں نے مرغی کو ٹاپے میں بند کیا تو اس نے انڈا نہ دیا۔ طاق کے قریب چھوڑ دیا تو وہاں اس نے انڈا دیدیا

"اسکو طاق میں انڈا دینے کی عادت ہے، مرغیاں اور دوسرے جانور اپنے گھروں کو خوب پہچانتے ہیں۔ دیکھو تمہاری مرغیاں کہیں باہر چلی جاتی ہے لیکن تھوڑی ہی دیر میں پھر گھر میں آجاتی ہے۔ چڑیاں آخر اپنے گھونسلے ہی میں انڈے دیتی ہیں کہیں اور جا کر کیوں نہیں دے آتیں وہ جانتی ہیں کہ کسی اور جگہ جا کر انڈے دیں تو برباد جائیں گے۔ اسی طرح مرغی بھی کہتی ہو کہ ان انڈوں میں سے بچے نکلیں گے اگر کسی اور جگہ جا کر دونگی تو محفوظ نہ رہ سکیں گے، اسی لئے وہ وہیں پر دیتی ہے جہاں اُسے عادت ہے،
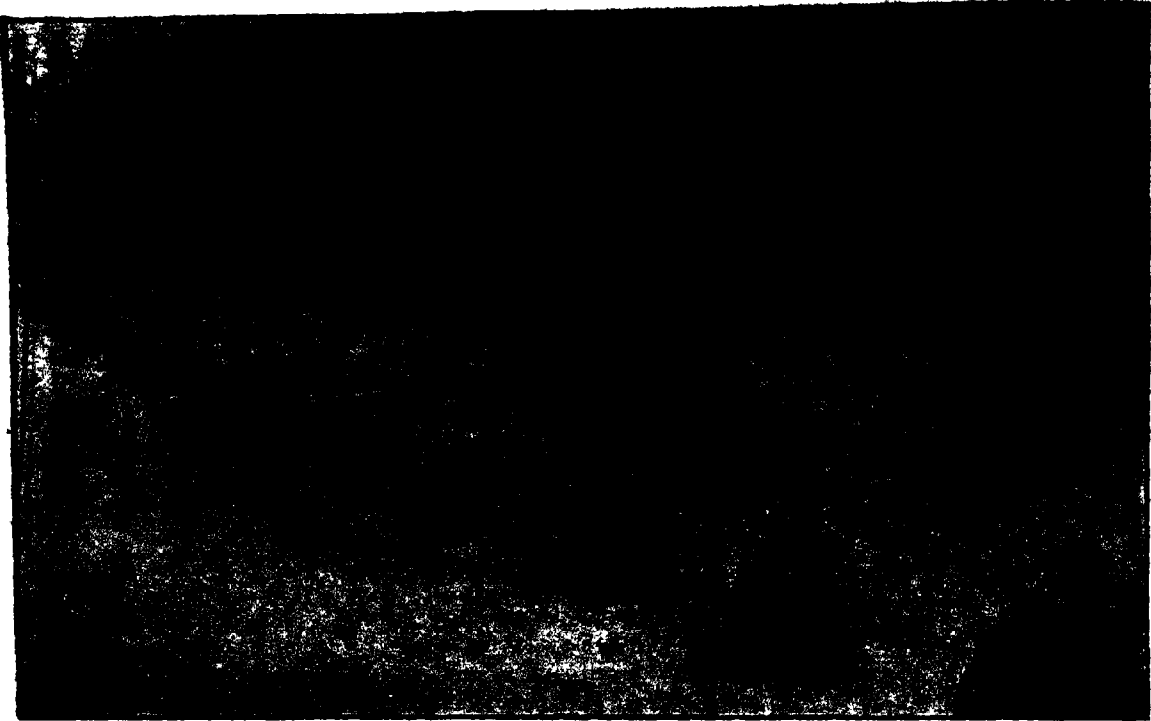
جاپان میں ایک پرانی رسم جس کے مطابق عورتیں سال میں ایک مرتبہ گولی چلانے کی مشق کرتی ہیں۔

مس می ناکٹو ایک جاپانی خاتون جو جنگ منچوریا کے ایام میں
ایک اخبار کی نامہ نگار کے فرائض دیتی رہیں۔

نارنگیوں کی ملک کیلیفارنیا (کنیڈا) کی ایک
دوشیزہ اپنے باغ کی نارنگیوں کے ڈھیر
میں بیٹھی ہے

سوویٹ روس کے بے خانماں بچے

جو لاکھوں کی تعداد میں ماسکو اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں
مارے مارے پھرتے ہیں -

امریکن ہوا باز خاتون

مس ہیزلپ جو امریکہ میں اسی ماہ کے اخیر
میں ہونے والے مقابلہ میں
شرکت کریں گی -

مسز تھامس بنٹ

جو ریاستہائے کیلیفورنیا والے مسٹر کی
سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئی ہیں یہ پہلا
موقعہ ہے کہ کسی خاتون کو ایسا
اعلیٰ عہدہ عطا ہوا ہو

ناموس اجداد پر قربانیاں

فروری کے عصمت میں محترم بھائی جناب نصیر الدین احمد صاحب کا مفید مضمون بعنوان "ہندوستان میں عورتوں کی قلت" پڑھ کر میرے دل پر جو تاثرات رونما ہوئے ان کا اظہار غیر ممکن ہے۔

یہ تو نہایت نمایاں امر ہے کہ بچپن ہی سے لڑکیوں کی صحت کی طرف مطلق توجہ نہیں کیجاتی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جب والدین کو اس طرف متوجہ کیا جائے تو اکثر یہی جواب ملتا ہے "معاف کیجئے ہمیں اپنی لڑکیوں کو گھوڑے نہیں بنانا ہے، لڑکی ذات کو دبا دبایا رہنا چاہیے، لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ "لڑکی ذات" دبتے دبتے صفحۂ ہستی سے مٹ کر ہزاروں من مٹی کے نیچے جا دبتی ہے۔ اور ستم تو یہ ہے کہ پھر یہ سب الزام ہمارے ہی سر ہے۔ اگر کوئی غریب لڑکی گاہے ماہے عزم کے ساتھ ان الزامات کی تلافی کی کوشش بھی کرے تو بس اس کا دنیا ہی سے بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک لڑکی کی شامت جو آئی تو وہ "اپنے" پردے کے ضرب المثل خاندان کے قواعد کے خلاف چاندنی تک چلی گئی اور والد بزرگوار کی باریک بین نظر سے محفوظ نہ رہ سکی اور اس غریب پر جو جو مظالم توڑے گئے انہوں نے دق کی شکل اختیار کر کے چند ہی دن میں زیر زمین پہنچا دیا،

آخر وہ دن بھی آ پہنچا جب والد بزرگوار کو بھی اس دنیائے ناپائدار سے سفر کرنا پڑا۔ وقت رخصت جہاں انہوں نے سیکڑوں وصیتیں اپنے صاحبزادوں میں تقسیم جائداد کے متعلق کیں وہاں یہ دو وصیتیں سب سے اہم تھیں اول یہ کہ "میری قبر مرحومہ لڑکی کی قبر کے متصل نہ بنائی جائے، دوسری یہ کہ آیندہ لڑکیوں کو اس قدر آزادی ہی نہ دی جائے کہ وہ اس ارتکاب جرم کا خیال بھی دل میں لا سکیں" تقسیم جائداد کی وصیتوں میں تو بہت کچھ تبدل ہوا لیکن ان دو وصیتوں پر تو آج تک ان کا خاندان پابند ہے۔ اب اگر ان واقعات کا واسطہ دیکر درخواست کیجائے تو یہی جواب ملتا ہے کہ ہر وقت آزادی آزادی کا وظیفہ ہے۔ تم لوگ تو چاہتے ہو کہ ہم پر لگا کر اڑیں، یوں محض ذاتیات سے بحث کر لینا کچھ مفید ثابت نہیں ہوتا۔ میں یہ ماننے کو تیار ہوں کہ دیہات کی عورتیں کسی قدر صحت آمیز زندگی بسر کر رہی ہیں لیکن ان بدنصیب عورتوں کو کیونکر فراموش کیا جا سکتا ہے کہ جو شہری زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ مثلاً صوبہ متوسط میں رائے پور سب سے زیادہ گرم مقام ہے۔ اور وہاں اوسط درجہ کے مکان کا کرایہ چالیس پچاس روپے تک ہے، لیکن ہر شخص اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور عموماً ایک ہی مکان میں کئی کئی خاندان اقامت گزیں ہوتے ہیں جن کے حصے میں ایک ایک کمرہ سے زیادہ نہیں آسکتا، وہیں سوداگروں کی دوکانیں۔ ڈاکٹروں کے ہسپتال، وکیلوں کے بار روم۔ اور بالشت بھر کے برآمدوں

میں سے خریداروں، مریضوں، موکلوں کی آمدورفت اس حالت میں یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ بیگم صاحبہ کھڑکی کھولے ہوا کھاتی رہیں لہذا اس کا انسداد اس طرح کیا جاتا ہے کہ کھڑکیوں اور دروازوں پر اگر ذرا فیشن ایبل ہوئے تو پٹ ورنہ ٹٹے لگوا دیے جاتے ہیں جن کے باعث کافی روشنی بھی اندر نہیں پہنچ سکتی بعض جگہ تو چوبیس گھنٹہ لالٹین کا مرہون منت رہنا پڑتا ہے۔ وہاں خصوصًا شام کا وقت تو جہنم ارضی کا پورا نمونہ ہوتا ہے حبس اور شدید گرمی سے سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ بھلا مرد اسوقت گھر میں کیوں ٹھیرنے لگے۔ وہ لیڈی گارڈن اور وکٹوریہ پارک میں محو گلگشت ہوتے ہیں، اور غریب عورتیں اپنے انہیں مکانوں میں۔ لہذا اس طرح بہت جلد دق اور سل جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں، اور ان کی جگہ پوری کرنے کے لئے دوسری دبلی دبلی لڑکیاں لائی جاتی ہیں، لیکن پہلی بیگم صاحبہ جراثیم کا جو تحفہ اپنی جانشین کے لئے چھوڑ جاتی ہیں چار ونا چار انہیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے کا سلسلہ جاری رہتا ہے،

ہم نے ملک کے ان مایۂ ناز فرزندوں کو اسوقت بھی دیکھا ہے، جب ملک اور قوم ان کی وقتی قید پر اشک حسرت بہاتی ہے لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ ان کی وقتی قید ہماری دائمی قید سے سبقت نہیں لیجا سکتی لیکن جس طرح بعض غیر احساس لوگ مئی اور جون کی شدید گرمی میں پورے روزے رکھکر بھی مفلس فاقہ کشوں کی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے اسی طرح ہمارے یہ مایۂ ناز رہنما بھی دس ماہ قید محض یا بعض اوقات ایک سال قید بامشقت بھگت کر ہماری حالت پر مطلق توجہ نہیں فرماتے،

آج تک ہمارا سارا ملک داس اور بھگت سنگھ کی قربانیوں پر چاک گریباں نظر آتا ہے۔ لیکن اگر داس اور بھگت سنگھ اپنے ملک پر قربان ہوئے تو ہم بھی تو رسم و رواج یا دوسرے الفاظ میں "ناموس اجداد" پر روزانہ سینکڑوں جانیں قربان کر رہی ہیں، لیکن یہ کہاں کی مساوات ہے کہ کوئی ہماری حالت پر ایک آنسو بھی گرانے کی زحمت گوارا نہیں کرتا،

سچ پوچھئے تو ہماری ہی یہ سخت جانی ہے کہ ہم لوگ یہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہیں، اور اب تک ارض ہند پر ہمارا نام و نشان باقی ہے، ورنہ خاکم بدہن اگر ہمارے بھائیوں پر ایسا وقت پڑے تو غالبًا وہ چار ہفتہ سے زیادہ اس کی تاب نہ لا سکیں۔

شرافت بیگم

اعتدال

اعتدال کسی مقررہ حد کو نگاہ میں رکھنا اور اس سے تجاوز نہ کرنیکا نام ہے، اعتدال کہنے کو ایک چھوٹا لفظ ہے
مگر اس کے معنی نہایت وسیع ہیں، اور اس پر عمل کرنا بہت دشوار ہے۔ یہ قدرت کا سچا اور پکا اصول ہے دنیا کا
تمام کارخانہ اسی پر قائم ہے، کوئی کام خواہ دینی ہو یا دنیوی ایسا نہیں پایا جاتا جس میں اعتدال کی ضرورت نہ ہو۔
انسان کو اطمینان کی زندگی اسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اعتدال پر کاربند ہو اور کبھی اعتدال کو ہاتھ سے نہ دے
مثال کے طور پر ایک کسان کو لیجئے کہ اسے غلہ حاصل کرنے سے پہلے ایک اندازہ معین سے اپنے کھیت کی کاشت
کرنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے اچھی زمین تلاش کرتا ہے، خودرو گھانس کو صاف کرکے زمین کو اصلی حالت پر
لاتا ہے، عمدہ بیج لیکر زمین میں ڈالتا ہے۔ پھر اسے مٹی میں ملا کر چھپا دیتا ہے۔ روزانہ اعتدال کے ساتھ پانی
دیتا رہتا ہے۔ پھر اُگنے کے بعد سب سے زیادہ اسے اسوقت حفاظت کرنی پڑتی ہے جبکہ دانہ پڑتا ہے۔
اور چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ اسکو کھانے کے لئے چلے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے ارضی و سماوی آفات
سے خدا نے اس کی زراعت کو بچا یا تو ایک ایک کے سو سو ہزار ہزار حاصل کرتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی کام
کو ترتیب اور اعتدال کے ساتھ انجام نہ دے یا کسی امر کی پابندی یا تاخیر کا لحاظ نہ کرے یا وقت پر پانی دینا چھوڑ دے
یا کوئی ارضی و سماوی آفت نازل ہو جائے تو ضرور زراعت کو نقصان پہنچیگا۔ اس لئے انسان کے لئے نہایت
ضروری ہے کہ حد معین سے تجاوز نہ کرے اور ہر کام میں "حد خود نگہ دارد" کے اصول کو پیش نظر رکھے، بہت لوگ
حد اعتدال سے بڑھ کر آمدنی سے زیادہ صرف کرنے لگتے ہیں۔ انہیں پوشاک کی بھی پرواہ نہیں ہوتی، اور ان کی
فضول خرچی کے آگے اتنا بھی نہیں بچتا کہ کپڑوں کی درستگی ہو، لباس میں بھی اپنی حالت اور حیثیت کا مد نظر رکھنا
ضروری ہے۔ لباس ایک فنا ہونے والی چیز ہے، کیسا ہی بیش قیمت کپڑا ہو آخرکار وہ استعمال سے خراب
ہو کر اپنی قیمت کھو بیٹھتا ہے۔ اور اسپر جو دام صرف کئے جاتے ہیں وہ سب ضائع ہو جاتے ہیں، پوشاک بناتے
وقت تین باتوں کا خیال نہایت ضروری ہے۔ اس کے دام مناسب اور اپنی حیثیت کے مطابق ہوں وہ
پائیدار اور مضبوط ہو، اس کی وضع اور رنگ مناسب حال ہو، یہ خیال بالکل غلط ہے کہ قیمتی لباس ہی خوشنما
ہوتا ہے۔ لباس کی خوشنمائی اس کی عمدہ سلائی اور جامہ زیبی پر موقوف ہے۔ ایسے لباس سے احتراز کرنا
چاہیئے، جو شریعت کے خلاف ہے، شرعی حدود میں رہ کر بھی ہر طرح کی زینت حاصل کیجا سکتی ہے۔ اسلئے
کوئی ضرورت نہیں کہ غیر مذہب والوں کی اندھی تقلید کیجائے اور ایسا لباس اختیار کیا جائے جو شریعت کے

خلاف ہو اپنے رکھ رکھاؤ اور بول چال میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے جو ہر انسان میں ہونا ہے مگر فی زمانہ جسے دیکھئے ایک دوسرے کی غیبت اور نکتہ چینی کے مرض میں مبتلا ہے زیادہ گوئی دل کو تاریک کرتی ہے چغلی اور جھوٹ بولنے کا اندیشہ ہوتا ہے، جس کی وجہ دنیا اور دین دونوں خراب ہوتے ہیں،

رونق ہے ہر ایک بزم کی اب غیبت میں ۔۔۔ بد گوئی خلق ہے ہر ایک صحبت میں
اوروں کی برائی پہ ہے منحصر وہاں ۔۔۔ خوبی کوئی باقی نہیں جس امت میں

لباس اور زیور سے کوئی وقعت قائم نہیں رہ سکتی ۔ اگر کسی شخص میں چھچھورپن ہے ۔ بے محل ہنسنا ۔ بگڑنا روٹھنا اسکی عادت ہے تو اس خفیف الحرکتی کی وجہ وہ متانت اور عزت جو لباس اور زیور سے پیدا ہوتی ہے بالکل برباد ہو جاتی ہے لیکن حد سے زیادہ خاموشی بھی انسان کی خوبیوں کو چھپائے رکھتی ہے کم گو آدمی کو اکثر لوگ مغرور سمجھتے ہیں ۔ عبادت میں بھی اعتدال کا اصول رکھا گیا ہے ۔ اسلام کا حکم ہے کہ دین کو مشکل مت بناؤ، عبادت اسی حد تک درست ہے جب تک انسان کا دل لگا رہے ۔ دنیا کے دھندوں میں اس قدر مصروف نہ ہو کہ خدا کی یاد سے غافل ہو جاؤ اور نہ اتنی زیادہ عبادت کرو کہ طبیعت اکتا جائے، اور روحانی مسرت حاصل ہونے کے بجائے وحشت ہونے لگے ۔،

بنت ڈاکٹر عبدالرب گلبرگہ دکن

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے دو اجلاس

یوں تو ممالک الارض میں ہندوستان ہی علی الکل ایک عجیب خطہ واقع ہوا ہے لیکن اس کے صوبوں میں یو پی کو جو خصوصیت آج کل حاصل ہے اسکی مثال ملنا مشکل ہے۔ یو پی کے شہر مشغول آباد میں لیڈیز کانفرنس کا ایک جلسہ ہوا اور ہم نے اسکے صحیح حالات جمع کرنیکی کوشش کی تاکہ وہاں کے خودغرض و بے پرواہ مردوں کی شاگرد عورت کے طریقۂ کار سے واقفیت حاصل کر سکیں اس ہی کانفرنس کا جلسہ ایک دوسرے صوبہ کے شہر انتظام آباد میں بھی ہوا۔ جہاں اول خواتین بعدہٗ درویش کے مقولہ پر عمل کر کے ہر مرد نے اپنی عورت کو اپنا اور دنیا کا ضعف بہتر سمجھا تھا اور اسکی اصلاح و تربیت کو خود اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور اپنے وسیع تجربہ سے اسکو مالا مال کر کے اسکو دنیا کے کام کرنیکے قابل بنا دی تھی۔ ہم وہاں کے جلسہ کی کارروائیوں کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ عورت کی قوت انتظامیہ کس طرح کام میں لائی جا سکتی ہے اور وہ ایسی مجالس کے کاموں کو فی الحال کس طرح انجام دیتی اور آئندہ دینے کے قابل ہو سکتی ہے

مشغول آباد کا جلسہ

قصبہ دور آباد میں تقریر النسا اپنے بچوں کو ورزش کرانیکے بعد ہندوستان کا نقشہ دکھا کر یہ سمجھا رہی ہیں کہ ریل کے ذریعہ دور کے مقامات کا سفر مثلاً دور آباد سے مشغول آباد چھ سو میل کا فاصلہ کس طرح ایک دن و رات میں آرام سے طے ہو سکتا ہے، مرزا تحریر بخت لکھتے لکھتے فوراً بول اٹھتے ہیں کہ جی ہاں فرسٹ کلاس میں آرام سے اور تھرڈ کلاس کا الربیل ڈھیک ہے بچو اگر فرسٹ کلاس نہ ہوتا اور چھ سو میل چوبیس گھنٹے میں نہ طے ہوا کرتے تو تمہاری پیاری والدہ صاحبہ دور دور کے جلسوں میں تقریر کرنے کیسے پہنچ جایا کرتیں ابھی تقریر النسا رجواب بھی دینے نہ پائی تھیں کہ ڈاکیہ خطوط لیکر آگیا۔ لیجئے مشغول آباد سے کسی کو خط لکھنے کی فرصت مل گئی،

مشغول آباد۔ ۲۰ دسمبر بہن تقریر النسا تسلیم!

ہمارے یہاں کی عورتوں کی مشغولیت میں ایک بڑا زبردست اضافہ یہ اور ہو گیا ہے کہ ۳ جنوری کو یہاں آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کا جلسہ ہوگا۔ آپ کی تقریر سننے کا موقع کم ملتا ہے، آپ بچوں میں گھری ہوئی ہیں ایک روز کا وقت نکالکر ضرور آئیے اور اس اہم جلسہ میں تقریر فرمائیے۔ اگر آپ نہ آئیں تو صاف کہے دیتے ہیں، ہمیں ہمیشہ شکایت رہے گی، سکریٹری صاحبہ بھی آپ کو خاص دعوت نامہ لکھنے والی ہیں۔ آداب

(آپ کی) مس "تمہید"

تقریر النسا صاحبہ نے زور سے خط پڑھا اور یہ کہہ کر خوش ہو گئیں کہ بہت دیر میں خبر ملی۔ شام ہوئی تو پھر ذکر شروع ہوا اور مرزا تحریر بخت بولے کہ یہ تو بتائیے کہ اگر آپ اس کانفرنس میں شریک ہوئیں اور وہاں تقریر بھی کی تو آپ مشغول آباد والیوں سے کیا کہنے والی ہیں۔ جواب ملا کہ خوب کیا ہم اس قدر ترقی کر چکے ہیں کہ اب کسی اصلاحی مسئلہ پر تقریر کرنیکے لئے کوئی موضوع ہی نہیں رہا۔ جو کچھ میں دولہا میاں، چچا قبلہ اور بڑے بھائی صاحب سے روزانہ کہہ کہہ کر تھکی جا رہی ہوں وہی مشغول آباد والیوں سے کہہ کر ان سے درخواست کروں گی کہ وہ بھی اپنے مردوں سے یہی روز کہیں، اور اسوقت تک کہتی رہیں جب تک کہ کم از کم ان کے گھروں میں وہ باتیں عملاً نہ ہونے لگجائیں، بچپن کی شادیاں۔ سیاسی تعلیم۔ زچہ خانہ کی اصلاح اور پردہ کیا آج کل کے ضروری مسائل نہیں ہیں۔ مرزا تحریر بخت نے ایک آہ سرد بھری اور کہا کہ خدا کرے آپ کی یہ باتیں وہاں والیاں بھی سن لیں، اور اس کے بعد پھر لکھنے لگے۔ ۲۹ دسمبر کو دیگر درجنوں خطوط میں ایک خط پر مشغول آباد کا پایا گیا۔

مشغول آباد ۲۲ دسمبر محترمہ تسلیم

بہن بتہید کے خط سے آپ کو کانفرنس کی اطلاع ہو گئی ہوگی۔ کانفرنس کا مقصد صنفی بہبودی کی سعی کامل ہے۔ چونکہ اشتراک عمل کامیابی کی کنجی ہے، لہٰذا آپ جیسی قوم کی بہی خواہ اور ترقی کی آرزومند ہستی سے امید واثق ہے کہ آپ تشریف لاکر شرکت ہی نہیں بلکہ اپنے زرین خیالات سے ہمیں مستفید فرمائیں گی مطبوعہ اشتہار ملفوف ہے جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ جلسہ کی تاریخ ۳ جنوری ہے۔ نوٹ کر لیجئے۔ والسلام

خاکسار مشغول بانو۔

تحریر بخت اس دفعہ باہر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر کیا دیکھتے ہیں کہ بڑی صاحبزادی صاحبہ سفر کی تیاری میں مشغول ہیں اور تقریر النسا صاحبہ گھر کے بچہ بچہ کو دفتر میں جمع کر کے فرما رہی ہیں۔ ایک ہزار زچائیں، قوم کی ایک ہزار نوجوان عورتیں، روزانہ غور کیجیے ایک ہزار روزانہ" زچگی کی حالت میں ضائع ہوتی ہیں، ضائع کیا ہوتی ہیں، جاہل دائیوں، ان خدا ماری گندی دائیوں کی بھینٹ چڑھتی ہیں مرزا تحریر بخت مسکرائے اور ایک کرسی لیکر خوشی سے بیٹھکر تقریر سننے لگے اور تقریر کے خاتمہ پر متانت کے ساتھ کھڑے ہو کر بولے "اے بچو اور اے بچیو! جس طرح تمہارے لئے تمہاری ماں کی تقریر" ترقی" ہے خدا کرے کہیں اسی طرح ان کے لئے بھی نہ ثابت ہو کہ جن کے لئے یہ تیاری جارہی ہے، اور جس طرح تمہیں تمہارے طفلانہ مشاغل چین سے بیٹھکر تقریر سننے نہیں دیتے مجھے خوف ہے کہ اسی طرح جلسہ میں جمع ہونیوالیوں کے قدیم زنانہ مشاغل" ان کو بھی یہ تقریر نہ سننے دینگے" بچے چونکہ عموماً دیکھا کرتے تھے کہ جلسوں میں تقریر کے بعد ہتھیلیاں بجاکر تحسین و مسرت، کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اپنے والد کی تقریر کے بعد خوب ہتھیلیاں بجائیں اور ماں کے چہرہ پر اپنی صنفی کمزوری کے احساس سے شرمندگی اور مرد کے طعن سے خفگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ یکم جنوری سال کا پہلا دن سفر کی تاریخ مقرر ہوئی کہ ۳۱ دسمبر کو ایک خط پھر مشغول آباد کا ملا۔

مشغول آباد ۲۸ دسمبر مکرمی تسلیم

نامعقول دنیا کی روش سے ناواقف، ظاہر پرست کور باطن لوگوں سے پالا پڑا ہے۔ ۵ جنوری کو فیشن آباد سے محترمہ شتاب بیگم صاحبہ کانفرنس کی صدارت کیلئے تشریف لارہی ہیں یہاں بڑے بڑے گو بجویٹ آزاد خیال، ترقی کے خواہاں اپ ٹو ڈیٹ لوگ موجود ہیں لیکن ان کے گھروں میں ایسی عورتیں نہیں کہ جو صدر صاحبہ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر جا سکیں اگر پردہ کے یہی معنی ہیں اور عورتوں پر اعتماد کا یہی معیار ہے تو پھر وہ ان کانفرنس کے بلاؤوں میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں، کیوں نہیں اس دنیا سے آہستہ آہستہ غارت ہوجانیکا خوشی کے ساتھ انتظار کرتے، ہماری مشغول بانو کہاں کہاں جائیں کیا کیا کریں۔ الحمد للہ کہ چند لوگ تیار ہوئے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کو صدر صاحبہ کے استقبال کے لئے اسٹیشن تک بھیجدیں، محترمہ تقریر النسا صاحبہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تشریف لارہی ہیں ان کی اس قومی ہمدردی و صنفی ترقی کی خواہش کا بدلہ موجودہ نسل دینے سے قاصر ہے۔ محترمہ کی آمد کی صحیح تاریخ سے مطلع فرمائیے۔ برجستہ بیگم کی خواہش ہے کہ تقریر النساء صاحبہ ہمارے ہاں قیام کریں۔ آزاد بیگ

اس خط نے عجیب کشمکش پیدا کر دی، اشتہار مطبوعہ میں ۳ جنوری سکریٹری صاحبہ کے دعوت نامہ میں ۳ جنوری لیکن صدر صاحبہ ۵ جنوری کو آئیں گی یہ کیا معمہ ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ یکم جنوری کو سفر کیا جائے یا ۲ کو کیونکہ جلسہ کے ایک روز پہلے پہنچنا تھا اور صرف دو دن قیام کرنیکا ارادہ تقریر النساء کو خط لکھکر معلوم کرنیکا بھی وقت نہ تھا لہٰذا تار دیکر جلسہ کی تاریخ دریافت کی گئی تو معلوم ہوا کہ جلسہ کی تاریخ بغیر کسی اطلاع کے ۳ سے ۵ کر دیگئی ہے اور جلسہ ۵ ہی کو ہوگا۔ ۳ کو روانہ ہو کر ۴ کی سہ پہر کو تقریر النساء مع اپنی بڑی صاحبزادی کے جن کے ذمہ پرائیویٹ سکریٹری کا کام بھی تھا مشغول آباد پہنچیں اور آزاد بیگ صاحب کی رفیق حیات برجستہ بیگم صاحبہ کے ہاں قیام کیا۔ سردی اپنا زور دکھا رہی تھی، تقریر النساء بیگم نے برجستہ بیگم اور مس بتہید سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس سردی میں جلسہ کی تاریخیں مقرر کرنا غلطی ہے، آپ لوگوں نے اچھا موسم جلسہ کے لئے کیوں

انتخاب کیا۔ مس تھیبد بولیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، مسلم لیگ، کانگریس، ایجوکیشنل کانفرنسیں اور صدہا جلسے ہیں جو بڑے دن یا اسی
کے قریب کی تاریخوں میں ہوتے ہیں کوئی تو بات ہے کہ جو مرد اپنے جلسے اس زمانہ میں کرتے ہیں اس لئے ہم نے بھی ان ہی دنوں کو انتخاب کر لیا۔
تقریر النسا بولیں کہ درست ہے لیکن بہن آپ نے جنسی مشاغل کے تفاوت کا خیال نہ فرمایا۔ سنئے ان تمام مجالس کے جاری کرنیوالے سرکاری ملازم
پیشہ وکیل و بیرسٹر ہیں اور اب بھی بہت سی مجالس کے کارکن و روح رواں یہ ہی لوگ ہیں۔ بڑے دنوں میں سرکاری محکمے سب بند ہو جاتے ہیں
اور ان لوگوں کو تعطیلات میں اتنا موقع ملجاتا ہے کہ وہ جلسہ کے مقام پر پہنچکر شرکت کر سکیں۔ اس لئے یہ دن مردوں نے اپنے جلسوں کے لئے
مقرر کئے تھے لیکن ہم عورتوں کے مشاغل ان سے متضاد ہیں، سردی کے دن چھوٹے ہوتے ہیں اسلئے گھر کے کاموں سے فرصت کم ملتی ہے
تعطیل کا زمانہ ہونیکی وجہ سے عموماً ملازم پیشہ مرد گھر ہی میں رہتے ہیں اور اللہ اللہ کرکے یہ چند دن ہر وقت کے ساتھ رہنے کو ملتے ہیں۔ اسکول
اور کالجوں سے بچے بھی گھر آ جاتے ہیں اور اس طرح گھر چھوڑنا بہت ہی مشکل طلب ہو جاتا ہے اور اسپر سردی میں سفر کی زحمت کا اگر اضافہ کر دیا
جائے تو پھر کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی کہ جو ہماری اس بیجا مردوں کی نقالی کے خلاف پیش کیا جائے مس تھیبد نے اعتراف کیا اور
برجستہ بیگم نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ آئندہ ہمیں اپنے جلسوں کی تاریخیں ایسے موسم میں ہرگز نہیں رکھنی چاہئیں اور ایسے دن منتخب کرنے
چاہئیں کہ جب مندرجہ بالا قباحتوں کا خدشہ نہ ہو، اس کے بعد ۴ تاریخ کے ۵ میں تبدیل ہو جانیکا مسئلہ پیش ہوا تقریر النسا نے بہت سے ظاہر معقول
جوابات سننے کے بعد اتنا کہا کہ ایسے اہم و بڑے جلسہ کی تاریخ و تمام باتیں پہلے ہی سے طے کر کے مشتہر کر دینی چاہئے، اور اگر کسی خاص اتفاقی وجہ سے
تاریخ بدلنی پڑے تو سکریٹری صاحبہ کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس کی اطلاع کسی نہ کسی ذریعہ عام کا انتظام ضرور کریں، برجستہ بیگم نے مذاقاً کہا
کہ درست ہے ورنہ استفساری تاروں کا جواب کا خرچ کس مد میں درج کیا جائے اور اسے کون پاس کرے" اور ہاں یہ بھی آپ کو معلوم ہے
کہ کانفرنس کا جلسہ زنانہ صنعتی نمائش کے پنڈال ہی میں ہو گا۔ اسلئے وہاں ٹکٹ لیکر جانا ہو گا، لیکن ممبروں اور چندہ دینے والیوں کو ٹکٹ داخلہ
مفت دیا جائیگا، تقریر النسا کو بڑا تعجب ہوا اور وہ کہنے لگیں کہ اس طرح تو جو صرف جلسہ میں شریک ہونا چاہیں انکو بھی ٹکٹ خریدنا ضروری ہو جائیگا
چار آنہ ہمیں یا آپ کے لئے بڑی رقم نہ سہی لیکن یہ اصول غلط ہے کہ کانفرنس کے جلسہ کی شرکت بلا ٹکٹ نہ ہو سکے میرا خیال ہے کہ جلسہ کی کامیابی
کے لئے یہ ضروری ہے کہ بجائے کسی ایسی رکاوٹ کے اور سہولیت پہنچائی جائے میری رائے میں تو جلسہ میں شریک ہونیوالیوں کو جلسہ کے بعد نمائش
میں مفت داخلہ کا لالچ جلسہ کی رونق ہی نہیں بڑھا دیگا بلکہ وہ پیغام جو آپ اپنی جنس کو پہنچانا چاہتی ہیں اس طرح کثیر التعداد عورتوں کو پہنچ
سکے گا۔ اور وہ تجویزیں جو آپ پیش کرکے پاس کریں اور جن کی قوت پر آپ اپنے حقوق کے لئے کوئی مطالبہ گورنمنٹ یا اپنے مردوں سے کرنا چاہیں
وہ پچاس ساٹھ عورتوں کی بجائے کئی سو عورتوں کا پاس شدہ ہونے کی حیثیت سے زیادہ وقیع مانا جائیگا۔ بہرحال یہ بہتر ہو گا کہ پیسہ بھیجکر آج ہی
ہم اپنے ٹکٹ منگا لیں تاکہ دروازہ پر بھیڑ بھاڑ سے بچ جائیں اور ٹکٹ خریدنے کیلئے دروازہ پر بیکار انتظار نہ کرنا پڑے۔ برجستہ بیگم نے کہا کہ نہیں، ہم
دونوں ممبر ہیں اور آپ کا شمار چندہ دینے والیوں میں ہے اور پھر آپ خاص طور پر مدعو بھی ہیں اور چھ سو میل سے آئی ہیں اور ساتھ ہی آپ کی تقریر بھی
ہونیوالی ہے۔ لہذا قاعدہ کے مطابق ہمارے لئے داخلہ مفت ہو گا، تقریر النسا بولیں کہ بہت خوب تو آپ کے لئے ٹکٹ آ چکے ہوں گے۔ کیا میرا ٹکٹ بھی منگا
لیا ہے، برجستہ بیگم نے کہا کہ نہیں پنڈال کے دروازہ پر ہی ملجائیگا، تقریر النسا کہنے لگیں کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے دروازہ پر کیسے
کوئی پہچانیگا کہ آپ ممبر اور میں چندہ دینے والی ہوں، خیر دیکھا جائیگا، آپ برائے کرم مشغول بانو کو میرے آنیکی اطلاع کر دیجئے: ۵ کو صدر صاحبہ
[illegible] ۸ بجے صبح تشریف لائیں، استقبال کے لئے مشغول بانو اور ان کے ہی گھر کی پہنچیں سردی کی وجہ سے اور کوئی نہ گیا۔ تقریر النسا بولیں
کہ اول تو جیسا میں نے عرض کیا کانفرنس سردی میں رکھی ہی نہ جاتی اور جب ایسا ہو بھی گیا تو یہ سردی کی وجہ نہیں سرد مہری و سرد دلی تھی کہ جو
کوئی استقبال کو نہ گیا اور نہ صدر صاحبہ کی آمد کا وقت سب کو معلوم ہو سکا۔ ڈیڑھ بجے دن کے برجستہ بیگم مع تقریر النسا اور چار اور ساتھیوں کے

پنڈال کے دروازہ پر پہنچیں چند نوجوان اسکول کی لڑکیاں دروازہ پر ٹکٹ بیچنے اور دیکھنے کے لئے کھڑی تھیں، برجستہ بیگم نے [illegible] تو انہوں نے روکا، اسکول کی لڑکیوں کی شوخی سے کون واقف نہیں روکا اور اس طرح کہ برجستہ بیگم کو مجبوراً یہ بتانا پڑا کہ لڑکیوں [illegible] دینے والیاں ہیں قاعدہ سے ہمیں داخل منت ہونا چاہئے۔ لڑکیوں کو ان جھگڑوں سے کیا غرض تھی بولیں کہ نہیں نہیں جب تک [illegible] ہم اندر نہ جانے دیں گے۔ تقریرالنساء فوراً آگے آئیں، اور انہوں نے کہا کہ اچھا لاؤ چھ ٹکٹ دیدو۔ لڑکیاں بولیں کہ ہم ہی پہلے [illegible] دو روپیہ ٹکٹ دینگے۔ ٹکٹ خرید لئے گئے لیکن برجستہ بیگم درس تمہید کو یہ طعنہ ناگوار ہوا گو تقریرالنسائے اس عمر کے نفسیاتی پہلو کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی پرواہ نہ کی۔ اندر جا کر برجستہ بیگم نے ایک لڑکی سکریٹری صاحبہ کو بلانے کے لئے بھیجدی تاکہ وہ تقریرالنساء کو ان سے ملا دیں۔ تقریرالنساء برجستہ بیگم سے کہا کہ آپ لڑکیوں کی شوخی پر کچھ برافروختہ سی ہو گئیں یہ انکا قصور نہیں ہے، کم از کم ایسے جلسہ میں جہاں ہر تک کی عورتیں شریک ہوں دروازہ پر استقبالیہ کمیٹی کی کسی ذمہ دار ممبر صاحبہ کو ضرور کھڑا ہونا چاہئے کہ جو آنیوالیوں کا استقبال ہی نہیں بلکہ دیگر ذمہ داری کے کاموں میں گرلز والنٹیرز کی امداد کر سکیں اور شریک ہونیوالیوں کو کانفرنس کی ایک ذمہ دار بہن کی موجودگی سے مدد مل سکے۔ بہرحال مشغول بانو تشریف لائیں۔ بڑے تپاک سے ملیں اور فرمانے لگیں کہ بہن بہت ہی عدیم الفرصت اور پریشان ہوں۔ ایک سکریٹری کی مشغولیت کو آپ خوب سمجھ سکتی ہیں۔ آئیے جلسہ شروع ہونے والا ہے، ہاں بہن تقریرالنساء میری رپورٹ کے بعد آپ کی تقریر ہے"

عورتیں جو ادہر ادہر گھوم رہی تھیں ایک نصف دائرہ بنا کر میز کے ارد گرد بیٹھ گئیں۔ سیکریٹری صاحبہ نے فرمایا کہ وقت ہو گیا، اس اشارہ پر شتاب خانم صاحبہ جنکو پہلے ہی سے ہار پہنا دیا گیا تھا اٹھیں اور بڑی خوش الحانی سے الحمد شریف کی تلاوت کے بعد اس کے معنی بتا کر کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئیں، اس کے بعد ہی فصیح اختر صاحبہ نے ایک تحریر پڑہی، وہ کیفیت جسکا ہر مقرر کو تجربہ ہے فصیحہ اختر پر طاری تھی جس کا ثبوت اس سے ملتا تھا کہ بہت سی سننے والیوں نے مشغول آباد میں یہ ہے اور وہ ہے کے علاوہ اور بہت کم سنا اور سمجھا۔ گمان کیا گیا کہ شاید یہ استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ کا خطبہ ہوگا، بہرحال بلیغ نگہت صاحبہ کی باری آئی تو ہندوستانی شرم و حیا نے پورا غلبہ کر لیا تھا یہاں تک کہ ایک سن رسیدہ بہن سے نہ رہا گیا اور انہوں نے کہہ ہی دیا کہ بیٹی ویسے تو بہت باتیں کرتی ہو اور جلسہ میں آ کر دو بول بول دینے میں کیوں گھبراتی ہو۔ خیر وہ آئیں اور صدر صاحبہ کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ شاید فصیحہ صاحبہ نے صدارت کی تجویز اور بلیغہ صاحبہ نے تائید کی ہو لیکن اس رسم کو کسی نے پورا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اس کے بعد بیگم عادل صاحبہ نے ایک پرچہ نکال کر پڑھا جس کا مفہوم عام طور پر یہ سمجھا گیا کہ وہ مشغول آباد کی رہنے والی ہیں وہاں انہوں نے اپنے قیام کے زمانہ میں جنسی بہبودی میں کتنا حصہ لیا، اب سکریٹری صاحبہ نے اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائی، تقریرالنساء اب تک خموشی سے یہ سب سن رہی اور دیکھ رہی تھیں رپورٹ کے بعد سمجھ گئیں کہ مشغول آباد کی مشغولیت میں ہرگز کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے، وہاں کی بہنیں ابھی اسی طرح مشغول ہیں جیسی کہ پچاس سال یا ایک صدی پیشتر تھیں اور یہ تمام فسانہ صرف مشغول بانو کا لکھا ہوا ہے۔ وہ یہ سوچ ہی رہی تھیں کہ سکریٹری صاحبہ نے فرمایا کہ بہن اب آپ کی تقریر ہے، تقریرالنساء صاحبہ نے تقریر کی جس کا مفہوم یہ تھا۔

همرہاں رفتند و ما ماندیم دوزدان در کمین خانہ ملاح در چین ست و کشتی در فرنگ

تقریرالنساء کی تقریر کے بعد صدر صاحبہ نے تقریرالنساء کے بیان کردہ مضمون پر ایک عالمانہ تبصرہ کیا اور چونکہ صدر صاحبہ کی وسیع الخیالی اور تجربہ کاری کا دریا امنڈ رہا تھا، تقریرالنساء یہ سوچ رہی تھیں کہ کاش ایسی قابل خاتون اپنا خطبہ صدارت لکھا لاتیں تو اس جلسہ کے لئے نہ سہی عام پبلک کے لئے بہت مفید ثابت ہوتا۔ جلسہ دو بجے شروع ہوا تھا اور تین بجے شتاب خانم صاحبہ کو فیشن آباد کی گاڑی پکڑنی تھی اس لئے تین بجے عین تقریر کے وقت صدر صاحبہ کو گھڑی دکھا دی گئی اور وہ فوراً ختم کر کے واپس کر

[illegible] بلکہ مستورات نمائش کی چیزیں دیکھ دیکھ کر اپنے گھر جانے لگیں،

شام کو جب تقریب بیگم صاحبہ کے نشست کے کمرہ میں آزاد بیگ صاحب کو دیکھ کر دریافت کرنا چاہتے تھے کہ کتنی مستورات کا مجمع تھا، استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ نے ہمارے مشغول آباد اور یہاں کے مقامی مسائل پر کن الفاظ میں تبصرہ کیا۔ صدارت کی تجویز کن تمہیدی فقروں سے شروع ہوئی۔ تائید میں کس نے اپنا زور کس دکھایا، سکریٹری صاحبہ نے کون سے کاموں کو انجام دیا اور کن مقامی ضروریات کا تذکرہ کیا صدارت کی رسم کے وقت مجمع میں ہیجان تھا یا سکوت، خطبہ صدارت میں جنسی، ملکی، بین الاقوامی اور دیگر کون سے مسائل کو قابل صد رضا [illegible] اہم اصلاحی توجہ ظاہر کیا اور ایثار کیا نئے زنی کی اور آئندہ کیلئے کس دستور العمل کی ہدایت کی خطبہ صدارت کے بعد تقریر کرنیوالی بہنوں کی تعداد کیا تھی اور انہوں نے کیا کہا کس طرز میں کہا اور آخر میں کون کون سے ریزولیوشن پیش ہوئے، کون سے مسترد کئے گئے، اور کتنے پاس ہوئے۔ ان کے ان سوالات کی بھرمار کا جواب صرف یہ تھا کہ تقریر النساء رجسیتہ بیگم کا منہ تکتی تھیں اور رجسیتہ بیگم کبھی اپنے موتیوں کے ہار کو اپنے ہاتھ میں لیکر اس طرح تھامتی تھیں کہ جیسے ان کا وزن معلوم کرنا چاہتی ہوں، کبھی اپنی کلائی کی گھڑی پر اس طرح ہاتھ پھیرتی تھیں کہ گویا انگلیوں کے ذریعہ وقت معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور کبھی اپنے ڈرائنگ روم کی ایک ایک چیز کو اس طرح دیکھتی تھیں کہ جیسے پہلے کبھی دیکھی ہی نہ تھی، ہاں تقریر النسائی صاحبزادی اور مس مبینہ ایک دوسرے کی طرف دیکھکر اور کبھی کبھی آزاد بیگ صاحب کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ آزاد بیگ سنجیدہ و باتجربہ ہونے کے باوجود بھی اپنے سوال کا اور وہ بھی رجسیتہ بیگم سے جواب نہ پاکر ہمیشہ برافروختہ ہو جایا کرتے تھے لیکن اسوقت اپنے سوالات کے جوابات نہ پاکر کچھ حیران سے ہوئے اور تقریر النساء صاحبہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے، تم لوگ مردوں کو اپنی مجالس میں آنے نہیں دیتیں اور جب کوئی مرد پوچھے تو کچھ بتاتیں بھی نہیں تو کیا وہاں مردوں کے خلاف کوئی خاص سازش کی گئی ہے، تقریر النسائنے جواباً کہا کہ جی نہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشغول آباد کے مردوں نے عورتوں کے خلاف یہ سازش کر رکھی ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو جنٹلمین، رہبران قوم تہذیب یافتہ و متمدن بنائے پھریں اور عورتوں کے عیب نکالنے میں سب سے اول صف میں نظر آئیں لیکن عورتوں کی اصلاح کرنے انہیں تمدن کے معنے سمجھانے انہیں جلسوں کے آداب و طریقہ کار سکھانے اور ان کو کامیاب و مفید شہری باشندے بنانے کے لئے آسمان سے فرشتوں کے نازل ہونیکا انتظار کرتے رہیں، ہم آپ کو کیا بتائیں کہ جلسہ میں کیا ہوا، مردوں کی لاپرواہی، مردوں کی ظاہر پرستی، مصنوعیت، مردوں کے گھروں کی کیفیت اور ان کے عملی اصلاح سے روپوشی کا مظاہرہ ہوا جس طرح یہ مسلم ہے کہ گھر کے باہر کے معاملات میں فی الحال ہم مردوں کی شاگرد ہیں۔ اسی طرح امتحان کے وقت ہماری کامیابی یا ناکامی بھی ہمارے مردوں کی حقیقی قابلیت و ناقابلیت کا بین ثبوت ہے، آپ بہت مصر ہیں اور سننا ہی چاہتے ہیں تو سنیئے سردی کے موسم میں تاریخ مقرر کی، بلا اطلاع مطبوعہ اشتہار کی تاریخ بدل دی گئی، جلسہ و نمائش کے داخلہ کو ایک کر دیا گیا، دروازہ کے انتظام لڑکیوں کے ہاتھ میں دیدیا اور جب جلسہ شروع ہوا تو پچاس ساٹھ عورتوں کا مجمع تھا اس تمہید کا خیال تھا کہ ڈیڑھ دو سو عورتیں، تھیں تو میں نے ان ہی کے ذمہ یہ خدمت سپرد کر دی کہ وہ حتی الامکان سب کو گن لیں، انہوں نے دو تین دفعہ شمار کیا لیکن پچاس پچپن سے اوپر نمبر نہ گیا۔ معلوم ہوا کہ ہڑتال کی وجہ سے مستورات نہ آئیں، افسوس ایک وہ عورتیں ہیں کہ جن کی قربانیوں اور سرفروشیوں کے صلہ میں ہڑتالیں ہوتی ہیں اور ایک یہ کہ جو اپنی جنسی بہبودی تک کے لئے ہڑتال کے مصنوعی خطرہ کا بہانہ کر کے گھر تک سے نہ نکلیں۔ ان کی اصلاح دینے والے ضرور مرد ہوں گے جن کی بیداری و ترقی کی خواہش کے فقدان کا یہ بڑا زبردست ثبوت ہے۔ صدر صاحبہ اگر ہار نہ پہنے ہوتیں تو شاید یہ بھی کوئی نہ جانتا کہ کونسی ہیں استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ کا منہ دیکھنے کو ترس گئے، سکریٹری صاحبہ کی رپورٹ سے پہلے دو بہنوں نے پرچوں میں سے کچھ پڑھا، اور ایک نے زبانی شکریہ ادا کیا۔ اسکو آپ استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ کا خطبہ سمجھ لیجئے یا صدارت کی تجویز یا تائید یا تعارف کہہ لیجئے۔ بہرحال اس تمام وقت بلکہ اس سے بھی پہلے سے صدر صاحبہ کرسی صدارت پر موجود

تھیں، پھر سیکرٹری صاحبہ کی رپورٹ ہوئی اور ہم خطبہ صدارت کی تمنا ہی میں رہے کہ مجھے تقریر کرنا پڑی ماسٹکہ میں تقریر لیے کا منہ آنا چاہیے تھا، لیکن صدر صاحبہ نے میری تقریر کی تائید کرتے ہوئے حقیقتاً بہت ہی عالمانہ لیکچر دیا۔ اس کو آپ خطبہ صدارت کا بدل کہہ لیجیے، ایک گھنٹہ گذر گیا اور چونکہ صدر صاحبہ کو فوراً ہی واپس جانا تھا اس لئے جلسہ برخاست ہو گیا۔ سننے والی بہنوں کو اپنی ملنے والیوں سے جو کچھ زمانہ بعد ملی تھیں اس ہی دوران میں گفتگو بھی کرلی، لڑکیوں کو مذاق و ہنسی کا موقع بھی مل گیا۔ اور بعض کو حیرت وتعجب کے اظہار کا وقت بھی میسر ہو گیا، تجویزیں جو پاس ہوئیں اور رپورٹ جو شائع ہوگی اس کو تو کسی مرد کا عام اختراع کہیں گے لیکن ہم نے یہ پاس کیا ہے کہ جب تک مرد اپنے گھروں کی عورتوں کو خود یہ تمام باتیں تفصیل کیساتھ سکھانے کی زحمت نہ گوارہ فرمائیں گے، ان جلسوں کا یہ ہی عالم رہے گا۔ یہ کہہ کر تقریر النساء تو چاء پینے میں مشغول ہو گئیں، لیکن آزاد بیگ صاحب بازی الٹی دیکھ کر سٹ پٹا گئے، چاء کی پیالی جس میں چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی ہاتھ میں لئے ہوئے ذرا گردن نیچے جھکائے چشمے کے اوپر سے تقریر النساء کو بے معنی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ کوئی جواب نہیں بن پڑتا تھا کہ تقریر النساء نے چاء کے بعد تازہ دم ہوکر پھر گفتگو شروع کی اور کہا کہ مرزا صاحب! دیکھئے جہاں مرد عورتوں کی حقیقی عملی امداد کرتے ہیں وہاں عورت کی قوت انتظامیہ کیا کچھ نہیں کر دکھاتی، اس کا ثبوت آپ کو انتظام آباد کی کانفرنس کے جلسہ کی تفصیل سے ملجائیگا جو میں آپ کو صرف اس لئے سنائے دیتی ہوں کہ کہیں تمام بدعنوانیوں کا الزام کہ جو آج کے جلسہ میں ہوئیں۔ آپ دل ہی دل میں عورت کی نااہلیت ناقابلیت اور بدسلیقگی کے سر نہ تھوپ رہے ہوں۔

(انتظام آباد کے جلسہ کی کیفیت مئی کے پرچہ میں ملاحظہ فرمائیں۔) کیپٹن ڈاکٹر نصیر الدین احمد

آنکھوں میں آجا

اے برقِ تاباں جلوے دکھا جا
اے چشمِ حیراں ساغر پلا جا
اے نغمہ افشاں نغمے سنا جا
بے خود بنا جا - آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا - دل میں سما جا

پردے اٹھا دے اے پردہ ساماں
جلوے دکھا دے او جلوہ افشاں
کافر بنا دے اے کفر پنہاں
اے سحر نازاں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

دانتوں کی لڑیاں حوروں کے آنسو
گیسو میں پنہاں جنت کی خوشبو
آنکھوں میں حیراں کچھ شوخ جگنو
اے مست آہو - آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

آنکھوں کی سرخی نرگس فروشاں
پتلی کی بجلی برقِ پریشاں
رخ کی تجلی ایمن بداماں
حسن فراواں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

اے پردہ پرور آنکھوں میں کھو جا
اے سکہ پیکر پلکوں میں سو جا
اے چشمِ کافر حالت پہ رو جا
موتی پرو جا - آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا، دل میں سما جا

آنکھوں میں تو کر او پر ستم جا
اے جانِ مضطر سینہ میں جم جا
سینے سے چل کر آنکھوں میں تھم جا
پلکوں میں رم جا - آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا - دل میں سما جا

او مست ساغر کچھ بے ہشی دے
او بادہ پرور کچھ بے خودی دے
اے قطرۂ تر کچھ تازگی دے
کچھ زندگی دے آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا - دل میں سما جا

بیدار کر دے اے خواب شیریں
ہشیار کر دے اے صبح سیمیں
سرشار کر دے اے جام رنگیں
اے شعر زریں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا - دل میں سما جا

پُر نور کر دے اے ماہ رخشاں
مخمور کر دے اے چشمِ رقصاں
مسرور کر دے اے حسن شاداں
اے برقِ عرفاں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

نفیس جمال بانو

سانپ کا زہر اور منتر

سانپوں کے متعلق عجیب وغریب قصے اکثر سننے میں آئے ہیں، یہ سب جانتے ہیں کہ زہریلے سانپ کا کاٹا ہوا بچتا نہیں البتہ سچا منتر جاننے والا اگر قسمت سے وقت پر ملجائے تو انسان بچ بھی سکتا ہے

سانپ کا قاعدہ ہے کہ کاٹ کے الٹا پھر جاتا ہے اور جو زہر کی تھیلی اس کے تالو میں موجود رہتی ہے، اس کو زخم میں ڈالکر چلا جاتا ہے۔ اگر اسی وقت سانپ کو مار ڈالا جائے تو کہتے ہیں کہ زہر پورا اثر نہیں کرتا۔ یہ بھی منتر والوں کا بیان ہے کہ بظاہر سانپ کا ٹا مردہ معلوم ہوتا ہے مگر تین دن تک اس مردہ صورت میں جان باقی رہتی ہے۔ اگر اس حالت میں حقیقی منتر جاننے والا ملجائے تو وہ اپنے منتر کے زور سے مردہ کو جلا سکتا ہے۔ یہ علم زیادہ تر کامل سادھوؤں میں ہوتا ہے، گو ایسے کامل بہت ہی کم ہیں مگر ہیں ضرور، معمولی آدمی جس کو اس کا شوق ہو تو وہ سانپ کو روکنے کے لئے منتر سیکھ سکتا ہے، اور کامیاب ہوتا ہے لیکن جس قدر زیادہ علم اس شوق کے لئے حاصل کرنا پڑتا ہے، اتنا ہی زیادہ پرہیز بھی لازمی ہے۔ اگر کسی وقت بھی پرہیز کو توڑ دے تو منتر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور پھر کوئی اثر نہیں رہتا اسی لئے منتر جاننے والے کو اصول کی پوری پابندی کرنی پڑتی ہے،

ذاتی تجربہ ایک روز ہم لوگ سویرے باغ میں بیٹھے ہوئے نہاری کھا رہے تھے سامنے کچھ گملے رکھے ہوئے تھے، پھول پتیاں خوبصورتی سے نظر آ رہی تھیں، اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ کوئی لمبی سی چیز آہستہ آہستہ گملوں کے ارد گرد بل کھا رہی ہے۔ میں سمجھ گئی کہ ہو نہ ہو یہ سانپ ہو۔ اسی وقت ہم نے اس ملازم کو فوراً آواز دی جسے سانپ کو وہیں روک دینے کا منتر آتا تھا۔ وہ جلدی سے آیا اور فوراً منتر پڑھنے لگا۔ جوں جوں وہ منتر پڑھتا گیا، سانپ گملے کے اطراف میں بل کھاتا ہوا وہیں کا وہیں بے حس وحرکت رہ گیا اس کے بعد وہ ملازم چلا گیا۔ اور دو اور ملازموں کو بھیجدیا جن کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں وہ دونوں موقع پر پہونچے سانپ بے ہوش پڑا تھا۔ چند لاٹھیاں مارنے پر اس کا خاتمہ ہوگیا، ہم برابر دیکھ رہے تھے کہ منتر پڑھنے کے بعد بمشکل ہٹ سکا اور وہیں کا وہیں رہ گیا اور ختم کر دیا گیا، مارنے کے بعد جب سانپ کو دیکھا تو واقعی بہت زہریلا تھا۔ ملازم سے پوچھا کہ یہ کیسے تم نے منتر پڑھا تھا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ سانپ وہیں کا وہیں رہ گیا، تم نے خود کیوں نہیں مارا، دوسرے ملازموں کو اسکے مارنے کے لئے کیوں بھیجا۔ اسپر ملازم نے کہا کہ حضور اگر میں مارتا تو ہمیشہ کے لئے منتر کا اثر جاتا

دوسرا واقعہ ایک پہاڑی پر ایک کوٹھی خوشنما بنی ہوئی تھی اسکے اطراف میں اکثر سانپ نظر آتے تھے، ایک پہرہ دار کو کمال کے منتر آتے تھے۔ اس نے اپنے منتر کے زور سے سانپوں کو مسحور

گیا تھا۔ ہمارے عزیزوں کو بیحد شوق تھا کہ اس منتری کا کسی موقع پر کمال دیکھیں۔ ایک روز ایک ملازم دوڑا ہوا آیا اور کہا حضور یہی اب موقع ہے تشریف لائیے۔ سب چلے اور باغ کے اس حصہ میں پہنچے جہاں جہاں بڑے لمبے سانپ دوسے آتے دکھائی دئے۔ سب لوگ بہت ڈرے۔ مگر منتری نے اشارہ کیا کہ کوئی حرج نہیں، کچھ نہیں کرسکتا، اور نہایت چالاکی سے گول خط لکڑی سے زمین پر کھینچ کے اسی سانپ کو اسی دائرے میں بند کردیا اس نے منتر پڑھ پڑھ کے دائرہ میں گھیر لیا ○ سانپ کے منہ سے خون نکل رہا تھا اور اس کی یہ کیفیت تھی کہ وہ دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا رہا مگر جب ہی دائرہ کے پاس آتا اور واپس لوٹ جاتا، مجال نہیں کہ دائرہ سے باہر چلا جائے، دیوانہ وار چوگرد پھرتا رہا، مگر دائرے سے باہر نہ نکل سکا اسی حالت میں اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ بھی چشم دید ہے یہ واقعہ کسی اور نے دیکھا ہو مگر اسکو صحیح مانتے ہیں بڑے پنڈتوں سے اس قسم کی باتیں سن چکے ہیں

تیسرا واقعہ

ایک گاؤں میں کسی بچے کو سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر چڑھتے چڑھتے بالکل مردہ ہو گیا، اسکی تجہیز تکفین کی تیاریاں ہونے لگیں اور قریب تھا کہ جنازہ لے اٹھے اتنے میں ایک سادھو پھرتا پھرتا ادھر آنکلا، اور پوچھنے لگا کہ مرنے والے کو کیا ہوا تھا، لوگوں نے ساری کیفیت بیان کی، سادھو نے کہا کہ ذرا مجھے بھی دیکھ لینے دو، شاید کچھ میں مدد کرسکوں فوراً لوگ اسے اُسکے پاس لے گئے۔ اس نے بغور دیکھا تو کہا کہ بے شک بظاہر یہ مردہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زہر خوب چڑھا ہوا ہے۔ مگر ابھی یہ زندہ ہے، جی اٹھے گا۔ سب لوگ ششدر رہ گئے، اور جو کچھ سادھو نے کہا وہ کیا گیا،

سادھو نے کہا، ایک برتن میں دودھ لیکر آؤ، حاضرین میں سے لیکر آ گئے۔ اس کو سادھو نے مردہ کے ایک طرف رکھا۔ خود پاس بیٹھا اور منتر پڑھتا گیا۔ اور چار کنکریاں اٹھا کر چاروں جانب پھینکیں یعنی مغرب مشرق جنوب اور شمال، اور وہ منتر پڑھتا گیا، اتنے میں حاضرین نے دیکھا کہ ایک طرف سے ایک بڑا اژدہا چلا آرہا ہے سب لوگ خوف کے مارے بھاگے اور ڈرے، منتری نے کہا کہ دیکھو جاؤ مت کچھ ایذا نہ ہوگی سب لوگ سہمے ہوئے دیکھتے رہے کہ یہ کیا کرتا ہے اور کیا ہوتا ہے، اتنے میں سادھو کے قریب سانپ جا پہونچا، سادھو نے سانپ کو بہت کچھ ملامت کی اور کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ کاٹ لیا۔ چل جا کر زہر چوس۔ منتر کے زور سے سانپ زخم کے پاس گیا اور زہر چوس چوس کر دودھ میں ڈالتا گیا۔ دودھ بالکل ہرا ہو گیا۔ اور مردہ میں زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ تمام زہر نکل گیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد سانپ اپنا سر پٹک پٹک کے مر گیا،

زہرا بیگم فیضی،
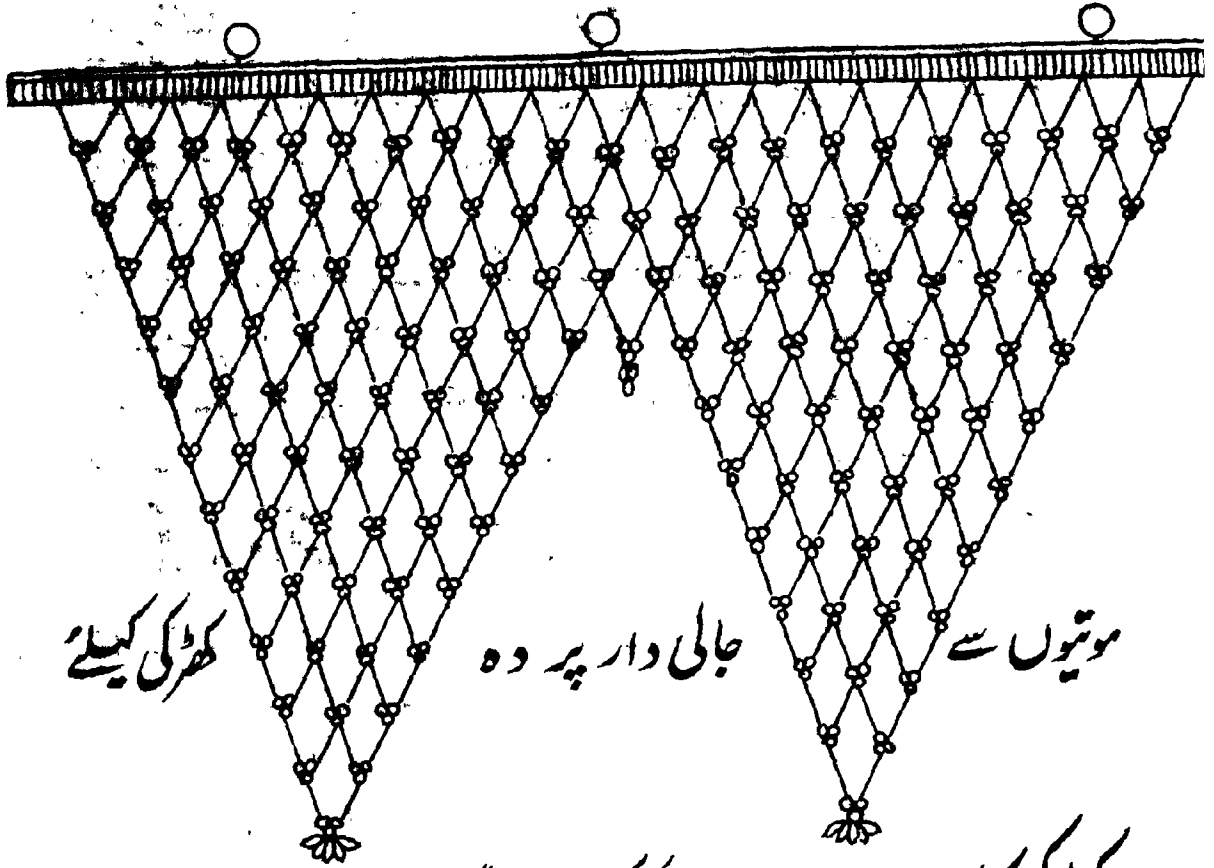
کھڑکی کا جالی دار پردہ

یہ پردہ کھڑکی پر مناسب ہوگا۔ دونوں طرف دو۔ دو برنجیوں میں اٹکادیں تو بیچ میں ہوا آنیکو جگہ رہے گی، سنہری نلکیوں اور سبز موتیوں سے بنایا جائے لکڑی میں سوراخ کرا کر ڈورا ڈال دیا جائے۔ یا اگر پٹی بنائی ہو تو اس طرح بنائیے۔

دو لڑیاں موتیوں کی پرو لیجئے۔ پھر ایک لکڑی کے پہلے موتی میں سے سوئی نکال لیجئے، اور نلکی کا نصف ٹکڑا ڈالکر دوسری لڑی کے موتی میں سے نکال لیجئے۔ اسی طرح پوری پٹی بنے گی، اب کھڑکی کے برابر ناپ کر لکڑی یا پٹی میں ڈورے سے ڈال لیجئے۔ اور نلکیوں کے دو دو ٹکڑے کر لیجئے، اور تمام لڑیوں میں نصف نصف ٹکڑے اور ایک ایک موتی پرو لیجئے۔ پھر دو لڑیاں ملا کر ایک موتی پروئیے۔ اسی طرح سب لڑیوں میں پروئیے۔ اب ان دو دو لڑیوں میں الگ الگ نلکی کا نصف ٹکڑا اور ایک ایک موتی پرو کر دائیں بائیں کی دوسری لڑیوں میں ملا کر ایک موتی پرو لیجئے۔ جب اس طرح تین خانے بن چکیں تو دونوں طرف برابر برابر گن کر الگ الگ بنانا شروع کر دیجئے۔ ہر مرتبہ دونوں طرف ایک ایک خانہ کم ہوتا جائیگا جب ایک خانہ رہجائے تو چار چار صراحی دار موتیوں کے گچھے بنا کر لگا دیجئے،

شرافت بیگم

ساڑی کیواسطے کارچوبی انگوری بیل

سلمہ کا کام

اشیاء ضروری: موٹے تار کا سنہری سلمہ، سنہرے ستارے۔ سنہرا چوپہلہ سلمہ۔

اس بیل کی ساری کے کنارے ڈیزائن کریں، ٹہنیاں موٹے تار کے سلمہ سے اور پتیاں چوپہل سلمہ سے بنائیں، اور ہر انگور (یعنی گول نشان) پر ایک ایک ستارہ ٹانک دیں۔ بہت خوبصورت بیل تیار ہو گی، مخملی فیتہ پر بھی بنا کر ساری کے کنارے ٹانکتے ہیں۔ زیادہ مضبوط ہوتا ہے،

مس رقیہ خانم کلکتہ
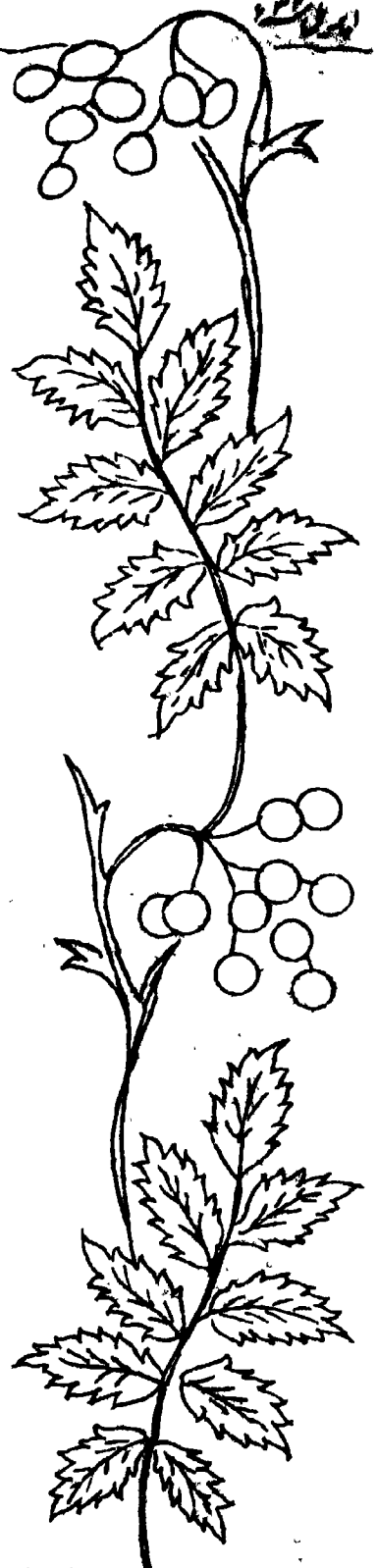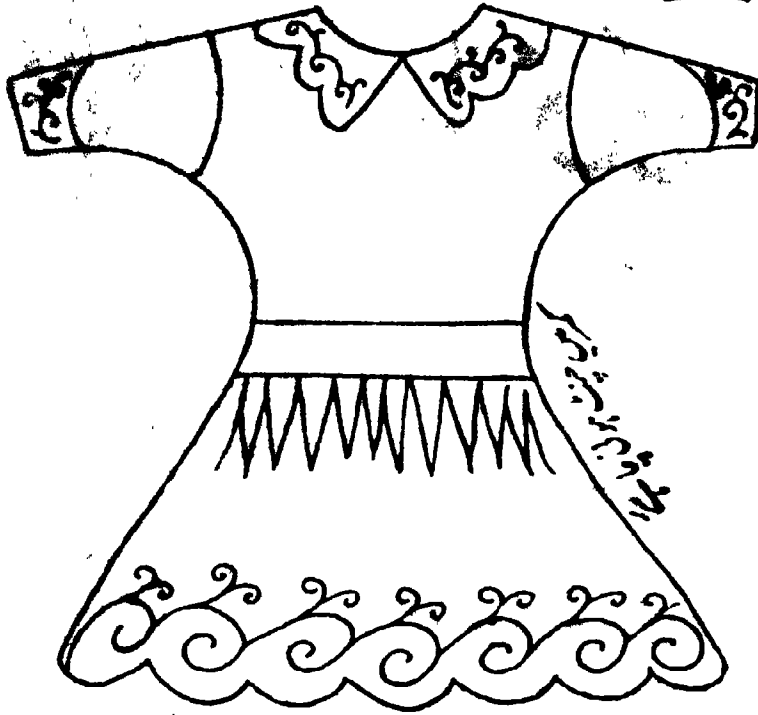
انگلش کٹ فراک

تراش کی ترکیب یہ فراک الگ الگ تراشا جاتا ہے۔ کرتہ آستینیں گھیر سب علیحدہ تراش کر رکھو کمر کے واسطے چار انگل چوڑا ایک پٹی کمر کے ناپ سے کف کولر وغیرہ۔ یہ سب تراش رکھو گھیر کو نہ کترکے کنگورا کاٹ لو۔ پھر سلائی شروع کرو،

سلائی کی ترکیب کرتے کے دونوں پہلو سی لو، پھر آستین سی کر یعنی کف وغیرہ لگا کر کرتے کا مونڈھا تراش کر آستین جوڑ دو، گلا تراش کر کولر لگا لو، اور پیچھے کے جانب کرتے کو گردن سے کمر تک چاک کرکے دو طرف دو پٹی کاج بتام کے واسطے لگا یا جائے پھر کرتے کی کمر میں وہ چار انگل چوڑا پٹی جوڑ کر گھیر میں چنٹ لگا کر پٹی کا دوسرا سرا گھیر میں جوڑ دو فراک تیار ہو گیا، اب گھیر کے دامن میں اگر موتیوں کا کام یا کشیدہ کاری کا کرنا ہو تو مطابق خاکے کے ڈی ایم سی دھاگے سے کاڑھ لو، اسی طرح کف اور کولر پر بھی کاڑھ ہو، بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔ اور گھیر میں چنٹ جس قدر زیادہ ڈالی جائے گی خوبصورت ہوگا، گھیر کم کپڑے کا نہ کرو،

عالم آرا بیگم — کلکتہ

مستقل عنوان

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

رنگ سے حسن میں اضافہ صاف گورے رنگ یا سنہرے بالوں والی بیبیاں سبزی مائل نیلا، سنہری زرد یا سیاہ لباس [illegible] پہن لیں شام کے وقت سفید لباس زیادہ خوبصورت معلوم ہوگا۔ جس بی بی کے بال بہت سیاہ ہوں شوخ سرخ، سبز گہرا عنابی، آتشیں، زرد، قرمزی، سبز رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہیں،

جو بیبیاں نہ گوری ہوں نہ کالی ان کے لئے موزوں لباس کا انتخاب ضرور مشکل ہے وہ اپنی آنکھوں کی رنگت اور روپ کے طرز پر غور کریں۔ اگر آنکھیں بالکل نیلی ہیں تو آسمانی لباس حسن میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ اگر ان کا رنگ سبزی مائل نیلگوں ہے تو وہ [illegible] سبزی مائل رنگ پسند کریں اس سے ان کی دلکشی اور تازگی دونوں کی آب آجائیگی۔ اگر آنکھیں زرد یا [illegible] سبزی مائل [illegible] سے ملتے جلتے رنگ اختیار کریں،

اب روپ دیکھا جائے۔ اگر یہ ایسا ستھرا ہے کہ اس میں کوئی رنگ نہیں پایا جاتا تو ہلکا زرد و سبز کپڑا پہن کے وہ خوش رنگ لگیں۔ روپ رنگین ہے تو گہرا زردی مائل سرخ زیادہ موزوں ثابت ہوگا اور پہننے والی تندرست باہر پھرنے والی بیبیوں کا نمونہ معلوم ہوگی، اگر کسی کا رنگ و روپ سانولا ہو تو کمدر ہونے کی کوئی بات نہیں۔ کپڑے کی موزوں رنگت منتخب کرنے سے وہ بہت دلکش بن سکتی ہیں۔ پیلا رنگ ان کے لئے موزوں نہیں کیونکہ اس سے ان کا رنگ بغیر کسی آمیزش کے اور بھی کملائیگا انہیں تو نہایت تندرستی کا سرخ رنگ پسند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ رنگ ڈھگا ہو لیکن اس میں ایسی شوخی جو آنکھوں کو چبھ نہ جائے۔ ایسی بی بی جب کپڑا پسند کریں تو ایسا رنگ پیش نظر رکھیں جو گہرے بھورے پن سے سرخی امتیاز کرے

ہاتھوں کی زیبائش [illegible] صابن کی جگہ استعمال کرنے سے ہاتھ زیادہ صاف ہو جاتے ہیں، انگلیوں کی پشت پر اور ان کے آخری جوڑوں پر [illegible] گرم [illegible] بعد میں [illegible] جلد ملائم کرنے کے لئے کھردرے پتھر پر کولڈ کریم چپڑ کے ہاتھوں اور بازوؤں پر [illegible] یہ عمل احتیاط سے کیا جائے تو جلد سخت نہیں ہوتی اور فضول بال بھی پیدا نہیں ہوتے [illegible] پانی سے [illegible] اگر ہاتھ [illegible] ہوں تو یہ سفوف بنالو۔ الکسا [illegible] زنک دو ڈرام، بورک ایسڈ دو ڈرام، [illegible] پاؤڈر چار ڈرام [illegible] ایک اونس [illegible] ایک اونس۔ یہ سفوف عرصہ تک کام دیگا اور [illegible] ہاتھوں کے لئے بہترین چیز ہے۔ جلنے کے آنے سے ہاتھ دھونے کے بعد گرم صابن کے پانی میں تھوڑا سا [illegible] دو منٹ تک انگلیاں ڈالے رکھو۔ پھر خشک کرڈالو اور ناخنوں کو کتر ڈالو، اس کے بعد ناخنوں کے گرد کی کھال کو [illegible] سے پیچھے کو اس طرح سرکاؤ کہ نصف چاند کی شکل اختیار کرلے، پھر الکسا [illegible] ٹارٹرک ایسڈ پاؤڈر اور ٹیلکم پوڈر کے ساتھ ملا کے اس سے ناخنوں پر لگاؤ۔ یہ سفوف روزانہ استعمال نہ کرنا چاہیئے، ہفتہ میں تین مرتبہ بہت کافی ہے، [illegible] صاف کرنے کے [illegible]

[illegible] ہونے تک یونہی رکھی رہنے دیں ان کو کریں اور پھر لگائیں،

[illegible] ‏Astringent lotion کو جذب کرنے والے روئی میں بھگو کے ٹھوڑی پر باندھ لینا ایک موثر ترکیب ہے [illegible] یا اس کے خشک ہونے تک لگا رہنے دیں۔ ٹھوڑی ذرا بھی ڈھیلے ہونے کی علامت ظاہر کرے تو سر کے نیچے بجائے تکیہ [illegible] چھوڑ دیں اور ساری رات کے لئے مستقل طریقہ کریں جب تک ٹھوڑی میں درست سلسلہ پیدا ہو،

[illegible] بلند رکھیں، کیونکہ اس سے پٹھے ٹھیک کے درست ہوتے ہیں سر کو جھکانے اور موڑنے کی ورزشیں ہر روز [illegible] پانچ منٹ تک کرتے رہنے سے چہرہ میں شباب کی سی موزونیت پیدا ہوگی ٹھوڑی اور گردن کی درستی کا ایک [illegible] طریقہ یہی ہے کہ ایک پر ہوا میں اڑائیں اور اسے پھونکیں مار مار کے ہوا میں اڑتا رکھیں،

آنکھوں کا بڑھاپا۔ صورت شکل اور جسم کی غور و پرداخت بیکار اور محض فضول ہے اگر آپ اپنی آنکھیں تھکی ماندہ اور بیمار ہو جانے دیں، اس سے زیادہ کسی اور طریقے سے زیادہ بڑھاپا نہیں برستا۔ اگر آنکھوں کی کما حقہ نگہداشت کیجیئے تو یہ اپنی مالکوں کو اصلی عمر سے کہیں زیادہ عمر کی ظاہر کرنے لگتی ہیں۔

جن بیبیوں کی آنکھوں کے نیچے کھال کا رجحان پھولنے اور بدرنگ ہونے کی طرف ہوا نہیں سر پر کا سنگھار یا ڈگنڈ کے آرام سے شروع کرنا چاہیئے، ایک روئی کا رومال ایک سو تھنگ لوشن میں بھگو کے بند آنکھوں پر رکھا دینے دیں یا زلہ دوں میں اس قسم کے بہت سے لوشن ملتے ہیں اور سنگھار کی چیزیں بیچنے والے دوکاندار ان کا خاص اشتہار دیتے رہتے ہیں لیکن سادگی اور اثر میں کوئی دوا بوریک لوشن Boracic lotion یا چار کے پتوں کے پانی کا مقابلہ نہیں کر سکتی،

جب چشم بیمار نیچے گوشت و کھال ڈھیلی چھوڑ دیں، تو کھال کسنے والے لوشن کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے اس میں ایک ذرہ کی سفیدی پھینٹ کر ملانے سے اس کا اثر تیز ہو جاتا ہے اور پٹھے تن جاتے ہیں اور جھریاں دور ہو جاتی ہیں۔ لوشن تھپکی سے جذب کرا کے اس ترکیب سے کھال تن جائے اور کھنچنے نہ پائے آج کل رنگین ایری نائیڈ [illegible] کے چھوٹے چھوٹے دور تپکی دینے والے ([illegible]) چندلانے میں بازار سے مل سکتے ہیں اور ہر بی بی کے سنگھاروں میں ان کا ہونا ضروری ہے، اگر آپ کو کم فرصتی کی شکایت ہے تو تولیہ کا کچھ حصہ گرم پانی میں ڈبو کے بند آنکھوں پر رکھا تھوڑے سے وقت میں بہت کچھ کام دے جائیگا،

چند انگریزی کھانے شارٹ بریڈ ایک مزیدار چیز ہے، آٹھ چمچے میدہ، پاؤ بھر مکھن، چھ چمچے کیسٹر شکر ایک چٹکی نمک، ایک لیموں کا چھلکا اور عرق لیں مکھن اور میدہ ملا لیں پھر مصری اور نمک ملا لیں کسی کونڈے میں انہیں خوب گوندھیں پھر بیکنگ ٹین میں پھیلا کے نصف انچ موٹائی رکھیں، جب پتلے پر پھیلا کے تنور میں رکھیں اسے چکنا کریں کسی کانٹے سے اسے گود لیں اور اسے تنور میں ہلکی آنچ پر پکالیں یہاں تک کہ اس کا رنگ بھورا ہو جائے، ٹھنڈا ہونے پر مربع ٹکڑے کاٹ لیں، ان پر چھنی ہوئی تھوڑی سی سفید بورا اور میدہ چھڑک دیں۔

سیر زمین

زمین سے سولہ میل اوپر — چند ماہ کا ذکر ہے کہ بلجیم کے ایک پروفیسر نے زمین سے دس میل اوپر پرواز کی۔ ایک بند تا سا مقام وہ اتھا اس نے ایک بڑا غبارہ استعمال کیا جس میں ایک ایلومینیم کا لمبا کرہ لٹکا دیا تھا جو بیرونی اثرات سے بالکل محفوظ تھا وہ بڑی تیزی سے اس بلندی پر پہنچا۔ اس کے ساتھ اس کا نائب بھی تھا۔ اس جگہ ہوا نہایت رقیق ہے اور زمین کے قطب سے وہ مقام بہت اونچا ہے۔ زمین کے خط سے مراد زمین اور اس کا کرہ ہوائی ہے،

اب انگلستان کے دو بھائیوں نے اس سے زیادہ بلندی پر اڑنے کا ارادہ کیا ہے، انہوں نے ایک جہاز بنانا شروع کیا ہے جس میں وہ زمین سے ۱۵ یا ۱۶ میل اوپر اڑ جائیں گے۔ رفتار اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ وہاں گھنٹہ بھر میں پہنچ جائینگے وہاں وہ کافی دیر رہ کر ہوائی کیفیات کا مطالعہ کرینگے اور پھر آہستہ آہستہ اترنا شروع کردینگے اس ساری مہم میں چھ سات گھنٹے لگیں گے اس تمام عرصہ میں وہ اپنے آلات سے زمین تک پیغام بھیجتے رہیں گے۔ وہ جہاز المونیم دھات سے کچھ اس طرح بنایا جارہا ہے کہ جو ہوا وغیرہ اس قسم کے مادوں کا اس پر مطلق اثر نہ ہوگا۔ سانس لینے کا ایک خاص آلہ رکھا جائیگا،

ان بھائیوں سے پہلے ایک ہنگری کے امیر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس نے خاص قسم کا جہاز بنوانا شروع کر دیا ہے جس میں وہ گیارہ میل اوپر اڑیگا۔ وہ کہتا ہے کہ کچھ خطرہ کی بات نہیں ہمارا جہاز بیرونی اثرات سے بالکل محفوظ ہوگا، اور اگر کچھ خطرہ بھی ہوا تو ہم غبارہ سے اپنا کشتی نما کو فوراً کاٹ دینگے اور زمین پر آجائیں گے،

پونے سات روپیہ فی لفظ کماتا ہندوستان میں مصنف بیچارے فاقہ مستی میں دن بسر کرتے ہیں اور جو کماتے بھی ہیں ان کا مقابلہ یورپ و امریکہ کے مصنفوں کی کمائی سے کیا جائے تو آدمی حیران رہجاتا ہے، جب سے ایڈگر ولیس مشہور ہوا مرتے دم تک اس نے ایک کروڑ ۳۳ ہزار روپیہ کمایا۔ دنیا کا مالدار ترین مصنف نوئل کاورڈ ہے، اس کی عمر ۳۲ سال ہے۔ گزشتہ چار سال سے اس کی آمدنی تقریباً پونے سات لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ معاہدے کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ آئندہ دس سال تک اپنے ناولوں اور دیگر تصانیف اور فلموں سے وہ یہی رقم ہر سال کماتا رہیگا۔

چار سال قبل برنارڈ شا کی سالانہ آمدنی پونے پانچ لاکھ روپے سالانہ تھی، [illegible] کی چار لاکھ، روڈیارڈ کپلنگ کی چار لاکھ، ایچ جی ویلز کی تین لاکھ ۴۳ ہزار روپے سالانہ تھی۔ ملنی بچوں کے مطلب کی کتابیں لکھ لکھ کے اتنی بڑی رقم کماتا تھا۔ ان کے علاوہ ایسے نصف درجن مصنف ہیں جو ادیب بننے کی تجویز کو حقارت سے نامنظور کردیں وہ دو لاکھ سے ڈھائی لاکھ روپے سالانہ کماتے ہیں۔ ایک کتاب "سفر کا انجام" نے اسکے مصنف کو پونے سات لاکھ روپے کما کے دئے۔ ایک اور مصنفہ کو "اچھے رفیق" نے بھی اسے زیادہ رقم ملنے کی امید پیدا کر دی ہے،

عورتوں کی حکومت کا ایک دن ۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اور وِرا (ایلی نائس) دنیا بھر میں ایک ایسا شہر ہے جس پر از سرتاپا عورتوں کی حکومت ہے۔ یہ اس سلسلہ میں ہر سال فروری ۲۹ دن کا ہوتا ہے شہر کی کمیٹی کے مہر ۱۲ کنواری لڑکیوں کے حق میں دستبردار ہو جاتے ہیں سو متعلق عہدیدار جن میں بنکوں کے صدر دکانوں کے ہتمم ہوٹلوں کے سردار اور اخباروں کے ایڈیٹر وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے کے لئے اپنی جگہ عورتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں اس پانچ ہزار نفوس کے شہر میں ہر کام عورتوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جن میں سے اکثر نوجوان ہوتی ہیں، پولیس کا افسر اعلیٰ مسٹر فلوڈ تھی، وارڈ کے حق میں دستبردار ہو گیا اور پولیس کے مجسٹریٹ نے اپنی وردی ایک دوسری عورت کے حوالہ کر دی ایک ۲۲ سالہ گوری عورت نے جس نے حسن کا انعام حاصل کیا تھا اپنی ناک پر پوڈر چھڑکا اور آگ بجھانے کے دستہ کا چارج لے لیا۔ اسی طرح ایک درجن لڑکیوں نے صبح کے وقت اپنے اپنے عہدے سنبھال لئے،

جوئے کی رقم پھینکدی ۔ نیس میں مسز فاولر ایک امریکی بی بی نے ساری عمر جوا نہ کھیلا تھا۔ لیکن اتفاق سے کسی دن اسے شوق چرایا۔ وہ قمار خانہ میں کھیل میں مصروف ہوئی۔ اور ساڑھے سات ہزار روپیہ جیت گئی، قمار خانہ کے کمرے سے نکل کے وہ ایک جگہ بیٹھ گئی اور سر پر ہاتھ دھر کے سوچنے لگی اور اس کے دل نے فیصلہ کیا کہ جوئے سے جیتی ہوئی رقم پاس رکھنی ناجائز ہے۔ بغیر کسی مزید پس وپیش کے اس نے اس کمرہ کی کھڑکی کھول اور نوٹوں کا پلندہ نیچے پیدل جانیوالوں کے سروں پر بکھیر دیا۔ اس نے بعد میں کہا کہ میرے دل میں اس طریقہ سے بڑا اطمینان ہوا۔ میں نے جوا کھیلنے کے سنسنی خیز جذبات کا لطف بھی اٹھا لیا۔

ایک عجیب جھیل ۔ کپتان ہیروڈ وہائٹ جن کا قد چھ فٹ سات انچ ہے اور انہیں ان کے دوست "بچہ" کہہ کے پکارا کرتے ہیں حبش گئے وہاں ایسے مقامات پر انہیں جانیکا اتفاق ہوا جہاں کے باشندوں کے لئے سفید چہرہ ایک حیرت انگیز چیز تھا۔ انہوں نے وہاں کالی آبادی والے شیر ببر پالے اور ایک لمبی چوڑی جھیل جس کا نام سٹیفانی ہے نظر آئی جہاں گذشتہ پچیس سال میں کوئی سفید رنگ کا آدمی نہیں گیا وہ جھیل اب خشک ہو گئی اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے خشکی ہی خشکی نظر آتی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ٹڈیاں پیدا ہو کر قافلوں میں روانہ ہوتی اور مشرق والوں کو دق کیا کرتی ہیں، کپتان موصوف کے ساتھ بجلی کی روشنی کا سامان اور ایک فونوگراف تھا حبشی انہیں دیکھ دیکھ کر سکتہ کی حالت میں رہ گئے اور اسکو خدائی علامت سمجھنے لگے ان لوگوں کے کنوئیں ایک ہزار فٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ گہرے ہوتے ہیں، صدیاں گزریں انہیں ان نسلوں نے کھودا تھا جو اب معدوم ہو گئیں اب یہ کنوئیں بھی خشک ہوتے جاتے ہیں اور یہ لوگ پریشان ہیں، پانی کی کمی کی وجہ سے ان کے مویشیوں کو ہر چوتھے دن ایک مرتبہ پانی ملتا ہے

امریکہ میں غسل کی ابتدا ۔ ریاست ہائے متحدہ میں کسی زمانہ میں غسل کو بہت برا سمجھا جاتا تھا، چنانچہ جب وہاں پچھلی صدی کے وسط میں ایک حمام قائم کیا گیا تو وہاں کے اخبارات نے دہشت زدہ ہو کر اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا،

یہ ایک بیہودہ اور عیش پرستی کا کھلونا انگلستان سے اس ملک میں لایا گیا ہے جس سے جمہوریت کی عام سادگی کی تخریب مقصود ہے۔ اس سے پہلے ریاست ہائے متحدہ کے باشندے دن کے اکثر حصہ میں بے غسل رہتے تھے اگر کوئی شامت کا

الغرض یہ حالت تھی جو زیادہ غسل کا اہتمام کرتا تو اس پر مہمل پن کی پھبتی کی جاتی۔ ہندوستان کا ایک روئی اور غلہ کا ایک سوداگر ٹیرم تامسن نامی
جب انگلستان میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ غسل خانے بھی کوئی چیز ہے۔ انگلستان میں اس نے لارڈ جون رسل کا ٹب دیکھا۔ وہ
پہلا انگریز تھا جس نے اپنے گھر میں ایک بڑی سی بالٹی نہانے کے لئے بنا رکھی تھی وہ اس میں بیٹھ کے پانی میں ڈبکی لگایا کرتا تھا اور
وہیں کے دوست اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے، جب تامسن امریکہ واپس آیا تو اس نے اپنے لئے ایک بڑا غسل خانہ بنایا تعمیر کرلیا، اور
اس نے اپنے کنوئیں میں ایک پائپ کھینچنے کی نالی لگائی اور چند پمپوں کی مدد سے اس کا پانی پہنچ کے اپنے مکان کی دوسری منزل
میں سکے ہوئے حوض میں ڈالتا تھا۔ اس میں سے چند نلیاں نکال کے ایک دودکش میں پہنچائی گئیں، ان کے نیچے آگ جلا دی جاتی تھی
جس سے پانی گرم ہوجاتا تھا۔ ان دنوں میں بڑا اہتمام سمجھا گیا۔ مہاگنی لکڑی کا حوض تھا جو سات فٹ لمبا اور چار فٹ چوڑا تھا اور ۱۷۵۰
پونڈ وزنی تھا پانی بھر کے وزن زیادہ ہوجاتا تھا اس لئے اسکے نیچے بھاری ستون لگائے گئے اخباروں نے اس بدعت پر اظہار نفرت
کیا اور ڈاکٹروں نے مشہور کیا کہ غسل کرنے کی وجہ سے بادی کے بخار، پھیپھڑوں کی سوزش اور دیگر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں،

۱۸۴۳ء میں فلاڈلفیا کی کونسل نے غسل کی ممانعت میں قانون بنانے پر غور کیا لیکن صرف دو ووٹوں سے صفائی کا
مسئلہ غالب رہا اور جب نہانے والوں سے مواخذہ کرنا چاہا چنانچہ تیس ڈالر یعنی تقریباً چھ پونڈ ٹیکس ہر غسل کرنیوالے پر لگایا گیا جو
بعض شہروں میں قائم ہوگئے تھے اور نہانے والوں پر بھی زبردست ٹیکس لگایا گیا،

۱۸۵۱ء میں یہ نہانیکا مسئلہ صدر جمہوریت تک پہنچ گیا لیکن اس سال اس وقت کے صدر نے جمہور اور ڈاکٹروں کی رایوں کے
خلاف ایک غسل خانہ تعمیر کرایا، اس نے تامسن کے غسل خانہ کا حال سن کے صدارت کے محل میں ایک غسلخانہ بنانیکا ٹھیکہ دیدیا۔ لوگوں نے
بجائے حکومت کے اس فعل پر لعن طعن کیا لیکن صدر کی اس مثال نے آہستہ آہستہ مقبولیت حاصل کی اور ۱۸۶۰ء میں نیویارک کا ہر شخص
اپنے ساتھ ایک غسلخانہ رکھنے کا فخر کرنیلگا اور بعض میں دو تین بھی ہوتے تھے،

صحت کا کمرہ، برلن میں ایک بیضوی شکل کا دھات کا کمرہ بنایا گیا ہے، اس میں آدمی روشنی کا غسل لینے کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے
پہلو میں ایک قبضہ دار مڑنے والا دروازہ ہے جس سے اندر جاتے ہیں۔ اندر کا حصہ نہایت صیقل شدہ المونیم کا ہے، اس سے
روشنی باقاعدگی سے مسلسل پڑتی رہتی ہے اور ادھر ادھر نہیں جاتی چھت میں ہوا کے لئے ایک سوراخ ہے اس کمرہ سے یہ فائدہ
ہے کہ صحت بخش روشنی جسم کے ہر حصہ پر پڑتی ہے۔ اس طریقہ سے عام جسمانی بیماری اور کسی خاص پٹھے کی تکلیف کا یکساں علاج
ہوجاتا ہے، جسمانی اور روحانی اس طریقہ سے جاتے رہتے ہیں۔ یہ روشنی بالکل پہاڑی اور سمندری مقامات کی روشنی جیسی ہے۔

ایک عجیب درخت برن سوئٹزرلینڈ میں ایک کھیت ہے جہاں ایک درخت سے پانی نکلتا رہتا ہے، پہلی نظر میں ایک
بناوٹی چیز معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا غور سے دیکھئے پر معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بھی قدرت کا ایک پرلطف کرشمہ ہے جب تک یہ درخت لمبا چوڑا
تھا آورد ہو گیا وہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا، پھر ایک ذرا سی درازسے پانی نکلنا شروع ہوا جوں جوں زیادہ ہوتا گیا یہ چشمہ بڑا ہوتا
گیا حتی کہ اب وہاں سے ٹھنڈا اور صاف پانی ابلتا رہتا ہے جو ایک کھیت کی خوب سیرابی کرتا ہے کسان نے درخت کے

نیچے ایک کونڈا رکھ دیا ہے چنانچہ مویشی یہاں آ کر اسکا عجب پانی پیتے ہیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ آخر چشمہ یہاں سے کیسے پھوٹ نکلا
اس بڑھتے ہوئے درخت کی جڑ یا کسی زیر زمین چشمہ میں جا پہنچیں اور پانی کی بوند اس درخت کے کھوکھلے حصہ میں جمع ہونے لگی
اور ایک دن زیادہ ہو کر باہر نکلنی شروع ہو گئی،

پھلجھڑیاں

فرانس کے ایک قصبہ میں پیٹوؤں کا مقابلہ ہوا جیتنے والا بیئر کی چار دانیں دانتہ کے پانچ پیالے چار کے تین قدے اور دو سیر چھوٹے بسکٹ ڈکار گیا۔ مس فنشن گٹ ایک خوبصورت فرانسیسی رقاصہ ہے کہا جاتا ہے کہ اسکی ٹانگیں دنیا بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور ہر ایک ٹانگ ایک ایک لاکھ روپے کے لئے بیمہ شدہ ہے۔ یہ عورت ہوائی جہاز کے ذریعہ پیرس سے لندن آئی تھی، وہاں اس نے کہا تھا کہ میں اڑنا چاہتی ہوں اور اگر میں اڑ سکتی تو سوائے اسکے اور کسی طریقہ سے سفر کرنا گوارا نہ کرتی۔ شہد کی مکھی کے چھتہ کے ایک مربع فٹ میں نو ہزار کوٹھریاں ہوتی ہیں،

ایرانی مجلس میں ایک نیا مسودہ قانون زیر بحث ہے، شادی کی عمر بجائے نو سال کے پندرہ سال کر دی گئی ہے اگر کوئی بیوی والا شوہر دوسری شادی کرے وہ اپنی پہلی بیوی کو اس کا علم کرے ورنہ شادی منسوخ ہو، آئندہ شوہر کو ہی حق طلاق حاصل نہ رہیگا۔ کابین نامہ میں جو اقرار شوہر بیوی کے حق میں کرے اس کا پابند ہوگا۔ اسی طرح بیوی بھی اپنے شوہر سے نیک چلن رہنے کا تحریری وعدہ لے سکتی ہے یہی خلع ہے جس کیلئے مولانا راشد صاحب غل مچا رہے ہیں اور ہندوستانی مسلمان بیبیوں کو محفوظ بنانا چاہتے ہیں،

جنیوا میں جو تخفیف اسلحہ کی مجلس ہو رہی ہے اسکے بڑے کمرے میں ایک ہزار سے زیادہ ٹیلیفون کے تار لگے ہوئے ہیں ممبروں کی کرسی پر پانچ پانچ بٹن ہیں کسی غیر ملک کا نمایندہ تقریر کر رہا ہو اور آپ اسکی زبان نہ سمجھتے ہوں ٹھیک بٹن دبا دیں اس مقرر کی زبان کا ترجمہ آپ کے کان میں پڑنے لگیگا، گویا یہ آلہ ترجمان کا کام کرتا ہے۔ چلو ہوا ہوا میکسیکو میں ایک دن میں طلاق حاصل کرنیکا قانون نافذ ہوگیا ہے اسکی رو سے ڈاک کے ذریعہ طلاق حاصل کیجا سکتی ہے۔ عدالت کی فیس ۱۳۳ روپے پانچ آنے ہے،

عورتوں کی ورزش اور موجودہ آزادانہ طرز معاشرت کا یہ اثر ہوا ہے کہ انکے پاؤں بڑے ہونے لگے ہیں، برٹش میں ایک نمائش جسمیں ۱۸۰۰ء سے اب تک کے ناپ رکھے گئے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ کی زنانہ جوتیاں اب کسی کے پاؤں میں نہ آئیں۔ لندن کے ایک جوتہ فروش نے کہا کہ ۲ یا ۳ نمبر کی جوتی ۲۰ و ۳۰ برس پہلے عام طور سے بکتی تھی اب اسے منگاتے ہی نہیں اور تین نمبر کی جوتی بھی جو اس زمانہ میں خاصی بکتی تھی اب کوئی نہیں مانگتا۔ اوسط ناپ اب نمبر ۵ ہے گو نمبر ۸ بھی اکثر مانگ لیا جاتا ہے۔

امریکہ کے حکیموں نے تجربہ کے بعد یہ امر ثابت مانا ہے کہ مرنے کے بعد [illegible] معدہ و جگر درست رہتے ہیں اور مرنے کے پانچ منٹ بعد آدمی کے دماغ میں تغیر واقع ہوتا ہے۔ چینی ملنے کے لئے جلدی جلدی گلہری کھا لیتے ہیں۔ ابابیل کا گھونسلا انکی مرغوب اور قیمتی غذا ہے، چاول بہت کھاتے ہیں اور انکی شراب پیتے ہیں، انگریزوں کے چھری کانٹے کی طرح لکڑی کی چھڑیوں سے کھانا کھٹ کھا لیتے ہیں تار باندھتے ہیں۔ گائے کا دودھ نہیں پیتے، بیماریوں میں عورتوں کا دودھ پیتے ہیں کسی جانور کے کھانا پسند نہیں کرتے مردہ جانور کھاتے ہیں، دنیا کا دو تہائی حصہ تمباکو استعمال کرتا ہے تبت دنیا میں سب سے اونچی جگہ ہے جو سطح سمندر سے ۱۱ ہزار فٹ کے درمیان بلند ہے۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

میں نہایت مسرت کے ساتھ اپنی عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتی ہوں کہ میری عزیزہ کی شادی خانہ آبادی ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء بعد پر عزیزم سید عصمت علی بی اے کے ساتھ نہایت خوبی سے اپنے پور میں انجام پذیر ہوئی دعا ہے کہ خدا دولہا دولہن کو عمر طبعی اور ترقی اقبال دے۔ آمین اس خوشی میں چار روپیہ کا چندہ یتیم نادار بچیوں کیلئے روانہ کرتی ہوں

بیگم سید اکبر علی بی اے نائب تحصیلدار

۵ روپیہ کا حقیر چندہ تربیت گاہ بنات کی بچیوں کیلئے ارسال خدمت کرتی ہوں جناب کرم الہی صاحب کو بچوں سے قرآن پاک پڑھوا کر اور میلاد شریف پڑھوا کر میرے نیلم الشفری روح کو ثواب پہنچوا دیجئے۔ میرے ننھے بچے کا کل چالیسواں ہے۔ میں نواب صاحب نیر پور کے ولی عہد کی شادی میں مع بچوں کے جھنسا پاگئی تھی۔ بال صرف دو روز بخار میں میرا معصوم مبتلا رہکر مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا۔ دل سخت پریشان ہے اور کسی طرح صبر نہیں آتا۔ ہائے ایک سال چوبیس روز کا بچہ دس برس کے بچے کی سمجھ رکھتا تھا اور بیحد خوبصورت اور مجھ سے مانوس تھا اللہ مجھپر رحم فرمائے۔

غمزدہ بیگم میجر ملک حبیب احمد خاں۔ دہلی

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری چھوٹی ہمشیرہ آمنہ خاتون کا عقد میرے منجھلے دیور عزیزم ابرار علی خاں ایم اے بی ایل کیساتھ ۱۰ تاریخ کو بخیر و خوبی انجام پایا اس خوشی میں مبلغ پانچروپے تربیت گاہ بنات کیلئے ارسال کرتی ہوں دعا ہے کہ یہ نیا جوڑا خوش و خرم رہے اور نئی زندگی مبارک ہو۔ مسز ایم اے خان

میں بکمال مسرت اطلاع دیتی ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے بتاریخ ۱۹ فروری کو میری محترمہ باجی اکرم النساء کی شادی چودھری محمد مصطفیٰ جان صاحب رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی کے ساتھ بخیر و خوبی ہوگئی اللہ تعالیٰ یہ شادی طرفین کو مبارک فرمادے۔ عقد کے وقت علاوہ اور صاحبان کے رؤسا امراء و حکامان شہر موجود تھے۔ جلسہ پرلطف

... اس مبارک خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کی معصوم بچیوں کے لئے ارسال کرتی ہوں۔

مسز اقبال اشتیاق علی جبل پور

کمال رنج و غم سے میں یہ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے شفیق اور مہربان والد خانصاحب میاں وسیع الدین سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ صوبہ سرحد (پنشنر) نے ۲۲ فروری کو رحلت فرمائی۔ افسوس کہ بھائی صاحب ولایت سے کامیاب ہوکر روانہ ہوگئے تھے۔ مگر والد صاحب انکے پہنچنے سے چار روز قبل جدا ہوگئے۔ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم انکو خلد بریں میں اعلیٰ مقام عطا کرے بھائیوں کی عمر میں برکت ہو۔ عصمتی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ قطعہ تاریخ وفات لکھ دیں تو بہت ممنون ہونگی۔

غمزدہ ع، ب پشاور

نہایت رنج و ملال کیساتھ یہ اطلاع دیتی ہوں کہ ۱۹ فروری کو بروز جمعہ صبح آٹھ بجے میرے والد بزرگوار نظیر الدین صاحب بعارضہ فالج چند گھنٹہ کی مختصر مدت علیل رہکر ہم سب بہن بھائیوں و تمام اعزہ کو روتا ہوا چھوڑ کر اس دار فنا سے کوچ کیا عصمتی بہنوں اور بھائیوں سے بصد ادب ملتجی ہوں کہ قطعہ تاریخ وفات لکھدیں۔

غمزدہ بیگم قریشی۔ تاج گنج آگرہ

عرصہ سے میری طبیعت خراب رہتی تھی۔ پیر اور کمر وغیرہ میں درد لیکن میں نے معمولی مرض تصور کرکے کبھی علاج کا خیال ہی نہیں کیا بعد چار پانچ ماہ کے ایک شکایت اور پیدا ہوگئی میں نے رامپور کی لیڈی ڈاکٹر کو دکھایا انہوں نے گولہ بتایا۔ سول سرجن نے رسولی تجویز کی میں لکھنؤ چلی گئی اور شاہ مینا اسپتال میں داخل ہوکر اپریشن کیا میرے پیٹ سے ڈہائی سیر کا ٹیومر نکلا اور ایک چھوٹا پتھر۔ یہ اپریشن ایک بالشت کا ہوا مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں ہسپتال میں ایک ماہ رہنے کے بعد ۱۱ مارچ کو بخیر و خوبی صحتیاب ہوکر اپنے مکان آئی ملاحظہ مسز رحمانی

نے کیا۔ ان کا اور ڈاکٹر مس ڈگلس کا میں جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ میں خوش ہوں کہ خدا نے ایسے خطرناک مرض سے صحت دی میرے والد صاحب قبلہ یہ ناچیز رقم للہ روانہ کرتے ہیں۔ براہ مہربانی کار خیر میں صرف کر دیجئے،

بیگم عثمانی رامپور اسٹیٹ۔

جن بہن صاحبہ نے بال بڑھانیکا نسخہ دریافت فرمایا ہے انکی خدمت میں عرض ہے کہ قبل انصرد ہونے کے پیاز کا عرق خوب سر میں لگائیں پیاز کا عرق اس طرح نکالیں کہ پیاز کی گانٹھ کو چھیل کر کچلیں اور خوب زور سے دبائیں عرق ایک برتن میں نکال لیں اور بالوں کی جڑ میں لگائیں دو گھنٹے کے بعد ریٹھے سے یا ڈراسے دھو ڈالیں ہر چوتھے دن اسی طرح عرق لگا کر سر دھوئیں، انشاء اللہ چند دن میں فائدہ معلوم ہو جائیگا۔ نیز مجھکو نیند بہت کثرت سے آتی ہے اور اس قدر کہ بڑا کوشش کے بعد بھی دفع نہیں ہوتی۔ دن میں بھی سونیکی عادی نہیں ہوں مگر آنکھوں میں سارا دن نیند رہتی ہے۔ سر بھی بھاری رہتا ہے۔ کیا یہ نیند دفع ہو سکتی ہے

الونز سلطان محمد عنایت اللہ خان آگرہ

چھ سات سال کا عرصہ ہوا میری بہن کی ایک ڈاڑھ میں کیڑا لگ گیا تھا بہت دوائیں استعمال کیں کچھ فائدہ نہوا ڈاڑھ کھوکھلی ہو گئی اور کیڑا لگ گیا ہے سنا ہے دانتوں کا علاج کرنیوالے بھی اس کا کچھ مفید علاج نہیں کرتے ہیں لہذا عصمتی بہنوں اور بھائیوں سے گذارش ہے کہ اگر کوئی مجرب علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں،

خریدار ۱۶۹۱

بیماری کی وجہ سے میرے سر کے بال بالکل گر گئے ہیں جس کی وجہ سے برا معلوم ہوتا ہے کوئی بہن یا بھائی کسی قسم کا تیل یا کوئی اور چیز سے اطلاع دیں تاکہ بال کچھ بڑھ جائے، نہایت ممنون ہونگی،

رقیہ بی بی بنت سید عاشق حسین

نمبر ۱۔ اگر کسی بہن کو حافظ منیر الدین صاحب کی سلائی کی کتاب (جسکا نام شائد خیاط ہے) کا پتہ معلوم ہو تو براہ کرم مع قیمت تحریر فرمائیں مطبع کرنگ جا بج کیس کتاب ہے مجھے: بان اردو میں

ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں تمام انگریزی کھانا پکانیکی مفصل تراکیب درج ہوں،

میری پلکیں اور بھویں بہت جھڑ گئی ہیں آنکھوں میں تو کوئی شکایت نہیں معلوم ہوتی لہذا براہ کرم بشیرہ بیگم شفقت علی صاحبہ اٹاوی و تیز محترمہ بہن گ۔ ن صاحبہ کچھ تقلوی اسلاف تحریر فرمائیں ممنون ہوں گی۔ خریدار نمبر ۳۲۲۹

اگر کوئی بہن صاحبہ طلسمی کنگھی (جس کا اشتہار عصمت ماہ پنج ۱۹۲۳ء میں نکل چکا ہے) استعمال میں لا چکی ہوں اور کنگھی جیسا کہ اشتہار میں بتایا گیا ہے ایسی ہی ہو تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ خواہ بہ عصمت کے ذریعہ یا ذیل کے پتہ پر خط لکھدیں مشکور ہونگی۔ نواب زادی رضیہ سلطان زمانی بیگم آف پٹھاری اسٹیٹ۔ وایا بامورہ۔

ہمشیرہ یڈالیں صاحبہ نے مہاسوں کی دوا دریافت کی ہے، مجھکو ذاتی تجربہ ہے کہ نامی کریم مہاسوں کے واسطے بیحد مفید ہے جس کی شیشی نامی دواخانہ خیر نگر میرٹھ سے صرف آٹھ آنہ کو دستیاب ہوتی ہے، ہمشیرہ زبیدہ خانم صاحبہ جالندھری اپنے چہرہ کی پھنسیوں پر اس کا استعمال کریں فائدہ ہوگا اس قسم کی شکایتوں کے واسطے بہت مفید ثابت ہوئی ہے اس کے علاوہ پاریا کا دشمن عرق بھی اسی کارخانہ کا بیحد مفید ہے جس کی قیمت فی شیشی ۱۲ ہے

خریدار ۲۹۵۲

جنوری ۱۹۳۲ء کے پرچہ میں خریدار نمبر ۳۰۴۳ نے اپنی ۹ سال کی بچی کے واسطے درد سر کی جو دوا دریافت کی تھی وہ تحریر کرتا ہوں اگر فائدہ ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں

گندم بریاں آدھ سیر۔ بادام ایک پاؤ۔ کھوپرہ کی بٹی ایک عدد جس میں پاؤ بھر بادام آجائیں اس میں سوراخ کر کے بادام بھر دیا اوپر سے آٹا لپیٹ دیں۔ پھر بٹی کو بھوبھل میں رکھدیا جائے، جب آٹا خوب اندر تک پک جائے تو کھوپرہ کی بٹی۔ بادام گندم بریاں اور حسب ذائقہ مصری ملا کر خوب باریک کوٹ لیں صبح کو نہار منہ ایک تولہ ہمراہ پانی سرد یا نیم گرم روزانہ استعمال کریں۔

انشاءاللہ شفا ہوگی یہ نہایت ہی مجرب نسخہ ہے

یوسف سلطان کرماپور

جنوری ۱۹۳۸ء کے رسالہ عصمت میں بشیرہ [illegible] صاحبہ صاحب، بٹی ڈہولن نے بال گرنے کے لئے آزمودہ نسخہ بیان فرمایا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ دو روغنے کی ندوی ختم کر پانی میں ضعیف لیپ اور اس سے سر دھوئیں۔ بعدازاں ناریل کا تیل گرم کرکے بالوں میں لگائیں انشاءاللہ بالوں کو بہت فائدہ ہوگا یہ میرا ذاتی آزمودہ ہے۔

دیگر مجھے سائنس کی اردو میں لکھی ہوئی ایسی کتابوں کی ضرورت ہے، جن سے سائنس سیکھی جا سکے۔

مسز الیاس خان مرو ولائے پور

میرے ایک دوست کا رنگ پہلے خاصہ کھلتا ہوا گندمی تھا۔ اب تھوڑے روز سے چہرہ پر سیاہی آگئی ہے اور جلد بہ نسبت پہلے کے زیادہ سیاہی مائل ہو گیا ہے از راہ نوازش کوئی ابٹن یا صابن کوئی سوپ یا اور بٹنہ وغیرہ تحریر کریں کہ جس کے استعمال سے رنگ صاف ہو جائے نہایت ممنون ہوں گی۔ مگر دوا آزمودہ ضرور ہو سستی مہنگی نہ ہو، جواب کا انتظار بے چینی سے کرونگی۔

نیز جناب مولانا راشد الخیری صاحب براہ نوازش بندگانہ تحریر کریں کہ بہنوئی سے پردہ جائز ہے یا نہیں۔ اور بہنوئی کے ہمراہ حج کو اگر کرنی جائے تو ہو جائے گا۔

ایک حاجتمند

دست کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند مسلمانوں کو جنہوں نے ماہ گذشتہ میں تربیت گاہ بنات کیلئے بذریعہ منی آرڈر روپیہ مرحمت فرمایا۔

دس روپے سے کم کی رقمیں بنات، اپریل میں شائع ہونگی

محمد یونس طاہا ڈوجی صاحب رنگون ۲۵ روپے

مسز نشاط رحمان صاحب مظفرپور ۲۲ روپے

محمد عبدالعزیز صاحب نائب سکریٹری نواب فخرالملک بہادر ۲۹ روپے ۸

مرزا مصطفےٰ بیگ صاحب حیدرآباد دکن ۱۳ "

زہرہ بیگم صاحبہ مسرام شمالی ارکاٹ ۱۰ "

بیگم احمد سعید صاحب جالندھر چھاؤنی ۱۵ "

جنہوں نے دس روپے سے کم بھیجے اہلیہ مجید خاں صاحب پورچھاؤنی، عنایت حسین صاحب کیمل پور، حاجی یحییٰ حاجی عبدالستار صاحب ٹیچری کرشین، دیوان ناظر نادر جہاں بیگم صاحبہ سیونی (پہ)، شیخ محبوب صاحب ایوت محل بار۔ ہمشیرہ عرفان الحق صاحب سہارنپور۔ بیگم خان بہادر حبیب الرحمن خان صاحب لکھنؤ۔ بیگم خان صاحب حافظ چودہری محمد عبداللہ صاحب ملتان۔ بیگم علی حسن صاحب سیتاپور۔ ضیاء الدین صاحب ڈپٹی مظفرنگر، مسز امداد حسین صاحب ای اے، سی، ایس (پہ)، بیگم ڈاکٹر اصغر علی صاحب مالیر کوٹلہ۔ مسز نذر محمد صاحب ہاپوڑ بیگم سید محمد ذاکر صاحب اٹاوہ۔ سید رفیق احمد صاحب شیار پور حاجی مقبول احمد صاحب دہلی۔ ہمشیرہ عبدالمعبود خاں صاحب م فتح پور۔ بنت ڈاکٹر حبیب الرحمن صاحب دریا پور بانکی پور۔ بیگم عبدالوحید صاحب بلند شہر۔ منظر اللہ صاحب ضلع رائے بریلی اہلیہ سید اشتیاق احمد حسن صاحب لکھنؤ۔ مولوی نصیر الحق صاحب بھوپال۔ نذیر احمد ٹھیکیدار جبل پور۔ فیض الحق صاحب بھوپال والدہ احسن منظور عالم صاحبہ بنارس، محمد مستقیم صاحب دو پیل جہلم، مسز وای ایم صدیقی ڈاکٹر اٹاوہ۔ مس ابراہیم ابوبکر سیٹھ مدراس اہلیہ عظمت الٰہی صاحب زبیری علی گڈھ (پہ)، دختران عبدالوہاب صاحب وکیل مینگن گھاٹ، مسز رابعہ محمد حسن صاحب مظفرگڈھ، بنت نعمت الٰہی صاحب بیری دہلی۔ ایوب جی اے ایوب صاحب رنگون۔ ہمشیرہ مشرف حسین صاحب لکھنؤ۔ محمد یوسف صاحب بہیڑی بریلی، بیگم خان بہادر ڈاکٹر سید حسین صاحب پٹنہ، سید اختر علی صاحب اکاؤنٹنٹ رامپور، جی ام قادری صاحب بی این ریلوے، مسز منظور علی صاحب داد رائے سن بھوپال۔

راشد الخیری

دُوربین

چین و جاپان کی جنگ چین نے مسلسل جاپان کی فوجوں کو ٹک دے کے روکے رکھا۔ جاپانیوں نے بشیا ہوائی اور بحری جہازوں سے چینیوں پر گولہ باری کی۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ دو ہزار چینی شہری آبادی تلف ہوئی اور ڈیڑھ ہزار جاپانی اور چار ہزار چینی مارے گئے۔ جاپان کی مزید کمک پہنچ جانے پر جنگ کی تندی بڑھ گئی اور چینیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا کیا نگورن اور وو سنگ کے قلعے جاپانیوں نے فتح کئے ہیں، جمعیۃ اقوام نے امن و امان کی کوشش کی جسے جاپان نے منظور کر لیا اور چینی فوجیں پیچھے ہٹ گئیں گویا وہ امن صرف کو ہی دور کرنا چاہتی ہیں کیونکہ فوجیں پیچھے ہٹنے سے پہلے ہی کا سارا جھگڑا تھا، کہا جاتا ہے کہ حکومت جاپان تو امن کی تائید کر رہی ہے دوسری طرف اس کے سپہ سالار جنگ برابر جاری رکھے ہوئے ہیں، گویا جاپان کی دو آوازیں ہیں۔ چین بھی یہی کہتا ہے کہ بحالات موجودہ امن قائم غیر ممکن ہے۔ آخر بڑی خرابی کے بعد جنگ و جدل بند ہو گئی اور یہ معاہدہ طے پا گیا ہے کہ چینی افواج بیس کیلومیٹر علاقہ متنازعہ سے پرے رہیں، جاپانی تمام مقبوضہ علاقہ سے اپنی فوجیں ہٹا لے اس علاقہ میں چینی پولیس رہے اور چینی ہی اس کا انتظام کرینگے۔ حکومت چین نے منچوریا کی جدید ریاست کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق بعض بیویاں شوہروں کے مفقود الخبر یا بیماری بدمزاج یا بدچلن ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتی ہیں اور کسی طرح طلاق نہیں لے سکتیں۔ ان مشکلات کا خاتمہ اسوقت آسانی سے ہو جاتا اگر ملک میں عہدہ قضاۃ قائم ہوتا۔ بھوپال میں ایک ضابطہ حقوق زوجین کے متعلق قائم ہوا ہے۔ چاروں اماموں کے احکام اس میں اکٹھے کئے گئے ہیں۔ مثلاً اگر میاں اپنی بیوی کے خرچ کا انتظام کرنے کے بغیر غائب ہو جائے تو تین ماہ کے بعد قاضی دونوں میں علیحدگی کرا دیگا۔ لیکن اگر وہ خرچ کا بندوبست کر جائے تو چار سال کے بعد نکاح فسخ کر دیا جائیگا۔ اور بیوی عدت کے بعد نکاح ثانی کر سکتی ہے۔ نان و نفقہ نہ دینے کے متعلق بھی محکمہ کو اختیار کر دیا گیا ہے کہ شوہر کو ادائے نفقہ کی مہلت دینے کے بعد عدم تعمیل کی صورت میں نکاح فسخ کر دے۔ اسی طرح بیماریوں باہمی لڑائی جھگڑوں تنگدستی قید اور دیگر ناقابل برداشت مصیبتوں میں بھی علیحدگی کا حکم محکمہ دے سکتا ہے،

آج کل ایک معزز خاتون نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جسمیں انہوں نے اپنی داستان غم بیان کی ہے اور نکاح ثانی کر کے ایک صاحب کے ہاتھوں تکلیف اٹھانے اور زندہ در گور ہو جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک بیان میں شوہر کا طبائع کی ناموافقت کی وجہ سے طلاق دینا اخذ ہوتا ہے اور دوسرے سے محض گھر والوں کے حکم کی تعمیل ظاہر ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں بھی قابل عمل شرعی صورت کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ حدود معین ہوں کہ کیا واقعی محض والدہ کو خوش کرنے کے لئے ایک بیوی کو بلا وجہ طلاق دینا ثواب کا باعث ہے؟

ملکی حالت دارالعوام میں ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت اور حکومت کے تشدد پر بحث و مباحثہ ہوا وزیر ہند نے ہندوستان میں کانگریس سرگرمیوں کا تذکرہ بتایا کہ حالات اس قدر نازک ہو گئے تھے کہ اسکے سوا چارہ کار نہ رہا کہ کانگریس کے مقابلہ کے لئے موجودہ طرز عمل اختیار کرتی حکومت نے اب تک نہایت صبر و تحمل سے کام لیا ہے اور کوئی اختیار ناجائز طور سے استعمال نہیں کیا جا رہا ہے چنانچہ حکومت کے خلاف اطاعت کی تحریک نامنظور ہو گئی، کانگریس والوں کی سازش سے سرحد پر بھی کچھ شورش ہوئی جو قبائل مائل بہ فساد تھے ان کے گاؤں پر ہوائی جہاز سے بم گرائے گئے، اس سے یہ اثر ہوا کہ قبائل کے لشکر منتشر ہو گئے تھے مگر ابھی پورا سکون نہیں۔

مفتی کفایت اللہ، مولوی ابوالکلام آزاد بھی گرفتار ہو گئے۔ دہلی میں انہیں کے جلوس کے وقت پولیس سے مقابلہ ہوا۔ پولیس نے امن قائم کر دیا۔ مسلم کانفرنس کا اجلاس لاہور میں ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اس کا مطالبہ کر رہا ہے کہ چونکہ حکومت نے ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کے متعلق کوئی باقاعدہ اعلان نہیں کیا اسلئے مسلمانوں کو گول میز کانفرنس کی کمیٹیوں سے جو ہندوستان میں دورہ کر رہی ہیں تعاون ترک کر دیا جائے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ خودکشی ہوگی کیونکہ دوسری قوموں کے سامنے سے مقابلہ ہٹ جانے سے کمیٹی کے ممبروں کو صرف یک رخی کیفیت معلوم ہوگی اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچیگا۔ حکومت کانگریس سے احتراز کر رہی ہے ہندو مسلمان سکھ سبھوں کی دلجوئی کرنا چاہتی ہے۔ مسلمان اس دلجوئی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

صدر جرمنی کا انتخاب جرمنی کی صدارت کے لئے پانچ امیدوار کھڑے ہوئے جن میں ایک تو ۸۵ سالہ مارشل ہنڈنبرگ ہے جو پہلے سے صدر ہے اور جس نے جنگ عظیم میں جرمنی کی طرف سے کارہائے نمایاں کئے۔ اس کے مقابل میں نازی کا لیڈر ہٹلر ہے۔ یہ دونوں قابل ذکر ہیں۔ عورتوں کی دو کروڑ بیس لاکھ رائیں ہیں اور مرد عورت دونوں کی رائیں چار کروڑ چالیس لاکھ ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عورتیں جس طرف ڈھل جائیں وہی فریق کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہٹلر سے وہاں کی عورتیں ناراض ہیں کیونکہ وہ موجودہ زمانہ آزادی کے خلاف ہے اور عورتیں بال اور گھر کے انتظامات کے علاوہ دیگر دنیاوی امور میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنا چاہتی ہیں۔ صرف ایک بات ہٹلر کے حق میں ہے کہ وہ نوجوان ہے۔ اور عورتیں نوجوان صدر کی ضرورت محسوس کرتی ہیں۔

سندھ کا نیا صوبہ گول میز کانفرنس کے سامنے پچھلے دسمبر کی پہلی تاریخ کو وزیر اعظم انگلستان نے اعلان کیا تھا جس میں کہا تھا کہ سندھ علیحدہ صوبہ بنایا جائیگا بشرطیکہ اسکے اخراجات کے متعلق مالی مشکلات کا سوال حل ہو سکا۔ اب اس صوبہ کے علیحدہ قائم کئے جانے کے متعلق ایک کانفرنس قائم کئے جانیکا سرکاری اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس کا اجلاس کراچی میں ہوگا اور یہ ان تجاویز پر غور کریگی جن کی مدد سے مالی مشکلات پر غلبہ حاصل کیا جا سکے۔ اسکے نمایندے منتخب کئے جانے والے ہیں۔ حکومت ہند کے موجودہ [illegible] اس کے صدر مقرر ہوئے ہیں۔

حیرت انگیز ستی بنگال میں ایک ہندو سخت بیمار تھا اسکی بیوی اسکی تیمارداری میں مصروف تھی اور مایوس ہو کے کہا کرتی تھی کہ اگر خاوند مر گیا تو میں اسکے بغیر نہ جیونگی وہ اسکی صحت کے لئے دن رات دعائیں مانگتی تھی اور کہتی تھی کہ اگر اسے مرنا ہی ہے تو مجھے بھی موت آ جائے وہ شخص مر گیا عورت اسکی نعش کے پاس ہاتھ باندھ کے بیٹھ گئی اور دعا مانگنے لگی۔ دو گھنٹے بعد جب ارتھی تیار کیجانے لگی تو وہ لڑکی مردہ ملی۔ طبی معائنہ سے کسی جسمانی بیماری یا زہریلی چیز کا پتہ نہیں چلا میاں بیوی ایک ہی چتا پر جلا دئے گئے۔

عورتوں میں امداد باہمی ۔ انجمنہائے سرمایہ مشترک ہندوستان میں بڑے بڑے کام کر رہی ہیں انہی انجمنوں نے دیگر ممالک میں قوموں کو بچا لیا ہے۔ پہلے یہ انجمنیں صرف قرضہ کا کام کرتی تھیں تاکہ اس کے ممبر ساہوکاروں کے قرضہ اور سود کے پھندے سے بچ جائیں اور سود کے چکروں میں اپنا گھر بار تک نہ بیچنے پائیں۔ اب یہی انجمنیں زراعت، کفایت شعاری طرز ماندو بود کی اصلاح وغیرہ کے متعلق بھی کاروبار کر رہی ہیں۔ پنجاب میں عورتوں میں بھی اس تحریک نے ترقی کی۔ ۱۹۳۰ء کے مقابلہ میں ۱۰ نئی انجمنیں قائم ہوئیں اور ۵۰۰ نئی ممبر بنیں کل ایسی زنانہ انجمنوں کی تعداد ۱۹۳۱ء میں ۱۴۴ اور ممبر ۲۰۸۱ ہے۔ کاروباری سرمایہ ۱۰۵۱۰۳ روپیہ سے ۱۳۹۷۰۱ روپے تک پہنچ گیا۔ ساڑھے چار ہزار روپے نکالے گئے۔ باایں ہمہ ۳۶۰۰۰ روپیہ کا اضافہ ہوا۔ جو نہایت اطمینان بخش ہے۔ روپیہ نکالنے کے اسباب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے خانگی اور دیگر اشد ضروریات پر روپیہ استعمال کیا جس سے نہ صرف انکی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے بلکہ اپنی مدد آپ کرنے کے اصول کی خوبی بھی واضح ہوتی ہے جس کی تلقین تحریک امداد باہمی کے اصول کرتے ہیں۔ مردوں میں اس سال ۱۷۰۰ انجمنیں اور ۴۰ ہزار ممبر بڑھے۔ اور پچھلے سال کے ۷ء۱ کروڑ کے مقابلہ میں اس سال کاروباری سرمایہ ۹ء۱ کروڑ تک پہنچ گیا۔ جدید انجمنوں میں ۴۷۳ انجمنیں ترور کی ۱۳۲۔ اشتمال

اسلامی وہ کفایت شعاری اور وہ اصلاح معیار معاشرت کی تھیں،

لڑکی آگ کی نذر قاضی پور گاؤں میں ایک مسلمان عورت تیل کا چراغ لئے لکڑیاں لینے کمرہ میں گئی وہاں سن کے سرکنڈے پڑے تھے کسی طرح ان میں آگ لگ گئی۔ لوگ بھاگ بھاگ کے ننھے آگ کہیں کی کہیں پہنچی، نہ صرف وہ گھر جل گیا بلکہ آس پاس کے چھ گھر اور جل کے راکھ کے ڈھیر ہوگئے، مالکان مکان کی ایک سات سالہ لڑکی ایک کمرہ میں سو رہی تھی اسے سب بھول گئے، جب شعلے بھڑک رہے تھے اسوقت اسکی یاد آئی تو عورتیں اسے نکالنے دوڑیں لیکن وہ خود جل چکی تھی۔ اور ہسپتال میں نازک حالت میں لیجائی گئی، لڑکی وہیں جل کے رہ گئی،

کشمیر کی جدوجہد کشمیر میں اب حالات رو بہ اصلاح ہیں۔ چاروں طرف امن ہوگیا ہے جموں کے فسادات کے متعلق مسٹر مڈلٹن کی رپورٹ کا خلاصہ شائع ہوا ہے جس میں فاضل جج نے قرار دیا ہے کہ حکومت نے بیجا زیادتی کی۔ اگر حالات ابتدا میں دبا دیئے جاتے تو حالات اس قدر افسوسناک نہ ہوتے، فوج کے خلاف مسلمانوں کے مکانات لوٹنے کا الزام بے بنیاد ہے البتہ جب اسے دیکھ کے مسلمان منتشر ہوگئے ہندوؤں سے باز پرس نہ ہوئی جنہوں نے مسلمانوں کو بعد میں لوٹا، افسران حالات کی ذمہ داری سے بچتے رہے اسی لئے انتظامات میں دیر واقع ہوتی رہی، پولیس کی اخلاقی حالت اچھی نہیں اسکی از سر نو تربیت کی ضرورت ہے مسلمان اگر امن و آشتی سے کام کرتے تو واقعی ان کے مطالبات پورے ہوتے۔ سر ظفر علی نے وزارت سے استعفے دیدیا جو منظور کر لیا گیا،

۴ سالہ بچہ کا قتل کانپور سے ایک چار سالہ بچہ گم ہوگیا۔ ہر چند تلاش کیا گیا۔ نہ ملا، تین دن کے بعد پولیس ایک شخص کے مکان کی تلاشی لے رہی تھی کہ اس بچے کے کپڑے اور زیور برآمد ہوئے چند گرفتاریاں عمل میں آئیں معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کا گلا گھونٹ کے اسی مکان میں دفن کر دیا گیا اور اس کے جسم سے زیور اتار لیا گیا۔

ایک مسلم خاتون پردہ میں صوبہ بہار کی نہایت مالدار مسلمان خاتون کنور رانی سعیدہ خاتون مالک ریاست اورنگ آباد ضلع گیا ایک تعلیم یافتہ اور مہذب مشہور بی بی ہیں انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب وہ پردہ میں بیٹھ جائینگی وہ موجودہ پردہ کو خلاف شرع سمجھتی ہیں، وہ برقعہ استعمال کرینگی اور شرعی پردہ پر عامل رہینگی اسوجہ سے اب رانی صاحبہ منظر عام پر بہت ہی کم نظر آیا کرینگی،

امریکہ میں بچوں کا اغوا مشہور طیارکرنل لنڈ برگ کا ڈیڑھ سالہ شیر خوار بچہ ان کی آباد کوٹھی سے دن دہاڑے چرا لیا گیا اسی دن ایک خط انہیں موصول ہوا کہ بچہ خیریت سے ہے اور اچھی طرح اسکی پرورش کیجا رہی ہے، اب تک دوسرا خط ملا کہ پچاس ہزار ڈالر دے کے اسے چھڑا لو ورنہ اسے مار دیا جائیگا پولیس نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے مگر اب تک اس بچہ کا پتہ نہ چلا کبھی شبہ ہوتا ہے کہ دھمکی پر عمل کیا گیا اور اسے مار ڈالا گیا، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نہیں ابھی زندہ ہے۔ اسکے بعد ہی ایک اور شخص کا ۱۱ سالہ لڑکا چرا لیا گیا اسکے لئے بھی زر فدیہ مانگا گیا، پولیس ایک اور قسم کی تلاش میں ایک مکان کی تلاشی لے رہی تھی کہ ایک دیوار میں سے ایک لڑکے کی آواز آئی کہ مجھے بچاؤ اس لکڑی کی دیوار کو توڑا گیا تو لڑکا برآمد ہوا جسے بعد میں پہچان لیا گیا۔ کچھ ملزمان گرفتار ہوگئے ہیں،

تاروں کا جھرمٹ کیمل پور میں ایک نوجوان مسلمان عورت کو شادی سے اگلے دن اسکے شوہر نے گھر سے نکال دیا، کچھ عرصہ بعد بیوی نے فوجداری عدالت سے آٹھ روپے ماہوار گذارہ کا حکم شوہر کے خلاف حاصل کر لیا۔ شوہر نے ہائیکورٹ لاہور میں نگرانی کی کہ چونکہ بیوی میرے ساتھ نہیں رہتی اور اسکے خلاف حقوق زن و شوئی کی ڈگری ہوتی ہے اسلئے یہ حکم منسوخ کیا جائے عدالت عالیہ نے نگرانی نامنظور کرتے ہوئے قرار دیا کہ عدالت بیوی کو علیحدہ رہتے ہوئے بھی گذارہ دلا سکتی ہے۔ اس فیصلے سے عورتوں کے حقوق اور بھی محفوظ ہوگئے ہیں اور شوہر محض اس بہانہ سے کہ بیوی ساتھ نہیں رہتی گذارہ دینے سے بچ نہیں سکتے،

وائسرائے ہند نے تعلقہ داروں کو انکے سپاسنامہ کے جواب میں دہلی میں نصیحت کی کہ تم لوگوں کو ہر وقت سرکار سے امداد کی

ترقی دکرنی چاہتے بلکہ اپنے کاشتکاروں کی بھلائی کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔ ان سے میل جول پیدا کرکے ان کے دلوں میں محبت اور الفت قائم کرو تو سلطنت میں دلچسپی لو اور سلطنت چلانے کا مادہ پیدا کرو۔ مالگذاروں کا اچھا انتظام کرو۔ سرکار تو سب کے لئے ہے اور سب ہی اس کے لئے برابر ہیں۔ اس لئے اگر کوئی قانون کاشتکاروں کے فائدہ کے لئے بنے تو اس پر تمہیں بگڑنا نہ چاہیے۔

سلطنت انگلشیہ نے ریزیڈنسی کا علاقہ حکومت نظام کو واپس دیدیا ہے۔ یہ علاقہ پہلے زمانہ میں اس غرض سے لیا گیا تھا کہ ریزیڈنٹ کی جان کی حفاظت رہ سکے۔ اب وہ خطرہ نہیں رہا ہے اب انگریزوں کو اس کے اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہ رہی۔

پنجاب کونسل میں جو بحثیں اس وقت ہوئیں ان سے معلوم ہوا کہ محکمہ مال نے ایک گشتی چٹھی اس مضمون کی شائع کی ہے کہ ماتحت دفتر ملازمتوں میں مسلمانوں کو تخفیف میں نہ لایا جائے کیونکہ مستقل ملازمتوں میں ان کی تعداد پہلے ہی بہت کم ہے اور نئی بھرتی کے مقابلہ میں حتی الوسع ۵۰ فی صدی مسلمانوں کو نوکریاں دی گئی ہیں۔

کمیا فڑ میں جس باپ نے دیوی کو خوش کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کرکے اس کا خون اس پر چڑھایا تھا اسے کالے پانی کی سزا دی گئی ہے۔ ضلع کمایوں کے ایک باپ کو اپنے بچے کو قرضہ کے خوف سے مطلقہ بیوی سے چھین کے مار ڈالنے کے جرم میں ۴ سال قید سخت کی سزا دی گئی۔

امید کیجاتی ہے کہ صوبہ برار حضور نظام کو واپس کردیا جائیگا۔ وہ سلطنت آصفیہ کا خود مختار صوبہ ہوگا۔ اس میں دیگر برطانوی صوبوں کا سا نظم و نسق جاری رہیگا۔ وہاں کے گورنر کا تقرر حضور نظام کیا کرینگے۔ جدید اصلاحات کے نفاذ کے وقت اس کا باقاعدہ اعلان کردیئے جانیکی توقع ہے۔ حکومت بنگال نے ایک مسلمان ۱۵ سالہ لڑکے کی ماں کو ۱۰۰ سو روپے کا انعام منظور کیا ہے۔ یہ لڑکا ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو کلکتہ میں مسلح ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتا ہوا قتل ہوگیا۔ حکومت بنگال نے کمیلا کے کلکٹر کی قاتلہ کے باپ کی ۴۰ روپے ماہوار کی پنشن ضبط کرلی ہے۔

کلکتہ میں ایک نو سالہ ہندو لڑکی کا بیاہ ایک بکرے سے بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ برہمن اور لڑکی کے رشتہ دار موجود تھے۔ بعض ہندوؤں میں یہ پرانی رسم اب تک ہے کہ چھوٹی عمر میں بیوہ ہوجانے کے ڈر کر دور کرنے کے لئے وہ لڑکیوں کی شادی چھوٹی عمر میں درختوں، تلواروں، تیروں اور بعض بیجان چیزوں بلکہ پرندوں سے کردیتے ہیں تاکہ جوان ہونے پر انکی شادی باقاعدہ طریقے سے کسی جوان سے کردیجائے۔ اس لڑکی کے باپ نے اس خوف سے کہ اس کی بچی بچپن میں بیوہ نہ ہوجائے اسکی یہ عجیب و غریب شادی کی ہے۔

مسٹر ڈی ویلرا آئرلینڈ کے صدر منتخب ہوگئے ہیں۔ آئرلینڈ کی کشمکش آزادی میں انہوں نے بڑا حصہ لیا اور تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ اس ملک کو آخر آزادی مل گئی۔ مگر برطانیہ سے تعلق قائم رکھا گیا۔ مسٹر کاسگریو نئی آزاد ریاست کے پہلے صدر تھے ان کے زمانہ میں اس جزیرہ نے بڑی ترقی کی اور نظم و نسق قائم ہوگیا اب نیا انتخاب ہوا ہے۔ اب لوگوں کو اس جزیرہ کی پالیسی کے متعلق اندیشہ ہے کیونکہ مسٹر ڈی ویلرا انگلستان سے قطع تعلق کے حامی ہیں۔

نئے شرح محصول کے مطابق ڈاک خانہ نے تین پیسہ کے کارڈ و ٹکٹ اور پانچ پیسہ کے لفافہ و ٹکٹ جاری کرنے ہیں جو عنقریب ڈاک خانوں میں فروخت ہوا کرینگے بعض موجودہ ٹکٹوں کے بھی رنگ بدلدئے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اپنے ملازم کے ہاتھ تیس روپے منی آرڈر کرنے کے لئے دئے وہ کھا گیا عدالت نے اسے تین ماہ قید سخت سزا دیا ہے۔ گوالیار کی مجلس وضع قوانین نے تین اجلاس میں ہندو بیواؤں کے نکاح ثانی کی اجازت کا قانون منظور کرلیا ہے۔ اس پر اعلی درجہ کی بحث ہوئی، لوگ دیکھنے پڑتے تھے۔ آگرہ کا ایک بی ملے سادھو بن کے شیشن جھا جا کے قریب رہنے لگا۔ اسکی صحت بخشنے کی طاقتوں کے متعلق دور دور خبریں مشہور ہوئیں۔ ہر ہفتہ ہر جمعہ اور سینچر کو اس قدر مسافر اس شیشن پر ٹوٹنے لگے کہ ریل والوں کو خاص انتظام کرنے پڑتے، پچھلے ستمبر سے اسوقت تک ریل کو ۲۲ ہزار روپیہ اس سے آمدنی ہوئی۔ اب وہ وہاں سے چلا گیا ہے۔ گو ریل والوں نے اسکے وہاں ٹھہرے رہنے کے لئے کوششیں بھی کیں وہ چھ مہینے بعد واپس آنیکا ارادہ ظاہر کرگیا ہے۔

الہ آباد کے نئے مسلمان چیف جسٹس سر شاہ محمد سلیمان نے وسط مارچ میں اپنے نئے عہدہ کا قلمدان سنبھال لیا۔ اسوقت آپ کی عمر ۴۵ سال ہے اور اس ہائیکورٹ کے پہلے ہندوستانی مستقل چیف جسٹس ہیں اور ہندوستان میں پہلے مسلمان چیف جسٹس ہیں۔ آپ انشاء اللہ ۱۴ برس اس عہدہ پر رہینگے۔ پنجاب سے ۱۹۲۰ء سے سر شادی لال چیف جسٹس ہیں۔ آپ سب سے پہلے ہندوستانی چیف جسٹس ہیں جو ہندوستان بھر میں اس عہدہ پر مستقل ہوئے۔ آپ ۱۹۳۴ء میں پنشن یاب ہونگے۔ بمبئی ہائیکورٹ کے مرزا اکبر علی خاں قائم مقام چیف جسٹس مقرر ہوئے ہیں۔

تبصرے

زمانہ تحصیل آج سے تقریباً پچیس سال قبل جب گورنمنٹ نے وظیفہ دے کر اعلیٰ تعلیم کے لئے عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ عطیہ بیگم صاحبہ کو ولایت بھیجا تھا تو محترمہ موصوفہ اپنی چھوٹی بہن محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کو خطوط میں اپنا روزنامچہ بھیجتی تھیں یہ خطوط زنانہ پرچوں میں بھی شائع ہوئے تھے اسمیں شک نہیں کہ یہ خطوط بہت دلچسپ ہیں اور معلومات میں ان سے مفید اضافہ ہوتا ہے۔ محترمہ عطیہ بیگم فیضی نے بہت اچھا کیا کہ ان خطوط کو کتابی صورت میں شائع کر دیا کاغذ معمولی لکھائی چھپائی خاصی ضخامت سو صفحوں کے قریب قیمت صرف ۸؍

مضامین عصمتی بہنیں محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی کے مضامین ۲۴ سال سے پڑھ رہی ہیں اور اچھی طرح سے واقف نہیں کہ محترمہ موصوفہ ہمیشہ کسی دلچسپ اور مفید موضوع پر قلم اٹھاتی ہیں۔ یہ کتاب زہرہ بیگم صاحبہ کے ان مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، جو وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے ہیں اس مجموعہ میں معاشرتی اصلاحی مضامین بھی ہیں اور تاریخی ادبی مضامین بھی یقیناً لڑکیوں اور عورتوں کیلئے انکا مطالعہ باعث دلچسپی ہوگا اور انہیں بہت سی کام کی باتیں اس کتاب سے معلوم ہونگی، لکھائی چھپائی کاغذ اس کتاب کا بھی بہت معمولی ہے مگر قیمت بہت کم صرف ۱۰؍ دونوں کتابیں رفعت منزل مارج روڈ بمبئی سے منگائیے، دفتر عصمت دہلی سے بھی مل سکتی ہیں

نرالی اردو جس طرح دلی کی بیگماتی زبان شیرینی کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی اسی طرح دلی کے جاہل طبقہ کی "کرخنداری زبان" بھی نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ اور اس کا لطف اسی وقت خوب آتا ہے جب کوئی "کرخندار" غلط سلط الفاظ بے تکلف بولے چلا جاتا ہے، نرالی اردو دلی کے کرخنداروں کی زبان میں بیس مضامین کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس کے مصنف مسٹر ام اے منشی بی اے، نرالی اردو لکھنے میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر کتاب کے شروع میں مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی دیدی جاتی تو ملک کے ہر حصہ میں نرالی اردو کا پورا لطف اٹھایا جا سکتا تھا، تاہم کتاب کافی دلچسپ ہے اور آٹھ آنہ میں بہت سستی ہے۔

دفتر نرالی اردو کوچہ دکھنی رائے دریا گنج دہلی سے ملیگی

مضامین کی رسید

یہ مضامین شائع ہونگے (ممکن ہے کہ بعض مضامین کے عنوانات بدلدئے جائیں)

الزبتھ فرائی۔ ہماری مفلسی کے اسباب، ملکہ شجرۃ الدر، شیریں کی ضد، نازو بیگم کی یاد، ام لین پنکرسٹ، تکمیدنا کسٹر جین، ہماری ترقی، رنگ، نغمہ محبت، انجام ہستی، ایک سریع الاثر بددعا، عورتوں کی صحت کیونکر برقرار رکھی جا سکتی ہے، پروفیسر رامن اور نوبل پرائز، دیوالیہ، لڑکیوں سے بیجا سوالات، آج، بیر جی

یہ مضامین زیر غور ہیں قلم کی جنبش، میاں بیوی کے تعلقات اسلام کی دنیا، مکان اور ہر چیز کی صفائی، مایہ تفریح، صفائی، یاد فا شوہر، دل بدست آور کہ حج اکبر است حقیقت معراج صلعم، بچہ، ہمارا تمدن،

ناقابل اشاعت مضامین شادی اور تعلیم، آہ، ۲۰ فروری عصمت، درخواست اصحاب کہف، مسلمان عورتین کی بیداری مدراس میں، بچوں کی تعلیم و تربیت، محبت کا پھول، مسلمان مائیں، ناہمجنس کیساتھ شادی، اپانی ذنب قلت، عورت کی حقیقت، حسین خواب، محبت کا جواب، شعاع نیکی، منظوم خط از جاورہ، سری رام چند راور سیتا جی، نظم حالات معراج، عمر عیار، حوادث زمانہ، یہ مضامین معہ ڈاک کیلئے ٹکٹ بھیجکر ۱۵ اپریل تک واپس منگائے جا سکتے ہیں،

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ خفیفہ نمبر ـــــ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب سید محمد حسین جج خفیفہ بہادر ــــ اناؤ مقام آناؤ

بلدیو سنگھ ولد پہلوان سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع شہیٹہ پرگنہ مدحہ تحصیل و ضلع اناؤ مدعی
بنام سورج بلی ولد کوہلی قوم کرری ساکن رام سنگھ مزرعہ موضع ہنہ . پرگنہ
تحصیل و ضلع اناؤ . مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دعوی سالعہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء بوقت دس بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو اب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو مطلع ہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا . آج بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا (مہر عدالت)

دستخط حاکم

THE ISMAT DELHI.
عصمت
شریف ہندوستانی بیبیون کے لیئے
پاکیزہ خیالات۔علمی۔ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو
مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی سرپرستی مین ہر انگریزی مہینے مین ایک بار شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے
چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ

هز ہائی نس بیگم صاحبہ آف بھوپال ہاہ اقبال

اورنگ آباد کے قلعہ کا ایک دروازہ اسکے اندر سابق شاہ
هندوستان اورنگزیب مرحوم کا مقبرہ ہے -

پنجاب کے پہاڑی علاقہ کی عورتیں جو میلوں میں زیور پہنکر جاتی ہیں - اوپر کی تصویر
شملہ ہلز کی ریاستوں کے ایک میلہ میں لی گئی تھی -

ایک انگریزی ہسپتال کا آپریشن روم

لوئیس ہسپتال لندن کے آپریشن کے کمرہ میں تھیٹر ہال
طرح نقش و نگار کئے ہوتے ہیں تاکہ جب مریض پر عمل
جراحی کیا جائے تو اس کی توجہ بٹی رہے ۔

بے بی فورڈ

جو فورڈ کمپنی کی تیار کردہ ہے اس کی قیمت
صرف ۱۲۰ پونڈ ہے ۔

الہ آباد کے زنانہ سکول کی لڑکیاں درزی کلاس میں سلائی کی تعلیم حاصل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۳۸ | بابتہ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء | نمبر ۵

تصاویر ۱۰

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں ۸؎ رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ۱۲؎

قسم اول (جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے) پانچ روپے فی پرچہ سات آنے۔ ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے ساڑھے تین روپے فی پرچہ ۵؎

باہتمام ابوا مین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

مسلمان عورت کی کشتی

مجھے ایک عرصہ دراز کے بعد اس ہفتہ میں چند حضرات کے اصرار پر ایک نکاح میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا مکان مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تہا۔ اور مسلمانوں کی مختلف مذاق کی ٹولیاں اپنی اپنی بحثوں میں مصروف تھیں مگر ہر شخص کی زبان پر مسلم قوم کا رونا تھا تعجب یہ ہے کہ معائب و نقائص کے اس قدر عام احساس کے بعد بھی کو لکچرار کا لکچر مولوی کا وعظ نامہ نگار کا مضمون شاعر کی نظم حد یہ ہے کہ قوال کی غزل بھی اسی تان پر ختم ہوتی ہے رونا روز بروز زیادہ اور حالت لمحہ بہ لمحہ ابتر ہو رہی ہے۔ اسی صورت کو سامنے رکھہ کر میں ہمیشہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہر مسلمان صرف اپنا فرض اسلامی اتنا سمجھ لے کہ خود مسلمان ہو جائے تو وہ موجودہ اسلامی دنیا کا بہترین مسلمان ہوگا۔ کاش وہ حضرات جو قوم کا رونا روتے ہیں اس طرف توجہ فرماتے اور دوسروں کو مسلمان بنانے سے پہلے خود مسلمان ہو جاتے۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ خطبۂ نکاح پڑھا گیا۔ اور نکاح ختم ہوا دلی میں روایات قدیمہ روز بروز مٹ رہی ہیں، پہلے یہ دستور تھا کہ ادہر دعا ختم ہوئی اور ادہر شہدوں کی جماعت نے مبارکبادیں دینی شروع کیں۔ ان شہدوں کو جو کچھ ملتا تہا وہ مفت نہ ہوتا تہا، بلکہ ان کی خدمات کا معاوضہ ہوتا جہیز کی ہر شے ان کے سپرد ہوتی تھی اور یہ تل تل اور تار دولہا کے گھر پر پہونچا دینے کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ پلنگ اور چھپرکٹ کو کندہ ہو پر اٹھانیوالی جماعت یہ ہی ہوتی تھی اور ان کی وجہ سے تمام اشیا اطمینان سے پہونچ جاتی تھیں۔ اب جہیز کی حیثیت میں چونکہ تغیر ہو گیا ہے اسلئے ان لوگوں کی صورتیں بھی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ ہاں قوال اور بھاٹ وغیرہ غزلیں اور گیت گا کر مجلس کو محظوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، المختصر دعا ختم ہوتے ہی آواز آئی۔ "ہر یا لے بنے ہو وے مبارک شادی"

مبارک باد کے یہ الفاظ مجلس میں گونج رہے تھے۔ دولہا دلہن کے متعلقین علیٰ قدر تعلق خوش تھے اور مبارک سلامت کی دہوم دہام ہو رہی تھی مگر مجھے اس مبارک باد میں کچھ اور دکھائی دے رہا تھا۔ نکاح اندر دالان میں تھا۔ مہمان باہر کے بڑے وسیع صحن میں دور تک بیٹھے ہوئے تھے۔ بھاٹ کی مبارکبا دنے خطبہ کے ختم اور نکاح کی تکمیل کا اعلان کیا۔ مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوا اور دل پر ملامت کرنے لگا کہ یہ ایسے موقعہ پر بھی جب ہر متنفس شاد ہے۔ اور شادی رچ رہی ہے تو روتا ہوا ہی دکھائی دیتا ہے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ قلب بدبخت کو راہ راست پر لاؤں لیکن جتنا سمجھاتا تھا اتنا ہی ہاتھوں سے نکلتا تھا اور کہتا تھا۔

اس مبارکباد کی نہ میں تعزیت کی صدائیں موجود ہیں۔ اس مسرت میں آفت اس راحت میں مصیبت اور

اس شادی میں بربادی پوشیدہ ہے۔ مبارکباد سننے خوش ہونے اور مگن پھرنے والے آج ہی کو دیکھتے ہیں ان کے سامنے کل نہیں ہے۔ یہ مستقبل سے اغماض اور انجام سے لاپروائی کرتے ہیں۔ یہ اعلان کس بات کا ہے؟ اس لڑکی کی آزادی سلب ہو چکی اس کا اطمینان ختم ہو اور اس کا زمانہ بہار فنا ہو گیا۔ آج سے یہ ایک ایسے شخص کی جو اسلامی تہذیب اور انسانی جوہروں سے محروم ہے لونڈی بن گئی۔ تو شہ مبارکباد کا مستحق ہے کہ مسلمانوں کے رواج نے گھر بیٹھے ایک ماما دیدی جو ہر بات دن حکومت کرے گا اور خلاف مزاج بات پر طلاق کی تلوار سنبھال لیگا۔

یہ اس قوم کا ایک فرد ہے جس کے آقا نے اسلام کے زبردست محسن فاروق اعظم کی اس درخواست کے جواب میں کہ آپ اور نکاح کر سکتے ہیں ام المومنین بی سلمہ کے یہ الفاظ جانفزا خیال فرمائے تھے۔

"عمر ہمارے معاملہ میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے"

یہ اس انسان کامل کی سنت سے فائدہ اٹھا رہا ہے جس کے آخری الفاظ یہ تھے کہ

"تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے" یہ اس کا کلمہ پڑھنے والا ہے جس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ۔

"عورت کی توہین وہ کرتے ہیں جو پاجی ہیں"

یہ اس صلح پر ایمان لایا ہے جس نے عورت کو مساوات کے لباس سے آراستہ کیا اور مرد کے برابر بیٹھا کر دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ لیکن اب یہ دولہا کیا کرے گا۔ اور دولہن کی حیثیت کیا ہوگی۔

شوہر کی ہر غلط خواہش کے مقابلہ میں بیوی کو اپنے صحیح جذبات فنا کرنے پڑینگے اسکی مرضی پر اپنی خوشی قربان کرنی پڑے گی اور جہاں لونڈی ماما نوکرانی انکار سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں وہاں اس کا فرض ہوگا کہ تعمیل کرے اور ہاں میں ہاں ملائے۔ یہ جان سے اکتا جائے مظالم سے پریشان ہو جائے لیکن اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا اور جب زندگی کے بدترین ظلم کا شکار ہو جائے اور شوہر دوسرا نکاح کرے تو شوہر کے ساتھ سوکن کی رضامندی بھی اس کا فرض ہو۔ لاچار و پریشان ہو کر گھبرا کر اور اکتا کر جب سوسائٹی کی پناہ میں جانا چاہے تو کونسی سوسائٹی۔ توحید کی معترف اور رسالت کی معتقد جس کا ایمان قرآن و حدیث تو اسکے رہنما۔ نعوذ باللہ من ذلک ہر ظلم کو سنت فرمائیں اور ہر ستم کو جائز قرار دیں۔ اسلام نے اس کی شخصیت علیحدہ قرار دی تھی لیکن اس نکاح سے اس کی ذات شوہر میں جذب ہوتی ہے، اسکی کوئی رائے ہوگی نہ قیاس۔ شوہر کی رائے پر اپنا سر جھکا دینا اس کا کام ہوگا۔ اور اس کی جائداد اس کی ملکیت اسکے بچے غرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح دیکھنے اور سننے کو اسکی لیکن حقیقتاً شوہر کی ہوگی اور ان تمام خدمات کا صلہ یہ ہوگا کہ نوشہ جس وقت قانون اور اختیار کی کرسی پر تشریف فرما ہوں گے اور دوسروں کے طفیل عورت کے حق کی کوئی آواز بلند ہوگی تو سب سے پہلے اس آواز کو ٹھکرا دینے اور اس مطالبہ پر ناک بھوں چڑھانے والے ہمارے یہی نوشہ ہونگے،

جب یہ دولہا میاں عورت کی شخصیت کو فنا فرما کر اسلام کی تحقیر پر فخر کرینگے اسوقت دولہن کے دولہا ہی نہیں ہونگے

باپ بھی ہونگے اور بیوی پر حکومت کا چسکا ایمان اور انصاف کو اتنا مجروح کردیگا کہ میں معصوم، دھوپ کی پالی پوسی کو جوان بیٹی ہے جو کلیجے کے ٹکڑے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ان کے جائز حقوق کو اپنی نفسانیت اور حکومت پر قربان کرنے میں ذرہ برابر تامل نہ ہوگا۔ میں نے خانصاحب یعنی دولہن کے باپ سے عرض کیا کہ حضرت مبارکباد تو بعد میں دونگا یہ تو فرمائے آپ نے اس بچی کے حقوق کا کیا تحفظ کیا یا سوسائٹی کے رواج پر ایک بھینٹ اور چڑھا دی۔ اس کا جواب خانصاحب کے چہرہ پر تو مسکراہٹ تھی لیکن ایک اور صاحب نے فرمایا خانصاحب کے ہاں لڑکیوں کو ترکہ پدری بھی نہیں دیا جاتا۔ تحفظ حقوق تو اس کے بعد ہے،

تخیل تو کیا ایک دیوانگی تھی جس نے مٹھائی اور چھوہاروں سے محروم کیا۔ اسی ادھیڑبن میں منہک گھر چلا آیا۔ اور سوچتا رہا کہ کولھو کے بیل کی طرح قریب قریب چالیس سال حقوق نسواں کے گرد چکر لگائے مگر اب بھی جہاں سے چلا تھا وہیں ہوں۔ اس مدت میں اگر بنجر سے بنجر زمین میں بھی تخم ریزی کرتا تو غنچہ ہو جاتی کس قدر مستحق آفرین ہے وہ قوم جو اپنے سیاسی حقوق کے مطالبات میں دنیا بھر کے جتن کر ڈالے اور چیخنے چیخنے اپنا گلا اور دوسروں کے کان پھاڑ دے۔ مگر خود غصب شدہ مال کے دینے کا وقت آئے تو اس کان سنے اور اس کان اڑا دے۔

میں ان ہی خیالات میں محو تھا فضیا معلوم ہوا کہ دنیائے اسلام کا وہ بدبخت گروہ جو مسلمان لڑکیوں کے نام سے موسوم ہے اور جنپر جفا کار مرد احکام کے فرضی جھنڈے ہاتھ میں لئے لاٹھی چارج کر رہے ہیں سامنے موجود ہے انہیں بشاش سے بشاش اور شادان سے شادان لڑکی بھی اُس حق سے محروم تھی جو مذہب مقدس نے اسکو عطا کیا تھا۔ ان کے دلوں میں پھوڑے تھے ان پھوڑوں میں چپکیں تھیں ان چپکوں میں ٹیسیں تھیں اس اذیت نے ان کی جان پر بنا دی تھی انکی آنکھیں خون کے آنسو رو رہی تھیں۔ میں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرے۔ ان کے بالوں کو سر پہ رکھا اور ان کی فریادوں کو سینہ سے لگا کر کہا۔

پیاری بچیوں مرد نے تمہاری تحقیر و تذلیل میں کبھی کسر نہ چھوڑی دنیا ان مظالم کی شاہد ہے جو اس بند و نفس کے ہاتھوں تمہارے نازک قلب پر ٹوٹے۔ انسانی آبادی کا کوئی حصہ کسی حال میں اس جور سے خالی نہیں مرد کے سنگدل جذبات نے مرتے مرتے تمہاری زندگیاں تباہ کیں۔ دمن لاچشم بینا کو آج بھی تمہاری مظلومیت پر روتا نظر آرہا ہے۔ انگلستان کی زمین یونان کا آسمان اور عربستان کا ریت اب بھی تمہارے سوگ میں مرثیے پڑھ رہا ہے تمہاری لاچاری اور بیکسی پر تمہاری مصیبت اور آفت پر ایک آنکھ تمہارے زخموں پر رونے والا ایک دل تمہاری مظلومیت پر رحم کھانے والا ایک انسان تمہاری معصومیت کی قدر کرنیوالا ایک شخص خاک عرب سے پیدا ہوا جس نے تم کو سب کچھ دیدیا اور جو دنیا تم کو ٹھکرا رہی تھی اسی کی آنکھوں میں تم کو بیش بہا جوہر بنا دیا۔ مگر اسکی آنکھ بند ہوتے ہی اسی کا نام جپنے والے تمہارے پیچھے پڑ گئے اور احکام کو بالائے طاق رکھ کر تم پر حکومت شروع کر دی۔ مگر وہ نبض شناس مرد کی فطرت سے

آشنا تھا ہمارے اس نے تمہارے واسطے ایک دوسرا راستہ پیدا کر دیا۔ میری بچیوں اور حوا کی بیٹیوں شیطان نے نئے
سوانگ بھر کر تمہارے سامنے نمودار ہو رہا ہے۔ یہ آزمائش کا وقت اور امتحان کا موقع ہے۔ تمہاری موجودہ زندگی اپنے ساتھ
ایک اور زندگی بھی لئے ہوئے ہے، یہ فانی ہے وہ باقی، یہ عارضی ہے وہ ابدی۔ ان اعمال کی جو ان دنوں کا پھل، ہر کھیتی کی
پیداوار اور اس امتحان کا نتیجہ وہ ساعت ہے جو بعد الموت نمودار ہوگی۔ قصر شاہی میں عیش و عشرت کی راتیں گذار دینے والیاں
اور ٹوٹی جھونپڑی میں دن بسر کرنے والیاں دونوں نہیں ہیں مگر ان کے عمل موجود ہیں۔ قصر زبیدہ جس کے مینار آسمان سے باتیں
کرتے تھے فنا ہو چکا لیکن نہر زبیدہ اس بیگم کے نام کی قیامت تک آبیاری کرے گی۔ بچیوں تم ان ماؤں کی بیٹیاں ہو جن
جنہوں نے سخت سے سخت اذیت اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی شوہروں کی رفاقت سے منہ نہ موڑا۔ سرزمین ہندوستان
بھی ان ستو ستیوں کی ہڈیاں گود میں لئے ہوئے ہے جن کی قبروں پر فرشتے نور برسا رہے ہیں۔ یہ وہ زندگیاں ہیں جن پر دنیا فخر
کرے گی اور جو مرنے کے بعد بھی ایسے کام اور نام چھوڑ گئیں جو مدتوں فنا نہ ہوں گے۔

میری بچیوں! ہم مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان دنیا کا وہ بہترین انسان ہے جس کے نام پر ہم ہزار بار قربان ہو جائیں،
وہ حقیقی محسن وہ سچا آقا وہ پاک ہادی وہ مبارک رہبر میاں بیوی کے تعلقات کا ایک موقع پر اس طرح فیصلہ فرماتا ہے۔

ٹھیک دوپہر کا سنسان وقت ہے، لو کے جھکڑ چل رہے ہیں اور آفتاب کی آتش غضب چاروں طرف آگ برسا رہی ہے
مدینہ منورہ کی مشہور عطر فروش جو اس لئے اور بھی مشہور تھی کہ جس راستہ سے نکل جاتی ہوا کے لبوں کی خوشبو سے مہک جاتی ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں اپنے شوہر کو رضامند کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکی مگر کامیاب
نہ ہوئی۔ اب میرے واسطے کیا حکم ہے۔ ام المومنین خاموش تھیں کہ شہنشاہ دو عالم تشریف لے آئے، حولا کی خوشبو سے دماغ
مبارک معطر ہوا تو خود ہی فرمایا۔ کیا حولا آئی ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا ہاں۔ اس کے بعد حولا نے اپنی درخواست دہرائی، ہمارے
آقا اور خدا کے محبوب نے فرمایا: اپنی کوشش اس وقت تک جاری رکھ جب تک موت تجھکو تیرے شوہر سے جدا نہ کر دے اور اگر
تجھکو اس حالت میں موت آگئی تو میں تجھکو اپنے ساتھ لیکر جنت میں داخل ہونگا۔

چند ہی روز ہوئے میں نے اپنے ایک مضمون میں مسلمان خواتین سے کہا تھا کہ وہ بیٹیوں کی شادی کے وقت اگر حالات
اجازت دیں تو ان کے شوہروں سے حقوق کی تفصیل تحریری طے فرما لیا کریں۔ مگر میں جانتا تھا کہ موجودہ معاشرت انکو اسکی اجازت
نہ دیگی اور وہ مجبور رہیں گی آج جبکہ مجھ جیسے بڈھے ان غریب اور قابل رحم لڑکیوں کے حقوق اپنے نفس پر قربان کر چکے،
اور گھر کی ملکہ کو بازار کی لونڈی بنا دیا، میں نوعمر افراد سے ان کی انسانیت کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کٹھن منزل
میں خود ہی قدم رکھیں۔ ان کا نفس ان کا ایمان ان کو بتا دے گا کہ ان کا یہ فعل کس قدر تعریف کا مستحق ہے۔ یہ ان کا وہ
ایثار ہوگا جس پر اسلام کی بنیادیں قائم ہیں میں اپنے بچوں کو یقین دلاتا ہوں کہ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رض کا نام جپنے
والی مسلمان لڑکیوں میں ایک فی صدی بھی مشکل سے ایسی نکلے گی جو ان کے اس کرم سے غلط فائدہ اٹھائے۔ اگرچہ نکاح بھی

ایسے ہوگئے جن میں شوہروں نے اس رواج کو مٹا کر جوکہ زرعورت کی گردن پر طاقت ور مرد کی چھری ہے اسکا وہ حق عطا فرمادیا جس کی وہ شرعی مالک ہے تو دامن اسلام سے یہ ایک ایسا داغ دور ہوجائیگا جس پر اغیار ہنس رہے ہیں۔ اور یہ ان نفس پروروں کی زیادتی ہے جو اسلام کے جانی دشمن ہیں،

مجھے امید ہے کہ وہ دولہا جو زرق برق لباس سے جگمگا کر دلہن کے گھر پر نکاح کے واسطے آتا ہے قبل از نکاح اسپر بھی غور کریگا کہ نکاح ایک معاہدہ ہے کہ عورت کے واسطے زنجیر غلامی وہ ظاہری لباس و آرایش کو چھوڑ کر اپنے ضمیر پر نظر ڈالیگا تو اسلام کی کامیابی کا ایک ایسا سہرا اپنے سر پر دیکھے گا۔ جس کے پھول مدۃ العمر تر و تازہ رہیں گے۔ اس کا یہ حسن سلوک بظاہر ایک غیر لڑکی کے ساتھ ہوگا مگر حقیقتاً ان بچیوں کے ساتھ ہوگا جنکا وہ خود باپ ہونیوالا اور جو اسکے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے ہیں،

وقت کا بڑا حصہ گذر چکا تھا۔ اور اب میری زبان پر صرف یہ الفاظ تھے۔

"مسلمان عورت کی کشتی نوعمر افراد کے ہاتھ میں ہے"

راشد الخیری

چند باتیں

جون کے پرچہ کے بعد انشاءاللہ عصمت کا سالگرہ نمبر شائع ہوگا جس کی کتابت شروع ہوچکی ہے اور ۳۵ تصویروں کے بلاک بھی اسوقت تک بن چکے ہیں۔ اگرچہ وقت اب بہت کم رہ گیا ہے۔ تاہم ۱۵ اپریل تک تصاویر بھیجی جاسکتی ہیں جو خواتین و حضرات سالگرہ نمبر عصمت کے لئے تصاویر روانہ فرمانی چاہیں، ۱۵ اپریل تک بھیجدیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ تصاویر اس دفعہ بھی کم سے کم ۵۰ ہوں اور ضخامت ڈہائی سو صفحوں کے قریب

ہمیں افسوس ہے کہ سال گذشتہ جن نئی کتابوں کے شائع ہونیکی عصمتی بہنوں نے ضرورت ظاہر فرمائی تھی ہم اسوقت تک شائع نہ کرسکے، چند کتابیں تو ایسی تھیں جن کے بہت ہی کم مضامین موصول ہوئے اور فروری کے پرچہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ جب تک کافی مضامین بہنیں نہ بھیجیں گی۔ فی الحال ان کتابوں کا شائع ہونا مشکل ہے۔ البتہ باقی کتابوں کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ لیکن بہنوں کو اب زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔ مشرقی مغربی کھانے، موتیوں کا کام، سلمہ ستارہ کا کام۔ تینوں کتابیں آخر مئی تک شائع ہوجائینگی۔ اور ہم ماہ آئندہ کے پرچہ میں ان کا اعلان کرسکیں گے،

اڈیٹر

شادی بیاہ میں مہمان جانا

کبھی کبھی اپنے عزیزوں یا بے تکلف ملنے والوں کے ہاں شادی بیاہ میں کئی کئی دن کیلئے مہمان جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہاں جا کر بعض اوقات بڑی بہت ہی تکالیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اول تو جگہ ٹھیک نہیں ملتی، اس پر سے راتوں کی جگائی کھانے پینے کی بے احتیاطی۔ غرض تین چار دن میں آدمی کی خاصی اچھی سزا ہو جاتی ہے اور بعض لوگ تو وہاں سے واپس آکر مہینے دو مہینے تک بیماری جھیلتے ہیں۔ جب کہیں جا کر اچھے ہوتے ہیں۔ بلانے والوں کو بھی اس کا خیال چاہئے جتنی گھر میں گنجائش ہو اسی کے مطابق مہمان بلائیں۔ یا اگر زیادہ مہمان بلانے ہوں تو سامان کا جھگڑا نہ رکھیں ورنہ پھر کوئی بڑا مکان تقریب کے لئے کچھ دنوں کرایہ پر لے لیں اور جن لوگوں کو بلائیں ان کے لئے ہر قسم کے آرام کا بندوبست رکھیں۔

جانیوالوں کو یہ احتیاط ضروری ہے کہ اپنی تمام ضرورت کی چیزیں صابن منجن کنگھی آئینہ تیل تولیہ جانماز اور گلاس، لوٹا بچھونا وغیرہ جو بھی بند جائیں اور جہاں تک ہو سکے صاحب خانہ پر اپنی ضرورتوں کا بار نہ ڈالیں۔ انہیں اپنے ہاں کی تقریب ہی کے کام و انتظام کرنے کیا کم ہیں کہ اس پر سے مہمانوں کی فرمائشیں بھی وہی پوری کریں کوئی کہہ رہا ہے کہ بھئی ہمیں ذرا صابن دینا کسی کی فرمائش ہے کہ رنگ چاہئے۔ کوئی سینے پرونے کو منگانا چاہتا ہے یا کچھ کو کچھ بازار سے منگا کر دینے کی فکر ہے ظاہر ہے کہ جس جگہ پچاسوں مہمان بھرے ہونگے اور ہر ایک یہ سمجھے کہ کسے حق ہے کہ گھر والوں اور ان کے نوکروں سے جو کچھ چاہوں کام لوں وہاں کیا کچھ نہیں نہ بچے گی، اور صاحب خانہ کو کتنی کچھ دوسری اور زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔ بعض دفعہ ایسی ہی ذرا ذرا سی باتوں کے پیچھے مہمان اور میزبان میں ناحق کو شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ اور جب معاملہ دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصلیت خاک بھی نہیں تھی۔

بعض لوگ ایسی جگہ اپنی شان دکھانی شروع کرتے ہیں اور جلد جلد جوڑے بدلتے ہیں نوکروں کی شامت آجاتی ہے کہ بار بار بے تانا کو بنیں دیں اور کپڑے تہ کر کر کے رکھیں۔ پہلے زمانہ میں تو شاید اسے امیری کا اظہار کہا جاتا ہو مگر آج کل تو سوائے شیخی اور اوتاولاہٹ کے اور کوئی اچھا خیال ایسی بیبیوں کی بابت نہیں کیا جا سکتا۔ خدا نے روپیہ دیا ہے تو اس کا اظہار اور طریقوں سے بھی ممکن ہے۔ اعلیٰ قسم کے زیورات ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جو کوئی پہنے ہر کا خاص طور سے اس پر نظر پڑے گی۔ عین تقریب کے وقت ایک بڑھیا جوڑے کے علاوہ ہر روز ایک دفعہ کپڑے بدلنا کافی ہے اور دونوں وقت کنگھی وغیرہ کر لینا یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ دونوں ہی وقت کپڑے بھی بدل لئے جائیں اس سے زیادہ اپنے سنگھار اور آرائش کا شوق ظاہر کرنا ناحق اپنے آپ کو چھچھورا ثابت کرنا ہے۔ اکثر جگہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ دالان میں ساری محفل آراستہ ہے۔ سب بیویاں بیٹھی ہوئی آپس میں ہنس بول کر باتیں کر رہی ہیں اور ادھر ادھر صحنچیوں میں دو تین پلنگ پڑے ہیں کچھ بیویاں ان کے اوپر بیٹھی ہیں سب کو اس نظر سے دیکھ رہی ہیں گویا کوئی تماشہ ہو رہا ہے۔ اگر کسی کام کی ضرورت ہوئی تو آہستہ سے اپنے ساتھ کی ماما کو آواز دی اور اس سے کہہ دیا اگر کوئی بیوی پاس آکر بیٹھ گئیں اور ان سے باتیں کرنے لگیں تو ان کی بات کا مختصر سے مختصر جواب ہو سکا تو دیا اور بس۔ اگر کہیں جانے کی ضرورت ہوئی تو ماما کو بلا کر جوتی منگائی گئی اور پھر ایک خاص انداز سے بیٹھک بدل کر پلنگ کے ایک طرف کو سرکیں۔ پھر آہستہ سے پاؤں لٹکا کر جوتی پہنی اور بڑی احتیاط سے اٹھ کر آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ ایسے وقت میں تمام بیویوں کی نظریں بے اختیار ان کی طرف اٹھتی ہیں اور عام طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون ہیں لیکن قریب قریب سب ہی ان سے ناواقف ہوتے ہیں کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا، آخر صاحب خانہ یا ان کی کوئی عزیز اس مشکل کو حل کرتی ہیں۔ اور بتایا جاتا ہے کہ یہ بڑی امیر آدمی ہیں، ان کے میاں کی اتنی تنخواہ ہے۔ یا یہ کہ بڑی خاندانی آدمی فلاں کی بیٹی فلاں کی بہو ہیں۔ بس اس سے زیادہ کوئی ان کا حال نہیں جان سکتا۔ اور اتنا جاننے کے بعد جو کچھ توجہ بیویوں کو ان کی

طرف پیدا ہوئی تھی وہ بھی جاتی رہتی ہے، اور وہ اسی طرح خاموشی میں سارا وقت گذارنے کے بعد چپ چاپ اپنے گھر واپس چلی جاتی ہیں۔ اب خیال کرنے کی بات ہے کہ انہیں ایسی جگہ مہمان آنے سے کیا فائدہ ہوا۔ نہ کسی بات میں کوئی دلچسپی لی۔ نہ کسی سے بولیں چالیں۔ نہ کسی سے واقفیت پیدا کی، نہ دوسری بیویوں کو اپنے متعلق کسی طرح کی واقفیت کا موقع دیا۔ بس گھر والی کے سر پر حسن کا بوجھ رکھدیا اور چلی گئیں، یہاں باقی بیویوں کو ایک مشغلہ ہاتھ آیا۔ جن کے مزاج میں ظرافت ہوئی انہوں نے ہنسی اڑانی شروع کی کسی نے ان کے اد ی پن پر اعتراض کیا تو کسی نے چال پر اور کسی نے بیٹھنے کے طریقے پر۔

بعض بیویاں باتیں کرنی شروع کرتی ہیں تو اس قدر بولتی ہیں کہ اور کسی کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔ یہ بات بھی محفلوں میں اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ یوں اپنی بے تکلفانہ ملاقات میں اور بات ہے کسی کسی میں یہ عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے خوب زور زور سے بولتی ہیں اور ہاتھ بھی چلاتی جاتی ہیں چہرہ بھی عجیب عجیب طرح کا بناتی ہیں۔ ان حرکتوں سے یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ سب ادھر متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن ان کی بابت کوئی اچھا خیال نہیں کرتا۔ اکثر بیویوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کے سامنے اپنے نوکروں اور بچوں پر خواہ مخواہ خفا ہوتی اور غصہ کرتی ہیں اور اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگ انہیں بہت ہی عقل مند اور قاعدوں کا پابند سمجھیں، لیکن یہ تمام باتیں الٹا اثر پیدا کرتی ہیں،

برعکس ان کے جو بیویاں سب سے خندہ پیشانی سے ملتی ہیں اعتدال کے ساتھ دوسروں سے بات چیت کرتی ہیں۔ بہت بڑے بڑے الفاظ نہیں بولتیں کسی سے بات چیت کرنے میں اپنی کسر شان نہیں سمجھتیں چھوٹوں کے ساتھ مہربانی اور بڑوں کے ساتھ ادب سے پیش آتی ہیں انہیں سب اچھا سمجھتے ہیں اور اگر وہ کسی وقت چپ بھی بیٹھی ہوتی ہیں تو ہنس مکھ سی معلوم ہوتی ہیں،

بڑی بڑی محفلوں میں ہزاروں طرح کے آدمی نظر آتے ہیں نئے فیشن کے بھی اور پرانے فیشن کے بھی لیکن کسی کی ظاہری صورت کو دیکھکر اس کی ہنسی اڑانا بڑی نامناسب بات ہے۔ اگر کسی کے متعلق ہمارے دل میں کوئی برا خیال پیدا ہو تو اسے ظاہر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اگر کوئی بیوی ان کے متعلق کچھ کہہ رہی ہوں تو اُسے بھی سن کر سنی کی ان سنی کر جائیں اور ایسی باتوں میں حصہ نہ لیں اسی طرح کسی کو دیکھتے ہی فوراً اس کی تعریف شروع کر دینا بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اتنی سی دیر کے دیکھنے میں کسی کا حال کیا معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسکے کچھ ہی دیر بعد ہمارا خیال بدل جائے تو فضول اپنی پہلی بات پر شرمندہ ہونا پڑے۔ غرض یہ کہ محفلوں میں جانا بھی خاصا ایک امتحان کا وقت ہے اور جتنی زیادہ دیر کے لئے ہو اتنا ہی مشکل۔ ایسی جگہ آدمی کو ہر بات سوچکر سمجھکر کرنی چاہئیے کہ دوسرے اس کے متعلق اچھی رائے قائم کریں۔ اور یہ مشکل یوں آسان ہو سکتی ہے کہ خود دوسروں کو دیکھکر رائے قائم کریں اور سیکھیں جن بیویوں کا طرز نشست و برخاست دوسروں سے برتاؤ اچھا معلوم ہو ان کی پیروی اختیار کریں۔ جو باتیں دوسروں کی دیکھکر بری معلوم ہوں ان سے بچیں۔

ان سب باتوں کے علاوہ یہ بھی بڑی ضروری بات ہے کہ اپنے مراسم کے مطابق صاحب خانہ کو ان کے کام کاج میں مدد دیں، اور جو فرائض سپرد کئے جائیں انہیں پوری توجہ اور دل بستگی کے ساتھ پورا کریں۔

و-۱

انا کی جان نثاری

تھا محوِ خوابِ غفلت معزول بکرما جیت — اس سے بہت ہی پہلے بخت اسکا سو چکا تھا
سوتے میں جان اسکی دشمن نے آکے لے لی — وہ تخت و تاج پہلے ہاتھوں سے کھو چکا تھا

برپا ہوئی قیامت ایوان خسروی میں — بھاگے اِدھر اُدھر کو سب لوگ ڈر کے مارے
کھا کھا کے رانیاں غش گرنے لگیں زمیں پر — گرنے لگے فلک سے یا ٹوٹ کر ستارے

مقتول کا پسر تھا ننھا کنور ادے سنگھ — شاہی محل کے اندر سوتا تھا اک مکاں میں
انا تھی پاس بیٹھی وہ اس کی تھی محافظ — ہوتا ہے فرق کتنا انا میں اور ماں میں

انا کا اپنا بیٹا۔ ہم سن جو تھا کنور کا — سویا ہوا تھا وہ بھی گرمی کی دوپہر میں
کمرے میں ایک خادم داخل ہوا اسی دم — انا نے اس سے پوچھا "کہرام کیا ہے گھر میں؟"

جو کچھ گزر چکا تھا۔ خادم نے کہہ سنایا — گھبرا گئی بیچاری وہ ماتا کی ماری
اتنے میں اس کے دلمیں فوراً خیال آیا — رانا کے بعد ہوگی شاید کنور کی باری

یہ قیمتی امانت میرے سپرد ہے جو — رہ جائے یہ سلامت۔ کاش اسکو میں بچالوں
تیغ عدو سے اس پر یارب! نہ آنچ آئے — جان حزیں پہ اپنی صدمہ جو ہو اٹھالوں

یہ سوچ کر اٹھایا سوتے ہوئے کنور کو — میوے کے ٹوکرے میں آہستہ سے لٹایا
اس غنچے کو چھپایا پتوں کی تہ کے نیچے — خادم نے سر پہ اپنے وہ ٹوکرا اٹھایا

چھاتی پہ رکھ کے پتھر اور ضبط آہ ہی سے — بستر پہ پھر کنور کے اپنے پسر کو ڈالا
انجام آ رہا تھا اس کو نظر صریحاً — زاغ و زغن کے آگے لخت جگر کو ڈالا

"بولو، کنور کہاں ہے؟" بولا کڑک کے قاتل — نے جرأت خموشی، نے گفتگو کا یارا
حلقوم ماتا نے گھونٹا ہوا تھا اس کا — بیکس نے سوئے بستر کر ہی دیا اشارا

قاتل کے ہاتھ ٹوٹے اس جان ناتواں پر — ٹھنڈا ہوا تڑپ کر اک وار میں بچارا
ایسا نہ ہو کہ اس کا راز نہفتہ کھل جائے — یہ دیکھتی رہی اور اما نے دم نہ مارا

کام اپنا کر کے ظالم نکلا مکاں سے باہر — بچہ تھا خوں میں لت پت بیہوش ماں پڑی تھی
انجم سے ہیں جو اب تک سینے میں داغ تیرے — تیری نظر بھی اپنے لئے آسماں پڑی تھی؟

ایثار اس سے بڑھ کر دنیا میں کون سا ہے — قربان کیا پسر کو راہ وفا پہ تو نے
اہل زمیں میں تھی جو رسم وفا پرستی — پہنچا دیا ہے اس کو اوج سما پہ تو نے

جب تک جہاں ہے قائم اہل جہاں کے دل پر — نقش دوام ہوگی تیری یہ جاں نثاری
زندہ رہیگا تیرا نام عزیز "پنا"! — ضرب المثل رہے گی تیری وفا شعاری

تلوک چند محروم

فیشن

فیشن کے اصلی معنی تو طریق و طرز کے ہیں لیکن ہندوستان، بخصوصاً مسلمانوں کے تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ میں یہ لفظ ایک جداگانہ خصوصیت رکھتا ہے جس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ فیشن نام ہے جدت کو محض جدت کی وجہ سے اختیار کرنے اور تقلید کو محض کورانہ تقلید کے باعث برتنے کا چونکہ اس خصوصیت میں مسلمان سب سے پیش پیش ہیں اس لئے میں مضمون زیر بحث میں صرف انہی کا خاکہ پیش کروں گی۔ اس بات کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ ہماری اقتصادی حالت روبہ زوال ہے اور ہم لوگ جو ایک صدی قبل تھے وہ آج نہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہوں گے، ہمارے اوپر نہ طعنۂ اغیار کا اثر ہوتا ہے نہ دوستوں کی نصیحت کا۔ علم سے قریب قریب ناپید ہو گیا ہے اور علم جو بچی کا شوق صرف ناول نوازی تک محدود ہے۔ میری بہنیں کہیں گی کہ فی زمانہ مسلمان مرد اور عورتیں اس میدان میں گامزن نظر آتی ہیں اور یہ گویا بام ترقی کے میدان کا پہلا قدم ہے۔ میں مانتی ہوں کہ میرے بہن بھائی رفتہ رفتہ اس نام نہاد تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گی کہ اس سے بجائے ترقی کے ہماری قوم اور پستی کی طرف جا رہی ہے۔ میرا خمیر چونکہ ایک ایسے قصبہ سے بنا ہے جس کی خاک سے ہر سال تین چار گریجویٹ پیدا ہوتے ہیں اور جہاں گذشتہ سال سے سند یافتہ لڑکیوں کو بھی پیدا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میں اس نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ کی فطرت سے بخوبی آگاہ ہوں، مسٹر گوکھلے آنجہانی نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ "تمہارے اسکول و کالج صرف مدرس یا کلرک پیدا کر سکتے ہیں" اور یہ امر واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ جو لڑکیاں مڈل اور انٹرنس کے امتحان پاس کر کے گھر آئیں ہیں ان کی قابلیت اتنی بھی تو نہیں ہوتی جتنی کہ انسان گھر پر دو سال کے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ خیر یہ تو ہمارے نظام تعلیم کی خرابی کا اثر ہے۔ دراصل رونا تو اس بات کا ہے کہ وہ اسکول کی فضا میں رہ کر اپنی روایات اپنے اخلاق اور اپنے طرز معاشرت سے بیگانہ بنجاتی ہیں، اور ان سب کی بجائے اس شے کا حصول کرتی ہیں جس کو عرف عام میں "فیشن" کہا جاتا ہے۔ اونچی ایڑی کا جوتا جو اب مغربی دنیا میں بھی ناپسند کیا جانے لگا ہے، ان کی تہذیب کا جزو لاینفک بنجاتا ہے۔ عریانیت ان کا شعار ہوتا ہے اور لاف زنی ان کا شیوہ، روز و شب وہ ہر اس متنفس کو جو سادہ لباس پہنتا ہے۔ ذلیل سمجھتی اور ہر اس عورت کو جو ان سے بہتر یا نئی وضع کے کپڑے پہنے ہوں رشک و حسد اور لالچ کی نظروں سے دیکھتی ہیں اور اپنے والدین کو اس امر پر مجبور کرتی ہیں کہ وہ قرض لیں ادھار کریں، لوگوں کا گلا کاٹیں مگر ان کے واسطے بھی ایسا ہی لباس مہیا کریں۔ اسی طرح سے ایک سے دو ہیں اور دو سے چار ہیں۔ اس طرز

مخصوص کا رواج ہو جاتا ہے اور یہی "فیشن" بن جاتا ہے۔ گویا فیشن کی وبا کے وہ جراثیم جو لڑکیاں اپنے ساتھ اسکول کی دنیا سے لاتی ہیں اس طرح اثر پذیر ہوتے ہیں۔

بفرض محال اگر اس خوش پوشی کو ان کا روشن پہلو تسلیم کر لیا جائے تو تاریک پہلو تاریک تر نظر آئے گا یہ خانہ داری سے اسکول لڑکیاں عموماً ناواقف ہوتی ہیں۔ اگر ان کو کچھ آتا بھی ہے تو وہ اس خیال سے کہ ان کی نفاست جسمانی یا لباس میں خلل نہ آ جائے ان کاموں میں ہاتھ لگانا معیوب سمجھتی ہیں۔ باورچی خانہ کے نام سے ان کو ہول اٹھتا ہے لیکن اگر کھانا بدمزہ ہو تو پھر ماما بیچاری کی شامت آ جاتی ہے۔ کپڑے اور زیور کے معاملات میں البتہ ان کو ید طولیٰ حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر قیمت کا سوال درمیان میں نہ ہو تو ان سے بہترین مشورہ مل سکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے نوجوان طبقہ کی یہ حالت کب تک قائم رہے گی۔ ایک طرف تو یہ حالت ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ذریعہ معاش صرف نوکری تک محدود رہ گیا ہے۔ اور نوکریاں بقول اکبر مرحوم کے "عنقا" ہیں اور دوسری طرف اسراف کی یہ حالت ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے (بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہو رہا ہے) کہ پہلے باپ دادا کی جائدادوں پر ہاتھ صاف ہوتا ہے۔ پھر زیور کی نوبت آتی ہے، اور اس کے آگے تباہی۔

اس کے برخلاف ہندو بھائی بہنوں کو لیجیے۔ الٰہ آباد میں رہ کر مجھکو اکثر روشن خیال گھرانوں میں جانے اور تبادلہ خیالات کرنے کا موقع ملا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس قوم میں وہ تمام عناصر پیدا ہو گئے ہیں جو ایک ترقی کرنے والی قوم میں عموماً ہوا کرتے ہیں۔ کسی قوم کے عروج حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلا لازم اتفاق ہے۔ ایسا اتفاق جو باوجود انفرادی تفرقوں کے قائم رہے، دوسری ضرورت ایک محور کی جس کے گرد تمام لوگ گھوم سکیں وہی ان کا نصب العین قائم کرے اور وہی ان کو منزل مقصود تک پہنچائے۔ چنانچہ مہاتما گاندھی کی ذات اس کا بین ثبوت، تیسرا عنصر اقتصادیات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کے دو اصول ہیں۔ ایک آمدنی سے خرچ کو کم رکھنا دوسرے جہاں تک اپنی ذات یا خاندان کا تعلق ہے حتی المقدور کفایت کرنا لیکن جب قوم کا سوال پیش ہو تو دامے درمے قدمے سخنے، کسی چیز سے کوتاہی نہ کرنا۔ تعلیم بھی ایک ضروری چیز ہے لیکن میں اسکو ثانوی حیثیت دیتی ہوں کیونکہ تاریخ میں اکثر ایسی اقوام کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے بلا تعلیم کے ترقی کی ہے، خود مسلمانوں ہی کو لے لیجیے۔ جب وہ حجاز سے بحر مواج کی طرف بڑھنے شروع ہوئے تو ان میں سے کتنے تعلیم یافتہ تھے اور ان کی تعلیم کتنی تھی۔

آپ اگر ان میں اس نام نہاد فیشن کو تلاش کیجیے تو بمشکل ایک دو مثالیں ایسی ملیں گی جو اپنے طریق سے بیگانہ ہونگی۔ ورنہ عام طور پر نوجوان طبقہ ایک دھوتی اور ایک لمبا کرتہ یا ایک ساڑھی اور شلوکہ اور وہ بھی یا تو کھدر کا ہوگا ورنہ دیسی تو ضرور ہی ہوگا۔

مجھکو یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ جب ہماری بہن اور بھائی اُن کو اس وضع میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان ہندوستانیوں میں تہذیب کا شائبہ بھی نہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تہذیب کا دار و مدار صرف فضول خرچی اور خوش پوشی پر ہے تو آپ آنحضرت صلعم صحابہ کرام اور تابعین کے متعلق جنہوں نے اسلام کو بطور ایک مذہب کے قائم کیا اور اس کو عرب، افریقہ، شام و مصر وغیرہ تک پھیلایا کیا رائے رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دولت چند روزہ شے ہے۔ مفلسی اور تونگری تو آنی جانی ہے اور فیشن پیسے کا کھیل ہے۔ بہنو! انسان کا اصل جوہر اس کی ذاتی قابلیت ہے۔ اور اگر کسی شخص میں قابلیت ہو تو دولت خود اس کے پاس کھنچ آتی ہے۔ چنانچہ میں تاریخ سے دو مثالیں ایسی پیش کرتی ہوں

جب بنی امیہ کے خاندان پر زوال آیا اور اس کے تمام افراد یکے بعد دیگرے قتل ہونے شروع ہوئے تو عبدالرحمن نے بھاگ کر اسپین میں پناہ لی۔ خلیفۂ وقت اس کے خون کا پیاسا تھا اور عباسی سپاہی اس کی تلاش میں تھے۔ مگر وہ ان سے بچکر صاف نکل گیا۔ اور اپنی ذاتی قابلیت سے اسپین کا بادشاہ بن بیٹھا برخلاف اس کے آپ بہادر شاہ اور ان کے عیال و اطفال کی مثال لیجئے۔ اور خاندان مغلیہ کے خاتمہ پر غور فرمائیے اور انکا انجام خواہ کتنا ہی درد انگیز اور عبرت ناک کیوں نہ ہو لیکن قانون بقا کی رو سے اُن کا فنا ہو جانا لازمی تھا۔

بہنو! وہ زمانہ دور نہیں جب پردہ جو تمہاری حقیقی حالت کا پردہ پوش ہے اُٹھ جائیگا۔ اور تم کو میدان عمل میں آنے کی ضرورت پڑے گی۔ اسوقت تمکو دو قسم کی دقتوں کا سامنا ہوگا۔ قابلیت نہ ہونے سے تم اپنے ہم چشموں میں ممتاز نہ ہوسکوگی۔ اور دوسرے فیشن کی دنیا تمہارے پیچھے پیچھے ہوگی۔ تم اپنی دیرینہ عادت کے بموجب ایک دوسرے سے عمدہ پوشاک پہننے کی کوشش کروگی۔ وہ تمکو جلد جواب دیگی مجھ میں یہ سوچنے یا کہنے کی جرأت نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ ع عقلمنداں را اشارہ کافیست۔

سلطانہ احمدالدین مارہروی

گلدستۂ کشیدہ

کبھی سوچ اے انسان!

سورج اپنی کرنوں سے کائنات کو منور کرتا ہے۔ چاند اور ستارے اپنی درخشانی سے آوارہ منزل مسافروں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ سمندر خود روو درختوں کی سیرابی کے لئے ساحلوں پر پانی اچھالتا ہے۔ اور زمین جانداروں کی پرورش کی خاطر اپنا سینہ چاک کر کے نباتات پیدا کرتی ہے، اے انسان! دیکھ۔ چشم حقیقت سے دیکھ، نیچر کس قدر ایثار پسند ہے۔ ہر شے بجائے خود ایک وسیلہ ہے۔ نیچر سے ہمدردی کا سبق سیکھ۔ کائنات ایثار کا درس ہے۔ یہ بیجان چیزیں خلق اللہ کی فیض رسانی کو اپنا نصب العین قرار دیتی ہیں، لیکن خود غرض انسان! وائے بر حال تو کہ اشرف المخلوقات اور قابض زمین ہو کر تو ہم جنس تک کی خدمت سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اپنے فطری عطیوں کے تصرف کو اپنی ذات ہی تک محدود رکھتا ہے۔ تو انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں سے ایک نہیں دو نہیں تین تین وقت شکم پری کرتا ہے۔ اور تجھے ان ہم جنسوں کی یاد نہیں آتی جنہیں ایک وقت بھی روٹی پیٹ بھر کے میسر نہیں ہوتی۔ نہیں ہو سکتی۔ تیرے خوان نعمت سے ایک ٹکڑا کسی وقت بھی ان کو نہیں پہنچتا۔ موسم سرما میں تو اپنے عشرت کدہ کے اندر گرم و گداز اور اعلیٰ ترین لحافوں سے اپنے تن نازنین کو لپیٹتا ہے۔ اور ان بیچاروں کی بے سرو سامانی کا تجھے احساس نہیں گذرتا۔ جو راستہ پر ادھر ادھر پڑے سردی میں تھرتھراتے ہیں، کبھی سوچ اے انسان! آہ تیرے کپڑوں کا کوئی حقیر حصہ بھی ان کے تن بے پناہ کے نذر نہیں ہوتا اپنے نونہالوں کی تعلیم و تدریس کے لئے تو تو بڑی کوشش کرتا ہے۔ انہیں زیور علم و ہنر کے ساتھ پروان چڑھاتا ہے لیکن کسی بے استطاعت بچے کی تعلیم کی طرف تو توجہ نہیں کرتا۔ اس بے بس فرقے کی کشتی حیات کو قعر ذلت کے پار کرنے کی ضرورت تجھے محسوس نہیں ہوتی۔ نفس کی صدا پر تو اپنی جان و مال نثار کر دیتا ہے۔ اپنی حرص کی تکمیل کے لئے مضطرب اور پریشان رہتا ہے، مگر اہل غرض کے مدعا کی تیرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ آہ! سائل کے ارمان کا تو اپنی بے اعتنائی کی ٹھوکروں سے خون کر دیتا ہے۔ اپنے زیاں اور ضرر پر صدائے احتجاج سے زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیتا ہے۔ لیکن مظلوم و بیکس یتیموں کے نالہ و بکا کا تو اثر قبول نہیں کرتا۔ انکی دادرسی تجھے منظور نہیں ہوتی۔ ترا خیال ہے۔ تو گمان کرتا ہے کہ غیروں کے اشتراک سے تیرے حصے میں کمی ہوگی شان میں فرق واقع ہوگا۔ آہ! آہ!! نادان ہے تو — کبھی سوچ اے انسان! سورج کی روشنی کو خلق اللہ کی فیض رسانی سے کوئی زیاں پہنچا ہے، چاند ستاروں کی چمک تری خدمت سے کبھی ماند ہوئی ہے۔ کبھی سوچ اے انسان! سمندر کی کروفر حود و سخا سے کچھ کم ہوئی۔ زمین کی قوت تیرے تن پروری سے کہیں گھٹی! اپنے اس غلط قیاس کو دل سے خارج کر دے۔ ہم جنسوں کا وسیلہ بن جا۔ نیچر تری وساطت کا بیڑا اٹھائیگی۔

ح - ا رنگون

دیوالیہ

افسانہ

مرزا مسعود اپنے دفتر میں بیٹھے کسی فکر میں کھوئے ہوئے تھے۔ انہیں [illegible] تھی، اچانک انہوں نے ٹیلی فون اٹھا لیا اور کہا۔ کون۔ حامد حسین کیا تم میرے دفتر تک آسکتے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا اچھا چھ بجے۔ یہ کہہ کر ریسیور میز پر رکھ کر اپنی کرسی پر آبیٹھے، اور پھر اسی اُدھیڑ بن میں مصروف ہو گئے۔ مستقبل کے جنون افزا تخیلات نے ان کو ایسی گھٹا ٹوپ تاریکی میں چھپا لیا جہاں امید کی کوئی جھلک ہی نہ تھی،

انہیں اس کا بھی علم نہ ہوا کہ حامد حسین آئے ہیں۔ اور ان کے قریب کھڑے ہیں، وہ آنے والے مصائب پر غور کر رہے تھے، ان کی نظروں میں مکان اور کل جائداد کے فروخت اور نیلام ہونے کا منظر آنکھوں میں پھر رہا تھا، بنک کب تک مہلت دیگا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو دن۔ چار لاکھ روپے کہاں سے ملیگا جس سے بنک کا کل قرضہ ادا کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں دلالوں اور کمپنیوں کا بھی چار لاکھ سے کم قرض نہ تھا، لیکن یہ کچھ عرصہ کے لئے ٹالا بھی جا سکتا ہے۔ مگر کسی طرح کل بنک کو چار لاکھ روپیہ ادا کر دئے جائیں تو ممکن ہے کہ ان کا دیوالہ نہ نکلے

حامد حسین اس بات سے بخوبی واقف تھے اس لئے وہ مرزا مسعود کے ملنے سے گریز کرتے تھے لیکن آج بدقسمتی سے ٹیلی فون پر پکڑے ہی گئے، مصداق مرتا کیا نہ کرتا۔ اپنی بیوقوفی پر افسوس کرتے ہوئے چھ بجے مرزا مسعود کے دفتر میں آموجود ہوئے۔ لیکن اپنے دوست کی یہ حالت دیکھکر متحیر نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہی رہے۔ مرزا کی پژمردہ اور اداس صورت نے حامد حسین کے دل پر ایک کاری ضرب لگائی انہیں وہ دن یاد آگئے جبکہ پانچ برس پہلے انکی بھی یہی حالت تھی اور وہ مرزا مسعود کے پاس مدد مانگنے آئے تھے اور اس رحم دل محب نے بغیر دریافت کئے ان کے ہاتھ میں تین لاکھ کا چک رکھ دیا تھا۔ اور ان کی شکر گذاری پر کہا تھا "حامد دوست وہی ہے جو اڑے وقت مدد دے اگر میری تمام جائداد تمہارے کام آجائے تو مجھے بہت خوشی ہوگی"

یہ خیال ان کے دل میں بگولے کی طرح اٹھ رہا تھا مرزا کی بے لوث دوستی اور وہ لطیف تبسم حامد حسین کو بے قرار کر رہا تھا، دوستی کا حق ادا کرنے کا وقت قریب تھا لیکن وہ دوستی کے بلند معیار سے بہت پیچھے تھے ان کی نظروں میں ڈوبتے کو سہارا دینا عقلمندی کے خلاف تھا، ان کا اصول تھا کہ نا اہل لوگوں کی امداد کرنا ان کو زیادہ سست اور کاہل بنا دیتا ہے

اسی پیچ و تاب میں مبتلا رہ کر حامد حسین نے کہا "مرزا"

مرزا چونک کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے دوست کو دیکھ کر ان کے چہرے پر امید کی جھلک دوڑ گئی۔ لیکن حامد حسین پر اس کا الٹا اثر پڑا، انہیں علم تھا کہ مرزا مسعود کو ان سے بڑی امید ہے۔ مگر ان کی ایک "نہیں" مرزا کی امیدوں کا خون کردے گی،

انہوں نے اپنی مصیبت کی داستان سنا کر کہا۔ حامد اگر اس وقت تم مجھے چار لاکھ روپیہ دیدو تو میں دیوالیہ ہونے سے بچ جاؤنگا۔

حامد نے جواب دیا مرزا میری دلی خواہش ہے کہ اس مصیبت میں تمہاری مدد کروں لیکن مجبور ہوں میرے پاس اتنا سرمایہ کہاں،" مرزا خاموش تھے اور ٹکٹکی باندھے گھڑی کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کی خاموشی نے حامد کو مضطرب کر دیا۔ انہوں نے پھر کہا" اسوقت تو میرے پاس پچاس ہزار بھی نہیں لاکھ دو لاکھ کی کون کہے، مجھے بہت افسوس ہے کہ میں مدد نہیں کرسکتا، کیا کروں میں خود قرض کے بوجھ سے دبا جا رہا ہوں،

حامد حسین کو امید تھی کہ ان کا دوست ان سے منت کریگا اور مدد کے لئے گڑگڑائیگا۔ لیکن مرزا خاموش کھڑے دیوار میں اپنا مستقبل دیکھ رہے تھے، ان کو سخت روحانی اذیت ہوئی وہ جتنا ان کی خاموشی سے ڈر رہے تھے شاید ان کی درشت کلامی کا بھی اتنا اثر نہیں پڑتا، انکا دل پسیج گیا لیکن فوراً ہی کسی نے مبہم الفاظ میں کہا۔ دیکھ ایسی غلطی مت کرنا۔ تو نے شکر کا ٹھیکہ لیا ہے اگر رحم دلی سے کام لیا تو تیری بھی یہی کیفیت ہوگی اس کے اور بھی تو دوست ہیں۔ احمد حسین۔ عبداللہ سیٹھ حسن دادا وغیرہ۔ سب ہی لاکھوں کے آسامی ہیں۔ چار لاکھ دیدینا ان کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ پھر یہ ان سے کیوں نہیں مانگتے،

مرزا مسعود یکایک ہنس پڑے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ پاگل ہو گئے ہیں۔ حامد حسین کو خوف پیدا ہوا انہوں نے جیب سے اپنی گھڑی نکال کر دیکھی اور کہا مجھے بہت دیر ہوگئی، میں اب جاتا ہوں تم مت گھبراؤ، خدا تمہاری مدد کریگا دروازے کے قریب پہنچکر انہوں نے دیکھا کہ مرزا اپنی جگہ کھڑے ہیں انہوں نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا کہ حامد حسین اب کمرے میں نہیں ہیں،

کچھ دیر بعد مرزا مسعود چونک پڑے انہیں پہلی دفعہ محسوس ہوا کہ وہ تنہا ہیں، انہوں نے ہنسکر کہا کیسی دنیا ہے جب اسی نے صاف جواب دیدیا تو اوروں سے امید رکھنی فضول ہے۔

اتنے میں ناگہاں ان کا سکریٹری کمرے میں داخل ہوا، مرزا اس جوان سے بہت محبت کرتے تھے اور اسکی جفاکشی و ایمانداری کے قائل تھے۔ اسکو اپنا ساجھے دار بنانے کی انکی بڑی تمنا تھی لیکن یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی انہوں نے اسکو اپنی آپ مدد کرنیکا گر سکھا یا تھا۔ عثمان خود مختاری سے تجارت کرتا اور فائدہ اٹھاتا لیکن وہ ہر ایک کام مرزا مسعود کے مشورے سے کرتا تھا۔

کئی منٹ مرزا۔ عثمان کو عبداللہ سیٹھ کے ہاں جانے کے لیے کہہ رہے تھے۔ عبداللہ سیٹھ کو ایک سکریٹری کی ضرورت تھی۔ مسعود کی نظریں عثمان پر پڑ رہی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ مرزا بہت جلد دیوالیہ ہو جائیں گے اور پھر عثمان ضرور ان کے ہاں ملازم ہو جائیگا۔ مرزا خود چاہتے تھے کہ ان کا دیوالہ نکلنے سے پہلے عثمان کو کسی اچھی جگہ ملازم کرادیں۔ عثمان آکر چپ چاپ مرزا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اسکی طرف دیکھ کر دریافت کیا کیا ہے؟ اس نے اسکے سامنے بہت سے کاغذات دستخط کے لیے رکھدئے۔ انہوں نے دستخط کر کے سر اٹھایا عثمان ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مرزا مسعود نے کہا عثمان تمہیں آج عبداللہ سیٹھ نے بلایا ہے کیا جاؤ گے نہیں؟

عثمان نے کچھ سوچ کر جواب دیا جاؤنگا کیوں نہیں؟ لیکن . . . . . :

مرزا مسعود "جاؤ شرم کی کوئی بات نہیں ہے"

عثمان "کیا آپ نہیں چلئے گا؟

مرزا مسعود "مجھے اور دوسرے کام ہیں"

عثمان - "حامد حسین" ——————

مرزا مسعود "کچھ نہیں یونہی آئے تھے۔ جاؤ میں بھی جاتا ہوں"

عثمان نے شکوک آمیز نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد مرزا مسعود کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگے - - ——— عثمان کس قدر بلند خیال آدمی ہے لیکن کیا اس میں بھی خودغرضی کا مادہ نہیں؟ کیا عبداللہ سیٹھ کا بلاوا سنکر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لہر نہیں دوڑ گئی تھی؟ اس نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ اس سے میرے دل پر صدمہ پہنچے گا، لیکن تاہم یہ ان مطلب آشنا دستوں سے اچھا ہے جو بظاہر ہمدردی کے پردے میں میری تخریب اور بربادی پر ہنستے ہیں وہ کل میری موت کی خبر سنکر ٹھنڈا سانس لیکر کہیں گے۔ مرزا مسعود نے کیسی حماقت کی اور پھر مجھے بھول جائیں گے۔ کچھ میری میت میں شریک ہو کر مجھے قبرستان تک پہنچا دینگے اور پھر اپنے اپنے کام میں مشغول ہو کر میرا نام بھی نہیں لیں گے۔

کمرے میں تاریکی پھیلنے لگی انہوں نے ٹوپی پہنی اور چھڑی لیکر دفتر سے نکلے۔ دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہی دل نے کہا "آج آخری بار اسے پھر دیکھ لوں"۔

باہر ان کا شوفر موٹر لیے کھڑا تھا وہ ان کا انتظار کرتے کرتے موٹر ہی میں بیٹھے ہوئے اونگنے لگا تھا مرزا موٹر کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مایوسانہ نظروں سے موٹر کی طرف دیکھکر کہا "کل یہ موٹر اور کسی کے

قبضہ میں ہوگی۔ انہوں نے شوفر کو آواز دی وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ مرزا نے مسکراتے ہوئے کہا "جیون آج میں [illegible] نہیں جا
جیون نے حیرت زدہ ہو کر ان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں صاف کہہ رہی تھیں "آج کیا بات ہے" انہوں نے کہا "آج
میں پیدل جاؤں گا"

جیون "حضور جہاں آپ فرمائیں میں موٹر حاضر کرنے کو تیار ہوں"

مرزا مسعود۔ نہیں مجھے موٹر کی ضرورت نہیں ہے۔ اچھا جیون تم کئی روز سے چھٹی مانگ رہے تھے چار
دو روز کی تم کو چھٹی ہے اور یہ دس روپے لو چھٹی میں مزے اڑانا، یہ کہہ کر انہوں نے دس روپے کا ایک نوٹ جیون کے
ہاتھ پر رکھ دیا اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے جھک کر سلام کیا اور موٹر لیکر چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد
انہوں نے کہا "دس روپے مل جانے سے وہ کتنا خوش ہو گیا۔ اس کو کیا معلوم کہ اس کا آقا کل اس دنیا میں نہ ہوگا"

یہ کہکر وہ ایک طرف چل پڑے وہ ہجوم میں سے گذر رہے تھے ان کو اپنے تن بدن کی ہوش نہ تھی، سڑک کی
دوسری جانب جانے کیلئے مڑے ہی تھے کہ پولیس مین نے اشارہ کیا لیکن انہوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا اتنے میں
ایک موٹر سن سے قریب نکل گئی اور وہ بال بال بچ گئے۔ پولیس مین نے ڈانٹ کر کہا: "دیکھتے نہیں ہو" مگر وہاں
سنتا کون تھا۔

مرزا مسعود سوچ رہے تھے کہ کل ان کی بیوی اور بچے کی کیا حالت ہوگی۔ ٹکڑے ٹکڑے کیلئے دست سوال
دراز کرنا پڑے گا لیکن اس سے واسطہ وہ تو سیدھے منہ بات تک نہیں کرتی اسکو اپنے کام سے کام ہے اور
سچ تو یہ ہے کہ وہی کب اس سے محبت بھری بات کرتے ہیں۔ سوائے جھڑکی کے

اور لڑکا اونھ؟ کچھ بھی ہو مرزا تو کلنک کے ٹیکے سے بچ جائیگا اس کو پولیس کے روبرو دھکڑا تو نہیں ہونا
پڑے گا، وہ تو موت کی نیند سو رہا ہوگا۔

وہ آہستہ آہستہ تنگ گلیوں اور کثیف راستوں سے گذرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہونچے جہاں غریب
لوگ آباد تھے، چاندنی چوک کی بلند عمارتیں نظر سے اوجھل ہو گئی تھیں، وہ چلتے چلتے ایک چھوٹی سی دکان پر جا کھڑے
ہوئے۔ یہ ایک ڈاکٹر کی دکان تھی۔

وہ بغیر کسی پس و پیش کے اندر چلے گئے۔ کرسی پر ایک آدمی میلے کچیلے کپڑے پہنے بیٹھا تھا اس کی ڈاڑھی کے
بال خود رو گھاس کی طرح بڑھے ہوئے تھے پچکے ہوئے گال اور اندر کی طرف گھسی ہوئی آنکھیں اسکی مفلسی کی شاہد
تھیں چاروں طرف شکستہ سامان پڑا تھا، تین ٹانگ کی کرسیاں کونے میں رکھی تھیں، غبار آلود اشیا سے ظاہر ہوتا
تھا کہ وہ بہت کم استعمال ہوتی ہیں

مرزا مسعود کو دیکھ کر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لکنت آمیز لہجہ میں بولا "آپ نے کیسے تکلیف کی؟" انہوں نے

کیا میں تمہارے پاس مارفیا خریدنے آیا ہوں" ڈاکٹر نے متحیر ہو کر دریافت کیا "مارفیا!"

مرزا مسعود نے قدرے خفگی آمیز لہجے میں کہا "ہاں ہاں مارفیا۔ کیا شراب کی وجہ سے کچھ کم سننے لگے ہو؟"

ڈاکٹر نے نرم آواز میں کہا "جی نہیں یہ بات نہیں ہے"۔

مرزا مسعود: "پھر کیا بات ہے دو گے یا نہیں؟"

ڈاکٹر: "دوں گا کیوں نہیں یہ سب آپ ہی کا تو ہے پھر آپ سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے"۔ لیکن وہ کچھ سوچنے لگا

مرزا مسعود: "اچھا لاؤ"۔

ڈاکٹر: "آپ کیا کریں گے" اس کی آواز میں نرمی تھی اور آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔

مرزا مسعود: "تم کو اس سے کیا کام مجھے صرف میں چوہوں کے مارنے کے لئے چاہئے"۔

ڈاکٹر ان کی طرف دیکھنے لگا اس کی نظروں سے خوف کے آثار نمایاں تھے۔

مرزا مسعود: "سنتے ہو مجھے صرف میں چوہوں کے مارنے کے لئے مارفیا چاہئے۔ جلد لاؤ"۔

"میں چوہوں کے مارنے کے لئے مارفیا!" ڈاکٹر نے کہا۔

مرزا مسعود نے بضد ہو کر کہا "ہاں ہاں اٹھو مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے"۔ ڈاکٹر اٹھ کر اندر چلا گیا۔ اس نے مارفیا کی پڑیا باندھتے ہوئے کہا "میں چوہوں کے مارنے کے لئے!"

اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور متحرک ہونٹ بار بار یہی دہرا رہے تھے "میں چوہوں کے مارنے کے لئے مارفیا"

وہ باہر آیا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے مارفیا کی پڑیا مرزا کے ہاتھ میں رکھ دی۔ انہوں نے دکان سے باہر قدم رکھا اور کہا۔ "بیچارا کیسی مترحم نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا کیا کرے اس کو میرا بڑا سہارا ہے۔ میں نے تو اس کو کہیں کا نہیں رکھا میرا یہی ایک دوست ہے جو مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ میرے بعد اس کا کیا حشر ہوگا اس کی زندگی دو بھر ہو جائیگی، یہ کہتے کہتے انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لی

مرزا کے جاتے ہی اس نے اپنی دکان بند کی اور بازار کی طرف چلا گیا نہ معلوم کیوں وہ اداس نظر آتا تھا اور بار بار اس کے منہ سے نکل جاتا تھا کہ "میں چوہوں کے مارنے کے لئے مارفیا چاہئے"۔

وہ ایک ہوٹل میں جا پہنچا، یہاں وہ اکثر آیا کرتا تھا اور جس جگہ وہ بیٹھا کرتا تھا وہاں چار آدمی بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ایک نے کہا "کہو حیدر تم نے اپنے متعلق کیا سوچا ہے"۔

حیدر: "کیا کہوں کہیں نہ کہیں نوکری کرنی ہی پڑے گی"۔

تیسرا: "تم تو مرزا جی کے ہاں ہو نا"۔

حیدر: "مگر ایک آدھ دن کی اور نوکری ہے"۔

تیسرا۔" کیوں۔"

چوتھا:۔" کیا تم نے سنا نہیں ان کا دیوالہ نکل گیا؟ کل انکی ساری جائداد قرق ہو جائیگی"

تیسرا:۔" آخر اسی کیا بات ہوئی؟"

حیدر:۔" شکر اور روئی کی تجارت میں سخت نقصان ہوا ہے۔"

تیسرا:۔" کل کتنا قرض ہے۔؟"

حیدر:۔" آٹھ لاکھ"

تیسرا۔" کیا بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔؟"

حیدر:۔" کوئی نہیں۔"

ڈاکٹر نے جب یہ سنا تو وہ گھبرا کر انکے قریب جا کھڑا ہوا اور پوچھا "شاید آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔

سب اس کی طرف دیکھنے لگے اسکے زرد چہرے سے وہ سمجھ گئے کہ یہ ضرور مرزا مسعود کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے۔ حیدر نے کہا "جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ کو صدمہ ہوا لیکن یہ بات آپ سے چھپی نہیں رہ سکتی۔

ڈاکٹر نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا اور تیزی سے دروازہ کھولکر نیچے اتر گیا۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ مارفیا کس لئے لی گئی ہے وہ جلدی جلدی سڑکوں کو طے کرتا ہوا چاندنی چوک کی طرف روانہ ہوا وہ بار بار دوہراتا تھا "اتنی مارفیا کس لئے لیجا سکتی ہے۔

تھوڑی دیر میں وہ مرزا مسعود کی کوٹھی پر جا پہنچا اور سیدھا انکی بیٹھک میں چلا گیا لیکن ابھی اس کا دوست واپس نہیں ہوا تھا وہ بہت بیقراری سے انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں مرزا کا سکرٹری محمد عثمان کمرے میں آیا نہ معلوم دونوں میں کیا بات چیت ہوئی اور عثمان الٹا چلا گیا لیکن پھر تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اس کے بعد مرزا کمرے میں داخل ہوئے،

ڈاکٹر کو بیٹھا دیکھکر وہ جھجکے ان کا زرد چہرہ اور زردی مائل ہو گیا لیکن انہوں نے فوراً اپنے کو سنبھالا اور عثمان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھکر کہا "کہو عثمان کیا بات ہے"

عثمان:۔" آپ سے کچھ دریافت کرنے آیا ہوں"

مرزا مسعود:۔" کیا تم عبداللہ سیٹھ کے ہاں گئے تھے"

عثمان:۔" ہاں گیا تو تھا"

مرزا مسعود:۔" تم مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہو"

عثمان:۔" اپنے مستقبل کے متعلق"

مرزا مسعود:۔" کیوں عبداللہ سیٹھ تمکو اپنا سکرٹری مقرر کرنا چاہتے ہیں"

عثمان:۔" ہاں لیکن ——————"

مرزا مسعود:۔" تم اس کے متعلق میری رائے چاہتے ہو!"

عثمان:۔" ہاں لیکن ——————"

مرزا مسعود کچھ سوچنے لگے ان کے دل پر ایک چوٹ سی لگی وہ سوچ رہے تھے عثمان کتنا خود غرض ہو گیا ہے اسکو میرے حال پر ذرا بھی افسوس نہیں اپنی خوشی سے پھولے نہیں سماتا ہے کیسا خود غرض ہے۔

ان کے خیالات کا تسلسل دروازہ کھلتے ہی ٹوٹ گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی ایک طرف آکر کھڑی ہو گئی ہے۔ وہ عثمان اور ڈاکٹر سے پردہ نہیں کرتی تھی عثمان کی طرف دیکھکر ان کی بیوی نے پوچھا "کیسے آئے عثمان؟"

مرزا مسعود: عبداللہ سیٹھ کے ہاں اس کی نوکری لگ رہی ہے اس کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہے"

عثمان: "مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔ لئے نہیں میری مدد اور اب —" مرزا مسعود نے کہا۔

عثمان: "ابھی آپ میری مدد کر سکتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی سے میرے مستقبل کے آرام کا بھروسہ ہے"

مرزا مسعود: "میں اب کس طرح تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟"

عثمان: "مجھے اپنا شرکت دار بنا کر"

مرزا مسعود: "میرے پاس تو اب کوڑی بھی نہیں۔"

عثمان: "کوڑی کی کوئی ضرورت نہیں۔ روپیہ میرا ہوگا اور رائے آپ کی۔ کام میں کرونگا۔ آپ صرف میری رہنمائی کیجئے، مجھے امید ہے کہ آپ کی رائے سے ہماری تجارت دن دونی رات چوگنی ترقی کرے گی۔ میرا ایک لاکھ روپیہ بہت جلد دو لاکھ ہو جائیگا۔"

مرزا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور انہوں نے عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "ایک دیوالیہ کو اپنا ساجھے دار بنا کر اپنا بھی نقصان کرے گا۔"

عثمان: "میری امیدوں کا خون نہ کیجئے آپ ہی نے مجھے اپنی مدد کرنی سکھائی ہے۔ آپ ہی نے مجھے تجارت میں لگایا ہے۔ آپ ہی نے میری حقیر پونجی بہت جلد ایک لاکھ تک پہنچا دی ہے۔ اب جبکہ میں ترقی کے زینے پر قدم رکھ رہا ہوں تو آپ مجھے نیچے گرانے کی کوشش نہ کیجئے"

مرزا مسعود کی بیوی: "یہ لیجئے میں بھی آپکی تجارت میں شریک ہونا چاہتی ہوں" اس نے انکے ہاتھ میں پانچ ہزار کے نوٹ

عورت اور ترقی

اس سے اب کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہمارا مستقبل عورتوں کے ہاتھ میں ہے وہ نونہال جن سے ملک و قوم کی آئندہ امیدیں وابستہ ہیں انہیں ماؤں کی گودوں میں پرورش پاتے ہیں اخلاقی اور معاشرتی زندگی کے غیر منضبط شدہ قوانین انہیں مخدرات کے ذریعہ بچوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ چیز ان ہی کے بس کی ہے یہ قدرت حق ہے کہ وہ اپنی اولاد کو فرشتہ بنائے یا شیطان، عورت کی مثال کمہار سے دیجا سکتی ہے۔ مردوں پر اب یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے مرکیونکہ چھوٹے بچوں کی نگہداشت تعلیم اور جملہ امور عورتوں کی نگرانی میں کامل ذمہ داری کے ساتھ چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال ماں اور ایک جاہل ماں کی تربیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم اور ٹریننگ بچے میں ہرگز وہ محاسن نہیں پیدا کر سکتی جو ماں کی گود میں ایسے بچوں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے لازم ہوا کہ عورتوں کو تعلیم اور روشن خیالی کے میدان میں لایا جائے۔ تاکہ عاقل و زیرک بچے دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے

تھا اور اپنا تمام زیور رکھ دیا۔ انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور انہوں نے کہا

عفت: "زیور رکھ لو یہ روپیہ ہی کافی ہے" انکے چہرہ پر محبت اور ہمدردی کے اثرات نمایاں تھے۔ ڈاکٹر نے ہاتھ پھیلا کر کہا "وہ مارفیا کی ترپیا مجھے عنایت کیجئے" یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی۔ مرزا ایک لمحے تک اس کی طرف دیکھتے رہے اور جیب سے پڑیا نکال کر اسکو دیدی ڈاکٹر کا چہرہ مسرت کی سرخی سے چمک اٹھا اور وہ اسکو اپنی جیب میں رکھکر کمرے سے باہر چلا گیا۔ (ترجمہ)

تقی علی ہاسمی ناگپور

دنیا کے بیشتر ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم کا عام مطالبہ ہو رہا ہے۔ سیاحوں اور دنیا کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے والوں کا خیال ہے کہ اہم تغیرات دنیا میں رونما ہو گئے ہیں، ان محققین کا خیال ہے کہ طبقہ نسواں نے دنیا انقلاب پیدا کر دئے ہیں دورِ حاضرہ میں ترکی نے مصطفٰے کمال پاشا کی قیادت میں اس راہ میں نمایاں ترقی کی ہے۔ چین اور جاپان کی خواتین میں بھی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ روسی خواتین نے اس میدان ترقی میں سب پر سبقت حاصل کر لی ہے کیونکہ انہوں نے برابری کے سیاسی حقوق حاصل کر لئے ہیں۔ روس میں عورت بجائے عورت کے شہری کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ مگر جب ایک چیز اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو اس سے برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ فرانس اور یورپ کے دیگر ممالک میں آزادی اور روشن خیالی کی آڑ میں وہ صورتیں رونما ہو رہی ہیں کہ انسان کو انسان کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہندوستانی خواتین کو حقیقت کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے اور اپنے ملک کے مخصوص حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے لئے راہ عمل نکالنی چاہئے۔ آگے بڑھ جانے والی خواتین نے تلخ تجربات سے نبرد آزمائی کی۔ ان سے لغزشیں ہوئیں، تکالیف سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر تجربہ حاصل کیا تاکہ آنے والی بہنیں ان سے مستفید ہوں۔ ہندوستانی خواتین کے لئے لازم ہے کہ وہ دوسری بہنوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ عورتوں کی عام فطرت ہے کہ وہ فیشن وقت کی دلدادہ ہوتی ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ اپنے ملک کی آب و ہوا کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفید ہو یا نقصان دہ۔ مغربی فیشن اور سامان تعیش کی یورش ہمارے گھروں پر ہے۔ خاصکر پردہ کے اندر رہنے والی عورتیں ان چیزوں کو نعمت خیال کرتی ہیں۔ پوڈر، کریم اور لپ اسٹک، ہونٹوں کو سرخ کرنے والی ٹکیا عام وبا کے مانند پھیل رہی ہے۔ یہ چیزیں دیکھنے میں بڑی دلکش ہوتی ہیں مگر آگے چل کر مخرب اخلاق ثابت ہوتی ہیں۔ سادہ اور فطری زندگی میں شرافت اور معصومیت کی جھلک ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے دورِ حاضرہ کی مہذب زندگی خیالات میں ہم آہنگی اور دماغوں میں فرعونیت پیدا کر دیتی ہے۔ جسے ہم آج مغربی فیشن سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں ایک لعنت ہے، ظاہری آرائش کسی قوم کی اخلاقی معاشرتی اور اقتصادی زندگی کی تباہی کا پیش خیمہ ہے آج مسلم خواتین پوڈر، کریم، بوٹ، فراک، ریشمی ساڑیوں اور جمپر نیز بالوں کی آرائش پر سینکڑوں روپے ضائع کر رہی ہیں۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی حالت خراب ہے، یہ عورت کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کو حسن کا پیکر بنائے۔ مگر سادگی پر جانیں قربان ہوتی ہیں۔ کھدر کی سفید ساڑی میں غیر فطری آرائشوں سے پاک ایک ہندو دیوی ہے۔ دوسری طرف ساٹن و کمخواب کے پائجامے ریشمی منقش فراک اور کامدانی کے گنگا جمنی دوپٹے۔ منہ پر افشاں ملے پیروں میں اونچی ایڑی کا جوتہ پہنے ایک مسلم خاتون ہیں، دیکھنے والے کی پاک نگاہیں دیوی ہی کے قدموں پہ جا پڑتی ہیں، ہندوستان اس وقت ایک ہنگامی دور سے گذر رہا ہے ہزاروں ہندو عورتیں میدان عمل میں اپنی قربانیاں پیش کر رہی ہیں۔ ہمارے گھروں کی حالت پر بھی نظر کرنی چاہئے بہت ہی سمجھ کر قدم رکھنا چاہئے، مغرب کی اچھی چیز ہمیں لینی چاہئے مگر بقول مہاتما گاندھی کے ہمیں مغربی تہذیب کا بلا تنگ پیرا ہنیں نہ چاہئے ایسی راہ اختیار کرو کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے

عبدالحی عباسی بی اے۔

آنکھوں کی حفاظت

آنکھیں جسم کا بیحد مفید اور نازک ترین حصہ ہیں یہ کون نہیں جانتا۔ لیکن جتنی انکی بے قدری کیجاتی ہے اتنی کسی اور
عضو کی نہ ہوتی ہوگی۔ ہاتھ پاؤں تھک جاتے ہیں تو انسان مجبوراً کام چھوڑ کر آرام لینے لگتا ہے لیکن آنکھیں جب تک نیند کو ان پر
رحم نہ آجائے برابر کام میں لگی رہتی ہیں۔ طالب علم ہے کہ اندھیرا ہو جائے پر برابر پڑھا جاتا ہے درزی ہے کہ ساری ساری رات
سیتا ہے۔ بہتیری مصیبت زدہ عورتیں جو اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ سلائی سے پالتی ہیں۔ عموماً رات کا زیادہ حصہ سلائی میں
گزارتی ہیں صبح کو دیکھئے تو اکثر نیند کے جھونکے آ آکر انہیں پریشان کیا کرتے ہیں۔ بھلا خیر یہ لوگ تو بیچارے کام کی زیادتی اور
وقت کی کمی سے مجبور بھی ہیں۔ میں نے اکثر لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ کوئی مزیدار کتاب مل گئی بس وہ پھر اس میں چمٹیں۔ اب
سامنے دن کتاب ہے اور وہ ہیں۔ لیٹ کر بیٹھ کر غرض جس جس طریقے سے ممکن ہو اسے پڑھنا اور ختم کرنا ضروری ہے
اسی کوشش میں شام ہو گئی مگر کتاب ہاتھ سے نہیں چھٹتی۔ مغرب کا وقت بھی تنگ ہو گیا۔ بالکل دھندلا چھا گیا۔ بڑے
منع کرتے ہیں لیکن اثر نہیں۔ بس اتنا کہہ کر کہ اب ذرا سی رہ گئی ہے پھر پڑھنے لگ گئیں۔ بعض اس سے بھی بڑھ کر اندھیر
کرتی ہیں کہ چاندنی رات میں کتاب پڑھتی ہیں اور صبح اٹھ کر بستر سے کاموں میں لگ جاتی ہیں۔ گھر والوں سے اپنی اس حرکت
کو چھپانے کی وجہ سے دن کو آرام بھی نہیں کر سکتیں۔ غرض آنکھوں کا ناس ہوتا رہتا ہے۔ اور نو عمری ہی میں آئے دن سر کا درد
پلکیں لال، آنکھوں سے پانی جانا شروع ہو جاتا ہے جب ڈاکٹر کو دکھایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نظر کی کمزوری سے یہ حالت
ہو رہی ہے چشمہ لگانے کی ضرورت ہے۔ اب اول تو چشمہ لگاتے ہوئے خود ہی ایک طرح کی الجھن ہوئی یا شرم آئی یا
بڑوں نے مناسب نہ سمجھا کہ فیشن کا الزام لگیگا۔ اور اس طرح آنکھیں اور زیادہ خراب ہو گئیں۔ یا اگر دل کڑا کر کے چشمہ لگا
لیا تو اب سب طرف سے باتیں بنیں اور اعتراض ہونے شروع ہوئے کہ فیشن میں دیوانی ہو رہی ہیں۔ یہ سب نتیجہ
ہے اس غفلت اور لاپروائی کا جو شروع شروع میں آنکھوں کے ساتھ برتی گئی تھی۔ رنج و غم کا بھی آنکھوں پر بہت اثر پڑتا ہے
لیکن یہ کسی کی اختیاری بات نہیں ہے اسلئے اسکے متعلق کچھ لکھنا بیکار۔ جب دل میں درد ہوتا ہے تو آنکھ سے آنسو نکلتے
ہیں اور انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ ہاں اور جو کچھ احتیاطیں ڈاکٹری اور طب کی رو سے ضروری ہیں انکا ہمیشہ خیال
رکھنا چاہئے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آنکھ کو گرمی سردی سے بچائیں۔ چولھے کے پاس سے اٹھکر یا لو اور دھوپ
میں سے آکر ٹھنڈے پانی کے چھپکے مار لینا بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ میری ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ جاڑوں کی سخت سردی
میں رات کے وقت جب ساٹھ برس کی تھیں وہ کسی ضرورت کو باہر نکلیں سر کھلا ہوا تھا اور ہوا شدت سے چل رہی تھی۔
واپس آئیں تو کنپٹیوں میں سخت درد تھا۔ دبانیوالے تھکے جاتے تھے، مگر انہیں ذرا بھی سکون نہ ہوتا۔ ذرا دیر میں وہ بے قرار

ہو کر تڑپنے لگیں، ڈاکٹروں حکیموں کو دکھایا گیا بہتیرا کچھ دوا علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہوا اور دوسرے دن دونوں آنکھیں پھوٹ گئیں جب وہ درد گیا۔ خدا اپنی پناہ میں رکھے، ذرا سی بے پروائی کا کس قدر افسوسناک نتیجہ ہوا۔ گو ایسی حالت میں انسان یہ کہکر تسلی دیتا ہے کہ قسمت میں یونہیں تھا، لیکن پھر بھی اپنی غلطی ہمیشہ آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اندھیرے میں نظر کا کام نہ کیا جائے۔ خاص کر رات کو پڑھنے لکھنے سینے وغیرہ سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ اگر ہم اس کا خیال کریں اور رات کو دوسری قسم کے کام کرکے دن کا وقت محض نظر کے کاموں کے لئے بچا لیا کریں تو خاصی طرح آٹھ نو گھنٹے دن میں ایسے کاموں کیلئے مل جاتے ہیں اور یہ دن رات میں بہت کافی وقت ہے، اس سے زیادہ نظر کا کام کرنا بھی اپنی آنکھوں سے دشمنی کرنا ہے۔ رات ہی پر منحصر نہیں اکثر دفعہ دن کے وقت بھی زیادہ تر ایسے کمروں میں بیٹھنا ہوتا ہے کہ وہاں روشنی بالکل مدھم سی ہوتی ہے، یوں تو وہاں بیٹھنا اور خاص کر گرمی کے موسم میں اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن سلائی لکھائی وغیرہ کے لئے ہمیشہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہئے جہاں خوب اچھی روشنی ہو، تیسرے چمکیلی چیز آنکھوں کے سامنے زیادہ رہنی بھی مضر ہے۔ گوٹہ بننے والیوں کی آنکھیں دیکھئے کیسی بے رونق نظر آتی ہیں اور اسی طرح آگ کے پاس یا دھوپ میں کام کرنیوالوں کو اکثر رتوندے وغیرہ کی شکایت ہوتی ہے۔ چوتھے لیٹ کر پڑھنا اس سے بھی آنکھوں کو نقصان ہوتا ہے اور یہی آج کل آنکھوں کی خرابی اور کمزوری کا سب سے بڑا سبب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ اسی طرح پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں کہ دوپہر کے آرام کے وقت یا رات کو لیٹ کر کتاب یا اخبار دیکھیں۔ پانچویں مٹی کا تیل اس کا دھواں آنکھ کو جیسا مضر ہے سب جانتے ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ اور کوئی تیل لیمپ میں جلایا نہیں جا سکتا، اور مجبوراً اسی کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ ہاں اس کی احتیاط بعض جگہ یوں کر لی جاتی ہے کہ روز رات کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر سوئے اور صبح کو اٹھکر دھو ڈالو۔ مٹی کے تیل سے جو نقصان پہنچا تھا اس کی تلافی بھی ہو گئی اور سرمہ لگانے کی بہتی بھی نہ اُڑی، جن لوگوں کی نظریں کمزور ہوتی جاتی ہوں یا آنکھیں جلنے کی شکایت ہو انہیں چاہئے کہ صبح اور شام جھٹ پٹے کے وقت آسمان کی طرف دیکھا کریں اور آنکھوں پر دن میں کئی کئی بار ٹھنڈا پانی لگائیں، گرمیوں میں ذرا سی ڈلی برف کی کپڑے میں لیکر آنکھوں کے اوپر پھیریں تو بڑا آرام ملتا ہے۔ اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ روز ٹھنڈے پانی میں پاؤں رکھکر بیٹھیں، اسے میں نے خود آزمایا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک پردہ سا آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا غالباً مہندی کا رواج بھی اسی لئے ہوا ہوگا۔ اکثر بڑی بوڑھیاں صرف ہتھیلیوں اور تلوؤں میں لگا لیا کرتی ہیں۔ اور کبھی کبھی زیادہ گرمی میں سر پر بھی لگا لیتی ہیں اس سے بہت ٹھنڈک پڑتی ہوگی۔ لیکن یہ سب ترکیبیں انہیں لوگوں کے لئے مفید ہیں جن کو نزلے کی شکایت نہو۔ اگر نزلے کی وجہ سے آنکھیں سرخ رہتی ہوں یا آنکھوں سے پانی جاتا ہو تو ان باتوں سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ الٹا نقصان ہوگا۔ نزلے کی شکایتوں میں اس کے مناسب حال کوئی سرمہ لگانا چاہئے، ہموزن بھنے چنے اور مصری کا سفوف دو تولہ لیکر اس میں تین چار کالی مرچیں پیس کر ملائیں اور نہار منہ کھلائیں۔ اس سے نزلے کے پانی کو جو آنکھوں سے بہتا ہے بہت فائدہ ہوگا۔

و۔ ا۔

ملکہ پونجی خاتون

عادل شاہی خاندان کی یہ بہادر ملکہ مرہٹہ قوم کی ایک خاتون تھی۔ اس کا حال یہ ہے کہ زمانہ احمد شاہی بہمنی سے تھا۔ ایک لڑائی کے سلسلے میں یوسف عادل شاہ کا قیام پرگنہ اندپور میں ہوا اور اس کے اطراف میں عادل شاہی لشکر اور مکٹ راؤ سے مقابلہ ہوا۔ آخر شاہی فوج فتحیاب ہوئی اور یہ حسین خاتون جس کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی بعد عقد پونجی خاتون کے نام سے عادل شاہ کے حرم میں داخل کی گئی۔

یوسف عادل شاہ کو خدا نے اس ملکہ کے بطن سے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں عنایت کیں، بہادر اور فیاض اسمٰعیل عادل شاہ اور بی بی ستی جو فارسی کی اعلیٰ درجہ کی شاعرہ اور محمد شاہ بہمنی کی ملکہ تھی، اسی قابل فخر ماں کی اولاد تھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ تخت نشین کیا گیا۔ لیکن یہ بہت کمسن تھا اس وجہ سے بعض سردار اور امراء اپنے اپنے لئے سلطنت کے خواب دیکھنے لگے اور جو تھوڑے سے بہت وفادار تھے وہ ان غداروں کے خوف سے اپنی عزت و آبرو بچا کر سلطنت سے نکل گئے

چنانچہ اس وجہ سے اس نئی سلطنت کی حالت بالکل ابتر ہوگئی۔ دیگر غداروں کے علاوہ کمال خان دکنی وکیل سلطنت جس پر اس خاندان کے ہزارہا احسانات تھے اور جس کی وفاداری پر مرحوم بادشاہ کو اس قدر بھروسہ تھا کہ مرتے وقت کمسن شہزادے کو اسی کے سپرد کر گیا تھا۔ سب سے زیادہ دشمنی و غداری پر کمربستہ اور ملکہ و شہزادے کی جان کے درپے ہوگیا۔

اس نے تمام مغل و ترک سرداروں کو ملک بدر کر کے سب بڑے عہدوں پر اپنے اعزا مقرر کئے۔ اور تیس ہزار دکنی و حبشیوں کی ایک فوج مرتب کرنے کے بعد ملکہ اور شہزادے کو قلعہ ارک بیجاپور میں نظربند کر دیا اس کے بعد ملکہ کو ہلاک اور شہزادے کو اندھا کرنے کے لئے اپنی تخت نشینی کے منصوبے باندھنے لگا۔ سب انتظام مکمل کرنے کے بعد تاریخ تاجپوشی مقرر کرنے کو نجومی طلب کئے گئے، لیکن نجومیوں سے یہ سن کر کہ پندرہ دن اس کے لئے خطرناک اور سولہواں دن مبارک ہے خوف زدہ ہوا اور اپنے لئے بھی قلعہ ارک ہی کو محفوظ دیکھ کر اور اس کی حفاظت اور محل کی سخت نگرانی کا اپنے عزیزوں کو حکم دے کر خود بیماری کے حیلے سے اسی قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا۔ -

یہ سب خبریں عادل شاہی محل میں بھی خفیہ طور پر پہونچیں۔ مگر ملکہ پونجی خاتون بجائے رونے پیٹنے کے اپنے لڑکے اور سلطنت کو دشمن کے چنگل سے چھڑانے کی تدبیریں سوچنے لگی۔ اس نے نہایت ہوشیاری سے یوسف

ترک اپنے کوکا کو بلا کر یہ واقعات بیان کئے اور اس سے اس مصیبت میں مدد چاہی۔ وفادار یوسف کا سب حالات سنکر دل بھر آیا اور وہ فوراً مالک پر اپنی جان قربان کرنیکو تیار ہوگیا۔ اور اسی وقت ملکہ کی تجویز کے مطابق شہزادے کی طرف سے کمال خاں کی عیادت اور اپنے لئے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت حاصل کرنے کے بہانہ سے بمشکل تمام کمال خاں کے پاس پہنچگیا۔ کچھ دیر ادہر ادہر کی باتیں کرنے کے بعد کمال خاں نے بنا. نہایت خوشنودی و مہربانی سے اسکو مکہ مکرمہ جانے کی اجازت عطا کی اور یوسف کی عزت افزائی کی غرض سے اپنے ہاتھ سے رخصتی پان کی گلوری اس کو دینے لگا۔ یوسف ترک نہایت ادب سے قریب آیا اور اس چادر پر جو دکن کے رواج کے مطابق اس کے سینے اور کاندہے پر پڑی تھی ایک ہاتھ سے پان لیا اور تعظیماً جھک کر دوسرے ہاتھ سے نہایت پھرتی اور صفائی سے خان کے سینہ میں پیش قبض اتار دیا۔ ترک کے ہاتھ کا زخم ایسا کاری لگا کہ کمال خاں فوراً ہلاک ہوگیا، لیکن یہ وفادار ترک بھی اسی وقت اور اسی جگہ قصاص میں قتل کر دیا گیا،

بدقسمتی سے اس معمولی جھگڑے نے اب ایک طویل و فیصلہ کن لڑائی کی صورت اختیار کرلی۔ اور کمال خاں کی ماں جو ایک باہمت عورت تھی ملکہ کے مقابلہ کو تیار ہوگئی۔ اور اس نے نہایت احتیاط سے کمال کے قتل کی خبر کو محل سے باہر مشہور نہ ہونے دیا اور اسی وقت مردہ بیٹے کو فوجی لباس سے آراستہ کرکے ایک ایسے کمرہ کی کھڑکی کے مقابل بٹھا دیا جہاں سے اہل قلعہ اسکو دیکھ سکتے تھے اور تمام فوج کو کمال خاں کی طرف سے لڑائی کے لئے تیار ہوکر محل کے سامنے حاضر ہونیکا حکم دیا اور نہایت احتیاط سے اپنے پوتے صفدر خاں کو قاصد بھیجکر طلب کیا،

اس تمام مدت میں ملکہ محل میں سخت متفکر رہی اور اس خبر سے کہ کمال خاں کے محل کے سامنے فوج لڑائی کے حکم کی منتظر کھڑی ہے۔ اس کو یوسف ترک کی ناکامی اور افشائے راز کا یقین ہوگیا، لیکن اس بہادر و مستقل مزاج عورت نے اپنے غدار و نمک حرام نوکر کے حکم اور جلاد کے ذلیل ہاتھ سے قتل ہونے کے بجائے آخری سانس تک دشمن کا مقابلہ کرتے اور شوہر کے تاج اور بچے کے سر کی حفاظت میں دست بدست لڑکر شہید ہونیکا عہد کرلیا۔

چند لمحہ میں ملکہ مع اپنی نند دل شاد آغا کے فوجی لباس و اسلحہ جنگ سے آراستہ ہوکر محل کے دروازہ پر آئی، اور صندل خواجہ سرا کے ذریعہ سے ان لوگوں کو جو محل کی حفاظت وغیرہ پر متعین تھے ڈیوڑھی پر طلب کیا اور اندر سے ایک مختصر مگر نہایت موثر تقریر کرنے کے بعد ان سے اس نازک وقت میں مدد چاہی، لیکن ان میں سے صرف ڈہائی سو مغل و ترک اور ۷ حبشی و دکنی ملکہ کے ساتھ مرنیکو تیار ہوسکے،

باقی سب غدار صفدر کی فوج میں جا ملے۔ اس پر بھی ملکہ مطلق دل شکستہ نہ ہوئی، بلکہ نہایت جرأت و
استقلال سے ان سب کو اندر بلا کر محل کے کل دروازے احتیاط سے بند کرا دئے، اور خود دل شاد آغا
اور اسمٰعیل عادل شاہ کو ساتھ لیکر مع اس مختصر فوج کے تیر کمان ہاتھ میں لیکر محل کی چھت پر دشمن کے
انتظار میں کھڑی ہوگئی۔

تھوڑی دیر میں صفدر خاں نے تیس ہزار فوج کے ساتھ محل کو آ کر گھیر لیا۔ اور محل کا پھاٹک توڑنیکا
حکم دیا، لیکن ملکہ کی طرف سے تیر اور پتھروں کی بارش اس شدت سے ہو رہی تھی کہ دشمن کے لئے دروازہ
توڑنا ناممکن ہوگیا تھا۔

عین اسی وقت جبکہ ایک آفت عظیم قلعہ بیجاپور میں برپا تھی اسی قلعہ کے ایک برج کا محافظ مصطفےٰ
انصاری مع پچاس بندوقچیوں کے محل کی پشت کی طرف سے ملکہ کی مدد کو آیا اور ملکہ نے دعائے خیر
دیکر اس کو رسیوں کے ذریعہ سے چھت پر چڑھا لیا۔

اب دشمن پر تیروں کے ساتھ گولیاں بھی برسنے لگیں، کمال خاں کی ماں نے بندوقوں کی آواز سنکر
صفدر کو کہلا بھیجا کہ وقت اور آدمی بیکار ضائع نہ کرو، بلکہ توپیں منگوا کر محل کو ڈھا دو اور اس مختصر جماعت
کو ہلاک کردو۔

صفدر خاں نے توپیں لانیکا حکم دیکر محل سے کچھ فاصلہ پر مع فوج کے کھڑا ہوگیا۔ ملکہ اس مشورہ کو
سنکر کامیابی سے قطعی مایوس ہوگئی۔ مگر اس نے ایک آخری تدبیر بچے کی جان بچانے کی اور کی۔ پیر اپنے آدمیوں
کو کچھ سمجھا کر ایک پوشیدہ مقام پر کھڑا کر دیا اور خود مع دل شاد آغا و شہزادے کے دشمن کے سامنے کھڑی رہی
صفدر خاں یہ سمجھ کر کہ ملکہ کے مددگار توپوں کے ڈر سے فرار ہو گئے ہیں، بڑی تیزی اور بے صبری سے آگے
بڑھا اور محل کا پہلا پھاٹک توڑ کر مع کئی سرداروں اور کثیر سپاہیوں کے دوسرا دروازہ توڑنے میں مصروف
ہوگیا۔ یہ جگہ گھری ہوئی اور تنگ تھی۔

اسی وقت ملکہ کے اشارہ سے مغل اور ترک نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے ایک دم نکل آئے اور بے خبر دشمن
پر اس کثرت سے تیر و پتھر اور گولیوں کی بوچھاڑ کی کہ چشم زدن میں سینکڑوں زخمی اور ہلاک ہو گئے۔ بدحواسی
میں بھاگنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جگہ کی تنگی اور اپنی کثرت کی وجہ سے نکلنے کو راستہ نہ ملتا تھا۔ اسی وقت
تائید غیبی سے ایک تیر صفدر خاں کی آنکھ میں لگا اور وہ سراسیمگی میں اسی چھت کے چھجے کے نیچے جس پر اسمٰعیل
عادل شاہ کھڑا تھا آگیا، ملکہ نے اس کو دیکھکر پہچانا اور شہزادہ عادل کو ایک بڑا سا پتھر دیکر کہا کہ "بیٹا دشمن کو اپنے
ہاتھ سے ہلاک کر"۔ یہ پتھر صفدر کے سر پر گرا۔ اور اس غدار کا سر پاش پاش ہوگیا۔ ملکہ نے فوراً

اسی وقت سجدہ شکر ادا کیا اور باغیوں کا سراسیمہ و پریشان گروہ صفدر کی لاش اٹھا کر کمال خاں کے محل کی طرف بھاگا لیکن وہاں اسکو بھی مقتول دیکھ کر اس حبشی و دکنی انبوہ نے شہر پناہ کا راستہ اختیار کیا۔

اسمعیل عادل شاہ نے ماں کے حکم سے وفادار یوسف ترک کی تجہیز و تکفین نہایت شان و شوکت سے کی۔ تیس ہزار اشرفیاں جنازہ پر سے خیرات کی گئیں اور ایک خوبصورت گنبد اس کی قبر پر تعمیر کیا گیا۔ اور کئی موضع اس مقبرہ کے مصارف کے لئے وقف کئے گئے۔

بادشاہ خود ہر مہینہ زر کثیر اس کے ایصال ثواب کے لئے خیرات کرتا تھا۔ اور سال میں ایک مرتبہ اس کی تاریخ قتل کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے زندگی بھر جایا کرتا تھا۔

دوسرے دن بڑے تزک واحتشام اور بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ اسمعیل عادل شاہ کا جشن تاجپوشی کیا گیا۔ اور فیاض ملکہ نے مصطفےٰ آغا وغیرہ وفاداروں کو جاگیریں خطاب اور وظیفے عطا کئے اور لاکھوں روپیہ فقرا و مساکین کو تقسیم کیا گیا۔ اور اس خوشی میں رحم دل ملکہ نے کمال خاں کی ماں اور تمام باغیوں کی جان بخشی کر دی۔

یہ ملکہ امور سلطنت میں اپنے پوتوں کے زمانے تک دخیل رہی۔ اس کے باقی حالات اور مقام دفن وغیرہ سے میں لاعلم ہوں۔

اسی ملکہ کے پڑپوتے علی عادل شاہ کو احمد نگر کی مشہور بہادر شہزادی چاند بی بی بیاہی تھی، ملکہ کے حکم کے مطابق اس سلطنت میں کئی نسل تک حبشی دکنی ملازم نہیں رکھے گئے، اور ان لوگوں کے دوبارہ ملازم ہونے پر اس حکومت میں پھر زوال شروع ہو گیا۔

بیگم سید مظفر حسین جعفری الہ آبادی

چیتل کی کھال دیکھ کر

اے جاندار ، سرکش مخلوق - کچھ تجھکو اپنے انجام کی بھی خبر ہے ؟ ہاں ! یہ سچ ہے کہ تو اشرف المخلوقات کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے ! یہ بھی درست ہے کہ تو عقل کا پتلا ہے - تو - وہ لڑن ہے جو ایک کو اپنے قابو میں کرلیا - اور پرندہ کی طرح مصروف پرواز ہو گیا آج سے دس پندرہ برس پہلے کیا کوئی یقین کرسکتا تھا کہ بغیر تار برقی کے ہندوستان میں لندن کی آواز سنائی دیگی - مگر تو نے یہ بھی کر دکھایا لوہے کو آگ اور پانی کی مدد سے جاندار چیز کی طرح دوڑایا - یہ سب کچھ سہی - مگر اے انسان تو پھر بھی ضعیف البنیان ہے - مٹی کا بنا ہوا - پانی کے بلبلے سے بھی زیادہ جلد مٹ جانے والا - ایک مٹی کا کھلونا ہے ، گرا ٹوٹ گیا - تو اپنے اوپر اس قدر نازاں ہے کہ ذرا سی امارت پہ خدائی کا دعوی کرنے لگتا ہے تو نے بڑی بڑی ایجادیں کیں - دنیا میں جنت بھی بنا ڈالی - سالہا سال اکبر اعظم اور نپولین بونا پارٹ بنکر ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کی ہوس کی - مگر انجام کیا ہوا - نازپروردہ جسم - جرّی اور بہادر دل - ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا دیا گیا - اور حشرات الارض کی خوراک بنا - فرعون بنکر خدائی کی - اپنے پیدا کرنے والے ملک کی ہر ایک نصیحت کو جو وہ موسی کی زبان بنکر کرتا تھا حقارت سے ٹھکرا دیا - اور پھر . . . ایک لمحہ میں . . . . غرق نیل - ایسی کمزور اور ناکارہ ہستی کا نام ہے حضرت انسان ! -

یہ خوبصورت جانور - یہ حسین ہرن - اور پہاڑی چیتل جو جنگلوں میں دوڑتا ہوا کس قدر اچھا معلوم ہوتا ہے ، یہ جنگل کا بادشاہ شیر جس کی خوفناک دہاڑ سے پہاڑ تک گونج جاتے ہیں - جو کہ بیسیوں جانداروں کا ایک دن میں خون کر دیتا ہے . . . . ایک بے رحم شکاری کی بندوق سے ذرا سی دیر میں بیجان ہو جاتا ہے ، گوشت پھینک دیا جاتا ہے اور دلفریب صاف ستھری کھال آرائش مکان کے علاوہ اور بہت سے کام آتی ہے . . . . ! آہ یہ بھی کبھی جنگلوں میں بیدھڑک اچھلتے کودتے پھرتے تھے ! آہ یہ چیز بھی کبھی جاندار تھی - اس بیچاری کھال کی آنکھیں بھی کبھی دنیا کی ہر ایک شے دیکھتی تہیں - آہ یہ بھی جاندار مخلوق میں شمار تھے اور . . . اب ! سدا ہے نام اللہ کا ، یہ ہوتے ہیں میرے خیالات . . . . ، جب میں اپنی جانماز کو دیکھتی ہوں جو کہ بیچارے چیتل کی کھال کی بنی ہوئی ہے - اور مجھے اسکے ہر ایک رونگٹے پر لکھا ہوا نظر آتا ہے " انجام ہستی " كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (ہر چیز فنا ہو جانیوالی ہے)

الف - ب شروانیہ

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماٍ مسنون :
اور البتہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے خمیر دیکر بنایا (پارہ ۱۴) ع ۲

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے ڈوا اجلاس

انتظام آباد کا جلسہ

اپریل کا پہلا ہفتہ کانفرنس کے سالانہ جلسہ کے لئے منتخب کیا گیا، محترمہ تکمیل بانو نے اپنی سکریٹری ہونیکی ذمہ داری کو محسوس کر کے دو ماہ پیشتر خطوط لکھکر تجربہ خانم صاحبہ سے جو صدر جلسہ مقرر ہوئی تھیں جلسہ کی تاریخ طے کر لی تھی اور دیگر بہنوں کو جن سے تقریر کی امید تھی یہ دریافت کر لیا تھا کہ وہ کون سے موضوع پر تقریر کر سکتی ہیں اپنے خطوط میں انہوں نے یہ بھی احتیاط کی تھی کہ جس خاتون کو جس خاص موضوع پر بولنے کے لئے انہوں نے خود موزوں سمجھا تھا اور جس انتخاب میں تقریر کرنے والی خاتون ہی نہیں بلکہ ان کے خاوند کے مضامین، تقاریر، پیشہ و پبلک رجحان کا بھی خیال کیا تھا۔ ان سے اس خاص موضوع کو انتخاب کرنے کی اپنی طرف سے درخواست کر دی تھی۔ جلسہ کی تاریخ کا بھی اندازہ دیدینے کے صحیح تاریخ کو مطبوعہ اشتہارات وغیرہ پر چھوڑ دیا تھا۔ سب کچھ طے ہو جانے کے بعد تکمیل بانو کے رفیق حیات نے مختلف اخبارات کے جتنے نامہ نگار شہر میں تھے ان کو بلا کر کانفرنس کے جلسہ کی تاریخ، صدر صاحبہ اور مشہور تقریر کرنیوالیوں کے نام اور اغلب موضوع تقریر کی اطلاع دیدی تھی تاکہ اردو انگریزی اخباروں میں اچھا خاصا پروپگنڈا ہو جائے۔ باقی اخباروں اور رسالوں میں تکمیل بانو نے خود ایک چھوٹا سا موزوں مضمون شائع کرا دیا تھا، یوں تو تکمیل بانو کے والد صاحب انہیں عورتوں ہی کے نہیں بلکہ مردوں کی کانفرنسوں اور ایسے ہی اہم جلسوں میں بغرض تجربہ و تربیت بھیجتے اور لیجایا کرتے تھے، لیکن تکمیل بانو کے خاوند نے بھی ان کے لئے مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کی رپورٹیں وغیرہ اور سکرٹری کے فرائض کی تعلیم کے لئے ایک پورا لٹریچر جمع کر دیا تھا اور وہ خود بھی تکمیل بانو صاحبہ کو اس کی تعلیم عملاً دیا کرتے تھے، مثلاً گھر میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد خانگی جلسہ ہوتا تھا جس کی سکریٹری تکمیل بانو صاحبہ ہوتی تھیں اور وہ اس اپنے عزیزوں اور بچوں کے جلسہ میں بھی بالکل اتنی ہی تفصیل و تنظیم سے کام لیتی تھیں کہ جیسا کسی اہم جلسہ کے لئے۔ جن بہنوں کو تقریریں کرنا تھیں ان کے بھی خاوند، باپ اور بھائی اتنے ہی ہمدرد ترقی نسواں کے سچے خواہشمند تھے جتنا کہ تکمیل بانو کے رفیق حیات، دو ماہ کا وقت موجود تھا، ہر ایک نے تیاری شروع کر دی، جن بہن کو تعلیم نسواں پر بولنا تھا ان کے مردوں نے تمام صوبوں کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کی اور دیگر مجالس و محکمہ تعلیم کی سالانہ رپورٹیں اور مختلف تعلیمی کمیشنوں کی زنانہ تعلیم کے متعلق تجویزیں و رائیں

سے اکر جمع کرلیں اور بہت سا مواد جو انہیں خود یاد اور تجربہ سے معلوم تھا لکھکر ان کو دیدیا۔ اور جب تمام مواد جمع ہوگیا تو اس کی ترتیب میں بھی پوری مدد کی اور جب ترتیب بھی ختم ہوچکی تو اب روزانہ تعلیم کے ہر پہلو پر فرصت کے وقت بحث کرنی شروع کردی اور جب اس طرح تمام مسائل ان بہن کے ذہن نشین ہوگئے تو ایک دن تقریر کا نمبر آیا۔ تقریر تو خوب ہوئی لیکن تقریر میں مختلف مسائل کے ایک خاص ترتیبی انداز سے پیش کرنے میں بہت خامی موجود تھی۔ لہذا اس دفعہ تقریر کو باترتیب کرنیکے لئے نوٹ لکھے گئے اور اس میں بھی مرد نے پوری امداد کی تقریباً ساری ترتیب وہی طے ہوئی کہ جو بحث ومباحثہ کے بعد مرد نے بتائی۔ اس دفعہ تقریر کے وقت ہر مسئلہ کو ختم کرنے کے بعد نوٹ میں دیکھ لیا جاتا تھا کہ پھر کس مسئلہ کے بیان کی باری تھی۔ جب اس طرح تقریر ختم ہوچکی تو اب گھر والوں کو جمع کرکے جن میں تقریباً زیادہ بچے تھے، تقریر کی گئی لیکن پھر مرد کی تیز نظر نے یہ دیکھا کہ تقریر تو درست ہوگئی لیکن انداز تقریر موثر نہ تھا۔ لہذا قسمت سے قدآدم آئینہ گھر میں موجود تھا۔ اب اس کے سامنے کھڑے ہوکر تنہائی میں تقریریں ہونے لگیں۔ اور اس طرح کھڑے ہونیکی، حرکات وسکنات کو موزونیت، چہرہ پر تقریر کے اثرات کی صحیح کیفیت۔ غرضکہ ہر ہر انداز تقریر پر ایک حد تک قابو ہوگیا۔ اب پھر بچوں اور عورتوں کو بھی جمع کیا گیا، اور اس دفعہ تقریر ایسی ہوئی کہ جو قابل اطمینان کہی جاسکتی تھی۔ اب اس تقریر کے نتیجہ کی فکر شروع ہوئی اور کئی دن بحث ومباحثہ اور ردوبدل کے بعد ایک ریزولیوشن تیار کرکے اسکو موزوں الفاظ کا جامہ پہنایا گیا۔ اور بلکہ سکریٹری صاحبہ کے پاس بھیجدیا گیا تاکہ وہ جلسہ میں پیش کردیا جائے اور پاس ہوجانے کی صورت میں محکمہ تعلیم میں بغرض تجویز عمل بھیجدیا جائے اور اس کی نقل مختلف اخباروں اور رسالوں کو بغرض اشاعت روانہ کردیجائے، اسی طرح دیگر بہنوں نے بھی تیاری کی، ساردا ایکٹ پر بولنے والی بہن نے چودہ سال سے کم عمر بچیوں کے ہر شعبہ زندگی کے متعلق امداد وشمار اور صحیح حالات جمع کئے۔ صحت پر بولنے والی نے عورت کی صحت کے متعلق ایک وسیع لٹریچر اور اپنے خاوند، باپ، یا بھائی ڈاکٹر اور یا پھر خود ڈاکٹر ہونے کی خوش نصیبی کے ذریعہ تمام معلومات جمع کرلیں۔ خانہ داری پر تقریر کرنے والی خاتون نے مرد وعورت کے ہر شعبہ زندگی پر خانہ داری کی سلیقہ شعاری و بدسلیقگی کے اثرات کا خاکہ کھینچکر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ گھر ہی نہیں قومی وملکی ضروریات کے لئے بھی خانہ داری میں سلیقہ شعاری کی تعلیم ازبس ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ ریزولیوشن بھی اسکے نتیجہ کو موثر کرنے کے لئے تیار کرلیا کہ زنانہ مدارس میں خانہ داری کی تعلیم جبریہ کردیجائے "تجربہ خانم" بھی تحقیق آباد میں بیٹھی ہوئی اپنے فرصت کے اوقات میں خطبہ صدارت کی تیاری میں مشغول تھیں۔ دنیا میں کوئی ایسا مسئلہ عورت کے متعلق نہ تھا کہ جس کا ایسی کا نفرنس سے تعلق ہونا چاہئے اور اس پر اس خطبہ صدارت میں روشنی ڈالکر رائے زنی نہ کی گئی ہو، اور آئندہ ایک سال کے لئے اہم مسائل کو انتخاب کرکے ان کے لئے راہ عمل

وطریقہ کار بتایا ہو، ادھر تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر تکمیل بانو استقبالیہ کمیٹی قائم کر چکی تھیں۔ استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ کا خطبہ تیار ہو رہا تھا۔ سیکرٹری صاحبہ نے رپورٹ لکھ لی تھی اور گو نو عالینیز تیار ہو کر چند کو استقبالیہ کمیٹی کے ممبروں کے زیر تحت انجام دینے کی روزانہ مشق کر رہی تھیں، چونکہ زنانہ صنعتی نمائش بھی ہونے والی تھی اس لئے اس کا انتظام بھی کیا جا رہا تھا۔ اشتہارات اور پوسٹر شائع ہو کر ہر جگہ پہنچ چکے اور نظر آرہے تھے نمائش کے اشتہارات میں بڑے الفاظ میں یہ نظر آ رہا تھا۔ جو بہن کانفرنس کے جلسہ میں شریک ہونگی انکو جلسہ کے دن نمائش میں مفت داخلہ کی رعایت دیجائیگی۔ غرضکہ عورت تیزی سے کام کر رہی تھی اور مرد ہر ہر قدم پر ساتھ دے رہا تھا۔ اپنے علم و تجربہ سے نہیں بلکہ اپنے وقت و مال سے اور اپنے اخلاقی اثر و مردانہ قوت سے۔ جلسہ کی تاریخ آئی اور صدر صاحبہ کا استقبال رضا کار، لڑکیوں استقبالیہ کمیٹی کی تمام ممبروں، شہر کی بڑی بڑی اور معزز مہمانوں سب ہی نے ملکر کیا۔ باہر کی تقریر کرنیوالی اور دیگر خاص طور پر مدعو بہنوں کا بھی چند رضا کار اور استقبالیہ کمیٹی کی کسی نہ کسی ممبر صاحبہ نے اسٹیشن پر استقبال کیا اور ان کے متعلق نوٹ لکھکر سکریٹری صاحبہ کو دیدئے۔ تاکہ تقریر سے پہلے تعارف کرایا جا سکے

جلسہ کا وقت بارہ بجے دن رکھا گیا کیونکہ مقامی بہنیں اسوقت تک صبح کے کام دھندوں سے عموماً فارغ ہو جاتی ہیں اور شام کا کام چار یا پانچ بجے سے بھی شروع کیا جا سکتا۔ گیارہ بجے سے پنڈال کے دروازہ پر استقبالیہ کمیٹی کی چند معزز ممبر اور ساڑھے گیارہ بجے سے خود سکریٹری صاحبہ کھڑی تھیں۔ تقریر کرنیوالیوں کے پاس کپڑے کا ایک پھول بھیجدیا گیا تھا اور اس پھول کو جلسہ میں ہمراہ لانے کی ہدایت بھی کردی گئی تھی تاکہ تقریر کرنے والیوں کی شناخت ہو سکے۔

بہنیں آتی گئیں اور خوش آمدید کہنے والیوں نے باتوں ہی باتوں باتوں میں پنڈال تک لیجاتے وقت یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مقامی بہن ہیں یا باہر کی اور اس طرح مقرر کردہ مقامات پر بٹھانے میں سہولت ہوگئی۔ تقریر کرنیوالیوں کو صدر صاحبہ کے بہت ہی قریب جگہ دی گئی۔ عین وقت پر سکریٹری صاحبہ نے ایک خوش الحان بہن کا تعارف کرایا۔ اور انہوں نے تلاوت شروع کی۔ اس کے بعد استقبالیہ کمیٹی کی صدر صاحبہ نے اپنا خطبہ پڑھکر سنایا جس میں خوش آمدید و شکریہ کے ساتھ مقامی حالات و مسائل پر پوری روشنی اور تمام مسائل پر سرسری نظر ڈالی گئی تھی، پھر ایک بہن نے صدر صاحبہ کا تعارف کراتے ہوئے ان کی خدمات قومی اور ان کے فضائل کا تذکرہ کیا اور صدارت کی تجویز پیش کی۔ دوسری بہن نے تجویز کرنیوالی بہن کا تعارف کراتے کراتے ہوئے تجویز کی تائید کی، تجویز و تائید کے بعد صدر صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھکر کرسی صدارت پر آئیں اور بیٹھنے سے پیشتر انہوں نے الحمد شریف کی تلاوت کے بعد اپنی زبان میں شکریہ رب العزت ادا کیا اور پھر اس اعزاز دہی کا

حاضرات جلسہ و کمیٹی کی ممبران کا شکریہ کرکے جلسہ کے اختتام کا اعلان کر دیا۔ سیکرٹری صاحبہ کو سالانہ رپورٹ پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ مشاق تیزی سے لکھنے والی بہنیں صدر صاحبہ کی میز سے کچھ ہی فاصلہ پر جا بیٹھیں بیٹھی ہوئی جلسہ کی کارروائی اور رپورٹ لکھا رہی تھیں ہم نکات و مضمون کو قلمبند کرنے کے لئے تیار تھیں رپورٹ کے بعد خطبہ صدارت کی کاپیاں تقسیم کی گئیں اور پھر خطبہ صدارت پڑھا گیا۔ اور اس کے بعد ہر تقریر کرنے والی بہن کا نام مع موضوع تقریر و تعارفی نوٹ سکریٹری صاحبہ صدر صاحبہ کو دیتی گئیں اور صدر صاحبہ مقررین کا تعارف کراتی اور ان سے تقریر کرنے کی درخواست کرتی گئیں۔ تمام تقریریں ختم ہونے کے بعد تجاویز پیش ہوئیں جنکا تعلق زیادہ تر تقریروں سے تھا۔ اور جن کی ضرورت تقریروں میں ظاہر و ثابت کر دی گئیں تھیں۔ مخالفین و موافقین کی رائے باقاعدہ شمار کر لی گئی۔ اور تجویزیں مسترد یا پاس کر دی گئیں۔ آخری تجویز سکریٹری صاحبہ کی طرف سے پیش ہوئی کہ جن محکموں اور دیگر شعبوں سے ان تجاویز کا تعلق ہے۔ وہاں یہ بھیجدی جائیں اور اخباروں اور رسالوں میں بھی شائع کرا دی جائیں۔ اس تجویز کے پاس ہونیکے بعد صدر صاحبہ، معزز بہنوں اور دیگر مستورات کا جو شریک جلسہ تھیں استقبالیہ کمیٹی اور کل شہر کی طرف سے شکریہ کیا گیا اور صدر صاحبہ نے موزوں الفاظ میں جلسہ کی کارروائی کے اختتام کا اعلان کر دیا اس کے بعد نمائش کی افتتاح کی رسم بھی صدر صاحبہ کے ہاتھ سے کرائی گئی۔ اور جلسہ میں شریک ہونیوالی بہنوں کو نمائش میں مفت داخل ہونیکی اجازت دیدی گئی ان دونوں بہنوں نے جو جلسہ کی کارروائی لکھ رہی تھیں اپنے قلمبند حالات کو ایک دوسرے سے ملا کر ضروری رد و بدل و تصحیح کرنیکے بعد سیکریٹری صاحبہ کو دیدیے۔ انہوں نے اپنے نام سے مختلف رسالوں اور اخباروں میں روانہ کرنے اور نامہ نگاروں کی اطلاع کے لئے اپنے رفیق حیات کو بھیجدے۔ اور ان حضرات نے پوری کوشش صرف کر کے کارروائی کو اخباروں و رسالوں اور تجاویز کو مختلف محکموں مثلاً تعلیمی تجویز کو مرکزی و صوبہ کے وزیر تعلیمات کے دفتر اور طبی تجویز کو طبی محکمہ وغیرہ میں بھیجدیا۔

چند روز بعد جب اپنے گھر پہنچی تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے رفیق حیات کو گھر بیٹھے جلسہ کے اس قدر صحیح حالات اخباروں کے ذریعہ معلوم ہو چکے تھے کہ مجھے اس پر کسی اضافہ کی گنجائش نہ رہی تھی۔ انہوں نے صرف اتنا ضرور کہا کہ میں آپ کو آپکی تقریر کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور میں نے جواباً یہ عرض کیا کہ یہ کامیابی آپ ہی کی بدولت ہے۔ میں آپ کے بغیر اس قدر کامیاب ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔

مرزا آزاد بیگ صاحب نے انتظام آباد کی کانفرنس کے جلسہ کا حال سنکر تہیہ کر لیا کہ جبتک مشغول آباد میں کانفرنس کے آئندہ جلسہ کو انتظام آباد کے جلسہ سے بھی زیادہ پر تنظیم و مکمل نہ بنالیں گے وہ چین سے نہ بیٹھیں گے اور اس کلنک کے ٹیکہ کو جو تقریر النساء صاحبہ نے مشغول آباد کے مردوں پر لگا دیا ہے جلد سے جلد مٹانے کی کوشش قلم زبان و عمل کے ذریعہ پورے سال کرتے رہیں گے

کیپٹن نصیر الدین احمد

بُرے شوہر سے خطاب

اے ذلیل انسان کیا عورت کی کچھ عزت نہیں
اسکی الفت کچھ نہیں اسکی محبت کچھ نہیں

آہ اے شیطان اے ناواقفِ رسمِ وفا
اے خبیث انسان اے اخلاق سے ناآشنا

دیکھکر برتاؤ تیرے دل میں اک اٹھتی ہی ہوک
جو تیرے بس میں ہی ادنا مراد اس سے یہ سلوک

طائرِ بے بال و پر ہے رحم کچھ تو کر ذرا
خواہشاتِ نفس کے بندے خدا سے ڈر ذرا

زیر بارِ احسان سے اسکے کیا تیری گردن نہیں
صرف تیرے حق میں واجب کیا حقوقِ زن نہیں؟

کیا اطاعت کا یہی مفہوم ہے اے بے خبر
اف نہ نکلے منہ سے شوہر قتل بھی کر دے اگر

یاد کر وہ دن کہ جس دن بیاہ کر لایا تھا تو
شرم کی تصویر بنکر گھر میں جب آیا تھا تو

لب پہ تھی مہر سکوت آنکھوں میں اندازِ حیا
سر سے پا تک تھا مجسم ایک پردازِ حیا

کیا خبر تھی تیرا باطن اس قدر ناپاک ہے
اس قدر بیرحم ہے بے شرم ہے سفاک ہے

یاد کر وہ دن کہ جب مظلوم ہوگا دادخواہ
اسکی نصرت کو مجسم ہوگا زورِ بے پناہ

جو قوی ہے سب سے قوت اسکی دیکھی ہے کبھی
جس کے بس میں تو ہے قدرت اسکی دیکھی ہے کبھی

ہے شریکِ زندگی سے یہ ترا طرزِ عمل
ہوشیار اے مست ہے کس خوابِ غفلت میں اٹل

وقف ہے تیرے لئے ہر وقت جسکی زندگی
تیرے غم سے جس کو غم تیری خوشی جسکی خوشی

روندتا ہے اس طرح اسکی بہار زندگی
تھی یہی امید کیا اے غم گسارِ زندگی

ماں بھی یوں الفت کا دم ہر وقت بھر سکتی نہیں
خادمہ بھی اتنی خدمت تیری کر سکتی نہیں

ٹھنڈی سانسیں بیکس ترے ڈر سے کبھی بھرتی نہیں
دل میں شعلے آگ کے بھڑکے ہیں اُف کرتی نہیں

ساس کے طعنے نے نندوں نے دل چھلنی کیا
چپکے چپکے اس ستم دیدہ نے خونِ دل پیا

منہ سے کچھ بولے تو شوہر کی نگاہیں تیز ہیں
قتل پر آمادہ ہیں خونخوار ہیں خونریز ہیں

پنجۂ ظالم سے اب راہِ مفر پاتی نہیں
موت کی طالب ہے لیکن موت بھی آتی نہیں

کیا کہے کس سے کہے یہ عالم اور یہ بے بسی
ٹھنڈی سانسیں ہیں فقط افسانۂ بیکسی

گھر میں آئی بیاہ کر کس ساعتِ منحوس سے
یہ فسانہ پوچھئے اسکے دلِ مایوس سے

غم نہ ہوگا یہ بھلا اسکے دلِ غمناک میں
لائی تھی جتنا جہیز اسکو ملایا خاک میں

خاک ہے اسکی تمنا خاک ہے اسکی امید
ہو جو شوہر کی نظر میں اک کنیزِ زر خرید

محو تھے کس خوابِ غفلت میں ترے فریاد رس
قیدی کنجِ قفس بدلائے جب تیرا قفس

کچھ تو اپنا راز دل کہدے ذرا اے کم سخن
کیا گذرتی ہے بتا اے قیدی دار المحن

کیوں ترے ماں باپ اس ظالم سے دہوکا کھا گئے
دام میں اس بیوفا انسان کے کیوں آ گئے

ضبط کب تک دیکھ تو چہرہ ہے کس درجہ اداس
رو تو لے دم بھر نکل جائے ذرا دل کی بھڑاس

جاہلیت میں کہیں بہتر تھی وہ رسمِ عرب
دفن کر دیتے تھے زندہ۔ لڑکیاں ہوتی تھیں جب

فائدہ کیا زندگی بھر نزع کا عالم رہے
سختیوں پر سختیاں جھیلیں لبوں پر دم رہے

ع... لکھنوی

بلائے آسمانی

ویسے تو بہت سی آسمانی بلائیں ہیں جو ہم لوگوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں لیکن انہی بلیات میں سے ایک بلا مہمان بھی ہے۔ ہماری بہنوں کو یہ مہمان اور بالخصوص بن بلائے مہمان سخت ناگوار گذرتے ہیں۔ پھر بعض مہمان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بس چپک کے رہ گئے ہیں، ٹلنے کا نام تک نہیں لیتے۔ ان کی شکایت بجا ہے لیکن بن بلائے مہمان یا بغیر اطلاع کئے چلے آنے والوں کے بھی ہماری بہنیں سخت مخالف ہیں۔ چنانچہ محترمہ بہن سرور جہاں صاحبہ نے عصمت کے پچھلے کے پرچہ میں بعنوان "آداب معاشرت" ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے، اس میں لکھتی ہیں کہ سب سے پہلی بات جو مد نظر رکھنی لازمی ہے وہ یہ ہے کہ میزبان کو صحیح تاریخ اور وقت سے مطلع کرنا چاہئے۔ اور ان اوقات کی سختی سے پابندی لازم ہے۔ اس جملہ کو تو پڑھ کر یہی کہنا پڑیگا کہ مہمان نہ ہوا توپ کا گولا ہو گیا۔ کہ ٹھیک وقت پر چھوٹے۔ کیونکہ اسکی ہمدسے گھڑیاں ملائی جائیں گی لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ بہن موصوفہ نے اس کی وجوہ بھی لکھی ہیں۔ مثلاً ناکام انتظار کی تاریخوں سے میزبان کو زحمت نہ اٹھانی پڑے وغیرہ۔ اور یہ صحیح بھی ہے۔ اکثر زنانہ اخبارات میں مضمون نظر سے گزرے ہیں اور تمام تر بہنیں اسی بات پر زور دیتی ہیں کہ بغیر اطلاع کبھی نہ جانا چاہئے۔ بہن سرور جہاں صاحبہ نے جو باتیں لکھی ہیں وہ بالکل ٹھیک لکھی ہیں مگر جناب میں اس کے علاوہ جو بہن صاحبہ نے بیان کی ہیں کچھ اور وجوہ بھی بتانا چاہتا ہوں۔ وہ وجوہ جو بہنیں ہمیشہ اپنے مضمونوں میں نظر انداز کر دیتی ہیں۔

وجہ در اصل بغیر اطلاع دیئے مہمان کی مخالفت کی ایک یہ بھی ہے کہ میزبان صاحبہ کی مہمان صاحبہ سے اگر کہیں کسی محفل وغیرہ میں ملاقات ہوئی تو ان دونوں میں اب ایک شیخیوں کا پیچ شروع ہو گیا۔ اور وہ شیخیں ایک نے دوسرے کے سامنے اڑائیں کہ بیان سے باہر۔ ایک دوسرے کے کپڑوں سے دونوں نے اندازے لگائے کہ کیسی ہیں۔ کپڑوں سے اندازہ لگایا کہ شاندار مکان ہوگا۔ خادمائیں قرینہ کی ہوں گی بچے ڈھنگ کے اور تمیزدار ہوں گے۔ مکان صاف ستھرا ہوگا، اور تمیزداری اور خوش سلیقگی کا دور دورہ ہوگا چنانچہ ایک دوسری کو مغالطہ دینے میں یہ دونوں بہنیں کامیاب رہیں۔

اب بدقسمتی ملاحظہ ہو کہ ایک بہن دوسری کے یہاں بے اطلاع پہونچتی ہیں اور وہ بھی ایسے وقت کہ میاں باورچی خانہ میں اکڑوں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ بہن صاحبہ دوپٹہ پتیلی کے پاس چھوڑ آئی ہیں، کیونکہ پتیلی دوپٹہ سے پکڑ کر اٹھائی تھی اور فی الحال وہ نصف درجن کے قریب نورچشمان میں سے ایک مناسب سائز کے تخت مگر کر چکنی سے کسی خطا پر درست فرما رہی ہیں۔ اس سے بڑے سائز والا ہتے نہیں چڑھا اور بھاگ گیا ہے۔ مرغیاں باورچی خانہ کی چقلش سے بھاگ کر نام نہاد ڈرائنگ روم میں چہل قدمی فرما رہی ہیں جسکو کھانے کا کمرہ کہا جا سکتا تھا۔ پھر لطف یہ کہ مہمان کی آمد کے خبر کے ساتھ یہ خبر بھی آئی ہے کہ ایک بچے نے دوسرے کا کرتہ بالکل پھاڑ ڈالا۔ خادمہ شاید سو رہی ہے ورنہ تھا تو ہے ہی۔ اب ایسے موقعہ پر آپ خود ہی غور فرمائیے کہ یہ بن بلائے یا بغیر اطلاع دئے چلی آنے والی بہن بلائے آسمانی نہ سمجھی جائیں تو اور کیا۔ خواہ وہ دس منٹ کے لئے اور محض ملنے ہی کیوں نہ آئی ہوں، انکو بھلا کیسے مہمان کا

لقب دے دیا جائے اب میزبان صاحبہ کی حالت زار کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ بھلا عذر تو فرمائیے کہ نہ تو انہیں سکا
موقعہ ملا کہ وہ مہمان صاحبہ سا فرش کرکے وہ ثابت کر سکیں کہ ہمیشہ اسی طرح بچھا رہتا ہے۔ نہ یہ موقعہ ملا کہ جس سے یہ
ثابت کرتیں کہ ہمارے یہاں روز جھاڑو دیا جاتا ہے نہ یہ موقعہ ملا کہ یہ امر فی الواقعہ ثابت ہو جائے کہ بچے تمیزدار
ہیں۔ پہلے سے موقعہ ملتا تو بچوں کو کپڑے بدلوائے جاتے۔ کچھ شکر اور لڈوؤں کا وعدہ کیا جاتا کہ تمیز سے چپ
ہو گے تو سب کچھ ملیگا اور مہمان آئے ہیں انہیں سلام کرو گے تو پیسہ دیا جائیگا اور نہ یہ موقعہ ملا کہ ہر بچہ کو
میاں کے سامنے پیش کرکے ان سے خطرناک قسم کی مار پیٹ کا وعدہ کرا دیتیں۔ نہ یہ موقعہ مل سکا کہ بچوں سے
کہتیں کہ دیکھو سلام ایسے کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ مہمان بہن تو آ کر بیٹھ ہی گئی ہیں اور کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی جگہ جھاڑ پھونک کر بٹھائی جاتی ہیں،
اب لازمی ہے کہ مہمان بہن کو غصہ آئے کہ خیر تو مجھ سے کیا کیا باتیں تھیں اور یہاں کچھ نہیں، اور ان کی طبیعت
مکدر اور ادھر ان بہن صاحبہ کا خفت کے مارے بُرا حال۔ نتیجہ یہ کہ وہ مہمان بہن مجسم بلائے آسمانی معلوم ہوتی
ہیں۔ دونوں طرف سے جلی کٹی باتیں یا ایک آدھ چلتا ہوا فقرہ چھوٹنا لازمی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ ذرہ بھر موقعہ
نہیں ملتا جو مہمان پر رعب جمائے جا سکیں۔ جو تمیزدار ہیں وہ زیادہ تمیزدار ہونا ثابت کرنے سے رہ جاتے ہیں۔
جو صاف ستھرے ہیں انہیں صفائی میں مبالغہ کا موقعہ نہیں ملتا۔ جن کے یہاں آرائش ہے انہیں اس میں غیر معمولی
زیادتی دکھانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو ہماری بہنیں عموماً بغیر اطلاع کے مہمانوں کو بلائے آسمانی
خیال کرتی ہیں۔ اور کوئی دس منٹ کے لئے بھی ملنے والی آ جائے تو اسکو مہمان کا زبردست لقب عطا فرما دیا جاتا ہے

میں اپنی ان بہنوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ کیوں اپنا گھر یا بیٹھنے کا کمرہ ہر وقت ایسا نہیں رکھتیں کہ جس وقت
بھی مہمان آئے کوئی تکلیف یا تکلف نہ ہو۔ آخر ہماری بہنیں کیوں اس قدر میلے کپڑے پہننے کی عادی ہیں۔ کیوں
کنگھی چوٹی سے درست نہیں رہتیں۔ کیوں صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتیں۔ کوئی تکلیف نہیں جو اس وقتی مہمان
کے لئے جو محض آدھ گھنٹے کے لئے آیا ہے ہنسی خوشی سے گوارا نہ کیا جا سکتی ہو۔ صاف بات یہ ہے کہ بغیر اطلاع
کے آنیوالی بہن یہ صدمہ جانکاہ پہنچا جاتی ہیں کہ ساری حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہنوں سے درخواست ہے اس
عذر کے علاوہ کوئی دوسرا عذر بتائیں۔ مہمان کی تکلیف کا آپ کو خیال بیکار ہے۔ مہمان بہن آدھ گھنٹے کے لئے
آئی ہیں، کیا ضروری ہے کہ آپ تکلیف یا تکلف کریں۔

میں اپنی عزیز بہنوں سے کہتا ہوں کہ وہ جس حال میں رہتی ہیں اس سے زائد کا نہ دعوی کریں اور نہ بن بلائے
مہمان کی شکایت پیدا ہو، اور نہ کسی کا دل میلا ہو۔

میری دانست میں ہر مرد کا فرض ہونا چاہیے کہ بجائے اسکے کہ وہ گھر کی عورتوں سے صفائی اور تمیز اور
مکان کی آرائش کے بارے میں ونیات رونے جھینکے اسکو چاہیے کہ وہ یہ انتظام کرے۔ کہ عورتیں اس کے یہاں
بغیر کسی اطلاع کے آیا کریں۔

پھر یہ اطلاعیں بیاہ اور اطلاعیں کرانا عقلمندی نہیں۔ بالخصوص جب ایک ہی شہر کا رہنا ہے اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ کیلئے
آنا جانا ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جن کے یہاں اس قسم کی فضولیات کے لئے درجنوں نوکر نہیں

یہاں یہ دستور ہے کہ تانگا منگایا اور بیوی صاحبہ اپنی کسی بہن سے ملنے بوجہ درجنوں ملازم نہ ہونے کے پیدل ہی تانگہ پر چلی گئیں۔ کیا ایسی صورت میں یہ مطلب ہے کہ پہلے جا کر خود اپنی ہی آمد کے وقت کی اطلاع کیجائے اس قسم کی اطلاع کرانا اس کا جواب آنا پھر یہاں سے ضابطہ کے ساتھ پہونچنا وغیرہ یہ سب فضولیات ہیں علیگڈھ میں تو یہ حال ہے کہ صبح سے شام تک نہ معلوم کتنی بن بلائی بہنیں گھر میں آتی جاتی رہتی ہیں اور اوپر سے کبھی بھتار رہتا ہے اس قسم کی بلیات آسانی کی وجہ سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ہر کس و ناکس کو اس قسم کی آفت ناگہانی کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے آنے والیاں آتی ہیں اور چلی بھی جاتی ہیں۔ کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ کون آیا کون گیا۔ گھر کا ایک انداز اور ایک قرینہ رکھنا پڑتا ہے۔ نہ مہمان کے آنے سے کوئی بھونچال آتا ہے۔ اور نہ زمین لرزتی ہے، نہ کسی کو تکلیف ہوتی ہے اور نہ کسی کو اس کا احساس ہے۔ اگر میزبان غیر حاضر ہوتا ہے تو بھی کچھ نہیں، مہمان اپنا راستہ دیکھتا ہے۔ اگر میزبان کو فرصت نہیں اور جھگڑوں میں پھنسی ہوتی ہیں تو ویسا کہہ دیتی ہیں۔ سب ایک دوسرے کی حیثیت جانتی ہیں اور نہ کسی کو کسی سے شکایت ہوتی ہے۔ اور نہ رنج ہوتا ہے۔

آخر مرد بھی تو ہیں، دن بھر درجنوں جگہ بغیر اطلاع جاتے ہیں اور چلے آتے ہیں۔ نہ وہ کسی دوسرے کے لئے بلائے آسمانی ہوتے ہیں اور نہ کسی پر غیر ضروری بار معلوم ہوتے اور نہ مہمان کہلاتے ہیں اور ان کا آنا میزبان کو ناگوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے، بعض لوگوں کے یہاں تو دن بھر بغیر اطلاع آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ ہر بہن کے یہاں ڈرائنگ روم اور ڈریسنگ روم اور ڈائننگ روم نہیں ہوسکتے۔ مگر ان تمام کاموں کے لئے جگہ تو ہوسکتی ہے قصہ مختصر یہ کہ اس کو اصول بنا ڈالنا کہ ہمارے پاس دس پندرہ منٹ کو بھی کوئی آئے تو باضابطہ اطلاع کرکے آئے یہ تو زبردستی ہے پھر کوئی پرائیوٹ سیکرٹری بھی رکھنے کے بارہ میں اصول بنا ڈالے،

یہاں دوسری جگہ سے آئے ہوئے قیام کرنے والے مہمانوں کا ذکر نہیں ہے۔ وہ اطلاع کر دیں تو ان کو سہولت ہوگی۔ اور اگر نہ کریں یا نہ کرسکے تب بھی آخر میزبان کیوں گھبرائے جا رہا ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ وہ ایسے وقت آیا کہ گوشت نہیں پکا ہے اور یہ بات ثابت ہونے سے رہ گئی کہ ہمارے یہاں ہمیشہ بلاناغہ اور دو وقتہ گوشت ہی پکتا ہے۔ اور میٹھی چیز بھی دسترخوان پر ضرور ہوتی ہے۔ اب اگر کل سے اسپر عملدرآمد ہوا بھی تو کیا ہے۔ پتہ تو مہمان کو چل ہی گیا۔ سوائے اسکے اور کیا عذر ہوسکتا ہے۔ اب رہ گئی تکلیف تو مہمان خود جانتا ہے کہ میں بے اطلاع جا رہا ہوں۔ اور میزبان سے عموماً وہ معافی بھی مانگ لیتا ہے۔ اور تمام تکالیف بخوشی برداشت کرلیتا ہے۔ مگر میزبان صاحبہ ہیں کہ گھبرائے جا رہی ہیں

بات دراصل یہ ہے کہ اصل تکلیف اس کی میزبان صاحبہ کو ہے کہ جیسا رعب مہمان پر اسکی اطلاع لگنے پر جمایا

جا سکتا تھا افسوس کہ وہ اب نہ جم سکیگا۔ اگرچہ چلا جاتا زینت سے گھر کی تصویر کا خاکہ ایسا بدلا جاتا کہ وہ ایک عرصے سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا جس کی وجہ سے میزبان صاحبہ کی عرصے تک مدعی خوش رہتیں اور ہو نہ ہو سکا ابھی اس کا صدمہ ہے!

اس تمام تحریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ بن بلائے یا بغیر اطلاع کے آنیوالی بہن میزبان بہن کو صرف اسی صورت اور حالت میں ناگفتہ بہ تکلیف دے سکتی ہیں جبکہ میزبان بہن کو لباس اور گھر کی صفائی ستھرائی پاکیزگی کا خیال نہ ہو

بے شک اس طبیعت کی بہن کو بغیر اطلاع کے آنے والی صدمہ جانکاہ کا باعث ہو سکتی ہیں ورنہ شستہ اور شائستہ سوسائٹی والیوں کو چنداں ضرورت نہیں کہ انکے یہاں لازمی کوئی اطلاع دیکر ہی آئے خواہ جب کوئی چلا جائے دکسی کے آنیکی وجہ سے خاص انتظام ہوگا اور نہ ان کو کوئی تکلیف ہوگی نہ انہیں مصنوعی دکھاوے اور نمود کی تمنا ہے اور نہ انہیں بغیر اطلاع کے آنیوالی کوئی ایسا صدمہ پہنچا تی تھیں کہ ان کے دلمیں کدورت جم جائے

ایک وہ زمانہ تھا کہ عرب خاتونیں اپنے خیمہ کے سامنے غلام سے کہتی تھیں کہ آگ جلا شاید کہ کوئی (بغیر اطلاع یا بن بلایا) مہمان آجائے اور اسکی خوشی میں تجھے آزاد کر دینگے۔ اور یا اب یہ ہے کہ بن بلایا مہمان بلائے آسمانی خیال کیا جاتا ہے۔

مسز اعظیم بیگ چغتائی
بی اے ایل ایل بی۔ (علیگ)

نگہداشت
صحت کے متعلق

فروری کے رسالہ میں ہندوستان میں عورتوں کی قلت و مردوں کی کثرت اور اسکے اسباب نتائج پر کیپٹن ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب نے کافی روشنی ڈالی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان میں شرح اموات دیگر سب ملکوں سے کہیں زیادہ ہے۔ غور کرنے سے مریضوں کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ نکلے گی جس کی وجہ حفظ صحت کے اصولوں سے بے توجہی ہو سکتی ہے۔ گو کہ حفظ صحت کے متعلق نگہداشت کی بھی جاتی ہے تاہم اس قدر نہیں جیسی کہ ہونی چاہیے۔ اتنے بڑے ملک کے واسطے مختلف آب و ہوا کے مطابق چند ایک ذرائع پر اکتفا نہیں ہو سکتا۔ اسپر غور کرنا ہمارے قومی رہبروں کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس میں شک نہیں جب تک باشندوں کی صحت اچھی نہ ہوگی۔ ملک پوری ترقی نہیں کر سکتا حفظان صحت کے اصول سے ناواقفیت یہی وجہ ہے کہ اکثر قیمتی جانیں قبل از وقت تلف ہو جاتی ہیں جو مختلف امراض کی وجہ سے زندہ درگور ہیں سو علیحدہ معمولی بے احتیاطیاں مہلک و متعدی بیماریوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ جب تک ملک میں سے امراض کی غلاظت کا تدارک نہ کیا جائے۔ اموات میں کمی نہیں ہو سکتی۔ ضروری ہے کہ حفظ صحت کے متعلق عام سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ عام پبلک کو آسان اور

سادے اصول حفظ صحت کا علم ہو جن سے اپنے تئیں بہت سی بیماریوں سے بچایا جا سکتا ہے تو ضروری ہے دکھوں مصیبتوں میں بہت سی کمی ہو جائے بہت سی عورتیں بیوگی کی مصیبت سے بچ جائیں گی صد ہا یتیمی کی آفت سے نجات پائیں

ہزاروں کی تعداد میں شیرخوار بچے جو لاعلمی کے سبب سے موت کے گھاٹ اترتے ہیں پروان چڑھکر ملک و قوم کی بہتری کا باعث ہوں۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے "مرض اور موت تاریکی اور غلاظت سے پیدا ہوتے ہیں صحت اور عمر کی درازی صفائی اور روشنی کا پھل ہیں" بلکہ بچوں کے لئے ابتدائی تعلیم سے لیکر انتہائی یا کم از کم میٹرک تک اس قسم کی چھوٹی چھوٹی کتابیں سلسلہ وار لازمی طور پر علیحدہ پڑہائی جائیں مفید مطلب اور معقول ہدایات کے ساتھ رنگین تصویروں سے ذہن نشین کرائی جائیں۔ نصاب میں اگر ایک دو مضمون حفظ صحت کے متعلق ہوتے بھی تو کافی نہیں ہو سکتے، جب تک علیحدہ کوئی معقول انتظام نہ ہو۔ اس طرح بچہ رفتہ رفتہ تجربہ اور اپنی صحت کے متعلق بھی مزید معلومات حاصل کرتا رہیگا۔ شروع میں گرچہ اس کے نتائج بچے سے نہ بھی ظاہر ہوں مگر آگے چل کر یہی بچہ پروان چڑھکر جب ماں باپ کی سیرت اختیار کرلے گا تو اولاد کی الفت سے متاثر ہوکر بوقت ضرورت حفظان صحت کے اصولوں سے واقف ہونے پر ضرور فائدہ اٹھائیگا

اس طرح نئی پود صحت و توانائی کے لحاظ سے خود بخود محفوظ ہوتی جائے گی اور تجربہ کار والدین کی جو کمی ہے اس میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ اموات کی کمی کے ساتھ پیدائش کی مقدار بھی مناسب ہونی چاہیے، جبکہ طبی اصول کے مطابق ہو، ملک کے لئے آبادی کا زیادہ ہونا اتنا فائدہ مند نہیں ہو سکتا جس قدر کہ صحت و توانائی۔

مشہور عالم ڈاکٹروں طبیبوں، علماء علم الصحت کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے اخبارات و رسائل میں بھی حفظان صحت کے متعلق کثرت سے مضامین لکھے جائیں،

ایس بی۔ طاہرہ پشاور

پیرجی ناراض ہو گئے

میں نے کہا۔ "مولانا! مجھے تسکین قلب کے لئے ایک مرشد کی ضرورت ہے"۔

مولانا نے اپنی سرمگیں نظریں میرے چہرہ پر گاڑ دیں "بے شک ہو گی کیونکہ مسلمان عورت بغیر مرشد کے زندہ نہیں رہ سکتی"

میں "جی نہیں یہ بات تو نہیں ہے، بلکہ مر نہیں سکتی۔ مجھے مرنے کے لئے ایک مرشد کی خواہش ہے"۔

"کیا کہا مرنے کے لئے؟ کیا مرشد ملک الموت ہے" خشمگیں نگاہیں اور غضبناک چہرہ نے مولانا کی ازخود رفتگی کا اظہار کر دیا۔ میں نے استقلال کے ساتھ جواب دیا،

"جی ہاں۔ میں مرشد کی ملکوتی صفات کرامتے سے انکار نہیں کر سکتی۔ مگر خصائص عزرائیلی کی حد تک، اور روح و جسم پاس کے اثر و رسوخ کو تسلیم کرتی ہوں مگر دست قضا کی طرح" مولانا کا دماغی میٹر کچھ سوا سو سے بھی آگے بڑھ گیا، "مہر بے دینا" کہہ کر انہوں نے تقریر شروع کر دی، (کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے) خدائے قدوس بزرگ و دانا و بینا نے جسم انسانی کی غلاظت کو صاف و مصفا کرنے کی خاطر روح جیسی پاکیزہ و لطیف شے تمہارے اندر رکھ دی ہے اس کی مثال ایسی ہے، جیسے تم مٹی کے آبخورے میں آب زمزم رکھتے ہو۔

میں "مجھے تو آجتک یہ شرف نہیں نصیب ہوا"

"بیہودہ، نالائق۔ قطع کلام کرنے والے انسان شیطانوں کے بھائی ہیں"

میں "معاف کیجئے۔ مجھے پھر بولنا پڑتا ہے، کلام پاک میں تو فضول خرچ اخوان الشیاطین قرار پائے ہیں"

"بے شک اور تفسیر میں قطع کلام یعنی بدتمیز و بڑوں کا ادب نہ کرنے والی ہستیاں بھی"

میں "بہت اچھا میں خاموش رہونگی۔ مگر بطور رفع شر نہ کہ بخیال تصدیق" مولانا نے میرے جملہ کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنا بیان جاری رکھا،

"ہاں جب انسان اپنے جسم کو دنیا کے قیام میں آلودۂ معصیت کر لیتا ہے اور روح بھی اس گندگی سے نالاں و پریشاں ہو جاتی ہے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ عم نوالہٗ اس کے قلب میں مرشد کی طلب حقیقی تفویض فرماتے ہیں، اور وہ عالم باعمل و مرشد کامل کی ہدایت و رہبری سے سالک راہ حقیقت سے آگاہ ہو کر صاحب کشف و کرامات بنجاتا ہے۔ معرفت حاصل ہوتی ہے اور عالم ارواح کے تمام در ہائے بستہ دراز ہائے دروں پردہ اسپر ظاہر و منکشف ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے ایک مسلمان کا منتہائے مقصود اور اس کو کہتے ہیں عشق حقیقی۔ علت غائی۔ اس امر مستحسن کی یہ ۔۔۔۔۔۔"

میں: "مولانا۔ ابھی تو آپ اردو بول رہے تھے یہ یک دم فارسی دعربی لغات کیوں وردِ زبان ہو گئے۔ کہیں جناب کو محاورات فارسی کا کوئی دورہ تو نہیں پڑا کرتا۔ میری طبیعت پریشان ہو رہی ہے" مولانا اپنے سے باہر تھے۔ سینہ بے کینہ جو کشف و کرامات کا مخزن تھا۔ تن گیا، ڈاڑھی کے تمام بال سیہ کا کانٹا بن گئے اور نگاہیں موٹر کی لائٹ فرمانے لگے،

مولانا (ح وع کو حلق سے نکالتے ہوئے) "اللہ تعالیٰ عم نوالہٗ فرماتا ہے (ایک آیت اور اسکی تشریح) ہم لوگوں کی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا بنا دیتے ہیں۔ سو چودھویں صدی میں اللہ صاحب نے اپنا وعدہ مقدس پورا فرمایا یعنی مسلمانوں کے دلوں سے نورِ ایمان کھینچ لیا۔ اور آنکھوں کو نابینائی عطا فرمائی۔ اور گوش کو الفاظ حق کی شنوائی سے محروم الارث کیا، لفظ "محروم الارث" نے مجھے ہنسنے پر مجبور کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا کھڑے ہو گئے، اور مجھے حفاظت کی تدابیر اختیار کرنی پڑیں، میں نے مودب ہو کر درخواست کی،

میں: "از خورداں خطا و بزرگاں عطا، پرانا مقولہ ہے۔ مولانا میری نالائقیوں کو معاف کیجئے" "ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ لونڈے کالجوں میں پڑھ پڑھ کر علماء دین متین و مفتیان شرع مبین کا مذاق اڑانے لگے، اب لڑکیوں نے بھی وہی حرکات ناستحسن شروع کی ہیں"

میں: "انشاء اللہ اب میں قطع کلام کی نامعقولیت سے اپنا دامن بچاؤنگی۔ مگر اتنی درخواست آپ سے ضرور ہے، اردو جو میری مادری زبان ہے، اس میں گفتگو کیجئے۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔ اسی وجہ سے بول اٹھی" میری عاجزی نے مولانا کو نرم کر دیا۔ میں نے کہا (صرف انہیں خوش کرنیکے لئے) "خدا کا شکر ہے مسلمان عورتیں اب تک علماء کا احترام ملحوظ رکھتی ہیں۔ اور لفظ مولانا ان کے لئے علم و عقل کا ایک دریائے ذخار ہے جس کی موجوں کی زد
د وہ اپنا فرض خیال کرتی ہیں" مولانا مسکرائے۔

"انشاء اللہ مسلمان عورت ہمیشہ اپنی پیر پرستی اور مرشد نوازی قائم رکھے گی"۔

میں۔ (دل میں خدا نہ کرے) "یہ تو فرمائیے کیا مرید ہوئے بغیر ہم جنت میں نہیں جا سکتے"

مولانا: "تیقن کے ساتھ، ہاں بیعت کرنا سنت رسول اللہ ہے اور بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم جسم و روح دونوں مرشد کے سپرد کر دیں۔ مرشد تلقین و ہدایت کرتا ہے، راہ راست دکھاتا ہے۔ آخرکار بروز محشر ضامن ہو کر داخلہ بہشت میں معاون ثابت ہوتا ہے"،

میں: "مولانا خفا نہوں اگر مرشد بجائے صفات ملکوتی کے خصائل شیطانی سے متصف ہو تو یہ سپردگی روح و جسم داخلہ بہشت کے بدلے دعوت نارِ جہنم نہ ثابت ہوگی"؟

مولانا۔ (پھر برہم ہو کر) "مرشد اور خصائل شیطانی، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، شیطان رجیم تم لوگوں کو

بکا ہے:

میں: بفرض محال اگر ایسا ہو تو کیا تم یہ تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے، مان لینے میں حرج ہے"

مولانا: اول تو ایسا ہو نہیں سکتا۔ اگر ہو بھی تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ انسان ضعیف البنیان کی نیت دیکھتا ہے۔ مردوں کا احوال جانتا ہے۔ مرشد سے اگر کوئی فعل ناشائستہ سرزد ہو جائے تو اس کا مواخذہ و یوم جزا اس کو بھگتنا ہوگا۔ مریدان باصفا پر کوئی اثر نہیں متصور ہو سکتا۔ کیونکہ ان کی نیت پر خلوص اور ان کا جذبہ عقیدت صادق تھا۔ البتہ مرید ہونے کے بعد وفاکیشی لازمی و لابدی ہے۔ خدا ہر مسلمان کو نیک توفیق دے۔ مرشد کے کسی فعل پر مرید کو معترض ہونے یا بازپرس کرنیکا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ مرشد قلب نورانی و سینہ صفا رکھتا ہے۔ اسکے دیدہ ہائے باطنی روشن و منور ہوتے ہیں اور وہ واقف اسرار ربانی ہوتا ہے اس کا کوئی فعل خواہ وہ بظاہر معیوب و مذموم ہی کیوں نہ ہو خالی از مصلحت نہیں ہو سکتا۔ دنیاداروں کی نگاہیں ان تجلیات و رموز باطنی کا نظارہ نہیں کر سکتیں جو مرشد کے ہر لمحہ و ہر ساعت پیش نظر رہتے ہیں۔ اس لئے دنیا داروں کا کام صرف اتنا رکھا گیا ہے۔ وفاداری توحید و رسالت اور عقیدت کا اظہار خدائے تعالیٰ کو شاہد کر کے کریں۔ بقیہ امور مرشد پر چھوڑ دیں۔ اسکی بھلائی و برائی سے قطع نظر کریں۔ اور اسکے قول کو فعل کی بنیاد قرار دیں، حق تعالیٰ بیڑا پار کر دے گا"

میں:- اسے تو کوئی ذی صحیح العقل انسان قبول نہیں کر سکتا۔ آپ کو خود ہی معلوم ہوگا۔ بدکار عیاش امام کی اقتدا میں نماز بھی جائز نہیں، پھر ایسے لوگ خدا کے گھر کے اور ہمارے ضامن کیونکر ہو سکتے ہیں:

مولانا: میں تو کہہ چکا۔ پہلے اس کی تشریح بیان کر چکا کہ مرشد کی تمام برائیوں سے قطع نظر کر لینی چاہیئے ان رموز کو ایک دنیادار انسان نہیں سمجھ سکتا، یہ تم لوگوں کی عقل و فہم سے باہر ہے"

میں: بفضلہ دیدۂ بینا (خواہ وہ ظاہری ہی کیوں نہ ہو) گوش ہوش ہم بھی رکھتے ہیں۔ قرآن و احادیث ہندوؤں کی وید تو ہے نہیں، جیسے شودروں کو چھونا گناہ ہو، اگر آپ برہمن ہونے کے مدعی نہیں ہیں تو بھلائی و برائی سمجھنے کے لئے کلام الٰہی و اقوال رسول ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہم کیوں ایک ایسے انسان کو جو شیطان کا چھٹا ہوا گرگا ہے، اپنا جسم و روح حوالے کر دیں۔

دوسرے جب مرشد خود ہی وہاں جہنم کے لپکتے ہوئے شعلوں میں جا رہا ہوگا تو ہمیں کیا بچائیگا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ مرشد کی برائیوں سے قطع نظر کر کے اگر ہم اس کے مطیع رہے تو شیطان کے فرمانبردار بن گئے، بجائے مقرب کے رحمٰن سے دوری ہو جائیگی۔ پھر روح کی ان گندگیوں سے صفائی کس طرح ہو گی، اور پھر کشف و کرامات سے ہمارے قلوب کو نورانی کیونکر بنا سکیگا، جب اس کے پاس خود ہی ایمان نہ ہو گا

عہ نقشہ منصور کا مرقد وطن ملاحظہ ہو۔

تو ہمیں ایمان داری کی تعلیم کیسے دیگا۔ مولانا! کیا دیدہ باطنی ہونیکے معنی "محو تماشائے لب بام" ہونا ہیں، کیا نور ایمان کی روشنی میں مبلغ علیہ السلام ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور کیا کشف و کرامات مرغ و باقر خانیوں کا تصور کرنے کو کہتے ہیں۔ مولانا سچ کہئے ہمارے مرنے پر صدقہ و خیرات کے نام سے زیور و کپڑے پہننے ہی کا نام تقدس و تقویٰ ہے اور ہمکو سونا چاندی جمع کرنے پر لعنت کی تلقین کرنا خود اپنی بیوی بیٹیوں کے لئے کا رچوبی جوڑے اور سیروں سونے چاندی کا زیور بنوانا کار ثواب ہے، کیا مرغن غذائیں کھانا اور مریدوں سے نوٹوں کے پلندے لینے ہی کا نام فقیری ہے،

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد ٭ اگر مسلمان عورت تقلید مغرب پر مرتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اگر مسلمان عورت مذہب و وطن سے بیگانہ محض ہے تو کوئی حیرت کا مقام نہیں مسلمان اگر زر کے بندے ہیں اور مسلمان علماء اسلام سے بدظن تو اس پر استعجاب بیکار ہے۔ انہیں ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اس میں ہمارا قصور نہیں۔ آپ کا ہے، پیر و سجادہ نشین "بنکر دنیا کے لوٹنے والے" مذہبی ڈاکو اصلاح و ترقی مذہب و وطن کے نام سے چیخ پکار کرنے والے علماء، اسٹیج سے بنکر اور منظر عام سے الگ جاکر کیا ہیں۔ فریب و خود غرضی کا مجسمہ۔ شہرت و ریا۔ نفرت و تعصب کا مخزن۔ یہ طبل تھی جسے صور اسرافیل ہونا چاہیئے تھا۔ ہاں جسے قائد ملت کا مرتبہ حاصل تھا۔ اگر آج صحیح معنوں میں سجادہ نشین ہوتا تو دنیا "معینی و اجمیری" انوار سے جگمگا اٹھتی۔ اور قلوب نعرۂ توحید کی شراب سے مست و مخمور بنجاتے،

گمراہ پیری نام ہے، مذہب شیطانی کا اور مریدی تعبیر ہے خصائل شیطانی پر مہر دوام ثبت کرنیکا۔ مولانا مجھے معاف کیجئے، میں اب ضبط نہیں کرسکتی۔ واقعی مجھے ایک پیر کی ضرورت ہے۔ جو مجھکو تسکین قلب کا راز بتائے اور قرب خداوندی کا راستہ دکھائے۔ مگر شیطان سے قربت کی خواہش نہیں۔ آپ کی شب بیداریاں بازاری عورتوں کے کوٹھوں کی مرہون منت ہیں اور آپ کا توکل و قناعت مریدوں کی بند مٹھیوں کا زیر بار احسان "پدرم سلطان بود" کا ڈھنڈورا پیٹنے والی ہستیاں "بت پرستی کی تعلیم دینے کے لئے" قبر پرستی "گنڈہ و تعویذ کو اپنا آلہ کار قرار دیتی ہیں، اقبال نے سچ کہا ہے۔" بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں" یہ بت گری نہیں تو کیا ہے۔ میں نے سینکڑوں عورتوں اور مردوں کو قبروں پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ کیا اولیاء اللہ خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ ہمیں جو کچھ مانگنا ہے اسی سے کیوں نہ مانگیں جو قاضی الحاجات ہے، جس کے محتاج نبی و ولی سب ہی رہے ہیں۔ وہ خاک آرام کرنے والی ہستیاں اپنی چند روزہ حیات دنیوی میں خواہ کتنی ہی اعلیٰ و ارفع کیوں نہ رہی ہوں، اب تو وہ ایک تودۂ خاک ہیں وہ ہمارے دنیاوی جھگڑے مٹانے ہماری آرزوئیں پوری کرنے اور ہمیں امیر و کبیر بنانے کیوں آنے لگے جبکہ وہ خود ہی مجبور و بیکس اسی ذات اعلیٰ کے حاجتمند ہیں۔

اب بھی دنیا ان مقدس ہستیوں سے خالی نہیں ہے۔ جو یک جنبش نظر قلوب کو نذراتی بنا سکتے ہیں جن کا ہر لفظ صداقت سے بھرپور ہوتا ہے۔ میرا اس پر اعتقاد ہے، اور مجھے یقین ہے میں کبھی نہ کبھی اس مرشد کامل کو تلاش کر لوں گی۔

مولانا ایک جذبۂ حقیقی لیکر میں آپ کے محفل وعظ میں شریک ہوئی جس زبان سے اسلام کا حقیقی مفہوم اور مذہب کی عالی تشریح سننے کی متمنی تھی اس سے زبانی چٹیلی چینی و تاسنے کی تفصیل وجود باری کے ثبوت میں سنکر جس قدر مایوسی ہوئی ہے اس کا اظہار نہیں کر سکتی کیا صرف اسلام کے ظاہری پہلو منکران دین کے قلوب پر اثر ڈال سکتے ہیں اور سالک راہ حقیقت کیلئے مرشد پرستی ذریعہ معرفت بن سکتی ہے، مرشد کے ناقابل فہم دلائل اسکو مطمئن کر سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے عوام نے "عالم" و "پیر" دونوں کا ایک ہی مفہوم سمجھ رکھا ہے۔ اور پیر زادہ کو مظہر ذات مان لیا ہے اسمیں ہم لوگوں کا زیادہ قصور نہیں، مایہ خود علما ہیں جنہوں نے علم دین کو روٹیوں کا ذریعہ بنا کر توکل و قناعت کے نام "پیری" کی بنا ڈالی۔ اور "پیر زادہ" کو معرض وجود میں لاکر مذہبی ڈاکوؤں کا ایک گروہ پیدا کیا۔

عالم پھر بھی عالم ہے، وہ بگڑ کر بن سکتا ہے، اور حرام و حلال کی تمیز رکھتا ہے۔ بشرطیکہ صاحب علم ہو مگر "پیر زادہ" پیشہ ور قوموں کی طرح صرف دوسروں کی کمائی سے رنگ رلیاں منانا ہی مقصد حیات سمجھتا ہے۔ اور اپنے اس حق کو علم کے بوجھ سے لد جانے کے بعد بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

وہ سپیرے کی طرح کشف و کرامات اور علم غیب کی پٹاری لئے ہوئے ہندوستان کی ایک سرے سے دیگر دوسرے تک گھومتا ہے۔ اپنے پٹارے کی کرامات دکھاتا ہے۔ گذرے واقعات سناتا ہے اور لاکھوں انسانوں کے جسم و روح مال و دولت پر قبضہ کر لیتا ہے، مگر اس کے پٹارے میں بجائے غیر مضر سانپوں کے وہ مار ہائے سیاہ چھپے ہوتے ہیں جن کا کاٹا پھر کبھی نہیں پنپتا مرید ہو جانے کے بعد کوئی خدا پر بھروسہ نہیں رکھ سکتا

پیر اپنے جبہ و عمامہ کے زور سے دنیا فتح کرتا ہے۔ مگر جبہ کے اندر چھپا ہوا پتلون اور لانبے کرتے کے اندر پڑا ہوا جمپر ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ شیطان کا نمائندہ طوائفوں کی دشنام دہی سے کبھی برہم نہیں ہوتا۔ مگر ہماری ذراسی فروگذاشت پر اپنی بددعاؤں سے مہر دوام ثبت کرتا ہے۔

کاش علماء ان خانہ بدوشوں کی "غارت گری سے ہمیں نجات دلا دیتے۔ مگر افسوس "او خود گم است کرا رہبری کند" وہ خود اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، . . . . . . "

میں بہت کچھ کہہ گئی اور خدا جانے ابھی کیا کچھ اور کہتی اگر مولانا مجھے فوراً اپنے حجرہ سے نکلوا نہ دیتے بہر حال شکر ہے میں پٹی نہیں۔ یقین مانئے ایسا نہیں ہوا، ورنہ عصمت کی آئندہ اشاعت میں اپنے پٹنے کا دلچسپ واقعہ لکھتی، بیک بینی و دو گوش واپس آنا ہی غنیمت ہوا۔

انیس فاطمہ

پروفیسر رامن اور نوبل پرائز

عصمتی بہنوں کو معلوم ہوگا کہ گذشتہ سال دنیا کا سب سے بڑا انعام نوبل پرائز طبعیات میں ہندوستان کے مایۂ ناز سائنس داں پروفیسر سر سی۔ وی۔ رامن کو ملا ہے۔ پروفیسر رامن کلکتہ یونیورسٹی میں طبعیات کے پروفیسر ہیں اور صرف اپنے شوق سائنس کی بدولت وہ آج دنیا کے تمام سائنس دانوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ نوبل پرائز یا نوبل کے انعام سویڈن کے ایک انجنیر ڈاکٹر الفریڈ نوبل کے پانچ انعامات ہیں۔ جو ہر سال دنیا کی ان پانچ ہستیوں کو دئے جاتے ہیں۔ جو پانچ مختلف علوم میں کار ہائے نمایاں کریں، ڈاکٹر نوبل نے اپنے ایجاد کردہ ڈائنامائٹ سے بے انتہا دولت پیدا کی ۱۸۹۶ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس نے اپنی جائداد کا ایک حصہ ان انعامات کے لئے وقف کر دیا، ایک انعام آٹھ ہزار پونڈ یا تقریباً سوا لاکھ روپے کا ہوتا ہے۔ ہر سال ایک کمیٹی کے روبرو ان اصحاب کے نام پیش ہوتے ہیں جو انعامات کے دعویدار ہوتے ہیں۔ اور ممبران کمیٹی کی متفقہ رائے سے انعام حاصل کرنیوالوں کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ ہندوستان میں یہ انعام ڈاکٹر ٹیگور کو ان کی ادبی فتوحات کے صلہ میں مل چکا ہے، پروفیسر رامن دوسرے ہندوستانی ہیں جنہیں یہ انعام پانیکا فخر حاصل ہوا ہے،

دنیا میں ہر انعام خواہ کسی کی طرف سے کسی کو دیا جائے کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ انعامات وہ تمام کلفتیں جو انسان کو کسی کام کے کرنے میں پیش آتی ہیں یک لخت مٹا دیتے ہیں، انعامات کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کی زندگی میں نئی امنگوں اور بڑے بڑے حوصلوں کی ایک لہر دوڑ جائے اور وہ ہر کام نہایت سرگرمی اور ہمہ تن سے کرنے کو تیار ہو جائے۔ نوبل پرائز دنیا کا سب سے بڑا انعام ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسکو حاصل کرنے کے لئے دنیا کے بہترین دماغ مختلف علوم و فنون میں نئی نئی باتیں معلوم کرنے یا ایجاد کرنے میں لگے رہتے ہیں، لہذا کوئی تعجب کی بات نہیں کہ دنیا نوبل پرائز جیتنے والوں کا بڑی سرگرمی سے خیر مقدم کرتی ہے۔ اس معنی میں پروفیسر رامن کا نوبل پرائز حاصل کرنا اور وہ بھی سائنس میں ہندوستان کے لئے باعث صد افتخار ہے۔

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انعامات وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو قدرت کی طرف سے اسی غرض سے پیدا کئے گئے ہیں۔ دنیا میں ہزاروں سائنس داں موجود ہیں جن کے کارنامے محو حیرت بنا دیتے ہیں، مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ ہندوستان کا سی، وی رامن ان سب سے بازی لیجائے گا۔ اب دنیا دیکھے گی

کہ وہ مدراسی نوجوان جو بظاہر سائنس سے کچھ لگاؤ نہ رکھتا تھا اور جس کا تقرر گورنمنٹ ہند کے فائنینس ڈیپارٹمنٹ میں ہما تھا تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ملازمت ترک کر کے سائنس کو اپنا وجہ معاش بنا لیگا۔ اس کا بندہ بنجائیگا اور اسی کی بدولت دنیا میں نہ صرف اپنا بلکہ اپنے وطن کا نام پیدا کر لیگا۔ اور اب بھی کسے معلوم ہے کہ ہندوستان میں کتنے وکیسے بیاکا ہوں سے پوشیدہ ہیں جو نزدیک ہی مستقبل میں افق شہرت پر آفتاب بنکر چمکیں گے

عرض کیا جا چکا ہے کہ نوبل پرائز ہر سال پانچ ہستیوں کو ملتے ہیں۔ جو مختلف علوم میں کارہائے نمایاں کرتے ہیں۔ انعام کے مستحقین کے مراتب کا اندازہ یہ معلوم کر کے لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے کونسی ایسی نئی بات دنیا کے سامنے پیش کی جس کی بدولت دنیا میں ایک انقلاب سا پیدا ہو جانے کی امید ہوسکتی ہے۔ مثال کے طور پر جب رانجن نے ایکس شعاعیں دریافت کیں تو اس کو نوبل پرائز ملا۔ ایکس شعاعیں اس زمانہ میں اتنی اہمیت نہ رکھتی ہوں جتنی کہ آج کل مگر اس زمانہ میں اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ایکس شعاعوں سے دنیائے سائنس میں ایک زبردست تبدیلی پیدا ہو جائیگی۔ سائنس کے علاوہ دوسرے علوم مثلاً ادب۔ نجوم۔ امن دنیا وغیرہ میں بھی انعامات کے مستحقین کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے۔ گذشتہ سال ہماری نگاہیں پنجاب کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ وہاں کا ادبی دیوتا نوبل پرائز کی مسند پر جلوہ فگن نظر آئیگا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بازی کسی اور کے ہاتھ رہی مگر پھر بھی ہم مایوس نہیں ہیں۔ مغرب کو پیام مشرق صدائے صحرا معلوم ہوتا ہو مگر تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ غلطی پر تھا،

پروفیسر رامن کے کارنامے کا مفصل ذکر کیا جائے تو خیال ہے۔ عصمت کے صفحوں پر بہنوں کیلئے غیر دلچسپ باتوں کا اکٹھا ہو جانا ہی لازمی امر نہ ہوگا بلکہ مجھے ڈر ہے کہ ان کے ضمن میں بہت سی ایسی سائنس کی اصطلاحیں آجائیں گی جن کے سمجھے بغیر وہ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ پھر بھی میں کوشش کرونگا کہ پروفیسر رامن کے نظریہ کی اہمیت کا مختصر ذکر کر دوں،

دنیا میں ہر چیز ننھے ننھے اجزاسے ملکر بنی ہے، یہ اجزا اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ ان کا صحیح اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا ان کو جوہر کہتے ہیں ایک جوہر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک سوئی کی نوک پر ایک لاکھ سے زیادہ جوہر جمع ہو سکتے ہیں۔ ہر تبدیلی میں جو کیمیاوی طریقہ سے ہوتی ہو، یہ جوہر کام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر دو گیسوں آکسی جن اور ہائیڈروجن کو کیمیاوی طریقہ سے ملایا جائے تو پانی پیدا ہو جائیگا اسے ہم سائنس کی زبان میں اس طرح ادا کریں گے کہ آکسی جن اور ہائیڈروجن کے جوہر کیمیاوی طریقہ سے ملکر پانی کے اجزا بناتے ہیں۔

کائنات میں لاکھوں چیزیں ہیں۔ اکثر چیزیں کئی کئی اشیا سے مرکب ہیں۔ انسان کی ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ وہ نامعلوم باتیں دریافت کرے ہر چیز کی اہمیت معلوم کرنا اور نئی نئی باتوں کی جستجو میں رہنا اس کا عزیز ترین مشغلہ رہا ہے اس کی اسی فطرت کا نتیجہ ہے کہ وہ بہت سی باتوں پر قدرت رکھتا ہے۔ علم کیمیا دنیا میں پائی جانے والی تمام چیزوں کی خاصیتوں

سے بحث کرتا ہو کسی چیز کو لے لیجئے اگر اس کے اوصاف معلوم کرنا ہیں تو وہ علم کیمیا سے معلوم ہونگے ڈاکٹروں کو تمام ادویات اسی علم پر منحصر جانتے ہوں اس علم میں ترقی ہو رہی ہے ویسے ہی ادویات کے متعلق انسانی معلومات وسیع ہوتی جاتی ہیں،

مگر علم کیمیا میں ترقی کرنا اسوقت تک آسان نہیں ہے جب تک ہر چیز کے ننھے ننھے اجزا کے متعلق معلومات نہوں جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ اس چیز کے اندر کس قسم کے اجزا ہیں، اس کے متعلق تفصیلی حالات نہیں معلوم ہو سکتے اور جب انکے حالات سے انسان نہ واقف ہوگا وہ ان کا صحیح استعمال کریگا

ویسے تو ان اجزا کے متعلق حالات معلوم کرنے کے بہت سے قواعد کیمیادان حضرات کو معلوم ہیں مگر پھر بھی بہت سی چیزیں انکی زد سے رہجاتی ہیں دنیا میں ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں یا اگر انسان انہیں دیکھتا بھی ہے تو انکے خواص نہیں معلوم کر سکتا۔ اب تک جتنی ادویات یا چیزوں کا علم انسان کو ہے وہ مشکل سے دس لاکھ ہونگی اور کائنات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اعداد کچھ بھی نہیں۔

سر سی۔ وی۔ رامن کو نوبل پرائز اسلئے ملا کہ انہوں نے چیزوں کے اجزا کی خصوصیات معلوم کرنیکا ایک بالکل نوکھا قاعدہ دریافت کیا یہ قاعدہ کیمیاوی نہیں ہے بلکہ طبیعاتی ہے اسلئے انعام طبیعاتی انعام کہلاتا ہے،

پروفیسر رامن کا چیزوں کے اجزا کے متعلق معلومات حاصل کرنیکا قاعدہ یہاں بیان کرنیکی گنجایش نہیں لیکن یہ بہت دلچسپ اور حیرت انگیز ہے جو کوئی بھی طبیعات (PHYSICS) کی چند اصطلاحیں جانتا ہے آسانی سے اسکو سمجھ سکتا ہے مختصر اتنا عرض کردینا بے محل نہوگا کہ رامن نے روشنی کی مدد سے یہ حیرت انگیز قاعدہ ایجاد کیا۔ روشنی اس چیز پر ڈالی جاتی ہے جس کے اجزا کا حال معلوم کرنا ہوتا ہے اور جب وہ وہاں سے منتشر ہوکر باہر آتی ہے تو اسکی شعاعوں کا فوٹو لے لیا جاتا ہے اور فوٹو کی مدد سے اجزا کے حالات آسانی سے معلوم کرلیے جاتے ہیں اگر عصمتی بہنوں کی خواہش ہوئی تو ہم پھر کسی دوسرے موقعہ پر اس نظریہ پر تفصیل کیساتھ بحث کرینگے

منتظم الدین ظفر

لڑکیوں سے بیجا سوالات

از ب شہزادی

میں نے اکثر سفر میں یا جہاں کہیں بیبیوں کا اجتماع ہوا دیکھا ہے، جس سے ذراسی دیر کو ملیں فضول سوالات شروع کردئے اور خاصکر جب بیچاری لڑکیوں سے اس قسم کے سوالات کی بھرمار ہوتی ہے تو وہ بہت پریشان ہوتی ہیں کہ کیا جواب دیں مثلاً بہن تمہارے کتنے بچے ہیں یا شوہر کہاں ملازم ہیں یا آپ سسرال جارہی ہیں یا میکے: بھلا جب بزرگ پاس ہوں تو وہ بیچاری لڑکیاں کیا جواب دیں۔ میری رائے میں یہ بہت ہی نامناسب بات ہو۔ ایسی فضول گوئی سے پرہیز لازم ہے، بجائے اسکے کہ مہذب گفتگو کیجائے اور صحیح خیالات دئیے جائیں ہر جگہ سفر میں لے لے ایسی باتیں کیجاتی ہیں جہاں تک درست تو یہ ہے ہم لوگوں میں جہالت ہو وہاں یہ بھی ہو کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورت کے لباس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یوروپین بہنوں میں دیکھئے کہ ایک نظر میں معلوم ہوجاتی ہیں کہ یہ کنواری ہے یا شادی شدہ اگر ہم سب یہ کوشش کریں کہ لڑکیوں کا لباس ایک خاص رنگ کا یا ایک خاص قسم کا ہوا کرے تو بہت ہی اچھا ہو اور لڑکیوں کو ان سوالات سے نجات ملے، جو نہ صرف جاہل بلکہ اکثر تعلیم یافتہ بیبیاں ہی کرگزرتی ہیں۔ یہ درست ہو کہ لاعلمی میں ایسا ہوتا ہو مگر کسی سے بھی ایسی گفتگو کرنی چاہئے ذراسی دیر کی ملاقات میں کسی کے گھر کے معاملات دریافت کرنا گو شرعاً

اچھی غذا اور آرام کی ضرورت

انسان کی تندرستی کے لئے جس طرح غذا اور پانی ضروری ہے اسی طرح اسے کافی آرام اور نیند کی بھی ضرورت
ہے۔ اس سے ہماری دن بھر کی محنت کی تلافی ہوجاتی ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ دن بھر کے چلنے پھرنے میں اور کام
کاج کرنے میں ہم جتنے گھس جاتے ہیں۔ اور جو کچھ اجزا ہمارے جسم کے کم ہوجاتے ہیں وہ رات کے آرام سے پھر
پورے ہوجاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو اگر ان کی پوری نیند بھر کر نہ سونے دیا جائے تو ان کا قد اچھی طرح بڑھنے نہیں
پاتا۔ اور وہ ٹھسر کر رہجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ محنت کرنے والوں کی اچھی نیند آتی ہے۔ اور جس وقت وہ
بے فکری سے سوتے ہیں تو معمولی کھٹکے سے ان کی آنکھ بھی نہیں کھلتی۔ اور کم محنت کرنے اور آرام سے رہنے
والے اکثر نیند نہ آنے کے شاکی رہتے ہیں، اچھی غذا سے بھی تھوڑی بہت اس کی تلافی ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی کم از کم
چھ سات گھنٹے سونا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ اور جو لوگ زیادہ محنت کرتے ہوں انہیں آٹھ نو گھنٹے کا آرام
ضروری ہے

چھوٹے چھوٹے بچوں والی بیویاں جن کی رات کو نیند پوری نہیں ہوتی۔ اور صبح کے وقت کچھ تھکی ماندی سی نظر
آتی ہیں۔ انہیں دوپہر کو تھوڑی دیر ضرور آرام کرنا چاہئے۔ بعض جگہ انہیں طاقت کے لئے دوائیں پلائی جاتی ہیں،
دودھ زیادہ دینے کی تاکید کیجاتی ہے۔ لیکن باوجود ان سب کوششوں کے ان کی حالت میں کچھ فرق بھی نظر نہیں
آتا۔ اور ویسی ہی کمزور مریض سی رہتی ہیں کیونکہ انہیں کافی آرام نہیں ملتا اور ہر وقت کی تھکان اور پریشانی سے
کملا کر رہجاتی ہیں۔ آدمی تو آدمی ہے۔ جانور سے بھی جیسا کام لیا جاتا ہے ویسی ہی اس کی کھلائی پلائی اور خدمت
کی کیجاتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے ہاں ایک گائے تین سیر دودھ کی آئی اور تھوڑے دنوں بعد چار سیر
دودھ دینے لگی، سب نے کہا کھلائی پلائی سے اس کا دودھ بڑھ گیا۔ پھر اسی زمانہ میں تبادلہ ہوجانے کی وجہ سے
ہم لوگ دوسری جگہ گئے اور گائے کو خشکی کے راستہ سے وہاں لیجایا گیا۔ جب دو تین دن میں وہ پہونچی۔ اور دودھ
دوہا گیا تو صرف آدھ سیر نکلا۔ گوالے نے کہا کہ تھک گئی ہے۔ اس کو گڑ دیجئے۔ گڑ سانی میں ملا کر دیا گیا۔ لیکن
دو تین دن اس کی ایسی حالت رہی کہ نہ تو اچھی طرح کھاتی تھی نہ دودھ سیر سوا سیر سے زیادہ دیتی تھی آخر رفتہ
رفتہ کوئی ہفتہ بھر میں وہ اپنی اصلی حالت پر آئی۔ یہ دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ ہم لوگ کہا کرتے ہیں کہ جنگلوں میں کون
انہیں سانی بنا بنا کر کھلاتا ہوگا۔ مگر آخر وہاں بھی وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں۔ اب اس کا جواب مل گیا۔
کہ وہاں وہ قدرتی حالت میں رہتی ہیں اور اسی میں ان کی ضرورت کے لائق دودھ ہوتا ہے کام چلتا رہتا ہے

ہم لوگ انہیں اچھا کھلاتے پلاتے ہیں ویسا ہی فائدہ زیادہ اٹھاتے ہیں اسی طرح اگر ہم لوگ بھی بالکل سیدھے سادے طریقے سے زندگی بسر کریں۔ قدرتی غذائیں دودھ دہی پھل ترکاری وغیرہ زیادہ کھائیں تو اس کے لئے ہمیں کوئی زیادہ محنت بھی نہ کرنی پڑے اور اچھے خاصے تندرست بھی رہیں۔ گاؤں کے رہنے والوں کو دیکھئے کیسے تندرست و توانا ہوتے ہیں کہ دیکھکر رشک آتا ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ہمارے تمدن نے ہمارے اوپر بے انتہا ذمہ داریاں بڑھا دی ہیں جن سے ایک طرف تو مرد پسے جاتے ہیں کہ انہیں دن رات کی دماغی محنت سے ایک منٹ کی فرصت نہیں ہوتی۔ دوسری طرف عورتیں اس مشکل میں گرفتار ہیں کہ وہ آج کل کے اصول حفظان صحت کے مطابق بچوں کی پرورش کریں یا اپنی حیثیت کے مطابق گھر کو آراستہ کریں یا فیشن کے مطابق نئی نئی قسم کی دستکاریاں کرکے نفیس کپڑے تیار کریں یا آج کل کی تحقیقات کے جدید اصولوں پر صحت بخش اور خوش ذائقہ کھانے پکائیں یا اپنے مہمانوں کی ان کے مرتبہ کے لائق خاطر و مدارات کریں یا اپنی سوسائٹی کے مفید کاموں میں حصہ لیں اور قومی جلسوں پارٹیوں وغیرہ میں شریک ہوں

ایک اور واقعہ بھی حال میں مجھے معلوم ہوا جس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب چند روز کی چھٹی لیکر اپنے گھر پر آئے، بھائی کے بچوں کو دیکھا کہ بالکل دبلے ہو رہے ہیں اور کئی بچے ایک جگہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔ انہوں نے بھاوج سے کہا کہ یہ بچے تھکتے بہت ہیں۔ اور اس تھکان کے مطابق انہیں کھانا اور آرام نہیں ملتا، یا تو فی بچہ ڈیڑھ ڈیڑھ سیر دودھ مقرر کیجئے اور نہیں تو دوپہر کو سلوایا کیجئے ورنہ یہ اسی طرح دبلے اور کمزور ہوتے جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے روز دوپہر کو پابندی سے سلانا شروع کیا۔ بچوں کا قاعدہ ہے کہ جب تک نہیں سوتے نہیں سوتے اور جب سو جاتے ہیں تو کئی گھنٹے کی خبر لاتے ہیں، تھوڑے ہی دنوں میں ان کی حالت میں اچھا خاصہ فرق ہو گیا،

غرض جب یہ بات ہے تو ظاہر ہے کہ غذا اور مناسب آرام ہماری تندرستی کے لئے کس قدر اہم چیزیں ہیں۔ اور اس سے غفلت کرکے ہم خود اپنے اوپر مصیبت مول لیتے ہیں۔ راتوں کو جاگنا اور چائے کی زیادتی۔ زیادہ تر ابالے اور بغیر گھی کے کھانے یہ باتیں لازمہ امیری اور فیشن ہو گئی ہیں اسی کے ساتھ بہتیری غیر ضروری تکلفات جن سے نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے نہ دین کا جان کو گھلایا کرتی ہیں اور ان سب کا اثر صحت کو روز بروز خراب کرکے ہمیں زندگی سے تھکا دیتا ہے۔ قدرت کے اصول کو دیکھئے تو اس نے کام اور آرام کا وقت برابر ہی برابر رکھا ہے۔ جانوروں پر خیال کیجیے، بچوں کی طرف دیکھئے۔ سورج چھپا شام ہوئی اور جانوروں نے بسیرا لینے کی تیاری کی بچے جتنے چھوٹے ہونگے اسی قدر جلد سونے کی خواہشمند ہونگے اسی طرح ہم کو بھی چاہیئے کہ شام ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے میں اپنے ضروری کاموں سے فرصت کریں اور باقی وقت آرام و اطمینان سے بےفکری کی نیند سو کر دوسرے دن کی محنتوں کیلئے تیار ہو جائیں۔

تکبیر

مصر کے سیاسی حالات نے ملک کی حالت بہت خراب کر رکھی تھی، ترکوں کا دور ختم ہو۔ بااقتدار محب وطن جو ملک سے جلاوطن کر دئے گئے تھے ایک فرانسیسی جہاز پر پناہ گزین ہو کر ہندوستان جا رہے تھے شب کی تاریکی میں لوگ اس بہت بڑے اور شاندار جہاز میں سوار ہوئے جس پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ خشکی کی آفتوں سے بچکر ایک نئی دنیا میں پہونچ گئے ہیں اور حیات ابدی پالی ہے۔ جہاز فرانسیسی قوم کا مایہ ناز تھا۔ اور انسانی دلوں میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ جہاز ایسا مستحکم ہے کہ ہر بحری خطرات سے محفوظ رہے گا۔ جہاز بحر قلزم سے ہوتا ہوا بحر عرب میں داخل ہو گیا۔ سورج غروب ہو رہا تھا، آفتاب کی آخری شعاعیں لہروں پر پڑ رہی تھیں اور عجیب دلفریب سما تھا۔ سمندر کے نیلگوں رنگ میں اس قدر ترقی ہو گئی تھی کہ آسمان زرد نظر آ رہا تھا۔ اور مسافر نہایت اطمینان سے بیٹھے تھے۔ یکایک قسمت نے پلٹا کھایا اور قدرت نے انسانی غرور کو نیچا دکھانے کے لئے ایک طوفان برپا کر دیا، جہاز ہچکولے کھانے لگا۔ آندھی کی غضبناک آواز بجلی کی خطرناک چمک رات کی خوفناک گرج۔ لہروں کے زبردست تھپیڑے نے موت کا پورا منظر چشم زدن میں پیش نظر کر دیا،

یکایک ایک خوبصورت لڑکی نے اپنا نقاب الٹ دیا۔ اور اپنے بھائی سے ہم کلام ہوئی اور مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ تم خلق اللہ کو مصیبت کے منہ سے بچاؤ۔ کیا اور دوں کے ساتھ خوف زدہ ہوئے بیٹھے ہو۔ کہو تکبیر جس نے تمہیں بڑی بڑی آفتوں سے بچایا ہے۔ کیا اس طوفان خیز تلاطم سے نہ بچائیگا۔

اذان کی بلند آوازیں تمام جہاز میں گونج گئی طوفان کم ہونے لگا۔ پھر اسی لڑکی نے باواز بلند کہا

اے جہاز میں بیٹھنے والو! اپنے مذہب کے مطابق اپنے خدا کو پکارو اور اگر تمہارا ضمیر اجازت دے تو تکبیر کہو۔ ہر ایک زبان سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہونے لگی لہروں کے ہموار ہو جانے سے اور بادل کے چھٹ جانے سے موت کے منہ سے بچے ہوئے مسافروں کے دلوں میں سکون پیدا ہوا، اور چودہویں کے چاند کی سنہری دلفریب کرنیں عجیب سما پیدا کر رہی تھیں جہاز کے تمام مسافر خاموش ہو چکے تھے لیکن نسیم خوشگوار کے جھونکوں سے اور سمندر کی لہروں سے اللہ اکبر کی صدا آ رہی تھی۔ جہاز دھیمی رفتار سے چل رہا تھا۔ ہر شخص بے تاب ہو کر اس قدرتی نغمہ کے سننے میں محو ہو گیا۔

خاتون بیگم جونپور۔

عورتوں کی صحت کیونکر برقرار رکھی جاسکتی ہے

عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ بیچاری مظلوم عورتوں کی صحت اچھی نہیں رہتی اور اسکی وجہ سے عورتیں مشکل سے تیس چالیس برس زندہ رہتی ہیں۔ ان کی موت خود ان کے لئے باعث تکلیف ہے یا نہیں ایک علیحدہ سوال ہے مگر ذرا سا غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ایک ہستی کے مرنے سے سارا خاندان تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ ایک طرف تو مرد سخت مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے کہ اب وہ کیا کرے اور کس طرح وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کرے تو دوسری طرف بیچارے بچے مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور اکثر سوتیلی ماؤں کے شکنجہ میں پڑکر ساری دنیا کے لئے عذاب جان بنجاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی صحت اور اسکی زندگی مرد اور بچوں دونوں ہی کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مگر حیرت اور افسوس ہے ہماری حالت پر کہ باوجود ان تمام باتوں کے سمجھنے کے ہم اب تک سوسائٹی کے خراب تکلیف رساں رسم و رواج میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس طرح نہ صرف اپنا نقصان کر رہے ہیں بلکہ قوم و ملک کے ساتھ بھی دشمنی کر رہے ہیں۔ اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ پرانی روایات کو بالائے طاق رکھکر ایک نیا لائحہ عمل بنائیں جسمیں ہمارا اور قوم دونوں کا فائدہ ہو۔ ہم اسوقت تک ترقی نہیں کرسکتے جب تک کہ ہم اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم اور اچھی تربیت نہ دیں اور اسکے لئے ضروری ہے کہ ان کو سوتیلی ماؤں کے مصائب سے بچایا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم عورتوں کی صحت برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ اس لئے اس مضمون میں میں یہ دکھاؤنگا کہ عورتوں کی صحت کو کس طرح برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم لوگوں نے اسی دستورزندگی پر عمل کرنا شروع کر دیا تو ایک معقول رقم جو ڈاکٹروں کی نظر ہوجاتی ہے بچ جایا کریگی، اور اسطرح میاں بیوی اور بچوں کی زندگی ایک عرصہ تک خوشگوار طریقہ سے گذرے گی

(۱) عورتوں کی صحت کے خراب ہونے کا سب سے بڑا سبب ہندوستانی پردہ ہے۔ ۸ برس کی عمر سے لڑکیوں کو ایک ایسے تنگ و تاریک مکان میں بند کر دیا جاتا ہے، جہاں صاف ہوا کا گذر نہیں۔ جو صحت کے برقرار رکھنے کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔ پھر اسپر طرہ یہ کہ ہر گھر کے ساتھ باورچیخانہ ضرور ہوتا ہے۔ جو بدقسمتی سے سونے کے کمرہ کے قریب ہی ہوتا ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ مکان دھوئیں سے بھرا رہتا ہے۔ جو آنکھوں کے لئے اور پھیپھڑے کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔ اس کے علاوہ عام طور سے صحن بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور وہ بھی پختہ جس کی وجہ سے سبزیات پر ان لوگوں کی نظر نہیں پڑتی۔ جو آنکھوں کے لئے دماغ کے لئے اور دل کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔ تو اب آپ ہی بتائیے کہ ان صورتوں میں ان کی صحت درست کس طرح رہ سکتی ہو

اس لئے ضروری ہے کہ ایسی صورتیں اختیار کی جائیں جن سے یہ شکایات رفع ہو سکیں اور وہ صرف اس صورت سے ممکن ہے کہ ہم ان باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) صحن بہت بڑا ہو (۲) کمرے ہوادار ہوں (۳) باورچیخانہ بالکل علیحدہ اور دور رکھا جائے۔

(۴) ہر مکان کے ساتھ اگر نہیں تو کم از کم ہر محلہ اور گاؤں میں وہاں کے باشندے مل کر اور چندہ کر کے ایک پردہ باغ یا چمن بنائیں جہاں عورتیں شام کے وقت جا کر چل پھر سکیں اور اس طرح روزانہ ہوا خوری کر سکیں۔

(۲) دوسری وجہ ان کی صحت کے خراب ہونے کی یہ ہے کہ ان کے لئے کسی قسم کی تفریح کا سامان پیدا نہیں کیا جاتا۔ جس کی وجہ سے وہ زندگی میں کوئی خوشی محسوس نہیں کرتیں۔ اور ہمیشہ گھریلو جھگڑوں میں پھنسی رہتی ہیں اور مصائب کا شکار ہوا کرتی ہیں۔ جس طرح آپ چند گھنٹے کام کرنے کے بعد تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ کہیں گھومنا چاہئے یا دوستوں سے ملنا چاہئے، یا گانا سننا چاہئے۔ یہی صورت ان خوبصورت قیدیوں کی بھی ہے۔ اور ان کو بھی اس قسم کے تفریح اور آرام کی ضرورت ہے، بلکہ آپ سے زیادہ۔ کیونکہ آپ جفاکش ہیں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مگر وہ نازک اور کمزور ہیں، ان میں اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے آرام اور خوشی کی خاطر تو ساری دولت برباد کر دیتے ہیں مگر اس ہستی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے جس نے اپنی خوشیوں اور اپنے آرام اور چین کو ہم پر نثار کر دیا ہے، کیا ہم اس کو تکلیف نہیں پہنچا رہے ہیں اگر واقعی آپ کو اسکا احساس ہے تو آپ ان امور پر عمل کیجئے۔

(۱) اگر روزانہ ناممکن ہے تو کم از کم ہفتہ میں دو بار ضرور ان کو بھی سیر و تفریح کرنیکا موقع دیجئے۔ مثلاً موٹر یا گاڑی میں یا برقعہ کے ساتھ کبھی شہر اور بازار کی سیر کرائے کبھی شہر کے باہر جنگل کی سیر کرنے کا موقع دیجئے، کبھی دریا کے کنارے لیجائیے۔ اعزا اقربا کو آنے جانے دیجئے۔

(۲) ان کو اجازت دیجئے کہ وہ اپنی سہیلیوں کا حلقہ وسیع کریں ان سے خط و کتابت کریں، ان کے یہاں جائیں اور خود ان کو اپنے یہاں بلائیں

(۳) اخبارات و رسائل ان کے نام سے جاری کرا دیجئے، اچھی اچھی کتابیں منگوا دیجئے تاکہ تھوڑی دیر اس میں طبیعت بہلے اور گھریلو جھگڑوں سے بچ سکیں۔

(۳) تیسری وجہ صحت کے خراب ہونے کی یہ ہے کہ نہ تو ہم ان کے کھانے کا خیال کرتے ہیں اور نہ وہ خود ہی اپنے کھانے کا خیال کرتی ہیں۔ عورتوں کی خواہش یہ ہوتی ہو کہ جتنی اچھی اچھی چیزیں ہیں، وہ مردوں کو کھلا دیں اور بچی بچائی خراب خستہ چیزیں خود کھائیں۔ گو وہ ایسا انتہائی محبت اور خلوص کی وجہ سے کرتی ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ خراب ہوتا ہے، اور رفتہ رفتہ صحت برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے عورتوں سے میں اتنا ضرور کہونگا کہ جس طرح وہ اپنے شوہروں کے کھانے کا

(باقی صفحہ ۳۹۶ پر)

بُوا رحیمن کو نکاح کی سُوجھی

پچھلے سال بارش کے موسم میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارے محلے میں چار پانچ نکاح یکے بعد دیگرے ہوگئے، محلوں میں نکاح کے سبب کافی رونق ہوتی ہے اسلئے ہمارے محلہ میں کوئی دو مہینے خوب چہل پہل رہی۔

بوا رحیمن پلنگ پر لیٹی چچی جان سے کہہ رہی تھیں کہ "اے بی دیکھنا میاں محبوب کی دلہن تو ایسی ہیں جیسے اللہ تو اللہ کی قسم ان کی تو تقدیر پھوٹ گئی۔ پر بی خدا کی شان دیکھو اس شکورن کی بہن کو وہ چھکر یا کیسا بر ملا ہے!

اللہ کی قسم سب جنیاں کہتی ہیں کہ ستر روپے نقد کا نوکر ہے، ایک اصطبل کا کرایہ آتا ہے۔ سائیکل پر چڑھا چڑھا پھرتا ہے"،

چچی اماں سو گئیں۔ مگر بوا رحیمن تمام شادیوں پر ریمارک پاس کرتی ہیں۔ جب بوا کو یہ معلوم ہوا کہ گھر میں سب سو رہے ہیں تو ڈریں۔ یہ بیچاری رات کو آدمی سے لیکر چوہے تک سے ڈرتی ہیں اور اکیلے میں تو بھنگے سے بھی ڈرتی ہیں۔

اب ان کو تصور بندھا کہ کوئی چور لٹھ ہاتھ میں لئے گھر میں گھس رہا ہے۔ ایک دفعہ ہی چیخ ماری اور اچھل کر چچی اماں کے پلنگ پر آن کودیں۔ چچی اماں بھی چونک گئیں بگڑ کر نیند میں بولیں "یہ کیا لاذ ہے۔ چل ہٹ یہاں سے کون مزے کی نیند آرہی تھی تم نے چوں چاں نے جگا دیا۔"

انڈلا کر بولیں "ہم کو ڈر جو لگتا ہے۔ ہم کیا کریں"

"اچھا خیر اب اپنے پلنگ پر جاؤ"

ڈرتی اور کانپتی بوا رحیمن اپنے پلنگ پر آگئیں۔ لیکن نہ معلوم کن وجوہ کی بنا پر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ "بندی اگر تیری بھی شادی ہوجائے تو کیا بہار رہے" پھر اس کو خیال آیا کہ ایک دفعہ تو سارے محلے کو ردی کھلا دوں۔ بیوی منع کرینگی۔ جانتی ہوں۔ مگر بندی اپنے کہے کی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۹۷) اور صحت کا خیال کرتی ہیں اس سے زیادہ اپنے کھانے اور صحت کا خیال کرنا چاہئے، دوسری طرف مردوں سے بھی دست بستہ عرض کرونگا کہ وہ بھی اپنی بیوی کے کھانیکا بہت زیادہ خیال رکھیں، بہتر تو یہی ہے کہ میاں بیوی ساتھ کھائیں اس سے روحانی لذت بھی ملے گی اور اچھے اور خراب کھانیکا سوال بھی جاتا رہیگا میرا مطلب یہ ہے کہ جو آپ خود کھائے وہی عورتوں کو بھی کھلائے۔ جیسا کپڑا اور جس قیمت کا آپ پہنتے ہیں ویسا ہی عورتوں کو بھی پہنائیے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ عام طور سے میں نے دیکھا ہے کہ مرد بیویوں پر خفا ہوتے ہیں، بگڑتے ہیں غصہ کرتے ہیں اور بعض تو یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ انکو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ عورتوں کا دل بہت زیادہ نازک ہوتا ہے وہ سب کچھ برداشت کر سکتی ہیں مگر یہ نہیں برداشت کر سکتیں کہ انکا محبوب شوہر ان کے ساتھ اس طرح وحشیانہ سلوک کرے اور محبت کو پامال کردے۔ اس کا اثر ان کے دل و دماغ پر بہت برا پڑتا ہے جس سے صحت خراب ہو جاتی ہے

مشیر حسن کرنی بری

ان خیالات کو دل ہی میں لئے سو گئیں۔

صبح اٹھتے ہی پھر کاموں کا اور شادیوں کا قصہ چھڑا۔ بھابی جان سے چھیڑنے کو کہا" لے بوا اگر تمہارا نکاح ہو جائے تو کیا ہرج ہے"

بولنے من چاہے منڈیا ہلائے کے مصداق کہا۔ "دلہن بی تمہاری تو مذاق کی عادت ہے۔ میں اس عمر میں کیا نکاح کروں گی"

بھابی جان نے جواب دیا" ایسی تو تم اسی برس کی نہیں ہو، دانت تمہارے ثابت، ہاتھ پاؤں تمہارے صحیح سالم۔ بوا خوراک تمہاری ماشاء اللہ . . . . . "

بوا رحیمن نے اٹھلا کر چچی جان سے شکایت کی "اب دیکھ لیجئے یہ میری خوراک کو ہونس رہی ہیں"

چچی جان ۔ "بیٹی ۔ میری نمی کی خوراک کو نہ ہونسو اس کے یہی تو کھانے پینے کے دن ہیں"

بھابی جان ۔ یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ شادی کرلے۔ بڑھاپے میں چین نصیب ہوگا۔ حکومت ملیگی عیش ہوگا۔

ذرا بوا کی اتراہٹ دیکھئے، یہ سنکر گھونگٹ نکال لیا۔ جھک کر بیٹھ گئیں۔ چچی اماں نے بھابی جان کو اشارہ کیا کہ اس وقت یہ خوش ہے

بھابی جان نے جما جما کر کہا" منہ دکھائی میں پانچ روپے تو میں دوں گی۔ (ساس سے) ممانی اماں آپ کیا دینگی"

چچی اماں ۔ اپنی چہیتی کا سارا کار میں ہی کروں گی جوڑا۔ کپڑا لتا۔ جوتی، بوا میری سنگھار دان۔ یہ سب میری طرف سے ہوگا۔

بھابی جان - میں ذرا آپا کو بلا لاؤں ۔ وہ بھی تو اس نکاح میں حصہ لیں، یہ کہہ کر بھابی جان لپکی لپکی گئیں اور تھوڑی دیر بعد آپا کو بلا لائیں، ذرا ان کی پھرتی دیکھئے کہ راستے میں سارا قصہ بھی سنا دیا۔ آپا نے سامنے آتے ہی کہا "بھئی واہ آج تو گھر میں ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے کوئی دلہن آئی ہے"

چچی اماں - دیکھتی نہیں ہو، وہ سامنے دلہن کیا بیٹھی ہے۔

آپا" دودی یہ تو رحمن ہے، میرے دل میں کئی دن سے خیال ہو رہا تھا کہ بوا رحیمن کا نکاح کراؤں"

بھابی جان ہاں آپا محلہ کی دعوتیں کھاتے کھاتے دل شرمندہ ہو گیا ہے، جی چاہتا ہے ایک دعوت ہم بھی تو کریں

آپا۔ تو بس تم دعوت کا سامان کرواؤ، میں دلہن کو راضی کرتی ہوں۔ آپا نے اس بوڑھی دلہن کو مذاق مذاق میں نکاح کے لئے رضامند کر لیا، بوا نے منہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے تمہارا سقہ یاد آئیگا۔" یہ اپنے مرحوم شوہر کی طرف اشارہ تھا۔ آپا نے جواب دیا" بوا جو بیوہ دوسرا نکاح کرتی ہے اس کے شوہر کو جنت میں ایک حور ملتی ہے۔ وہ شوہر اپنی بیوی کو بہت دعائیں دیتا ہے" بیچے صاحب معاملہ پختہ ہو گیا

دلی میں ایک بازار لال کنواں ہے اور اس بازار میں ایک محلہ پنڈت کے کوچے کے نام سے مشہور ہے۔ گو اس کوچہ میں پنڈت ایک نہیں بلکہ قصائی بہت ہیں لیکن نام سے ہمکو بحث ہے۔ اگر اس بحث میں ہم پہنچ گئے تو "چھپا کا چھپرا اور گلی اولیا" اور "گلی انبیا" کے متعلق بہت پیچیدگی ہو جائیگی

خود بوا رحیمن نے پنڈت کے کوچے میں ایک بر تلاش کر لیا یہ شخص دستکار تھا۔ ڈھلیتا۔ اسکا حلیہ یہ تھا۔

دائیں آنکھ دبی ہوئی۔ بائیں میں پھولا۔ گردن زبردست (پہلوانی کسی زمانہ میں کی تھی) سینہ چکلا، کان مڑا ہوا۔ سر بہت سے بہت ناریل کے برابر، پیشانی تنگ، اور قد بوٹا سا، بالکل بوا رحیمن کے برابر،

چچی اماں کی تجویز یہ تھی کہ رحیمن اپنا بر تلاش کر کے فرید آباد آجائے اور یہاں نکاح ہو، چنانچہ ایک جمعرات کی دوپہر کو بوا رحیمن اپنے ہونے والے شوہر میاں ڈھلے کو ساتھ لیکر آگئیں،

شرماتی اِٹھلاتی رحیمن گھر میں داخل ہوئی بولی "وہ لنگئے"۔ چچی اماں کو کچھ یاد نہ تھا۔ دریافت کیا کون آگئے"

بوا رحیمن" تمہارا داماد"

بقول چچی اماں کے" اس فقرہ پر میرے ایک شعلہ تلوے سے لگا اور دماغ سے نکلا۔ چنانچہ انہوں نے بگڑ کر فرمایا" عورت آپے میں رہ آپے میں۔ میرا داماد کیوں ہوتا۔ یہ کیوں نہیں کہتی کہ تیرا خصم آیا ہے۔

بھابی جان نے صلح صفائی کرتے ہوئے کہا۔ "ممانی جان اول اول دلہنیں اسی طرح شرماتی ہیں"

چچی اماں رضامند ہو گئیں۔ گھر میں خوشی کے گیت گائے جانے لگے، بچوں نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کیا۔ بھابی جان نے گوڈا مہترانی کے نام ارجنٹ پیغام بھیجا کہ اپنے محلہ کی بھنگنوں کو لیکر جلدی آ۔ گیت گائے جائیں گے، چند منٹ میں گوڈا اپنے محلے والیوں کو لیکر ناچتی گاتی آگئی،

"بنا بنڑی کے لئے بھا یاری بنا" اس زور سے گایا گیا کہ سارے محلے میں شہرت ہو گئی۔ گھر تھیٹر بن گیا۔ جہاں سوائے گانے ناچنے کے دوسری بات [illegible] تھی۔ ڈھولی پاتوں کی آئی اور ختم ہونے [illegible]۔ [illegible] کے دہیے گنتی میں حاضرین سے دس [illegible] آنے لگے اگال نے فرش پر اپنا جھنڈا لہرا دیا۔ [illegible] کہ [illegible] بے محل ہوگا۔

چچی اماں نے انتظامات شروع کئے۔ عبد السر کو بلاؤ اور کہو کہ محلے میں اعلان کر دے کہ آج مغرب کے بعد رحیمن کا نکاح ہوگا۔ میری خوشی ہے کہ سب لوگ آئیں۔ اور سنو ذرا نائن کو کہنا کہ تو کس دن کام آئیگی اگر آج رحیمنا کا سر نہ گوندھا تو۔ لوبی وہ نہ عید بکرید کو لئے نہ بیاہ شادیوں پر۔ تو پھر وہ نائن کس بات کی ہے اور ہاں کوئی قصائی واڑہ سے دس سیر گوشت لیتا آئے پلاؤ پکے گا۔

بھابی جان نے دور سے چیخ کر کہا" ممانی جان پھولوں کا بھی انتظام کیا۔ ؟ چچی اماں نے چیخ کر جواب دیا۔ لے بی بس رہنے بھی دو۔ اس اجاڑ گاؤں میں پھول کہاں دھرے ہیں، پل دوسرے کرنے سے آپانے پوری طاقت سے کہا "اجی چچی اماں بغیر پھولوں کے کیا خاک نگوڑی دلہن بنیگی اس کی حسرت دل میں رہ جائیگی"

پھولوں کے لئے بھی احکام صادر ہو گئے،

گوڈا نے ناچنا شروع کر دیا۔ سب ساتھ والیاں گانے لگیں،

آیا آیا ری بنڑے ماتوں سے بنڑا بلایا

میرا چھنک منک، بھایاری بنڑے ماتوں سے بنڑا بلایا

غرض محفل پورے جوش پر تھی محلے والیاں مہمان آرہی

تھیں اسی سلسلہ ووو پیچھے بچوں کو رلاتی لا رہی تھیں
کہ ایک دم سنا غل مچ گیا، تم دیکھو۔
کسی نے کہا "کیا ہوا؟ کسی نے کہا خیر تو ہے؟"
ایک بولی "اے بی وہ دلہن نہیں مانتی"
چچی اماں نے باورچی خانے کے دروازے میں آن کر
دریافت کیا "کوئی منہ سے تو کچھ کہے کیا بات ہے"
بھابی جان پھنک کر دالان میں آئیں اور کہا "رحیمن
بوا خفا ہو گئیں"
چچی اماں "کوئی دلہن بھی خفا ہوتی ہے"
بھابی جان "کوئی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو وہ تو ہو گئیں"
چچی اماں کولہے پر ہاتھ رکھے دالان کی طرف گئیں
میاں بھی تو سنوں کہ کیا قصہ ہے۔
آپا: "کہتی ہے مجھے مائیوں کیوں نہیں بٹھایا
ہم کہتے ہیں کہ مائیوں کا وقت نہیں۔ ابھی کب مائیوں
بیٹھے گی اور کب نکاح کے لئے دلہن بنے گی۔ عصر کا
وقت ہو گیا۔ مغرب میں دیر ہی کیا ہے۔ کوئی دم
جاتا ہے۔ وکیل و گواہ آتے ہوں گے۔"
چچی اماں سیدھی دلہن کے کمرے میں گئیں۔
بوا رحیمن بڑی سی چادر اوڑھے سر جھکائے بیٹھی
تھیں اور چچی اماں کی چاپ سنتے ہی بولیں، اللہ کی
قسم بیوی میں تو زہر کھا لوں گی۔ لو بی کون مصیبتوں سے
تو دولہا لنگوڑا خاک میں ڈھونڈا ہے۔ کیا کیا تو مجھ بدنصیب
نے پاپڑ بیلے ہیں اور یہ کہتی ہیں۔ مائیوں نہ بیٹھو۔ ابھی
تم لوگ سب گواہ ہو۔ دلہن بی (بھابی جان سے مراد ہے)
جب دلہن بنی تھیں تو پہلے مائیوں بیٹھی تھیں، بڑی بیگم
سے لیکر چھوٹی بیگم تک اپنی اپنی دفعہ مائیوں بیٹھی تھیں
مجھ نگوڑی میں ایسے کیا کیڑے ہیں کہ میں مائیوں بھی نہ
بٹھائی جاؤں۔ اللہ کی قسم ہے اس منحوس مرنے والے
سقے کی دفعہ بھی کسی نے مائیوں نہیں بٹھایا تھا۔ خیر بی
جب تو میں بچی تھی نا سمجھ تھی نہ بولی۔ پر دیروں کی
قسم اب میں کیسے چپکی بیٹھی رہوں۔
ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔ پر یہ بندی مائیوں
بیٹھے اور بیٹھے۔
چچی اماں "اچھا ہوا اچھا۔ مگر مائیوں دو تین دن
بٹھایا جاتا ہے (بھابی جان سے)، دلہن سب رو تن
سے کہہ دو کہ آج رحیمن مائیوں بیٹھ رہی ہے۔ اگلے
جمعہ کو نکاح ہوگا۔
اور تو کچھ نہیں مجھے تو اپنے دس سیر گوشت کا قلق
ہے۔ مفت میں جائیگا۔

ابو تیم فرید آبادی

رنگ

مجھے جہانتک یاد ہے میں نے عصمت کے گذشتہ کسی پرچہ میں کوئی مضمون ایسا دیکھا تھا جس میں کپڑوں کے رنگنے کی ترکیبیں درج تھیں لیکن وہ بہت ہی مختصر تھیں، حالانکہ ضرورت تھی کہ ہر ترکیب نہایت مفصل اور مکمل ہوتی۔ چونکہ اس عرصہ میں اور کسی بہن یا بھائی نے ایسے ضروری مضمون کو تفصیل کے ساتھ نہیں لکھا۔ اس لئے کئی بہنوں اور بھائیوں کے اصرار سے میں ہی عصمت میں یہ سلسلہ شروع کرتا ہوں،

میں صوبجاتی گورنمنٹ کی طرف سے خاصکر رنگوں کے تجربے کے لئے مقرر ہوا ہوں، اور میں اپنے چھوٹے چھوٹے تجربوں کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جب تک انسان رنگوں کے متعلق کافی واقفیت حاصل نہ کرلے رنگنے کے بکھیڑوں میں پڑنا ہی فضول ہے۔ کیونکہ وہی مثل ہوگی، کہ نقصان مایہ دیگرے شماتت ہمسایہ

اگر میرا یہ ٹوٹا پھوٹا تجربہ عصمتی بہنوں کی دلچسپی کا باعث ہوا اور محترم اڈیٹر صاحب نے اجازت دی تو انشاءاللہ عصمت کے صفحات کو کپڑوں کی رنگائی کے علاوہ اون۔ ریشم۔ سن اور نقلی ریشم کپڑوں کی پختہ اور خام چھپائی۔ دھبوں کے دور کرنے کے لئے عمدہ اور آسان طریقوں سے مفید مشیر ثابت ہوں گے،

قبل اس کے کہ کپڑوں کو رنگا جائے ان کی دھولائی ضروری ہے۔ تاکہ کلف جو بنتے وقت سوتوں پر دی جاتی ہے دور ہو جائے تاکہ رنگ ریشوں کے اندر کافی طور پر جذب ہو سکیں،

اگر کپڑے میلے ہوں یا موٹے ہوں تو بہتر ہے کہ رنگنے سے دو تین گھنٹے قبل ان کو کسی بڑے برتن میں بھگو دیں تاکہ تمام یکساں رنگ پیوست ہوں اور رنگائی دھبے دار نہ ہونے پائے

رنگوں کی اقسام

سائنس داں حضرات نے رنگوں کو نو جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر ایک جماعت میں سینکڑوں نام ہیں اور ہر نام میں ہر قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ مثلاً کالا پیلا لال وغیرہ وغیرہ جس طرح رنگوں کی مختلف جماعتیں ہیں اسی طرح ان کی رنگائیاں بھی مختلف ہیں،

۱ ڈائرکٹ ۲ بیسک ۳ ایسڈ ۴ سلفر ۵ مورڈنٹ ۶ نیفٹول
۷ ویٹ ۸ نیچرل ۹ منرل

۱ ڈائرکٹ یہ سینکڑوں مختلف ناموں سے بازاروں میں ملتے ہیں۔ اور عام طور پر مندرجہ ذیل ناموں سے

بہت کثرت سے ملتے ہیں،

ڈائرکٹ، ڈائمائن، اوکسی، ڈائزو، میکاڈو، ہنرو، پارامائن، ڈیبی، کولمبیا۔

ان کی رنگائی بہت ہی آسان ہے۔ ان میں جس قسم کا رنگ رنگنا مقصود ہو۔ پہلے ایک چھوٹے برتن میں تھوڑا پانی دیکر گرم کریں۔ جب پانی شیرگرم ہو جائے تو اس میں گھول لیں اور ایک بڑے برتن میں پڑا ڈوبنے کے برابر (جس میں کپڑا بخوبی ڈوب سکے) پانی دیکر جوش کریں جب پانی میں ابال آجائے تو رنگ جو گھلا ہوا ہے ایک باریک کپڑے سے چھانکر بڑے برتن میں انڈیل دیں اور ایک لکڑی سے خوب اچھی طرح چلاکر جس کپڑے کو رنگنا مقصود ہو ڈال دیں تھوڑی دیر کے بعد اوپر کا کپڑا نیچے اور نیچے کا کپڑا اوپر کر دیں۔ اسی طرح آنچ ہی پر کم از کم آدھے گھنٹہ تک رنگنے کے بعد اس میں سے کپڑا اٹھاکر تھوڑا سا سوڈا (کپڑا دھونے والا) اور تھوڑا نمک (کھانیکا) ملا دیں اور پھر کپڑے کو ۱۵ منٹ تک اس میں رنگیں جب رنگ کافی طور پر جذب ہو جائے تو برتن سے کپڑا نکال کر ٹھنڈے پانی سے کپڑے کو دھولیں،

ڈائرکٹ رنگ دھولائی کے لئے معمولی طور پر پختہ ہے، لیکن اس کو اگر پھٹکری پانی میں رنگنے کے بعد ۱۵ منٹ کپڑے کو ڈبو دیا جائے تو پختگی اور بڑھ جاتی ہے۔

جس طرح رنگنے سے پہلے سوتی کپڑوں یا سوت کو دھو لینا ضروری ہے اسی طرح اونی کپڑے، ریشمین کپڑے، یا ان کے سوت کو بھی دھو لینا از حد ضروری ہے۔ ورنہ رنگ یکساں ہونیکا احتمال ہی نہیں بلکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ یکساں رنگائی ہو۔ جب کپڑے یا سوت خوب اچھی طرح دھل جائیں تو ان کو بجائے نچوڑنے کے کسی اوپر جگہ میں رکھکر نیچے کی جانب لٹکا دیا جائے۔ تاکہ پانی آہستہ آہستہ نکلجائے۔

ڈائرکٹ رنگوں سے اون اور ریشم رنگنے کا طریقہ

کپڑے کا وزن جس قدر ہو اس کے بیس گنا زائد صاف پانی ایک بڑے برتن میں شیرگرم کرلینے کے بعد دھلے ہوئے کپڑے کو اس پانی میں چند بار غوطہ دینا چاہئے اور ایک علیحدہ چھوٹے برتن میں رنگ کا سولیشن بنا لینا چاہئے۔ پھر ایک باریک کپڑے سے تھوڑا تھوڑا چھانکر رنگنے والے برتن میں دینا چاہئے لیکن یہ بات برابر مدنظر رکھنی چاہئے کہ جب رنگ کا سولیشن بڑے برتن میں ملایا جائے تو کپڑے کو برتن میں سے نکال لیا جائے۔

آدھ گھنٹہ شیرگرم پانی میں رنگنے کے بعد اسی پانی میں ۵ سے ۱۰ فی صدی تک اسٹیک ایسڈ (سرکہ کا تیزاب) ملا دینا چاہئے۔ اسٹیک ایسڈ کے بجائے سلفیورک ایسڈ بھی ملایا جاتا ہے لیکن بہ نسبت سلیفیورک ایسڈ (گندھک کا تیزاب) کے اسٹیک ایسڈ زیادہ موزوں ہے۔ آدھ گھنٹہ اسی طرح پانی کو جوش دیکر رنگنا چاہئے

اور اگر رنگ اور بھی کا ڑھا د گہرا) پسند ہو تو ۱۰ سے ۲۵ فی صدی تک کرمن سالٹ دکھانیکا نمک) اسی پانی میں ملاکر ۱۰ منٹ اور بھی رنگ کر کپڑے کو صاف پانی سے دھو لینا چاہیئے زیادہ صفائی اگر منظور نظر ہو تو ہلکے سنلائٹ صابن کے پانی سے دھو دینا چاہیئے۔

نوٹ فی صدی کے معنی ہیں کہ اگر سو سیر کپڑہ ہو تو ایک سیر رنگ ہونا چاہیے۔

نمبر ۲ بیسک (BESiC)

جس طرح ڈائرکٹ ذات کے رنگوں میں مختلف نام کے رنگ ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک میں ہر ایک قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بیسک ذات کے رنگ میں بھی بہت سے اقسام ہیں لیکن ہر ایک ذات میں سب قسم کے رنگ ہوا کرتے ہیں، میں یہاں پر انہی رنگوں سے واقف کرانا چاہتا ہوں جو بازاروں میں عموماً بہ آسانی ملا کرتے ہیں، اور جو خاصکر رنگائی کے لئے زیادہ موزوں ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً

نمبر ۱ BESIC نمبر ۲ (مالا کائیٹ) Malachilt نمبر ۳ Rhadamine (رہوڈامائین)

نمبر ۴ AWRAMINE (اوراماین) وغیرہ وغیرہ۔

یہ رنگ اتنا خام ہوتا ہے کہ اگر ذرا سا پانی یا پسینہ بھی رنگے ہوئے کپڑوں پر گرجائے تو رنگ اڑجاتا ہے اگر ہلکے رنگ سے کپڑا رنگا گیا ہو تو خیر ورنہ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے کے بعد انسان کا جسم بھی بغیر کسی محنت کے آسانی سے رنگا جاتا ہے۔ یہ تماشہ عموماً موسم گرما میں زیادہ نظر آتا ہے۔ اس کے رنگنے کی ترکیبیں تو مختلف ہیں لیکن ان کا عدم اور وجود دونوں برابر ہے، کیونکہ ہزار ترکیبیں بھی کیجائیں تو اس رنگ کا شمار پختہ رنگوں میں نہیں ہو سکتا۔ لیکن رنگ بہت ہی چمک دار ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ رنگ بہ نسبت سوتی اشیاء کے رنگنے کے ریشمیں اشیاء رنگنے میں زیادہ کارآمد ہے۔

سوتی اشیاء رنگنے کے لئے عموماً اس میں رنگ کے ساتھ تھوڑی سی پھٹکری کا چورا ملاکر رنگتے ہیں۔ مگر اس سے رنگ نہ دیرپا ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی خاص اثر کپڑوں پر ہوتا ہے۔

اس رنگ کو رنگنے کے لئے پانی بالکل ٹھنڈا ہونا چاہیئے،

سوتی اشیاء رنگنے کے لئے یہ رنگ زیادہ موزوں ہے، لہذا سپر میں زیادہ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ البتہ ریشمیں اشیاء رنگنے کے لئے تھوڑا فائدہ مند ہے۔ اونی اشیاء کے لیے بالکل ہی بیکار ہے،

بیسک رنگوں سے ریشم رنگنے کا آسان طریقہ

۲ سے ۳ فی صدی بڑی ہڑ کا چورا اسکو تمام رات میں ڈالدینا چاہیئے اور دوسرے روز صبح کو پانی نتھار کر اس میں ریشم کے سوت کو تمام دن بھگو دینا چاہیئے۔

دوسری ٹیچ کو اس بڑے کے عرق سے نکال کر صاف پانی سے دہو لینا چاہئے اور ۲ فی صدی (پھٹکری) Alum یا Tartar emetic کے رنگ سولیشن میں ۲ تین گھنٹہ بھگو دینا چاہئے۔ پھر نکالکر صاف پانی سے دہو لینا چاہئے۔ اور یہ سب کر لینے کے بعد ۲ فی صدی بیک رنگ سے رنگ لینا چاہتے۔ لیکن رنگتے وقت پانی کو شیر گرم کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ آدہ گھنٹے رنگنے کے بعد کپڑے کو نکالکر سایہ میں سوکھا لینا چاہئے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ ریشمین کپڑے کو بھی اگر زیادہ گہرا رنگ دیا جائیگا تو اس کا بھی وہی نتیجہ ہوگا جو سوتی کپڑوں کا ہوتا ہے۔ جس طرح ریشمین کپڑوں کا رنگتے ہیں اسی طرح اکثر شوقین اصحاب سوتی کپڑوں کو بھی رنگتے ہیں لیکن اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وقت کا بھی نقصان ہوتا ہے اور پچھتانا بھی پڑتا ہے۔

اونی کپڑوں کے لئے یہ رنگ بالکل بیکار ہے

نوٹ ریشمین سوت سے جو کروشیا کیا جاتا ہے وہ اس رنگ سے نہیں بلکہ دوسرے رنگ سے رنگا جاتا ہے جسکو آئندہ کسی اشاعت میں مفصل لکھونگا،

چونکہ یہ رنگ بہت چمکدار ہوتا ہے اس لئے بہنیں دہوکا نہ کھائیں ورنہ ان کی ساری محنت ایک بار کپڑہ دہلنے کے بعد رائگاں ہو جائے گی،

محمد زبیر ہاشمی

مرغی کے بچے کی ماں کون ہے

وہ جو انڈے دیتی ہے یا وہ جو بچے نکالتی ہے

ہماری بادامی رنگ کی مرغی بہت انڈے دیتی تھی۔ اماں چاہتی تھیں کہ اس کے انڈے لیکر اسکے بچے نکلوا لیں تاکہ ہمارے یہاں اسی قسم کی بہت سی مرغیاں ہو جائیں۔ ایک مرتبہ وہ بہت سے انڈے دیکر کڑک ہوگئی۔ میں نے اماں سے کہا کہ لائے اسکو انڈوں پر بٹھا دیں کہنے لگیں نہیں، یہ تو خراب ہو جائیگی اور انڈوں کے کام کی نہ رہے گی میں دوسری مرغی منگوا کر اسکے تلے اسکے بچے نکلوا لوں گی،

بچے بھی نکل آئے وہ سیاہ مرغی جس کے تلے ہم نے انڈے بٹھلائے تھے۔ اب بچوں کو لئے ہوئے کٹ کٹ کرتی پھرتی ہے بادامی مرغی جب کبھی بچوں کو دیکھ لیتی ہے تو مارنے کو دوڑتی ہے ایک روز وہ ننھا سا بچہ جس کے اوپر تین رنگ کی دھاریاں تھیں۔ اپنی ماں کے پاس سے علیحدہ ہو کر بادامی مرغی کے پاس چلا گیا۔ اب کیا تھا چونچ جو ماری ہے تو بیچارہ تڑپنے لگا۔ پھر تو وہ سیاہ مرغی اس بادامی مرغی پر شیرنی کی طرح کڑک کر جھپٹی اور چونچوں کے مارے اس مردار کو گنجا کر دیا۔ بھاگتے ہی بنی

وہ بچہ مرگیا مجھکو بڑا رنج ہوا۔ میں نے بادامی مرغی کے خوب لاتیں رسید کیں۔ اماں بگڑنے لگیں ورنہ میں تو مار ہی ڈالتا۔ اب میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ انڈے تو بادامی مرغی نے دئے تھے اسی کے بچے نکلے۔ کیا یہ نہیں جانتی کہ یہ تو میرے ہی بچے ہیں۔ سیاہ مرغی نے صرف آنا کی

کام کیا کہ ان کو سینکر بیٹھ گئی۔ اسکو اتنی محبت ہو گئی کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتی۔ میں نے قصہ میں پڑھا تھا۔ اکبر بادشاہ جب دو سال کا تھا تو اپنی ماں سے علحدہ کر لیا گیا تہا اس کے چچا نے اسکو تین برس تک علیحدہ رکھا جب اس کے باپ ہمایوں نے اپنے بھائی پر فتح پائی تو اکبر کو اس کی ماں کے پاس محل میں بھجوا دیا۔ محل میں بہت سی عورتیں بیٹھیں تھیں۔ انہی میں اس کی ماں حمیدہ بانو بیگم بھی تھی۔ اکبر کو کیا معلوم کہ میری ماں کونسی ہیں۔ مگر خون کا جوش فطرت کا تقاضا فوراً اپنی ماں کی گود میں جا کر بیٹھ ہی تو گیا۔

جب خون کا اتنا جوش ہوتا ہے کہ انسان بن دیکھے اپنے ماں باپ کو پہچان لیتے ہیں تو پھر یہ بادامی مرغی اتنی ظالم کیوں ہے، اور یہ بچے اسکو کیوں نہیں پہچانتے۔ آخر اسی کے تو یہ انڈے تھے جن سے یہ بچے نکلے۔

میں نے بھائی جان سے پوچھا کہ للہ بتائیے ان بچوں کی اصلی ماں کون ہے،

کہنے لگے دیکھو جب تم پیدا ہوئے تھے تو فوراً تمکو دائی اماں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ انہیں نے تمکو دودھ پلایا اور پرورش کیا لیکن تم اماں کن کو کہتے ہو انہیں کو جن کے تم بچے ہو۔ دائی اماں سے بھی محبت کرتے ہو لیکن نہ اتنی جتنی کہ اپنی اصلی ماں سے۔ کالی مرغی بھی ان بچوں کی دائی اماں ہے لیکن ان جانوروں میں اتنی سمجھ کہاں کہ انسان کی سی باتیں کر سکیں دوسرے تمکو بھی اگر پیدا ہوتے ہی بالکل علحدہ کر کے برسوں ماں کی صورت نہ دکھائی جاتی اور تم سے سب یہی کہنے لگتے کہ دائی اماں ہی تمہاری ماں ہیں تو تمکو کبھی یہ خیال بھی نہ پیدا ہوتا کہ اماں تمہاری ماں ہیں۔ اکبر کی مثال تو شاذونادر ہے۔ اس سے کہدیا گیا تھا کہ تم اپنی ماں کے پاس جاتے ہو دوسرے دو سال تک وہ اپنی ماں کے پاس رہ چکا تہا۔ بچے اپنی ماں کو پندرہ ہی روز میں پہچاننے لگتے ہیں۔ تیسرے اکبر بہت عقلمند تھا ورنہ ماں بیٹے بہن بھائی اور دوسرے عزیزوں کی جو کچھ بھی محبت ہوتی ہے وہ ساتھ رہنے اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے ہوتی ہے۔ اب دیکھو چچا جان بیس برس سے افریقہ گئے ہوئے ہیں ہم نے ان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ نام سنتے ہیں اس لئے تھوڑا سا خیال ورنہ محبت جو پوچھو تو نام کو نہیں ہے۔

اسپر حمیدہ باجی بول اٹھیں کہ واہ بھائی جان اچھی منطق ہے۔ بھلا یہ تو بتائیے کہ اگر یہ کالی مرغی انڈے نہ سیتی تو بچے کیسے نکلتے۔ گندے نہ ہو جاتے۔ بادامی مرغی تو انڈے دیکر علیحدہ ہو گئی تھی میں تو کالی مرغی ہی کو ان بچوں کی ماں کہوں گی۔

بھائی جان ہنس دئے۔ بولے خوب۔ کالی مرغی نے کیا احسان کیا۔ اگر وہ نہ بیٹھتی تو ہم بچے نکالنے کے بکس (incubation) میں انڈے رکھ کر بچے نکال لیتے تو کیا تم اس بکس کو بھی ان بچوں کی ماں کہنے لگتیں،

اسپر انور۔ ستو آپا۔ نظیرن بوا۔ اور بڑی نانی کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ واہ یہ انڈے نکالنے کا بکس اچھا پیدا کیا"

بڑی نانی بولیں۔ امیر یہ تمکو بنا رہے ہیں۔ بھلا کہیں ایسی بات بھی سنی ہے۔

اتنے میں بھائی بابا آ گئے، کہنے لگے "بیسویں صدی ہے۔ آپ کیا جانیں آج تو تین گھنٹے کے اندر بچہ پڑا بڑھکر تندرست صحیح سلامت نکل ہی آتا ہے۔

"ادھر آئیے" اماں کہنے لگیں۔ "ہم عورتوں کو جاہل جھکیلیوں ہی سے پکارا کرتے ہیں۔

"ارے بہن ٹھیک ہے" ہماری خالہ جان جو بمبئی سے آئی ہوئی تھیں بولیں "وہ مجھے وزٹ کر کے دکھانے کو لے گئے تھے۔ چال کا بکس ہے۔ بالکل اسی طرح کا جیسا تھا وہ نعمت خانہ ہے۔ اندر انڈے چیزے پر بٹھائے رکھ دئے۔ نیچے ایک لیمپ رکھ دیا۔ جو چوبیس گھنٹے جلا کرتا ہے۔ اسکی گرمی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ مرغی کے پروں کی۔ اکیس دن میں بچے نکل آتے ہیں۔

"خیر یہ تو بات سمجھ میں آگئی۔ مگر یہ تین گھنٹے والی بات تو گپ ہی رہی۔" اماں نے کہا۔ "اور بھی سچ بھی تو کیا تعجب ہے۔ سلمے سے ہی تو آج اس موئی گلشن سے کہہ آئی تھی کہ سالن میں پانی نہیں ہے، بیخ نہ کرنا، گھٹ جائیگا۔ اب کیا وہاں خاک رکھا ہوگا۔ تم لوگوں کی باتوں میں یہی نقصان ہوتا ہے۔

"ہاں یہاں تو میرے پیارا کوئی حق نہیں۔" دادی اماں نے سوکھا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں کیا ہوا" بھائی جان نے گھبرا کر چونکتے ہوئے کہا۔

"واہ ابھی تو کہہ رہے تھے کہ جو بچوں کو پالے پوسے کھلائے پلائے راتوں کو جاگے اسکا کیا احسان جس طرح مرغی کے بچے بکس میں رکھ کے نکال لئے اسی طرح بکس میں رکھ کر آدمی کے بچے بھی پل جاتے ہونگے۔

"ارے تم برا مان گئیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا" بھائی جان نے کہا۔

"ماں کے دو کام ہیں۔ پیدا کرنا اور پرورش کرنا۔ جو ماں ان دونوں کاموں کو خود کرتی ہے وہ پوری ماں ہے۔ مگر جانوروں میں پرورش کا کام اتنا اہم نہیں۔ مچھلی کے جائے کس نے پیر لئے۔ وہ بچپنے سے خود ہوشیار ہوتے ہیں دیکھو مرغی کے بچے پیدا ہوتے ہی خود کھانے لگتے ہیں۔ خیر مرغی تو اپنے انڈے سیتی بھی ہے مچھلیاں کچھوے اور مینڈک وغیرہ تو اپنے انڈے چھوڑ کر خبر بھی نہیں لیتے کہ ان کا کیا حشر ہوا،

مگر انسان میں یہ بات نہیں ہے بچے کے لئے پرورش بڑی ضروری چیز ہے۔ وہ بالکل اپاہج ہوتا ہے۔ کوئی دودھ پلائے تو پیئے۔ تھپک کر سلائے تو سوئے۔ گرمی سردی سے کوئی اور ہی حفاظت کرلے تو ہوا اس لئے بچے کی پرورش ماں کے علاوہ کوئی اور کرے تو وہ اس کی آدھی ماں ہوتی ہے۔ اسی لئے مذہب نے بھی دودھ پلانے والیوں کو بہت سے حقوق دئے ہیں، . . . . ،

اتنے میں ہمکو نیند آگئی۔ ہم جا کر سو رہے،

سید ابو طاہر داؤد بی ایس سی (علیگ)

ٹرے کا خوان پوش

موتیوں کا کام
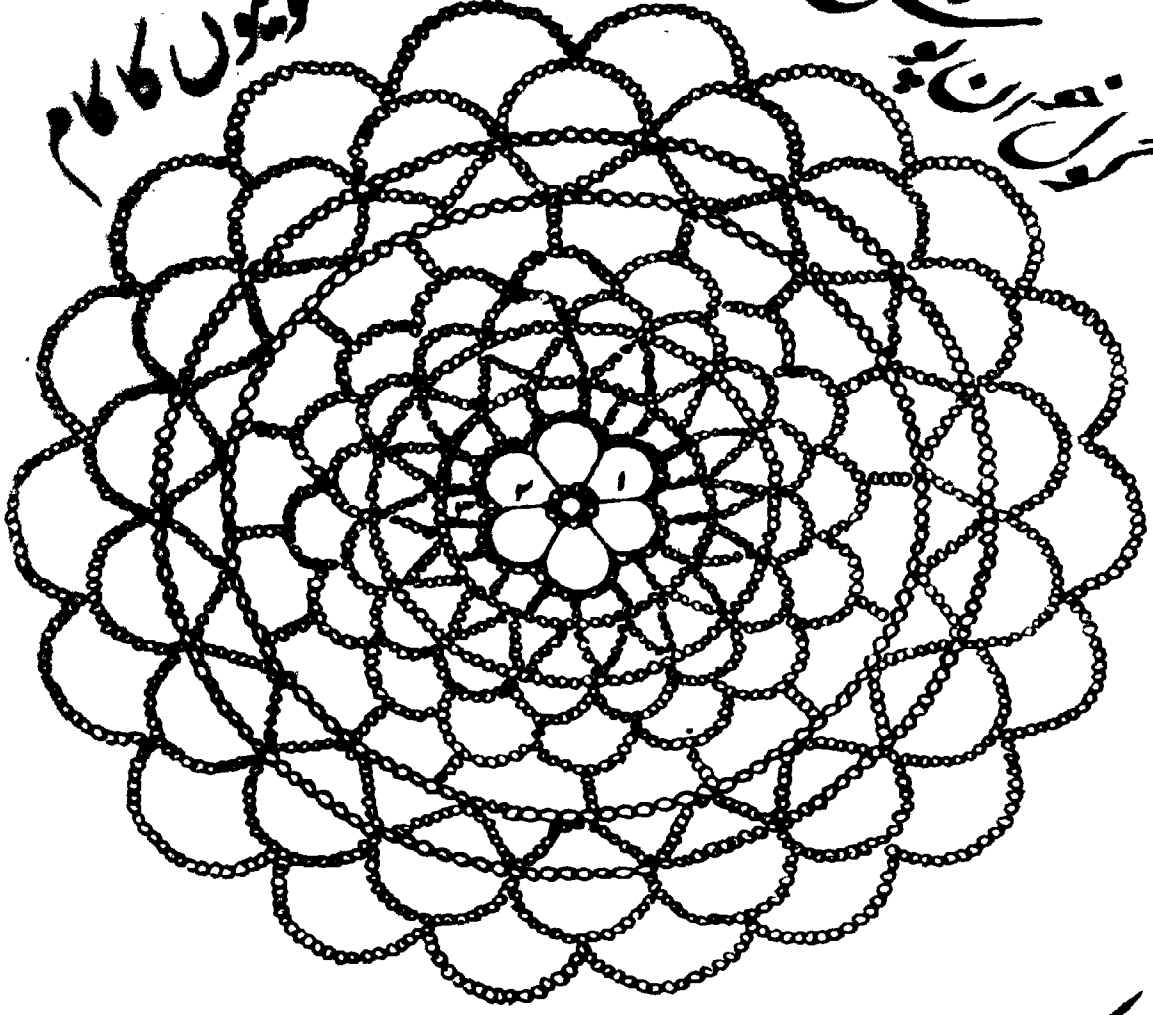
ترکیب - ۱۳ موتیوں کا گول حلقہ بنا کر سوئی اول موتی میں داخل کرتی ہوئی درمیان میں کسی قسم کا ایک بڑا موتی پرو کر سوئی نمبر ۱ سے ۲ میں لائیں اور ایک سلاخ ۱۱ موتی پھر ایک سلاخ لیکر حلقہ کا تیسرا موتی میں داخل کرکے پھر اسی سلاخ سے سوئی نیچے لاکر ۱۱ موتی ایک سلاخ پھر پرو کر تیسرے موتی میں داخل کریں اسی طرح بناتی ہوئی نمبر ۳ کے نیچے آکر ختم کریں اور نمبر ۳ سے پھر دوسرا حلقہ مطابق خاکہ کے شروع کریں اسی طرح درجہ بدرجہ بناتی ہوئی چلی جائیں اور جس قدر بڑی چاہیں۔ اسی کام کو دوہرا تہرا بناتی جائیں۔ پلیٹ یا سینی وغیرہ کے ناپ کا بنالیں یہ میز پوش کا بھی کام دیگا۔ کنارے چہار سلاخ سے بنائیں تو بہت چمکدار ہوگا۔

عالم آرا بیگم کلکتہ

مستقل عنوان
جملہ حقوق محفوظ

خانہ داری

جس میں سنگھار،
آرائش بھی شامل ہے

بیضۂ حسن افروز

دو پیسے کے انڈے سے چہرہ پہ روغن بھی کیا جا سکتا ہے۔ جلد کو تسکین پہنچائی جا سکتی ہے۔ بالوں کو صاف کیا جا سکتا ہے اور بیٹھی ہوئی آواز درست کی جا سکتی ہے۔

انڈے کی سفیدی چہرہ کو بالکل صاف کر کے لگائی جائے اور آرام کرنے کے وقت تک لگی رہنے دی جائے۔ اور آخر میں ٹھنڈے پانی سے دور کر دی جائے تو سنگھار کے لئے چہرہ نہایت خوبی سے درست ہو جاتا ہے۔ عارضی طور سے باریک باریک لکیریں چہرے سے دور کر دیتی ہے اور جلد کو ٹھیک کر دیتی ہے لیکن اسے ہفتہ میں ایک دفعہ سے زیادہ نہ لگایا جائے۔

سونے سے پہلے یہ لوشن مفید ثابت ہوگا۔ تین چمچہ دودھ میں ایک انڈے کی سفیدی پھینٹی جائے اور چہرہ پہ پھیلا کے صبح تک رہنے دی جائے۔ تو جلد اس سے نیلی نہیں لیکن صاف اور تر و تازہ ہو جائے گی۔

چندیا پر ایک انڈے کی سفیدی رگڑ کے جذب کر دی جائے اور خشک ہو جانے دی جائے۔ جب کسی صاف برش سے خشک انڈا نکال دیا جائیگا تو ایک عجیب بات یہ دیکھی جائے گی کہ بالوں میں چکنائی کا نشان تک نہ رہیگا اور بال چمکدار اور صاف و ملائم ہو جائیں گے۔

بال درست کرنے والے دوکاندار بالوں کا ایک "جلاب" اس طریقہ سے طیار کرتے ہیں۔ ایک پیالہ میں بارش کا پانی جس میں ایک انڈے کی زردی، سہاگے کی ایک چمچہ سپرٹس ammonia اور کافور پھانٹتے ہیں اور بالوں کو یہ لگاتے ہیں۔ سیاہ بالوں کو چمکانے کے لئے ایک اور "جلاب" استعمال کیا جاتا ہے۔ دھونے کے سوڈے کی ایک چٹکی اور ایک گلاس سنگ شراب میں ایک انڈا پھانٹ کے بالوں اور کھوپری میں لگائیں اور بال گرم گرم بارش کے پانی سے احتیاط سے دھوئیں اور حسب معمول خشک کریں۔

ایک مشہور ڈاکٹر سر کے بالوں کو گرنے یا کم پیدا ہونے کا علاج کرتے ہوئے مریض کو ایک کچا انڈا روز پلواتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کی نصف کامیابی اس طریقہ کی بدولت ہے۔ بعض مشہور گانے والے کچا انڈا کھایا کرتے ہیں۔ گانے سے ٹھیک پہلے کھانے سے آواز صاف ملائم ہو جاتی ہے اور بیٹھنے نہیں پاتی۔

تنفس حسن افروز

یہ کریمیں اور پوڈر کیا واہیات ہیں۔ آتنا وقت کہاں۔ بچوں کی چیں پیں! گھر بار کے دھندے۔ روپیہ پیسہ کی کمی۔ اس پر بھی خوبصورت نظر آنے کی آرزو۔ لیجئے یہ بے دمڑی کا نسخہ۔ رخسار سرخ ہو جائینگے جسم موزوں ہو جائے گا آواز درست ہو جائیگی ایک مشہور ڈاکٹر نے چہرے اور سفید ہونیوالے بالوں کے لئے یہی نسخہ تجویز کیا ہے اس سے آنکھوں میں چمک آ جائیگی اور دل کو قوت پہنچے گی یہ آب حیات کیا ہے گہرا اور درست سانس۔

ہم سے اکثر سرسری طور سے سانس لیتے ہیں اور اپنے پھیپھڑوں کے سروں سے سانس لیا کرتے ہیں جب تک ہم روزانہ

کھلی کھڑکی کے سامنے گہرا سانس لینے کی ورزشیں نہ کریں گے صحت و خوبصورتی پوری طرح ہم کسی طرح حاصل نہ کرسکیں گے اس کا حاصل کرنا ہمارا حق ہے۔ صرف پانچ منٹ صبح اور پانچ منٹ شام!

تماشہ گر عورتوں کو منڈوہ پر جانے سے پہلے گھبراہٹ اور انتشار دور کرنے کے لئے گہرا سانس لینے کی ورزشیں کرنے کی مشقیں سکھائی جاتی ہیں۔

چلتے وقت جان بوجھ کے گہرے سانس لینا نہایت مفید ہے۔ خاص کر اس صورت میں کہ معدہ کے پٹھوں کو سیدھا یعنی ہشیار رکھا جائے اور ہر سانس پر سینہ آگے کو ابھارا جائے اس کی دو مشقیں مفید ثابت ہوں گی۔

کولہوں پر ہاتھ رکھ کے کھڑکی کے سامنے بالکل سیدھی کھڑی ہو جاؤ منہ بند رکھو اور پسلیوں کے اندر گہرا سانس کھینچو۔ ایک طرفہ لے روکو اور آہستہ آہستہ لے باہر نکالو۔ شام اور صبح کو دس مرتبہ ایسا کیا جائے۔

دوسری ورزش پیٹھ جسم کو ٹھیک کرنے کے لئے مفید ہے۔ دروازہ پر اپنی ہتھیلیاں رکھ دو اور ایک گہرا سانس لو پھر آہستہ آہستہ باہر نکالتے وقت جسم کو آگے کو جھکاؤ حتیٰ کہ کندھے دروازہ سے جا لگیں دم سے کے پانچ دفعہ ایسا کرو۔

امونیا کے فوائد

جن دریوں کا رنگ اڑ جائے ان کے رنگ میں حیرت انگیز طریقے سے چمک پیدا کی جا سکتی ہے۔ امونیا ایک حصہ لیکر پانی دو حصہ میں حل کر کے دری پر ملیں رنگ بحال ہو جائے گا تیزاب اور چکنائی کے دھبے بھی جاتے رہیں گے۔ گویا دری بالکل نئی ہو جائیگی۔

روئی کے کپڑوں اور کمبلوں کا رنگ دھلتے دھلتے خراب ہو جائے انہیں امونیا کے اس مرکب میں بالکل سفید کیا جا سکتا ہے گھر کے کام آنے والی ہیڈروجن پروکسائڈ ۳ ½ چھٹانک اور چند قطرہ امونیا تین سیر دس چھٹانک پانی میں ملائیں کپڑے آدھ گھنٹہ تک اس میں بھیگے پڑے رہنے دیں۔ پھر انہیں آہستہ آہستہ خشک کریں اگر ضرورت ہو تو کپڑے دوبارہ ڈبولیں۔

چاء پر اچانک مہمان

چاء کے وقت معمول پر بعض اوقات اچانک مہمان آ جاتے ہیں۔ اس وقت گھر والی کو بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ اور اکثر پریشان ہو جاتی ہیں۔ گھر میں کوئی چیز مہمان کے لائق نہ ہو تو وہ وقت ایسا نہیں ہوتا کہ ملازم بازار دوڑایا جائے۔ معمولی مٹھائی کچھ زیب بھی نہیں دیتی لیکن دماغ پر ذرا سا زور دینے سے کچھ نہ کچھ تیار ہو سکتا ہے۔ (۱) اسپیرگس (مارچوبہ) Asparagus کا ٹین لے لیں اور ڈبل روٹی کے برابر لمبے ڈنٹھل کاٹ لیں۔ ڈبل روٹی کی پتلی پتلی قاشیں کاٹ کے مکھن سے چپڑ دیں اور اس میں ایک ایک ڈنٹھل رکھ کے دو دو جوڑ دیں رکابی میں ان کا ڈھیر لگا کے ان پر خراسانی اجوائن چھڑک دیں۔

(۲) ڈبل روٹی کی قاشوں پر شہد لگا دیں اور دو دو پرت جوڑ دیں یا شہد پر مغز بادام یا پستہ وغیرہ باریک کتر کے برک دیں۔

(۳) ٹماٹر کی موٹی موٹی قاشیں کتر کے ان پر نمک مرچ کافی چھڑک کے ڈبل روٹی کی قاشوں میں رکھ کے دو دو پرت کر لیں۔

(۴) آلو کے کباب گرم گرم بڑا مزا دیتے ہیں اور وقت بھی زیادہ نہیں لگتا بشرطیکہ آلو پکے ہوئے موجود ہوں۔ پاؤ بھر ایسے آلو کسی باریک کترنے والے کیسر میں سے نکالیں۔ چھٹانک بھر آٹا نمک مطابق ذائقہ آدھی چھٹانک پگھلے ہوئے مکھن میں ملائیں۔ دودھ کے ساتھ لئی بنالیں

کسی ہلکی خیمہ میں تنا ماچڑک کے پھیلا کے گول گول گن کے کاٹ لیں ہی کی گزیاں یا نرم پان کو چکنا کر کے اس میں دس منٹ تک نہیں آنچ دیں۔ ایک دفعہ ٹشیں۔ کو بعد جب چہرے کمس لگائیں اور گرم گرم کھلائیں۔

چہرہ کا نکھار

ٹھنڈا پانی، جلد صاف کرنے والی کریم اور جلد کو طاقت دینے والی کوئی چیز مثلاً عرق یا کریم۔ یہ تین چیزیں سب روز میک کے وقت جلد صاف کرنے کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ پہلے چہرہ اور گردن اس صاف کرنے والی کریم سے جلد جلد صاف کر لینا چاہئیں اور صاف روئی سے اسے پونچھ ڈالو کہ جس کے کسی گڑھے میں اس کا ذرا بھی اثر نہ رہے۔ آنکھوں اور نتھنوں کے گرد ایسے خفیف کٹاؤ ہوتے ہیں اس کے بعد ہاتھوں میں ٹھنڈا پانی لے کے چہرہ پر خوب چھپکے دیں۔ پھر ہاتھوں کو بجائے ناک کے جبڑوں کے گرد رکھیں۔ اور پندرہ منٹ تک کلوں کو اوپر کی طرف تھپکی دیں۔ پھر چہرہ خشک کر کے جلدی طاقت بخش غذا لگائیں۔ اسے روئی سے لگانے کے ذریعہ لگانا چاہئے اور بعد ازاں پوروں سے جلدی جلدی تھپکی دیں اور بالکل خشک کر دیں۔ اس طریقے جلد میں جان سی پڑ جائیگی اور تمازت جاتی رہیگی۔ ایک بات کی نہایت احتیاط رکھنی چاہئے۔ جلدی غذا لگاتے وقت چہرہ کو نیچے کی طرف رخ کر کے نہ دبائیں۔ رخساروں کو نیچے کی جانب کھینچنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے اور اوپر کی رخ کی حرکت سے پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور جلد لٹکنے نہیں پاتی۔

تھکن کے آثار

جلد ملائم و صاف رکھنے کے لئے نگرانی کی سخت ضرورت ہے ورنہ جلد خشک جاتی ہے اور خوبصورتی غائب ہو جاتی ہے۔ جلد لیپ بڑے کارآمد ہیں اور ان کا استعمال کچھ مشکل نہیں لوگ یونہی ڈرا کرتے ہیں۔

کھلی ہوئی جلد کے لئے ایک نہایت آسان اور قوت بخش لیپ انڈے کی سفیدی اور بادام کے آٹے سے تیار ہو سکتا ہے سفیدی میں یہ آٹا ملا کے خوب پھینٹو حتیٰ کہ یہ ملائی سی ہو جائے۔ مساموں کو کھولنے کے لئے چہرہ بھاپ اٹھتے ہوئے پانی کے برتن پر پانچ منٹ تک رکھیں کہ یہ لیپ چہرہ پر اوپر ٹھیک بالوں تک اور نیچے ٹھوڑی کے آخر تک یکساں پھیلا دیں۔ چہرہ پر اسے لگا رہنے دیں اور سوکھ جانے دیں اب پھر چہرہ بھاپ اٹھتے پانی پر رکھ کے لیپ ملائم ہونے دیں اور پھر چہرہ کے ملائم کاغذ سے اسے پونچھ ڈالیں۔ پھر تھوڑی سی کولڈ کریم چہرہ پر ملیں تا کہ پونچھ دیں اور وچ ہیزل یا یوڈی کولون جیسے جلد کسنے والے لوشن لگا کے یہ عمل ختم کریں۔

ایک اور لیپ ہے جو بدرنگ ہو جانے والی جلد کے لئے بہت مفید ہے۔ یہ لیموں اور روغن زیتون سے بنتا ہے ایک لیموں کے عرق میں روغن زیتون کا ایک چمچہ ایک دفعہ میں ایک قطرہ کر کے ملائیں۔ مذکورہ بالا طریقے سے چہرہ کو بھاپ دیں۔ جذب کرنے والی روئی کی ایک گدی گرم پانی میں بھگو کے اور نچوڑ کے یہ لیپ اس پر پھیلا کے چہرہ پر لگائیں۔ چہرہ اور گردن کو آہستہ آہستہ تھپکی دیں اور بیس منٹ تک لگا رہنے دیں۔ زیادہ جذب کرنے والی روئی سے پونچھ ڈالیں اور کسی ململ میں برف کی ڈلی رکھ کے جلد پر پالش کریں۔ برف نہ ملے تو کوئی جلد کسنے والا لوشن لگائیں۔

امریکہ میں ڈھلکی ہوئی اور جھریاں پڑی جلد اور چہرے کے پھولے ہوئے پٹھوں پر شہد کا لیپ لگایا جاتا ہے۔ شہد اور انڈے کی سفیدی ہموزن لے کے باریک میدہ میں سخت لئی سی بنائی جاتی ہے۔ پہلے چہرہ کریم سے صاف کر لیں پھر اسے بھاپ دیں اور کوئی عمدہ جلدی کریم تھپکی سے لگائیں اور ایک تہہ سی بن جانے دیں۔ اس پر یہ شہد کا لیپ برابر برابر پھیلا دیں۔ پندرہ منٹ لگا رہنے کے بعد تولیہ سے جو گرم

پانی میں نچوڑ دیا گیا ہو پونچھ ڈالیں اور جلد سے والے لوشن لگا کے ختم کریں۔

ان میں سے کوئی سا لیپ ہفتہ میں دو دفعہ لگانے سے چہرہ کا رنگ روپ اور بشرہ نہایت اچھا ہو جاتا ہے۔

عطر دانی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا، عورتوں کے زیوروں میں ایک ننھی سی نقرئی عطر دانی ہوا کرتی تھی جو باریک چاندی کی زنجیر سے گلے سے لٹکی رہتی تھی بلکہ ضرورت ہوتی تو اسے کھول کے دل کھول کے سونگھ سکتے تھے۔

یہ ایک کام کی چیز ہے، ایشیا ہی نہیں بلکہ مغرب میں بھی خوشبوؤں کا رواج رہا ہے۔ یونانی مصری اور ہندی قدیم تہذیبوں میں مذہبی مراسم میں خوشبوئیں ملائی اور چھڑکی جاتی تھیں غرض یہ تھی کہ ہوا صاف ہو جائے اور بیماری کا اثر نہ ہو پھر بڑے بڑے جشنوں میں مختلف طریقوں سے پاس رکھنے لگے۔ بعض مرصع عطر دان رکھتے جو ہماری ہندوستانی بیبیوں کے زیور کی طرح گلے سے لٹکا رہتا بعض بہت ننھی سی صندوقچی کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔ انگلستان میں ولیم ہشتم بادشاہ کے مشیر خاص کارڈنل وائزی خوشبو کی گیند سنگترہ کے چھلکے میں رکھا کرتا تھا اور اسے سونگھا کرتا تھا۔ بعض ایسی خوشبوئیں ہتھیلیوں میں رگڑ لیتے تھے تاکہ وقت پر سونگھ لیں۔ ایشیا میں تحفہ کا بھی رواج رہا اس عطر دانی کو مرد و عورت دونوں استعمال کرتے تھے، شاہان انگلستان کی قبرستوں میں یہ دستی نظر آتی ہے اور روسیوں کے وقت بھی اس کا رواج تھا۔ آج کل خیال ہے کہ شاید زمانہ شوق سنگھار میں پھر اسے جگہ مل جائے لیکن ہماری پرانی طرز کی بیبیاں اب بھی لٹکائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی طبی اصولوں کے مطابق اچھی چیز ہے۔

کپڑوں کا سکڑنا بعض کپڑے دھلنے کے بعد سکڑ جاتے ہیں اور بہت تکلیف دیتے ہیں اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ کپڑا زیادہ لیا جائے اور پہلے پانی سے دھو لیا جائے تاکہ جتنا سکڑنا ہو سکڑ جائے اور پھر اس کو قطع کیا جائے جب کپڑا سکھایا جائے تو کھینچا نہ جائے یونہی لٹکا دیا جائے لیکن اسے ٹانگتے وقت اس میں سلوٹ نہ پڑے اور ناہموار بھی نہ رہے۔ جارجٹ، شفون اور بعض دیگر قسم کے کپڑے دھلنے کے وقت یا ٹانگنے کے وقت سکڑ جایا کرتے ہیں انہیں کھینچ کے سکھایا جائے اور خشک حالت میں ان پر استری کی جائے اگر گیلی حالت میں استری کی جائے کپڑا لٹکنے بجائے کھنچا جاتا ہے، زیادہ زور سے نہ کھینچیں۔ بعض کپڑے ریشوں سے بنے ہوتے ہیں مزید زور سے وہ ہمیشہ کے لئے کھنچ جاتے ہیں۔ ان کے دھوتے وقت دھنیں نہ کھینچیں ایسے کپڑوں کو رگڑ کے نہ دھوئیں۔ پانی خوب بھر لیا جائے اور اس میں کپڑا خوب ڈبو دیں اور کپڑا ڈبو ڈبو کے اوپر نیچے کھلی گرم میں اور دبائیں۔

جلے کے دھبے ریشمی کپڑے یا ساٹن سے جلے کے دھبے دور کرنے بالکل ناممکن ہیں لیکن روئی کے کپڑوں سے ان کا کامیابی سے دور کرنا ممکن ہے ایک چار کے پیالہ کے برابر سرکہ لیں اور اس میں ایک پیاز کا عرق نچوڑیں اور آدھی چھٹانک خالص آرتہ اور سالم سات ماشے صابن کی چھیلن اس میں ملائیں یہ مرکب دھبہ پر لگا کے کچھ دیر لگا رہنے دیں، پھر کسی برش سے اسے صاف کر کے معمولی طریقے سے وہ کپڑا دھو ڈالیں۔

خانگی ٹوٹکے طبی اعتبار سے مقرر نہیں کیا جا سکتی ایک دن گھنٹے سو کے خوش رہ سکتا ہے دوسرا چھ گھنٹے سے زیادہ سو جائے تو دن بھر پژمردہ رہے۔ ایک دہا میں پیدل چل کے درست رہ سکتا ہے دوسرا صرف دو میل سے ہی خوش ہے ایک زیادہ کھا کے تندرست رہتا ہے دوسرا تھوڑی غذا سے خوش رہتا ہے چنانچہ آپ اپنے متعلق خود کریں کہ آپ کی اوسط کیا ہے کس حالت میں طبیعت ٹھیک رہتی ہے اور کب بگڑ جاتی ہے اسکے مطابق اپنا دستور العمل بنائیں اور طبی قیاسات کی پرواہ نہ کریں۔ گھر کا کام کاج شروع کرنے سے پہلے ہاتھوں پر دستانے پہن لو اگر یہ ناگوار معلوم ہوں تو تھوڑی سی ویسلین ہاتھوں پر رگڑ لو میل کچیل اس میں جذب ہو جائیگا اور جلد میں نہ بیٹھے گا۔ صفائی کا کام کر چکنے کے بعد گرم صابن دار پانی میں ہاتھ دھو ڈالو اور تھوڑی گلیسرین ملا ڈالو۔ دوا ساز یہ مرکب آسانی سے بنا دیگا۔ ویسے بازار میں بنے بنائے ایسے مرکب بھی ملتے ہیں۔ رات کو کولڈ کریم مل لو ناخنوں کے اور نیچے کے حصوں کا خیال خاص طور پر رکھو یہ کریم گھر میں بن سکتی ہے۔ دو چمچے عمدہ چربی لے کے اسے گرم پانی کے برتن میں رکھ کے پگھلا لو پھر ایک بڑا چمچہ روز واٹر اور چند قطرے اپنی پسندیدہ خوشبو کے اس میں ملا کے گلیسرین ملا کر ٹھنڈا اور ڈھک دو۔ دسترخوان یا کسی اور کپڑے پر میوہ کا دھبہ پڑ جائے تو دھبہ کو سنگریٹ کے چھوٹی سی تھیلیا بنا لو اور اس میں کریم آف ٹارٹار بھر کے باندھ دو اور چند منٹ تک صابن کے جھاگوں میں ابال لو۔ پھر معمولی طریقہ پر دھو ڈالو۔ بالوں کے برش خراب ہو جائیں تو یا تو ان پر اس قدر چھڑک کر اس کے اندر گھس

سیرِ زمین

ملکہ حسن قتل - لنڈن میں مشہور جرائم کی لہر نے پولس کو حیران و پریشان کر رکھا ہے حال ہی میں ایک خوبصورت ۲۰ سالہ لڑکی جسکو
پہلے سال ملکۂ حسن کا خطاب دیا گیا تھا، وہ یک لخت بیہوش مردہ پائی گئی ہیں۔ لڑکی کے جسم پر ناخنوں کی کھرونچوں کے زخم تھے کئی جگہ سے کھال نچی ہوئی تھی۔
اسے جو تیں دستانوں سے کو شنگی کر دی گئی تھی۔ اس کے کپڑے اس کے پاس تار تار پڑے تھے جن پر کچھ جادو کے منتر ثبت تھے پولیس کو
یہ شبہ ہے کہ یہ جرائم اسی نوعیت کے ہیں کہ یہ گروہ لڑکیوں اور جادو کے لئے قتل و غارت پھیلا رہا ہے۔

چار بیویاں - شہنشاہ اکبر کی دایہ کے بیٹے خان اعظم مرزا نے اس سوال کے جواب میں کہ آدمی کو کتنی بیویاں کرنی چاہئیں یہ جواب دیا
تھا کہ آدمی کو چار بیویاں کرنی چاہئیں ایک ایرانی عورت جو باتیں کیا کرے دوسری خراسانی عورت جو خانگی امور کا انتظام کیا کرے تیسری
سندی عورت جو بچوں کو پالے پوسے - چوتھی ماوراء النہر (ترکستان) کی عورت تاکہ وہ تینوں بیویاں پر رعب جمانے کے لئے کوڑے کا استعمال کیا کرے۔

سو برس کی بڑھیا - انگلستان میں ایک سو برس کی بڑھیا رہتی ہے جس کے متعلق ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس کا دل اس قدر قوی ہے
بہت ہی چالیس برس کی عورتوں کا بھی نہیں ہوتا - چند ہفتوں کا ذکر ہے کہ وہ ذات الجنب میں مبتلا ہو گئی - ڈاکٹروں نے جواب دیدیا کہ
لیکن اپنے دل کی حیرت انگیز قوت سے وہ اچھی ہو گئی اور ڈاکٹر انگشت بدنداں رہ گئے -

عقاب سے لڑائی - ایک عورت ہوائی جہاز میں پہاڑ سے ۱۵ ہزار فٹ بلندی پر اڑ رہی تھی اس نے دیکھا کہ دو عقاب پہاڑی
بکریوں کے گلے پر حملہ کر رہے ہیں۔ اس نے جہاز کو نیچے غوطہ دے کے عقابوں کے اوپر اڑایا تاکہ اسکی گرج سے وہ ڈر جائیں عقابوں نے یہ
سمجھ کر یہ کوئی عجیب قسم کا عقاب انہیں ان کے شکار سے ہٹانا چاہتا ہے خفا ہو کے جہاز پر اس بُری طرح حملہ کیا کہ اس عورت کی جان بچانی
مشکل ہو گئی۔ وہ ذرا دیر کرتی تو اس کا پنکھا وہ توڑ دیتے چنانچہ ایک مرتبہ ایک عقاب کی چونچ سے چوٹ کھا کے جہاز بے قابو ہو گیا۔
ہزاروں فٹ نیچے تک بیٹھتا چلا گیا وہ سنبھلی اور ان غصہ میں بھرے ہوئے پرندوں میں سے جلدی جہاز نکال لے گئی -

زمانہ بدھ میں عورت ذات - بمبئی کی انجمن ارتقائے انسان کے ماہواری جلسہ میں مسٹر پادال بے نے زمانہ بدھ کے طریقِ
ترقی پر ایک مضمون پڑھا۔ اس میں انہوں نے بتایا کہ لڑکی کی شادی کی عمر ۱۶ سال تھی - اوائل عمر کی شادی بہت ہی کم تھی ہر شخص عورت
تھی یا مرد بجائے خود ایک مکمل ذات تھی اور ایک دوسرے کی تکمیل میں سمجھا جاتا تھا۔ شادی ایک معاہدہ تھی اور مقدس مذہبی عقیدہ
نہ تھی کہ توڑ بھی نہ سکے شادی کرنے سے پہلے حسب نسب دیکھا جاتا تھا دولت نہیں دیکھی جاتی تھی - جہیز دینے کا بھی رواج تھا۔ اشنان
نہ کیا گیا ہیں اس کا باپ دولھن بیٹی کو گاؤں تک دے جاتا تھا۔ طلاق کی اس زمانہ میں اجازت نہ تھی اور اس کے لئے کسی عدالتی فیصلہ کی
ضرورت نہ تھی لیکن عورت کو پاکدامنی کا سخت حکم تھا - بیواؤں کا نکاح بھی رائج تھا اور چار بیویاں کرنے کا بڑے پیمانہ پر رواج قائم تھا۔

محویت کا نتیجہ - یورپ کا ایک سائنس کا پروفیسر اپنی جماعت کو سبق دے رہا تھا کہ اسے پیاس لگی اور وہ عالم محویت میں ایک

پیالہ جس میں تیزاب بھرا ہوا تھا پانی سمجھ کے غٹ غٹ پی گیا نتیجہ مہلک نکلا وہ اسی وقت جانکنی کی حالت میں زمین پر گر کے تڑپنے لگا صرف چند سیکنڈ میں مر گیا

ترکی میں شادی کے جدید قواعد ۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں طلاق کی بہت سی درخواستیں عدالتوں میں پیش ہوئیں لیکن صرف ۲۰۲ منظور ہوئیں اس شادیوں کی تعداد ۵۰۶۸۹ تھی طلاق حاصل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ عدالتیں ایسا کرنا نہیں چاہتیں علاوہ ازیں مسائل کی کثرت تک مقدمہ مکمل نہیں ہوتا ہے ۱۳۰ مقدمات میں تین سال سے زیادہ عرصہ طلاق حاصل کرنے میں لگا ۔ بہت سی طلاقیں مزاجوں کی ناموافقت کی وجہ سے صادر کی گئیں ۔ ۴۰ مقدمات میں عورتوں کی اور ۶۰ میں مردوں کی بیوفائی کی وجہ سے طلاق دی گئی ۔ خیال یہ ہے کہ عورتیں ترک مردوں سے کم وفادار نہیں لیکن وہ عام طور سے مرد کی بیوفائی پر چشم پوشی کر جاتی ہیں ۔ اس کی وجہ وہی قدیم قانون ہے جس کی رو سے مرد ایک سے زیادہ بیوی کر لیتا تھا ۔ ابھی یہ رواج پوری طرح اس ملک سے دور نہیں ہوا گو وہاں کی مجلس قانون اس کے متعلق بڑا زور لگا رہی ہے ۔

بلا علم بیوی طلاق ۔ سیالکوٹ کے ایک مسلمان نے شادی کے کچھ عرصہ بعد ارادہ کیا کہ دوسرا نکاح کرے لیکن ہونے والے خسر نے کہا جب تک تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو گے میں اپنی لڑکی نہ دوں گا ۔ چنانچہ اپنی پہلی بیوی کو خبر کئے بغیر اس نے اسے طلاق دیدی اور ایک طلاق نامہ لکھ کے جدید خسر کو دیدیا اس کے مرنے پر جائداد پہلی بیوی اور دوسری بیوی کے لڑکے کے نام چڑھ گئی ۔ موخر الذکر نے دعویٰ کیا کہ پہلی بیوی طلاق یافتہ ہونے کے باعث اب وراثت نہیں پا سکتی ۔ عدالت نے ڈگری دیدی لیکن ڈسٹرکٹ جج نے اپیل منظور کر لیا کہ طلاق نامہ ایک بہانہ تھا اور طلاق دینے کی منشا نہ تھی ۔ عدالت عالیہ لاہور نے اپیل ثانی پر قرار دیا کہ جب طلاق نامہ لکھا گیا قیاس کیا جا چکا کہ شوہر کی منشا بیوی کو طلاق دینا تھا اس لئے طلاق نافذ ہو گئی گو بیوی کو خبر نہ ہوئی ۔

مال سے خودکشی ۔ پیرس کے ایک قہوہ خانہ کے مالک نے خودکشی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کر کے دنیا کو حیران کر دیا پہلے اس نے ایک زہریلی چیز کھائی لیکن جب اس سے اس پر کچھ اثر نہ ہوا تو وہ رات کو بستر پر سے اٹھ بیٹھا اور کھانا کھانے لگا روٹی کی جگہ اس نے بنک کے نوٹ کھانا شروع کئے ہزار ہزار اور سو سو فرنیک کے چند نوٹ اس طرح غائب ہو گئے وہ نوٹوں کو گوشت اور دیگر ترکاریوں سے لگا لگا کے کھاتا رہا اس کے بعد اس نے پانچ پانچ اور دس دس فرنیک کے نوٹ ختم کئے چند گھنٹے بعد اس کا دم گھٹنے لگا اور مر گیا ایک ڈاکٹر بلایا گیا جس نے ایک پانچ فرنیک کے نوٹ کا باقی ماندہ حصہ گلے میں پھنسا ہوا نکالا ۔

ماں کی خوشی ۔ شنگھائی میں جاپانیوں نے اس علاقہ میں جو انہوں نے پچھلے مہینہ کی جنگ کے بعد فتح کیا گذشتہ لڑائی کا نقشہ ایک مصنوعی جنگ کی طرح ڈال کے کھینچا ۔ مقصد یہ تھا کہ مرنے والے سپاہیوں کے جو رشتہ دار اور دوست وہاں آئے تھے انہیں اس جنگ کا پورا نظارہ دکھایا جائے ۔ ان میں سے ایک ماں بھی تھی جو اپنے بیٹے کی قبر دیکھنے جاپان سے سفر کر کے آئی تھی اسی طرح چینی خندقیں دکھائی گئیں ۔ ان کے جواب میں جاپانی توپ خانہ سے شدید گولہ باری کی گئی اور آسمان سے ہوائی جہازوں سے گولے گرائے گئے ۔ فرضی طور پر چینی گولہ باری کی شدت سے جاپانی فوج پیچھے ہٹی ۔ انہوں نے وہ سین بھی دکھایا جبکہ تین جاپانیوں نے اپنے آپ کو آتش گیر مادہ سے اڑا کے چینی خاردار باڑ پھاڑ دیا اور خود جھٹکے سے اڑ کے اپنے ساتھیوں کے لئے راستہ کھول دیا اس وقت ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے شکر گذاری سے کہا شکر ہے مجھے اپنے بچہ پر ناز ہو مجھے اس کے دوستوں کے پاس لے چلو تا کہ میں اس لڑائی کے حالات ان سے دریافت کروں ۔

ہوگئیں تھا لیکن چینی کسان گھبرا گئے کہ پھر مصیبت آئی اور از سر نو جنگ چھڑ گئی۔ سینما والے بھی موجود تھے اور انہوں نے
اس تماشے کی تصویریں لیں۔

ٹراونکور میں عورتیں ریاست ٹراونکور چونکہ شمالی ہند کے شور و شغب اور فتنہ و فساد سے ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے اس لئے
یہ اور ریاستوں کے مقابلہ میں بہت ترقی یافتہ ہے۔ یہاں مرد و عورت کے حقوق مساوی ہیں۔ مرد ۳۸ فیصدی تعلیم یافتہ ہیں جو اوسط
بلحاظ ہندوستان سے دگنی ہے۔ عورتیں ۱۷ فیصدی سے زیادہ خواندہ ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں عورتیں صرف
دو یا تین فیصدی ہی پڑھی لکھی ہیں اور حیدرآباد میں صرف ایک فیصدی۔ وہ عورتیں وہاں وکالت کرتی ہیں اور بہت سی شفاخانوں
اور مدرسوں میں ملازم ہیں۔

برطانیہ میں جرائم ہمارے ملک میں پہلے کے مقابلہ میں نقب زنی اور چوریوں کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ اکیلے لندن میں سنہ ۱۹۱۳ء میں
تین ہزار چار سو واردات تھیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں ان کی تعداد آٹھ ہزار۔ چار ہزار کے ہی وقت اچک لیجانے کے واقعات سنہ ۱۹۲۹ء میں لندن
کے رقبہ میں ۹۱ تھے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں ۳۰ اور مئی سنہ ۱۹۳۲ء سے نومبر سنہ ۳۲ء تک ۱۶ ہوئے۔ جنوری سنہ ۳۳ء میں یہ واقعات ۲۰ فروری
میں ۴۹ مارچ میں ۱۳۱ وقوع پذیر ہوئے گویا آٹھ سال کے مقابلہ میں یہ تعداد سات آٹھ گنی زیادہ ہے۔ قتل کی واردات بھی ہوئیں جن میں بعض
بہت ہوشربا ہیں۔ ان میں گذشتہ سال ۱۰۹ کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ بچوں میں بھی جرائم کی تعداد زیادہ ہے۔ لڑائی کے بعد یہ تعداد
بڑھتی رہی ہے کیونکہ بچوں کے سروں سے باپوں کے سائے اٹھ گئے۔

اشتہاروں سے کروڑوں یہ مستند خبر ہے کہ دنیا میں اس وقت رگلی کا منہ میں چبانے کا گوند بیس کروڑ روپیہ سے
زیادہ کا فروخت ہوتا ہے۔ گوند بنانے والا حال ہی میں فوت ہوا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری اس کامیابی کا راز کیا ہے۔ اس نے
کہا کہ میں نے یہ گوند دنیا میں ہر جگہ لوگوں کے منہ میں پہنچا دیا ہے اس کا باعث اشتہار ہے۔ اشتہار ریل چلانے سے مشابہ ہے۔
تمہیں انجن میں کوئلہ اور پہلے کرتے رہنا پڑتا ہے اگر ایسا نہ کرو تو آگ بجھ جائے گی۔ (بالفاظ دیگر اشتہار اس طرح ہے: دیتے رہنے سے کاروبار
ترقی کرتا ہے ورنہ بند ہو جاتا ہے)۔

دنیا میں ریلیں کل دنیا کی ریلوں پر اس وقت ۶۲۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ سرمایہ لگا ہوا ہے (ڈیڑھ شلنگ ایک روپیہ کے برابر
برابر ہوتا ہے اور ایک پونڈ میں ۲۰ شلنگ ہوتے ہیں) اس کا آدھا یورپ میں لگا ہوا ہے دنیا میں ۷۵۰۰۰۰ میل تک ریل پھیلی ہوئی ہے۔
ریاست ہائے متحدہ امریکہ ۲۶۷۰۰۰ میل روس ۴۶۰۰۰ میل جرمنی ۴۳۰۰۰ میل ہندوستان ۴۲۰۰۰ فرانس ۳۱۰۰۰ آسٹریلیا
۲۲۰۰۰ آسٹریا ہنگری ۲۸۰۰۰ برطانیہ ۲۳۴۰۰ کناڈا ۲۲۷۵۰ ارجنٹائن ۲۰۰۰۰ میکسیکو ۱۶۰۰۰ برازیل ۱۴۰۰۰ اٹلی ۱۱۰۰۰
ہسپانیہ ۱۰۰۰۰ جاپان ۷۵۰۰ سوئٹزرلینڈ ۳۵۰۰۔

طبیعات جب بارش ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بادل اپنی جگہ پر قائم ہے حالانکہ صورت یہ ہے کہ وہ بارش بن کے زمین کی کشش سے زمین
پر آتا رہتا ہے۔ تعجب ہے کہ بادل زمین پر کھنچا چلا آنے کے باوجود آسمان میں برابر نظر آتا ہے۔ سنئے۔ بادل ان پانی کے قطروں کا مجموعہ ہوتا ہے
جو زمین سے بخارات بن کر آسمان کی طرف چڑھتا اور خاک کے ذروں پر جم کے رہ جاتا ہے جب وہ ہوا سے زیادہ وزنی ہو جاتا ہے تو زمین کی کشش
سے بارش بن کے زمین پر آ گرتا ہے۔ بارش کے وقت یہی قطرے جو بادل نظر آیا کرتے ہیں زمین پر گرتے رہتے ہیں لیکن تمہیں بادل ہوا میں
برابر تیرتا نظر آیا کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں وہ برابر اس میں سے اٹھتے رہتے اور ٹھنڈے ہو کے پانی کی صورت میں
جمتے رہتے ہیں یہ زمین پر برسنے والے قطروں کی جگہ لیتے رہتے ہیں کوئی پوچھے کہ جب بادل چھائے ہوئے ہیں بارش ہو رہی ہے زمین سے

بخارات کیسے اٹھتے اور بارش کے قطروں کی جگہ لیتے رہتے ہیں۔ بارش کے قطرے زمین کا نمک لئے ہوئے کثیف تر ہوتے ہیں [illegible] ہوئے عمل تبخیر میں مبتلا ہو کے پھر بخارات بننے شروع ہو جاتے ہیں اس طرح بادل اپنی صورت اور جگہ قائم رکھے ہوئے [illegible]۔

ہر چوتھے سال انگریزی سال میں ایک دن فروری کے مہینہ میں بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ [illegible] دن رات [illegible] ہوتی ہے۔ یہ چار سال میں ۲۴ گھنٹے ہو کے ایک دن ہو جاتے ہیں اور ایک دن ہر چوتھے سال اس طرح بڑھانا پڑتا ہے [illegible] شمار میں آنے سے رہ جاتے ہیں اس طرح خاص صدی کے آخر میں ایک دن بڑھانا پڑتا ہے وہ صدی ۴۰۰ پر پوری [illegible] ہے۔ مثلاً سنہ ۱۷۰۰ء سنہ ۱۸۰۰ء سنہ ۱۹۰۰ء تو معمولی سال ہیں لیکن سنہ ۲۰۰۰ء وہ سال ہے جس میں ایک دن بڑھایا جائے گا [illegible]۔

بندر ٹڈا۔ ایک ٹڈا امریکہ میں سائنسدانوں کے زیر مطالعہ ہے۔ وہ پتوں کی ہری ہری کونپلوں پر گذارہ کرتا ہے [illegible] حفاظت کرتی ہیں اور ٹڈے کو دیکھتے ہی اس پر حملہ آور ہو کے مار ڈالتی ہیں لیکن ٹڈا ایک باریک ریشم کی ایک نہایت خفیف رنگ [illegible] کی طرف سے ان کونپلوں پر حملہ کر کے کھا جاتا ہے سردیوں کے شروع میں یہ اس طرح سکڑ جاتا ہے کہ دیکھنے والے کو وہ ایک بندر کا منہ معلوم ہوتا ہے۔ چہرہ [illegible] بھوری ہوتی ہے اور رینگنے میں دو آنکھیں چمکتی ہیں۔ جاڑے کے اختتام پر وہ تیتری بن جاتا ہے۔

پھلجھڑیاں۔ جنوبی افریقہ میں کمبرلے اپنی ہیرے جواہرات کی کانوں کے لئے مشہور ہے ۱۸۸۰ء میں ایک کمپنی ایک لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے جاری ہوئی تھی۔ وہ وہاں سے ہیرے کھود کھود کے منڈی میں بھیجتی تھی ۱۹۳۲ء میں اسے چھ لاکھ ۹۰ ہزار پونڈ کا گھاٹا رہا لیکن [illegible] میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ کا نفع رہا۔ اب اقتصادی سستی نے اس کا گلا بھی گھونٹ دیا ہے کیونکہ لندن کا جوہری بازار اس قدر مندا ہے کہ کوئی ہیرے پوچھتا بھی نہیں۔ کئی دکانوں کا دیوالہ نکل گیا ہے اور اب یہ کمپنی بھی ٹوٹ جائیگی اور کانیں بند کر دی جائینگی۔

بینگ میں پولس نے ایک [illegible] کا پتہ لگایا ہے جو ایک سابق سراغرساں نے جاری کر رکھا تھا اس میں چرس اور نقب زنوں کو [illegible] سکھایا جاتا تھا۔

۱۹۳۲ء میں امریکہ کی عورتوں نے اپنے بناؤ سنگھار پر ایک ارب ۴۶ کروڑ ۶۶ لاکھ ۶۶ ہزار ۶ سو ۶۷ روپیہ اور سنگھار کی دوکانوں پر اس رقم سے ۹۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ۴۳ ہزار تین سو ۳۴ روپیہ زائد خرچ کیا۔

فرانس میں ایک سو برس کا طاقتور بڈھا رہتا ہے۔ وہ ہر روز صبح کے وقت بلاناغہ ٹھنڈے پانی سے نہاتا ہے وہ اپنی طویل العمری کا راز یہی کو بتاتا ہے۔ امریکہ میں ایک کسان دنیا کا سب سے مضبوط آدمی ہے وہ اپنا دس من کا سانڈ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا ہے اس کی ایسی حالت کی تصویر حال ہی میں اخباروں میں شائع ہوئی ہے۔ زا۔ رو آغا ۱۵۶ برس کی عمر والا دنیا کا سب سے بڑی عمر کا ترک انگلستان کے ایک ہوٹل میں انگریزی کھانوں کی خوشبوؤں اور مزوں سے کھانے پینے کے متعلق اپنی ساری دانائی بھول گیا اس نے اشاروں سے خدام کو کہا کہ اور لاؤ۔ چنانچہ اسے اور کھانا دیا گیا۔ اس نے پھر اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ اسے اور دیا گیا عین اس وقت وہ بکھر گیا اسے فوراً شفاخانہ پہنچایا گیا۔ جہاں طبی معائنہ سے خفیف بدہضمی کی علامات پائی گئیں چنانچہ ڈاکٹروں نے اسے گھر جانے کی اجازت دیدی۔ ایک ڈاکٹر پچکاری کی سوئی سے مریض کے جسم میں دوا پہنچا رہا تھا سوئی ٹوٹ گئی۔ اس نے اسے نکالنا چاہا لیکن مریض نہ مانا۔ سوئی نے دل کا حال بالکل خراب کر دیا اور وہ مر گیا۔ [illegible] بھر بحر وہیں ہو کے بندرگاہ کے لندن پہنچائے گئے ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا تھا جس کا نتیجہ پاگل پن اور موت تھا بجرہ کھول کے ان بندروں کو مریض کی ٹانگ پر غریب دل کھول کے کاٹنے دیا وہ آدمی اچھا ہو گیا اور اب کام کر رہا ہے۔ لندن کے چڑیا گھر میں ایک بھینس نے ایک بچھڑا دیا ہے جو چھوٹے سوٹ کیس یا کوٹ کی جیب یا جیب میں باسانی آ جاتا ہے۔ اس کا باپ چھوٹا بھینسا ہے جو ایک معمولی کتے کے برابر ہے۔ ۳۰ سال میں [illegible] انگلستان کے ایک مرغی فروش کے کتے نے رات کے وقت ۲۱۷۴ چوہے مارے۔ مس کیسری سارہ انگلستان میں ۱۰۵ برس کی عمر میں اب فوت ہوئی ہے۔ ایک شفاخانہ کی دوا نے ۴۴ سو تھوں پر اپنے جسم کا خون مریضوں کی بدن میں داخل کر دیا۔ ایڈنبرا میں ایک بیرن سر ہیو برٹ رنکین ایک انگریز عورت سے شادی ہونے والی ہے جو اپنا مذہب تبدیل نہ کرے گی۔ اس امیر کی عمر ۳۲ سال ہے اور مسلمان ہو کے قادری سلسلہ میں منسلک ہو گیا۔

محمد مظفر

دُوربین

مسلمانوں کا اجتماعی فیصلہ

مسلم کانفرنس کا پُررونق جلسہ لاہور میں آخر مارچ میں منعقد ہوا ہر خیال کا مسلمان چھوٹا بڑا اس میں شریک تھا فیصلہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو آیندہ کے لئے اپنا طرزِ عمل مقرر کرنا چاہئے کہ وہ حکومت سے برابر تعاون کئے جائیں یا اس میں کچھ ترمیم کریں کیونکہ ہندوان کے دشمن ہیں اور حکومت نے ان کے تعاون پر کچھ نہیں کیا اس اثنا میں وزیر اعظم کا اعلان شائع ہوا کہ سلطنت جلد ہند و مسلم قضیہ پر اپنا ثالثی فیصلہ صادر کرے گی گو وہ عارضی ہوگا۔ مسلمانوں کو یہی گلہ تھا کہ حکومت نے یہ دیکھنے کے باوجود کہ ہندو مسلمان باہم اپنے جھگڑوں کا فیصلہ نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے اب تک اپنا ثالثی فیصلہ صادر نہیں کیا حالانکہ وزیر اعظم اس کا وعدہ کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔

اس جلسہ میں متعدد تجاویز منظور ہوئیں۔ جلسہ نے طے کیا کہ وزیر اعظم کے تازہ اعلان کی وجہ سے ہمیں ان کے فیصلہ کا تین مہینہ تک انتظار کرنا چاہئے۔ اگر وہ آخر جون تک فیصلہ شائع نہ کریں یا وہ فیصلہ مسلمانوں کے حقوق تسلیم نہ کرے تو کانفرنس باقاعدہ کارروائی کا دستورِ عمل تیار کرے اس عرصہ میں کانفرنس کی جگہ جگہ شاخیں قائم کی جائیں رضاکار بھرتی کئے جائیں مختلف کارکنوں میں اتحادِ عمل پیدا کیا جائے اور چندہ اکٹھا کیا جائے۔

اب وزیر اعظم بڑی فکر میں مبتلا ہیں کیونکہ ان کا فیصلہ ہندو مسلمان دونوں کو بیک وقت خوش نہیں کر سکتا۔ ایک کے دعوے کو پورے طور پر تسلیم کرنا دوسرے کے اعتراضوں کو نظر انداز کر کے اسے ناراض کرنا ہے کیونکہ ہندوؤں نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس ثالثی فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے مسلم کانفرنس کے لاہور والے جلسہ کے جواب میں دہلی میں ہندوؤں نے جلسہ کر کے مسلمانوں کے ان مطالبات کی مخالفت کر کے مسلمانوں کو برا بھلا کہا ہے اور حکومت کو بھی دھمکی دی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ان مطالبات کو نہ مانے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔

ایک عورت کی بہادری

ڈیرہ گڈہ سے ۲۷ میل پرے چار کے علاقہ میں ایک کلرک رہتا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ گھر سے کہیں گیا ہوا تھا کہ تین پنجابیوں نے اس کی اس غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کے آدھی رات کے وقت اس کے گھر پر یورش کی۔ اس کی بیوی اور دو نوکروں کو ستونوں سے باندھ کے گھر میں جو کچھ روپیہ پیسہ اور زیور تھا جمع کر لیا۔ اتنے میں شیر خوار بچہ جو پاس ہی سویا ہوا تھا جاگ اٹھا اور رونے لگا۔ ماں کے کہنے پر کہ لاؤ میں اسے دودھ پلا کے چپ کر دوں اسے کھول لیا۔ اس نے اس کو دودھ پلانے کی بجائے ایک بھری ہوئی بندوق اٹھالی اور ڈاکوؤں پر تین گولیاں چلائیں ایک وہیں مر گیا اور دوسرے کی ٹانگ میں زخم آیا۔ بندوق کی آواز سے یورپین منیجر جاگ اٹھا اور سیدھا ہوا مقام واردات پر آیا اور ایک ڈاکو مرا پڑا دیکھا۔

ملک کی سیاسی حالت

اسمبلی میں مختلف سوال کر کے حکومت سے یہ کہلوا لیا گیا کہ کانگریس کوئی مجمع خلاف قانون نہیں اور نہ اس کے اجلاس کی ممانعت ہے۔ اس کے بعد ہی اس سے فائدہ اٹھا کے کانگریسی لیڈروں نے کوشش کی کہ ان کا سالانہ اجلاس دہلی میں ہو جائے گو پچھلے سال کے سالانہ اجلاس میں اعلان یہ ہوا تھا کہ آیندہ اجلاس دہلی میں ہوگا لیکن وہاں کے متعلق اطلاعیں موصول ہوئیں کہ وہاں لوگوں میں سرگرمی و جوش پیدا کرنا مشکل ہے اور کانگریس کے اجلاس کو وہاں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ چنانچہ دہلی میں اجلاس منعقد کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے صدر پنڈت مالوی اور مسز نیڈو جو اس کانگریس کی حامی ہیں گرفتار کر لئے گئے۔ اور اجلاس کانگریس کو خلاف قانون قرار دیا گیا مگر ۲۴ اپریل کو چاندنی چوک دہلی میں کانگریس کا جلسہ ہو گیا اور ۴ تجاویز پاس ہوئیں۔

کشمیر کا تصفیہ مسٹر گلینسی نے بذریعہ کمیشن نومبر سے اب تک موجودہ بے چینی کے متعلق تحقیقات کی۔ اب ان کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے اور مہاراجہ صاحب کے فیصلے بھی ان کے ساتھ ہی چھپ گئے ہیں۔ مسلمانوں کے مصائب کا خاتمہ ہوا اور ان کی قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا جو مقدس مقامات ریاست کے قبضہ میں ہیں وہ مسلمانوں کو واپس کر دیئے جائیں گے۔ بعض خود کر دیئے گئے ہیں اور باقی کے متعلق مسلمان شہادت بہم پہنچا دیں گے تو وہ بھی واگذار کر دیئے جائیں گے۔ تبدیل مذہب پر کوئی کسی کو تنگ نہ کریگا۔ اگر پولیس یا کوئی ریاستی اہلکار اس قسم کی ناجائز حرکت کرتا ہوا پکڑا گیا تو اسے سخت سزا دی جائیگی۔ تعلیم کے متعلق سہولتیں بہم پہنچائی جائیگی وظیفے دیئے جائیں گے اور مسلمان ملازم رکھے جائیں گے۔ ریاست میں مسلمان ملازموں کا تناسب کم ہے انہیں ان کی آبادی کے مطابق کافی عہدے دیئے جائیں گے مالگذاری میں کمی کیجائیگی زراعت پیشہ لوگوں کے حقوق کا لحاظ رکھا جائیگا۔ پنجاب کا سا ایکٹ انتقال اراضی منظور کئے جانے کے متعلق غور کیا جائیگا۔ پہلے سال بھر میں ساٹھ دن مسلمان جانور ذبح نہیں کر سکتے تھے۔ ان ایام کی تعداد اب صرف چار کر دی گئی ہے۔ رام نومی، جنم اشٹمی، مہاراجہ اور مہارانی کے جنم دن۔ مذہبی طور پر بکریوں وغیرہ کے ذبح کرنے پر کوئی فیس نہیں لی جائیگی۔ دیگر اقوام کو ذبح کے متعلق رعایت دی گئی تھی کہ وہ ان ممنوعہ ایام میں ذبح کر سکتے ہیں ان کی یہ رعایت منسوخ کر دی گئی ہے۔ تالابوں اور کنوؤں کے متعلق جو شارع عام پر واقع ہیں ہندو مسلمانوں کا امتیاز روا نہ رکھا جائے گا۔

کان کٹ گئے علاقہ چٹاگانگ کے ایک گاؤں میں ایک ڈاکہ پڑا عورتیں سو رہی تھیں۔ ڈاکوؤں نے ایک ایک کے زیور اتار لئے مالک مکان کی بیوی کے کان سے بالیاں نہ اتر سکیں تو ڈاکوؤں نے اس کے کان کاٹ ڈالے وہ ایک ہزار نقد لے کے بھاگ گئے۔ دو گرفتاریاں عمل میں آ چکی ہیں۔ ایک اور جگہ ۲۵ آدمی اپنے چہرے رنگ کے ایک ساہوکار کے مکان میں گھس گئے اور گھر والوں میں سے چھ کو زخمی کر کے ۲ ہزار نقد اور کچھ زیورات لے کے چلتے بنے۔

بچوں کا اغوا امریکہ میں بچوں کا اغوا ایک باقاعدہ کاروبار بن گیا ہے۔ دو سال میں دو ہزار اغوا کی وارداتیں ہوئیں اور لاکھوں کروڑ ڈالر ان کے چھڑانے میں صرف ہوئے۔ ان جرائم پیشہ سے روپیہ دے کے صلح ہی کرنی پڑی ورنہ مغوی بچوں کی جانوں کو خطرہ رہتا۔ مشہور ہوائی جہاز ران کرنل لنڈبرگ کا ڈیڑھ سالہ بچہ اسی طرح اٹھایا گیا۔ پولیس سراغرساں وغیرہ سب ہی اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں لیکن بچہ ہاتھ نہ آنا تھا نہ آیا۔ مجرموں کی طلب کردہ رقم ۵۰ ہزار ڈالر بیچارے باپ نے ادا کر دیئے لیکن مجرموں نے بچہ واپس نہ کیا اور اب یہ رقم ڈیڑھ لاکھ کر دی گئی ہے۔ بیچارے والدین عجیب پریشانی میں ہیں اور بچہ کی طرف سے سب ہی مایوس ہو گئے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ کی کانگریس ایک نیا قانون بنانے والی ہے جس کی رو سے ایسے ملزموں کو سزائے موت دی جانی تجویز کی گئی ہے۔

روحانیات کا مقدمہ لندن میں ایک میم نے ایک اخبار کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا کہ اس نے اسکے معمولی روحانی ہونے کے متعلق ناقابل اعتراض شبہات کا اظہار کیا تھا۔ عدالت نے جب فیصلہ سنانا چاہا تو مدعیہ پر حالت وجد طاری ہو گئی اور ایک مردکی سی آواز اس کے منہ سے نکلی کہ بھائی جج میری آواز سنو۔ عدالت نے اسے فوراً خاموش ہو جانیکا حکم دیا اسی آواز نے پھر کہا کہ جب تک میں اسے چھوڑ کے نہ چلا جاؤں اسے ہاتھ نہ لگانا اس کے وکیل نے بھی کہا کہ اس کو ہاتھ لگانا خطرناک ہے لیکن عدالت نے اسے کمرہ سے نکلوا کے دوسرے کمرہ میں بھجوا دیا۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہا کہ میرے گرد ہزاروں روحیں ہوں مجھے صداقت تک پہنچنے سے روک نہیں سکتیں۔ عدالت کی حیثیت سے میں ایسی روحوں کی پروا نہیں کرتا۔ دھوکے کے واقعات پیش آتے رہے ہیں اور یہ تعجب کی بات ہے کہ یہ روحیں دنیا میں ایسے پیام بھیجیں کہ ایک بچے کے ایک نیا دانت نکل آیا ہے اور ایک شکار (وسکی شراب) اور سوڈے کی پی رہی ہے۔ عدالت نے مدعا علیہ کو خرچہ دلایا۔ مدعیہ غالباً اپیل کر رہی ہے۔

غلامی کا انسداد افریقہ میں ایک حبش میں اور دوسرے لائبیریا میں غلامی کا رواج زوروں پر ہے لائبیریا کے متعلق تو عرصے سے کوشش کیجا رہی ہے

بزم عصمت

نہایت خوشی کے ساتھ عصمتی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں کہ ہمشیرہ عزیزہ امیر فاطمہ صبا کی شادی سید حامد رضا صاحب جعفری سے بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ مطابق ۱۲ مارچ بخیر و خوبی ہو گئی۔ دولہا دولھن ماشاء اللہ تعلیم یافتہ و روشن خیال ہیں۔ بہنیں دعا فرمائیں کہ یہ تعلق خوشگوار رہے۔ اور دونوں ہنسی خوشی سے زندگی بسر کریں۔ آمین

مدیحہ مطہر جعفری آگرہ

میں نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے بھانجے کی شادی خانہ آبادی بتاریخ ۲۰ ذیقعدہ ۲۳ مارچ سنہ کو بخیر و خوبی انجام پائی کوئی فضول رسم نہیں ادا کی گئی۔ نہایت سادگی کے ساتھ شرعی طور پر ہوئی۔ لہٰذا کوئی بہن یا بھائی قطعہ تاریخ لکھکر بذریعہ عصمت مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ لڑکے کا نام سید قسیم الدین حسن ہے۔ اور لڑکی کا نام امامہ بیگم ہے۔

نیز کوئی بہن یہ تحریر فرمائیں کہ سلک کے سوٹوں پر اگر بارش کی سیاہ چتیاں پڑ جائیں تو کس طرح سے دور کی جائیں اور کپڑا بالکل صاف ہو جائے مشکور ہوں گی۔

ح ف ب ـ بھوپال

میں نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ بڑے چھوٹے برادر محمد مولا محمد الدین بی ـ اے کی شادی خانہ آبادی ڈاکٹر محمد طاہر صاحب کاکناڑہ کی دختر نیک اختر حبیب النسا کے ساتھ بروز اتوار ۲۷ دسمبر سنہ مقام کاکناڑہ میں بخیر و خوبی سرانجام پائی ہے عصمتی بہنیں دعا فرمائیں کہ یہ نیا جوڑا دنیا میں تا دیر قائم رہے اور نئی زندگی مبارک ہو۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد اعظم ـ مدراس

یہ خبر حلقہ عصمت میں نہایت رنج و غم سے سنی جائیگی کہ خان بہادر حاجی سید محمد محسن صاحب سے بہ مرض درد گردہ اس روز علیل رہ کر ۶۵ سال کی عمر میں یکم اپریل ۹ بجے شب کو دار الفنا سے دار البقا کو رحلت فرمائی۔ مرحوم کی رحلت بہار شریف کے مسلمانوں کے لئے ایک حادثہ عظیم ہے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ خداوند پاک مرحوم موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور متعلقین کو صبر جمیل۔ امید ہے کہ شاعرہ بہنیں قطعہ وفات لکھکر ممنون فرمائیں گی۔

رئیسہ خاتون پٹنہ سٹی

فروری کے پرچہ میں بہن زبیدہ خانم صاحبہ نے اپنے چہرے کی پھنسیوں کی دوا دریافت کی ہے بہن صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ حسب ذیل دوائیں بناکر دوپہر اور رات کو سوتے وقت لگائیں۔ اور صبح کو گندم کی بھوسی سے منہ دھوئیں انشاء اللہ جلد فائدہ ہوگا آزمودہ ہے۔

گل سرخ ۱ تولہ ـ زہر مہرہ خطائی ۱ تولہ ـ برادہ صندل سفید ۱ تولہ مردار سنگ ۱ تولہ کاشغری ۱ تولہ ـ حسن یوسف ۱ تولہ ـ سنگ جراحت ۱ تولہ ـ سفیدہ ۱ تولہ ان سب چیزوں کو ایک جگہ ہاون دستہ میں کوٹ کر باریک چھان کر سفوف بنائیں اور منہ پر لگائیں۔

زبیدہ بیگم قاضی بہار

جن بھائی یا بہن صاحبہ نے فیا بطیس کے نسخے کے متعلق عام فہم نام دریافت فرمایا ہے ان کو معلوم ہو کہ بنا پتہ مجھکو لکھ دیں میں خود خرید کر ارسال خدمت کر دوں گی۔ نیز گوار پھلی کا مقدار دریافت فرمایا ہے تو سفوف برگ گوار پھلی ½ تولہ شامل کریں۔ میرا پتہ یہ ہونا چاہئے۔ کرسچی نمبر ۲ ے چھتہ بازار روڈ لکھنؤ ـ مسز اشفاق کشور جہاں

عرصہ دو سال سے میرے کندھے میں درد رہتا ہے جس کو گرمی کے موسم میں بالکل آرام ہو جاتا ہے اس دفعہ تمام نہیں ہوا ہر وقت درد رہتا ہے کئی ڈاکٹروں کا علاج کیا مگر کوئی آرام نہیں ہوا اگر کسی بہن یا بھائی کو کوئی مجرب نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرما دیں۔ حمیدالنسا

افسوس ہے کہ میرے دانت قبل از وقت ہلنے شروع ہو گئے ہیں حالانکہ میری عمر اس وقت ۲۹ یا ۳۰ سال کی ہے اور بفضلہ کئی بچوں کی ماں ہوں۔ دانت ہلنے کا سبب یہ ہوا کہ ۹ یا ۱۰ ماہ کا عرصہ ہوا ایک لیڈی ڈاکٹر نے میرے لئے ایک دوا تجویز کی تھی جس میں لوہے وغیرہ کے کشتہ جات اور کئی قسم کے نمکیات شامل تھے۔ چنانچہ اس دوا کے استعمال سے مرض تو اچھا ہو گیا جس کے لئے یہ دوا میں نے پی تھی۔ مگر اس کے بعد میرے دانت ہلنے شروع ہو گئے جب میں نے یہ شکایت لیڈی ڈاکٹر سے کی جس نے یہ دوا بتائی تھی تو اس نے کہا کہ اس قسم کی ادویات سے دانتوں کو ضرر پہنچتا ہی ہے اب اس کا کیا تدارک ہو سکتا ہے۔ پہلے وہ یہ لیکر تو الگ ہو گئی اور میری جان کو یہ دوسرا روگ لگ گیا۔ اب نہ تو اچھی طرح روٹی کھائی جاتی ہے اور نہ دوسری اشیا۔ کئی قسم کے منجن استعمال کئے مگر اب تک کوئی افاقہ نہیں ہوا۔

براہ نوازش کوئی عصمتی بہن کوئی ایسی آزمودہ دوا یا منجن بتائیں جس سے یہ میرے ہلتے ہوئے دانت جم جائیں۔ کسی بہن کے پاس ایسی دوا یا منجن موجود ہو تو میرے پاس بھی بھیج سکتی ہیں۔

بیگم سید محمود احمد جعفری اکاؤنٹینٹ محکمہ زراعت گوالیار

محترمہ بہن زبیدہ خانم صاحبہ کو معلوم ہو کہ مہاسوں کا بہترین (علاج) جو کہ جوانی کا ہوتا ہے وہ یہ کہ برگ مہندی پیس کر جہاں پھنسیاں ہوں گی کو وہ تیل لگا کر اس کے اوپر لگا دیں اور تین دفعہ لگانے سے بالکل جڑ سے جاتا رہیگا۔ داغ وغیرہ بالکل نہیں رہتا آزمودہ ہے۔ چہرہ کے داغوں کو بھی دور کرتا ہے۔

سید ذاکر حسین شہیدی جہانیاں ضلع ملتان (پنجاب)

[illegible] صاحب [illegible]
[illegible] ہے کہ [illegible] کا پورا
[illegible] سے [illegible]
[illegible] پر [illegible]
[illegible] بہت بہتر ہو [illegible]
[illegible] کاٹ دیں لیکن پیٹ پشت پر
[illegible] ہو گئے ہیں۔
[illegible] خریداری نمبر ۲۵۹۰ بہرائچ

میرے [illegible] ایک عمر [illegible] سال [illegible] سال [illegible] مرض میں مبتلا [illegible] دفعہ پیشاب بستر ہی پر نکل جاتا ہے۔ شب [illegible] نیند بھی زیادہ گہری نہیں مگر پیشاب کا پتہ نہیں چلتا۔ کوئی بہن [illegible] کا علاج بتائیں۔ ممنون ہوں گی۔

سعادت بتول وزیرآباد

میرے جسم [illegible] سے خون جاری رہتا ہے جو دن میں [illegible] دفعہ آتا ہے۔ براہ مہربانی اگر کسی بہن کو مجرب دوا معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔

اختری خاتون قریشی سہارنپور

آج کل گرمیوں کے زمانے میں میرے ہاتھ پیر میں جلن ہوتی ہے بعض [illegible] راتوں میں کئی بار دھونے سے بھی اثر نہیں ہوتا یہ شکایت مجھے بیماری کے سبب سے شروع ہے جس کی سخت تکلیف ہے کوئی بہن یا بھائی اس مرض کا نسخہ جانتے ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔

سید عاشق حسین رئیس اترار گی خریداری نمبر ۱۱۲۵

بچے چھوٹے ہوئے دو بچے کا بہت ترق ہے ہاتھ سے چننے میں ایک تو وقت بہت صرف ہوتا ہے دوسرے ہاتھ بھی درد کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی بہن کو دو بچے چننے کی مشین کا پتہ معلوم ہو کہ کہاں سے اور کس دوکان سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ بذریعہ عصمت مجھے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

مس خلیل احمد [illegible] پربھنی دکن

امیر علی صاحب کی بچیاں

مجھے ان مسلمان مردوں سے جن کو دنیا کی مصروفیت اور زندگی کے بعض مقاصد فرصت نہیں دیتے کہ وہ عملی کام میں حصہ لیں اور پیسہ پیسہ نہیں صرف چند ہی صرف کر دیتے ہیں کا شکر کرتے ہیں۔ کچھ تعجب ہونا چاہئے ان لڑکیوں پر تعجب ہے جنہوں نے پرچے پڑھے ہیں میں نے یہ درخواست ملاحظہ فرمانے کے بعد کہ سید امیر علی صاحب کی بچیاں غلاموں کی جگہ اغیار کے نرغے میں پہنچ جائیں گی توجہ نہ کی۔ غالباً ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ماں حد درجہ پڑھنے والا ہے حالانکہ ان کو بھی طرح معلوم ہے کہ میں کسی مسلمان کو تربیت گاہ کے سلسلے میں کوئی ایسی تکلیف دینی نہیں چاہتا جس میں اس کو ذرہ بھر بھی تکلیف ہو۔ ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کے بہت سے ہاتھ انسانی صورتوں میں ان بچیوں کو گلے سے لگا لینے کے لئے موجود ہیں یہ سب کی پیاریاں ہیں جو خدا کا پیارا ہے یہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں ہم جیسوں کا نہیں محبوب رب العلمین ہے۔

بہر حال میں ممنون ہوں محمد حبیب صاحب کا جنہوں نے مجھے اطلاع دی کہ دونوں بچیاں بری طرح ظالموں کے نرغے میں پھنس گئی ہیں۔ اب وہ اور ان کے ساتھ وہ تمام مسلمان مرد اور عورتیں جو ملک کے مختلف حصوں میں ان بچیوں کے نتیجے کی منتظر ہیں یہ سن کر خوش ہونگی کہ ان کے اخراجات و مصارف آج تربیت گاہ نے روانہ کر دیئے۔

چونکہ ان بچیوں کی صدا جنوبی ہندوستان کے متمول یتیم خانوں تک نہ پہنچ سکی اس لئے میں آج اپنے اس عقیدہ کا پھر اعادہ کرتا ہوں کہ نذر بھی اسی کی قبول کرتے ہیں جس پر کرم ہوتا ہے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں معاونین تربیت گاہ جنکی کمائی نیک لگی اور جنہوں نے دو بھولی بھالی بچیوں کو اندھیرے گھپ اور جنگل بیابان میں شمع دکھا کر آغوش اسلام میں پہنچایا

بیگمات کیلئے لاجواب تحفہ

کشیدہ کاری کی اصلی مشین

یہ وہ بے نظیر مشین ہے جس کی نسبت اخبار تہذیب نسواں میں ایک محترم خاتون نے مضمون کے دوران میں تحریر فرمائی ہیں کہ آج تو یہ ہے کہ اشتہار کی تعریف محض بے بنیاد نہیں واقعی یہ ننھی چیز زیادہ کار آمد ہے آرائشی اشیا ایسی خوبصورت کاڑھی جاتی ہیں [illegible] باغیچہ بن جاتا ہے، جہاں باد سموم کا خوف، نہ خزاں کا اندیشہ ہو پردے میز پوش، گدیاں، [illegible] نہایت موزوں ہے اگر احتیاط سے زیر استعمال رکھیں تو سالہا سال تک یہ چیزیں خراب نہیں ہوتیں۔ بچوں کے کالر اور فراک پر خصوصاً گرم لباس پر ایک چھوٹا سا پھول خوشنما ہوگا تو عموماً بہت خوبصورت کاڑھے جاتے ہیں۔

قیمت معہ آول ۱۲ روپیہ درجہ خاص خوبصورت مخملی کیس میں بند ہے اور جس کے ساتھ مفت مرمت کی گارنٹی ہے للعہ۔ کپڑا تاننے کا فریم جس بڑھیا فی درجن پیسے ریشم کی گچھیاں ایک روپیہ فی درجن کپڑے پر چھپے ہوئے نقشے آٹھ آنہ فی عدد۔ ہر مشین کے ہمراہ کام کا نمونہ۔ معزز حضرات خواتین کی تصدیقیں اور مفصل ترکیب استعمال اردو انگریزی میں بھیجی جاتی ہے۔ عصمت کا حوالہ دینے سے پیکنگ مفت

ملنے کا پتہ:۔ دی سٹی سٹور گمٹی بازار لاہور

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب سید خورشید حسن صاحب جج خفیف بہادر اناؤ مقام اناؤ

مدعی بیلو سنگھ ولد بہلوان سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع بیشیر گند پرگنہ و تحصیل و ضلع اناؤ

بنام پرگئی رام ولد پرن قوم کوری ساکن رام سنگھ کہرو مرید موضع بیتہ پرگنہ و تحصیل و ضلع اناؤ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت دعویٰ سابقہ کے دائر کی ہے۔ لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت دس بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کی تجویز ہوئی ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ آج بتاریخ ۱۱ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم

دہلی میں زنانہ پولیس جو حوالین سلہٹ گاندہیوں کو گرفتار کرنے کے لئے
بھرتی کی گئی ہیں دائیں طرف انکی لیڈی چیف کانسٹیبل جا رہی ہیں

مزار شاہ رکن عالم - جو بلندی میں دنیا بھر میں دوسرے درجہ پر ہے

عرب کی دیہاتی زندگی کا ایک منظر

سرحد عراق کے قریب معلی قبائل کے ایک خاندان کی بودوباش کا ایک منظر -

مس ایم یتھیا

جو بنگلور میں آنریری مجسٹریٹ
مقرر ہوئی ہیں -

ایک یورپین خاتون رکاوٹ والی گھوڑدوڑ
(ہرڈل ریس) میں حصہ لے رہی ہے -

اس پرچہ میں جس قدر مضامین شائع ہو رہے ہیں ان کا کاپی رائٹ بحق عصمت محفوظ ہے

رسالہ عصمت

دھلی

جلد ۴۸ } بابتہ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء { نمبر ۶

تصاویر ۱۰

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک } قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں ۸ روپے

رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ۱۲ روپے

قسم اول جو بیزر چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ سات آنے ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے ساڑھے تین روپے۔ فی پرچہ ۵

(باہتمام ابو امین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

عصمت کی لاج

جن بہنوں اور بھائیوں نے پچھلے دنوں میں اپنے رسالہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا اور نئے خریدار دئے ان کے نام دلی شکریہ کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

عزیزہ فاطمہ بنت ڈاکٹر یار محمد صاحب صدیقی اناوہ ۲ - حکیم مرزا عبداللہ صاحب لاہور ۳ - محمد سراج الدین صاحب عدالت گلبرگہ ۲ خریدار منیرہ ۹۵ - ۲ - مسز مولوی عبدالحمید صاحب تنگری ۸ - ملکہ بیگم صاحبہ کلکتہ ۲ - شرافت بیگم صاحبہ لکھنا دون ۲ - بیگم مولوی اسلام نبی خانصاحب اناؤ ۲ - بیگم خان بہادر عبدالعزیز صاحب گونڈہ ۴

جنہوں نے ایک ایک خریدار دیا

محمودہ خاتون صاحبہ بنارس - داود احمد صاحب کیس پرتاب گڈھ محترمہ رابعہ مظفر گڈھ - نصیر الدین احمد صاحب گونڈہ - مسز عبداللطیف قاسم بھائی صاحب بمبئی - مولوی محمد ظفر صاحب ام اے ال ال بی ص خ معرفت ام ایس - م یعقوب صاحب گیا - نسیم منور مسز شیخ غلام حیدر صاحب نوشہرہ - مرزا فتح علی بیگ صاحب مومن آباد حیدرآباد دکن، مولوی مظہر علی صاحب سیر بنی دکن، ڈاکٹر اے ایس خانصاحب بیٹر، احمد عبدالرحیم صاحب رودہ گڈھ، ڈاکٹر محمد حسین صاحب ہاشمی ضلع فتح پور - دختر سعید الدین حسن صاحب آگرہ - اہلیہ سعید الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر مین پوری محمد امین الدین صاحب گمنام گاؤں بیگم عبدالحسن صاحب لکھنؤ - مسز خواجہ عبدالقادر صاحب بی اے راجہ منڈی، بنت خان ڈاکٹر محمد خاں صاحب کھتر بیگم صغر حسن صاحب وکیل لکھنؤ، مسز یوسف علی صاحب بیدر شیخ عزیز اللہ صاحب بجنور - ایس کے صغرا صاحبہ سبزوار یہ کلکتہ - بابو احمد حسن خاں صاحب شیو پور کلاں، اہلیہ محمد علی خاں صاحب کوتوال شہر آگرہ - عزیز سلطان صاحبہ بابو گڈھ، مولوی شاہ احمد صاحب ڈسٹر ساتی، بنت عاشق حسین صاحب بدایوں، مسز احمد صاحب یلوسے انجنیر گھنگول - غلام حسین خانصاحب بیل گاؤں راجہ محمد عبدالعظیم خانصاحب گودہرہ، محمد ایوب صاحب کنشی باوذر کنگ خریدار ۱۵۸۹م

دست کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند خواتین و حضرات کو جنہوں نے گذشتہ ۳ ماہ میں تربیت گاہ بنات کی امداد کے لئے روپیہ دان فرمایا

محمودہ بیگم صاحبہ بنت خواجہ غلام حسن صاحب جہان ننگا عـہ

بیگم محمد عبدالولی صاحب ملتان پنجاب سـہ

مرزا نصیر الدین بیگ صاحب سیتا پور شـہ

اہلیہ مجید خانصاحب ام ای - ایس لاہور عـہ

ایس ممتاز علی صاحب ہاکی پنڈرہ بلا سپور عـہ ر بیگم خان بہادر حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب علی گڑھ عـہ ر بیگم مولوی محمد مسلم صاحب بارہ بنکی عـہ، مسز حبیب الحق فخر الدین صاحب کراچی بیرسٹر پٹنہ عـہ بیگم مولوی سعد اللہ خانصاحب ڈی سی مین پوری عـہ ر نواب فخر الملک بہادر حیدرآباد دکن للعہ فضل کریم صاحب ہیڈ ڈرافسین ریاست منڈی للعہ - مسز مولوی اعجاز احمد صاحب شاہجہانپور صـہ ر چودہری مظفر الدین صاحب امہوتہ صـہ ر بیگم مولوی اقتدار اللہ خانصاحب رئیس شاہجہانپور صـہ ر سید عبدالرحمن صاحب مظفر پور صـہ ر بیگم مولوی متین الزماں خان بہادر لکھنؤ عـہ ر بیگم خانصاحب سعادت علی خانصاحب رئیس شاہجہانپور دلاہور صـہ ر بیگم سید جانعالم صاحب وکیل شاہجہانپور عـہ ر مولوی احمد زماں خانصاحب عـہ ر ادریس بیگم صاحبہ بنت معین الدین خانصاحب عـہ ر بیگم پرنس مرزا سلطان حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر عـہ ر پنڈرا ضلع بلاسپور کی ایک خاتون جنہوں نے نام شائع ہونے کی اجازت نہیں دی صـہ

راشد الخیری تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

دس روپے سے کم کی رقمیں رسالہ بنات جون میں شائع ہونگی۔

۴ ہمشیرہ شیخ نذیر احمد صاحب سیالکوٹ، بی بی سرفراز بانو صاحبہ گجرات بیگم عفیفہ اسلام صاحب کلکتہ، سیدۃ النسا صاحبہ کھنڈوہ، ڈاکٹر کپتان نصیر احمد صاحب بوکاروڈ، مسز محمد عباس صاحب آگرہ، شیخ محمد حسین صاحب بی اے ایل ایل بی گوجرانوالہ، مسز فضل محمد خانصاحب حیدرآباد دکن - منیجر

چند باتیں

عصمت کا چوبیسواں سال اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو گیا۔ علاوہ اس خصوصیت کے کہ حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کے کم از کم ایک مضمون اس سال کے ہر پرچہ کو شائع کرنے کا فخر حاصل ہوا یہ سال اس لحاظ سے بھی بہت کامیاب رہا کہ عصمت کی نامور مضمون لکھنے والی خواتین نے اپنے پرچہ کی دلچسپیاں بڑھانے میں بدستور حصہ لیا۔ نیز کئی ہونہار لکھنے والیاں پیدا کیں اور اکثر مضامین نئے نئے موضوعات پر نہایت دلچسپ اور مفید شائع کئے۔ چند نئے مستقل عنوانات بھی قائم کئے گئے جو عام طور پر بہت پسند کئے گئے۔ اس سال بھی کسی ماہ کے پرچہ کی اشاعت میں ایک دن تاخیر نہیں ہوئی۔ ہر ماہ کا پرچہ نہایت پابندی سے ٹھیک ۳۰ تاریخ کو شائع ہوا۔ اس چوبیسویں سال میں مضامین کے قریباً ایک ہزار صفحے دئے گئے اور ہر پرچہ میں تقریباً ایک درجن تصاویر کے علاوہ سال بھر میں کئی نہایت اعلیٰ درجہ کی رنگین و سادہ تصاویر خاص طور پر عصمت کے لئے بنوا کر شائع کی گئیں غرض عصمت کا چوبیسواں سال خدا کا شکر ہے بحیثیت مجموعی بہت اچھا رہا، اور ہم ان سب بہنوں کے شکرگذار ہیں جنہوں نے کام کے مضامین یا مفید مشوروں سے یا خریدار دیکر اپنے پرچہ کی ترقی میں حصہ لیا۔

آئندہ پرچہ سالگرہ نمبر ہوگا جسکی ضخامت ۲۰۰ صفحوں سے زیادہ ہوگی اور تصاویر کم سے کم ۵۰۔ تمام تصویروں کے بلاک خاص طور پر سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے۔ رنگین تصاویر بھی اس دفعہ زیادہ ہونگی اب تک ہم نہایت عمدہ رنگین تصاویر کے بلاک بن چکے ہیں۔ عصمت کے سالگرہ نمبروں کے مضامین و تصاویر کو ملک میں ایک خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے سنہ ۳۱ء کا سالگرہ نمبر ہندوستان بھر کے تمام خاص نمبروں میں اکثر اعتبار سے بہترین تسلیم کیا گیا تھا۔ عصمتی بہنیں سنہ ۳۲ء کے سالگرہ نمبر کو انشاء اللہ اس سے بھی بہتر دیکھیں گی، اور انکا دل خوش ہو جائے گا۔

سالگرہ نمبر ۳ جون سنہ ۳۲ء کو شائع ہوگا اور خریداروں کو ڈاکخانہ کا سرٹیفکٹ حاصل کر کے بھیجا جائیگا۔ پھر جس کسی بہن کو اگر وقت پر نہ ملے تو وہ ۱۰ جولائی تک خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو مطلع کر دیں دوبارہ بھیجدیا جائیگا، لیکن ۱۵ تاریخ کے بعد قیمتاً ملیگا، جو بیبیاں زیادہ احتیاط کرنی چاہتی ہیں وہ رجسٹری کے ۳ پیسہ کے ٹکٹ بھیجدیں۔ سالگرہ نمبر تمام خریدار بہنوں کو سالانہ چندہ ہی میں ملیگا لیکن دوسروں کے لئے اسکی قیمت عہ علاوہ محصول ہوگی یعنی صرف یہی سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی ۱۲ میں پڑیگا

اس پرچہ کے ساتھ جن بہنوں کی میعاد خریداری ختم ہوتی ہو مہربانی فرما کر آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں، اور کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور درج کریں۔ اگر کسی وجہ سے آئندہ پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو بجائے اس کے کہ وی پی واپس کر کے خدمت گذار پرچہ کو شدید نقصان پہنچائیں براہ کرم انکاری کارڈ سے اطلاع دیدیں۔ اگر ۲ جون تک منی آرڈر موصول نہوا نہ انکاری اطلاع ملی تو پھر سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی بھیجا جائیگا۔ تمام بہنوں کو معلوم ہے کہ اب ڈاکخانہ میں ۷ دن وی پی نہیں رہ سکتا۔ اگر فوراً ہی کسی بہن نے وی پی وصول نہ کیا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عصمت کو جان بوجھکر انہوں نے مالی نقصان پہنچایا، اس لئے ان تمام بہنوں سے جنکا سال اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ درخواست ہے کہ وی پی کی واپسی کے نقصان سے پرچہ کو محفوظ رکھیں۔

مشرقی اور مغربی کھانے موتیوں کا کام دونوں کتابیں جنکا ڈیڑھ سال سے انتظار ہو رہا تھا چھپ گئی ہیں صفحہ ۵ پر انکا ریویو ہے

اگلے لوگوں کی باتیں

از مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری ؒ

جس طرح آسمان دیکھتے ہی دیکھتے رنگ بدلتا ہے کہ ابھی تاروں بھری رات سر پر ہے اور ابھی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ یا گرگٹ بیٹھے ہی بیٹھے کبھی لال کبھی سبز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ بھی رنگ بدلتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں جو کیفیت ہے وہ عارضی ہمیشہ رہنے والی وہی ایک ذات ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔ مولانا اکبر حسین نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکیگا۔ جو رو رہا ہے وہ رو چکیگا
سکون دل سے خدا خدا کر جو ہو رہا ہے وہ ہو چکیگا

شادی کا موقعہ ہے طرح طرح کی امنگیں دل میں پیدا ہو رہی ہیں۔ کپڑا لتہ گہنا پاتا تیار ہو رہا ہے بہار سلامت کی دہوم دہام ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ شادی کا وقت آگیا۔ اور وہ امیدیں اور امنگیں جو ماں باپ کے دلوں میں تھیں ختم ہوگئیں۔ اب وقت آ بھی گیا اور چلا بھی گیا۔

بیمار کے بچنے کی امید نہیں دوا ٹھنڈائی ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم بدلے جا رہے ہیں۔ آخر سب کوششیں بے سود ٹھیریں۔ موت آپہنچی اور سب کچھ ہو گیا۔ یہ وقت بھی آیا اور گیا۔

غرض دنیا کا یہی کارخانہ ہے کہ کسی چیز کو اور کسی حالت کو قرار نہیں مسلمان آج پچاس سال پہلے جن باتوں کو عیب سمجھتے تھے آج وہ ہنر ہیں۔ اور آج جو ہنر خیال کئے جاتے ہیں اسوقت عیب تھے، پہلی دلہنیں شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں آج اس شرم و حیا کی ہنسی اڑتی ہے،

غدر کے بعد مسلمان جن جواہرات سے مالا مال تھے آج وہ ماند پڑ گئے لیکن ابھی وہ نظر پر زندہ ہیں جو اب بھی ان کی آب و تاب پر سر دھن رہی ہیں۔

میرے عم مکرم شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم جب ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو ان کی مالی حالت خاندان میں سب سے اچھی تھی۔ انکی ایک نہایت قریبی عزیز نسبتہ غریب تھیں۔ اتفاق سے دو سال بارش نہ ہوئی اور قحط پڑ گیا۔ اور اچھے اچھے کھاتے پیتے لوگ پریشان پھرنے لگے۔ یہ بیوی بھی بہت تکلیف میں پھنس گئیں۔ انکی اذیت اور پریشانی کا علم جب مرحوم عم مکرم کو ہوا تو پچاس روپے ان کو دئے اور فرمایا کہ انکو اپنی ضرورتوں میں صرف کرو، انہوں نے گردن جھکا کر اسلئے کہ رشتہ میں چھوٹی تھیں سلام کیا

روپے کل کا تصفیہ یوں ادا کیا۔ اور بات گئی گذری ہوئی۔ دوسرے یا تیسرے روز یہ بیوی میری بڑی بہن یعنی ڈپٹی صاحب مرحوم کی بیوی کے پاس گئیں۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد روپے واپس کئے اور کہا آپا۔ یہ روپیہ بھائی صاحب کو واپس کر دیجئے ابھی میری حالت ایسی نہیں ہوئی۔ خدا بچوں کو زندہ رکھے۔ ان کی کمائی کافی ہے"

یہ واقعہ ہو چکا۔ چند سال بعد مولوی صاحب مرحوم کی ایک نہایت قریبی لڑکی ان بیوی کے بچہ کو جو بی اے میں پڑھ رہا تھا بیاہی گئی جب دولہن کی رونمائی کا وقت آیا تو دولہا کی ماں نے ڈپٹی صاحب کی بیوی سے کہا۔ "آپا خدا کا شکر ہے میں اپنی بہو کی نگاہ میں حقیر نہیں ہوں۔ اگر اس وقت وہ روپیہ لے لیتی تو روپے تو چند روز میں ختم ہو جاتے۔ مگر میری نگاہ ہمیشہ کو نیچی ہو جاتی اور یہ منہ بہو کو دکھانے کے قابل نہ ہوتا"

عم مرحوم کو جب یہ خبر پہونچی تو انہوں نے دولہن کی ماں سے کہا "تمہاری حیثیت ہم سے بلند ہے۔ تم دولہا کی ماں ہو۔ کچھ شک نہیں تمہاری عاقبت بینی مستحق تحسین ہے کہ تم نے اپنی دور اندیشی سے آج اپنی حیثیت کو کمزور نہ ہونے دیا"

اس واقعہ کے متعلقین سب مر گئے صرف دولہن اور اس کے بچے جو معزز عہدوں پر ممتاز ہیں موجود ہیں۔ موجودہ نسل جب اس واقعہ کو یاد کرتی ہے تو بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے کہ کیسی غیور اور خوددار بی بی تھیں کہ افلاس کی تکلیف اٹھالی مگر وضع میں فرق نہ آنے دیا۔

نوکروں سے برتاؤ

نوکروں کی لوٹ مار اور بدتمیزیوں کی شکایت عام ہے جس کے ہاں نوکر ہونگے وہ ضرور ان کی شکایت کرتا دکھائی دیگا اسی طرح نوکر بھی عموماً آقا کے برتاؤ کے شاکی نظر آتے ہیں۔ اور جہاں موقع ملتا ہے وہاں مالک کی سختیوں کا رونا روئے بغیر نہیں رہتے، اور بعض جگہ حقیقت میں ان کے ساتھ بہت ہی عجیب برتاؤ ہوتا ہے خاص کر لڑکوں کے ساتھ انہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید انسان ہی نہیں سمجھا جاتا ہے، الو، گدھا، پاجی کے بغیر کوئی ان سے بات نہیں کرتا۔ بلکہ بعض جگہ تو اس سے بھی زیادہ برے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ہم اس کے علاوہ ان کے اوپر ہر ایک کو یکساں مالکانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ اس کے کہتے ہوئے کام کو چھڑوا کر فوراً اپنا کام کرنے کا حکم دیدیں اور اگر وہ ذرا بھی عذر کرے یا دیر لگائے تو جو کچھ چاہیں اسے سنائیں بلکہ ماریں پیٹیں بھی، اکثر وہ بیچارے تفریح کے لئے مار کھاتے اور برا بھلا سنتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان غریبوں کو اس کا احساس بھی جاتا رہتا ہے اور وہ خود اپنی گتیں بننے سے خوش ہونے لگتے ہیں وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ مالک کو ہنسا دیں۔ اگر وہ برا کہکر یا مار کر خوش ہو تو یہی سہی، ایسے گھروں کے بچے بچے میں یہی عادتیں پڑجاتی ہیں اور نوکروں کو جانوروں سے بھی بدتر درجے کا سمجھ لیا جاتا ہے ایسی حالت میں اگر کوئی انہیں منع کرے اور ان حرکتوں سے روکنا چاہے تو سب کو ناگوار ہوتا ہے کہ ہمارے نوکر کو حمایت لیکر ناس کیا جاتا ہے۔ یہ خیال کوئی نہیں کرتا کہ یہ بھی انسان ہے اور دل رکھتا ہے کیا معلوم کسی وقت ہماری زیادتی پر اس کے دل سے کیسی آہ نکلے،

ایسے لڑکوں میں بعض اچھے خاصے خاندان کے ہوتے ہیں لیکن زمانہ کی گردش انہیں اس پر مجبور کردیتی ہے کہ دوسروں کی خدمت کرکے اپنا پیٹ پالیں تقاضائے انسانیت یہ ہے کہ ان سے تھوڑا بہت کام لیا جائے اور باقی وقت میں انہیں پڑھا کر یا کوئی اچھا کام سکھا کر انہیں اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی زندگی آرام و عزت سے بسر کرسکیں۔ مثلاً درزی، مستری، سنار کا کام۔ صابن سازی اچھا کھانا پکانا، مٹھائی بنانی۔ یا بساط خانے کی دکان۔ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ایسے ملازمین کا بڑا حق سمجھتے ہیں۔ اور ان کا قریب قریب اپنی اولاد کے برابر خیال کرتے ہیں۔ میں لکھنؤ میں ایک بہن سے ملی تھی ان کے ہاں کی ماماؤں کے لڑکے جو خود بھی ان کے پاس نوکر تھے ان کے لڑکوں کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور جو ماسٹر گھر پر لڑکوں کو پڑھانے کے لئے آتے تھے ان سے بھی ان کو مدد دلوائی جاتی

تھی۔ ایک تو ساتواں آٹھواں درجہ پاس کرکے تیس روپے ماہوار کا نوکر ہو گیا تھا۔ دو اور پڑھ رہے تھے اسی طرح کئی لڑکے ان کے ہاں سے پڑھکر نکلے تھے اور اپنی حالت میں خوش تھے، مائیں ان کی اس نیکی پر لاکھوں دعائیں دیتی تھیں، اور ان کا اپنا دل بھی انہیں اچھی حالت میں دیکھکر باغ باغ ہوتا تھا اور میں تو یہ کہوں گی کہ یہ اس علمی خیرات کی برکت تھی کہ ان کے اپنے کنبے میں بارہ تیرہ بیرسٹر تھے۔

یہ تو ہوا لڑکوں کا حال، اب ماماؤں کو دیکھئے کہ اگر وہ تیز ہوشیار اور زبان دراز ہیں تب تو بیوی نبی ہوئی ہیں، کسی بات میں دخل نہیں دیتیں، وہ جو چاہیں کریں جو چاہیں نہ کریں۔ اور اگر کوئی غریب سیدھی سادی بے زبان سی پلے پڑی تو پھر اسے دل بھر کر پیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ذرا سا بھی وقت آرام کرنے یا اپنے ضروری کام کرنے کو نہیں ملتا۔ کپڑے میلے ہو رہے ہیں برا حال ہے مگر اسے اتنی چھٹی نہیں ہے کہ اپنے کپڑوں کی مرمت کرے اور نہائے۔ حد ہو گئی کہ ردنی بچہ کاتی ہے اور بچے کو بھی گود میں ڈالے ہوئے ہے۔ انہیں یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ اس کا اثر بچے پر بھی تو پڑا پڑتا ہے۔ گرمی اور دھوئیں میں ماما کے میلے کپڑوں میں پڑا ہوا ہے۔ اس کے پسینے کی بو اس میں بھی ہو گئی ہے۔ اور اگر پانچ چھ مہینے کا ہو گیا ہے تو کبھی روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں چوستا ہوتا ہے اور کبھی ادھر ادھر ہاتھ مار کر اپنا ہاتھ جلا لیتا ہے۔ گویا اپنے آرام کے لئے ماما اور بچے دونوں کو مصیبت میں ڈال دئے جاتے ہیں، یہ طریقہ ہر طرح نا مناسب ہے، ماما کو صرف اپنا ہاتھ بٹانے والی سمجھنا اور اس کی تکلیف اور ضروریات کا بھی خیال کرنا چاہئے،

بعض لوگ نوکروں کے سامنے اپنی عام بے اعتباری کا اظہار کرتے رہتے ہیں، کوئی چیز جاتی رہی تو کہدیا فلاں نے لی ہوگی۔ یا کوئی چیز بازار سے مہنگی آئی تو بجائے اسکے کہ اسے اپنے طور پر کسی اور سے دریافت کرائیں اور حقیقت معلوم کریں۔ فوراً کہدیتے ہیں کہ یہ اتنے کی ہوگی۔ اور باقی پیسے اس نے خود رکھے ہوں گے۔ ایسا کرنا نوکروں کو خود بے ایمانی سکھاتا ہے، اگر کوئی ایماندار اور اپنی عزت کا خیال رکھنے والا آدمی ہوگا تو وہ اپنی صفائی دینے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر اس کا خیال نہ کیا گیا تو نوکری چھوڑ کر چل دیگا ورنہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ مالک نے تو ہمیں بے ایمان سمجھ ہی رکھا ہے تو پھر ہم اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔ آخر وہ کچھ کرتے کراتے تو ہیں ہی نہیں زبان سے اتنا کہہ لیتے ہیں ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ غرض اگر کسی پر شبہ ہو تو اس کو اس طرح ظاہر کرنے میں فائدہ تو کوئی نہیں۔ ہر طرح نقصان ہی نقصان ہے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ اپنی چیزیں احتیاط سے رکھیں، اور بازار کی چیزوں کا بھی بھاؤ وقتاً فوقتاً دوسرے لوگوں سے دریافت کراتے رہیں۔ اور جب کسی نوکر کی صریح بے ایمانی دیکھیں اسوقت اُسے تنبیہ کریں،

عام طور پر جو لوگ کچے چور اور بے ایمان نہیں ان پر اس خیال کا بڑا اثر پڑتا ہے کہ میرا اعتبار کیا جاتا ہے

اور مالک کو مجھ پر اور نوکروں سے زیادہ بھروسہ ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اس اعتبار کو قائم رکھے بلکہ اور بڑھائے۔ مالک کی غیر موجودگی میں کام زیادہ حفاظت اور خیر خواہی سے کرتا ہے۔ ایسا ملازم ہمیشہ صرف داد کا امیدوار رہتا ہے، ایسی حالت میں مالک کی طرف سے تھوڑا بہت خوشنودی کا اظہار ضرور ہونا چاہئے، کہ اس کا حوصلہ بڑھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تقلید کا شوق پیدا ہو۔ اس کی مثال میں مجھے اس وقت یاد آیا کہ میرے ماموں کے ہاں ایک باورچی آیا جو کھانا اچھا پکاتا تھا۔ اس نے تنخواہ پندرہ روپے مانگی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تنخواہ تو زیادہ ہے۔ ہم بارہ روپے دیں گے۔ ہاں اگر تم کام اچھا کروگے تو انعام اکرام میں کچھ زیادہ مل جایا کرے گا۔ غرض وہ راضی ہوگیا اور ہمیشہ اس خیال سے کام ایمانداری کے ساتھ اور اچھا کرتا تھا کہ انعام کا مستحق ہوں۔ ہر مہینے ایک آدھ نئی چیز تیار کرکے کھلاتا تھا اور وہ اس پر دو ایک روپے انعام دیتے تھے۔ کبھی دعوتوں کے موقع پر انعام ملتا تھا۔ غرض چودہ روپے ماہوار اسے ہمیشہ پڑ جاتے تھے لیکن اس طریقے سے وہ کام ہمیشہ اچھا کرتا تھا۔ ورنہ اگر چودہ روپے تنخواہ کر دی جاتی تو پھر اسے بے پروائی ہو جاتی اور یہ بات نہ رہتی۔

و۔ا۔ صاحبہ

ضلع شیخوپورہ میں ایک لڑکی کے ارتداد کا احتمال

تربیت گاہ بنات ایک بہت ہی مختصر جماعت کے احساس پر اپنے فرائض انجام دے رہی ہے مگر اس سال ایک طرف تو اس کی آمدنی میں غیر متوقع کمی ہوئی اور دوسری طرف اس کی ضروریات روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ مسلمان میں بھی ہوں اور وقت کا تقاضا تو شاید یہ نہ تھا۔ لیکن خدا معلوم مسلمان عورت کے ارتداد کی خبر مجھ پر بجلی کی طرح کیوں گرتی ہے مجھے پچھلے ہفتہ میں معلوم ہوا ہے کہ ضلع شیخوپورہ (پنجاب) کی ایک مسلمان لڑکی جس کی عمر انیس بیس سال کی ہے ایک عیسائی عورت کی صحبت میں اسلام چھوڑ رہی ہے۔ میں نے وہاں کے دو معزز حضرات کو لکھا ہے اور خود اس لڑکی سے بھی خط و کتابت کر رہا ہوں وہ عصمت یا بنات کی خریدار نہیں ہے۔ مگر اس نے لکھا ہے کہ عصمت میرے پڑوس میں آتا ہے مجھے اس نے جو حالات بتائے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو تربیت گاہ اس کی ہر جائز خدمت کو حاضر ہے۔ مجھے امید ہے کہ ضلع شیخوپورہ کی وہ عصمتی لڑکیاں جن کو اسکے ارتداد کا علم ہے مجھے مفصل حالات سے مطلع فرمائیں گی۔ اور اس کو یقین دلائیں گی کہ اس کی تحریر کا یقین ہو جانے کے بعد جس کے متعلق میں پوری کوشش کر رہا ہوں اس کی مدد کو ہر وقت حاضر ہوں،

راشد الخیری

چاند بی بی

چاند بی بی، نازشِ دوراں تھی تو
افتخارِ عالمِ نسواں تھی تو

نام تیرا زندۂ جاوید ہے
خنجر تا بندۂ جاوید ہے

مطلعِ حسنِ عمل پر ضو فشاں
کوکبِ ہمت فزائے رہرواں

گرچہ تو ظاہر میں شمعِ خانہ تھی
تجھکو حاصل جرأتِ پروانہ تھی

نکہت آساگو رہی پردہ نشین
تیری خوشبو سے بسی ساری زمیں

آبروئے ملک و ملت پر فدا
قدردانِ ننگ و ناموس و وفا

تیری ہمت کا جو چمکا آفتاب
جلوہ پاشی سے کیا کارِ نقاب

پیکرِ رنگین استقلال و عزم
دم سے تیرے تھی بہارِ بزم و رزم

بزم میں تو بلبلِ رنگیں نوا
سرخرو تھا رزم میں خنجر ترا

امن میں تھی ابرِ گوہر بار تو
شعلۂ آتش دمِ پیکار تو

یورشِ اعدا کی سیلِ بے پناہ
جب بھی آئی ملک کو کرنے تباہ

تو نے منہ مٹی سے اس کا بھر دیا
دشمنوں کا جوش ٹھنڈا کر دیا

بارہا چڑھ چڑھ کے گو آیا مراد
پھر گیا احمد نگر سے نامراد!

آہ! جوش انگیز تقریریں تری
مصلحت آمیز تحریریں تری

خوبیٔ تدبیر تیری، واہ وا!
روکنا مشکل ہے پر تقدیر کا

خاک و خوں میں تجھکو تڑپائے فلک
اس قدر بے رحم ہو جائے فلک!

گرچہ تیرا جسم فانی مٹ گیا
مٹ نہیں سکتا ترا نقشِ بقا

چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی
ہے نظر کے سامنے تو آج بھی

تیرے جلووں سے فضا معمور ہے
تیرے نغموں سے ہوا معمور ہے

ساتھ عادل شاہ کے بہرِ شکار
راہوارِ برق رو پہ ہے سوار

سیمتن ہو کر بعزمِ آہنی
دشت میں ہے مائلِ صید افگنی

پھر کہیں ہے محوِ گلگشتِ چمن
کرتی ہے نظارۂ سرو و سمن

کنجِ خلوت میں کہیں گاتی ہوتی
نغمۂ بلبل کو شرماتی ہوئی

عکسِ عارض سے دمکتا ہے چمن
بوئے گیسو سے مہکتا ہے چمن

آہ! پھر وقفِ ملال ہو گی
غم زدہ، بیکس، بحال ہو گی

کشتۂ تیغِ الم افسردہ دل
پیکرِ حرمان و حسرت مُردہ دل

لب پہ ہر دم آشکارا و نہاں
یادِ ایامِ مسرت میں فغاں!

وہ ترا ہونا پئے ملکِ دکن
پھر رہین جذبۂ حُبِّ وطن

پھر طبیعت سے ہے بلا کوششِ عمل
غازۂ رخسار ہے جوشِ عمل

پھر ترے چہرے سے پیدا ہے جلال
عود کر آئی ہے پھر شانِ جمال

حرّیت کا ہاتھ میں پرچم لئے
اور پہلو میں وطن کا غم لئے

سامنے ہے نوجوان عبّاس خاں
گلشنِ امید کا سروِ رواں

اس سے کہتی ہے کہ اے لختِ جگر
ابتری آمادہ ہے احمد نگر

کیا تباہی سے بچا دوگے اُسے!
خاکِ ذلت سے اٹھاؤ گے اُسے؟

رکھ کے وہ شمشیر کے قبضے پہ ہاتھ
سر جھکاتا ہے خلوصِ دل کے ساتھ

قلعۂ احمد نگر کے مورچے
سورماؤں سے یکایک بھر گئے

مستعد ہیں لڑنے والے صف بصف — چاندنی بھی چھا رہی ہے ہر طرف
جب وہ اک تقریر کر جاتی ہے وہ — برق سی سینوں میں بھر جاتی ہے وہ
گولہ باری ہو رہی ہے قلعہ پر — آتش باراں میں ہے وہ بے خطر
اک طرف سے گر گئی ہے کچھ فصیل — ہو رہی ہے اسکے پٹنے کی سبیل
حملہ آور بلہ کرکے آئے ہیں — ساتھ طوفان ہلاکت لائے ہیں
لیکن اے جان شجاعت! مرحبا — اُن کی موت آئی وہاں تو آئی کیا
اس مقام پُرخطر پر ڈٹ گئی — فوج اعدا جتنی آئی کٹ گئی
پے بہ پے حملے ہوئے لیکن فضول — جاں لڑاتے ہی رہے لیکن فضول
ہو کے عاجز گر گئے پیکار سے — ہٹ گئے وہ رخنۂ دیوار سے
ہو کے پسپا امیدیں توڑ کر — چل دئے کشتوں کے پشتے چھوڑ کر

ٹل گئی احمد نگر سے یہ بلا،
ایک عورت نے لیا اسکو بچا!

تلوک چند محروم

جمائی اور اُسکے فوائد وآداب

جمائی لینا اس حرکت طبیعی کا نام ہے جو پھیپھڑوں کے بخارات دفع کرنے کے کھینچاؤ کے ساتھ منہ کھل جاتا ہے۔ اردو میں اس حرکت کا نام جمائی لینا ہے۔ فارسی میں اسے فاژہ اور دہن درہ کہتے ہیں اور عربی میں تثاؤب اور انگریزی میں یونینگ (yawning)

جمائی لینا قدرت کی طرف سے ایک طبعی فعل ہے اور اس کے متعلق اہل اسلام کے نزدیک یہ حکم ہے کہ جمائی لیتے وقت منہ پر ہاتھ یا رومال رکھ لینا چاہیئے۔ عیسائی سوسائٹی میں بھی جمائی بے اختیاری حالت میں لینا معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن یہ سب ہوتے ہوئے بھی طبی اصول کے لحاظ سے یہ فعل صحت کے حق میں نہایت مفید مانا گیا ہے اور وہ ان فوائد کے اعتبار سے کہ جمائی لینے میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب معمولی سانس لینے سے پھیپھڑوں میں ہوا کم داخل ہوتی ہے یا کم باہر نکلتی ہے تو جمائی لینے سے یہ تمام کمی پوری ہو جاتی ہے اور پھیپھڑوں کی حالت صحیح و درست ہو جاتی ہے۔ طبی نقطہ نظر سے اس قدرتی فعل میں یہ راز بتایا جاتا ہے کہ سانس لیتے وقت کچھ ہوا پھیپھڑوں میں اندر باقی رہجاتی ہے اس میں تھوڑی دیر تک وہاں قیام کرنے سے زہریلا اثر پیدا ہو جاتا ہے اگر وہ پھیپھڑوں سے جلد باہر نہ نکلے تو اس سے خون کے خراب ہونیکا اندیشہ ہے۔ چنانچہ جمائی اس خرابی کو دور کر دیتی ہے کہ پھیپھڑوں میں ایک قسم کا کھینچاؤ پیدا ہو کر تمام خراب ہوا جو سانس کے ساتھ اچھی طرح نہ نکلی ہو نکلجاتی ہے اور اس کی جگہ پر صاف و خالص ہوا پھیپھڑوں کے سوراخوں میں داخل ہو کر تازگی اور صحت بخشتی ہے۔ اسکے علاوہ جمائی لینا سماعت کے لئے بھی بہت مفید ہے کہ جب جمائی زور سے آتی ہے تو سر میں ایک قسم کا کھٹکا سا محسوس ہوتا ہے۔ یہ حقیقت میں ان رگوں و پٹھوں کے کھنچنے کی آواز ہے جو کان اور حلق کی پشت پر واقع ہیں اگر ان رگوں و پٹھوں میں جہاں خون کی نالیاں موجود ہیں کچھ نقص و خرابی پیدا ہوئی ہو تو جمائی لینے سے وہ بالکل دفع ہو جاتی ہے اگر یہ نالیاں و رگیں صاف نہوں تو ہمیشہ نزلہ و زکام کی شکایت میں انسان مبتلا پایا جائیگا جس سے رفتہ رفتہ خدا نہ کرے ثقل سماعت کا عارضہ بھی لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ غرض اس طبی نکتہ نظر سے اس طبعی فعل میں کئی خوبیاں و راز مضمر ہیں جس کا ہونا انسان کے لئے لازمی و ضروری امر ہے لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ انسان کو خدا نے عقل بھی عطا فرمائی ہے کہ ہر ایک بات پر قابو حاصل کرے اور بے اختیاری کی حالت تک نہ پہنچنے دے۔ لیکن آج کل اس شائستگی کے زمانہ میں بھی یہ طبعی فعل عام تو عام خاص لوگوں میں بھی کچھ ایسے بے اختیاری طریقہ سے سرزد

ہونے لگتا ہے جس سے ایک قسم کا تنفر سا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی سبب سے میں اس مضمون کے لکھنے پر مجبور ہوں۔ چونکہ یہ حرکت یعنی جمائی لینا انسان سے اپنے دوسرے ہم جنسوں کے سامنے بھی صادر ہو جایا کرتا ہے اس لئے جمائی لینے کا طریقہ اور آداب معلوم کر لینا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک حسن معاشرت و شائستگی کا جز ہے کہ جس طرح دوسرے اختیاری امور میں سلیقہ مندی برتی جاتی ہے۔ اسی طرح اس قسم کے طبعی اور غیر اختیاری افعال کے بھی عمدہ طریقہ پر سرزد ہونے کی کوشش کی جائے۔ بخلاف اس کے ان طبعی افعال کو بے اختیاری سے صادر ہونے دیا جائے تو صرف یہی نہیں کہ لوگوں میں بد تہذیب نظر آئیں بلکہ بعض وقت بہت پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ جمائی کے متعلق دو ایک واقعات نہایت پریشان کن میرے سامنے گزرے ہیں۔ جو عصمتی بہنوں کی آگاہی کے لئے بیان قلمبند کر دینا بھی مناسب سمجھتی ہوں۔

پہلا واقعہ ـــــ میری جٹھانی کی اماں اپنے گاؤں سرو۔ دھن سے جو ریاست جنجرہ میں ہے مہمان آئی ہوئی تھیں۔ بیچاری ضعیفہ تھیں۔ جمائی لینے کی حالت میں جو جبڑہ کھلا تو جبڑے کے جوڑ اکھڑ گئے اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اب نہ منہ بند ہو سکتا ہے نہ منہ سے کوئی لفظ نکل سکتا ہے۔ عا عا عا کے سوا کوئی لفظ ہی ادا نہ ہوتا تھا، گھر کے لوگ جمع ہو گئے مگر کسی کے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا ہوا۔ کیوں ہوا۔ اور اب کیا کیا جائے۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا جس نے دیکھتے ہی کہا کہ جمائی بے اختیاری کی حالت میں لینے سے جبڑے کے جوڑ اکھڑ گئے ہیں کچھ دیر تک ڈاکٹر نے بہتیری کوشش کی مگر ناکام رہا آخر اس نے اپنی مدد کے لئے ایک دوسرے ڈاکٹر کو بلوایا۔ اور دونوں نے ملکر بڑی کوشش سے جوڑ بٹھا دیا اور خدا خدا کر کے کہیں چار چھ گھنٹے کے بعد بیچاری اس بے احتیاطی کی آئی ہوئی مصیبت سے نجات حاصل کر سکیں

دوسرا واقعہ ـــــ میرے چھوٹے دیور میاں سعید اللہ کے ساتھ پیش آیا۔ کچھ سال گذرے کہ وہ کسی ضروری کام کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے مقام پر بھیجے گئے تھے جو یہاں سے کوئی ستر میل کے فاصلہ پر پہاڑ نامی ایک قصبہ ہے۔ رات کے دس بجے کے وقت گھر کے لوگ میاں سعید اللہ کو توکلت علی اللہ کہکر دوسرے روز شام کی واپسی تک بے فکر ہو کر سو گئے تھے کہ دو ہی گھنٹہ بعد عین رات کے بارہ بجے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز کان میں آئی اور لوگ بیدار ہو گئے۔ دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ یکایک یہی صاحب جو ابھی دو گھنٹہ پیشتر روانہ ہوئے تھے منہ پر مفلر لپیٹے ہوئے عجب بے بسی اور عبرت انگیز حالت میں سامنے کھڑے نظر آئے۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا حادثہ پیش آیا۔ کیا کہیں ڈاکہ تو نہیں پڑا کیونکہ اس زمانہ میں کبھی کبھی ایسے حادثات اس راستہ کی طرف ہونے کی خبریں عام تھیں۔ یا کہیں گاڑی تو نہیں الٹ گئی وغیرہ لیکن فوراً ہی ملازم نے

جو ان کے ہمراہ تھا سنایا کہ باتیں کرتے ہوئے سگریٹ کا شغل جاری تھا کہ جمائی لی اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، اس لئے واپس آگئے۔ اب ان کی اس ہیبت اور ناقابل برداشت تکلیف کے مشاہدے سے جو اسوقت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی سارے گھر بھر میں پریشانی پھیلادی اور ساتھ ہی دو قسم کی فکر میں ڈال دیا کہ جس ضروری کام کے لئے انہیں بھیجا گیا تھا اس کی تکمیل کے لئے اب سر نو کسی اور کو بھیجنا چاہیئے، دوسرے انہیں اس مصیبت سے خلاصی دلانے کی۔ غرض کوئی تجویز جلد کرنی چاہیے، پس اسی وقت پہلے میرے منجھلے دیور میاں قاضی غلام احمد کو اس ضروری کام کی انجام دہی کے لئے بھیجنے کا انتظام کیا گیا اور پھر انہیں فوراً شفاخانے لے گئے۔ مگر سوء اتفاق سے اسوقت وہاں کا ڈاکٹر اس کام میں ناواقف ثابت ہوا جس نے جوڑ بٹھانے کی کوشش بالکل الٹی کی جس سے جوڑ بیٹھا تو در کنار سخت درد کی تکلیف میں مبتلا و بے چین ہو گئے اسی پریشانی کی حالت میں تمام رات گزری اور فکر زیادہ ہونے لگا کہ اگر یہی حالت رہی تو کھانے پینے بولنے چالنے سونے وغیرہ کی ضروریات کیونکر پوری ہو سکے گی۔ آخر تجویز یہ قرار پائی کہ بمبئی لیجا کر کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے رجوع کئے بغیر نجات نہیں۔ چنانچہ علی الصبح سویرے ہی موٹر سے انہیں بمبئی لے گئے بمبئی کی مسافت یہاں سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں سے تھانہ جو مضافات بمبئی میں ایک ضلع ہے اور جہاں میرے دیور قاضی سعد اللہ جو ہائی کورٹ کے وکیل ہیں۔ وہاں پہنچانا پڑا، الحمدللہ کہ وہاں پہنچتے ہی ایک تجربہ کار ڈاکٹر نے فوراً ایک منٹ میں جبڑے کے جوڑ بٹھا دیئے اور بعد میں کہا کہ ایسے جوڑ اگر فوراً نہ بٹھا دیئے جائیں تو پھر نہایت مشکل امر ہو جاتا ہے۔ بہتر ہوا کہ آپ نے جلدی دوڑ دھوپ کر لی ورنہ تو ایک دو گھنٹہ بعد مجھ سے بھی یہ کام نہ ہو سکتا۔ غرض لاپروائی و بے اختیاری سے بلا تکلف منہ کھول کر جمائی لینے کی عادت نے جمائی لینے والے کو اس ہیبت ناک تکلیف و پریشانی میں مبتلا کرنے کے علاوہ سارے گھر بھر میں بدحواسی پھیلادی اور اس قدر زحمت و تنگ و دو کے بعد خدا نے خیریت رکھی اور حسن معاشرت سے گریز کرنے والوں کا وحشت زدہ نمونہ بنا کر پھر حالت سلجھا دی۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

خیر ان حوادثات کے لکھنے سے میری غرض صرف اتنی ہے کہ وہ طبعی فعل جس سے انسان کو غیر اختیاری طور پر ہر وقت دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اختیار و قابو میں رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ بعض اوقات اس قسم کے خطرناک و پریشان کن حادثات کا مقابلہ دفعتاً کرنا پڑتا ہے اور نیز یہ بھی کہ جبڑے کو جمائی لینے کے وقت بلا تکلف شدت سے کھول دینے میں جو چہرہ کا ہیولا ہوتا ہے اور بعض تو جمائی لیتے وقت اپنی شکل و صورت کی بدنمائی دکھاتے ہوں ایک قسم کی "آہا ہا" یا "اُہ ہو ہو" کی عجیب وحشیانہ آوازسے بھی لوگوں کے کانوں میں خراش پیدا کر دیتے ہیں جس سے انتہائی درجہ کی بد تہذیبی عیاں ہونے کے ساتھ ایک قسم کی نفرت بھی لوگوں کے

دل میں پیدا ہوتی ہے،

کہتے ہیں کہ ایک حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جب تم میں سے کوئی "ہا" کہتا ہے یعنی جمائی لیتا ہے شیطان ہنستا ہے، مسلم نے ابی سعید خدری رضہ سے ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے۔ إِذَا تَثَاوَبَ
لَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فَمِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ ترجمہ جس وقت تم میں سے کوئی جمائی لے تو چاہیئے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے اسکے منہ میں اگر کھلا رکھے"

ان احادیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمائی سے جو شیطان کا واسطہ بتایا گیا اس کی وجہ یہ جمائی علامت ہے غفلت، کاہلی سستی اور غنودگی کی، کیونکہ اس سے حواس مدرکہ کند ہو جاتے ہیں اور بیعت میں کام کرنے کا وہ نشاط باقی نہیں رہتا۔ جو طاعت و عبادت کا موجب ہوا کرتا ہے۔ پس شیطان اس سے خوش ہو جاتا ہے اور ہنستا ہے اور منہ میں داخل ہوتا ہے یعنی جب دماغ سوچ و فکر کے لائق نہ رہا تو ناو سواس پیدا کرنے کی طبیعت میں اہلیت آجاتی ہے،

خلاصہ یہ کہ جمائی لینا گو فعل طبعی ہے لیکن حسن معاشرت کے اصول سے تجاوز کرنے والوں میں اپنی ہیئت و نوعیت کے اعتبار سے دوسروں کی نظروں میں نہایت بدنما۔ نفرت انگیز اور مکروہ فعل معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض وقت تو اپنے لئے بھی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اسلامی ہدایات کے مطابق حسن معاشرت کے اصول پر ہی کاربند رہنا مفید ہے، جو کئی خوبیوں و بہتریوں کے فلسفہ کو لئے ہونے ہر نی حتی الامکان جمائی کے وقت منہ کے کھنچاؤ پر قابو رکھنے کی کوشش کرے اور منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرے رومال، اور "ہا" "ہو" کی آواز بھی نکلنے نہ پائے۔ بلکہ اختتام جمائی پر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، ہے، تاکہ یہ فطرتی فعل حسن خوبی سے انجام پائے اور اپنے چہرے کی بگاڑ اور بدتہذیبی لوگوں پر عیاں ہو۔ جو معیوب و مکروہ بھی جاتی ہے،

سردار محمدی بنت مرحوم نواب آف وائی ازلونی

بڑا حج

(ایک سبق آموز دلچسپ افسانہ)

ترکستان کے کسی گاؤں میں دو بوڑھے آدمی رہتے تھے ان میں سے ایک متمول تھا جس کا نام سلیم تھا دوسرا نسبتاً غریب تھا مگر وہ کسی کا محتاج نہ تھا۔ خدا نے اسے ذاتی ضروریات کے لئے بہت کچھ دے رکھا تھا۔ اس کا نام عثمان تھا۔ سلیم سنجیدہ مزاج اور اپنی دھن کا پکا تھا۔ اسے منشیات سے نفرت تھی۔ کسی شخص نے اسے بدزبانی کرتے نہیں سنا وہ اپنے گاؤں کی پنچایت کا صدر تھا اور نہایت دیانتداری سے اپنے فرائض ادا کرتا تھا۔ اس کا بڑا کنبہ تھا اس کے دونوں لڑکے شادی شدہ تھے جو اسکے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اسکی شرافت مسلم تھی لیکن وہ دنیادی کاموں میں اتنا منہمک رہتا تھا کہ عبادت بھی کرتے وقت بھی اس کا دھیان اسی طرف لگا رہتا۔ عثمان جوانی کے ایام میں بڑھئی کا کام کرتا تھا مگر جب سے وہ بوڑھا ہو گیا تھا اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی مگر شوقیہ اس نے شہد کی مکھیاں پال رکھی تھیں جن کا شہد بیچا کرتا تھا اس کا ایک لڑکا روزگار کی تلاش میں باہر گیا ہوا تھا اور دوسرا لڑکا گھر پر رہتا تھا جو اپنے باپ کا سہارا تھا۔ عثمان بہت ہنس مکھ تھا وفاداری کا مادہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، کبھی کبھی وہ تمبا کو پیا کرتا تھا۔ البتہ نسوار کا بہت عادی تھا وہ اپنے ہمسایوں میں ہر دلعزیز تھا کیونکہ وہ امن پسند تھا،

ان دونوں بڈھوں نے مدت سے ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ اکٹھے حج کے لئے کبھی نہ کبھی ضرور جائیں گے،
لیکن سلیم اپنے کاموں میں ہر وقت پھنسا رہتا تھا کوئی نہ کوئی کام اُسے آئے دن ہو جاتا۔ ایک دن عثمان نے پوچھا "بھئی کوئی وقت مقرر کر دو تاکہ ہم حج کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ ہر سال اپنے ارادے ملتوی کرنا ٹھیک نہیں"

سلیم نے جواب دیا "تم جانتے ہو کہ میں نیا مکان بنوا رہا ہوں اسلئے میرے پاس کافی روپیہ نہیں ہے انشاء اللہ اگلے سال ضرور" عثمان نے کہا "بھئی اسی سال چلے چلو، تمہارا لڑکا مکان کی نگرانی کرتا رہے گا روپیہ تو اب بھی تمہارے پاس کافی ہے۔ سلیم نے جواب دیا "نہیں میرا لڑکا شراب کا عادی ہے اسلئے مجھے ڈر ہے کہ وہ سب روپیہ اس میں اڑا دیگا" مختصر یہ کہ عثمان نے سلیم سے بہت کہنے سننے پر اسکو اسی سال حج میں چلنے کے لئے تیار کر لیا۔ آٹھ دس دن کے بعد یہ دونوں حج کو چلے سلیم نے چلتے وقت اپنے لڑکے کو بہت نصیحت کی، لیکن عثمان نے صرف گھر والوں سے یہی کہا جس طرح تم چاہو کرو، ایک دن وہ دونوں صبح کو چل دئے، راستے میں عثمان تمبا کو نوشی کرتا جاتا تھا سلیم نے منع کیا لیکن عثمان نے یہی جواب دیا کہ بھائی یہ عادت میرے اختیار سے باہر ہے"

گاؤں سے باہر نکلتے ہی عثمان خانگی معاملات کو بالکل بھول گیا لیکن سلیم کو ہر وقت اپنے مکان اور لڑکے

لی پاغلاف کی طرح تھی۔ ایک دفعہ تو سلیم نے ارادہ بھی کر لیا تھا کہ وہیں سے لوٹ جائے لیکن یہ خیال کرکے کہ گاؤں
والوں کو کیا منہ دکھاؤں گا ارادہ ملتوی کیا۔ غرض یہ دونوں اسی طرح دو ہفتے تک سفر کرتے رہے آخر کار وہ ایسے علاقہ
میں پہنچے جہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا معمولی زمیندار بھی بھوکوں مر رہے تھے ایک دن دوپہر کو ایک درخت کے
نیچے آرام کر رہے تھے کہ عثمان کو پیاس لگی چنانچہ وہ سلیم سے یہ کہہ کر کہ وہ ابھی گاؤں سے پانی لاتا ہے چلا گیا۔ سلیم
نے عثمان کا بہت انتظار کیا لیکن عثمان نہ آیا اور سلیم کو انتظار میں گھنٹوں گذر گئے۔ آخر کار سلیم یہ سوچ کر کہ عثمان اگلی
منزل پر مل جائے گا چل دیا۔ اب ادھر عثمان کا حال سنئے اس نے ایک نزدیک کے مکان پر جا کر دستک
دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو ڈیوڑھی میں ایک آدمی
پڑا ہوا تھا عثمان نے اس سے پانی مانگا لیکن اس نے کچھ جواب نہ دیا عثمان یہ خیال کرکے کہ وہ شخص یا تو بیمار ہے
یا وہ اس کو فقیر سمجھ کر پانی دینا نہیں چاہتا لوٹنے ہی والا تھا کہ اسکو کسی بچے کے رونے کی آواز نے عثمان کو یقین
ہو گیا کہ اس گھر پر کچھ بلا نازل ہوئی ہے چلو اندر چل کر دیکھیں جب وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت زمین
پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھ چھوڑا تھا اور چھوٹا بچہ اس کا دامن کھینچ رہا تھا۔ گویا کچھ اس سے مانگ رہا
ہے۔ دوسری طرف ایک اور عورت زمین پر پڑی تھی جس کے منہ سے بدبو آ رہی تھی اور وہ درد سے کراہ رہی تھی
آخر کار بوڑھی عورت نے منہ اٹھا کر کہا "ہمارے پاس کچھ نہیں ہے تم کیا مانگتے ہو"
اجنبی نے کہا "مجھے پیاس لگی ہے۔ پانی تھوڑا سا پانی دو یا کوئی گلاس" عورت نے جواب دیا "نہ تو ہمارے
پاس پانی ہے اور نہ کوئی برتن، مہربانی کرکے کسی اور گھر جاؤ"
عثمان نے دریافت کیا "تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس عورت کی خبرگیری کر سکے (دوسری عورت کی
طرف اشارہ کرکے) عورت نے جواب دیا "کوئی نہیں میرا لڑکا باہر ڈیوڑھی پر جاں کنی کی حالت میں مبتلا ہے۔ اور
اور ہم یہاں بھوک سے مر رہے ہیں۔ اس اثنا میں چھوٹا لڑکا جو اجنبی کو دیکھ کر چپ ہو گیا تھا پھر چیخ اٹھا "دادی اماں
مجھے روٹی دو، اداس ہوں"۔ بوڑھی عورت اس بچے کو تسلی دے رہی تھی کہ اتنے میں گھر کا مالک جو ڈیوڑھی
پر تڑپ رہا تھا اندر آ کر فرش پر گرا۔ اس کی زبانی عثمان کو معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے ہیں؛
باپ سے اپنے لڑکے کی یہ حالت زار دیکھی نہ گئی وہ اسے دیکھ کر مایوسی سے رونے لگا۔ یہ تمام قصہ سن کر عثمان آبدیدہ
ہو گیا۔ اس نے اپنا بقچہ کندھے سے اتارا اور اس میں سے روٹی نکال کر آدمی کو دینے لگا لیکن اس نے کہا کہ
پہلے میرے بچوں کو دو۔ چنانچہ اس نے ان بچوں کو ٹکڑا دیا لیکن چونکہ ان کے حلق بالکل خشک تھے اسلئے لقمہ ان کے
حلق میں اٹک رہا تھا پس عثمان بوڑھی عورت کے کہنے سے کنوئیں سے پانی لایا اور ان کے حلق تر کئے۔ بچے کھا
پی کر سو گئے۔ جب مالک مکان نے کچھ کھایا اور باتیں کرنے کے قابل ہو گیا تو اس نے یوں کہنا شروع کیا،

"پہلے ہم اس گاؤں کے رئیس تھے۔ لیکن پانی نہ برسنے کی وجہ سے جب قحط پڑا تو ہم نے ایک جاڑا تو گزار دیا۔ پھر پڑوسیوں سے قرض مانگنا شروع کیا اور پھر ہوتے ہوتے ہم نے اپنا کھیت تک رہن کر دیا۔ یہاں تک کہ ہماری حالت دن بدن سخت نازک ہوتی گئی اور اگر ہمیں ایک دن کھانا ملتا تو تین دن فاقے میں مست رہتے، اس طرح ہم اتنے کمزور اور نحیف ہوگئے، یہاں تک کہ ہم میں اٹھنے کی طاقت بھی نہ رہی اور اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے کہ خدا نے تمکو یہاں بھیجا۔"

عثمان نے انکی یہ دردانگیز داستان سنکر ارادہ کرلیا کہ ایک رات ان کے یہاں قیام کرے تاکہ انکی حتی المقدور مدد کر سکے۔ صبح کو انکے گھر ان کے لئے اس نے ناشتہ تیار کیا۔ بازار سے اشیاء خورد و نوش لایا بیوی اور بال بچوں نے کھایا اور ان کے جان میں جان آئی۔ بیوی بھی اٹھ بیٹھی اور کام کاج کرنے لگی۔ مالک مکان ساہوکار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اس دفعہ وہ اپنی زمین میں کاشت کرنے دے دوسری فصل پر زر رہن ادا کر دیگا لیکن ساہوکار نے یہ جواب دیا کہ جب تک روپیہ نہ دو گے تمہیں زمین پر قبضہ نہیں مل سکتا، مالک مکان نے یہ آکر عثمان سے کہا۔ پہلے تو عثمان نے یہ سوچا کہ میں ان کے ساتھ بہت سلوک کر چکا ہوں اب مجھکو اپنے سفر کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے رات بھر وہ اسی پر غور و خوض کرتا رہا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ گو میں نے ان کے ساتھ دو دن تک سلوک کیا ان کی ہر طرح کی مدد کی لیکن میرے چلے جانے کے بعد پھر ان پر پہلی سی حالت ہو جائے گی اس لئے ان کا کھیت واپس دلا دینا چاہئے، پس وہ صبح اٹھتے ہی ساہوکار کے پاس گیا اور اس کا تمام قرضہ باق کر کے زمین واپس لے لی اور ایک جوڑی بیلوں کی خرید دی اور چند غلے کی بوریاں اور ایندھن ان کے حوالے کر دیا۔ جب انکو معلوم ہوا کہ کھیت واپس مل گیا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی تمام گاؤں میں اس کا چرچا ہو گیا۔ ایک دن رات کو جب لوگ سو رہے تھے عثمان اٹھ کر چلا گیا۔ ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ اس نے اپنے روپے گنے تو اس کے پاس کل سترہ روپے نکلے، وہ یہ سوچ کر کہ اتنی قلیل رقم میں حج کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا گھر کو لوٹ گیا۔ گھر پہنچا تو لوگ متعجب ہوئے کہ وہ کیسے بغیر حج کئے لوٹ آیا لیکن عثمان یہی کہے گیا کہ خدا کی ایسی ہی مرضی تھی۔

اب ادہر سلیم کا حال سنئے وہ عثمان کا بہت انتظار کرنے کے بعد دوسری منزل کو روانہ ہوا۔ وہاں بھی نہ ملا تو سمجھا کہ وہ مجھ سے بہت آگے نکل گیا ہوگا۔ اور مجھکو خبر نہ ہوئی ہوگی۔ ہر مسافر سے وہ عثمان کی بابت پوچھتا لیکن کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دیتا۔ آخر وہ دمشق پہنچا پھر وہاں اس نے عثمان کا انتظار کیا لیکن بے سود۔ آخر سلیم ایک قافلہ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا حج کے ایام میں وہ عثمان کو بھول گیا۔ ایک دن وہ حجر اسود کے پاس بیٹھے بیٹھے کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جو بعینہ عثمان کی ہمشکل تھا۔ وہ شخص حجر اسود کو بو

پڑا باہر نکل رہا تھا۔ جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ بھی اس کا دوست تھا۔ وہ اسی تاک میں رہا کہ جب وہ باہر نکلیگا ضرور اس سے ملاقات کرونگا لیکن جب وہ انبوہ میں شامل ہو گیا تو پھر وہ اسکو ڈھونڈھ نہ سکا۔ سلیم کو تعجب تھا کہ وہ کیسے وہاں تک پہنچا۔ حالانکہ میں نے راستے میں بہت تلاش کی۔ ایک دن پھر سلیم نے اسکو مسجد نبوی میں دیکھا تو اس کا چہرہ بڑا چمکتا تھا اس نے پہلے اپنے ساتھی کا انتظار دروازے پر کیا۔ تمام لوگ ایک ایک کرکے نکل گئے لیکن وہ نہ نکلا۔ آخر کار سلیم تھک کر گھر لوٹ آیا اسکو ہمیشہ گھر کا فکر رہتا تھا کہیں بیٹے نے تمام مال و جائداد برباد نہ کر دی ہو اسلئے اسکو ایک منٹ بھی چین نہ ملتا تھا۔

سلیم واپسی پر اسی راستے سے آیا۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا جہاں عثمان اس سے جدا ہوا تھا تو وہاں گاؤں کے لوگوں کی حالت دیکھکر سخت حیران ہوا کیونکہ وہ سب بڑے فارغ البال نظر آتے تھے۔ ان کے کھیت لہلہا رہے تھے جب وہ اس گاؤں میں داخل ہوا تو ایک چھوٹی لڑکی نے کہا کہ دادا ہمارے گھر چلو۔ پہلے تو سلیم نے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا پھر آخر کو مجبور ہو کر اسکے گھر گیا جب گھر گیا تو ایک عورت نے خوش آمدید کہا۔ غرض لڑکی نے اس کا بقچہ اٹھایا اور اس کی خاطر تواضع کی سلیم نے اس کے صلے میں ان کے لئے دعا مانگی پھر اس عورت نے کہا ہماری دستِ قطع کا ایک شخص کچھ دن ہوئے ہمارے یہاں آیا تھا جبکہ ہم قحط کی وجہ سے موت کا شکار ہو رہے تھے اس نے جو ہمارے ساتھ مہربانی کی اسکو عمر بھر نہ بھولیں گے اس ہمدردی کا یہ نتیجہ ہے کہ اب ہم فارغ البال نظر آرہے ہیں۔ رات کو سلیم انہیں کے یہاں رہا اور یہ سوچتا رہا کہ حج کے ایام میں اس نے عثمان کو تین مرتبہ دیکھا تھا اس کو یقین ہو گیا کہ خداوند تعالیٰ نے میرے حج کو قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ مگر عثمان کا حج یقیناً قبول ہو گیا۔ دوسری صبح کو وہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔

سلیم پورے ایک سال کے بعد جب اپنے گھر واپس آیا تو اس کا لڑکا موجود نہ تھا کسی نے بتایا کہ شراب خانہ گیا ہوگا۔ جب تھوڑی دیر میں وہ لوٹا تو نشہ میں چور تھا۔ سلیم نے اس سے اپنی جائداد کے بارے میں پوچھا تو اس کو وہی جواب ملا جس کی اسکو فکر رہتی تھی۔ دوسری صبح کو عثمان کی بیوی سلیم سے گلی میں ملی اور حج کے بارے میں تمام باتیں پوچھتی رہی۔ سلیم نے دریافت کیا کہ عثمان گھر ہی پر موجود ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں چنانچہ سلیم اس کے ساتھ عثمان کے گھر روانہ ہوا جب سلیم گھر میں داخل ہوا تو عثمان کو شہد میں مشغول پایا اس کا نورانی چہرہ چمک رہا تھا سلیم نے عثمان سے کہا کہ وہ لوٹتے وقت اسی گاؤں میں ٹھہرا تھا اور پھر پورا حال بتایا عثمان نے اس کی بات کاٹ کر کہا "اللہ کی مرضی یہی تھی۔ آؤ اندر بیٹھیں۔ میں تمہیں شہد کھلاؤں"۔ غرض عثمان اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ سلیم تاڑ گیا کہ وہ اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتا چنانچہ وہ خاموش ہو گیا اس نے یہ بھی نہ بتایا کہ اس نے حج کے ایام میں اسکو دیکھا تھا مگر اب اس کو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت یہی ہے کہ جب تک انسان زندہ رہے وہ دوسروں کے ساتھ نیکی کرے اور ان سے محبت بھی کرے یہی بڑا حج ہے (ماخوذ از ٹالسٹائی)

بنت سید مقبول حسین۔

خوشگوار زندگی

ہندوستان میں جہاں کیفیت مزاج سے آگاہی حاصل کئے بغیر میاں بیوی کے اہم ترین اور نازک رشتہ کی کڑیاں جوڑ دی جاتی ہیں، وہاں تعلقات میں ناہمواری پیدا ہو جانا بہت معمولی بات ہے اور اس طرف ہمارے ہاں بالکل توجہ نہیں کی جاتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں ہستیاں چونکہ نااتفاقی اور بدسلوکی کے نتائج سے آگاہ نہیں ہوتیں، اور کسی بات کے بُرے بھلے کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایک جگہ دوز۔ روح فرسا درد زندگی شروع ہو جاتا ہے، باوجودیکہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر چکا ہے، مگر میاں بیوی کی نااتفاقی کا رونا کسی طرح کم نہیں ہوتا ضرورت ہے ایسے مضمونوں کی جو کہ ہماری لڑکیوں کے لئے آئندہ زندگی میں کارآمد ہوں اور لڑکیاں بیوی اور ماں بننے سے پہلے ان فرائض سے آگاہ ہو جائیں، جو انہیں بیوی اور ماں کی حیثیت میں انجام دینے ہیں تاکہ ان کی زندگی تلخ تجربات کے خطرات سے کچھ نہ کچھ محفوظ ہو سکے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ گھر اصلی معنوں میں وہی گھر کہلا سکتا ہے جہاں میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار ہوں اور امن و سکون کا دور دورہ ہو۔

دراصل بیوی کی خوبصورتی اور بچے پیدا ہونا کوئی خوبی نہیں، بلکہ میٹھی زبان گھرداری کا حسن و خوبی کے ساتھ انتظام اور شوہر کے احکام جائز کی پابندی یہ خوبیاں ہیں کہ جس بیوی میں ہوں وہاں ناخوشگواری کا گمان بھی نہیں ہو سکتا وہ شوہر سے ہروقت اپنی تعریف میں محبت کے ختم نہ ہونیوالے الفاظ اور حد سے زیادہ خاطرداری اور ضرورت سے بڑھکر عنایت و مروت کی متمنی نہ رہے،

گھر کی دیکھ بھال اور اس میں طرح طرح کی دلچسپیاں پیدا کرنا ہر اچھی بیوی کا فرض ہے۔ مگر یہ نہیں کہ جہاں کچہری سے تھکے ہارے آئے ہیں اور بیوی باورچی خانہ میں ہیں۔ معمولی کام جو کہ ایک ملازم بھی کر سکتا ہے بیوی اسکے لئے وقف ہو چکی ہیں!

بچوں کی پرورش بیشک ہر ایک عورت کا فرض ہے۔ مگر غالباً اتنا لکھنا بیجا نہ ہوگا کہ بیوی بچوں کی پرورش میں اس قدر نہ الجھ جائے کہ فرائض شوہر سے سبکدوش ہو جائے اگر وہ ایسا کرے گی تو شوہر بھی آخر رفتہ رفتہ اس کی طرف سے بے اعتنائی برتے گا۔ اور بیوی وہ درجہ کبھی حاصل نہ کر سکے گی جو عزیز بیوی کو ملتا ہے

علیا بیگم ظفراللہ صاحب ایم اے ایم ایکس آفیسر

ہماری مفلسی کے اسباب

مضمون بالا عنوان پر بارہا بہنوں نے خامہ فرسائی کی ہے اور ابھی تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ مجھے امید ہے میری چند سطور کا بھی وہی حشر ہوگا جو سب کا ہوا لیکن پھر بھی ایک امید موہوم پر لکھنے بیٹھ گئی ہوں، شاید ہماری بہنیں اس طرف توجہ کریں اور ہمیں قعر مذلت سے نکالنے کی کوشش کریں۔

مفلس ہندوستان جیسے برے دور سے گزر رہا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے لیکن افسوس ہے ہم پر کہ اپنی مفلسی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ورنہ اس کے دفعیہ کے لئے جد و جہد۔ جس قوم پر ادبار نازل ہوتا ہے اسکے احساسات مردہ ہو جاتے ہیں اور اپنی غفلت ولاپروائی میں فنا ہو جاتی ہے۔ یہ وہی مادر ہند ہے جو کبھی زرخیز تھی اسے جنت نشان ہونیکا فخر تھا۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں ایک ایک جشن پر کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا تھا۔ رعایا مالا مال ہوتی تھی۔ ہر طرف سونے چاندی کی بارش تھی۔ رعایا خوش تھی اور راعی مسرور! آج وہی ہندوستان ہے جس کی ایک بڑی آبادی نان شبینہ کو محتاج ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ ہماری غفلت و کاہلی،

دوسرے ممالک بام ترقی پر پہونچ گئے ہیں اور یہاں ابھی روز اول۔ متمدن ممالک ہماری حالت پر خندہ زن ہیں۔ احساس خودداری ہم سے رخصت ہو چکا ہے۔ روز بروز تنزل کی طرف مائل ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو انجام ہمارا کیا ہوگا۔ صنعت و حرفت جو کہ ہمارا قدیمی پیشہ تھا۔ ہم نے اسے خیرباد کہہ دیا۔ تجارت جو ترقی کا زینہ کہی جاتی ہے عرصہ ہوا ختم ہو چکی۔ نوکری و غلامی ہماری رگوں میں پیوست ہو چکی ہے اس آزاد پیشہ پر ہم غلامی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم اب دنیا میں ایک بیکار محض انسان بنکر رہ گئے ہیں جن کی نہ اقوام عالم میں عزت ہے نہ اپنے گھر میں۔ ہماری ہمسایہ قوموں کو اپنی ذلت کا احساس پیدا ہوا اور انہوں نے جد و جہد شروع کر دی ہے۔ مگر مسلمان ہندوستانی مسلمان شاید اب کبھی نہ ابھرے گا،

یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ہندوستان کا قدیمی پیشہ زراعت ہے۔ اور اس نے صنعت و حرفت میں کوئی ترقی نہیں کی۔ ہماری درسی کتب تواریخ اس مسئلہ میں بالکل خاموش ہے ان سے کسی طرح گذشتہ صنعت و حرفت کا پتہ نہیں چل سکتا ہے۔ اگر بہنوں کو معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو پروفیسر الیاس برنی صاحب کی تصنیف "علم المعیشت" ملاحظہ فرمائیں

اٹھارھویں صدی کے نصف تک ہندوستانی مصنوعات انگلستان میں جاتی رہی ہیں اور انہیں مقبولیت

حاصل ہوتی رہی۔ اسوقت تک یورپ نے مصنوعات میں اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ ہمارے ملک کا
کپڑا دور دراز ممالک میں مقبول تھا۔ ہندوستانی ململ، زری کمخواب جامہ دار، چھینٹ نفاست و خوبی میں
ضرب المثل سمجھی جاتی تھی، انگلستان کے بازار ہماری مصنوعات سے لبریز تھے عمدہ اور مقابلتاً ارزاں
ہونے کی وجہ سے انگلستانی مصنوعات کا فروغ پانا دشوار ہو رہا تھا، معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کرتے
ہوئے یوروپین اقوام نے فوراً تاڑلیا کہ اگر یہی حالت رہی تو ہماری تجارت کا خاتمہ ہے، چنانچہ فوراً ہی پیش
بندیاں شروع کردی گئیں۔ ہر ممکن کوشش سے ہماری تجارت کو توڑ دیا گیا۔ محصول ستر واسی فیصدی تک
بڑھ گیا۔ غرض ہمارے کارخانے توڑ دئے گئے اور ولایت کے کارخانوں کو ترقی دی گئی۔ غلام ہندوستان
اس قابل نہ تھا کہ سر اٹھا سکتا مردہ ہوگیا۔ اور شاید ہمیشہ کے لئے۔ اب خدا ہی ہماری حالت سنبھالے اور ہم میں احساس
خودداری پیدا ہو۔ اسوقت پردہ نشین عورتیں بھی تجارت سے غافل نہیں رہتی تھیں۔ چکن و کشیدے کا، ہنر
کارچوب و سوزن کاری سے روپیہ پیدا کرتی تھیں اس کے مٹے ہوئے آثار اب بھی دلی و لکھنؤ میں نظر
آئیں گے۔ کلوں اور مشینوں نے اس غریبانہ تجارت کا بھی خاتمہ کردیا۔ جو چکن کہ ہفتوں کی محنت سے تیار
ہوتی تھی مشینوں نے منٹوں میں بناڈالی۔ پھر کون خریدتا، پائداری و مضبوطی کا تو اس زمانہ میں کوئی خیال ہی
نہیں ہے، دوسرے ممالک کی نمائش اور کمزور چیزیں (لیکن خوبصورت) ہمارے ملک میں ہاتھوں ہاتھ بکتی ہیں
مگر ہماری ٹھوس و پائدار چیز کا کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ ہندوستان اس قدر مجبور ہے کہ عطیات قدرت کی
قدر بھی نہیں کرسکتا۔ جو مال کہ دوسرے ملکوں سے آتا ہے وہی بلکہ اس سے بھی بہتر خود ہمارے یہاں تیار
ہوسکتا ہے۔ لیکن اول تو مفلس دوسرے کاہل۔ تیسرے محاصل نے ہم میں ہمت ہی نہیں باقی رکھی۔ سب
شکر جیسی معمولی چیز کے لئے ہم جرمنی و آسٹریا کے محتاج ہیں۔ رنگ تک ہم خود نہیں تیار کرسکتے۔ ٹین کے کھلونے
دیا سلائی۔ غرض ضروریات زندگی کی معمولی سے معمولی چیز کے لئے ہم دوسروں کے محتاج ہیں، قدرت
نے اس زرخیز سرزمین کو وہ چیزیں عطا کی ہیں جو اور ممالک کو نصیب نہیں، مگر افسوس کہ عقل پر پردے پڑے
ہوئے ہیں۔ شکر قند گنا شریفہ ان چیزوں سے کس قدر شکر ہم حاصل کرسکتے تھے۔ نیل سے کیا ہم رنگ نہیں
بنا سکتے تھے۔ اسی طرح اور تمام چیزیں ہیں۔ کہاں تک گنی جائیں اور کتنا رویا جائے۔ اپنی بیکاری و بےبسی
پر اب ہم دوسروں کے دست نگر ہیں۔ اگر ہم لوگ کوشش بھی کرتے ہیں تو ہماری حوصلہ افزائی کرنے والا
کوئی نہیں ہے۔ ہزاروں غریب و نادار عورتیں بھوکوں مر رہی ہیں۔ شرافت ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں
دیتی۔ کوئی پیشہ ہے نہیں کیا کریں! مشینوں کے ہوتے ہوئے ان کی سلائی کون پسند کرتا ہے؟ ان کی
دستکاری کی کیا قدر ہوسکتی ہے۔ پن چکی نے انہیں چکی پیسنے سے بھی محروم کردیا۔ فاقے کرتی ہیں اور قوم کی

...اتی ہے جس کا رونا روتی ہوئی ختم ہو جاتی ہیں

عصمت میں ایک بار کسی بہن صاحبہ نے یہ تحریک پیش کی تھی کہ صاحب حیثیت بہن دستکاریوں سے
...ت کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ نادار بہنوں کو اس میں پنی ذات نہ محسوس ہو۔ میں نہایت افسوس کے
...تہ لکھ رہی ہوں کہ مضمون پڑھتے ہی میں نے کوشش شروع کی۔ مگر نتیجہ اس قدر برا ہوا کہ ہمت ٹوٹ گئی۔
...نے دو تین چیزیں بنائیں اور بازار میں دکھایا۔ مگر مشین کی چیزوں کے سامنے کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ نصف
...ت بھی وصول نہ ہو سکی۔ دسمبر سنہ میں یہاں نمائش تھی۔ میں نے دو اونی جمپر ہفتہ عشرہ کی محنت کے بعد
...چند دیگر انتہائی خوبصورت تیار کئے۔ دوسری غریب بہنوں کو بھی ترغیب دی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر
...یہ فروخت ہو گئے تو میں آپ لوگوں کے لئے کسی دوکان سے لین دین کے طور پر سودے کرا دوں گی۔ بد قسمتی
...لیجئے۔ دوکانداروں نے قیمت ۵ روپے سے زیادہ نہ لگائے۔ نمائش میں انعام تو خیر ملا۔ مگر فروخت نہ ہو سکے
...ں سے بیرنگ واپس ہوئے اس کے بعد بھی میں نے کوشش کی اور مشن کی ایک ٹیچر مس صاحبہ کو دکھایا۔
...وں نے زبانی تعریف و توصیف کے بعد فروخت کرانے کا وعدہ کیا۔ میں کیا سمجھ سکتی تھی کہ میرے ساتھ فریب
...کیا جا رہا ہے جمپر لے گئیں۔ دو مہینے گذر چکے ہیں نہ جمپروں کا پتہ ہے نہ قیمت کا۔ خود مس صاحبہ لکھنؤ چلی گئیں
...اور مجھے اپنی یاد دے گئیں یہ نتیجہ ہوا میری ہمت و محنت کا جن غریب بہنوں سے وعدہ کیا تھا۔ اب انہیں کیا
...جواب دوں ع او خود گم است کرا رہبری کند۔ یہاں کی مسلمان آبادی بالکل غافل ہے۔ نہ کوئی اسکول ہے
...مسلمان لڑکیوں کے لئے۔ نہ کوئی مکتب۔ سنتی ہوں کوئی پرائیوٹ سکول ہے۔ اسکول کی استانی صاحبہ سے
...ملنے کا بھی اتفاق ہوا۔ قابلیت واجبی رکھتی ہیں۔ اسکول کی پڑھی ہوئی ایک لڑکی سے بھی ملی بیساختہ زبان سے
...نکل گیا۔ ع گر ہمیں مکتب است وہمیں ملا۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ برعکس اس کے ہندو لڑکیوں کا ایک
...ل اسکول بھی قائم ہے۔ ایک مشن اسکول ہے۔ لڑکوں کے لئے تعلیم کا کافی انتظام ہے اگرچہ شہر چھوٹا ہے۔
...لڑکوں کی تعلیم یہاں بہترین ہوتی ہے۔ غرضیکہ عورتوں کی وہی حالت ہے جس کا ہم سب کو رونا ہے۔ نہ کوئی
...انجمن ہے نہ انجمن قائم کرنے والی صاحب عمل کوئی ہستی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم کس طرح
...بغیر کسی معین و مددگار کے تجارت شروع کریں اور اس حالت میں جبکہ ہمارے پاس کافی سرمایہ بھی نہیں جس سے کہ
...اپنی نادار بہنوں کی حوصلہ افزائی کر سکیں کساد بازاری کا یہ عالم ہے۔ نہ حکومت کو ہم پر رحم آتا ہے نہ قوم کے ان
...افراد کو جو رہبری کا دعوے کرتے ہیں۔ ہمارے لیڈر دھواں دھار تقریریں کرینگے اور ہماری کم مائگی پر ذرا بھی رحم
...نہ کرتے ہوئے چندہ کی اپیل چندہ وصول کیا جاتا ہے۔ مگر خدا جانے ہمارے کس مفاد کے لئے ہمیں تو کچھ نظر نہیں
...آتا۔ اگر رعایا کی حالت ناقص ہو رہی ہے تو راعی کی اس سے زیادہ۔ عجیب عالم ہے۔ محو حیرت ہوں کہ

دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی۔ کاش رہبران قوم ہماری حالت کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ طول طویل تقریروں سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا۔ ضرورت ہے عمل کی اور عمل کا ہندوستانی مسلمانوں میں فقدان ہے۔ بقول ایک برق۔ سیاسی آزادی حریت کے نعرے لگانے سے نہیں ملتی، بلکہ علمی ترقی۔ اخلاقی جرأت، قوت ارادی، معاش استحکام شرائط اولی ہیں، گرما گرم تقریروں سے ہمارے فوری جذبات ابھارے جا سکتے ہیں مگر عملی کوشش کی تکالیف و محنت برداشت کئے بغیر تعلیم نہیں ہوتی، ہمارے لیڈر ریزولیوشن پر ریزولیوشن منظور کرینگے۔ تجاویز پاس ہونگی۔ تحریب تائیدیں زبردست بحثیں ہونگی۔ مگر میدان عمل میں کہیں وجود نظر نہیں آتا، ہندو لیڈروں کو ذرا دیکھئے کس طرح دامے درمے، قدمے، سخنے، اپنی قوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں، ہندو قوم پنڈت مدن موہن مالویہ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ ڈھنڈھورے باز موتی بجے خواہ ہمارے نزدیک کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کی قوم ہمیشہ اسے یاد کرتی رہے گی۔ گاندھی جی کا ذکر ہی کیا۔ ان کا نام تو تاریخ میں زریں حرف سے لکھا جائیگا مسلم لیڈ۔ رں نے اگر کوئی عملی قدم بھی اٹھایا تو ہماری یعنی خواتین کی کبھی خبر نہ لی۔ خدا مولانا راشد الخیری صاحب کو اسکا بہترین اجر دے۔ جو موصوف ہمارے لئے کررہے ہیں۔ اگر ہم عہد حاضرہ کی بزرگ ترین ہستیوں میں کسی کا نام انتہائی فخر و مباہات کیساتھ لے سکتے ہیں تو مصور غم ہی ایک ایسی ہستی ہے۔ عورتیں کبھی اس احسان عظیم سے سبکدوش نہیں ہوسکتیں۔ اگر سچا اسلامی درد۔ اپنی بہنوں کی ترقی و تعلیم کا خیال کسی کو ہے تو صرف یہی محترم ذات ہے۔ میں عصمتی بہنوں کی خدمت میں با ادب ملتمس ہوں کہ خدا کے لئے کوئی ایسی صورت نکالئے جس سے کہ ہم اپنی نادار بہنوں کی امداد کرسکیں۔ میں ناتجربہ کاری کی وجہ سے جس کام میں ہاتھ ڈالتی ہوں ہمیشہ انجام بہت شکنی ہوتا ہے مجھے بتائیے کہ تجارت کس طرح شروع کی جائے، کیا کیا ذرائع ہیں کس طریقہ سے مال فروخت ہو سکتا ہے۔

اس ضلع میں نہ تو میں کوئی انجمن قائم کرسکتی ہوں نہ اسکول۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کا قیام یہاں عارضی ہے۔ دوسرے کم علمی۔ ناتجربہ کاری ہر کام میں حائل ہے، نہ کسی بہن سے ہمدردی کی توقع ہے، خدا ہی ہماری حالت سنبھالے اور تجارت جیسے آزاد پیشہ کو پھر حاصل کرسکیں،

عذرا ہردوئی۔

سویرے اُٹھنا

پیاری بہنو! تمام پیشوایانِ دین نے اپنے پیروؤں کو صبح سویرے اُٹھنے کی تاکید کی ہے۔ کبھی آپ نے غور
[illegible] خر اس میں کیا مصلحت ہے؟ حکیموں اور ڈاکٹروں سے سویرے اُٹھنے کے فوائد سنئے جو سو دو دوں کی
[illegible] دوا اس کو تجویز کرتے ہیں۔ میں نے تو جہاں تک غور کیا اور آزمایا سویرے اُٹھنے کے فائدوں کو بے شمار پایا۔
[illegible] مانی اور روحانی فوائد جو ہیں صبح اُٹھنے سے حاصل ہوتے ہیں اُن کا تو ذکر میں اپنے اس چھوٹے سے مضمون
[illegible] رتی نہیں۔ کیونکہ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور آئے دن لوگ لکھتے رہتے ہیں۔ البتہ جو فوائد ہیں
[illegible] ضرورت سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ذکر ضرور کروں گی۔ سب سے اول تو یہ دیکھئے کہ ہمارا دن گرمیوں میں چود
[illegible] گھنٹے کا اور جاڑوں میں دس گھنٹے کا ہوتا ہے۔ اب اگر آجکل کے فیشن کے مطابق ہم نو بجے بستر سے اُٹھیں گے
[illegible] تین گھنٹے کم ہو جائیں گے۔ ذرا حساب لگائیے کہ ان تین گھنٹوں کو اگر آپ کسی مفید کام میں صرف کریں
[illegible] سا فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔ لیکن اگر آپ نے تین گھنٹے روزانہ نہ صرف ضائع کئے بلکہ اپنی تندرستی کو نقصان پہنچانے میں
[illegible] صرف کئے (کیونکہ تمام ماہرینِ طب کا اس پر اتفاق ہے کہ دن چڑھے تک سونا صحت کے لئے مضر ہے) تو اس سے
[illegible] نقصان ہونگے۔ ایک وقت کا۔ دوسرے صحت کا۔ جو لڑکیاں کوارپنے سے یہ عادت ساتھ لیکر سسرال جاتی ہیں
[illegible] ن کے گھروں میں نااتفاقی کا ایک سبب یہ بدعادت بھی بن جاتی ہے۔ اگر میاں بھی اس کے عادی ہوتے اور کام بھی کوئی
[illegible] سا کرتے ہوتے کہ صبح اُٹھنے کی انہیں چنداں ضرورت نہیں تب تو خیر بُری بھلی گزر جاتی ہے صرف بچوں کی بُری گت ہوتی
[illegible] ہے لیکن اگر میاں کو صبح اُٹھنے کی عادت ہے اور سویرے ہی اسکول یا کچہری جانا پڑتا ہے۔ تب تو بڑی آفت کا
[illegible] سامنا ہوتا ہے۔ بیوی اپنی عادت سے مجبور ہیں اسلئے میاں کا کام نوکروں کے ذمہ ہوتا ہے۔ اب میاں اور اُن کے
[illegible] عزیزوں کو یہ شکایت ہے کہ بیگم صاحبہ ۹ بجے سوکر اُٹھتی ہیں۔ میاں کا سب کام نوکروں کے حوالے ہے۔ اُدھر
[illegible] بیگم صاحبہ کو طرح طرح کے شک شبہ ستاتے ہیں اور مائیں بدلی جاتی ہیں۔ میاں سے الگ جھگڑا ہوتا ہے۔ مگر
[illegible] تی توفیق نہیں ہوتی کہ اپنی اس بدعادت کو بدل کر ان قصوں کا خاتمہ کردیں اور میاں کی خدمت اپنے ہاتھوں نہ سہی نوکروں
[illegible] ہی سے ہاتھوں مگر اپنی نگرانی میں کراکر میاں کے دل میں اپنی خوش انتظامی کا سکہ بٹھا دیں۔ میں نے اکثر گھروں میں
دیکھا ہے کہ میاں صبح اُٹھکر غسل کرتے نماز پڑھتے ناشتہ کرتے پھر موٹر یا گھوڑی گاڑی پر اپنے کام کو جاتے ہیں اور بیوی ہیں
دیر تک سونے کی عادی اسلئے لامحالہ سب کام نوکروں کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور میاں کو خود کہہ کر کرانا پڑتا ہے۔

پھر اُلٹی شکایت یہ ہوتی ہے کہ تم ماما سے بات کیوں کرتے ہو بار بار اُسے کیوں بلاتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اگر صاحبہ صرف اتنی تکلیف گوارا فرمائیں کہ سویرے اُٹھ بیٹھیں۔ وضو یا غسل کا پانی ناشتہ یا پان تیار کرا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیں تو پھر کوئی ضرورت باقی نہیں رہیگی کہ میاں ماما سے بات بھی کریں اور بیوی کو شکایت کا موقع ملے ایک ذرا سی بات سے بڑے بڑے جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مگر خدا بھلا کرے کاہلی کا کہ روز کے جھگڑوں سے گھر کو دوزخ بنانا منظور مگر دن چڑھے تک سونا ضرور۔ اس سے آگے چلئے تو بچوں کا نمبر آتا ہے۔ چھوٹے بچے قدرتی طور پر سویرے اُٹھنے کے عادی ہوتے ہیں اب اگر بدقسمتی سے ماں دیر تک سونے کی عادی ہے تو ان کی شامت ہے کہ اندھیرے سے اُٹھ کر بیٹھی نیند میں خلل ڈالا گیا۔ ہر طرح پر کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو صبح اُٹھنے کی عادت نہ رہے اور رفتہ رفتہ مائیں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاتی ہیں اور اپنی طرح انہیں بھی عمر بھر کو اس بد عادت کا غلام بنا دیتی ہیں۔ حالانکہ گھر کی بیوی کا فرض یہ ہے کہ خود بھی سویرے اُٹھکر فرائض کی انجام دہی پر کمربستہ ہو جائے اور بچوں کو کرے حتی کہ اگر ہو سکے تو آہستہ آہستہ میاں کو بھی (اگر وہ اسکے عادی نہ ہوں تو) اسی راہ پر لانے کی کوشش کرے۔ دراصل یہ سارا وبال ہم لوگوں پر اسکا ہے کہ مذہب کی طرف سے دن بدن لاپروائی بڑھتی جاتی ہے۔ ورنہ جن گھروں میں نماز کی پابندی ہے ان میں دیکھئے کہ صبح اپنے ساتھ کیسی چہل پہل اور رونق لیکر آتی ہے۔ ادھر مؤذن کی آواز کان میں آئی نہیں کہ ہر چھوٹا بڑا گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کیا اور صبح کے سہانے وقت میں جب چرند اور پرند سب اپنے مالک کی حمد و ثنا میں مصروف ہوتے ہیں بادِ نسیم کے جھونکے وحدت کے گیت گاتے اور وجد کرتے ہوتے ہیں بندوں نے بھی اپنے آقا کے حضور میں سرِ نیاز جھکا دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر کوئی تلاوت میں مصروف ہے۔ کوئی اپنے دنیاوی کاموں میں مصروف ہو گیا۔ صبح کا وقت یوں ہی پرسرور ہوتا ہے پھر فریضہ صبح کی ادائیگی کے بعد دل کو ایک خاص اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ دل میں کام کرنے کی اُمنگ اور جسم میں چستی محسوس ہوتی ہے۔ گھر میں ایک عجیب رونق اور چہل پہل نظر آتی ہے۔ برخلاف اس کے جن گھروں میں دن چڑھے تک سونے کا دستور ہے اُن کی صبح عجیب اداس اور بھیانک سی نظر آتی ہے۔ اور وہ شخص جو سویرے اُٹھنے کا عادی ہے اسکے لئے تو ایسے گھر بہت ہی وحشت کا باعث ہوتا ہے۔ جدھر نظر ڈالئے سب پلنگ پر لمبی تانے لیٹے ہوئے ہیں۔ نہ مؤذن کی صدا نیند کے متوالوں کو بیدار کرتی ہے۔ نہ مندر کے گھنٹے نہ چڑیوں کی چہکار ان پر اثر کرتی ہے نہ نسیم سحر کے روح افزا جھونکے ان پر اثر کرتے ہیں بے اختیار شہر خموشاں کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اور یہ شعر زبان پر آتا ہے۔

ہوئے بیکار سب ان کو جگا سکتا نہیں کوئی ہیں ایسے نیند کے ماتے اُٹھا سکتا نہیں کوئی

خداوند کریم ہم سب کو اس بد عادت سے محفوظ رکھے اور اپنے فرائض کو مستعدی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ظفر جہاں

سوز و گداز

آ اور مجھے بھول جانے والی مجھے اس تاریک زندگی کے ناپیدا کنار سمندر میں تنہا چھوڑ جانے والی میری غمگین اور تنہا راتوں کی رفیق میری پیاری نیند! آ اور اس حرماں نصیبی میں میرا ساتھ دے ۔ آہ کیا تو بھی خوشی کی ساتھی اور خوش بختی ہی کی رفیق تھی۔ اور اس تاریک اور پرخطر زندگی میں اب میرا ساتھ چھوڑنا چاہتی ہے۔ کیا تجھ پر بھی وہی مثل صادق نہیں آتی۔

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ تک جدا انساں سے رہتا ہے

کیوں میری رفیق میرا یہ الزام . . . . . تیرے دامن وفا پر ایک بدنما دھبہ تو نہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلئے کہ تیری ہر ایک پرلطف صحبت مجھے بخوبی یاد ہے۔ اور میرا دل و دماغ تیری وہ لذتیں تا حال محسوس کر رہا ہے۔ جو انسانی آرام کی صورت میں میری خضر راہ ہوا کرتی تھیں۔ ہاں کیا وہ تو نہ تھی۔ جو زندگی کے ہر کٹھن موقع پر ایک مونس و دمساز ثابت ہوئی؟

اے میری نیند وہ تو ہی تھی۔ جو بچپن میں استادوں کی گھرکیوں اور بزرگوں کی خفگیوں کے بعد ایک پرلطف خواب کے مزے دیا کرتی تھی۔ وہ خواب جسے خواب معصوم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہاں یاد ہے اور خوب یاد ہے۔ کہ مدرسہ چھوڑنے پر سہیلیوں اور ہم سبقوں کی صحبت، سکول کی یاد، چہل پہل کا زمانہ، جب مجھے آٹھوں پہر خون کے آنسو رلایا کرتا تھا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس رنج کو دور نہ کر سکتی تھی۔ تو اس ٹوٹے وقت میں صرف تو ہی ایک ایسی رفیق تھی۔ جو دن اور رات کے متعدد گھنٹوں میں نیم کے پیڑ کے نیچے مجھے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر کے بچھڑے ہوؤں سے ملاتی تھی۔ میں وہ وقت بھی نہیں بھولی۔ جب قسمت نے مجھے شفیق والدین مونس سہیلیوں اور عزیز وطن سے جدا کر کے ہمالیہ کی اس جنگل سرزمین میں لا پھینکا۔ اور میرے لئے میرے مجوزہ محل کے لئے اس سرزمین کا ذرہ ذرہ اغیار تھا تو تو ہی وہ ہمدم و دمساز تھی۔ جو اپنی پرلطف صحبت سے مسرور کیا کرتی تھی۔

علالت کے انتہائی درد و کرب میں تو اس قدر ہمدم ثابت ہو چکی ہے۔ کہ نہ دوسروں کو بلکہ خود مجھے بھی اپنی بیماری پر رشک ہوا کرتا تھا کیوں؟ پھر کیا وجہ؟ کہ تو اس نازک ترین وقت میں اس حسرت نصیب کا ساتھ چھوڑ رہی ہے۔ ہاں اب بھی اگر تو نے اب مجھ سیاہ بختی کی ہم نشینی کو پسند نہیں کیا تو اپنے فرض سے نہیں چوکی اور حق دوستی ادا کر ہی دیا اور اپنی جگہ ایک دوسرے رفیق یعنی درد کو دیدی۔ انتخاب کہ اسکی صحبت تجھ سے بھی بالاتر ثابت ہو اسلئے کہ وہ ایک ایسی چیز اپنی محبت کی یادگار میں دیگا۔ جسکی جگہ ایک کامیاب اور سچے محبت کرنیوالے یعنی پروانے کے دل میں ہو وہ کیا درد اور سوز۔ اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے۔ لہذا میں اسکا استقبال نہایت خندہ پیشانی سے کرونگی اور نہایت فراخدلی سے اسکا بنا حزن بنا دونگی۔ نہ صرف زندگی میں ہی اسیر اپنی جان فدا کیا کرے گی بلکہ بعد مردن بھی ابر آلود اور تاریک راتوں میں وہ میری تربت کا طواف کریگا اور ہی میرا زخموں بھی ہر

آ درد آ کہ دیدہ و دل فرش راہ ہیں
آ تو ہی زندگی میں میرا ہمنشیں رہے

آ تیر بن کے میرے کلیجے سے پار ہو
مر جاؤں میں تو بعد میرے سوگوار ہو

(واحد حسین)

کنیز محمد بیگم۔ منشی فاضل

پینٹری یا توشل خانہ

"مجھے اس بات کا افسوس ہے، کہ میں عصمت میں گول کمرے اور کھانے کے کمرے پر لکھکر اور کچھ نہ لکھ سکی حالانکہ خیال تھا۔ کہ اس سبجکٹ کے متعلق گاہے ماہے لکھتی رہوں گی۔ مگر گوندے سے گورکھپور کے تبادلے نے ہی فرصت نہ دی۔ کہ اس ارادہ کو پورا کرتی۔ چنانچہ آج لکھتی ہوں۔ پینٹری جسے توشل خانہ بھی کہتے ہیں۔ عام طریقے کے کمرے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل چیزیں رکھی رہتی ہیں۔

ایک ٹیبل۔ فیٹ سیف ہاٹ کیس اور معمولی سائیڈ وغیرہ پینٹری بھی کھانے کے کمرے کا ایک حصہ ہے جسکا صاف ستھرا رکھنا اور قرینے سے اشیاء لگانا از حد ضروری ہے۔

میز۔ پینٹری میں دروازہ کے ساتھ جہاں سے گذر کر کھانے کے کمرے میں جایا جاتا ہے لگانی چاہئے تاکہ کھانا صرف کرتے وقت ڈشیں وغیرہ رکھ دی جائیں اور کھانے کے برتن بھی اسی پر رکھے رہتے ہیں۔ اس کے سامنے یا جیسے کمرے کا رُخ ہو ہاٹ کیس لگا دیا جائے۔

کیس۔ ایک الماری کی طرح کا ہوتا ہے۔ جس میں بجائے تختوں کے لوہے کی سلاخیں ہوتی ہیں۔ سردیوں میں سب سے نیچے انگیٹھی میں آگ رکھ کر اُن پر کھانا لگا دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے کھانا گرم رہتا ہے اور وقت پر جوں کا توں میز پر آجاتا ہے۔

ہاٹ کیس کی شکل ملاحظہ ہو،

اوپر کا حصہ

لوہے کی سلاخیں

لوہے کی سلاخیں

آگ رکھنے کی جگہ

انگیٹھی

اگلے تختے بند کرنے سے بالکل الماری معلوم ہوتی ہے۔

پکانے میں میٹ سیف رکھ دی جائے۔ جس میں ضرورت کی چیزیں آسانی سے رکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بسکٹ کیک مکھن جام جیلی سرکہ وغیرہ۔ تاکہ ہوا بھی لگتی ہے اور چیزیں خراب نہ ہونے پائیں۔ بعض بہنیں اس کو کھانے کے کمرے میں رکھوالیتی ہیں۔ مگر یہ اچھا معلوم نہیں دیتا۔ اور اس کی طرح اس پر بھی قفل لگوادینا چاہیے۔ تاکہ ضرورت کے وقت اپنے سامنے چیزیں نکلوادیں یا خود نکال دیں۔ باقی جنس کی تمام چیزیں۔ مثلاً دال آٹا وغیرہ اگر پینٹری میں کوئی الماری ہو تو اس میں رکھوادینی چاہیے۔ نہیں تو کسی بکس میں رکھ کر سلیقہ سے ایک طرف رکھوا دیا جائے۔ جس قدر کل چیزیں پینٹری میں آنی چاہئیں کیونکہ یہ بھی ایک گودام ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اس موجودہ تمدن کے گودام کو ہر وقت کام میں لایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اکثر ضرورت رہتی ہے۔ مثلاً ڈنر یا لنچ کا کھانا ہے میز پر لگانے میں ہر ایک برتن صاف کرتا رہتا ہے۔ جس سے جلد جلد برتن صاف ملتے رہتے ہیں۔ لہذا اس وجہ سے پینٹری میں نل بھی ضرور آنی چاہیے تاکہ یہ برتن دھونے کا کام آسانی سے کرسکیں۔

میز کے اوپر ایک سفید معمولی چادر ڈال رکھنی چاہیے۔ جو دیکھنے میں بھی بہت خوبصورت معلوم دیتی ہے۔ اور پھر کھانے کے سب برتن اس پر رکھے رہتے ہیں۔ اگر میز کھلی ہوئی ہے تو مٹی یا کوئی اور چیز برتنوں کے پیندے کو لگ جاتی ہے۔ جو بعض اوقات غلطی سے کھانے کی میز کی سفید چادر کو لگ کر خراب اور بدنما کردیتی ہے۔

میز کے اوپر دیوار میں کیل گاڑ کر ایک صاف جھاڑن بھی لٹکا دینا چاہیے۔ تاکہ فوراً برتن پونچھنے میں دقت نہ ہو۔ برتن صاف ستھرے میز پر لگے رہیں۔ پینٹری کی زمین کو بھی روز پانی سے دھلوانا چاہیے۔ غرضیکہ اس کو صاف ستھرا رکھنے میں پوری کوشش کرنی چاہیے۔

پینٹری کے دروازے کے آگے کھانے کمرے میں ایک پردہ Screen رکھ دیا جائے اس سے پینٹری کی چیزیں دکھائی بھی نہیں دیتیں۔ اور پھر دیکھنے میں بھی خوبصورت لگتا ہے۔ اور اس کے پیچھے سے بھی نوکر کھانا لاکر صرف کرتا ہے۔

غرضیکہ بہنیں کھانے کمرے کی طرح اس کی صفائی کا بھی پورا پورا خیال رکھیں۔

انشاء اللہ اگلی اشاعت میں بہنوں کی خدمت میں بیڈ روم کے متعلق کچھ لکھوں گی۔

مسز عبد الغنی۔ (گورکھپور)

سادگی

تو اے خاتونِ مسلم ہو سراپا سادگی پرور
تو کر فیشن سے اور اسراف سے پہلو تہی یکسر

لباس سادہ میں چمکے گا تیرا حسن بے پروا
نظر آئیگی چشم دہر کو تو حور سے بڑھکر

بڑھانا چاہتی ہے گر جمالِ صورت و سیرت
مجسم سادگی ہو جا اے کانِ حسن کے گوہر

ترا ملبوس سادہ ۔ حسن سادہ ۔ تو ہو خود سادہ
ترے انداز سادہ کے ہوں چرچے جا بجا گھر گھر

بناوٹ سے تنفر تجھکو فیشن سے ہو بیزاری
لباس پر تکلف ہو وبالِ دوشِ جاں یکسر

فقط منت پذیر گوشوارہ ۔ گوش نازک ہو
نہ قدر افزائے جسم نازنیں ہوں قیمتی زیور

نہ ہو دست مصفا ۔ زیر بار کنگن و پہونچی
بتائے وقت کی قیمت گھڑی سیمیں کلائی پر

ترا دہنا قدم لے فیشن و اسراف کی دیوی
اے حور سادگی ۔ اسکو دکھا دو عالم دیگر

تری یہ سادگی وہ خنجر براں لئے ہوگی
کہ ہوگا سامنے فیشن کے قتل و خون کا منظر

نہاں ہیں سادگی میں بہتری کے راز سربستہ
ہیں اس شیشہ میں اوج و ارتقائے قوم کے جوہر

اگر تو چاہتی ہے ملک و ملت کی ترقی ہو
تو کر دے کالعدم اسراف کو ہو سادگی پیکر

نہ زیور ہو نہ کپڑا ہو گراں قیمت ترا ہرگز
تمنائی ہے آزادی و بہبودِ وطن کی گر

جو ہو جائے تو اے خاتونِ مسلم سادگی آرا
درخشاں ہو ترقی کے فلک پر بخت کا اختر

زمانہ کہتا ہے رعنا سراپا سادگی ہو جا
امانتدار بہبود و فلاح و بہتری ہو جا

عابدہ رعنا سدا امپورا سٹیٹ ۔

باپ اور بیٹا

افسانہ

(۱)

ایک دفعہ ٹھاکر کالی کا سنگھ اپنے ایک دوست کے ہمراہ دلی گئے وہاں ان کو اسمبلی ہاؤس دیکھنے کا اتفاق ہوا اس کی آرائش ان کو بہت ہی بھلی معلوم ہوئی وہ آراستہ ہال۔ گدی دار کرسیاں۔ نفیس میز، جھالر دار پردے، صدر کی تاریک کرسی۔ مقرر کی صفائی کے ساتھ تقریر کرنا وقفہ وقفے سے صدر کا آرڈر آرڈر۔ اور ممبران کا ہیر ہیر کہنا، تماشائیوں کا تالی بجانا ان غریب ٹھاکر صاحب پر خوب اثر ہوا جلسہ برخاست ہوتے ہی وہ باہر نکلے اور ٹک ٹک اسمبلی ہاؤس کو غور سے دیکھنے لگے اس کی خوبصورتی اور اجلاس کے طور طریقے نے اُن کے دل میں گھر کر لیا۔

اُن کے دل میں ایک آرزو پیدا ہوئی کہ اگر میرا لڑکا پڑھ لکھ کر کسی قابل ہو جائے اور یہاں کا ممبر بن جائے اور ان ہی کی طرح اپنی آواز میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ میز پر ہاتھ پٹک پٹک کر تقریر کر رہا ہو اور میں تماشائیوں کی گیلری میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں تو مجھے کسقدر مسرت ہو گی اس دھن میں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے ان کی آنکھوں میں یہ تصویر پھرنے لگی کہ ان کا للو اسمبلی میں تقریر کر رہا ہے۔ ناگہاں اُن کی گاڑی کو دھکا لگا اور وہ چونک پڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنے دروازہ پر پہونچ گئے ہیں دہلیز لانگتے لانگتے انہوں نے اپنے للو کو لکھا پڑھا کر کونسل میں بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔

(۲)

للو سات سال کا لڑکا تھا۔ ابھی تک وہ بین کی بانسری بجاتا رہا لیکن اب کچھ دنوں سے تعلیم شروع ہوئی تھی ایک دن مولوی صاحب نے کہا "املا کی ہر غلطی کو پانچ پانچ مرتبہ لکھو" وہ تختہ لکھنے لگا اس نے ایک نٹ کھٹ و چنچل طبیعت پائی تھی۔ حرف درست نہ بنتا تھا مولوی صاحب نے ایک مرتبہ ٹوکا بھی لیکن اس نے سنی ان سنی کر دی مولوی صاحب کو غصہ آگیا اس بے پرواہی پر مولوی صاحب نے کہا "ذرا سنبھال کر لکھ حرف کیسے بنا رہا ہے"

للو کی توجہ تختی سے ہٹ کر مولوی صاحب کی ڈانٹ کی طرف مبذول ہوئی اس کا خط اور بھی بگڑ گیا اب مولوی صاحب برداشت نہ کر سکے بولے "بیوقوف مرکز کیسے لگا رہا ہے" اُس نے لکھنا چھوڑ دیا اور مولوی صاحب کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ مولوی صاحب نے جھنجھلا کر کہا "پاجی میرے منہ کی طرف کیا دیکھ رہا ہے لکھتا کیوں نہیں؟"

للو کا منہ پھول گیا بھویں تن گئیں اور ہونٹ پھڑکنے لگے مولوی صاحب نے اس کو بیٹھا دیکھ کر کان پکڑ کر ہلا دیا، بس آگ لگ گئی۔ للو نے تختی تان کر مولوی صاحب کے گھٹنے پر دے ماری اور گھر میں بھاگ گیا۔ مولوی صاحب تلملا کر گھٹنا سہلانے لگے۔

کچھ دیر بعد ٹھاکر صاحب نے للو کو ایک ملن کی تلوار پھراتے دیکھا۔

انہوں نے پکارا "للو"

للو نے پاس آکر کہا "کیا ہے"

ٹھاکر صاحب نے کہا "تم نے مولوی صاحب کو تختی ماردی بھلا کوئی ایسی شرارت بھی کرتا ہے"

للو نے تیزی سے جواب دیا "وہ مجھے گالی دیتا تھا" اور تلوار پھراتا اچھلتا کودتا چلا گیا۔ ٹھاکر صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آنے لگی

(۳)

ایک دن ٹھاکر صاحب تحصیلدار سے ملنے گئے تھے واپس آتے آتے دس بج گئے۔ راستہ میں اپنے پڑوسی کے باغ میں دیکھا کہ ایک رسّی کنوئیں میں لٹک رہی ہے اور اس کا ایک سرا آم کے درخت سے بندھا ہے اور آٹھ دس لڑکوں نے اس کو پکڑ رکھا ہے گویا کوئی چیز کنوئیں سے نکال رہے ہیں۔ سب لڑکوں کی توجہ کنوئیں کی طرف تھی وہ اُن کے بہت قریب پہونچ گئے لیکن ان کی موجودگی کا کسی احساس نہ ہوا۔ اُن میں ہری نام کا ایک لڑکا تھا ٹھاکر صاحب نے اُس کو مخاطب کر کے پوچھا

"کنوئیں میں سے کیا نکال رہے ہو"

ہری نے کوئی جواب نہ دیا۔ ٹھاکر صاحب کی آواز سنتے ہی تمام لڑکے بھاگ کھڑے ہوئے صرف ہری رسّی پکڑے کھڑا رہا انہوں نے پھر پوچھا "کیا بات ہے ہری"!

ہری پھر بھی خاموش رہا لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ پوری قوت سے رسّی کھینچنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن رسّی نہ کھینچی ٹھاکر صاحب نے آگے بڑھکر رسّی پکڑلی اور کھینچنے لگے۔ جب رسی سب کھنچ آئی تو ٹھاکر صاحب کے یہ دیکھتے ہی ہوش اڑ گئے رسّی اُن کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی۔ رسّی اُن کے لڑکے کی کمر سے بندھی تھی اور وہ اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے تھا اُس کی فٹ بال اُس کی دھوتی سے بندھی لٹک رہی تھی ہری نے کنوئیں کی جگت پر سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا ٹھاکر صاحب نے اُس کی کمر سے رسّی کھولی اور کہا "تو کنوئیں میں کیوں اُترا تھا؟"

للو۔ گیند نکالنے۔

ٹھاکر۔ "بدنصیب کہیں کا۔ اگر ڈوب جاتا تو؟

للو۔ میں نے کئی آدمیوں کو کنوئیں میں اترتے دیکھا ہے کوئی بھی تو نہیں ڈوبا۔

ٹھاکر۔ اگر میں نہ آتا تو تجھے کون باہر نکالتا؟

للو۔ یہاں بہت سے لڑکے تھے معلوم ہوتا ہے وہ آپ سے ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔

ایسی جان لیوا شرارت ٹھاکر صاحب کو بہت بری معلوم ہوئی انہوں نے غصہ میں آکر دو چپت رسید کئے اور ہاتھ پکڑ گھر لائے اور اس کی دادی سے کہا "تمہارے بیٹا لاڈ نے اس کو نکما کر دیا اب یہ چند روز کا مہمان ہے"

للو کی دادی نے پوچھا کیا ہوا؟

ٹھاکر صاحب نے جب ساری کیفیت سنائی تو اُنکی دادی نے آنکھیں پھاڑ اور منہ کھول کر کہا "ہائے"!

اسی دن للو کا تلا چڑھایا برہمنوں کی دعوت ہوئی اور کئی دیوی دیوتاؤں کو پرساد دیا گیا۔

(۴)

ٹھاکر صاحب کی بڑی تمنا تھی کہ ان کا لڑکا مدرسہ جائے

میں اپنی چھوٹی سی زمینداری نہیں چھوڑ سکتا تو انگریز اتنی بڑی سلطنت کیسے چھوڑ دیں گے

للو کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کی لہر دوڑنے لگی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا!

(۵)

آج للو کو تلک چڑھانے کی تیاری ہو رہی ہے سارا گاؤں مسرت سے باغ باغ ہے ٹھاکر صاحب کا مکان مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ طبلہ بج رہا ہے۔ گانا ہو رہا ہے تقسیم کرنے کے لڈو طشتریوں میں رکھے ہیں اور بیچ کمرے میں میوہ۔ مٹھائی۔ کپڑے۔ زیورات اور پھل پھلاری سے تھال سجے ہوئے ہیں پوجا کا سامان بھی موجود ہے پنڈت جی اسی تھال کے پاس بیٹھکر بولے آپ نے سب انتظام درست کر لیا سب اچھا اب للو کنور کو بلوائیے نہیں تو وقت سعید گذر جائیگا۔ ایک نوکر کو للو کے بلانے کا حکم ہوا اس نے پندرہ بیس منٹ بعد آکر کہا۔ "کنور تو دکھائی نہیں دیتے کہاں ہیں؟"

ٹھاکر صاحب نے جھنجھلا کر کہا "ذرا آنکھیں کھول کر ڈھونڈ یہیں کہیں ہونگے تھوڑی دیر بعد نوکر نے آکر کہا "مالک میں تو سب جگہ ڈھونڈ آیا"

ٹھاکر صاحب بولے "تو آدمی نہیں گدھا ہے" اور دوسرے آدمی کی طرف اشارہ کیا پندرہ بیس منٹ گذر گئے اور وہ واپس نہیں آیا تو ٹھاکر صاحب نے ایک اور آدمی بھیجا لیکن جب وہ بھی واپس نہیں ہوا تو انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا "نوکر تو سب نالائق ہیں ذرا آپ مہربانی کر کے اس کو ڈھونڈ لائیے۔ ماسٹر بابو کے کمرے میں بھی دیکھ لینا۔

تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد ٹھاکر صاحب کے دوست نے آکر کہا "ماسٹر بابو اور للو دونوں کا پتہ نہیں ماسٹر بابو کا کمرہ تو بالکل خالی پڑا ہے وہ ایک لفافہ پیش کرتے ہوئے بولے میں نے دیکھا کہ یہ بند ہے اور اس کی تحریر بھی للو کی سی معلوم ہوتی ہے اس لئے لے آیا۔"

ٹھاکر صاحب نے لفافہ کھول کر پڑھا اور گھبراہٹ میں کہا۔ گوبند۔ تنکو۔ رام دین تم سب دوڑو کوئی اسٹیشن اور ہر ایک۔ ایک ایک سڑک پر چلا جائے ماسٹر اور للو دونوں بھاگتے ہیں۔ بھائی کیشور سنگھ تم بھی ذرا دیکھو یہ لوگ کہاں رفو چکر ہوئے ہیں؟"

ٹھاکر صاحب نے سر جھکا لیا اور لفافہ اپنے دوست کی طرف پھینک دیا اس میں لکھا تھا۔

"قبلہ والد صاحب!

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس طرح بھاگ کر آپ کی اُمیدوں پر پانی پھیر رہا ہوں لیکن میں ہمیشہ اپنی خیریت کی اطلاع دیتا رہوں گا اور کچھ عرصہ بعد واپس آجاؤں گا اُس وقت تک آپ شادی ملتوی رکھئے اور میری تلاش کی تکلیف نہ اُٹھائیے۔

آپکا فرمان بردار

للو

یہ سنتے ہی محفل میں ایک سناٹا چھا گیا اور ایک ایک کر کے سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

(۶)

ٹھاکر صاحب نے کہا بھائی کیشور سنگھ آج دس مہینے گذر گئے للو کا ابھی تک پتہ نہیں۔

چلا: "ہم نے تو ہر طرح سے اس کی تلاش کی وہ ہم کو ہر دوسرے مہینے ایک خط بھیجتا ہے لیکن اس میں اپنا پتہ نہیں لکھتا۔ بتاؤ اب کیا کیا جائے۔

کیشور: "کیا کہوں عقل کچھ کام نہیں دیتی ایسا معلوم ہوتا ہے یہ ملک نوجوانوں کے لئے خراب ہے ان کی عقل ماری گئی ہے۔ دیکھئے اخباروں میں ہمیشہ کسی نہ کسی کے متعلق بری خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ کہیں یہ لوگ تار کاٹتے ہیں۔ کہیں بندوق چلاتے ہیں کہیں پستول داغتے ہیں اور کہیں بم پھینکتے ہیں۔ لوگوں کو سزائیں ہوتی ہیں ایسا ہے۔ پھانسی پر لٹکائے جاتے ہیں لیکن باز نہیں آتے بھلا بتائیے تو بیٹا بن کر سب کھا سکتے ہیں لیکن باپ بن کر کسی نے کھایا ہے جو یہ لوگ کھائیں گے اتنی بڑی سرکار جس نے جرمنی تک کو جیت لیا ان کی اس تُوں تاں سے کیسے دب جائے گی؟

ٹھاکر صاحب نے بے صبری سے کہا "اب للو کو کہاں اور کس طرح ڈھونڈا جائے" اُن کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

کیشور: "اخبارات میں آپ نے جو شائع کرایا ہے کیا وہ برابر چھپ رہا ہے"؟

ٹھاکر: "آج کی ڈاک یہ پڑی ہے تم بھی ذرا دیکھ لو تاکہ جو کمی بیشی ہو اس کی ترمیم کر دی جائے"۔

کیشور سنگھ نے اخبار کھول کر پڑھنا شروع کیا اور تین صفحے اُلٹ کر کہا "دیکھئے دلی خفیہ سازش والے معاملے میں جے سنگھ کو پھانسی کی سزا ہوئی ہے پھر بھی سرکار نے ایسے اہم معاملے میں کئی قیدی رہا کر دئے ہیں"

ٹھاکر: "بھائی اپنے مطلب کی بات پہلے دیکھ لیجئے پھر دوسری خبریں پڑھ لینا"۔

کیشور سنگھ نے اخبار کا ایک ورق اُلٹا اس میں ایک تصویر چھپی تھی نیچے لکھا تھا "دلی سازش والے معاملے میں جے سنگھ کو پھانسی کی سزا ملی ہے"

کیشور سنگھ اس تصویر کو غور سے دیکھنے لگے اور پھر ٹھاکر صاحب سے کہا "ذرا یہ تصویر دیکھئے"

ٹھاکر صاحب نے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں اخبار لیا اور ایک لمحے تک ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے اُن کا ہاتھ کانپ رہا تھا اور دل میں دھڑکن تھی انہوں نے کمزور آواز میں کہا "صورت تو بالکل ملتی ہے"۔

کیشور: "مجھے بھی یہی شک ہو رہا ہے"۔

ٹھاکر صاحب آنکھیں بند کئے تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر بولے "للو"

للو: "سرکار"

ٹھاکر: "سامان باندھو ابھی باہر چلنا ہے"۔

للو: "کیا سرکار کسی دوسری جگہ جانا ہے"

ٹھاکر: "ہاں دلی"۔

(۷)

دلی سنٹرل جیل کے آفس میں جیلر کے پاس ٹھاکر صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہیں جیلر نے کہا "ہاں تو فرمائیے"؟

ٹھاکر صاحب "آپ کے ہاں جے سنگھ کو پھانسی کی سزا ہوئی ہے وہ کون ہے"؟

جیلر: "مجھے اس کا علم نہیں وہ کون ہے"؟

ٹھاکر: "اُس کے باپ کا نام؟"

جیلر: اُس نے بتلایا نہیں۔

ٹھاکر: اُس کے گھر کا اتا پتا؟

جیلر: کچھ نہیں بتلایا اور نہ پولس ہی پتہ چلاسکی تو آپ کو کیا بتلایا جائے۔

ٹھاکر: آپ مہربانی فرماکر مجھے اُس کو ایک نظر دیکھ لینے دیں۔

جیلر: بغیر کمشنر کی اجازت کے بھلا میں کیسے بتلا سکتا ہوں۔

ٹھاکر: معلوم ہوتا ہے میرے لڑکے نے اپنا نام بدل کر اپنی موت کی دعوت دی ہے میں اُس کو دیکھنا چاہتا ہوں آپ مہربانی کرکے کسی طرح مجھے دکھادیں میں آپ کا احسان مند ہوں گا۔"

جیلر نے کچھ سوچ کر کہا آیئے۔

ٹھاکر صاحب اُس کے پیچھے پیچھے چلے کئی بارکوں کو طے کرتے ہوئے وہ ایک احاطے میں داخل ہوئے۔ وہاں پختہ کوٹھڑیوں کی ایک قطار تھی اُس کے دروازوں میں موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں اور سامنے سنتری پہرا دے رہے تھے ایک کوٹھڑی کے سامنے پہونچکر جیلر رک گیا اور کہا "یہ ہے"

ٹھاکر صاحب نے سر اونچا کر بہت غور سے اُس قیدی کی طرف دیکھا لوہے کے کٹہرے میں ایک بیس سالہ نوجوان جیل کی وردی پہنے بیٹھا تھا۔ ٹھاکر صاحب کو دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا اور مسکراتے ہوئے اُس نے دونوں ہاتھ جوڑکر سلام کیا۔

اُن کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، جسم کانپنے لگا آواز بیٹھ گئی اور بمشکل اُن کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ــ

ــ "کون ــــــــ للو!"

قیدی نے انکساری سے جواب دیا "ہاں میں للو ہوں"

ٹھاکر صاحب کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاگیا سر چکرانے لگا پاؤں ڈگمگا گئے اور نیم بیہوشی کی حالت میں وہ زمین پر گر پڑے سر سے خون کی تلی بہ نکلی۔

* * * * * * *

ایک دن صبح کا ذکر ہے، سنٹرل جیل میں ایک نوجوان نے محض اس خیال سے کہ اُس کی آیندہ زندگی کامیاب ہو پھانسی پر لٹکایا جاتا تو اُسیا تھا سٹرک کی دوسری جانب مکان میں ایک ضعیف چارپائی پر بیہوش پڑا تھا۔ دفعتہً وہ چونکا کوٹھری کی طرف دیکھنے لگا اُس کے منہ سے ایک ایسی دردناک چیخ نکلی جس میں پتھر کو بھی پانی کر دینے کی قوت تھی، آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا بہ نکلا! وہ پھر بیہوش ہوگیا اور ہمیشہ کے لئے اُس کی کشتیٔ حیات آنسوؤں کے دریا میں غرق ہوگئی۔

(ترجمہ) تقی علی یاسی (ناگپور)

فائدہ کی بات

سالگرہ عصمت کی خوشی میں کتابوں کی قیمت میں جو رعایت کی گئی ہے آپ اس فائدہ تو اٹھائیں گی مگر ایسا کیجئے کہ علیحدہ علیحدہ کتابیں منگائیں ہر کتاب پر بھی جو محصول ڈاک آپ دیں گی، ہی نصف بھی کی کتاب پر محصول ہوگا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زیادہ سے زیادہ جتنی کتابیں آپ منگائیں گی اتنا ہی محصول ڈاک کم لگیگا۔ منیجر دفتر عصمت دہلی۔

مریض کا کمرہ

ٹائیفائڈ (میعادی) بخار یا اور اس قسم کی بیماریوں میں جو دیر میں جاتی ہیں یہ ضروری بات ہے کہ مریض کے لئے ہیں ہوادار کمرہ مخصوص کر دیا جائے اور اگر مکان میں زیادہ کمرے ہوں تو دس پندرہ دن کے بعد اسے بدل دینا بھی مفید ہے۔ کیونکہ ایک جگہ رہتے رہتے بیمار کی طبیعت اُکتا جاتی ہے اور جگہ بدلنے سے ایک قسم کی فرحت ہوتی ہے کمرے میں بس اتنا ہی سامان رکھنا چاہیئے جو ضروری ہو باقی سب آرائشی سامان یا ایسی چیزیں جن کی مریض یا تیماردار کو ضرورت نہیں وہاں سے نکال دینی چاہئیں۔ بس مریض اور تیماردار کے پلنگ دو تین کرسیاں ایک میز اور ایک اسٹول۔ لوٹا سلفچی۔ ایسی ہی چیزیں رہنی چاہئیں۔ میز پر گھڑی۔ دوائی شیشی وغیرہ اور ڈاکٹر کی ہدایات و حال لکھنے کی کاپی ہونی چاہیئے۔ اور ایک آدھ گلدستہ۔ سامنے کی دیوار پر کوئی خوبصورت سی جنتری جس میں کسی قسم کا خوشنما نظارہ یا بچوں کی تصویر وغیرہ ہو لگا دی جائے تو وہ بھی مریض پر اچھا اثر کرتی ہے۔ کھانے پینے کا سامان مثلاً دودھ، ساگودانہ وغیرہ بیمار کے کمرے میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ خاص کر دودھ کہ اس میں فوراً ہر قسم کے جراثیم قبول کر لینے کی خاصیت ہے۔ بیمار کا پلنگ ایسے رُخ بچھانا چاہیئے کہ اگر وہ چاہے تو آسمان دیکھ سکے لیکن ہوا کے جھونکے اُسے پریشان نہ کریں

گرمی کے زمانہ میں شمال رویہ کمرہ اچھا ہوتا ہے۔ کہ اس میں دھوپ کی تپش بہت کم آتی ہے۔ اور جاڑوں میں مشرق رویہ کیونکہ اس میں صبح ہی ہلکی ہلکی دھوپ آکر رات کی سیل کی تلافی کر دیتی ہے اور بیمار پر اس کا اثر بھی خوشگوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جاڑوں میں جاڑوں کے مناسب حال اور گرمیوں میں گرمی کے لائق کمرے میں آرام کا سامان مہیا کر لینا چاہیئے۔ یعنی گرمی ہو تو ڈاکٹر کی اجازت سے پنکھا اور ٹٹی لگا لی جائے یا موٹے موٹے کپڑے کے پردے ڈال کر انہیں بھگو دیا جائے اور جاڑوں میں کسی کسی وقت ایسی آگ جو دیر تک جل چکی ہو اور بجھنے کے قریب ہو تھوڑی دیر تک رکھنی چاہیئے اور اس پر لوبان بھی ڈال دیں۔ لیکن ایسے وقت کھڑکیاں دروازے کھلے رکھنے چاہئیں۔

گھر کے سب آدمیوں کو ایک وقت میں مریض کے پاس ہجوم نہیں کرنا چاہیئے۔ دو تین آدمی بھی ہوں تو اس کا خیال رکھیں کہ ان کی باتوں کی آواز سے مریض کو تکلیف نہ ہو۔ بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے کام دھندے سے آئے مریض کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ بخار دیکھا اور چل دئے۔ گویا یہ فرض تھا ادا کر دیا اور یہ نہ جانا کہ بیچارا بیمار کتنی دیر کی کوشش کے بعد سو سکا تھا۔ وہ جاگ اُٹھا اور دیر تک اس ہمدردی کا نتیجہ بھگتتا رہا۔ اس پر سے طرہ یہ کہ بعض دفعہ

ہاتھ بھی صاف نہیں ہوتے۔ کسی چیز کی بو ہوتی ہے۔ اور مریض جس کا احساس کمزوری کی وجہ سے بہت تیز ہوجاتا ہے۔ ناحق بے چین ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی سر میں درد بھی ہونے لگتا ہے اس میں تو شک نہیں کہ دیکھنے والے کو ہمدردی تھی۔ لیکن اس کا اظہار اس طریقے سے ہوا کہ بجائے راحت کے اس سے تکلیف پہونچی۔

بچوں کو مریض کے کمرے میں نہ آنے دینا چاہیئے۔ یہ ہر طرح خلاف مصلحت ہے ایک تو یوں کہ وہ شور غل کریں گے اور مریض کو تکلیف ہوگی۔ دوسرے اگر مرض متعدی ہو (اور آجکل کی تحقیق سے تو ہر مرض متعدی ثابت ہو رہا ہے) تو اس سے بچوں کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

اس بات کی بھی بڑی احتیاط رکھنی چاہیئے کہ کمرے میں پانی نہ گرنے پائے۔ نہ وہاں تھوکا جائے۔ بلکہ کُلی وغیرہ کرنے کو برابر اگالدان موجود رہے اور جس وقت اس میں پانی زیادہ ہوجائے پھینک کر صاف کردیا جائے اور اگر کوئی ایسا آدمی عیادت کو آئے جو تمباکو کھاتا ہے اور مریض کو اس کی بو ناپسند ہو تو اُسے دوسرا اُگالدان دینا چاہیئے۔ بعض دفعہ بخار یا درد سر یا اور ایسی ہی شکایتوں میں روشنی بُری معلوم ہوتی ہے اور سامنے کی دھوپ کا عکس تک ناگوار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دروازوں پر رنگین پردے ڈال دینے چاہئیں اور پلنگ کا رُخ بھی ایسا رکھنا چاہیئے کہ دیوار کی چمک پر نظر نہ پڑے۔ مریض کو دوا پلاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اُسے کسی چیز کے انتظار میں بیٹھنا نہ پڑے۔ کُلی کے لیے پانی اور اگر دوا کے اوپر سے پان کھانے کی ضرورت ہو تو وہ بھی بنا کر پہلے سے لے آنا چاہیئے۔ اور کُلی کرتے ہی فوراً دیدینا چاہیئے۔

ہندوؤں کے عقیدے

علامہ ابوالفضل وزیر شہنشاہ اکبر نے اپنی بے نظیر کتاب آئین اکبری میں جہاں ہندوستان کے سب سے بڑے بادشاہ جلال الدین اکبر شاہ کے آئین حکمت اور قوانین سلطنت کا بالتفصیل حال لکھا ہے۔ وہاں ہندوستان کے قدیم حالات کے تحت میں ہندو قوموں۔ اُن کے مذہبی اعتقادات اور رسوم کا اسقدر تفصیل سے تذکرہ کیا ہے کہ کتاب کا پڑھنے والا اجنبی اصطلاحوں اور پیچیدہ ناموں کو پڑھتے پڑھتے گھبرا اٹھتا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے میں آپ کے علم دوست ناظرین کی دلچسپی کے لئے کرم بپاک عنوان کے تحت میں انسان کی بیماریوں کے وجوہ جو کچھ درج کئے ہیں ان کا خلاصہ پیش کرتی ہوں۔

بیماریوں کے متعلق بہت سے ہندو فرقے متفق الخیال ہیں کہ وہ پچھلے جنم کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہیں ساتھ ہی ان بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے نسخے بھی تحریر ہیں۔ ہندو فلاسفر جسمانی بیماریوں کو تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اوّل وہ امراض جو دواؤں سے زائل ہو جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو کہ پڑھنے پھونکنے۔ ٹوٹکوں اور منتروں سے رفع ہو جاتے ہیں۔ تیسرے وہ اقسام جن کی اصلاح کے لئے بقول ایک مسلمان کے دوا اور دعا دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندو مصنفین نے اس فن پر بہت سی مبسوط کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ترکیبوں کے مقابلہ میں حکیموں اور ویدوں کو بیکار سمجھا جاتا ہے۔ بطور تمثیل چند عام امراض معہ علاج حسب ذیل درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ **دردِ سر۔** یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے پچھلے جنم میں اپنے ماں باپ سے گستاخانہ طریق پر گفتگو کی تھی۔

علاج:۔ دو تولہ سونا لیکر کشپ اور اَدِت کی مورتیاں بنائی جائیں۔ اور یہ تصور کرکے کہ یہ دیوتاؤں کے ماں باپ کے نمایندے ہیں کسی محتاج کو دیدئے جائیں۔

۲۔ **جنون۔** یہ سزا ہوتی ہے پچھلے جنم میں ماں یا باپ یا پیر یعنی گرو سے نافرمانی کرنے کی۔

علاج:۔ چندرائن اسکا نسخہ ہے۔ یعنی ایک مہینہ تک یہ عمل کرے کہ پہلے دن صرف ایک لقمہ کھائے دوسرے دن دو۔ تیسرے دن تین علیٰ ہذا ایک ایک لقمہ بڑھاتا جائے۔ یہانتک کہ ایک مہینہ پورا ہو جائے پھر اسی طرح سے رجعت کرے یعنی ایک ایک لقمہ کم کرتے کرتے دوسرے مہینہ کے اخیر میں صرف ایک لقمہ پر کفایت کرے یا دو تولہ سونے کا وہی عمل جو اوپر تحریر ہوا ہے۔

۳۔ **مرگی۔** یہ موذی مرض اس شخص کو ہوتا ہے جس نے کسی دوسرے کے حکم سے کسی شخص کو

رہبر دے دیا تھا۔

علاج:۔ دہی دو تولہ کی موتیاں اور اس پر ایک گائے بتیس[۳۲] سیر تل پُن کرنے اور مہا دیو جی کے نام پڑھا جائے۔

۴۔ دردِ چشم۔ یہ سزا اُس مرد کو ہوتی ہے جس نے کسی دوسرے مرد کی بیوی پر نظر بد رکھی ہو۔ عورت کے لئے غالباً آنکھ دکھنے کا سبب اسکی ضد ہو۔ **علاج**:۔ چندر پُن۔

۵۔ نابینائی۔ بعض لوگ اندھے پیدا ہوتے ہیں یا بچپن ہی میں قوت بصارت کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ماں کو پچھلے جنم میں ہلاک کر دیا ہے۔ ایسے ظالموں کو تولید جدید سے پہلے دوزخ کی عقوبتیں بھی سہنا پڑتی ہیں۔

پیدا ہونیکے بعد اس گناہ کا کفارہ پرجاپتی کی رسم ادا کرنا ہے اور اس کے پانچ طریق ہیں۔ ایک گائے خیرات کرنا یا ایک تولہ سونا یا بارہ برہمنوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانا۔ یا گھی، شہد، شکر اور تل کے بنڈے بنا کر دس ہزار مرتبہ آگ میں ڈالنا۔ یا ایک جوجن فاصلہ پر جو مندر ہو وہاں تک ننگے پاؤں جانا۔ اور سب سے بڑھیا یہ ہے کہ چار تولہ سونے کی کشتی بنائے جسکا مستول چاندی کا ہو اور جو پتواریں چاندی کی بنا کر خیرات کر دے۔

۶۔ دردِ شکم۔ یہ بیماری اس جنم میں اس شخص کو ہوگی جس نے کسی غیر مذہب کے آدمی کے ساتھ یا کسی جھوٹے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیا ہوگا۔ **علاج**:۔ تین دن کا روزہ اور بارہ تولہ چاندی کی خیرات۔

۷۔ لنگڑا پن۔ یہ سزا اُس بدنصیب کو بھگتنی پڑتی ہے جس نے پچھلے جنم میں کسی برہمن کے لات ماری ہو۔

علاج:۔ ایک تولہ سونے کا گھوڑا بنوائے اور اُسے خیرات کرے۔ مزید براں ایکسو آٹھ برہمنوں کو اچھا اچھا کھانا کھلائے۔

۸۔ بخار۔ اُن لوگوں کی سزا ہے جنہوں نے کسی بے گناہ کھتری کو پچھلی زندگی میں مار ڈالا ہو۔ آجکل یہ مرض اسقدر عام ہے کہ لاکھوں آدمی روزانہ اس میں مبتلا رہتے ہیں اگر بخار کی وجہ یہی تسلیم کر لی جائے تو اس سے پچھلے جنم میں گویا بے گناہ کھتریوں کی مہا ہتیا رت ہو چکی ہوگی، علیٰ ہذا پھانسی کسی برہمن کے مار ڈالنے سے ہوتی ہے اور بدہضمی کسی کے گھر میں چوری کرنے سے۔

علاج:۔ ایک گھر معہ سامان کے خیرات کرنا۔ اور سات قسم کے اناج ہر ایک بتیس[۳۲] سیر۔ ایک چکی ایک کھرل معہ موسلی۔ پانی پینے کے کئی طرح کے برتن۔ ایک انگیٹھی ایک جھاڑو ایک گائے اور حسب حیثیت روپیہ۔

ممکن ہے کہ وہ لوگ بھی جو مسئلہ تناسخ کے قائل نہ ہوں ان سزاؤں اور اس کے علاجوں سے متنبہ ہو کر کم سے کم اخلاقی سبق حاصل کریں۔

صابرہ خاتون بی۔ اے۔ آف مرادآباد۔
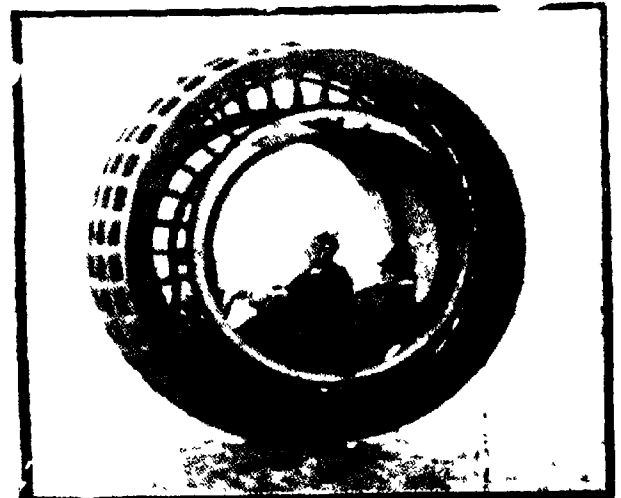
اچھوت خواتین اور لڑکیاں جو گاندھی کے ملدر میں اچھوتوں کے داخل ہونے کا حق قائم کرنے کے لئے
مردوں کے دوش بدوش ستیہ گرہ کے لئے تیار ہیں -

پنجاب کے پہاڑی علاقہ کی عورتیں جو میلوں میں زیور پہن کر جاتی ہیں اوپر کی تصویر
شملہ ہلز کی ریاستوں کے ایک میلہ میں لی گئی تھی-

چچا جان نے دکان کھولی

کسی دشمن نے ریاست گوالیار کے حکام میں یہ خبر اڑا دی کہ چچا جان اب جانی سے آنجہانی ہو گئے۔ یعنی وہ ایک ایسی ڈگری پا چکے ہیں جس کو ہر مسلمان اُن کے نام کے آگے لگاتا ہے —— مرحوم کی۔
اور جو مسلمان اس واقعہ کی بھنک سنتا ہے وہ انا للہ وانا الیہ راجعون (بغیر سمجھے بوجھے) پڑھ دیتا ہے۔

اس جھوٹی خبر کا یہ دلخراش اثر ہوا کہ پچھلے مہینے میں جو ششماہی (پنشن) ان کو ملتی تھی وہ نہ ملی

چچا جان نے ایک یادداشت بھجوائی جس کا مضمون کچھ اس قسم کا تھا،

فدوی نے اپنے خون سے ریاست کو گلزار بنایا اپنی تلوار کی چمک سے دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ اور اپنے بلم سے دشمنوں کے سینوں کو چھیدا تھا۔ ستائیس سال تین مہینے ریاست کی خدمت کی تھی۔ . . . . کیا وجہ کہ ششماہی اس مرتبہ نہیں ملی۔ فدوی گو اب بھی اچھے اچھے رسالداروں سے بہتر کام کرسکتا ہے، مگر اپنے گھر اور اپنی گھر والی کے خیال سے ملازمت نہیں کرسکتا"

اس درخواست کا جواب چچا جان اتنے شدومد سے کرنے لگے جیسے کوئی دولہا وداع کا انتظار کرتا ہے لیجیے وہ جواب مل گیا۔ صاف لکھا ہے۔

بعض معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ عرضی وہندہ انتقال کر گیا ہے۔ اس لئے آئندہ سے پنشن بند

اس جواب کو پڑھکر چچا جان نے چچی اماں کو پکارا "بیوی۔ بیوی۔ او بیوی وہ حضرت عزرائیل نے خط لکھدیا۔ بیوی تم جبتے کہاں چلی جاتی ہو۔ یہاں نزاع کا وقت ہے۔ اور تمکو گھرداری کی پڑی ہے۔ خدا را بیوی اب مودی خانے میں سے نکلو۔ اور کیوں صاحب چاہے ہمارا دم ہی کیوں نہ نکلجائے مگر آپ جبتک نہ بغیر نہیں نکلیں گی۔ للہ بیوی نکلو"۔

چچی اماں مودی خانہ سے نکلتی ہیں اور اپنی قدیم عادت کے موجب تیوری سکیڑ کر فرماتی ہیں "خیر تو ہے چچا" خیر ہوتی تو تم کو کیوں بلاتا"

چچی اماں حیرت اور غصے سے منہ تکنے لگتی ہیں۔

چچا جان "تم نے کچھ سنا۔ ہماری موت اب قریب ہے"

چچی اماں " دس سال سے سن رہی ہوں۔ یہ فقرہ اور میاں یوں تو قیامت بھی قریب ہے"

چچا " بیوی میرا جی چاہتا ہے۔ اپنا منہ پیٹ لوں"

چچی اماں " روکتا کون ہے"۔

چچا " یا اللہ تم رانڈ ہو جاؤ۔

چچی اماں " بوڑھے منہ مہاسے لوگ دیکھیں تماشے اچھی یہ تم کیسی باتیں کرتے ہو جیسے نگوڑے مارے ہیجڑے اور بھڑ بونجے کرتے ہیں"

چچا۔ اچھا صاحب ہم بھڑ بونجے سہی۔ تو پھر اب جو اس خط کا مضمون سنائے وہ مردود اوہ کا فر"

چچی "کیسا خط؟ کچھ کہو گے بھی یا پہیلیاں بجھوا جاؤ گے"

چچا: "ارے بی وہ حکام نے پنشن ہماری بند کردی مگر آہا۔ لاحول ولا۔ میں نے کیا تھا تم سے نہیں کہوں گا، کچھ نہیں کچھ نہیں۔ جائیے آپ موری خانے ہی میں جائیے۔"

چچی اماں اپنے رنگ کی ایک عورت ہیں۔ وہ منہ موڑ کر چلنے لگیں۔ چچا نے دیکھا کہ ان کو مات ہو رہی ہے اس لئے بڑبڑا کر بولے۔

"پھر اب کوئی ترکیب بتاتی ہو یا نہیں۔ پنشن تو ہو گئی بند۔ اب گذارا کیسے ہو۔

چچی اماں نے جاتے جاتے کہدیا۔" دکان کھول لو۔ تمہارے ساتھی بھائی اخلاق حسین نے بھی تو پنشن لیتے ہی دکان کھول لی تھی، سینکڑوں کمائے اور لاکھوں لٹائے۔"

چچا جان نے اس ترکیب پر عمل درآمد کرنے کی ٹھان لی۔ باہر آگئے۔ سیدھے اپنے مشیر دادا نثار کے ہاں پہنچے،

چچا "کیوں ماموں۔ پھر دکان کھول لوں"

دادا۔ "کیا برا ہے۔ میاں نفع سے تو جاگیر خریدو اور ڈنڈی مار کر گھر کا خرچ نکالنا۔ قرض لینے والوں سے آنے کے چھ آنے وصول کرنا۔ اے بیٹا کوئی بنیا قرض لینے والے حساب تھوڑی رکھتے ہیں۔ تم دو چار دن کے وقفہ سے چار آنے کی جگہ نو آنے کردیا کرنا

چچا جان "مگر ماموں دکان کونسی ہو؟"

دادا۔ "دکان ہمیشہ نکڑ کی لینی چاہئے۔ اور اگر چوراہا مل جائے تو فتح ہے۔ دیکھو مسجد کی دوکان پر قبضہ کر لو۔"

چچا۔ مگر وہاں لکھی بنیا دوکان کرتا ہے۔"

دادا۔ "ہاتھ پکڑ کر نکالدو۔ زیادہ ازیں نیست اس کے چھپر میں آج رات دیا سلائی دکھا دو۔ کل آپ سے آپ بھاگ جائے گا۔ یہ نہیں تو یہ سستا سا نسخہ یہ سن لو، کہ متولی مسجد کی مٹھی گرم کر کے بنئے کو ایک دن کا نوٹس دلوا دو، میاں دکان تو بے ایمانی بغیر چلے گی نہیں"

دوسرے دن لکھی بنئے کا چھپر بھی جل گیا اس کو متولی مسجد نے نوٹس بھی دے دیا۔ اور چچا جان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نکال باہر بھی کر دیا۔ تیسرے دن چچا جان نے دکان میں سفیدی کروائی۔ چبوترے کو لپوایا اور جس جس طرح دادا نثار کہتے گئے کرتے گئے۔ چبوترے پر آنے جانے والوں کے لئے ایک حقہ اور پانی کے دو مٹکے رکھوائے گئے،

لیجئے صاحب دوکان کھل گئی۔ نمک مرچ آٹا دال گڑ شکر۔ پیاز لہسن، تمباکو، بیڑی۔ سگرٹ دیا سلائی کتھا، چھالیا۔ سب الم غلم رکھوا دیا گیا۔

نکلے یہ چچا جان ڈاڑھی میں خضاب لگا کر بالوں میں تیل ڈالکر اس شان سے بیٹھے جیسے کوئی عید کی نماز کو تیار رہو۔

گاہک آنے شروع ہوئے۔ اسی فی صدی تو صرف حقہ پی کر اور نرخ معلوم کر کے چلتے بنے۔ باقی بیس فی صدی قرض سودا لے گئے۔ چچا جان

بہت خوش ہوئے کہ بسم اللہ ہی قرض سے ہوئی۔ آنے کے کم میں گے۔

چچا جان نے اپنے ماموں نثار کے کہنے سے شطرنج بھی اپنے چبوترے پر بچھوا دی۔ لوصاحب پھر کیا تھا ہر وقت دوکان پر بیٹھک سی لگی رہنے لگی۔

دس بیس منٹ تمباکو صبح سے دوپہر تک پھنک جاتا اور اگر کوئی لالہ بھائی شطرنج پر آن بیٹھتے تو انکی خاطر تیزی سے کی جاتی۔

محلے کے جس قدر ننھے لونڈے تھے چچا کے مستقل گاہک بن گئے، بچے ایک پیسے کے سودے میں پیسے کا گڑ مانگ کر لیجانے لگے، اور چچا اس مقولے کے موجب "کھجوا دو اور مچھلی پکڑو" خوب سالا سر دیتے

یوں تو سارا محلہ خوش تھا مگر سب سے زیادہ خوش بوا رحیمن تھیں۔ اگر ہلدی کی گرہ کی ضرورت ہوئی تو بھاگ کر دوکان پر آتی اور ایک کی جگہ چار مانگ کر لیجاتیں۔

چچا جان نفع دکھانے کی خاطر چچی اماں کو بہت بہت سا سودا مفت میں بھجوا دیتے۔

جب تک دوکان میں جنس رہی دوکان خوب چلی۔ اب جبکہ جنس ہی نہ ہو تو دوکان غریب کا کیا قصور چنانچہ اب یہ کیفیت تھی کہ

ایک گاہک "میاں صاحب دو پیسے کی بورا (شکر) دینا"

چچا "ارے میاں بورا کا کیا کروگے، ہمارا کہنا مانو تو لاوڑ کا گڑ لے جاؤ۔ بیس حصہ اچھا ہے اور مٹھاس تو اتنی ہے کہ بس چاٹتے جاؤ اور مزے لیتے جاؤ۔

گاہک "اچھا صاحب پھر لاوڑ کا گڑ ہی دیدو"

چچا "جتنا عقلمند گاہک بڑا انسان ہوتا ہے جی اگر تم دوکاندار کی کوئی بات مان لوگے تو زیادہ سودا اچھا بھی ہوگا اور سستا بھی" یہ کہتے ہوئے چچا نے گڑ کی ہانڈی میں ہاتھ ڈالا اور اسے خالی پاکر بولے "میاں لاوڑ کا گڑ تو ابھی ابھی ایک گاہک میں سیر لے گیا۔ مگر ہم تم کو اس سے بھی بڑھیا گڑ دینگے یو لو دیسی گڑ کھاؤ گے۔ بابا دیسی کی نہ پوچھو۔ جی گاندھی جی کا دیسی کھدر اور ہمارا دیسی گڑ بس ایک سا سمجھنا"

گاہک انکار کئے بغیر چلا جاتا ہے۔ دوسرا آتا ہے بیسن مانگتا ہے۔ چچا جان بیسن کی ہانڈی کو خالی پاکر فرماتے ہیں "ارے بابا اس برسات میں بیسن کون کھاتا ہے۔ ہماری مانو تو باجرے کا آٹا لے جاؤ۔ یہ باجرا خاص راجپوتانے کا ہے"

گاہک "مگر جی برسات ہی میں تو بیسنی روٹی کا مزا ہے"

چچا "پھر وہی بچوں والی بات۔ میاں ضد اچھی نہیں۔ ہم نے جو داڑھی سفید کی ہے تو کیا دھوپ میں کی ہے۔ باجرا باجرا ہے اور بیسن بیسن۔ باجرا سپاہیوں کی غذا ہے"

گاہک دوسری دوکان سے بیسن لے جاتا ہے۔

بھائی علی حیدر دکان پر آتے ہیں۔ چچا ایک ڈبہ قینچی سگرٹ کا دوگے؟

چچا "میاں حیدر تم سمجھدار ہو۔ قینچی ولایتی ہے میں کہتا ہوں اپنا دیسی سگرٹ کیوں نہیں پیتے"

بھائی حیدر" ہاں ہاں چچا ضرور۔ کوئی بڑھیا دیسی سگرٹ اگر آپ نے بنایا ہو تو ضرور دو"

چچا" ہم کیوں بنوا لتے۔ تم بیڑی پیو۔ ناگپور کی بنی ہوئی۔ ناگپور کی بیڑیاں اول درجے کی ہیں۔

بھائی حیدر" اول درجہ کی؟ اور دوم درجہ کی کہاں کی ہیں؟

چچا۔ "مدراس کی"

بھائی حیدر۔ مگر یہ آپ درجے بوڑ کے حساب سے دے رہے ہیں یا لمبان چوڑان کے حساب سے ذرا واضح کیجیے"

چچا" میاں تم بیڑی کی الگ الگ ہے جیسے گورا آدمی کالا آدمی۔

آپ گورے کو پسند کرتے ہیں یا کالے کو؟

میں کالے کو پسند کرتا ہوں

بھائی حیدر" میں گورے کو۔ اچھا تو پھر اس کا فیصلہ کون کرے۔ لائیے ایک پیسہ دیجیے اسے اچھالتے ہیں۔ چیت آیا تو میں جیتا اور پٹ آیا تو آپ ہارے۔

چچا" پیسہ تو نہیں ہے ایک چونی پرسوں کی پڑی ہے لو اسے اچھال لو"

بھائی حیدر اس زور سے چونی اچھالتے ہیں کہ وہ غریب چھت پر جا پہنچتی ہے۔ اس بحث میں چچا صرف ایک چونی کھوتے ہیں۔ اگلے اتوار سے دوکان میں خالی مٹکے اور خالی تھال تھے۔ دادا شارے نے کہا" اپنی کتاب نکالو اور حساب لگاؤ کتنا قرض ہے اور کتنا نفع ہوا۔ حساب کیا گیا۔ کثیر رقم قرض کی نکلی مختصر تفصیل اس کی ذیل میں درج کی جاتی ہے

ٹ منوا تیلی بیس روپے بیس آنے (دادا شارے کے بعد میں اکیس روپے چار آنے کئے) منوا تیلی کا بیان ہے کہ اس نے صرف دو دفعہ دال ماش ایک ایک لنے کی اور ایک بار دیسی گڑ پیسے کا لیا۔

ٹ جھو مالی۔ آٹھ روپے گیارہ آنے۔ مدعاعلیہ کا بیان ہے کہ اس نے ایک مرتبہ تین آنے کا تیل لیا تھا جس میں دو آنے کی اس نے گاجریں دے دی تھیں۔

ٹ شرفو سپاہی ساٹھ روپے سوا چھ آنے، سپاہی کا بیان ہے کہ ہم تو دوکان کی رونق بڑھانے کو آتے تھے اور شاید کبھی کبھی بیڑی بھی پی ہو گی، سو وہ خاطر تواضع کی شق میں آنی چاہیے۔

ٹ بھائی شریف۔ تیرہ روپے تین آنہ۔ بھائی کا بیان ہے کہ میں نے جب سودا لیا نقد لیا۔ شاید ایک بار بتبا کو قرض منگوایا تھا لیکن اس سے زاید بتبا کو میں نے واپس کر دیا تھا

ٹ چنا قصائی۔ گیارہ روپے۔ یہ شخص بالکل منکر ہے

ٹ کادر حجام۔ گیارہ روپے۔ گذشتہ جمعرات کو انتقال کر گیا۔ لا ولد مرا۔

ٹ منوا تیلی بیس روپے۔ تین ہفتہ ہوئے ہجرت کر گیا۔ آنے کی امید نہیں۔ ٹ عبداللہ نمبردار۔ تیس روپے تین آنے ایک جعلسازی کے مقدمے میں چھ سال کی سزا بھگت رہا ہے۔ ۹ سید حسن پوسٹ مین۔ ستائیس روپے تبادلہ ہو گیا ضلع ملتان ۱۰ ماسٹر مختار علی مدرس۔ چالیس روپے۔ مدرسہ کی بہت سی رقم غبن کر کے روپوش ہو گیا۔

۱۱ و ۱۲ اور ۱۳۔ اشرف، حسینا اور بلونت مالی۔ تین کس بیس روپے تحقیق سے معلوم ہوا کہ بہت سے بنیوں کی رقمیں لیکر یہ تینوں بھاگ گئے اور اب پلٹن نمبر ۲۳۶ میں بھرتی ہو گئے ہیں۔ یہ پلٹن چین جانیوالی ہے ۱۴ بابو۔ پانچ روپے۔ گذشتہ سات سال سے پاگل ہے

کوئل کی پہلی آواز

رات کا پچھلا پہر یہ شبنمی تاروں کا نور   اوس کے باریک قطرے اشکِ چشمِ نازخور
چاندنی کا آخری ہلکا سا پرتو نور بار   ہلکی ہلکی سی سفیدی کے نشاں کچھ آشکار
ہر طرف خاموش عالم ہر طرف کامل سکوت   کر رہا ہے طے سکوں سے آخری منزل سکوت
سبز پتے سرنگوں خاموش سر ڈالے ہوئے   عکس میں پیڑوں کے یا دھبے خیالِ قلب کے
نور چھن چھن کر فضائے چرخ سے سمتِ زمین   چپکے چپکے کر رہا ہے بارشِ سیم آفریں
مطلعِ انوار ہے یعنی جبینِ آسمان   کچھ سفیدی کچھ سیاہی بادلوں کا سا سماں
چپکے چپکے وہ شگوفوں کے چٹکنے کی ادا   تھا ابھی غنچہ ابھی کھل کر کٹورا بن گیا
نیم بازی نازنیں پھولوں کی بھیگی سی فضا   رات کا ساکن وہ سناٹا اوس میں ڈوبا ہوا
سوتے سوتے یعنی ایک دم آنکھ جو میری کھلی   تھی فضا خاموش ساکت شبِ دلہن کی تھی گلی
چپ نگوں سر جابجا خاموش گلہائے گلاب   انکھڑیاں ابیل و بیلے کی محوِ حسنِ خواب
نغمۂ کوئل سے اتنے میں سماعت کھنچ گئی   موسمِ گل میں یہ پہلی بار تھی نغمہ زنی
دل کی ساکت رگ میں حشرِ بیخودی پیدا ہوا   کوک میں کوئل کی قلبِ مرتعش کھنچنے لگا
آہ میں کوئل کی اک تازہ پیامِ غم نصیب   چپکے چپکے آگیا میری سماعت کے قریب
ملگجا سا نور کا تڑکا وہ دھندلی سی فضا   اور وہ کچھ دور پر کوئل کی غم افزا صدا
یاس افزا زندگی کے گیت پھر گانے لگی   آہ پھر اپریل میں کوئل نظر آنے لگی
پھر وہی میں اور وہی کوئل کی غمگین داستاں   قلبِ شاعر کے لئے یارب ہیں کتنی سختیاں

رات کے پچھلے پہر میں اے جمالِ غم نشیں
پھر وہی میں اور وہی میرے خیالاتِ حزیں

بلقیس جمال بریلوی

اِدہر دُعا مانگی اُدہر قبول ہوئی

(سید نصیر الدین حیدر، رضوی سب ڈیٹر اسلامک کالج میگزین کلکتہ)

نواب غلام حسین خاں صاحب۔ سیر المتاخرین اپنی مشہور فارسی تاریخ میں میرن پسر میر جعفر صوبہ دار بنگالہ کی موت کے متعلق ایک عجیب واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔ چونکہ واقعہ بہت ہی عبرتناک ہے لہذا عصمتی بہنوں کے لئے ذیل میں مختصراً لکھتا ہوں۔

سراج الدولہ کو پلاسی کی جنگ میں میر جعفر کی دہوکہ بازی کی بدولت شکست فاش ہوئی اور اس طرح پر بنگالہ کی صوبہ داری علی وردی خان کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔ میر جعفر کے بیٹے میرن نے علی وردی خاں کے متعلقین و اعزا کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دی اور سراج الدولہ جو علی وردی خاں کا نواسہ تہا کے قتل ہو جانے کے بعد تمام متعلقین میر جعفر نان شبینہ کے لئے محتاج ہو گئے۔ مقررہ صوبہ دار کی طرف سے کل انتظام یا تو کمپنی کے ملازمین کرتے تھے۔ یا میرن کرتا تھا۔ میرن فطرتاً نہایت ہی ظالم واقع ہوا تھا۔ باپ کے برسر اقتدار ہونے کے ساتھ ہی اس نے کل ایسے لوگوں کے قتل کی فہرست تیار کی جنپر اُسے آئندہ فتنہ انگیزی کا شبہ تھا

علی وردی خان اور سراج الدولہ کے نہ محض مرد اعزا کو قتل کیا بلکہ ان اعزا کو بھی جن کا تعلق صنف نازک سے تھا قتل کرانا شروع کیا۔ جس زمانہ کا واقعہ لکھ رہا ہوں اس زمانہ میں سراج الدولہ کے عزیزوں میں سے دو عورتیں جو ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔ میرن کے قتل سے بچی ہوئی تھیں۔ اور ان کا وجود میرن کی آنکھوں میں بری طرح کھٹک رہا تھا۔ ان دو عورتوں میں سے ایک تو خود سراج الدولہ کی والدہ آمنہ بیگم تھیں۔ اور دوسری سراج الدولہ کی خالہ گھسیٹی بیگم نوازش محمد خاں کی زوجہ تھیں۔ سراج الدولہ کے قتل کے بعد نئے صوبہ دار نے ان عورتوں کو ڈہاکہ کے حاکم جسارت خاں کے ذمہ لگایا تھا۔ جسارت خاں سے جہاں تک بھی ممکن ہوتا تھا ان بیگموں کے آرام کا خیال رکھتا تھا۔

سراج الدولہ اور ان کے دیگر اعزا کو مرے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تہا کہ میرن ان دو بیگموں کے قتل کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے جسارت خاں کو لکھا کہ کسی طرح انہیں بھی قتل کر دینا چاہئے۔ جسارت خاں حاکم ڈہاکہ نے میرن کو جواب دیا کہ مجھ سے یہ ظلم نہ ہو سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے حاکم کو روانہ کیا جائے جو مجھ سے اس مقام کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیکر مجھ کو اس بار سے سبکدوش کرے

جب میرن کو جسارت خاں کا یہ پیام ملا تو اس نے اپنے ایک نوکر کو ڈھاکہ روانہ کیا، تاکہ ان لوگوں کو وہاں سے مرشد آباد کے بہانہ سے لے آئے اور راستہ میں جو دریا پڑتا ہے اس میں غرق کر دے ... یہ مشہور کر دے کہ کشتی کے ڈوب جانے سے ان کی ناگہانی موت واقع ہوئی۔

بہرحال نوکر ڈھاکہ پہنچا۔ اور ان عورتوں کو لیکر روانہ ہوا۔ راستہ میں جب سب لوگ کشتی پر سوار ہو چکے تو نوکر نے میرن کے حکم کا اعلان کیا اور اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔

گھسیٹی بیگم تو یہ سنکر اپنی بیکسی و مظلومی پر زار زار رونے لگی لیکن آمنہ بیگم کے صبر کی داد دینی چاہیئے۔ پیغام بڑے ہی استقلال سے سنا بہن کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔ بہن گھبرانے اور رونے کیوں ہو ہمیں ایک دن مرنا ضرور تھا۔ پھر سمجھو لو کہ وہی دن آج ہے۔ یہ کہہ کر کچھ دیر خاموش رہیں اور پھر بولیں ہم لوگ گنہگار ہیں۔ ہمیں اپنے خداوند کریم کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ایک سبب آج ایسا پیدا ہو گیا کہ ہم اپنے گناہوں سے نجات پا جائیں اور تمام گناہ کا بوجھ میرن کی گردن پر ڈالے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آمنہ بیگم اور گھسیٹی بیگم نے طہارت کی۔ سفید لباس پہنا۔ اور خاک شفا پیشانی پر مل کر نوکر کو تعمیل حکم کی اجازت دی۔ صاحب سیر المتاخرین لکھتے ہیں کہ غرق ہونے سے چند ساعت قبل ان دو بیگناہ عورتوں نے یہ دعا مانگی تھی۔

"اے میرے رب ہم لوگ تیرے گنہگار ہیں لیکن ہم نے میرن کا کوئی قصور نہ کیا تھا۔ ہم پر اس نے طرح طرح کے ظلم کئے ہیں اور اب ہمیں غرق دریا کرا رہا ہے، اپنے غضب کی کڑکتی بجلی گرا کر میرن سے ہمارے خون ناحق کا بدلہ لے"

یہ بددعا کر چکنے کے بعد دونوں بیگمیں تو غرق آب ہو گئیں مگر اس بددعا کا سریع الاثر ہونا ملاحظہ کیجئے جس رات یعنی یکم ذی قعدہ ۱۱۷۳ھ کو یہ بے گناہ غرق آب کئے گئے تو اسی شب کو میرن ایک دشمن خادم حسین کا پیچھا کرتا ہوا حاجی پور کے قریب پہونچا دشمن دریائے گنڈک پار کر چکا تھا۔ میرن کو مجبوراً دریا پر رک جانا پڑا۔ خیمے نصب کر دیئے گئے۔ ناگہاں بڑے زور و شور کی بارش ہونے لگی۔ بارش بڑھتی گئی۔ میرن ایک غیر محفوظ خیمہ سے دوسرے محفوظ خیمہ میں جا کر دس بجے شب کو بستر پر لیٹا۔ نوکر پاؤں دبا رہا تھا کہ بڑے زور سے بجلی کڑکی اور خیمہ پر آکر گری۔ نوکر اور میرن دونوں لقمہ اجل ہو گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب میرن کی لاش کو دیکھا تو اس کی گردن اور تمام جسم میں بجلی گرنے کے باعث سوراخ ہو گئے تھے۔ سچ ہے۔ ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

تم اور میں

آسمان پر سردیوں کا آفتاب چمکتا دمکتا کتنا خوبصورت کتنا دلربا نظر آتا تھا۔ انسان حیوان، شجر و حجر برگ گل بلکہ تمام زمینی کائنات اپنے جسموں کو تابش خورشید سے گرما رہی تھی، حرارت خون زندگی میں ایک نئی تازہ شگفتگی پیدا کر رہی تھی مگر میں اس حالت میں بھی سرد پژمردہ نڈھال تھی میری دنیا میں کوئی تازگی نہ تھی کسی آفتاب کی درخشانی نہ تھی۔ کیونکہ تم — میری ماں — میری زندگی کا بیش بہا آفتاب — اپنی دلکش رنگین کرنوں سمیت مجھ سے دور بہت دور تھیں۔ اُف میں تمہاری درخشانیوں سے محروم تھی۔

ہلال اسلامی شان و شوکت رفتہ کو یاد دلاتا ہوا آنکھوں میں حسرت انگیز نور پیدا کر رہا تھا۔ ہلال کا دلاویز منظر بڑھتے بڑھتے نہایت دلربا بے حد دلکش بے انتہا پر لطف چودھویں کے گول خوبصورت حسین مہتاب میں تبدیل ہو کر زرافشانی کر رہا تھا۔

بچے کھیل رہے تھے بڈھے مسکرا رہے تھے، نوجوان ہشاش بشاش تھے

مگر میں، اُف میں، تم سے جدا۔ میری پیاری اماں تم سے۔ تم سے دور پڑی۔ اس خوشی سے محروم تھی۔ تم — میری زندگی کی وجہ سرور، باعث تسکین۔ میری زندگی کی زرافشانی مجھ سے کوسوں دور میں مایوس مجبور کی طرح بے چین مضطرب بیتاب، تمہاری پیاری یاد میں محو۔ دنیا کی اس مسرت بھری شب کو کانٹوں پر گذار رہی تھی،

رمضان کا مبارک مہینہ خدا کی رحمت برساتا گذر رہا تھا۔ نیک بندے معبود حقیقی کے احکام کی تعمیل کر رہے تھے اور اپنے پیدا کرنے والے کی رحمت کے امیدوار تھے۔ مگر سب سے شادان و فرحاں میں تھی۔ کیونکہ مبارک مہینے میں رب العلا کی سب سے بڑی رحمت مجھ پر نازل ہو رہی تھی،

تم — میری پیاری ماں میری جان میری زندگی میری آرزوؤں تمناؤں کا مقدس قصور میری وجدانی لاانتہا الفتوں کا مخزن۔ تم میرے پاس آرہی تھیں۔

ریل کی سیٹی روز کتنی دہشتناک ہوتی تھی۔ اسکی آواز دل و دماغ کو پریشان کرتی لیکن آج کتنی شیریں کتنی دلاویز اور کتنی سریلی خوش آواز تھی۔ کیونکہ میری مرکز محبت۔ تمہاری آمد کی شیریں اطلاع تھی۔ میری پیاری ماں اب تمہاری الفت بھری آغوش، دست شفقت میرے لئے ہفت اقلیم کے تخت و تاج سے کم نہ ہوگا، آرام کرسی پر سفید سادہ لباس یعنی سنہری چشمہ لگائے تم، ایک شفیق معلم خوش فکر فلسفی، زمانہ شناس مدبر، ناصح خوش مزاج تم ہی زندگی کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دیتی ہو ایسا معلوم ہوتا ہے خالق کائنات نے انہی تمام مجموعوں کے اظہار کیلئے تمہارے وجود پاک کا انتخاب کر لیا ہے، تو پھر میری اماں،

کیا پڑھیں

ڈاکٹر اعظم کریوی سابق اڈیٹر الکمر

کیا پڑھیں، یہ بڑا مشکل سوال ہے۔ بہت دنوں سے ہر ملک یہ سوال حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے سنہ ۱۹۰۰ء میں فیڈرک ہریسن نے "چوائس آف بکس" (Choice of Books) کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی، یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے۔ اس میں اچھی کتابیں انتخاب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے لیکن وہ بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکا کہ کیا پڑھنا چاہئے۔ وقت کم اور کتابیں زیادہ۔ وقت گزرتا جاتا ہے کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور عمر ختم ہوجاتی ہے۔ پہلے کتابیں کم تھیں اور ریل اور موٹر نہ ہونے کی وجہ سے کتابیں ایک مقام سے دوسرے مقام تک مشکل سے پہنچ پاتی تھیں اس زمانہ میں حافظ قرآن زیادہ ہوتے تھے، علم کا مخزن دماغ تھا لیکن اب کتابیں ہیں۔ جب تک سامنے کھلی رہیں تب تک تو عالم و فاضل اس کے بعد صفا چٹ میدان ساری تواریخ پڑھ جانے پر بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ شاہجہاں ظالم تھا کہ عالمگیر۔ آج کل کتابیں وقت کاٹنے یا نیند بلانے کے لئے پڑھی جاتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ کاہل ہوجاتا ہے۔ دماغی کام سے الجھن ہونے لگتی ہے رسکن کا قول ہے اگر مجھے سمجھنا چاہتے ہو تو آٹھ بیٹھو میں تم کو سمجھانے کے لئے نہیں جھکونگا۔

کسی عقلمند کا قول ہے کہ یہ جاننے سے پہلے کہ ہمیں کیا پڑھنا چاہئے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمیں کیا نہیں پڑھنا چاہئے۔ یہ کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ جن کو ہم کتابیں کہہ سکتے ہیں اب وہ کمیاب ہوتی جاتی ہیں اور ان کی جگہ مخرب اخلاق باتصویر کتابیں بازاروں میں ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہیں اگر کسی مضمون یا کتاب میں ایک بھی لفظ ایسا آجائے جس کی خبر گورنمنٹ کو نہ ہو تو فوراً ہی مصنف، مرتب و پبلشر وغیرہ پر آفت آجاتی ہے خاکساران کتابوں پر جو آزادی کا راگ سناتی ہیں پریس ایکٹ کی ہمیشہ مہربانی رہتی ہے قدیم مشاہیر شعرا کے دواوین کو اب بہت کم لوگ پڑھتے ہیں اب تو ہم ان کتابوں پر فریفتہ ہیں جو شاعری سے کوسوں دور ہیں اب جبکہ کھانے کے لئے روکھا سوکھا بھی مشکل سے ملتا ہے اور یہ خیال کانٹے کی طرح دل میں چبھ رہا ہے کہ آنکھوں کے بند ہوتے ہی لڑکے کیا کھائیں گے اور کفن کے واسطے پیسے کہاں سے آئیں گے ایسی حالت میں یہ بھی حقیقت ہے کہ قدیم شعرا کے دواوین ہمارے کام نہ آئیں گے تو پھر وہی سوال آجاتا ہے کہ کیا پڑھیں۔ غالباً آپ اس کا جواب یہ دیں کہ کچھ بھی نہ پڑھنا چاہئے لیکن اس سے تسلی نہیں ہوسکتی" بیکن" نے کہا ہے کچھ کتابیں چکھنے کے لئے کچھ نگل جانے کے لئے۔ اور کچھ چبانے کے لئے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر راش بہاری گھوش کہا کرتے تھے کہ حقیقت میں

پڑھنے والی کتاب کو پچاس مرتبہ سے کم پڑھنا اس کتاب کی ہتک کرنا ہے۔ سچ ہے جس کتاب کی حقیقت اور مطلب سمجھنے میں دماغ کو کچھ کرنا نہ پڑے تو اس کاغذ کے دام سے بھی مہنگی ہے جس پر وہ لکھی گئی ہے۔

معلوم نہیں کہ ہم تواریخ اور مذہبی کتابیں پڑھنے سے کیوں گھبراتے ہیں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم سے کسی بڑی کتاب پر رائے پوچھی جائے تو ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر یا کسی مسلمان بادشاہ پر کوئی بددیانت متعصب مضمون نگار کوئی الزام لگائے تو ہم سطحی لیاقت رکھنے کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے ہم اپنے علما کے محتاج ہوتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہہ دیا ہم نے مان لیا ہم وہی گاتے پھرتے ہیں جو ہمیں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا گیا ہے۔ کہ" اورنگ زیب ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا، لیکن ہم نے خود کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ یہ الزام جھوٹا ہے یا سچا۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی اور ڈاکٹر سر اقبال کی شاعری کے متعلق ملکی اور غیر ملکی علما کی کیا رائے ہے لیکن خود ہماری کیا رائے ہے اس سے ہم ناواقف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کے کلام کو صرف دلچسپی کے لئے پڑھا ہے اور پڑھتے ہیں۔ ہمیں رائے قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اس پر اگر ہمارے نوجوان جیسا کہ عموماً بگڑ کر کہہ دیتے ہیں کہ کیا ناول نہ پڑھیں لیکن میں تو انہیں ناول پڑھنے سے منع نہیں کرتا وہ ضرور پڑھیں لیکن اس کے ساتھ ہی مذہبی تاریخی۔ اخلاقی اور معاشرتی کتابوں کی بھی ورق گردانی کرلیا کریں۔ اب یہ سوال بجا ہے کہ عورتوں کو کیا پڑھنا اور لکھنا چاہیئے۔ اس کا جواب ہندوستان کے مشہور نسوانی رسائل عصمت، تہذیب نسواں، سہیلی، پھول وغیرہ برابر دے رہے ہیں کبھی فرصت ہوئی تو میں بھی اس موضوع پر اپنی رائے ظاہر کروں گا فی الحال تو میں اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرونگا کہ وہی لکھو اور پڑھو جس سے تمہاری آل اولاد سبق حاصل کریں کیونکہ ماؤں ہی کی اچھی تعلیم و تربیت ان کے بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے صرف اسی خیال کو پیش نظر رکھکر اگر ہماری مائیں اور بہنیں کتابوں کا انتخاب کریں تو ہمارے ملک و قوم کا بہت فائدہ ہو۔

عصمت کی خصوصیات

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے بےمثل مضامین اور بے نظیر افسانے ہندوستان بھر کے تمام پرچوں میں صرف عصمت ہی کو قریب قریب ہر ماہ شائع کرنے کا فخر حاصل ہے!۔

ملک کی بہترین لکھنے والی خواتین عصمت کی مخصوص مضمون نگار ہیں! عصمت مضمون نگار خواتین کو ہر سال ۴۰۰۔۔۔ ۵۰۰ روپے کے انعامات تقسیم کرتا ہے!،

ہندوستان کا کوئی زنانہ پرچہ مضامین کا اس قدر معاوضہ نہیں دیتا جتنا رسالہ عصمت!

دانت

دانتوں کی خوبصورتی چہرے کی زیبائش میں شامل ہے جسم کی صحت اور عام تندرستی کے لئے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی ازحد ضروری ہے۔ چونکہ ہر قسم کی خوراک غذا میں پھل میوہ جات دانتوں سے چبائے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح سخت چیزیں پس کر معدے میں پہنچتی ہیں۔ اسلئے اگر دانت مضبوط نہ ہوں تو چبا کا نہیں کرسکتے۔ اور غذاؤں کے سخت اور بڑے بڑے ٹکڑے معدے میں چلے جاتے ہیں جس سے خوراک کی نازک نلیوں اور معدے کی نرم جھلی کو نقصان پہنچتا ہے اور معدہ اس قسم کی سخت چیزوں کو ہضم کرنے کی کوشش کرتے کرتے بیکار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دانت کی بیماریاں جو دانتوں کو صاف نہ رکھنے کے باعث پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔ منہ میں بدبو پیدا ہونا اسکی وجہ سے مسوڑوں کا گل جانا اور اکثر اوقات ان کی جڑوں میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اب یہ پیپ آہستہ آہستہ منہ کے لعاب کے ساتھ گلے میں رہتا ہے جس سے گلے اور پھیپھڑے اور معدے کی اکثر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دانت زیادہ تر بہت گرم یا بہت سرد اشیا کے استعمال سے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ نرم چیزیں کھانے یا ایسی خوراک استعمال کرنے سے بھی جو بآسانی نگلی جاسکتی ہو دانت اپنی قدرتی مضبوطی کھو دیتے ہیں کیونکہ فطرت ایسے اعضا کو اچھی حالت میں نہیں رکھتی جن کا استعمال نہ کیا جائے۔ مٹھاس دانتوں کے لئے بھی ویسی ہی مضر ہے جیسی معدہ کے لئے۔ خصوصاً اگر مٹھاس کھا کر دانت صاف نہ کئے جائیں تو ان میں تیزابی مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو دانتوں کے روغن کے لئے سخت مضر ہے، تمباکو پان اور گوشت کا زیادہ استعمال بھی دانتوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ حقیقت میں دانتوں کی مضبوطی دانتوں کی صفائی پر ہی منحصر ہے۔ وہ یہ کہ صبح اٹھکر کیکر یا نیم کی مسواک سے اور کھانے کے بعد کم از کم دو وقت نرم برش سے دانتوں کو صاف کرلینا صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔

ہاجرہ خاتون مئو

نغمۂ محبت

میرے پھول، میرے بچے،

جب تو پہلی دفعہ مسکرایا تو میری آنکھوں میں ہزاروں ستارے چمکنے لگے میں ابھی یہ وہی روشنی ہے، جس کو موسیٰ نے کوہ طور پر دیکھا۔

———(٠)———

میرے یوسف تو حسین ہی نہیں ہے بلکہ میرے لئے ایک حیرت ہے۔ یہ کٹورا سی آنکھیں پھول سے رخسار بکھرے ہوئے بال! آنکھوں کی خواہش ہے۔ تو ان میں آجائے اور دل کی تمنا ہے تو اس میں سما جائے! تیری آغوں کی صدا سب راگوں سے رسیلی!

———(٠)———

میرے چاند! تیری معصوم ادا میں ایک لوچ ہے۔ جو میرا دل لبھا رہا ہے۔ میں نے ایک پوشیدہ راز کو پالیا ہے۔ ماں بننے کے جذبے میں کس درجہ مسرت ہے، بے لوث محبت اور کیسی راحت جو تیرے ساتھ ہے!

———(٠)———

اے میری زندگی کے آفتاب۔ میری قسمت کے ستارے۔ معلوم نہیں کب سے تیری اور میری اس محبت کا رشتہ قائم ہے اور کس جادو والی دنیا میں یہ ہمیں لے جا رہا ہے۔

ایس بی طاہرہ

آج

چہرہ مہر جہاں تاب ہوا ضو افگن
اب بھی کیا تو نہیں بدلیگا؟ تغافل کے چلن
آج کے واسطے آیا ہے ازل سے یہ دن
شام کے بعد ہے پھر اسکا ابد میں مسکن
عہد ماضی پہ نظر ڈال" جنہوں نے اکثر
یوم پیوستہ پہ موجود کا چھوڑا دامن
کھو چکے اس کو تو کچھ ڈھونڈھ کے حاصل نہوا
پھر کہاں طور پہ وہ جلوۂ برق ایمن

———

آہ پھر قطع نظر اس سے مصیبت یہ ہو،
ذہن کے شعر میں ہے جسکی دلیل روشن
بن کے کل آئیگا خود" حامل تازہ افکار"
آج وہ بار جو من بھر ہے بنے گا دو من
ختم ہوگا نہ کبھی سلسلہ افزائش،
جمع ہو جائے گا اندوہ والم کا خرمن
تجھ سے! انجام یہ ہوگا" کہ نہو گا کچھ بھی
کام لے عقل سے اے فہم و خرد کے دشمن
"پند دلکش ہے" نہیں فرصت ہستی کچھ بھی
قول صادق ہے کہ امروز ہے فردا مظعن!

(ٹی کارلائل) مترجمہ

شاد عارفی رامپوری

خیرات کے طریقے

"مائی تیرا بیٹا جیئے دے خدا کی راہ پر"

ثریا نے ماما سے کہا" دیکھو باہر فقیر بول رہا ہے، دو پیسے بھجا کر دیدو۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور فقیر آیا" کوئی ہے اللہ کا پیارا خدا کا دوست جو دیگا اس کا نفع اللہ سے پائے گا"

ثریا نے جھنجھلا کر کہا: رمضان کیا آیا فقیروں کی منہ بولی مراد آگئی۔ صبح سے شام تک فقیروں کا تانتا لگا رہتا ہے ماما تم جاکر پہرے والوں سے کہو یہ فقیر کیوں چلاتے جاتے ہیں۔ نہ نماز پڑھی جاسکتی ہے نہ قرآن پڑھ سکتی ہوں آخر آدمی کب تک خیرات دیتا۔ سب سے کہو جمعرات کے دن آیا کریں۔"

ماما۔ بیگم صاحبہ پہرے والے کہتے ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم فقیروں کو دروازہ پر بھی نہ آنے دیں

ثریا۔ فقیروں کو بیخ دینا بھی برا ہے اس لئے میں روکنا بھی نہیں چاہتی۔

حسینہ جب بیخ دینا برا جانتی ہو اور پیسے دے دے کر ان کی ہمت بڑھاتی ہو، پھر ان کی صدا سنکر پریشان ہونے کی کیا ضرورت؟ سب کے کئے موٹے تازے فقیر آکر چلایا کرتے ہیں۔ اور آپ بے دریغ دیا کرتی ہیں۔ یہ قصور ان کا نہیں ہمارا ہے۔ ہم اگر پیسے دینے چھوڑ دیں تو وہ بھیک مانگنا چھوڑ دینگے

ثریا۔ کیا کروں دل ہی نہیں مانتا کہ ان لوگوں کو اپنے گھر سے خالی پھیر دوں"۔

حسینہ" میں تو کبھی ایسی خیرات کو خیرات نہیں سمجھتی۔ نہ اس سے ثواب حاصل ہو سکتا ہے"۔

ثریا۔ پھر آپ کس طرح خیرات کرتی ہیں:

حسینہ اگر آپ بھی اس طرح خیرات کرنا چاہیں تو میں آپ کو بتا سکتی ہوں ورنہ ناحق میں بک بک کر اپنا دماغ کیوں خراب کروں:

ثریا اگر مجھے آپ کا طریقہ پسند آیا تو میں بھی وہی اختیار کرونگی خدارا آپ کہئے"

حسینہ میں نے تو نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ایک مرتبہ میں سخت علیل ہوئی میری والدہ صاحبہ نے بکرا منگانے کو روپے دئے۔ میں نے اماں جان سے کہا بکرا آپ مت منگائیے۔ بکرا منگا کر ذبح کر کے فقرا کو تقسیم کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آپ اس روپے کے کپڑے منگائے اور میرے ہاں ایک غریب معذور آدمی رہا کرتا ہے اسکے بہت سے بچے ہیں اور وہ سردی میں اکڑتا ہے اس کو کپڑے بنا کر دیدیجئے۔

اماں جان کو میری رائے پسند آئی۔ ایک جوڑا کپڑوں کا تیار کر کے اس غریب کو دیدیا گیا، جب وہ پہنکر میرے

سامنے آیا تو میرا دل بہت خوش ہوا۔ اور دل میں خیال آیا کہ حقیقی خیرات یہی ہے کی اور اس غریب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دونو ہاتھ اٹھا کر وہ دعا دے رہا تھا اس کا تمام جسم خوشی سے کانپ رہا تھا۔ ۱۲ صفر کو ہر سال ہمارے ہاں بہت خیرات ہوتی ہے۔ اناج اور پیسے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ میں نے اس سال یہ کیا کہ ہمارے محلہ میں غریب لڑکوں کا سکول ہے۔ اسکول کے بچوں کو بلا کر دریافت کیا کہ تم کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ غریب بچوں نے کہا ہم کو فٹ بال منگا دیجئے۔ میں نے ایک فٹ بال بہت اچھا منگا کر ۱۲ صفر کو ان لوگوں کو دیا اور کتابوں کے علاوہ کاغذ اور پنسل کے لئے بھی پیسے دئے۔ کوئی چالیس بچوں کا دل خوش ہوا غریب لڑکے کہاں سے فٹ بال خرید سکتے تھے،

ثریا۔ کپڑے وغیرہ تو ہم بھی غریب بچوں کو دیا کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بہت اچھا ہے کہ بکرے کی بجائے کسی غریب کا دل خوش کیا جائے۔ ہم لوگ تو بکرا بھی صدقہ کرتے ہیں اور کپڑے بھی خیرات کرتے ہیں۔ البتہ سکول کے بچوں کو بلا کر میں نے کبھی کوئی چیز نہیں دی۔ یہ طریقہ بہت اچھا ہے،

حسینہ میں یہ کب کہتی ہوں کہ خیرات کوئی کرتا نہیں ہے، مجھ سے زیادہ روپیہ آپ خیرات میں دیا کرتی ہیں لیکن خیرات کا جو طریقہ میرا ہے وہ بتا رہی ہوں۔ جب میں سفر کو جایا کرتی ہوں تو ریل میں سوار ہونے سے قبل کچھ نہ کچھ خیرات ضرور کرتی ہوں۔ بعض وقت مجھے بہت مشکل کا سامنا ہوتا ہے کہ کوئی غریب اس وقت موجود نہیں رہتا۔ جب میں امریکہ گئی تھی وہاں سے جب ہم اپنے وطن واپس ہو رہے تھے تو خیرات دینے کا خیال آیا۔ سردی کا موسم تھا مجھے خیال ہوا اگر کپڑے کسی غریب کو دیدوں تو بہت اچھا ہے۔ میرے کپڑے تو کسی کے کام نہ آئیں گے۔ اس لئے میں نے اپنے صاحب سے ایک سوٹ لیا اور اوپر رکھ لیا کہ جو غریب ملیگا اس کو دیدوں گی۔ پھر ہوٹل سے نکلکر جب اسٹیشن پر پہونچے ایک آدمی اخبار فروخت کر رہا تھا اس کو میں نے وہ سوٹ دیدیا، وہ حیران ہو گیا کہ یہ بغیر مانگے مجھے کیوں مل رہا ہے۔ مجھے اخبار دینے آیا، میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

ایک مرتبہ ہماری ریل ہندوستان کے اسٹیشن سے گذر رہی تھی۔ اسٹیشن سے ریل آہستہ آہستہ چلتی ہے میں نے دیکھا کہ ایک غریب عورت نہایت پھٹے ہوے کپڑے پہنے۔ ایک طرف بیٹھی ہے۔ میں نے کیا کام کیا۔ اپنے بچھونے سے چادر کھینچ کر اس کی طرف زور سے پھینک دی۔ اس نے جلد اٹھالی۔ میرا دل بہت خوش ہوا کہ جلدی سے مجھے چادر دینی یاد آگئی۔

سعیدہ (ثریا سے) حسینہ بی بی نے دعا دینے کا نیا طریقہ مجھے بتایا تھا اب آپ کو خیرات کا طریقہ بتا رہی ہیں

حسینہ۔ نیا کیا ہوا کیا ہر شخص اسی طرح دیا کیا کرتا ہے۔ لیکن میں اپنا خیال ظاہر کر رہی ہوں۔ میں یہ تو

نہیں کہتی کہ آپ سب بھی اس طرح کیا کریں۔ ہر شخص کی خوشی ہر شخص کا اختیار

سعیدہ۔ آپ رمضان میں خیرات کس طرح سے کیا کرتی ہیں!

حسینہ۔ کیا میں بڑی سخی داتا ہوں یا میرے ہاں قارون کا خزانہ ہے جو میں خیرات کرتی جاؤں خیرات کرنا تو آسان ہے لیکن میری دعا یہ ہے کہ میری خیرات سے کسی ایک کا دل خوش ہو۔ بس وہی اصل خیرات ہے۔ سنو ایک واقعہ کہتی ہوں جب میں نیلگری گئی تھی تو چند ماہ وہاں ٹھیری۔ رمضان کا مہینہ وہیں گذرا۔ نیلگری میں ایک سیٹھ صاحب بہت بڑے کروڑپتی تھے۔ ان کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں۔ عیسیٰ سیٹھ یا موسیٰ سیٹھ کچھ ایسا ہی نام تھا وہ ہر سال رمضان میں ایک لاکھ روپیہ خیرات کرتے ہیں فی آدمی ایک کمبل ایک لنگی عورتوں کو ایک ایک ساڑی ایک چادر یہ تقسیم ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ میرے کئی نوکروں نے بھی جا کر کپڑے لے آئے۔ اور مجھے بعد میں خبر ہوئی۔ ان کی خیرات کی وجہ سے نیلگری میں گاؤں گاؤں سے لوگ آن کر جمع ہوگئے تھے۔ مارچ کا مہینہ تھا سردی بہت شدت کی شروع ہوگئی تھی۔ بیچارے غریب آدمی گاؤں سے آن کر درختوں کے نیچے آگ روشن کرکے سردی کی تکلیف سے بچنا چاہتے تھے۔ بہت سے سردی سے بیمار ہوکر مر گئے۔ اور کالرا شروع ہوگیا۔ کیونکہ یہ لوگ خدا جانے کہاں کہاں سے آئے تھے اور اپنے ساتھ کالرا بھی لئے ہوئے۔ خیرات ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ رمضان تک برابر ہوتی رہی اور غریب آدمی خیرات حاصل کرنے ۲۰ رمضان سے آنے شروع ہوئے۔ آخر نیلگری کے مجسٹریٹ نے سیٹھ صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ خیرات جلد تقسیم کرکے سب کو رخصت کر دیجئے۔ یہاں کی ہوا خراب ہو رہی ہے۔

سیٹھ صاحب کی خیرات میں نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ہمارے مکان کے قریب ان کا مکان تھا۔ مجھے اس قدر افسوس ہو رہا تھا کہ جس کا بیان نہیں کرسکتی۔ کاش ایک لاکھ روپیہ لگا کر کوئی یتیم خانہ کھولتے یا غریب لوگوں کو صنعت و حرفت سکھانے کا مدرسہ۔ تاکہ غریب بچے تعلیم پاکر اپنی روزی پیدا کرنے کے قابل بنجاتے۔ ہر سال ایک لاکھ روپیہ یہ شخص خیرات کرتا ہے۔ اسی سے خیال کرو کہ اب تک کتنے لاکھ روپیہ اس نے خیرات کردیئے۔ افسوس مسلمانوں کی حالت پر ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ خیرات مت کرو۔ ضرور کرنی چاہئے۔ ورنہ غریبوں کی کس طرح پرورش ہوں۔ مگر اس طرح پر نہیں۔

سعیدہ۔ بات تو معقول ہے۔ شاید ہر سال سیٹھ صاحب اپنے روپے کی زکوۃ نکالتے ہونگے

حسینہ۔ زکوۃ نکالیں یا جو کچھ بھی کریں اس طرح دینے سے تو بیچاروں کو اور تکلیف میں ڈالنا ہے نیلگری سرد مقام ہے گرمی کے مہینہ میں بھی وہاں سردی ہوتی تھی بیچارے غریب پیدل کے راستہ سے دور دور سے چلے آتے ہیں۔ ریل کے کرایہ تک دینے کو انکے پاس ایک پیسہ نہیں ہوتا۔

میں نے تو نذر و نیاز میں بھی ترمیم کردی ہے۔ میرے ہاں جس نیاز میں دو سو تین سو روپے خرچ ہوا کرتے
تھے۔ اب بجائے تین سو کے پچیس خرچ کرتی ہوں، بقیہ رقم کسی یتیم خانہ میں بھجوا دیتی ہوں۔ کسی سال کسی غریب
کی شادی میں صرف کر دیتی ہوں کبھی کسی چندہ میں وہ رقم دیدیا کرتی ہوں۔ نیاز میں خرچ کرکے فاتحہ دلا دیتی
ہوں۔ مگر نذر و نیاز تو میں ضرور کرتی ہوں، صرف پیر و پیغمبر ہی کی نہیں بلکہ اپنے بزرگوں کی برسی وغیرہ ہر سال
برابر ہوتی ہے۔ میرے خیال میں زیادہ روپے نذر و نیاز میں خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ کسی یتیم خانہ میں
وہ رقم بھجوا دیجائے،

ثریا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ رمضان میں کس طرح خیرات کیجائے

حسینہ۔ کھانا پکوا کر فاتحہ اپنے بزرگوں کے نام پر دلوا کر کسی مدرسہ میں ایک روز بھجوا دو، ایک روز
کھانا اور افطار تیار کرکے یتیم خانہ میں بھجوا دو، ایک روز افطاری وغیرہ مسجد میں بھجوا دو۔ اسی طرح کپڑے بھی منگا کر
یتیم بچوں کو، معذوروں کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کر دو۔

عید کے لئے جب اپنے بچوں کے کپڑے بناؤ تو ایک جوڑا کسی غریب کے بچے کو بھی بنا دو، قرآن
منگا کر مسجدوں میں بھجوا دو۔ "اتنے میں ایک اور فقیر کی صدا آئی" "غوث اعظم کی کرامت کا بیاں سن لے بشر؛ ہے
دونوں جہاں میں وہ نشر؛" ان لوگوں کے اشعار بھی عجیب ہوتے ہیں جو دل میں آیا کہے جاتے ہیں۔

حسینہ۔ حیدرآباد میں تو گداگری کی روک تھام پر قانون تیار ہو گیا ہے۔ چند روز میں شاید اس پر عملدرآمد
شروع ہو جائیگا۔ یہ فقیر پیسے لیکر افیون وغیرہ کا نشہ کرتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں اکثر شراب خانہ میں جا کر دینے والوں کو
دعا دیتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمارے دینے والوں کو زیادہ مال دار کر کہ وہ ہمکو پیسے دیا کریں تاکہ ہم شراب نوشی کیا کریں)

ثریا۔ موٹر میں سوار ہو کر کسی شاپ میں کچھ خریدنے جاؤ تو چاروں طرف سے فقرا آ کر گھیر لیتے ہیں کچھ خریدا
نہیں جاتا، ان کے شور و غل سے دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے،

حسینہ۔ ایک اور طریقہ خیرات کا یہ ہے کہ چڑی ماروں کے جال سے پرند جانور چڑیاں کبوتر کوّے
وغیرہ کو آزاد کرا دیا جائے۔ یہ صدقہ ہے۔ بیماری کے وقت اکثر میں اسی طرح کیا کرتی ہوں، میرا
خیال ہے کہ جانور جو قید میں رہتا ہے جب ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اپنے آشیانوں میں
پہنچکر خوش و خرم ہوگا تو اس کے دل سے دعا ضرور نکلے گی۔ حقیقت میں بات یہ ہے کہ انسان کا یا
حیوان کا دل خوش کرنا سب سے بڑی خیرات ہے۔ ہر شخص کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ایسی خیرات کرے
جس سے دوسروں کا دل شاد ہو، اصل خیرات یہی ہے۔

صغرا ہمایوں مرزا، حیدرآباد دکن

آئینہ

آپ کو ہنستا دیکھکر ہنستا ہے۔ روتا دیکھکر روتا ہے اور جب آپ منہ چڑاتی ہوں تو وہ بھی آپ کا منہ چڑا دیتا ہے۔ آپ کے چہرے کے عیبوں پر پردہ نہیں ڈالتا۔ نہ آپ کی تصویر میں مبالغہ کا۔ تمبھر کر آپ کے دل میں غرور کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ سو فیصدی وہ بے کم و کاست سچ سچ کہدیتا ہے۔ روزانہ آئینہ استعمال کرنے کرتے آپ اس کی خوبیوں پر غور نہیں کرتیں ورنہ دراصل بڑی حیرت انگیز چیز ہے۔ شروع میں جن لوگوں کو آئینہ ملا ہوگا وہی اس کی قدر و قیمت خوب سمجھ سکتے تھے۔ ذیل میں ہم ایک قصہ درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ آئینہ پہلی مرتبہ پاکر ایک میاں اور بیوی کی خوشگوار زندگی کتنی بدمزہ ہوگئی۔

ایک شخص راستہ میں جارہا تھا اسے ایک آئینہ کا گول ٹکڑا پڑا ہوا ملا۔ اس نے حیرت سے اٹھا لیا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اس میں ایک شکل نظر آئی جس کے چہرہ پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ "ارے یہ تو میرے باپ کی تصویر ہے۔ ہوبہو یہی چہرہ ہے۔ انکی صورت جوانی میں یہی تھی۔" کہکر اس کو اپنے باپ کی یادگار سمجھ کر چوما اور فرط محبت سے سینے سے لگا لیا اور آئینہ کو لا کر اس نے اپنی بیوی کے زیورات والے صندوقچہ کے اندر حفاظت سے رکھدیا۔ جب اسکو کھیت میں کام کرتے کرتے اپنے باپ کی یاد محسوس ہوتی تھی تو چپکے سے گھر میں آکر بکس نکالتا اور آئینہ پر اس تصویر کو محبت بھری نظروں سے دیکھا کرتا۔

"آہ ابا تمہاری کیسی محبت میں ڈوبی ہوئی نظریں ہیں" کہتا تھا اور پھر آئینہ چھپا کر رکھدیا کرتا۔

میاں اور بیوی بہت اتفاق و محبت سے رہتے سہتے تھے۔ شادی کو ابھی ایک ہی سال ہوا تھا۔ میاں کو اپنے کاروبار سے مطلب تھا اور بیوی کو امور خانہ داری سے۔ بیوی نے جب اس کو وقت بیوقت مکان آتے اور کونے میں جا کر کسی چیز کو بہت احتیاط سے دیکھتے ہوئے دیکھا تو اس کے دل میں شک پیدا ہوا۔ اس نے کئی مرتبہ پوچھا بھی کہ تم کام چھوڑ کر کیوں بار بار آتے ہو لیکن اس نے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ ایک روز جب وہ آئینہ دیکھ رہا تھا تو اس کی بیوی چھپی ہوئی سب کچھ دیکھ رہی تھی جب وہ چلا گیا تو اس نے غصہ میں جا کر صندوقچہ کو کھولا۔ اور آئینہ نکالکر دیکھا تو اس میں اسے ایک عورت کی تصویر نظر آئی جس کا چہرہ غصہ اور جوش سے بہت بدصورت معلوم ہوتا تھا۔

"آہ!! میں کس مغالطہ میں تھی" وہ آئینہ رکھکر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھ گئی "میں کس قدر بیگناہ

ہتی بھی اپنے کو کتنا معصوم ظاہر کرتا تھا۔ اچھی بات ہے میں بھی اس کا بدلہ نہ لوں تو سہی“
اس نے اس روز کھانا بھی نہ پکایا تھا۔ اور بستر پر لیٹ کر روتے روتے آنکھیں سجالیں جب میاں واپس آیا تو بیوی کی یہ خراب حالت دیکھکر بہت تعجب ظاہر کیا۔ بھوک بہت زور کی لگ رہی تھی۔ سارا گھر چھان مارا مگر روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملا۔
”آخر تم نے روٹی کیوں نہیں پکائی۔ اس نے بیوی سے پوچھا۔
”کس کے لئے پکاتی۔ اسکے لئے جو چھپ چھپ کر دوسری عورتوں سے محبت کرے اور اس کی تصویر دیکھنے میں اتنا مدہوش کہ کام کاج بھی بھول جائے“ بیوی نے غصہ میں جواب دیا۔
”کیسی محبت اور کس عورت کی تصویر۔ یہ تم کہہ کیا رہی ہو“ میاں نے تعجب کے لہجہ میں پوچھا۔
”اوفوہ ایسے بنے بنتے ہیں۔ ایسی بدصورت عورت سے کہ اسکے چہرہ سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ لو اپنے کرم دیکھو یہی تصویر ہے“ بیوی نے آئینہ میاں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
”ارے یہ تو میرے باپ کی تصویر ہے“۔ اس نے آئینہ دیکھتے ہی بے تاب ہو کر کہا۔
”غلط ہے۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ میں اپنی آنکھوں سے خود دیکھ چکی ہوں“ بیوی نے غصہ سے کانپ کر کہا میاں نے لاکھ بار سمجھایا مگر بیوی کے سر سے غصہ کا بھوت نہ اترنا تھا نہ اترا۔ آخر خوب لڑائی ہوئی، بیوی نے ہمیشہ کے لئے میکے جانے کی ٹھانی اور میاں نے دوسری شادی کی۔ رونے پیٹنے اور شور و شغب کی آواز سنکر راستہ میں سے ایک مولوی صاحب آ گئے اور اس لڑائی کا سبب پوچھنے لگے، میاں نے کہا کہ یہ میرے باپ کی تصویر کو ایک عورت کی تصویر بتاتی ہے۔ اور مجھ بیگناہ پر جھوٹا الزام رکھتی ہے“۔ بیوی نے کہا ”یہ غلط کہتا ہے۔ دراصل یہ عورت ہی کی تصویر ہے“۔ مولوی صاحب نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو کہنے لگے ”تم دونوں غلط کہتے ہو، یہ تو ایک بہت بڑے بزرگ مولوی کی تصویر ہے۔ ایسی پاک چیز تمہارے پاس نہیں رہ سکتی، یہ میں اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں۔

سید ابو طاہر داؤد، بی ایس سی (لک)

تاثرات غم

میرے ایک عزیز دوست عبدالواحد خاں صاحب ایم اے۔ پرسنل سکریٹری ہز ہائنس فرمانروائے بھوپال کی اہلیہ محترمہ انجم زمانی بیگم ایک بچہ کی ولادت کے سلسلہ میں ایک ماہ بیمار رہ کر ہزاروں حسرت و ارمان لئے ہوئے عین عالم شباب میں اس دنیائے ناپائدار سے کوچ کر گئیں۔ اور تین چھوٹے چھوٹے بچے اپنی یادگار چھوڑ گئیں۔ مرحومہ ایک نہایت لائق و قابل ماں نہایت فرمانبردار و محبوب بیوی اور گھر کی بہترین منتظم تھیں۔ آپ سرکار عالیہ فردوس آشیاں کی رشتہ میں پوتی ہوتی تھیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بھی تمام تر سرکار عالیہ فردوس آشیاں کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ آپ ایک نہایت دیندار خدا پرست خاتون ہونے کے ساتھ بڑی علم دوست بھی تھیں۔ انگریزی اردو فارسی میں آپ کو خاص دستگاہ تھی۔ اکثر رسائل خصوصاً عصمت کی خاص قدردان تھیں۔ ان کے غم میں ان کے شوہر کی حالت ناقابل بیان ہے۔ میں نے یہ نظم ان ہی تاثرات کے اظہار میں جو ان کی حسرت ناک موت سے پیدا ہوئے ہیں لکھی ہے۔ اور مرحومہ کی عصمت کے ساتھ دلچسپی کے لحاظ سے میں اس کو عصمت ہی میں اشاعت کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

محمود الحسن صدیقی بی اے۔ ایڈیٹر رسالہ ظل السلطان بھوپال

ہوتی ہے صبح کیسی ہویدا افق سے آج — خوننابہ دل کا بہتا ہے دیکھو شفق سے آج

اجڑی ہے آج محفل انجم کچھ اس طرح — روتا ہے ذرہ ذرہ وفور قلق سے آج

وہ وقت ہے کہ لکھئے چمن میں حدیث غم — برگ نہال تازہ پہ گل کے عرق سے آج

بلبل ہجوم یاس میں پھولوں پہ نوحہ زن — غنچے لہو بہاتے ہیں دامان شفق سے آج

شبنم نے باندھا گریۂ پیہم سے تار اشک — نرگس سکوت میں ہے فنا کے سبق سے آج

دنیا کی بے ثباتی پہ دل خون ہو گیا — کچھ لیجئے درس لالۂ رنگین ورق سے آج

بجلی گری ہے خرمن امید پر کہیں — فریاد حسرتوں کی ہے رب الفلق سے آج

پامالِ غم ہیں گردشِ دوراں کا کیا کریں محرومِ آرزو غمِ ہجراں کا کیا کریں
آزاد ہونا چاہتا ہے۔ دستِ پُر جنون آئینِ استواریِ داماں کا کیا کریں
بادِ خزاں کے دستِ تظلم سے پائمال کرمِ نسیم و لطفِ بہاراں کا کیا کریں
مانا کسی نے جاکے بسائی ہے بزمِ خلد پر آج ترے خانۂ ویراں کا کیا کریں
رونا ہوا ایک بار تو دل بھر کے رو چکیں پیہم اس آتشِ غمِ سوزاں کا کیا کریں
پھر جوشِ غم نے دل میں اٹھایا ہے ایک حشر آتش فزونیِ غمِ سوزاں کا کیا کریں
صبر و شکیب ضبط تو ہیں سب نمائشیں کوئی بتائے سوزشِ پنہاں کا کیا کریں

اس چرخِ فتنہ کار میں الفت کی بو نہیں پیرِ کہن میں مہر و مروت کی خو نہیں
بیٹھے ہیں کیسی خام خیالی میں تشنہ کام کچھ بھی خوشی اعتباریِ جام و سبو نہیں
چلتا ہے جانے کس طرح محفل میں دورِ جام ساقی میں پاسداریٔ الفت کی خو نہیں
ہے کس کو کب امان یہاں گلچیں کے ہاتھ سے گلشن میں ان گلوں کی کوئی آبرو نہیں
نقشہ ہے بے ثباتیٔ عالم کا سامنے جز نقشِ پُر سراب کوئی آرزو نہیں
جانے خضر کو کیا ملا طولِ حیات سے ہمکو تو ایسی زیست کی بھی جستجو نہیں
شبنم نے رو کے رات میں گل سے یہی کہا زیبا ہے فخر و ناز ترا رنگ و بو نہیں

صبر آزما ہو حوصلہ فرسا ہے ابتلا لیکن نہ چھوٹے ہاتھ سے اب دامنِ رضا
سارے جہاں کا ہے اسی آئین پر مدار ہے عام کائنات میں یہ مسلکِ فنا
خرمن کا کوئی دانہ بھی ایسا نہیں رہا جس کو نہ پیس ڈالتا ہو دورِ آسیا
ہے کس قدر حباب صفت زینتِ چمن ہے کیسی بے ثبات یہاں نکہتِ صبا
رونق فزائے بزم رہی جو تمام شب افسردہ صبح کو ہے وہی شمعِ پُر ضیا
کھوٹے کھرے کی اس سے تب ہوتی ہے یاں تمیز ہیں بندگانِ خاص ہی بس وقفِ ابتلا
ہر ذرّہ ذرّہ یاں کا تغیر پذیر ہے بس ایک ذات ہی کو سزاوار ہے بقا

نائٹروجن

از مسٹر مفتاح الدین ظفر بی۔ ایس۔ سی

انسان کو زندہ رہنے کے لئے اچھی ہوا اور سادہ کھانا نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ اگر ہوا خراب ہے تو انسان طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کھانے میں کچھ خرابی ہے تو صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ہوا کا وہ حصہ جو ہم سانس کے ذریعہ سے اپنے جسم کے اندر پہونچاتے ہیں آکسیجن کہلاتا ہے۔ آکسیجن کے علاوہ ہوا میں ایک اور گیس ہوتی ہے جسے نائٹروجن کہتے ہیں۔ نائٹروجن گیس آکسیجن گیس سے چوگنی زیادہ مقدار میں ہوا میں ملی رہتی ہے۔ اگر ہوا میں سے آکسیجن گیس نکال لی جائے تو نائٹروجن رہ جائیگی اور اس گیس کے اندر نہ تو انسان سانس لے سکتا ہے اور نہ کوئی حیوان۔ اور نہ پیڑ پودے زندہ رہ سکتے۔

مگر تعجب کی بات ہے جو گیس ہوا میں اتنی مقدار میں ملی ہوئی موجود ہے اور جو آزاد حالت میں ہمیں کسی قسم کا فائدہ نہیں پہونچاتی بلکہ اس کی موجودگی نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ وہ بھی ہماری زندگی کے لئے اتنی ہی ضروری چیز ہے جتنی کہ آکسیجن یا اور کوئی چیز۔

نائٹروجن کو ہم روزانہ ایک کثیر مقدار میں استعمال میں لاتے ہیں۔ مگر اس طرح نہیں جیسے کہ آکسیجن کو بلکہ ہم اسے اسکی دوسری شکل میں کام میں لاتے ہیں۔ اگر نائٹروجن دنیا سے ختم ہو جائے تو اس کا دنیا پر وہی اثر پڑے جو پانی کے یا آکسیجن کے ختم ہو جانے سے دنیا پر پڑے۔ تمام مخلوق ختم ہو جائے۔ پیڑ پودے سوکھ جائیں۔ انسان کا وجود نہ رہے اور حیوانات بھی مفقود ہو جائیں۔

ہم نائٹروجن کو کس طرح استعمال کرتے ہیں، یا یہ ہمارے کس کام آتی ہے۔ ہم روزانہ کھانا کھاتے ہیں، کبھی یہ بھی غور کیا کہ اس کھانے میں، لذیذ لذیذ نعمتوں کے پردے میں کونسی چیز ہم روزانہ نوش جان کرتے ہیں کھانے میں زیادہ تر چیز بھی نائٹروجن ہوتی ہے۔ نائٹروجن ہمارے جسم کے اندر پہونچکر اس کو تندرست و توانا بناتی ہے۔ وہی صحت قائم رکھتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہم جیتے ہیں۔ ہم ہی نہیں بلکہ تمام پودے زندہ رہتے ہیں اور تمام جاندار چیزیں۔ اصل میں پہلے پودے وغیرہ زمین سے نائٹروجن حاصل کرتے ہیں۔ وہی نائٹروجن ان کے پتوں اور پھلوں کے ذریعہ سے انسان حیوان اور تمام حشرات الارض کے اجسام میں پہونچ جاتی ہے۔ اور اسی طرح سے وہ زندہ رہتے ہیں۔

درخت اور پودے نائٹروجن کھاد سے حاصل کرتے ہیں۔ کھاد میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ سب کو معلوم

ہوگا۔ جو چیزیں ہم کھاتے ہیں اس کا کچھ حصہ جسم کے اندر خون بن جاتا ہے اور باقی بیکار حصہ کھاد کے کام میں آتا ہے، کھاد میں زیادہ تر نائٹروجن ہوتی ہے کبھی کسی مویشی خانہ میں جانے کا اگر اتفاق ہو تو اس کے در و دیوار پر دیکھئے، ایک قسم کی سفید سفید راکھ سی جمی ہوئی نظر آئیگی۔ اور ایک خاص قسم کی بو بھی معلوم ہوگی۔ یہ بو امونیا کی ہوتی ہے۔ جو جانوروں کی کھاد سے بنی۔ امونیا نائٹروجن سے بنتی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس سے شورہ بنجاتا ہے جو کہ پیڑ پودے کی غذا ہے، غرضکہ نائٹروجن کے سلسلہ میں قدرت کا ایک زبردست نظام ہے جو برابر کام کرتا رہتا ہے۔ ہم نے کھانا کھایا، کچھ حصہ جسم میں خون بن گیا اور باقی بیکار، اور ناپاک چیزوں کی شکل میں پودوں کو جا پہونچا۔ پودے بڑھے، ان سے اناج پیدا ہوا اور وہ پھر ہمارے کھانے کے کام میں آگیا۔

لیکن اگر پودوں کو غذا پہونچانے کا دار و مدار صرف قدرتی کھاد پر ہی منحصر ہوتا تو انسان کبھی کا بے دست و پا ہوچکا ہوتا۔ انسان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ پودوں کے لئے مصنوعی کھاد بنائے، کھاد میں پودوں کی غذا خاص نائٹروجن ہے، اور اب صرف سوال یہ تھا کہ وہ کسی طریقہ سے ہوا کی نائٹروجن کو ایسی شکل میں لائے جو پودوں کی خوراک میں کام آسکے۔

ہوا کی نائٹروجن پر دست درازی کرنے کی ضرورت انسان کو اس لئے اور بھی محسوس ہوئی کہ دنیا کے کھاد کے خزانے کھاد کے کام میں لائے جانے کے علاوہ اور دوسرے کاموں میں بھی لائے جانے لگے۔ مثلاً کھاد سے تیزاب وغیرہ بننے لگا جس سے کہ نوں کھاد پیڑوں کی خوراک بننے کی بجائے تیزاب کی نظر ہونے لگی۔

نائٹروجن گیس ایسی گیس ہے جس پر کسی چیز کا مشکل سے اثر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا اپنی حالت سے کسی دوسری حالت میں تبدیل کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر انسان کی حکمت عملی کے سامنے نائٹروجن تو کیا اور بھی لش ست مس نہ ہونے والی چیزوں کی کچھ نہیں چلتی، چنانچہ بجلی کی مدد سے نائٹروجن اور آکسیجن ہوا کی دونوں گیسوں کو ملا دیا جاتا ہے اور ایک نئی گیس بنجاتی ہے جس کو نائٹرک آکسائڈ کہتے ہیں

نائٹرک آکسائڈ پانی میں گھل جاتا ہے اس میں اب چونہ بھی ملا دیتے ہیں اور یہ کھاد کے کام میں آسانی سے آسکتی ہے کائنات میں نائٹروجن کے "چکر" کو ہم مندرجہ ذیل طریقہ سے ظاہر کر سکتے ہیں۔
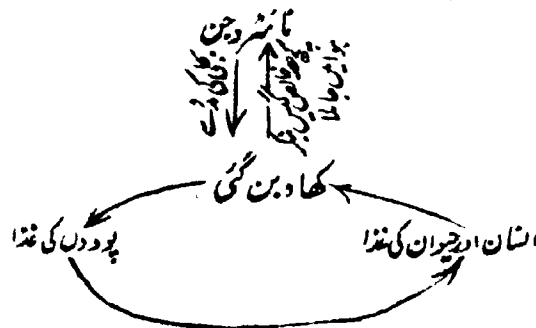
پھولوں کی کاشت

مندرجہ ذیل پھولوں کی کاشت کے دو موسم ہیں یعنی مارچ میں بھی بوئے جا سکتے ہیں اور جون جولائی میں بھی

کیلنڈولا "Calendula" اسے "گل اشرفی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کا پودا تقریباً ایک فٹ بلند ہوتا ہے، پھولوں کا رنگ موتیا نارنجی، سنہری اور ہلکا زرد ہوتا ہے۔ سنہری رنگ کے پھول زیادہ دیدہ زیب نظر آتے ہیں۔ ایک پودے کو جتنا پھول لگتے ہیں، البتہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ بیج بننے شروع نہ ہوجائیں، کیونکہ اس صورت میں پودا پھول دینے بند کردیگا۔ گل اشرفی پھولدانوں میں سجانے کے لئے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پھول کئی روز تک تروتازہ رہتے ہیں،

"**وربینا**" Verbenas یہ پودا بہت سخت جان ہے بارش اور سخت دھوپ دونوں کو برداشت کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ کافی عرصہ تک پھول دیتا ہے۔ پودے کی ہر ایک ٹہنی سرے سے چھوٹے چھوٹے پھولوں کے گچھوں سے لدی ہوئی ہوتی ہے۔ پھولوں کے رنگ سفید گلابی کاسنی اور سرخ ہوتے ہیں۔ پودا ۶ انچ سے ۹ انچ تک بلند ہوتا ہے۔ "وربینا" کے پھولوں کی شکل موتی فلاکس کی سی ہوتی ہے اس کی کیاری کی مٹی کے لئے کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ لیکن پودے بے توجہی سے بہت جلد سوکھ جاتے ہیں

"**زینیا**" — Zinnia — اس کا پودا تین فٹ بلند ہوتا ہے اس کے پھول بہت بڑے بڑے اور خوبصورت ہوتے ہیں کئی مہینے تک مختلف رنگوں کے پھول دیتا ہے۔ زینیا کی کیاریاں پھولوں سے لدی ہوئی بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ پھولوں کی ٹہنی مضبوط اور لمبی ہوتی ہے۔ اسی لئے گلدانوں میں پھول سجائے جاتے ہیں، پودا خوب گھنا اور بڑا ہوتا ہے پتے بھی بہت زیادہ تعداد میں نکلتے ہیں، ہندوستان کی آب و ہوا اس کے موافق ہے، اسی لئے زینیا ہر دلعزیز ہے۔

"**ہالی ہاک**" HOLLYHOCK یہ "گل خیرو" کے نام سے مشہور ہے۔ اسکی کاشت بھی جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے جون جولائی میں ہوتی ہے، لیکن ایک دفعہ کا لگا ہوا ہمیشہ رہتا ہے۔ ایک پودا پانچ فٹ سے سات فٹ تک اونچا ہوتا ہے، باغیچہ کی بہترین زینت گل خیرو کے کھلے ہوئے پھولوں سے ہوتی ہے، پھولوں کے کئی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ مثلاً سرخ، گلابی، سفید، یہ باغیچہ کی سڑک کے دونوں طرف لگا دینے چاہئے وہاں یہ آنے والوں کو خوش آمدید کہتے معلوم دیتے ہیں پھول بڑی بڑی کٹوریوں کی شکل کے ہوتے ہیں، اور ایک ہی وقت میں پودے کی ٹہنی کے سرے پر بے اندازہ نکلتے ہیں، ڈبل ہالی ہاک شمالی ہندوستان میں بھی پھلتا

پھولتا ہے۔ البتہ اکہرے پھول ہر جگہ بوئے جا سکتے ہیں اور بہت جلدی پھول بھی دینے شروع کر دیتے ہیں

"پٹونیا" Petunia اس کے بیج بہت باریک ہوتے ہیں اس لئے ریت ملا کر بونے چاہئیں اس کا پودا تقریباً ایک فٹ بلند ہوتا ہے۔ کیاریوں میں خوب بہار دیتا ہے ویسے گملوں میں بھی لگایا جا ہے۔ تھوڑی سی محنت سے خوب پھلتا پھولتا ہے۔ عام طور پر موسم سرما میں اس کی کاشت ہوتی ہے۔ لیکن موسم گرما میں بھی لگایا جا سکتا ہے۔ پھولوں کے کئی مخلوط رنگ ہوتے ہیں۔ اور گہرے قرمزی رنگ کے بھی ہوتے ہیں۔ خواہ کتنا ہی چھوٹا باغیچہ ہو۔ پٹونیا کے بغیر مکمل نہیں کہا جا سکتا۔ زیادہ بارش اسے نقصان پہنچاتی ہے۔ ایسی جگہ جہاں بارش کم ہو بہت عرصہ تک پھول دیتا ہے، جب پنیری تیار ہو جائے تو پودے کیاریوں میں ایک ایک فٹ کے فاصلہ پر لگا دینے چاہئیں۔ اس کی شاخوں کی داب "ورینا" کی طرح لگائی جاتی ہے

کاس ماس Cosmos عموماً پانچ فٹ بلند ہوتا ہے۔ گلابی، سفید، پیازی اور سرخ پھول خوب بہار دیتے ہیں۔ سخت بارش اور دھوپ کو برداشت کر سکتا ہے۔ البتہ شمالی ہندوستان میں موسم سرما میں بو جا سکتا ہے۔ پہاڑوں پر جون جولائی میں اس کی کاشت ہونی چاہئے اور جنوبی ہند اور میدانوں میں ستمبر اکتوبر میں۔ بعض دفعہ کاس ماس کے بہت چھوٹے چھوٹے پودے کو پھول لگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں پھول اور کلیاں قینچی سے کاٹ ڈالنے چاہئیں پودے کی زمین کو بعد ازاں آہستہ آہستہ کھود دینا چاہئے پھر انشاء اللہ پودا خوب پھولے گا اور کافی عرصہ تک پھول دیگا

"گیلارڈیا" -Gaillardia- اس کے اکہرے پھول "ڈیزی" کی شکل کے ہوتے ہیں اور ہر ایک پھول کی ٹہنی تقریباً ۷ - ۸ انچ لمبی ہوتی ہے اسی لئے گلدستے بنانے کے لئے یہ پھول پسند کئے جاتے ہیں ہر پھول سرخ و زرد دو رنگوں کا ملا ہوا ہوتا ہے۔ پودا تقریباً ½ ۱ فٹ اونچا ہوتا ہے۔ گرمی اور دھوپ اس پودے کے لئے موافق ہے۔ برسات میں اس کی کاشت خوب ہوتی ہے ہر قسم کی زمین میں بخوبی نشوونما پاتا ہے۔

"سالویا" Salvia اس کی کاشت بہت آسانی سے ہوتی ہے۔ پودا بہت گھنا ہوتا ہے، تمام پھول سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ پودا تقریباً دو فٹ بلند ہوتا ہے۔ کئی مہینے پھول دیتا ہے: سالویا کی کیاریاں بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ جس ٹہنی پہ پھول کھلتے ہیں وہ بھی سرخ ہو جاتی ہے۔ اس کی پھولدار ٹہنی گلدانوں میں سجائے جانے کے قابل ہے۔

سرور جہاں (رعنا دبنت خان بہادر چودھری نبی احمد)

اس مفید مضمون کی تیسری قسط کے لئے آئندہ نمبر کا انتظار فرمائیے۔

عورتوں کی ورزش

ہندوستانی خواتین کی صحت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے لیکن اب بھی وہ اس طرف بہت کم متوجہ ہیں۔ حالانکہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کو ورزش کی زیادہ ضرورت ہے۔ اول تو غذ کے استعمال میں نا مناسبت۔ دویم ورزش، لیکن عموماً خواتین ورزش بہت کم کرتی ہیں حالانکہ ورزش تندرستی کے لیے ایک جزو لازم ہے اگر وہ چاہیں تو روزمرہ گھر کے کام کاج ہی میں کافی ورزش ہو سکتی ہے اور چلنے پھرنے میں چہل قدمی بھی کافی ہو جاتی ہے۔ اور پھر کسی ورزش کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب سے کچھ زمانہ پہلے خواتین صحت کے اصولوں سے محض ناواقف تھیں لیکن پھر بھی ان کی صحت زمانہ حال کی خواتین سے بدرجہا بہتر تھی۔ کیونکہ وہ گھر کے تمام کام خود ہی انجام دیتی تھیں اور اس میں مطلق عار نہیں سمجھتی تھیں۔ اور تفریح کے اوقات بھی ایسی ہی باتوں میں گزارتی تھیں جس سے کافی ورزش ہو سکے مثلاً جھولا جھولنا، جھولا جھولنے سے کافی ورزش ہو جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ گایا بھی جاتا ہے جس سے نہ صرف طبیعت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے بلکہ سینے کی ایسی بڑھ کر شاید ہی اور کوئی ورزش ہو سکے۔ کسی کا قول ہے " ایک پہلوان کو دق اور سل ہو سکتی ہے لیکن ایک گانے والے کو نہیں ہو سکتی"

اسوقت ہندوستان میں تین طبقے ہیں۔ ایک مہذب، دوسرا نیم مہذب۔ تیسرا بالکل غیر مہذب۔ اول طبقہ میں ورزش کا کافی سامان موجود ہے۔ مثلاً شہسواری، ٹینس، بیڈمنٹن، وغیرہ۔ دوسرے طبقہ کے لوگ نہ تو مہذب لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اور نہ بالکل غیر مہذب لوگوں کے اطوار اختیار کرتے ہیں۔ اس طبقہ کی خواتین کو ہمیشہ ایک نہ ایک شکایت لاحق رہتی ہے اور دق و سل کے امراض بھی اس طبقہ میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اب رہا بالکل ہی غیر مہذب طبقہ اسکی خواتین کی صحت قابل رشک ہوتی ہے اور ان کی ورزش بھی کافی ہو جاتی ہے۔ مثلاً چکی پیسنا۔ چرخہ کاتنا، پانی بھرنا۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ اگر جسم کے کسی عضو کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو وہ بالکل معطل ہو جائے گا۔ اسی طرح جب تک انسان کچھ کام نہ کرے اس کی صحت کبھی درست نہیں رہ سکتی اور اسکا نہ صرف جسم پر بلکہ دل و دماغ پر بھی بہت اثر پڑتا ہے۔ کوئی بھی کام کیا جائے لیکن وہ جسقدر دشوار اور محنت طلب ہوگا اس سے اسی قدر ورزش ہوگی اور اس کے ختم ہو جانے پر اتنی ہی زیادہ خوشی ہوگی جس سے دل و دماغ پر مفید اثر پڑے گا۔

بعض بیبیاں تمام تمام دن ایک جگہ بیٹھی رہتی ہیں اگرچہ وہ اپنی دانست میں سینے پرونے کا کام کرتی رہتی ہیں لیکن یہ صحت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور وہ ہمیشہ صحت کی شاکی رہتی ہیں۔

شرافت بیگم بنت محمد سعید خاں۔

پارسی بلاوز
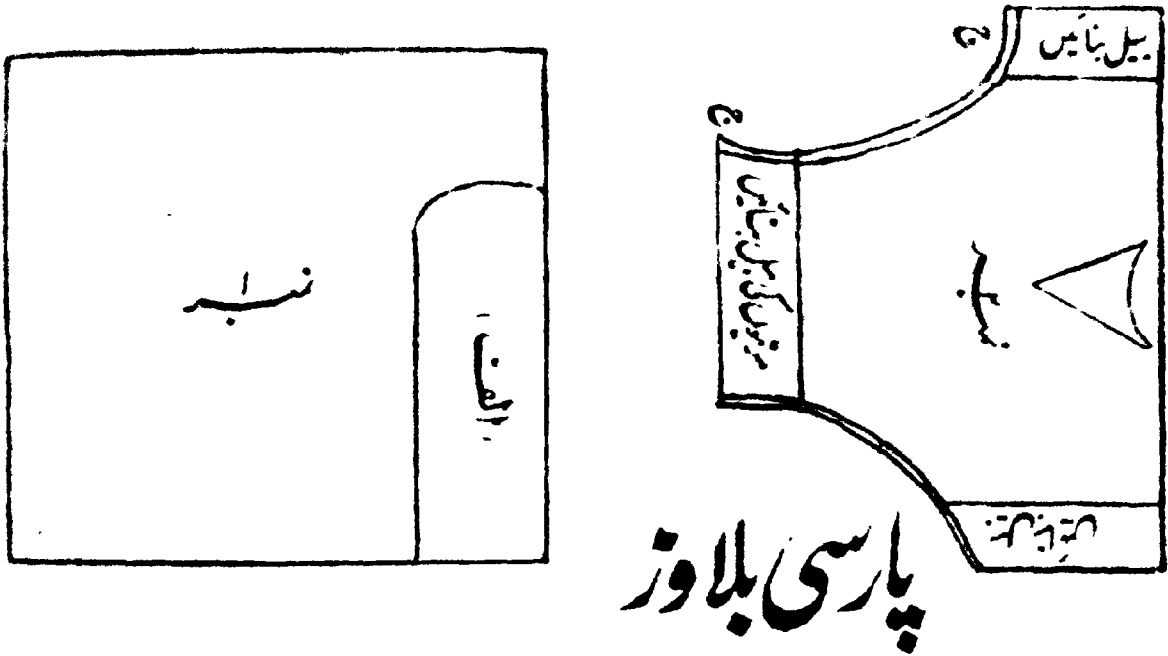
اس بلاوز کی تراش اور سلائی بالکل آسان ہے دن بھر میں دو تین بلاوز تیار کئے جا سکتے ہیں۔

ترکیب

ایک گز ریشمی کپڑا لیکر ایک پاؤ گز کو لر کے واسطے نکال لیں اب تین پاؤ گز ٹکڑے کی چار تہ کر کے کسی سخت جگہ پر رکھ کر نقشہ نمبر ۱ کے مانند تراش لیں اسکے کھولنے سے نقشہ نمبر ۲ کے مانند ہوگا اب حسب پسند کولر گلے پر لگا کر دائیں و بائیں جانب کے ج سے ج تک، کھلے ہوئے کنارے آنئے جانب لنگر دیکر مشین و مر سلائی کر لیں۔ اور آستین پر اور نیچے کی جانب موتیوں کی چوڑی بیل بنا دیں اور گلے پر ہلکا کام بنالیں اگر کسی بہن کے لئے تین پاؤ ٹکڑا چھوٹا ہو تو کولر کے واسطے کپڑا نہ نکالیں پورے ایک گز کو عرض و لبان سے چوہرا کر کے نقشہ نمبر ۱ کے مطابق تراش لیں اور الف کے بچے ہوئے چار ٹکڑوں کے کولر بنالیں یا نمبر ۲ کے مطابق سامنے دی اور پیچھے گول گلا تراش کر موتیوں کی بیل بنا دیں۔

(نوٹ) اس بلاوز پر ساری نہیں باندھی جاتی بلکہ یہ ساری کے اوپر سے لٹکا ہوا ہوتا ہے۔

مس رقیہ خانم

موتیوں کا پنکھا

یہ پنکھا پورا بن جانے کے بعد نقشہ سے دوگنا ہوگا۔ لہذا اس کا خیال رکھئے ہرے فیروزی اطلس گول کترلی جائے اور پھر ہری گلابی ڈنڈیوں اور پتیوں پر سبز، پھولوں پر گلابی، ہلال پر روپہلی اور اللہ پر
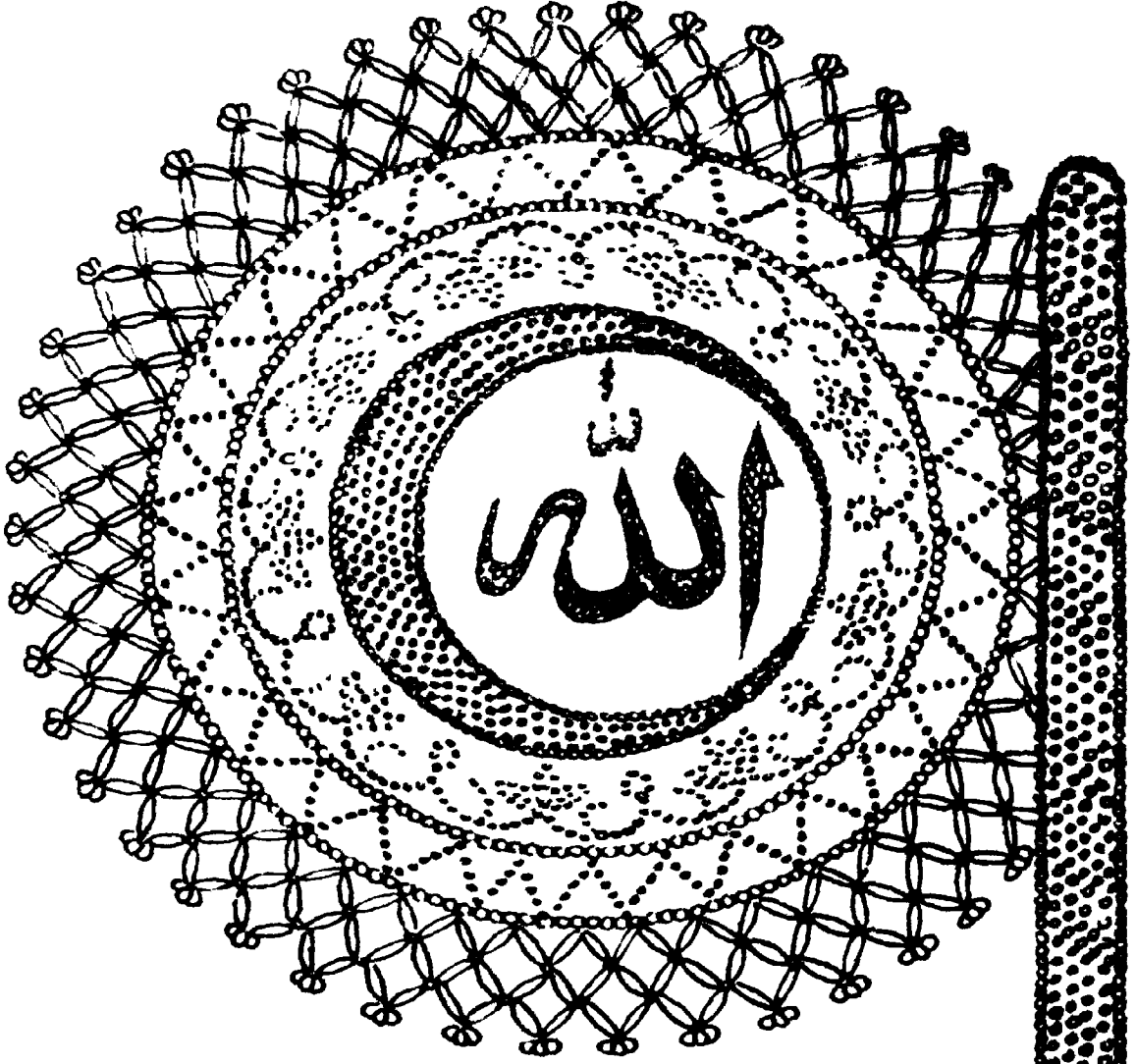
سنہری پوتھ ٹانک لی جائے۔ اسی طرح ایک گلابی اطلس کا بنالیا جائے صرف پوتھ کے رنگوں میں فرق ہو۔ اب اتنا ہی بڑا وصلی کا ایک گول ٹکڑا کتر لیا جائے اور اس کے دونوں طرف کپڑے رکھ کر سی لینا چاہیے۔ سنہری جو اور فیروزی پوتھ کی جھالر بنا دیجئے۔ سوئی اس طرح نکالئے۔

کر دونوں کپڑوں کی سلائی پر آجاتے۔ ایک جو
ایک پوتھ ایک جو پروکر سوئی کپڑے میں سے نکال لیجئے
پوری قطار اس طرح بنائیے۔ دوسری قطار۔ پہلی قطار
کی پوتھ میں سے سوئی نکال لیجئے۔ اور ایک جو ایک پوتھ ایک
جو پروکر سوئی پہلی قطار پوتھ میں سے نکالئے۔ پوری قطار
اسی طرح۔ تیسری قطار ایک جو ایک پوتھ ایک جو پروکر
دوسری قطار کی پوتھ میں سے سوئی نکالئے۔ اب تین
تین جو اور پوتھ کے گچھے بناکر ہر ایک خانے میں لگا دیجئے
ڈنڈی اس طرح بنائیے۔ تین پوتھ پروکر حلقہ بنا لیجئے۔ اب
پھر سوئی میں تین پوتھ پروئیے اور پہلے پروئی ہوئی ایک
ایک پوتھ میں سے نکال لیجئے۔ اسی طرح تینوں میں سے
تین تین پوتھ پروکر سوئی نکال لیجئے۔ اسی طرح بناتی جائیے
جب چار قطاریں ہوجائیں تو بانس کی ڈنڈی چھیل کر اس پر
چڑھا لیجئے اور اسی طرح اس کے گرد بناتی جائیے
چار قطاریں گلابی چار فیروزی۔ جب پوری ڈنڈی بن چکے
تو ایک پروکر چوتھی پوتھ میں سے نکال لیجئے۔
چار مرتبہ ایسا ہی بنائیے۔ اب جسقدر پوتھ بچے
ہوں ان سب میں سے ایک مرتبہ بغیر پوتھ پروئے
ہوئے سوئی نکال کر ایک سفید مومی موتی پروکر
چھ جو اور پوتھ کا گچھا بنا لیجئے

ڈنڈی نقشہ سے بڑی بنائی جا ہئے کیونکہ
نقشہ کی طوالت کے باعث چھوٹی بنائی گئی ہے

(از کتاب موتیوں کا کام) شرافت بیگم

دفتر عصمت سے زنانہ دستکاری کی یہ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ عصمتی کروشیا ۱۲ عصمتی کشیدہ ۱۲ گلدستہ کشیدہ ۱۲ موتیوں کا کام ۱۲ - خواتین کی دستکاریاں ۸

(خانہ داری کے مضمون کا بقایا)
دانت پر جس کا رنگ بگڑ گیا ہو ... میں اور خشک ہو جانے دیں۔
بعد میں کسی ملائم برش سے آہستہ آہستہ جھاڑ دیں۔
اگر چولھے پر چربی گر پڑے۔ تو اسی وقت ایک نمک کی چٹکی
چھڑک دی جائے تو جلنے کی بدبو نہ پھیلے گی

دھونے کے پانی میں دو چمچے نمک کے ڈالنے سے رنگین کپڑوں کا
رنگ خراب نہ ہوگا۔ اگر پیتل کا برتن میلا کچیلا ہوجائے تو آدھے لیموں پر
نمک لگا کے رگڑیں۔ اور پھر گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ اور نرم کپڑے
سے خشک کردیں۔ چمک آجائے گی۔ چائے کے سوکھے
ہوئے پتے دکھتے ہوئے کوکوں پر ڈالنے سے کھمیاں بھاگ جاتی ہیں
پانی میں شہد ڈالو۔ اگر تبدیلی ظاہر نہ ہو تو اصلی شہد ہے۔ تھوڑے
سے دودھ میں اگن نرک ایسڈ کے کچھ قطرے ڈالنے سے دودھ اور پانی
الگ الگ ہوجاتا ہے سونے کے زیور پر نرک ایسڈ ڈالو اگر فوراً
سفید رنگ کا دھبہ پڑجائے تو سونے میں کھوٹ ہے۔ سفید
کاغذ پر عطر کی دو بوندیں ڈال کے آنچ پر سینکو اگر اڑ جائے تو
اصل ہے۔ کاغذ پر دھبہ پڑا رہ جائے تو نقلی ہے۔
تکیہ بھرتے وقت روئی میں تھوڑا سا کافور ملانے سے
وہ گرمیوں میں ٹھنڈا رہتا ہے۔ اور اس میں کھٹمل بھی نہ
رہیں گے
ریشمین کپڑوں کو پہننے کے بعد کسی پرانے ململ کے کپڑے
سے رگڑنے سے شکنیں جاتی رہتی ہیں۔
دوشنائی کے تازہ دھبوں پر باریک نمک لیموں پر ڈال کے
رگڑنے سے دور ہوجاتے ہیں۔ چاقو کا پھل۔ یا اسی قسم کی کوئی چیز
صاف کرنی ہو تو نمک سے رگڑیں
کار بالک ایسڈ کا ہلکا مرکب بنا کے بدن اور کپڑوں پر چھڑکنے
سے مچھر پاس نہیں پھٹکتے۔ بستر پر چند قطرے ٹپکانے سے
بھی مچھر نہیں آتے۔
سوڈا بائیکارب دو حصہ۔ لیموں کا ست ایک حصہ
دونوں کو علٰحدہ علٰحدہ پانی میں گھول کے آپس میں ملا دیں۔
سوڈا واٹر بن جائے گا۔ میٹھا پہلے ڈالنے سے بد مزہ بن جائیگا
تانبے پہ نیلا رنگ آجائے یا زنگ لگ جائے تو روغن زیتون لگائیں۔
اس سے سب بدرنگی اور زنگ جاتا رہیگا۔ رات بھر تیل کی ایک تہ لگی رہنے دیں اور
صبح کپڑے کسی ملائم جھاڑن سے پونچھ ڈالیں۔ محمد ظفر

سنگھار کے ٹوٹکے

کھولتے ہوئے پانی کی دیگچی میں ایک چینی کا برتن رکھ کے سپر سیٹی اور خالص سفید موم ایک ایک حصہ اور روغن بادام چار حصے اس میں پگھلا دیں جب وہ بخوبی مل جائیں تو اس برتن کو دیگچی میں سے نکال کے مسالحہ کو اتنا ہلائیں کہ ٹھنڈا ہو جائے روغن بادام کے برابر گلاب کا پانی اور ذرا سا اور ملائیں اور دو تین چمچہ کے مقابلہ میں پانچ قطرے کے حساب سے سادہ ٹنکچر آف بنزوائن اس میں ملائیں۔ روغن لیونڈر یا جو خوشبو آپ کو پسند ہو اس میں شامل کر کے کسی ہوا نہ جانے والی شیشی میں بند کر کے رکھ دیں یہ خالص کولڈ کریم بن جائیگی

روغن بادام اور سفید موم ہموزن لیکے گرم کریں اور خوب ہی ملائیں۔ کسی برتن میں گرم گرم ڈالدیں۔ لیونڈر آئل کے دو قطرے شامل کر کے ٹھنڈا ہو جانے دیں اور ڈھک دیں۔ گردن کو خوبصورت بنانے کے کام آتا ہے۔

آئل آف جرانیم oil of geranium ایک قطرہ آئل آف برگاموٹ oil of bergam ایک قطرہ - روغن بادام دو قطرے۔ پسا ہوا سہاگہ پانچ گرین۔ کولڈ کریم دو ڈرام۔ روز واٹر ۳ ڈرام سفید گلیسرین ۲½ اونس خوب ملائیں اور روزانہ رات کے وقت جلد میں خوب ملیں۔ لیکن پہلے گردن گرم پانی اور دودھ سے دھولیں۔

چکنی جلد کے لئے روز واٹر ڈیڑھ اونس لے کے گرم کریں اور کسی بوتل میں رکھ دیں اور عرق لیموں کی ایک چمچہ اس میں ڈال کے خوب ہلائیں۔ سادہ ٹنکچر آف بنزوائن چوتھائی اونس ڈال کے پھر ہلائیں۔ صبح کے وقت چہرہ گرم بارش کے پانی سے دھوئیں اور صابن کی جگہ بیسن استعمال کریں۔ پھر اسے لگائیں۔ دن میں بس ایک مرتبہ لگانا کافی ہے۔ انگلیوں سے لگانے کے بعد پوڈر چھڑک لیں۔

اگر آنکھیں صاف چمکدار ہوں۔ لیکن چھوٹی ہوں۔ سلائی سے ایک نہایت باریک کیرا دونوں آنکھوں کے گوشوں سے کنپٹیوں کی طرف چوتھائی انچ کھینچیں۔ آنکھیں بڑی معلوم ہونے لگیں گی۔ پوڈر لگانے کے کچھے کو کبھی کبھی دھولیا کریں ورنہ گچھوں سے جلد دھبہ دار معلوم ہونے لگتی ہے۔

دھلائی کے گر

باریک دھلے کپڑوں پر مشین کے تیل کے دھبے پڑ جائیں تو ٹھنڈے پانی اور خالص دہی کے صابن سے دور ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سے بھی نہ جائیں تو تھوڑا سا فرنچ چاک یا میگنیشیا magnesia

سفوف اس جگہ رکھ دیں اور کچھ دیر پڑا رہنے دیں۔

سفید لیس کے دھونے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی مٹی کے برتن کے گرد لپیٹ کے سرے ٹانک دیں اور اس کو ایک پتیلی میں رکھ کے ایک دیگچی میں دھر دیں اور اتنا پانی اور صابن ڈالیں کہ مٹی کا برتن ڈوب جائے۔ پانی ابالیں۔ وقتاً فوقتاً اور پانی ڈالتے رہیں نیل کے پانی میں سوڈا ڈال کے کپڑے بھگونے سے نیل کے داغ نہیں پڑتے۔

طلائی تاروں سے گندھی ہوئی چیز صاف کرنے کے لئے راک امونیا rock ammonia کا چھوٹا سا ٹکڑا توڑ کے سفوف کریں اور گندے ہوئے مقام پر جلدی جلدی ملیں۔ ماندپن جاتا رہیگا اور وہ مقام نیا نظر آنے لگیگا

پوستین کے گدے وغیرہ برسات میں نمدار ہو کے خراب ہو جاتے ہیں۔ انہیں الٹ کے دوسری طرف گرم صابن دار پانی سے سپنج کریں خوب دھار کے کسی میز یا فرش پر پھیلا دیں اور کناروں پر پن گاڑ دیں تاکہ شکل قائم رہے۔ سوکھنے پر گدوں پر تیل لگا دیں۔

جڑاؤ چیزوں کو انڈے دان میں وسکی بھر کے ڈبو دیں اور بعد میں کسی ملائم کپڑے سے پالش کر دیں۔

مرغی خانہ ۔ جب مرغیوں میں چربی کم ہو جاتی ہے تو ان کی ٹانگوں میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے اور سفید بیٹ کرنے لگتی ہے اور اگر شروع میں خبر نہ لی جائے تو وہ جلد مر جاتی ہیں۔ ایسی مرغی کو بیماری کی حالت میں کاڈ لیور آئل (مچھلی کے تیل) کی ایک چمچہ صبح و شام دی جائے اور ٹانگوں پر روزانہ مالش کی جائے۔ مرغیوں کو اس بیماری سے محفوظ رکھنے کے لئے جگر پھیپھڑے سری یا معمولی چھیچھڑے تازہ کے ابالیں اور قیمہ کر کے ملائم غذا کے ساتھ ملائیں یہ غذا ہر دوسرے تیسرے دن دیا کریں۔

سرسوں کے تیل میں کچھ لہسن ابالیں حتیٰ کہ لہسن کے جوے زرد ہو جائیں۔ ٹھنڈا کر کے اس مرکب کو شیشی میں رکھ لیں۔ یہ عرق ہفتہ میں تین مرتبہ گلے پر ملیں اور ہر دوسرے دن ایک یا دو لہسن کے جوے اس کے حلق میں اتار دیں۔ روزانہ گھنٹہ بھر جانور کو دھوپ میں بٹھائیں تاکہ بیمار مرغی کو خوب اچھی طرح سے دھوپ لگ سکے۔ اس بیماری کو گو بعض زکام سمجھتے ہیں لیکن یہ مرغیوں کا ہیضہ ہے اور بہت مہلک ہے۔ مرغی پانی سا دست کرتی ہے جس کا نشان بعد میں زمین پر سفید چونا سا رہ جاتا ہے اور مرنے سے پہلے چونچ سے پانی جاری ہو جاتا ہے کاؤلائن Kaoline ایک چمچہ پانی میں ملا کے پہلے دن گھنٹہ گھنٹہ بعد دیں۔ یا ٹنکچر کمفر کا ایک قطرہ شیرے میں یا روٹی کی گولی میں لگا کے اس کے گلے سے نیچے اتار دیں۔ اگر مرغی مر جائے تو اسے جلد جلا یا دفن کر دینا چاہئے۔ پانی میں پنک پوٹاشیم پرمنگنٹ کے چند دانے ڈال دیا کریں

اس بیماری نے یہاں گڑگانوہ میں سینکڑوں مرغیاں چند روز میں مار ڈالیں۔ مرغی صبح کو بیمار ہوتی تھی اور شام کو مر جاتی تھی۔

جلد کی نگہداشت فرانسیسی عورتوں کے چہروں پر بہت دیر میں شکنیں آتی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں انگریزی عورتوں کے چہروں پر جلد جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ اس کا سبب طبیعت پر ضبط رکھنا ہے۔ جو جلد گھبرا جاتی ہیں یا جو ذرا ذرا سی بات پر دل میں ایک کرید سی پیدا کر لیتی ہیں ان کے چہرے جلد شکن دار ہو جاتے ہیں۔ طبیعت میں صبر و سکون پیدا کیجئے اور پھر اس کا اثر دیکھئے۔ فرانسیسی عورتیں اپنے جوان چہروں کا باعث روغن زیتون کا کھانا کھانے

میں باقاعدہ استعمال کرنا بتاتی ہیں۔ روزانہ ایک چمچہ روغن زیتون استعمال کرنا جلد کو صاف، ملائم اور شکنوں سے پاک رکھنے میں جادو کا کام کرتا ہے۔

کاٹن وول (نرم روئی) بہت گرم پانی کے گلاس میں جس میں نمک کی ایک چمچہ ملائی جائے ڈبوئیں اور شکن دار حصہ پر اتنا گرم جتنا برداشت ہو سکے لگائیں اور ۱۰ منٹ تک لگا رہنے دیں۔ کسی نرم تولیہ سے خشک کرکے مندرجہ ذیل کریم جو گھر بنائی جاسکتی ہے استعمال کریں۔ روغن بادام شیریں ۲ اونس کوکو بٹر ۳ ڈرام لینولائن Lanoline ۵ اونس گلیسرین ۲ ڈرام۔ کوکو بٹر اور لینولائن ایک کٹوری میں رکھ کے چولہے پر گرم پانی کرکے برتن میں دھر دیں۔ روغن بادام آہستہ آہستہ شامل کریں اور ملاتے جائیں۔ آخر میں گلیسرین ڈالیں۔ شیشہ کی ڈبیہ میں پگھلی ہوئی حالت میں ڈال دیں۔

ایک انڈے کی سفیدی خوب پھینٹیں اور سونے سے پہلے چہرہ پر لیپ کرلیں۔ آدھ گھنٹے تک اپنے چہرے کو سکون کی حالت میں رکھیں اور بعد میں ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔ اس سے شکنیں نظروں سے چھپ جاتی ہیں اور کسی دعوت یا جلسہ میں شریک ہونے سے پہلے یہ ترکیب کارآمد ہے لیکن ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ ایسا کریں

۱/۲ چمچا نمک پانی میں نمک کی ایک چمچہ گھولیں اور کھانے سے گھنٹہ بھر پہلے پی لیا کریں۔ گو یہ ناگوار معلوم ہوگا پہلے پہلے صرف ایک گلاس پئیں بعد میں مذکورہ بالا مقدار تک بڑھائیں۔ آخر میں تین گلاس انتہائی مقدار ہونی چاہئے۔ یہ چہرہ چہرہ نکھارتا ہے۔ یہ پانی آنتوں میں جذب نہیں ہوتا بلکہ جلدی سے ان سے گزر جاتا ہے اور ان کو دھو ڈالتا ہے ایک ہفتہ تک استعمال کرکے آپ اپنی آنکھوں اور جلد میں فرق دیکھ کر حیران رہ جائیں گی۔

اگر صبح کے وقت چائے کی بجائے سنگترہ کا عرق پئیں اور گل بابونہ Camomile flowers کا آب زلال (کھولتے ہوئے پانی میں آٹھ پھول ڈال کے پانی نتھار لیں) رات کو سوتے ہوئے پی جائیں تو اس طریقہ کا پہلا عمل پورا ہو جاتا ہے۔ دوسرا عمل چہرہ کا لیپ ہے۔ سوتے وقت عمدہ صابن اور اچھے پانی سے چہرہ دھوکے لگائیں۔ عجیب اثر دکھائیگا۔ جو کا آٹا کڑوے بادام کے سفوف میں (دونوں نصف نصف چھٹانک) ملائیں۔ کسی گرم پانی کے برتن میں شہد کسی چیز میں رکھ کے پگھلائیں اور آٹے اور سفوف میں ملا کے لئی بنالیں گردن اور چہرہ پر موٹی تہ پھیلالیں۔ جتنی دیر ہو سکے لگا رہنے دیں۔ پھر گرم پانی سے اور اس کے بعد ٹھنڈے سے دھو ڈالیں۔

انڈے کی سفیدی اس قدر پھینٹیں کہ سخت ہو جائے۔ اس میں پھر دودھ آہستہ آہستہ ملائیں اور اس عرصہ میں برابر پھینٹتے رہیں۔ چہرہ پر پھیلا کے صبح کو ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔

ترکاریوں کے فوائد

سبز ترکاریوں میں بالخصوص کثرت سے ہوتا ہے جو نشاستہ والی غذاؤں اور گوشت کے پیدا کئے ہوئے تیزاب کا ازالہ کرتا ہے۔ اس طرح خون میں تیزابیت پیدا ہونے سے جو بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کو ترکاریاں روک دیتی ہیں۔

ترکاریوں کا فولادی جزو جسم میں قوت پیدا کرتا ہے۔ چونہ ایل سی ام ہڈی اور دانت بناتا ہے۔ فاسفورس نظام عصبی کو درست کرتا ہے اور پوٹاشیم تھکے ماندہ پٹھوں کو تازہ کرتا ہے۔ طاقت بخش اجزا وٹامن ہے کے تین ضروری کام یہ ہیں کہ ہم بیماری کا مقابلہ کر سکیں۔ اعصاب کو تروتازہ اور خون کو صاف کر سکیں۔

تمہارے ہاتھ

لندن میں ایک بی بی ہیں جن کی عمر ۷۰ سال ہے لیکن ہاتھ ایسے نرم و نازک ہیں جیسے کسی ۲۰ سالہ عورت کے۔ وہ چھوٹے چھوٹے اور دلکش ہیں ان کی بناوٹ ملائم اور جلد سفید ہے حالانکہ یہ باغ کی کیاریاں اپنے ہاتھ سے بناتی اور پودوں کی خبرگیری کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میرے ہاتھوں کی خوبصورتی کا راز ایک نفیس تیل لگا کے مالش کرنا ہے۔ کبھی کبھی سفید کرنیوالا لوشن لگاتی ہوں اور گرم پانی اور سرد ہوا سے ہاتھوں کو بچاتی ہوں۔ اگرچہ ۲۰ سال یا اس سے زیادہ عمر کی ہر لڑکی چہرہ کی کریم استعمال کرتی ہے لیکن ہاتھوں کی نگہداشت کوئی دل چلی ہی کرتی ہے

کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ گرم پانی عرق لیموں اور تیل کی کریم سے ہاتھوں کی مالش کرنی چاہئے۔ اگر ہاتھوں کی تیدیں (ایسے دستانے جس میں انگلیاں نہ ہوں بلکہ اس میں پورا ہاتھ ایک ساتھ آجاتا ہو۔ اسے انگریزی میں مٹن [illegible] کہتے ہیں) گھنٹہ بھر کے لئے روزانہ چڑھائی جائیں تو جلد ملائم ہو جاتی ہے۔ گھر کا کام کاج کرنیوالی بیبیاں جھاڑو بہارو کے وقت دستانے ضرور پہن لیا کریں کیونکہ رگڑ گرد و غبار اور میل کچیل ہاتھوں کو سخت کر دیتے ہیں۔

پھرتی کی ورزش

ورزش کا اصل مقصد یہ ہے کہ پٹھے باری باری پھیلیں اور سکڑیں۔ ان کے ساتھ ساتھ خون کی رگیں بھی پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔ اس سے خون تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ باری باری دباؤ اور ڈھیلا پن اس خون کی روانی میں بڑا مدد دیتا ہے۔ چونکہ رگوں میں ایک طرف کو کھلنے والے ڈھکنے لگے ہوتے ہیں اسلئے خون کی واپسی کا کوئی امکان نہیں۔ خون ایک ہی طرف دوڑتا رہتا ہے۔ اسلئے یقینی بات یہ ہے کہ خون آگے بڑھے گا اور نہ ہر ایک جگہ جمع نہ ہونے پائیں گے۔ مندرجہ ذیل ورزش سے کندھے گول نہ ہونے پائیں گے۔ اور سینہ ڈھیلا ہونے لگیگا۔

گھٹنے سیدھے اور انگلیوں کا رُخ زمین کی طرف کرکے فرش پر گھٹنے ٹیکو۔ ہاتھ کی انگلیاں آگے کو رکھ کے ہتھیلیوں کے بل ٹھیک گھٹنوں کے پیچھے زمین پر ہاتھ رکھ دو۔ کہنیاں بالکل سیدھی رکھو۔ ہاتھوں کو فرش پر آہستہ آہستہ آگے کو اسقدر پھیلاؤ کہ عین سر کے پاس سے ہوتی ہوئی آگے کی طرف پوری طرح پھیل جائیں۔ چوتڑوں کو پیچھے کی طرف پوری طرح لے جاؤ اور ہاتھوں کو آگے کی طرف پوری طرح پھیلاؤ۔ حتیٰ کہ سینہ تقریباً فرش سے چھو جائے اور ساری کمر پر پھیلنے کا پورا اثر معلوم ہو۔ اب آہستہ آہستہ ہاتھوں کو فرش کے سہارے گھٹنوں کی طرف کھینچ لو۔ چوتڑوں کو پیچھے دھکیلو اور کمر کو گول کرکے جسم کو اٹھاؤ اور جسم اٹھتے وقت ہاتھوں کو فرش سے اٹھنے دو۔ کمر کو سیدھی کرو۔ گردن اور سر کو بعد میں سیدھا کرو۔ حتیٰ کہ ایڑیوں کے بل بیٹھنے کی حالت میں آجاؤ۔

خانگی ٹوٹکے۔ عرق لیموں اور سفید نمک میں ملا کے لئی سی بنالیں۔ صاف کرنے والے ملائم چہرہ کے ٹکڑے سے ہاتھ

(باقی دیکھئے صفحہ ۴۹۳ کالم ۲ پر)
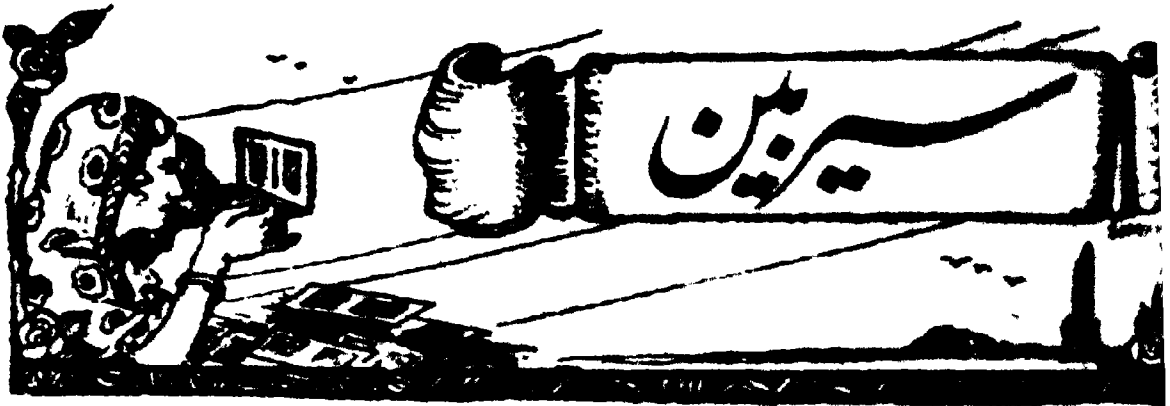
اصحاب کی لاشیں

ساحل دجلہ پر دو اصحاب حضرت حذیفہؓ و حضرت عبداللہ بن جابرؓ کا مقبرہ بنے ہوئے ہیں چونکہ اب دریا نے اپنا رویہ تبدیل کرنا شروع کر دیا اور ان مقبروں کے بہ جانے کا اندیشہ ہوا۔ اس کا فیصلہ ہوا کہ ان کی قبریں کھود کے ان کی لاشیں حضرت سلمان فارسیؓ کے قریب دفن کر دی جائیں۔ دو لاکھ مرد آدمی جمع ہوگئے۔ لاشیں برآمد ہوئیں۔ جوں کی توں موجود تھیں۔ صرف کفن میلا ہو گیا تھا اور جلد پر نمی کا اثر تھا۔ تیرہ سو برس کے بعد لاشوں کا بعینہٖ برآمد ہونا بڑی کرامت ہے۔

پنجاب میں تعلیم نسواں

۱۹۳۰-۳۱ء میں پنجاب میں لڑکیوں کی تعلیم پر باوجود مشکلات کے ۲۰،۱۵،۴۵۲ روپیہ صرف ہوا۔ زنانہ مدرسوں میں ۹۰۹ کا اضافہ ہوا جن میں ۳۳ مستند قرار پائے۔ ان مدرسوں کی طالبات کی تعداد ۱۰۸۴۳۰۱ تک بڑھ گئی۔ گویا اس سال ۷۰۱۵ کا اضافہ ہوا۔ پانچویں سے دسویں جماعت تک طالبات کی تعداد میں ۴۰۰۵ کا اضافہ ہوا۔ اس لحاظ سے لاہور کی کمشنری اول درجہ پر ہے جہاں زنانہ مدرسے ۹۷۴ ہیں اور طالبات ۳۳۷۴۴۔ راولپنڈی دوسرے درجہ پر جہاں مدارس اور طالبات بالترتیب ۴۰۳ اور ۲۲۲۱۹ ہیں۔ ملتان اور جالندھر کی کمشنریوں میں ہر ایک کے ۴۰۰ مدرسوں میں لڑکیوں کی تعداد ۲۳۰۰۰ سے زیادہ ہے۔ انبالہ میں ان کی تعداد ۹۳۷۶ ہے اور مدرسے ۲۱۶ ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے معاملہ میں صرف جہلم میں بعض مدرسوں میں لڑکے اور لڑکیاں یکجا تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن یہ شکل گڑگانوہ کی طرح مستقل نہ ہوگی۔ صوبہ پنجاب کے ڈائرکٹر تعلیمات اس یکجا تعلیم کو بڑے لڑکے لڑکیوں کے لئے مفید نہیں قرار دیتے کیونکہ شرم و کم گوئی درست رکھنے کے جذبات ترقی نہیں کرتے۔

۱۹۳۰ء میں ۲۵۱ لڑکیاں انٹرنس میں شریک ہوئیں جن میں ۱۱۷ کامیاب ہوئیں۔

نومسلم باپ اصلی ولی

راولپنڈی میں ایک ہندو مسلمان ہوگیا اس نے اپنے لڑکے کو بھی مسلمان کر لیا۔ ایک مرتبہ دادا پوتے کو لے کے گھر گیا۔ دادا نے سکھا پڑھا کے راضی کر لیا تاکہ وہ دوبارہ

ہندو ہو جائے۔ اس نے عدالت ضلع میں لڑکے کے ولی بننے کی درخواست دی۔ عدالت نے وہ نامنظور کر دی۔ عدالت عالیہ لاہور نے اپیل پر قرار دیا کہ باپ لڑکے کا اصل ولی ہے۔ اس کا مذہب تبدیل کر لینا اس کے ولی نہ رہنے کے لئے کوئی وجہ نہیں۔

بے حیائی کی انتہا برٹش کولمبیا میں بہت سے مرد اور عورت مادر زاد ننگے ہو کے بازار میں نکل آئے جنہوں نے انہیں شرم دلائی تو انہیں اُلٹا جواب یہ دیا کہ ہمیں تو شرم نہیں آتی۔ تمہیں آتی ہے تو آیا کرے۔ پولس نے پہلے تو اُن کے بدنوں پر ایسی دوا چھڑکی جس سے انہیں کھجلی معلوم ہوتی۔ انہوں نے کھجا کھجا کے بدن نوچ ڈالا۔ لیکن کپڑے نہ پہنے آخر انہیں جیلخانہ میں ڈالا گیا۔ ان میں سے ۴۰ مردوں کو ۳۰۲ سال کی قید کا حکم لگیا ہے۔ ۴۴ عورتوں پر ابھی مقدمہ چل رہا ہے۔ وہاں بھی ان کی یہی کیفیت ہے۔ ان کی تعداد وہاں ایک سو ستر ہے۔ ایک دوسری جگہ بٹرونیہ کے نزدیک بسیرہ میں ایک غار میں کچھ ننگے مرد و عورت جو اپنے آپ کو معصوم کہتے ہیں خوب روشنی کر کے کچھ مراسم انجام دے رہے تھے کہ پولس وہاں پہنچی۔ یہ لوگ باہر نکل کر پولس پر جھپٹے۔ پولس کو گولی چلانی پڑی۔ جس سے دو مر گئے اور کچھ سخت زخمی ہوئے۔ باقی گروہ "معصوم" غار میں واپس چلا گیا اور باہر نکلنے کا نام نہیں لیا۔ یہ لوگ ننگے پھرنے کے عادی ہیں۔

پرندوں میں غیرت پردمہ کے نزدیک ایک گاؤں میں لق لق کا ایک جوڑا اپنے پُرانے گھونسلے میں جو ایک شخص محمد آفندی کے مکان پر بنا ہوا تھا واپس آیا۔ اس جوڑے نے انڈے دئے ایک چھوٹے سے بچے نے ایک بسیرو کا انڈا رکھ دیا اور لق لق کا انڈا اٹھایا۔ بچے نکل آئے۔ دونوں کو شبہ بھی نہ ہوا۔ ایک دن نر نے گھونسلے میں آ کے دیکھا اور غیر جنس بچہ کو دیکھ کے مادہ سے تکرار شروع کی۔ مادہ کا طرز ایسا تھا کہ گویا زور سے بیگناہی ظاہر کر رہی ہے۔ نر لق لق اُڑ کے شہر کے تعلقوں کو بلا لایا۔ وہ سب گھونسلے میں آ کے بچہ کو دیکھ کے آسمان میں اُڑ گئے۔ اور وہاں ان میں ایسی چیں پیں ہوئی گویا بحث ہو رہی ہے۔ آخر آدھ گھنٹہ کے بعد نر اور تعلقوں کو لے کے گھونسلے میں اترا اور مادہ کو اس طرح مار ڈالا گویا یہ ایک پاک فرض تھا۔ بعد میں نر نے وہ اجنبی بچہ زمین پر آہستہ سے چھوڑ دیا۔ گویا مادہ کو بیوفائی کے جرم میں قتل کی سزا دی گئی۔ جب لوگوں کو اصل حالات معلوم ہوئے تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ اس وقت یہ سارا قصہ کھلا کہ یہ ایک بچہ کی بیوقوفی کا نتیجہ تھا۔

خیار بلوغ ایک ۱۶ سال آٹھ ماہ کی لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح کا دعوی کیا۔ پہلی عدالت نے اسے ڈگری دیدی۔ لیکن عدالت اپیل نے یہ ڈگری منسوخ کر دی۔ کیونکہ لڑکی کی عمر اسوقت ۱۵ سال کی تھی اور اُس نے بالغ ہونے کے فوراً ہی بعد دعوائے تنسیخ نکاح نہیں کیا بلکہ ۱۸ ماہ گذر جانے دئے۔ اپیل ثانی پر عدالت عالیہ لاہور نے لڑکی کی ڈگری بحال کر دی اور قرار دیا کہ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ لڑکی کو اپنے نکاح اور

اس کے منسوخ کرنے کے اختیار کا علم تھا کتنا ہی زمانہ گذر جائے اس کا حق زائل نہیں ہوتا۔

امریکہ میں ہندوستانی معلمہ مختلف بڑی یونیورسٹیوں میں استادوں کے باہم تبادلہ کا مسئلہ ماہران تعلیم کے عرصہ سے زیر غور ہے۔ لیکن سرمایہ کی کمی اس کی تکمیل میں رکاوٹ کا باعث ہو رہی ہے۔ لکھنو کے زنانہ کالج کی پروفیسر کو ہنا کر مس تھلا ما م پالم نے اپنا تبادلہ ڈاکٹر مس آسٹن پروفیسر علم حیوانات مساچوسٹ امریکہ سے باہمی امتحانوں سے ایک سال کے لئے منظور کر لیا ہے۔ ان دونوں نے ایک ساتھ کولمبا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی تھی۔ یہ پہلی ہندوستانی بی بی ہیں جو مغرب کی کسی بڑی یونیورسٹی میں معلمہ کے طور پر جا رہی ہیں۔ ڈاکٹر مذکور ۲۰ اپریل کو کلکتہ سے جہاز میں بیٹھ گئیں اور برما ملیشیا چین اور جاپان میں اپنی دوستوں سے ملتی ہوئی منزل مقصود پر پہنچ جائیں گی۔

آسمان میں چھ میل ایک ہوائی جہاز بنایا گیا ہے جو تیز ہی رفتار سے پندرہ منٹ میں چار میل آسمان میں چڑھ جاتا ہے اور پھر دو میل اور اوپر جا کے یعنی زمین سے چھ میل اوپر رہ کے دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتا ہے۔ اس کی بخوبی جانچ کر لی گئی ہے اور رات کے وقت اڑنے والی مشین اس سے بہتر اب تک ایجاد نہیں ہوئی۔ اس کے نیچے بازو میں ایک گاڑی میں بمب بھرے جا سکتے ہیں اور دو مشین گن اور توپ اس پر چڑھائی جا سکتی ہیں۔ یہ توپیں خود بخود چلتی ہیں۔

زمین سے چار میل اوپر سرد اور رقیق ہوا ملتی ہے اسکے مقابلہ کے لئے ایک بجلی کا گرمی پہنچانے والا آلہ لگایا گیا ہے جو انجن چلانے والے کمرے کو گرم کرتا ہے۔ اسکے علاوہ آکسیجن ہوا کا سانس لینے کا آلہ بھی ہے۔

لکڑی کا سکہ موجودہ اقتصادی پستی کا امریکہ پر بھی بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ سالانہ میزانیہ میں تبادلہ کی موجودہ رفتار سے جولائی تک اسی کروڑ پونڈ کا گھاٹا پڑنے کا اندیشہ ہے اس وقت تک اقتصادی حالت کی وجہ سے کئی ہزار بنک بند ہو چکے ہیں۔ ٹینیو شہر میں لکڑی کا سکہ رائج ہو گیا ہے۔ اس شہر کا بنک بند ہو گیا۔ اور کاروبار میں سخت انتشار واقع ہوا۔ روپیہ مفقود ہو گیا اسلئے لکڑی کا سکہ جاری کرنا پڑا۔ یہاں تجارت نے اس سکہ کی ضمانت اپنے سر لی ہے۔ یہ بیباقی کی کارروائی کے دوران میں اور بنک کے دوبارہ جاری ہونے کے چھ ماہ بعد تک کھرا سمجھا جاتا رہیگا ۴۳۳۲۲ ہزار روپے کی قیمت کا سکہ جاری ہوا۔ جس میں سے اس کا پانچواں حصہ لکڑی کا ہے۔ باقی کاغذ ہے۔ یہ برطانوی خزانہ کے نوٹ کے برابر ہے۔ چیڑ کی قسم کی نفیس لکڑی سے نہایت باریک دو تہیں کاٹ کر ان کے بیچ میں کاغذ رکھ کے جوڑ دیا گیا ہے۔ وہ کاغذ کے لفافہ سے زیادہ وزنی نہیں۔ چیڑ کا یہ درخت اس ضلع میں ہوتا ہے اور اس کی باریک ترین تہیں تراشنے کا فن وہاں خوب رائج ہے۔ یہ سکہ اس بنک کی اور ریاستوں میں ۲۵ فیصدی تک جا چکا ہے سنہ ۱۹۳۰ء میں جرمنی کے بہت سے شہروں نے کانچ چینی المونیم جست اور لوہے کے سکے جاری کئے تھے۔ ش۔ا۔

میں گینٹ نے روپے کا سکہ جاری کیا اور ۱۹۱۹ء میں اٹلی نے بھی اسکی تقلید کی۔

روس کی پہلوان عورتیں

دنیا میں ہر جگہ اب تک عورتوں کا اصل مقام گھر سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن روس میں عورتوں کی حالت بالکل جداگانہ ہے۔ کھیتوں کارخانوں پولس فوج وغیرہ میں عورتیں نظر آتی ہیں۔ لاکھوں عورتوں کو فوجی سپاہیوں کی طرح تربیت دی جا رہی ہے۔ بہت سی افسر اور جرنیل ہیں۔ لاکھوں انجن بناتی ہیں لکڑیاں کاٹتی ہیں۔ کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ جج سائنسدان اور انجینیر ہیں، بالشویک انقلاب کے خلاف موت کے لشکر نے بڑا کام کیا تھا۔ اس میں عورتیں ہی عورتیں تھیں۔ ۲ کروڑ دس لاکھ عورتیں محفوظ فوج کی طرح رکھی گئی ہیں۔ انہیں زہریلی گیسوں اور ہوائی حملوں کی مدافعت کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

فوج کے علاوہ صنعت وحرفت کی پہلوان عورتیں بھی قابل ذکر ہیں۔ چونکہ حکومت نے اپنی پانچ سالہ تدبیر کو کامیاب کرنا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ پانچ سال تک آبادی اسقدر محنت کرے اور اتنی چیزیں بنائے کہ دنیا کے بازار اس سے بھر جائیں اور دنیا کی صنعت وحرفت روس کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔ چونکہ مرد کافی نہ ملے اسلئے عورتوں نے یہ کمی پوری کی

کارخانوں میں عورتیں آہنی ہل چلاتی ہیں ۵ اسے ۱۸ سال تک کی لڑکیاں اتنی ہی عمر کے لڑکوں کے ساتھ کلوں سے کام کرنا سیکھ رہی ہیں۔ مکانوں کے بنانے میں عورتیں مردوں کے برابر حصہ لے رہی ہیں۔ ان عورتوں کا بیشتر حصہ مردوں کی طرح لباس پہنتا ہے۔ وہ پاجامے پہنتی اور مردوں کے سے بہت چھوٹے چھوٹے بال رکھتی ہیں اور ان میں اور مردوں میں تمیز مشکل ہے۔

آرچینگل کے قریب آدھے آرہ کش عورتیں ہیں۔ وہ درختوں پر نشان لگا کے انہیں گراتی ہیں۔ مرد انہیں اٹھاکے لیجاتے ہیں۔ ان کے پاجامے اور بوٹ دیکھنے کے قابل ہیں۔ گھگری انہیں تکلیف دیتی ہے۔ خاصکر اس وقت جب درخت گرتا ہے اسوقت بھاگتے وقت بہت سی عورتیں موت سے بال بال بچتی ہیں۔ لیکن آرہ کش اسے پہننے پر مصر ہیں۔

کھیتوں میں وہ مردوں سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔

ٹیلیفون کا سانحہ

ایک نوجوان عورت لانس (فرانس) اپنے گھر سے اپنے شوہر کے ساتھ بات کر رہی تھی کہ شوہر نے مکان گرنے کی آواز سنی اور پھر سناٹا چھا گیا۔ بارش زور شور سے ہونے کی وجہ سے بہت سے مکانوں کے نیچے سے زمین کمزور ہو کے نکل گئی تھی۔ اس مکان کے ساتھ بھی ایسا ہی پیش آیا۔ شوہر دوڑا ہوا گھر آیا۔ دیکھا۔ گھر اینٹوں کا ڈھیر ہے۔ جس کے نیچے بیوی مدفون ہے۔ وہ دن بھر رات بھر اس جگہ دیکھ بھال میں رہا۔ اگلے دن وہ بیوی کی آواز سن کے بہت ہی خوش ہوا۔ میں ابھی زندہ ہوں۔ میرا شوہر کہاں ہے؟ لوگوں نے جلد جلد اس مقام پر کھدائی شروع کی اور راستہ بنا کے اسے باہر نکالا۔ ۱۸ گھنٹے مدفون رہنے کے باوجود اسے چوٹ بہت کم لگی۔

ہوائی محبت ۔ مسٹر مالی سن نے انگلستان سے کیپ ٹاؤن (افریقہ) تک پرواز کرکے دوسروں کو مات دی۔ اس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ہی دو فرنسیسی ہوائی جہاز رانوں نے اس سفر کو ۳ دن اور ۱۹ گھنٹوں میں پورا کرکے اس سے بازی جیت لی ہے۔ جب مالی سن کیپ ٹاؤن پہنچا تھا تو اسکی بری حالت تھی اسوقت جو گروہ وہاں موجود تھا اس میں مس ایمی مشہور ہوائی جہاز ران بھی تھی۔ اس نے گرمجوشی سے اس سے کہا تھا کہ تم تو بہت ہی چھوٹے ہو۔ اس کے بعد ہی اخبارات میں خبر تھی کہ مالیسن اور ایمی دونوں بحر اوقیانوس پر ایک ساتھ پرواز کرنا چاہتے ہیں لیکن بعد میں اس خبر کی تردید کردی گئی۔ مس ایمی وہی ہے جو انگلستان سے آسٹریلیا تک ۲۰ دن میں اڑ کے گئی تھی اور دنیا کو اس کارنامہ سے حیرت زدہ کر دیا تھا اب اسکی عمر ۲۴ سال ہے۔ اسے ایک مشہور اخبار نے دس ہزار پونڈ انعام دیا تھا۔ اب خبر ہے کہ مالیسن اور مس ایمی کی شادی ہونیوالی ہے حالانکہ مالی سن نے پرواز کرنے سے خفیہ طور پر ایک اور بی بی سے نسبت کرلی تھی۔

پھلجھڑیاں ۔ انگلستان میں ایک عورت مری جب پولیس اس کے مکان کی چیزوں کی فہرست بنانے گئی اس کے چیتھڑوں میں کئی ہزار پونڈ کے نوٹ نکل پڑے۔ اس کے برتنوں میں سے نوٹ پونڈ اور شلنگ اتنے نکلے کہ ان سب کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوگئی۔ یہ عورت بھیک پر گذارہ کرتی تھی اور الگ تھلگ رہتی تھی مگر اس کے گھر میں نوٹ اور پونڈ اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ چوہے انہیں لیجاتے تھے اور ان پر سوتے تھے۔ اسوقت دنیا میں ساڑھے لاکھ عورتیں مختلف تجارتوں اور پیشوں میں لگی ہوئی ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں انکی تعداد ۳۴ لاکھ تھی۔ فرانس میں ایک صنعتی مقام چیلونس سر مورن میں یکایک اس قدر مینڈک نمودار ہوئے کہ کارخانہ بند ہوگیا۔ پانی کے مٹکوں نلکوں برتنوں چھینکوں وغیرہ میں لاکھوں مینڈک بھرے ہوئے تھے۔

برلن کے ایک شفاخانہ میں ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جس کا قد ۲½ انچ اور وزن آدھ سیر ہے۔ امریکہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنا رشتہ دار بتا کے دوسرے شخص سے شادی کردی اور اس کے بدلہ میں ۵ ہزار ڈالر لئے۔ نئے خاوند نے پہلے خاوند کو اپنے ہی مکان میں رہنے کی اجازت دیدی لیکن تین ہفتہ بعد وہ دونوں فرار ہوگئے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی اور اب وہ دونوں جیلخانہ میں ہیں اور ان پر مقدمہ چل رہا ہے۔ دنیا میں اسوقت ۳۳۲۶۰۰۶۹۹ مسلمان ہیں سب سے زیادہ افریقہ میں آباد ہیں۔

پچاس سال سے زیادہ محبت کرنے کے بعد مس لیلین فشن عمر ۸۰ سال اور مسٹر سپنسر عمر ۹۰ سال کی شادی اب پلائی متھ (انگلستان) میں ہوئی ہے۔ ایک شخص نے شرط لگا کے پٹرول پی لیا اور بازی جیت گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے سگرٹ پینے کی ضرورت ہوئی، اسے پٹرول کا خیال بھی نہ رہا۔ دیا سلائی جلا کر منہ تک لے ہی گیا تھا کہ پٹرول نے آگ پکڑ لی اور اس کے اندر جا پہنچی اور وہ سیکنڈوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

لندن میں ایک شخص موٹر میں جا رہا تھا آنکھ میں ایک تنکا آپڑا۔ اسنے ہاتھ سے آنکھ کو ملا کہ وہ نکلجائے اتنے میں موٹر بے قابو ہوگئی اور درخت سے جا ٹکرائی وہ شخص وہیں مرگیا۔ اسی قسم کی اچانک موت ایک اور شخص کو پیش آگئی وہ اپنے کھیت میں دو دانتوں سے ایک لکڑ چیر رہا تھا ایک خچر پاس ہی چر رہا تھا وہ بدک گیا اور اس نے لاتیں چلانی شروع کیں۔ ایک لات لکڑی میں لگی جس سے تانہ نکل گیا اور اس شخص کے ہاتھ لکڑی کے تختوں کے بیچ میں آگیا اور ٹوٹ گیا۔ خون اس قدر نکلا کہ وہیں مرگیا۔

ایک جرمن نے ساٹھ سال تک ۲۵ بڑے سگار روزانہ پیئے۔ اسکے اندازہ کے مطابق اس نے ایک لاکھ روپیہ کا تمباکو پیا اور زندگی کے دس ہزار گھنٹے تمباکو نوشی کی نذر کئے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ سگار پینے میں وہ مزا ہے جو بیوی کی باتوں میں بھی نہیں۔

پنجاب کی مردم شماری سے معلوم ہوا کہ ہر مذہب میں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں کم ہیں۔ مسلمانوں میں ۸۱۱۶۳۸۴ مرد ہیں۔ اور ۶۸۱۳۵۱۳ عورتیں ہیں۔

محمد ظفر

میں نہایت خوشی اور مسرت کیساتھ اپنی عصمتی بہنوں کو یہ خوشخبری سناتی ہوں کہ میرے پیارے بھائی شیخ اختر حسین سلمہ کی شادی خانہ آبادی بتاریخ یکم مئی بروز اتوار جناب شیخ ریاست علی صاحب مین علم قصبہ مون ضلع بارہ بنکی کی دختر نیک اختر کیساتھ خدا کے فضل و کرم سے بخیر و خوبی انجام پائی۔ اس خوشی میں ۲ روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کے لئے ارسال ہے۔ دلہن کو سسرال سے اختر دلہن کا خطاب ملا ہے عصمتی بہنیں دعا فرمائیں کہ یہ رشتہ طرفین کے لئے برکتوں اور راحتوں کا خزانہ ثابت ہو براہِ مہربانی کوئی بہن یا بھائی قطعہ تاریخ شادی لکھکر بذریعہ عصمت مجھے ممنون فرمائیں۔ مسز فخر عالم۔ دختر خان بہادر شیخ مہدی حسین۔ فیض آباد

میں نہایت رنج و افسوس کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میری والدہ صاحبہ مرحومہ ہم سب بہن بھائیوں کو روتا پیٹتا چھوڑ کر پہلی تاریخ کو ساتھ گیارہ بجے شب کو انتقال کیا۔ خدا مرحومہ کو جنت الفردوس عطا کرے اور ہم لوگوں کو صبر دے، مرحومہ عصمت کی بہت قدردان تھیں والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے یتیم بچیوں کے واسطے ۵ روپیہ میری جانب سے اور پانچ روپے میری بڑی ہمشیرہ زبیدہ بیگم کی جانب سے روانہ خدمت ہیں اور یتیم بچیوں کے لے دو جوڑہ کپڑے ۲ جوڑہ جوتیاں۔ شاعرہ بہنوں میں سے کوئی تکلیف گوارا فرما کر قطعہ تاریخ لکھدیں ممنون ہونگی احمدی بیگم بنگلور کہنا

یقیناً عصمتی بہنیں یہ خبر نہایت مسرت سے سنیں گی کہ عصمت کی مشہور مضمون نگار میری آپا محترمہ گ۔ ن صاحبہ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل صاحب ایڈوکیٹ کپورتھلہ کی شادی خانہ آبادی ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ مسٹر شیخ عطاءاللہ سینیر ای سی جی راولپنڈی کے ساتھ مورخہ ۹ اپریل ۱۹۳۲ء کو بخیر و خوبی انجام پائی دولہا بھائی نہایت شریف النفس اور با اخلاق اعلیٰ قابلیت کے شخص ہیں عصمتی بہنیں دعا فرمائیں کہ خداوند کریم میری آپا کو اس نئی زندگی میں قدم رکھنا مبارک کرے۔ آمین۔

ایس کے بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپورتھلہ

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ میرے بھائی سید محمد صالح رضوی نے یکم اپریل ۱۹۳۲ء کو مدراس سے آنکھوں کے علاج کے امتحان میں ایل او کی ڈگری نہایت کامیابی سے حاصل کی تمام ہندوستان بھر میں یہ پہلے مسلمان ہیں جنکو یہ ڈگری ملی ہے بیگم سید مظفر حسین جعفری اکبرآبادی

اگر کوئی بہن یا بھائی بلغم کے دفعیہ کے علاج سے واقف ہوں، تو ذریعہ پرچہ اطلاع دیں۔ میری والدہ صاحبہ کو عرصہ تین برس سے بلغم کی شکایت ہوگئی ہے جس کے باعث ہر معمولی کام کرنے میں تکلیف محسوس کرتی ہیں جنکو ایسا علاج معلوم کرنا ہے جو آزمودہ ہو اگر کوئی دوا پیٹنٹ ہو تو اس کی بھی اطلاع دیں، مسز سید خورشید حسن بلگرامی۔ حسن گنج

میں نے عرصہ سے بہت سے گوشت خورہ جسکو انگریزی زبان میں پائیوریا کہتے ہیں کے علاج کئے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور اکثر سے خون آتا ہے۔ نہ تو کوئی خاص درد ہے۔ اور نہ دانت ہلتے ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی آزمودہ نسخہ یا مفید اخبار کے ذریعہ مطلع کریں تا عمر احسان نہ بھولوں گی۔ ویسے میرے دانت سفید ہیں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایک خریدار، از چکوال،

یہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ جناب پطرس۔ جناب مبروق۔ مولوی محفوظ علی سر ظفر علی خاں مسٹر شوکت علی کے ظریفانہ مضامین کا مجموعہ یا انکی ظریفانہ کتابیں کہاں سے اور کس کس قیمت پر دستیاب ہو سکتی ہیں، اور ان سے بھی بہتر ظرافت نگار کون کون صاحب تھے اور ان کی کتابیں کہاں سے ملیں گی، کوئی بہن بذریعہ عصمت اس سے اطلاع دے

راقمہ س۔ ب

رسالہ عصمت ماہ اپریل ۱۹۳۲ء میں ایک بہن صاحبہ نے رنگ صاف کرنے کی دوا دریافت فرمائی ہے ان کے لئے یہ آزمودہ نسخہ لکھتی ہوں نارنگی کے چھلکے دو تولہ، حسن یوسف دو تولہ۔ ویسلین اصلی بلانو نمبر ۱

بر مدن میں۔ ترکیب: نارنگی کے چھلکے سایہ میں خشک کر کے بہت باریک پیس کر باریک ململ کے کپڑے میں چھان لیجئے۔ اور پھر بیسن پوست کو بھی بہت باریک پیس کر کپڑے میں چھان لیجئے اور دونوں کو آپس میں اچھا ملائیے کہ نارنگی کا چھلکا غائب ہو جائے۔ روزانہ صبح کے وقت پہلے بیسن سوپ سے منہ دھو ڈالئے، پھر تمام چہرہ پر دوا لیپ کے مانند لگائی جائے اور ایک گھنٹہ تک برابر منہ پر لگا رہنے دیا۔ جب لیپ سوکھ جائے تو ایک گھنٹہ بعد اسکو ابٹنے کی طرح ملے جب تمام بتیاں چہرہ پر سے اتر جائیں تو دوبارہ بیسن سوپ سے منہ دھو ڈالئے چہرہ بالکل صاف ہو جائیگا۔ تمام سیاہی دھبے وغیرہ جو کچھ بھی ہوں گے بہت جلد چھوٹ جائیں گے۔ ایک مہینہ تک روزانہ استعمال کر کے دیکھئے۔ فائدہ ہونے پر بذریعہ عصمت مطلع کیجئے۔ نوٹ: یہ دوا میری ہمشیرہ کی خاص آزمودہ ہے اشتہاری نہیں۔ اطمینان رکھئے۔

خاکسار رضیہ نگہت، بنت سید الطاف حسین اٹاوہ

ماہ مئی کے پرچہ میں بیگم محمود احمد صاحب جعفری اکاؤنٹنٹ متھرا لکھتی ہیں کہ میرے دانت ہلنے لگے چنانچہ اس کے جواب میں میں ایک نہایت فائدہ مند نسخہ خاص آپ کے لئے تحریر کرتی ہوں۔ ایک تولہ سرس کو تھوڑے پانی میں پکائیں اور ٹھنڈا کر کے ایک سینک سے تمام دانتوں کی جڑوں پر لگائیں۔ انشاءاللہ دانت ایسے جمیں گے کہ کبھی نہ اکھڑیں گے۔

امیر فاطمہ آگرہ

اختری خاتون صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ تھوڑا خشک آنولہ کو پانی میں بھگو کے دوپہر کے وقت سر پر لگائیں، پانچ چھ روز استعمال کر کے دیکھیں انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔ ناک میں گائے کا گھی اور بھیڑ کی چربی دینا بھی مفید ہے جس وقت ناک سے خون جانے لگے اس وقت سر پر باسی پانی ڈالنا چاہئے اور ناک میں سڑکنا چاہئے، پلنگ پر لیٹئے، سر تھوڑا سا لٹکا دیجئے اور مٹی کے ڈھیلے کو پانی سے تر کر کے سونگھئے۔ یہ سب میرا آزمودہ ہے

بنت مولوی فضل الرحمن آرہ

جناب سید عاشق حسین صاحب کو واضح ہو کہ پہلے کھدر کے کپڑے سے پاؤں کے تلووں کو خوب رگڑیں، بعدہ سرسوں کا خالص تیل لگا کر ہاتھ پاؤں کو ٹھنڈے پانی میں رکھیں دو تین روز میں فائدہ معلوم ہوگا۔ میرا اپنا آزمودہ ہے۔

محترمہ بنت حمید النساء صاحبہ آپ تلوں کا تیل نیم گرم کر کے اپنے کندھے پر خوب زور سے مالش کریں۔ بعد ازاں پرانی روئی درد کی جگہ پر باندھ دیں کھولتے وقت ہوا کا خیال رکھیں۔ دوپہر کے وقت سینک بھی لگایا کریں۔ نیز بادی اور ترش اشیا سے پرہیز۔

(بقیہ صفحہ ۵۰۴ پر)

نئی کتابیں

مشرقی مغربی کھانے

عصمتی دسترخوان کو جو مقبولیت حاصل ہوئی کھانے پکانے کی غالباً کسی اور کتاب کو ہندوستان میں حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ اس کتاب کی تیاری میں ہندوستان کے قریب قریب ہر صوبہ کی معزز خواتین نے حصہ لیا اور ہر ترکیب تجربہ کرنے کے بعد لکھی اور یہ خیال رکھا گیا کہ درمیان میں کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ چھ ماہ کی مسلسل محنت اور سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے جب کتاب شائع ہوئی اور اسکی خوبیاں خواتین کے سامنے آئیں تو اس کے دوسرے حصے "مشرقی مغربی کھانے" کو جلد سے جلد شائع کرنے کا ہر طرف سے تقاضا ہونے لگا اور دو سال میں سینکڑوں فرمائشیں مشرقی مغربی کھانے کی موصول ہوئیں۔ ہم چاہتے تھے کہ دوسرا حصہ کی تیاری میں خواہ کتنا ہی وقت صرف ہو اور کتنا ہی روپیہ اٹھ جائے مگر حصہ اول سے بھی بڑھا ہوا ہو۔ اور جہاں کھانوں کی ہر ترکیب نئی ہو وہاں اس کے مضامین بھی بے انتہا مفید اور کارآمد ہوں۔ الحمدللہ بڑی حد تک اس کوشش میں ہمیں کامیابی ہوئی اور دو سال کے بعد آج ہم اعلان کرتے ہیں کہ عصمتی دسترخوان کا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے بھی تیار ہے۔

اس کتاب میں ۹۶ صفحوں کے مضامین ہیں جو کھانے پکانے کے مختلف پہلوؤں پر نہایت قابلیت کے ساتھ ہندوستانی اور یورپین خواتین نے لکھے ہیں۔ سب سے پہلے علم غذا کے متعلق محترمہ فاطمہ ستار زبیری کا جو جرمن خاتون ہیں فاضلانہ مضمون ہے۔ پھر انسانی خوراک کے متعلق ایک اور مفید مضمون ہے۔ پھر بہت سے چھوٹے مضامین ہدایات ہیں جنکا ہر بہن کی نظر سے گذرنا ضروری ہے چند عنوانات یہ ہیں۔ پکانے کے اصول، کھانے کے اصول۔ باورچی خانہ کیسا ہونا چاہئے، باورچی خانہ کے متعلق ضروری ہدایتیں۔ کچی سبزی، سبزی پکانا۔ ترکاریوں کی حفاظت، ترکاریوں کے خواص، پھلوں کے فائدے۔ کون کون سے کھانے ایک ساتھ کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے، اناج رکھنے کا صندوق، کھانوں کی حفاظت، نعمت خانہ، کھانے کا کمرہ، ایرانی دعوت، مغربی باورچی خانے، برتنوں کا استعمال، باورچی خانہ کے متعلق یاد رکھنے کی باتیں، صفحہ ۹۷ سے کھانوں کی ترکیبیں شروع

ہوتی ہیں عصمتی دسترخوان حصہ اول کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک ایک چیز سے تیار کرنے کی کئی کئی ترکیبیں ہیں۔ مشرقی مغربی کھانے میں بھی یہ خصوصیت ہے۔ مگر کوشش کی گئی ہو کہ تمام ترکیبیں نئی ہوں یعنی جو عصمتی دسترخوان میں یا اس سلسلہ کی دوسری کتابوں، ناشتہ، ہنڈکلیا بچوں کے کھانے بیماروں کے کھانے، مذاقیہ کھانے، میں آگئی ہیں وہ اس میں نہیں ہیں۔ عصمتی دسترخوان میں مغربی کھانوں کی ترکیبیں کم ہیں مگر حصہ دوم میں جرمنی انگریزی، روسی۔ فرانسیسی وغیرہ کھانوں کی کافی ترکیبیں ہیں اور سب نئی۔ ہمیں یقین ہے کہ عصمتی دسترخوان کی طرح یہ دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے بھی خواتین میں بہت مقبول ہوگا۔ قیمت صرف ۲ روپے علاوہ محصولڈاک ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی۔

موتیوں کا کام

زنانہ دستکاری کی جو کتابیں دکروشیا کشیدہ وغیرہ کے متعلق دفتر عصمت سے شائع ہوئی ہیں خدا کا شکر ہے کہ وہ بھی خواتین کیلئے نہایت مفید ثابت ہوئیں۔ اور اب اس سلسلہ میں یہ پانچویں کتاب شائع کیجاتی ہے جسکا سال بھر سے عصمتی بہنوں کو انتظار تھا،

سب سے پہلے چار صفحوں میں موتیوں کے کام کے متعلق ضروری ہدایات لکھی ہیں جن سے ناتجربہ کار لڑکیاں بھی پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اس کے بعد ترکیبیں شروع ہوتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ کی طرح اس کتاب میں بھی یہ خیال رکھا گیا ہے کہ ہر نمونہ کے متعلق مفصل ترکیب ہو اور کوئی ضروری بات نہ رہ جائے، یہاں تک کہ ہر نمونہ کی ترکیب میں چیزوں کے رنگ تک لکھدئے گئے ہیں۔ جن نمونوں کے بنانے میں زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے ان کے متعلق نوٹ اور ہدایات علیحدہ ہیں، اور یہ ترکیبیں اور ہدایتیں اس خوبی سے لکھی گئی ہیں کہ باسانی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ صفحہ ۵ سے نمونے شروع ہوتے ہیں چودہ باب ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے،

باب ۱، فراک، بلاوز، جمپر، کشن، میزپوش، رومال، دوپٹہ گریبان، وغیرہ کے لئے ہندوستانی انگریزی وضع کے پھول ۷۰ نمونے

باب ۲ فریم۔ بسم اللہ۔ اللہ اکبر، گڈ لک، چڑیا، طوطا، مور عصمت۔ چاند تارا۔ وغیرہ، ۱۴ نمونے

باب ۳ ۲۴ خوبصورت جھالریں۔ باب ۴ ۲۴ نفیس بیلیں باب ۵ کچھ اور جھالریں ان سرشن، باب ۶ جالیاں۔ باب ۷ عمدہ عمدہ ۴۰ بیلیں۔ باب ۹ خوان پوش نکلس ہار وغیرہ کے ۱۴ نمونے باب ۱۰ کف آستین وغیرہ کے ۱۰ نمونے باب ۱۱ چند متفرق چیزیں جیسے ٹی کوزی، قلم دوات، گلاس پوش دچھوٹی کا چینا، سلیپر، لیمپ کے شیڈ ۱۰ نمونے باب ۱۲، ہینڈ بیگ، منی بیگ بٹوے ۹ نمونے باب ۱۳ موتیوں کے پردے چھ نمونے، باب ۱۴ پنچے ۲ نمونے کل نمونے ۲۰۹۔

اس موضوع پر اس سے پہلے اردو میں کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب اس قدر کامیاب ہے کہ موتیوں کا کام کرنے میں اس سے بڑی مدد ملے گی، اور اس دستکاری کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ کاغذ خوب دبیز، نقشے نہایت صاف خوبصورت۔ جرمنی کے ایک مشہور مصور سے بنوائے گئے ہیں۔ ضخامت پونے دوسو صفحے، بڑا سائز، رنگین بلاکوں کا ٹائیٹل قیمت صرف دو روپے، ملنے کا پتہ۔ دفتر عصمت دہلی

نغمات موت

محترمہ مس حجاب امتیاز کے مضامین عصمتی بہنیں اکثر ملاحظہ فرماتی رہتی ہیں، محترمہ موصوفہ نے اپنی والدہ مرحومہ محترمہ عباسی بیگم صاحبہ کی یاد میں جو مضامین گذشتہ تین سال میں لکھے تھے اور جو زنانہ ومردانہ رسائل میں شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں، نغمات موت کے عنوان سے ایک چھوٹی سی کتاب کی صورت میں جمع کئے ہیں۔ محترمہ حجاب امتیاز اس دور کی کامیاب انشاپرداز خواتین میں سے ہیں، ان کے انداز بیان کی دلکشی۔ اور ان کے شاعرانہ خیالات کی نزاکت ورفعت اس مجموعے میں پورے طور پر نمایاں ہے۔ جن دلوں پر اپنے عزیزوں کی جدائی کی چوٹ لگ چکی ہے، جو درد کی دولت سے بہا سے مالا مال ہیں کچھ وہی ان غمناک لطیف مضامین کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت صرف ۶/

یہ بھی دفتر عصمت سے مل سکتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۵۰۳) ضروری ہے گھی کا استعمال بھی کسی قدر کم کردیں۔

محترمہ بہن الف سلطان صاحبہ اگر آپ کو جس وقت نیند آنے لگے ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں اور کوئی کام ایسا کرتی رہیں جس پر نیند غلبہ نہ پا سکے، مثلاً کوئی دلچسپ سی کتاب یا کوئی اور دنیا شغل جب نیند آنے لگے تو آپ ہرگز نہ سوئیں، دو تین روز کے بعد یہ عادت جاتی رہے گی،

مس ایم چوہدری مبارک علی شوگرمل

ملک کی سیاسی حالت جگہ جگہ سے شکایات موصول ہوئی ہیں کہ ہندوؤں نے ڈاک کے بکسوں میں تیزاب یا جلتے ہوئے چیتھڑے، یا سلائی ڈال کے خط جلا ڈالے۔ غیر محفوظ مقامات سے ایسے بکس اٹھا لئے گئے اور دوسری جگہ پولیس کے پہرے بٹھا دیئے گئے۔ جہاں جہاں مجرم پکڑے گئے انہیں سزائیں دی گئیں۔

مالوی جی اور ان کے ساتھیوں کو جنہیں دہلی کے کانگریسی اجلاس کے سلسلہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا چھوڑ دیا گیا۔ اور بہت سے کانگریسی شرکا کو جلد ہی چھوڑ دیا گیا۔

پچھلے سال مسٹر پیڈی مجسٹریٹ ضلع کو کسی انقلابی نے قتل کر دیا مگر قاتل باوجود کوشش گرفتار نہ ہو سکا۔ اور ان لوگوں کو شبہ تھا سیسہ آنے کی وجہ سے چھوڑنا پڑا۔ مسٹر مذکور کے بعد مسٹر ڈگلس وہاں کے کلکٹر مقرر ہوئے۔ وہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے جلسہ سے اٹھ کر واپس آ رہے تھے کہ ایک بنگالی نے ان پر چھ گولیاں چلائیں جن میں سے تین ان کے بازو، سینہ اور پیٹ پر لگیں لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے۔ قاتل گرفتار کر لیا گیا ہے۔ بنگال میں یہ پانچواں حملہ ہے جو سرکاری آدمیوں پر کیا گیا۔ اپریل سنہ ۳۱ء میں مسٹر پیڈی مارے گئے۔ جولائی میں مسٹر گارلک سشن جج عدالت میں مارے گئے۔ کچھ عرصہ بعد مسٹر سمپسن پر حملہ کر کے زخمی کیا گیا۔ اکتوبر میں مسٹر ڈرنو کو گولیوں سے زخمی کیا گیا۔ دسمبر میں مسٹر سٹیونس کو دو لڑکیوں نے قتل کر دیا اور اس سال کے شروع میں ایک لڑکی نے بنگال کے لاٹ صاحب سر جیکسن پر گولیاں چلائیں۔

لاہور میں ۱۹ عورتوں کو ایک بدیسی کپڑے والے کی دوکان کے سامنے سیاپا قائم کرنے کے جرم میں چار ماہ کی قید اور تیس تیس روپیہ جرمانہ ہوا۔ اپیل میں ہائیکورٹ نے دو کو بری کر دیا اور باقی ۱۷ عورتوں کی سزا بحال رکھی۔

اجمیر کے کمشنر پر گولی چلائی گئی لیکن خوش قسمتی سے وہ بچ گئے۔ خانصاحب سید احمد انسپکٹر پولیس کو جس نے اس موقع پر اپنی جان خطرہ میں ڈالی ساڑھے سات سو روپیہ انعام ملا ہے۔

بمبئی میں ہندو مسلمانوں میں سخت بلوہ ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا دو لڑکوں میں کچھ جھگڑا ہوا اس کے بعد فساد شروع ہو گیا۔ پولیس کو گولی چلانی پڑی جس سے دو ہلاک اور ۲۶ زخمی ہوئے۔ اگلے روز پھر بلوہ پھوٹ پڑا اور ان میں ۱۵ قتل اور ۲۰۰ زخمی ہوئے۔ بہت کچھ مالی نقصان ہوا۔ عورتیں اور بچے چھری بھونک بھونک کے مارے گئے۔ جگہ جگہ مکانات میں آگ لگائی گئی کانپور کے فساد کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے جس میں نہایت شدید خونریزی ہو رہی ہے۔ اس وقت تک ڈیڑھ سو آدمی قتل ہو چکے ہیں۔

لاہور میں لارڈ لارنس کا بت مدت سے نصب ہے جن کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے میں قلم اور قدموں میں لکھا ہوا ہے کہ قلم سے حکومت چاہتے ہو یا تلوار سے۔ اس بت کا قلم اور نصف تلوار چار سکھوں نے توڑ دی اور باقی بت بھی خراب کرنے والے تھے کہ گرفتار ہو گئے اب بت پر پہرہ رہتا ہے

اس امر کا حساب ہے کہ جب سے نافرمانی شروع ہوئی ہے کانگریس کی وجہ سے ۲۹۰۵۴۳ ہندوستانی جیل میں جا چکے ہیں ان میں سے بنگالی ۱۵۰۹۰
صوبجات متحدہ سے ۵۰۰۰ بمبئی سے ۱۶۰۰۰ اپریل تک ۱۴۳۴۲ بہار و اڑیسہ سے ۱۰۰۹۵ سرحد سے ۴۳۴۵ دہلی سے ۱۵۰۰ اعلاوہ ازیں گول میز کمیٹی کی
دفاقی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت خود اختیاری ملنے کے بعد بھی ہندوستان کو بہت
زیادہ خرچ کرنا پڑیگا۔ خزانہ خالی ہوگا اور نئی ذمہ داریوں کا بوجھ کندھوں پر پڑ کے بدحواس کرنے کا باعث ہوگا۔

طوفان باد و باراں۔ ستمبر کے شروع ہفتے میں غضب کا طوفان آیا۔ بنگال میں یہ کیفیت ہوئی کہ وہاں کا بڑا جیل خانہ گر پڑا
چھتیں اور دیواریں اس طرح اڑ گئیں گویا کاغذ اڑ رہے ہیں۔ بجلی نے بہت سے آدمیوں کو اندھا کر دیا۔ سینکڑوں مویشی مر گئے۔ جیل خانہ میں ہے
اس افراتفری میں ۱۰۰ قیدی بھاگ گئے۔ بیس قیدی ملبہ میں دب کے مر گئے۔ لوہے کے شہتیر دور دور اڑ کے جا پڑے۔ ضلع الہ آباد میں چار گاؤں
تباہ ہو گئے۔ ہوا نے درختوں کو اکھاڑ اکھاڑ کے پھینک دیا۔ فصلوں کو بڑا نقصان ہوا۔ ایسا طوفان انسانوں کی یاد میں ابتک اس ملک میں نہیں آیا

دیانتداری پر انعام۔ ایک مارواڑی ٹریم گاڑی میں چھ ہزار کی سونے کی سلاخیں بھول گیا۔ ریل میں سوار ہوتے ہوئے
اسے یاد آیا اس نے فوراً پولیس میں اطلاع کی۔ اس اثنا میں ٹریم والے نے بھی یہ سلاخیں دیکھ لیں۔ اس نے قریب ترین تھانہ میں وہ حوالہ کر دیں
پولیس کمشنر نے اسے پچاس روپیہ انعام دیئے جانے اور طلائی سلاخیں مارواڑی کو واپس کرنے کا حکم دیا۔

بیوی کا بے رحمانہ قتل۔ لاہور کے ایک پریس کے مسلمان ملازم کو اپنی بیوی سے بدچلنی کی شکایت تھی۔ اس نے بیوی کو
قتل کر دیا اور اسی رات گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے عدالت میں بیان دیا کہ میری بیوی بدچلن تھی ہر دفعہ میرا اس پر جھگڑا ہوتا تھا اور ہر نئے ارتکاب جرم
پر وہ آیندہ کے لئے توبہ کرتی تھی۔ آخر ۳۱ مارچ کو اس قسم کا معاملہ ہوا جب پر دونوں میں جھگڑا ہوا۔ میں نے اسے طلاق دینی چاہی لیکن اس نے کہا کہ
تو آج قتل کر ڈال ورنہ میں سر بازار بدکاری کروں گی چنانچہ ہم دونوں میں رات گئے تک یہ بحث رہی آخر میں اُسے قتل کرنے پر رضامند ہو گیا۔
وہ نہائی نئے کپڑے بدلے اور پلنگ پر لیٹ گئی۔ میں نے اُسترے کے پھل سے اس کے گلے پر کئی وار کئے ہر وار پر وہ کلمہ پڑھتی تھی اور توبہ کرتی تھی۔
ایک وار پر اس نے ماں باپ کو سلام کہنے کو کہا اور دو ایک وار کے بعد اس نے ذرا اٹھ کے میرا منہ چوما اور خطا معاف کرائی۔ آخر اسی طرح وار کھاتے
اس کی روح پرواز کر گئی۔ عدالت نے اسے سشن سپرد کر دیا۔

چین و جاپان۔ دونوں ملکوں کی گذشتہ جنگ کے روکنے کے لئے سفیروں میں شنگھائی میں گفتگو ہو رہی تھی اور عہدنامہ مرتب ہونیوالا
تھا کہ ایک کوریا کے باشندے نے بم پھینکا جس سے چار پانچ جاپانی نمایندے زخمی ہو گئے۔ وزیر تو ہوا میں اُڑ کر زمین پر آ رہا اور سخت مجروح ہوا
اس سے سخت فکر پھیلا کہ شاید یہ صلح اب مکمل نہ ہو سکے جاپان نے چین کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا چنانچہ وہ عہدنامہ مکمل کر دیا۔ حالت اطمینان بخش
ہوتے ہی جاپان اپنی فوجیں علاقہ شنگھائی سے واپس بلا لیگا۔

جاپان کے وزیر اعظم کو ایک جاپانی نے جو فوجی وردی پہنے تھا طمنچہ سے مار ڈالا۔ وزیر کے مکان پر کچھ عرصہ سے پہرہ لگا دیا گیا تھا لیکن حملہ
آوروں نے ان سب کو مار ڈالا۔ ایک ماما نے راستہ روکا اسے بھی زخمی کر دیا گیا۔ قاتل نے وزیر کے کمرہ میں گھس کے وزیر کی کنپٹی اور چہرہ پر گولیاں چلائیں
جو مہلک ثابت ہوئیں۔ اسی روز پانچ مختلف جگہوں میں ڈکیسو لا بم پھینکے گئے۔ فوج اور ایک خاص گروہ میں یہ بے چینی پھیل گئی ہے جو حکومت
کی صلح جو طرز عمل سے ناراض ہے اور شنگھائی کا تازہ بم کے واقع اور چینی و جاپانی جنگ میں جمعیتہ الاقوام کی مداخلت اور چین پر جاپان کے
مکمل طور پر فتحیاب نہ ہونے کی ذمہ داری وزارت کو قرار دیتی ہے۔ اس کے نزدیک قومی عزت خطرہ میں ہے ایک گروہ گرفتار ہوا ہے جو خونی برادری کے نام سے
اپنے آپکو پکارتا ہے اس کا منشا ان تمام ملکی مدبروں کو قتل کر دینا ہے جو ملکی مفاد کو اپنے ذاتی اغراض کے تابع بنا رہے ہیں۔ روس ولاڈی واسٹک میں جاپان
سے آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے زبردست جنگی طیاریاں کر رہا ہے اور وہ کوریا و چین میں جاپان کے خلاف سخت نفرت پھیل جانے سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے

سانپ کا زہر - حیدرآباد شہر میں ایک شخص گھاس کھود رہا تھا کہ ایک سانپ نے اس کی پنڈلی میں کاٹا چند منٹ بعد وہ بیہوش ہو گیا۔ ایک سادھو وہاں سے گزر رہا تھا اس نے مجمع سے معلوم کیا کہ اس غریب کو سانپ کاٹ گیا ہے اس نے مور کے دُم کے چند پر نکالے جنہیں اس نے اپنی چلم میں بھر لیا اور اس میں آگ لگا کے ایک تماشائی سے اسے پینے اور اس کا دھواں مارگزیدہ کے نتھنوں میں چھوڑنے کے لئے کہا۔ اس اثنا میں وہ خود مصنوعی تنفس کی تدابیر کرنے لگا مارگزیدہ پر اس کا اثر ہوا اور اسے ہوش آ گیا پھر سادھو نے اسے خود چلم پینے کے لئے کہا۔ بس وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ چلتے وقت سادھو نے کہا کہ مور کے پر کی ڈنڈی راکھ بنا کر شہد میں ملا کے چٹانے سے تلی کی سخت زیادتی کو فوری طور سے آرام پہنچاتا ہے۔

ریل میں پردہ - مسٹر راؤ فی ہین سال گزشتہ بمبئی سے دہلی آئے۔ ان کے پاس دوسرے درجہ کا ٹکٹ تھا انہوں نے اول درجہ میں سفر کیا جب ریل والوں نے کہا کہ یا تو آپ دوسرے درجہ میں سفر کریں ورنہ اول درجہ کے کرایہ کی باقی رقم جو ۴۴ روپیہ ہوتا ہے ادا کیجئے تو انہوں نے انکار کیا۔ ریل نے دعویٰ کیا۔ مسٹر مذکور نے جواب میں کہا کہ ریل والوں کو معقول جگہ کا انتظام کرنا چاہیے تھا اور وہ کسی مرد کو ایسے درجہ میں جس میں پردہ دار عورتیں بیٹھی ہوں اور وہ بھی رات کے وقت اکیلے سفر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے مگر مجسٹریٹ نے ریل کو یہ رقم بطور جرمانہ دلادی اور لکھا کہ جب درجہ میں جگہ موجود ہو پردہ وغیرہ کا سوال فضول ہے انہیں ان عورتوں کے ہی ہمراہ دوسرے درجہ میں سفر کرنا چاہیے تھا۔ مسٹر مذکور نے یہ مقدمہ ایک مثال قائم کرنے کے لئے لڑا تھا۔ شاید وہ اپیل کریں۔

کرنل کا بچہ قتل - کرنل لینڈ برگ کا ۲۰ مہینے کا بچہ امریکہ کے بچہ چوروں نے اڑا لیا تھا۔ دایہ چلائی۔ کرنل دوڑا ہوا کمرہ میں گیا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور ایک سیڑھی لگی ہوئی پڑی تھی۔ کمرہ میں ایک کاغذ پر لکھا تھا کہ ایک لاکھ تیس ہزار ۳۳۳ روپیہ دو تو بچہ مل جائیگا ورنہ مار ڈالا جائیگا۔ ماں باپ نے جوش محبت میں مقرر کی ہوئی رقم جگہ پر بھجوا دی لیکن بچہ پھر بھی نہ ملا۔ اب دو مہینے بعد بچہ گھر سے تھوڑے فاصلہ پر اوندھے منہ مردہ پڑا ملا کپڑے چوری کے وقت کے پہنے ہیں ڈھانچہ رہ گیا ہے سر میں زخم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایک شخص نے ہاتھوں میں تھام لیا اور دوسرے نے اس کا سر پھوڑ دیا یا اسے موٹر سے زمین پر پھینک دیا گیا۔ خیال یہ ہے کہ چوری کے فوراً بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ کرنل نے ہر طرح کے جتن کئے کہ بچہ صحیح سالم مل جائے اور وہ کسی کا بال بیکا نہ ہونے دیگا۔ لیکن چوروں نے اس کا بچہ بھی مارا اور روپیہ کا روپیہ ہضم کیا۔ اس کی بیوی اب پھر حاملہ ہے۔ سارا امریکہ جوش غضب سے پاگل ہو رہا ہے اور مجرموں کی تلاش کی جا رہی ہے ایک ساتھ ملک تی کے ذریعہ اغوا کرنے والوں کے ساتھ نامہ و پیام ہوا تھا اب اس ملک تی نے اقبال کر لیا ہے کہ یہ حرکت اس نے فرضی کی تھی اس کے کاروبار کا دیوالہ نکل چکا تھا اس کی وجہ سے تحقیقات میں بہت سا روپیہ اور وقت برباد ہوا۔ امریکہ والے اس کی سزا اور گرفتاری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ریل میں ڈاکہ - عورتوں کو خوب زیور پہن لد لد کے ریل میں سفر کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا زیور کے دشمن جگہ جگہ ہیں۔ ملک مسافر گاڑی ڈنڈبار سٹیشن سے آدھ میل ادھر تھی کہ کسی نے زنجیر کھینچ کر گاڑی ٹھیرالی۔ گارڈ وجہ معلوم کرنے اترا گولی چلی اور اس کی ہتھیلی میں گھس گئی وہ گر پڑا۔ ڈاکوؤں کے جو لڑکے تھے اور جو ریل کے سٹیشن کے قریب آنے کی وجہ سے ہلکی رفتار ہونے پر اس پر چڑھ گئے تھے جلدی جلدی مارواڑی اور بنگالی سوداگر سے ۳۲ ہزار روپیہ چھین لیا اور زنجیر کھینچ کے فوراً اتر پڑے اور ایک موٹر میں جو دس قدم پر پہلے سے ان کے انتظار میں کھڑی تھی دوڑ کے بیٹھ گئے اور غائب ہو گئے۔ ریل چلا دی گئی اور سٹیشن پر پہنچ کے گارڈ شفاخانہ میں بھیجدیا گیا جہاں گولی اگلے دن صبح کو نکالی گئی۔ اس سلسلہ میں ۱۳ آدمی گرفتار ہو چکے ہیں۔

گالی پر قتل - ایک سکھ نے اپنے ملازم کو کتے کا بچہ کہہ کے پکارا اور کہا کہ تو میری گھاس کیوں چرا لیتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو نہیں چراتا جو چرائیگا قید میں جائے گا۔ اس نے کہا کہ تم مجھے گالی نہ دو۔ اس پر سکھ غصہ میں آ گیا اور چھری کا منٹھ اس کے سر پر مارا جس سے خون نکلنے لگا۔ سکھ گھر جا کے پھر آیا اور پھر نوکر کو گالی دینے لگا۔ عبداللہ نوکر خاموش رہا۔ جب سکھ واپس جا رہا تھا عبداللہ نے تیشہ سے اسے مار ڈالا۔ عدالت نے اسے پھانسی کی سزا دی۔ مگر عدالت عالیہ لاہور نے یہ قرار دیتے ہوئے کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں خواہ اس کا درجہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ کسی دوسرے کو گالی دے یہ ملزم کی پھانسی کی سزا

تاروں کا جھرمٹ ۔ فرانس کا صدر ایک روسی ڈاکٹر کی گولی سے ہلاک ہوگیا۔ ایک ہندو نے ایک ہزار روپیہ ہندی کا بہترین مضمون لکھنے والے کو تمغہ دینے کے لئے وقف کئے تھے اس سال مضمون نگاری کے پہلے مقابلہ میں لکھنؤ کے سب جج کی لڑکی کماری ترویدی اول آئی اسے طلائی تمغہ دیا گیا مضمون یہ تھا: تلسی داس کی رامائن میں سیرت نگاری کی خصوصیات ۔

۵۰ قیدی لاہور سے جا رہے تھے جب گاڑی نروانہ جنکشن سے ادھر ویران جگہ میں پہنچی تو قیدیوں نے اپنے برتن جوتے وغیرہ پولیس کے ہاتھ لگا پاسبانوں نے پھینکنے شروع کر دیئے بعد میں ان کی بندوقیں چھین کے ان پر گولیاں چلانے لگے۔ ایک قیدی نے زنجیر کھینچ کے گاڑی ٹھیرائی ۔ دس قیدی زنجیروں سے بندھے ہونے کے باوجود کود کود کے جنگل میں بھاگ گئے۔ ریل ۲ ۱/۲ گھنٹہ دیر سے لاہور پہنچی ایک ہیڈ کانسٹبل مر گیا اور باقی زخمی ہوگئے ہیں۔ گیارہ دن کی سخت تلاش کے بعد سات قیدی گرفتار کرلئے گئے ہیں ۔

صوبہ برار میں دو بھائیوں کو اپنی بہن کی بدچلنی کی وجہ سے ایک کمپونڈر سے زہر کی پچکاری بدن میں لگوا کے مار ڈالنے کے جرم میں پھانسی کی سزا ہوئی تھی۔ عدالت عالیہ ناگپور نے ان دونوں کو بری کر دیا ہے کہ شہادت سے یہ یقین نہیں ہوتا کہ ملزم نے اپنی بہن کو قتل کرایا۔ اس مقدمہ میں وہ کمپونڈر سرکاری گواہ بن گیا تھا۔ تناولی (مدراس) میں ایک بیوہ کو اس کے شوہر کے بھائی بہت تنگ کرتے تھے اور اسے گذارہ بھی نہ دیتے تھے اس نے پریشان ہو کے اپنے چار سال کے بچے اور اٹھارہ ماہ کی بچی کو پھانسی دے کے مار ڈالا اور پھر اپنے آپ کو پھانسی دینے کی کوشش کی عورت گرفتار کرلی گئی اور اس پر قتل کا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے۔ دکن میں ایک عورت نے ایک سادھو سے کہا کہ شوہر نے تنگ کر رکھا ہے اپنے جادو سے آہستہ آہستہ مار ڈال اس نے چالیس روپیہ مانگے۔ اس نے کچھ زیور بیچ کے یہ رقم ادا کی۔ سادھو اسے اور اس کی دس سالہ لڑکی کو لے کے ایک ویرانہ میں منتر پڑھنے گیا۔ وہاں اس نے دونوں کو زہر دے کے مار ڈالا اور ان کے زیور لے کے چلتا بنا۔ اب اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ غالباً اس نے اقبال کر لیا ہے۔ جس عورت نے اپنی آواز صاف کرنے کے لئے اپنی ۱۰ سالہ لڑکی گنڈاسہ سے مار کے دیوی کی بھینٹ چڑھائی تھی اور اسے عدالت سے پھانسی کی سزا ملی تھی اپیل پر عدالت عالیہ اودھ نے اسے کالے پانی کی سزا دی ہے۔ الہ آباد کے ایک شخص نے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت کرلی۔ برادری نے اس پر ۶۶۵ روپیہ کا ڈنڈ ڈالا اور پانچ ہزار روپیہ بنک میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس سے اس کی پہلی بیوی کا گذارہ چلتا رہے۔ ناسک (دکن) میں ایک ہندو نے دوسری عورت سے شادی کرلی تھی۔ جسے پہلی بیوی برداشت نہ کر سکی اس نے اپنی ساری پر مٹی کا تیل چھڑک کے آگ لگا دی۔ اس کی چیخوں پر اس کی سوکن دوڑی لیکن وہ لڑکی تھوڑی دیر بعد مر گئی مدراس میں ایک ہندو لڑکا تیزاب گندھک پانی سمجھ کے پی گیا وہ بے ہوش ہو کے گر پڑا۔ ہسپتال جا کے مر گیا ۔ دہلی میں ایک مرد پر جو ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم تھا مقدمہ چل رہا ہے۔ وہ بڑے بڑے مسلمانوں کو یہ خط لکھتے کہ میں اور میرا شوہر مسلمان ہوگئے ہیں۔ ہندو رشتہ داروں نے خاوند پر پچاس ہزار کا دعوی کر کے قید کرا دیا ہے اور اب میں سخت مصیبت میں ہوں مدد کرو۔ بہت سے مسلمانوں نے اسے بڑی بڑی رقمیں بھیجیں اور ایک رنگون کا شخص ۱۸ ماہ سے ۵۰ روپیہ ماہوار وظیفہ دے رہا تھا۔ ناگپور میں پانچ عورتیں جیل خانہ بھیجی گئیں ایک قوم سے نیز ہی تھی۔ مدت کو اس کے ایک بچی ہوئی۔ اسے جیلخانہ بھیجدیا گیا ایک اور ہندو عورت کے جو ملتان جیل میں دو سال کی قید بھگت رہی ہے جیل میں لڑکا ہوا۔ دونوں سیاسی قیدی ہیں ۔ ایروا کے سٹیشن کے پاس ایک جھونپڑی میں آگ لگی آگ بجھنے پر دو بھائی جنکی عمریں پانچ اور سات سال تھی ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کوئلہ ہوئے ہوئے پائے گئے۔ مدراس میں چند لڑکے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ ایک لڑکا ایک صندوق میں جا چھپا ڈھکنا بند ہوگیا اور وہ دم گھٹ کے مر گیا ۔ ہونولولو میں ایک دیسی نے ایک گوری عورت پر حملہ کیا۔ اس چار امریکنوں نے اس شخص کو مار ڈالا۔ ان پر مقدمہ چلا قتل کی سزا ہاں ایک سے دس سال تک قید سخت مقرر ہے ان ملزموں کے لئے رحم کی سفارش کی گئی ہے ۔ ایک سکھ عورت جہلم ضلع کے ایک گاؤں میں گھر میں اکیلی تھی۔ قاتل آیا اس نے اسے مار ڈالا اور زیور لے کے چلتا بنا۔ کالی کٹ کی طرف ایک خانہ بدوش قوم کی ۵۴ سالہ عورت جنگلی جڑوں کی تلاش میں پھر رہی تھی کہ جنگل میں سے ایک جنگلی سور نکل کے اسے چیر کے مار ڈالا۔ حصار میں ایک ریل کے پولس کے سپاہی کا ۲ ۱/۲ سالہ بچہ محض بٹنوں کے لئے مار ڈالا۔ جن پر چاندی کا خول چڑھا ہوا تھا۔ ملزم نے ان بٹنوں کو چار آنے میں بیچا۔ حصار کے سشن جج نے اسے پھانسی کی سزا دی جو اپیل میں بحال رہی ۔

جہلم کے قریب ایک گاؤں میں تین مسلمان عورتیں اپنے گھر کے احاطہ میں سو رہی تھیں کہ چور آئے ان کی آنکھ کھل گئی عورتوں نے غل مچایا ۔ چوروں نے ان پر چاقوؤں سے حملہ کیا جن سے ایک عورت مر گئی اور دو سخت زخمی ہوئیں ۔

چہرہ کا رنگ نکھارنے کی ترکیب

عصمتی بہنیں یہ معلوم کرکے بہت خوش ہوں گی کہ چہرہ کا رنگ گورا کرنے کی ایک نہایت ہی مفید چیز ایجاد ہوگئی ہے اور امید ہے کہ اب چہرہ پر کوئی قیمتی پاؤڈر ملنے کی ضرورت ہی نہ رہیگی۔

دہلی کے زنانہ دواخانہ نے ابھی حال میں "حسن پرور" دوا کا اعلان کیا ہے اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ چہرہ کا رنگ نکھارنے یعنی گورا کرنے کے لئے **حسن پرور** بیحد کامیاب چیز ہے۔ لہذا عصمتی بہنوں میں سے اگر کسی کا رنگ سانولہ یا کالا ہو تو چہرہ پر ملاحت اور خوبصورتی پیدا کرنی ہو تو

منتظمہ صاحبہ

زنانہ دواخانہ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۲ دہلی

کو خط لکھکر حسن پرور منگا لیا جائے۔ ایک شیشی کی قیمت گیارہ آنے ہے اور پانچ آنے محصولڈاک پڑ جاتے ہیں تین شیشی پر محصولڈاک ۷ر لگتا ہے امید ہے کہ حسن پرور کے استعمال سے ہندوستانی بہنوں اور بھائیوں کو بیحد خوشی ہوگی ہندوستان میں بھی اب غیر ممالک سے زیادہ اچھی ایجاد ہوسکتی ہے۔

نوٹ: حسن پرور کے استعمال سے کیل، مہاسے جھائیاں وغیرہ بھی سب دور ہوجاتی ہیں۔ اور اس کا اشتہار مدت سے عصمت میں شائع ہورہا ہے۔

حیرت انگیز ایجاد
ایک منٹ میں برف جمالو

برف جمانے کی جس قدر مشینیں اب تک ایجاد ہوئی ہیں ان میں امریکن مشین سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے لیکن اس کی قیمت زیادہ ہے اور برف دیر میں جمتی ہے اور امریکہ کا دعویٰ ہے کہ ۵ منٹ میں برف جم سکتی ہے لیکن اس مشین میں **ایک منٹ** میں برف جم جاتی ہے اور تین سیر دودھ کے لئے صرف چھ سیر برف کی ضرورت ہوتی ہے۔

فخر قوم حضرت علامہ راشد الخیری صاحب دہلی نے دودھ کی برف اس مشین میں ایک منٹ میں جما کر جس کی گئی تو جناب موصوف نے بے انتہا پسند فرمائی۔ یہ مشین موسم گرما کا سستا تحفہ ہے سیر و تفریح کا لطف اس مشین سے بہت کچھ بڑھ سکتا ہے کچھ زیادہ وزنی بھی نہیں یہ خود بیچ سے آلہ سے نہایت اچھی طرح بنے ہیں یہ مشین کئی سال تک کام آسکتی ہے۔

اس سے جلدی دنیا میں برف جمانیکی کوئی مشین نہیں ہے

برف جمانے کی ہدایات مشین کے ساتھ بھیجی جاتی ہیں قیمت بارہ روپے مگر عصمتی بہنوں سے صرف **دس** روپیہ پیکنگ مفت محصول بذمہ خریدار جو ایک روپیہ سے تین روپیہ تک مطابق فاصلہ لیا جاتا ہے مشین کی نصف رعایتی قیمت یعنی ۵ر ہمراہ فرمائش پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجئے آپ ایک مشین منگا کر دیکھئے ممکن ہی نہیں کہ اپنے عزیزوں سے اس کی تعریف کریں اور وہ اسے منگانے پر مجبور نہ ہوں۔

آپ ایک مشین کی آج ہی فرمائش بھیج دیجئے ورنہ موسم گزر جائیگا

ملنے کا پتہ

سہیلیوں کا اسٹور (کوچہ چیلان) دہلی

بچوں کیلئے اچھی اچھی کتابیں

سرکار کا دربار نبی اللہ کے سرکار یعنی سرکار حضرت پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بچیوں اور ناواقف بڑے بھائیوں کے لئے بقول ایک مشہور عالم و ادیب یہ کتاب واقعی ایک نعمت ہے۔ یکجی صحت، مطالب کی ترتیب اور ادب و احترام کے پورے التزام کے ساتھ نہایت دلکش انداز اور شیریں سادہ اور پیاری زبان میں لکھی گئی ہے۔ تقریباً جملہ متعلقہ حالات آگئے ہیں۔ مستند رسائل اور معزز علماء نے اس کو بہت پسند کیا ہے کتابت اعلیٰ، طباعت پاکیزہ، سرورق سہ رنگی قیمت عہ اب صرف ۸ ہے

ہمارا دین مصنفہ سید نواب علی صاحب پرنسپل بہاؤالدین کالج جونا گڈھ ایک مختصر رسالہ جس میں کلمہ طیبہ، ایمان مفصل، برکات اسلام تعلیم دین اور ارکان خمسہ اسلام کی خوبیاں عام فہم اردو میں مذکور ہیں۔ مسلمان بچیوں کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ بہت ہی عجیب چیز ہے نیز ان لوگوں کے لئے بھی جو اسلامی تعلیم سے واقف ہیں اور ہونا چاہتے ہیں قیمت ۲ر

ہمارے نبی ننھے بچوں کے لئے نہایت ہی آسان زبان میں سرورِ کائنات کی سیرت پر نہایت مشہور کتاب جس کی ہزاروں کے کئی کئی ایڈیشن چھپے ہیں۔ مولوی نواب علی صاحب پرنسپل بڑودہ کالج نے لکھی ہے قیمت ۳ر

ہمارے رسول بچوں کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر یہ رسالہ مناسب طرزِ بیان اور آسان زبان میں لکھا گیا ہے۔ ناقدین نے بچوں کی تعلیم کے لئے اس رسالہ کی سفارش کی ہے چنانچہ اسلامی مدارس کے نصاب میں داخل ہے قیمت ۶ر

نبیوں کے قصے اس کتاب میں حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ تک تمام نبیوں کے حالات لکھے ہیں کتاب چونکہ خاص طور پر بچوں کے لئے لکھی گئی ہے اس لئے زبان بڑی صاف اور شیریں ہے۔ نبیوں کے قصے بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں قیمت ۶ر

ترکوں کی کہانیاں یہ ترک بچوں کی بہادری اور ہمت و جرات کی چند نہایت اچھی کہانیاں ہیں جن کے پڑھنے سے بچوں میں قومی جوش پیدا ہوتا ہے اور ان ترک بچوں کی طرح بھی تندرست اور بہادر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نئے روحانی لڑائی پر رخصت ہوتے ہیں۔ معصوم طلبہ کا اسمبلی کیا تم ہو۔ شریفانہ مزے کی کہانیاں ہیں قیمت صرف ۴ر

قوم پرست طالب علم طلبہ کے دلوں میں ہندوستان کی محبت اور ہندو مسلم اتحاد پیدا کرنے والا ڈراما بے انتہا سبق آموز ہے مناسب موقع پر گیت اور گانے بھی ہیں۔ یہ ڈراما جامعہ ملیہ کے بچوں نے ڈاکٹر انصاری اور ملک کے چند بڑے بڑے لیڈروں کے سامنے کیا تھا بہت پسند کیا گیا۔ قیمت چار آنہ ۴ر

بچوں کا انصاف یہ ڈرامہ خاص طور پر بچوں کے لئے لکھا گیا ہے ہندوستان کے مدرسوں کی عام خرابیاں بتائی گئی ہیں اچھے اور شریر لڑکوں کا مقابلہ کیا گیا ہے بچے بہت پسند کرتے ہیں ۴ر

دنیا کے بسنے والے حبشیوں، امریکہ کے پرانے باشندوں، ریڈ انڈین، افریقہ کے بونوں اور جاپان، سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں میل برف ہی برف ہے کتاب میں تقریباً پچاس تصویریں ہیں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا محال ہے۔ از سید ناشر صاحب مسلم یونیورسٹی اسکول قیمت ۶ر

تاریخ ہند کی کہانیاں محترمہ بنت نصیر الدین تیموری نے سیکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی تاریخی کہانیاں نہایت سلیس اور پیاری زبان میں لکھی ہیں انہیں پڑھ کر بچوں کو تاریخی معلومات ہوتی ہیں قدیم ہندوستان اور اس کے باشندوں کے متعلق اس سے زیادہ دلچسپ کہانیاں مل نہیں سکتیں۔ قیمت صرف ۴ر

موش و گربہ چوہے بلی کی لڑائی کا نہایت مزیدار فارسی قصہ مع ترجمہ رنگین تصویروں کی چھپی ہوئی خوبصورت کتاب خاص بچوں کے لئے ۵ر

شادی کی ضرورت

راجپوتانہ کے ایک شریف خاندان تیس ۳۰ سالہ غریب نوجوان کے لئے جو برسر روزگار ہے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی کسی غریب اور شریف خاندان کی ہو اور امور خانہ داری سے اچھی طرح واقف ہو۔ ۲۰ سال سے زیادہ عمر نہ ہو۔

"ک" معرفت دفتر عصمت دہلی